خواجگانِ چشت کے زریں پیر و ملفوظات کا
بے مثل و بے مثال ولازوال مجموعہ

عاشقانِ خواجگانِ چشت را
از قدم تا سر نشانے دیگر است

ہشت بہشت

انیس الارواح
ملفوظاتِ خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ

دلیل العارفین
ملفوظاتِ خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

فوائد السالکین
ملفوظاتِ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ

راحت القلوب
ملفوظاتِ بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

اسرار الاولیاء
ملفوظاتِ بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

فوائد الفواد
ملفوظاتِ محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاء دھلوی رحمۃ اللہ علیہ

راحت المحبین
ملفوظاتِ محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاء دھلوی رحمۃ اللہ علیہ

مفتاح العاشقین
ملفوظاتِ محمد نصیر الدین چراغ دھلوی رحمۃ اللہ علیہ

شبیر برادرز
اردو بازار ۰ لاہور

نام کتاب ---------------- ہشت بہشت

پروف ریڈنگ وترتیب ---------- شکیل مصطفےٰ اعوان صابری چشتی

کمپوزنگ ---------------- حماد علی

باہتمام ---------------- ملک شبیر حسین

سن اشاعت ---------------- اگست 2006

سرورق ---------------- محمد رمضان فیضی

ہدیہ ---------------- روپے

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر نزد مسلم ماڈل ہائی سکول ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-7246006

(اُردو ترجمہ)

انیسُ الارواح

یعنی

ملفوظات

سیّد الاتقیا، شہنشاہِ ولایت حضرت خواجہ عثمان ہاروَنی رحمۃ اللہ علیہ

حضور خواجۂ خواجگان، ہندن ولی، غریب نواز معین الدین حسن چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر نزد مسلم ماڈل ہائی سکول، ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-7246006

3 سے شروع کریں

فہرست

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

حضور خواجہ غریب نواز معین الدین حسن چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدائی گفتگو

خدا کا شکر ہے جو پروردگار ہے جہانوں کا اور عاقبت واسطے پرہیزگاروں کے اور درود اس کے رسول محمد ﷺ پر اور اس کی تمام آل واصحاب پر، خدا تجھے نیک بنا دے۔ تجھے معلوم ہو کہ جو نبیوں کی خبریں اور نشانیاں اور ولیوں کے اسرار اور انوار، عابدوں کے سردار اور عارفوں کے چاند، اہل ایمان کے معزز اور نیکی اور احسان کے وافر شیخ بزرگ خواجہ عثمان ہارونی (خدا انہیں اور ان کے والد کو بخشے) کی زبان سے سننے میں آئے ہیں۔ اس رسالے میں جس کا نام انیس الارواح ہے لکھے گئے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ مسلمانوں کے دعا گو فقیر حقیر کمترین بندگان معین حسن سنجری (رحمۃ اللہ علیہ) کو شہر بغداد میں خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی اور اس وقت معزز مشائخ بھی خدمت میں حاضر تھے۔ جونہی کہ بندہ نے سر زمین پر رکھا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دوگانہ ادا کر میں نے ادا کیا۔ پھر فرمایا: قبلے کی طرف منہ کر کے بیٹھ، میں بیٹھ گیا۔ فرمایا کہ سورۃ البقرہ پڑھ۔ میں نے پڑھی۔ پھر فرمایا ۲۱ دفعہ کلمہ سبحان پڑھ۔ میں نے پڑھا۔ بعد میں خود کھڑے ہو کر منہ آسمان کی طرف کیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ میں نے تجھے خدا تک پہنچا دیا۔ جونہی یہ فرمایا، قینچی اپنے دست مبارک میں لے کر میرے سر پر چلائی اور چار تر کی کلاہ اس عقیدت مند کے سر پر رکھی اور خاص گودڑی عنایت فرمائی۔ پھر فرمایا، بیٹھ جا۔ میں بیٹھ گیا۔ فرمایا کہ ہمارے خانوادے میں آٹھ پہر کا مجاہدہ ہوتا ہے۔ آج کی رات اور آج کا دن مجاہدے میں مشغول رہو۔ آپ کے ارشاد کے موافق میں نے ایک دن رات گزارے۔ جب دوسرے دن خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا، بیٹھ۔ اور ایک ہزار مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ۔ میں نے پڑھی۔ فرمایا: اوپر کی طرف دیکھ، جونہی کہ میں نے آسمان کی طرف نگاہ کی، آپ نے فرمایا تجھے کیا دکھائی دیتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ عرش عظیم تک سب کچھ دکھائی دیتا ہے۔ پھر فرمایا زمین کی طرف دیکھ، جب میں نے زمین کی طرف دیکھا، فرمایا کہاں تک تجھے دکھائی دیتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حجاب عظمت تک فرمایا۔ آنکھ بند کر۔ جب میں نے بند کی فرمایا، کھول! میں نے کھولی۔ مجھے دو انگلیاں دکھا کر فرمایا کہ تجھے کیا دکھائی دیتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اٹھارہ ہزار قسم کی مخلوقات۔ جب میں نے عرض کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جا! تیرا کام سنور گیا۔ ایک اینٹ پاس پڑی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کو الٹ! جب میں نے الٹی تو اس کے نیچے ایک مٹھی سونے کے دینار تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اسے

لے جا کر فقیروں کو صدقہ دے۔ جب میں نے صدقہ دیا تو فرمایا کہ چند روز تک تو ہماری خدمت میں رہو۔ میں نے عرض کیا کہ بندہ فرمانبردار ہے۔ پھر خواجہ عثمان ہارونی ؒ نے خانہ کعبہ کی طرف سفر اختیار کیا اور پہلا سفر دعا گو کا یہی تھا۔

الغرض! ایک شہر میں پہنچ کر ہم نے مقربان خدا کی ایک جماعت دیکھی جن کو اپنے آپ کی ہوش نہ تھی چند روز انہیں کے پاس رہے جواب تک ہوش میں نہیں آئے تھے پھر خانہ کعبہ کی زیارت کی۔ اس جگہ بھی خواجہ صاحب ؒ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے خدا کے سپرد کیا اور خانہ کعبہ کے پرنالے کے نیچے اس درویش کے بارے میں مناجات کی۔ تو آواز آئی کہ ہم نے معین الدین کو قبول کیا۔ جب وہاں سے لوٹ کر ہم نبی کریم ﷺ کی زیارت کیلئے آئے تو فرمایا کہ سلام کر! میں نے سلام کیا۔ آواز آئی وعلیکم السلام اے سمندر اور جنگل کے مشائخ کے قطب! جب یہ آواز آئی تو خواجہ صاحب ؒ نے فرمایا۔ آ! تیرا کام مکمل ہو گیا۔

اس کے بعد ہم بدخشاں میں آئے اور ایک بزرگ سے ملے جو کہ خواجہ جنید بغدادی ؒ کے پیش کاروں میں سے تھا اور جس کی عمر سو سال کی تھی۔ وہ از حد خدا کی یاد میں مشغول تھا لیکن اس کا ایک پاؤں نہ تھا۔ اس بارے میں جب اس سے پوچھا گیا تو اس نے فرمایا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ نفسانی خواہش کی خاطر میں جھونپڑی سے باہر قدم رکھا ہی چاہتا تھا کہ آواز آئی۔ اے مدعی! یہی تیرا اقرار تھا جو تو نے فراموش کر دیا۔

چھری پاس پڑی تھی۔ میں نے اٹھا کر اپنا پاؤں کاٹ ڈالا اور باہر پھینک دیا۔ آج چالیس سال کا عرصہ گزرا ہے کہ میں نے اپنے پاؤں کو کاٹا۔ اور حیرانی کے عالم میں مبتلا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ کل درویشوں میں یہ منہ کس طرح دکھاؤں گا پھر ہم وہیں سے واپس آئے اور بخارا میں پہنچے اور وہاں کے بزرگوں کو ایک اور ہی حالت میں پایا جن کا وصف تحریر نہیں ہو سکتا۔۔۔۔ میں خواجہ صاحب کی خدمت (ہمراہی) میں سفر کرتا رہا۔ اس کے بعد پھر دس سال تک لوٹا اور سونے کا کپڑا (بستر) سر پر اٹھا کر سفر کرتا رہا۔ پھر جب خواجہ صاحب نے واپس آ کر بغداد میں گوشہ نشینی اختیار کی اور اس درویش کو حکم ہوا کہ میں کچھ مدت تک باہر نہیں نکلوں گا۔ تجھے لازم ہے کہ چاشت کے وقت آؤ تا کہ میں تجھے فقر کی ترغیب دوں جو کہ میرے بعد میرے مریدوں اور فرزندوں کیلئے میری یادگار ہے۔ بندہ نے حکم کے بموجب اسی طرح کیا۔ ہر روز میں خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور جو کچھ آپ کی زبانِ گوہر فشاں سے سنتا۔ اس کو لکھ لیتا۔ یہ سب اٹھائیس مجلسوں پر منقسم ہے۔

مجلس (۱)

ایمان کی حقیقت

مجلس اول میں ایمان کا ذکر ہوا۔ آپ ؒ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا کہ ایمان برہنہ ہے اور اس کا لباس پرہیز گاری ہے اور اس کا سرہانہ فقر ہے اور اس کی دوا علم ہے اور اس بات کی شہادت لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر ایمان ہے اور آپ نے کہا اے مسلمانو! ایمان کم و بیش نہیں ہو سکتا اور جو شخص انکار کرتا ہے وہ اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے۔

پھر فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کیلئے حکم آیا کہ جاؤ! کافروں سے جنگ کرو۔ اس وقت تک کہ کہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ اور محمد ﷺ خدا کے بھیجے ہوئے ہیں) جو نبی و رسول خدا ﷺ نے کافروں سے جنگ کی۔ انہوں نے گواہی دی کہ خدا ایک ہے۔ پھر نماز کا حکم دیا انہوں نے قبول کیا۔ پھر روزہ، حج اور زکوٰۃ کا حکم ہوا۔ یہ بھی انہوں نے قبول کئے اور خدائے بزرگ اور بلند پر ایمان لائے۔

پھر فرمایا کہ یہ سب باتیں ایمان کا بار بار یاد تازہ کرنا ہے لیکن روزے اور نماز سے گھٹتا بڑھتا نہیں۔ اس واسطے کہ جس نے نماز کے صرف فرضوں کو ہی ادا کیا ہو اور ان میں کسی قسم کا نقصان نہ کیا ہو۔ خدا تعالیٰ اس کیلئے حساب آسان کر دیتا ہے اور اگر فرضوں میں کسی قسم کا نقصان کیا ہو تو خداوند تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ دیکھو۔ اس نے کوئی دیدہ و دانستہ نقصان نہیں کیا اور عبادت کی ہے تو فرضوں کے عوض اسے شمار کر لو۔ اور اگر اس نے فرض بھی پورے ادا نہ کئے ہوں اور نہ ہی کوئی فاضلہ عبادت کی ہو تو وہ دوزخ کے لائق ہوتا ہے۔ بشرطیکہ خدا کی رحمت یا رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نہ ہو لیکن اہل شرع کا قول ہے کہ جو شخص فرض کا منکر ہے، وہ کافر ہے لیکن ایمان کی اصلیت میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔

پھر فرمایا کہ جو شخص نماز ادا نہیں کرتا۔ وہ اس حدیث من ترک الصلوٰۃ متعمدًا فقد کفر مستوجب القتل عند الشافعیؒ (جس شخص نے ارادتاً نماز ترک کی۔ پس وہ کافر ہوا یعنی امام شافعی ؒ کے نزدیک قتل کرنے کے قابل ہے) کے بموجب کافر ہوتا ہے۔

روحوں کی چار قسمیں

پھر فرمایا کہ خواجہ جنید بغدادی ؒ کے عمدہ میں، میں نے لکھا ہوا دیکھا ہے کہ خواجہ یوسف چشتی ؒ سے روایت ہے کہ جس وقت اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ (کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں) کی آواز آئی تو اسوقت تمام مسلمانوں اور کافروں کی روحیں ایک جگہ تھیں۔ آواز کے آتے ہی ان کی چار قسمیں ہو گئیں۔

پہلی قسم کی روحوں نے جب آواز سنی اسی وقت سجدہ میں گر پڑھیں اور دل اور زبان سے کہا قَالُوْا بَلٰی (انہوں نے کہا۔ ہاں)

دوسری قسم کی روحوں نے بھی سجدہ کیا اور زبان سے کہا قَالُوْا بَلٰی لیکن دل سے نہ کہا۔

تیسری قسم کے روحوں نے دل سے کہا۔ اور چوتھی قسم کی روحوں نے نہ دل سے کہا اور نہ ہی زبان سے کہا۔
پھر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفصیل یوں فرمائی کہ جنہوں نے سجدہ کیا اور دل اور زبان سے اقرار کیا۔ وہ اولیاء نبی اور مومن تھے اور جنہوں نے زبان سے کہا اور دل سے نہ کہا وہ ان مسلمانوں کا گروہ تھا جو پہلے مسلمان ہوتے ہیں اور مرتی دفعہ بے ایمان ہوکر دنیا سے جاتے ہیں اور تیسری قسم جنہوں نے زبان سے نہ کہا لیکن دل سے کہا وہ ایسے کافر تھے جو پہلے کافر ہوتے ہیں بعد میں مسلمان ہوجاتے ہیں لیکن چوتھی قسم جنہوں نے نہ دل سے کہا اور نہ زبان سے، وہ کافر تھے جو پہلے ہی کافر ہوتے ہیں اور بعد میں بھی کافر ہی ہوکر دنیا سے گزر جاتے ہیں۔
جب ان فوائد کو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ختم کیا۔ تو آپ یادالٰہی میں مشغول ہوگئے اور دعا گو واپس چلا آیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

مجلس (۲)

مناجاتِ آدم علیہ السلام

مجلس دوم میں حضرت آدم علیہ السلام کی مناجات کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے خواجہ یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ابواللیث سمرقندی کی فقہ میں لکھا دیکھا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب روایت کرتے ہیں فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ (پس آدم نے اپنے پروردگار سے سیکھ لیں کچھ باتیں) یہ وہ وقت تھا جب حضرت آدم علیہ السلام بہشت سے بھاگے تھے۔ خداوند تعالیٰ نے فرمایا، اے آدم! کیا تو مجھ سے بھاگتا ہے۔ عرض کی کہ نہیں میرے پروردگار! بلکہ مجھے اس رسوائی کے سبب تجھ سے شرم آتی ہے۔

سورج اور چاند گرہن

پھر سورج گرہن اور چاند گرہن کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چاند گرہن واقع ہوا جب پیغمبر خدا سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دنیا کے بندوں کے گناہ بہت ہوجاتے ہیں اور بہت گستاخی کرتے ہیں تب حکم ہوتا ہے کہ سورج گرہن یا چاند گرہن واقع ہو اور ان کے چہرے سیاہ کئے جاتے ہیں تاکہ خلقت عبرت پکڑے۔ پھر فرمایا کہ جب چاند گرہن محرم کے مہینے میں واقع ہو تو اس سال کشت وخون اور فساد برپا ہوتے ہیں اور اگر ماہ ربیع الاول میں ہو تو اس سال قحط اور موت زیادہ ہوگی۔ اور مینہ اور ہوا زیادہ ہوگی اور اگر ماہ ربیع الآخر میں واقع ہو تو بزرگوں کی تبدیلی اور ملک میں فتور واقع ہوگا اور جب جمادی الاوّل میں واقع ہو تو بجلی اور بارش بکثرت ہوگی اور ناگہانی موتیں کثرت سے واقع ہوں گی اور اگر جمادی الآخر میں واقع ہو تو اس سال فصلیں عمدہ ہوں گی اور نرخ ارزاں ہوگا۔ اور لوگ عیش وعشرت میں بسر کریں گے۔ اور اگر ماہ رجب میں واقع ہو اور مہینہ کا شروع اور جمعہ کا روز ہو تو اس سال بھوک اور مصیبتیں بہت نازل ہوں گی اور آسمان پر سیاہی نازل ہوگی اور اگر ماہ شعبان

میں واقع ہو تو اس سال خلقت کے درمیان صلح اور آرام ہوگا اور اگر ماہ رمضان میں واقع ہو اور مہینے کا شروع جمعہ کا دن ہو اور اس سال قحط اور مصیبت نازل ہوگی اور آسمان سے بڑی سخت آواز آئے گی جس سے خلقت بیدار ہو جائے گی اور کھڑے ہوئے آدمی منہ کے بل گر پڑیں گے اور اگر ماہ شوال میں واقع ہو تو اس سال مردوں کو بہت سی بیماریاں لاحق ہوں گی اور اگر ماہ ذوالحجہ میں واقع ہو تو اس سال فراخی ہوگی اور اس سال حاجیوں کی راہ منقطع ہوگی۔ اور اگر ماہ محرم میں واقع ہو تو جاننا چاہئے کہ سارا سال فساد برپا ہوں گے اور ایک دوسرے کے عیب بیان کریں گے اور دنیا کو چھوڑیں گے اور آخرت ویران کریں گے اور قول وقرار میں سو سچ نہیں رہیں گے۔ وہ منافق دولت مند کو بزرگ خیال کریں گے اور درویشوں کو ذلیل خیال کریں گے۔ اس وقت خداوند تعالیٰ ان پر مصیبتیں نازل کرے گا تا کہ ان کی عیش تلخ ہو جائے پھر فرمایا کہ جب ایسی حالت ہو تو مصیبتوں کے منتظر رہنا چاہئے۔ جب ان فوائد کو خواجہ صاحب ختم کر چکے تو یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے اور دعا گو واپس چلا آیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

مجلس (۳)

شہروں کی تباہی

مجلس سوم میں شہروں کی تباہی کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ فرمایا کہ آخری زمانے میں شہر بسبب گناہوں کی شامت کے برباد ہو جائیں گے۔ چنانچہ میں نے خواجہ یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے کہ ایک دفعہ میں سمرقند کی طرف جا رہا تھا تو میں نے خواجہ یحییٰ سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے روایت فرمائی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

- وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا كَانَ ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا

(کوئی شہر ایسا نہیں جس پر قیامت سے پہلے ہم مصیبت اور عذاب اور ہلاکت نازل نہ کریں اور وہ شہر ویران نہ ہو)

آثارِ قیامت

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کہ چونکہ آخری زمانے میں گناہ کثرت سے ہوں گے مکے کو حبشی لوگ ویران کریں گے اور مدینہ منورہ قحط سے برباد ہو جائے گا اور بھوک کے مارے خلقت مر جائے گی اور بصرہ، عراق اور مشہد شرابخوروں کی شامت اعمال کے سبب خراب ہوں گے اور اس سال مصیبتیں بہت نازل ہوں گی اور عورتوں کے بداعمال سے بھی خراب ہوں گے اور ملک شام بادشاہ کے ظلم سے برباد ہوگا اور مکڑی آسمان سے اترے گی اور روم کثرت لواطت کے سبب خراب ہوگا اور آسمان سے ہوا چلے گی جس سے تمام آدمی سو جائیں گے اور ہلاک ہو جائیں گے اور خراسان اور بلخ تاجروں کی خیانت کے باعث ویران ہوں گے اور مسلمان اس کی شامت سے مردار ہو جائیں گے۔

اس کے بعد فرمایا کہ میں نے خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے کہ خوارزم اور چند شہر جو اس کے گرد ونواح میں واقع ہیں

وہ راگ و رنگ اور منکرات کے باعث خراب ہوں گے اور ایک دوسرے کو ہلاک کریں گے اور خود بھی ہلاک ہو جائیں گے لیکن سیوستان سخت مصیبتوں تاریکیوں اور زلزلوں سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اور جس زمین میں رہتے ہوں گے نیست و نابود ہو جائے گی لیکن مصر اور دوسرے شہروں کی خرابی کی یہ وجہ ہوگی کہ آخری زمانے میں عورتوں کو قتل کریں گے اور کہیں گے یہ فاطمہ ہے۔ خاک ان کے منہ میں۔ پس حق تعالیٰ ان کو زمین میں غرق کرے گا اور سندھ اور ہندوستان بھی ویران ہو جائیں گے پھر فرمایا کہ زنا اور شراب خوری کے سبب ویران ہوں گے پھر فرمایا کہ مشرق یا مغرب میں جو شہر ہے سب کے فسادوں کی بلا ہند میں پڑے گی۔

پھر فرمایا کہ جب شہر اس طرح پر خراب ہوں گے تو امام مہدی ظاہر ہوں گے اور مشرق سے مغرب تک ان کے عدل کی دھوم مچ جائے گی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نیچے اتریں۔ مگر اور ان دونوں کو مسلمانی از حد عزیز ہوگی اور اس وقت دن بہت چھوٹے ہوں گے۔ چنانچہ ایک دن میں ایک نماز ادا ہوگی۔

پھر فرمایا کہ میں نے خواجہ حاجی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے کہ اس کے عہد میں سال مہینوں کی طرح اور مہینے ہفتوں کی طرح اور ہفتے دنوں کی طرح ہوں گے اور دن ایک وقت میں گزر جائیں گے۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ اے درویش! آدمی کو چاہیے کہ انہی سالوں اور مہینوں کو وہ سال اور مہینے خیال کرنا چاہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد کتیا کے بچے پیدا ہوں گے نہ کہ آدمی کے۔ اب خود لوگ قیاس کریں کیونکہ زمانہ دراز گزر چکا ہے۔

جونہی کہ خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا آپ یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے اور دعا گو واپس چلا گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ (اس کیلئے خدا کا شکر ہے)۔

مجلس (۴)

عورتوں کی فرمانبرداری

مجلس چہارم: عورتوں کی فرمانبرداری کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا کہ جو عورت اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرتی ہے وہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے ہمراہ بہشت میں داخل ہوگی۔ اس کے بعد فرمایا کہ جس عورت کو خاوند بستر پر طلب کرے اور وہ نہ آئے تو اس کی تمام کی ہوئی نیکیاں دور ہو جاتی ہیں اور وہ ایسی صاف رہ جاتی ہے جیسے سانپ کینچلی اتار کر اور اس کے شوہر کی طرف سے اس کے ذمے اس قدر بدیاں ہو جاتی ہیں جتنی کہ جنگل کی ریت اور اگر وہ عورت مر جائے اور شوہر اس کے راضی نہ ہو تو اس کیلئے دوزخ کے ساتوں دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر عورت سے خاوند راضی ہو اور عورت وفات پا جائے تو اس کیلئے بہشت کے ۷۰ درجے قائم ہوتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ میں نے تنبیہ میں لکھا دیکھا ہے کہ جو عورت خاوند سے ترشروئی سے پیش آئے اور اس کی طرف نہ دیکھے تو اس کے اعمالنامے میں آسمان کے ستاروں کے برابر گناہ لکھے جاتے ہیں پھر فرمایا کہ اگر خاوند کی ناک کے ایک نتھنے سے خون جاری ہو اور دوسرے سے ریحہ (پیپ) اور عورت اسے زبان سے صاف کرے تو بھی خاوند کا حق ادا نہیں ہوتا۔ پس اے درویش! اگر خدا کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو نبی کریم ﷺ حکم فرماتے ہیں کہ عورتیں اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں۔

غلام آزاد کرنے کی جزا

پھر غلام آزاد کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اسی اثنا میں ایک درویش آیا اور آداب بجالا کر جو بردہ (غلام) اس کے ہمراہ تھا خواجہ صاحب کے روبرو آزاد کر دیا۔ خواجہ صاحب نے دعائے خیر کی پھر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بردہ آزاد کرتا ہے اس کے بدن کی ہر رگ کے بدلے اس شخص کو پیغمبری کا ثواب ملتا ہے اور دنیا سے باہر جانے سے پیشتر ہی اس کے چھوٹے بڑے گناہوں کو خداوند تعالیٰ بخش دیتا ہے اور اس کے بدن پر جتنے بال ہیں ہر بال کے بدلے ایک شہر بہشت میں اس کے نام بناتے ہیں اور اسکی ہر رگ کے بدلے اسے نور دیتے ہیں اور اس پر پل صراط آسان کرتے ہیں اور آسمان پر اس کا نام اولیاء میں شمار کرتے ہیں۔

جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا غلام آزاد کرنا

پھر فرمایا کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور اصحاب بھی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کی کہ اے رسول اللہ ﷺ میرے پاس چالیس بردے ہیں۔ میں نے بیس بردے خدا تعالیٰ کی رضامندی کیلئے آزاد کئے۔ نبی کریم ﷺ نے دعائے خیر کی اتنے میں حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا کہ اے رسول اللہ ﷺ حکم الٰہی یوں ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جسم پر جتنے بال ہیں آپ کی امت میں سے اسی قدر آدمیوں کو ہم نے دوزخ کی آگ سے نجات دی اور اسی قدر ثواب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حاصل کیا۔

جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا غلام آزاد کرنا

اس کے بعد فرمایا کہ امیر المومنین عمر اٹھ کر آداب بجالائے۔ اور عرض کی کہ اے رسول اللہ ﷺ میرے پاس تیس بردے ہیں ان میں سے پندرہ میں نے خدا اور خدا کی رضا کیلئے آزاد کئے۔ نبی کریم ﷺ نے دعائے خیر کی۔ اتنے میں حضرت جبرائیل امین علیہ السلام پھر اترے اور کہا اے رسول اللہ ﷺ فرمان الٰہی اس طرح پر ہے کہ جس قدر رگیں ان بردوں کے جسم میں ہیں ان سے پچاس گنے آدمی آپ ﷺ کی امت کے میں نے دوزخ کی آگ سے آزاد کئے اور اسی قدر ثواب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عنایت ہوا۔

جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا غلام آزاد کرنا

یہ اس کے بعد فرمایا کہ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اٹھ کر آداب بجالائے اور عرض کی کہ میرے پاس بردے بہت

ہیں۔ ان میں سے سو بردے خدا کی رضا کیلئے آزاد کیے۔ رسول اللہ ﷺ نے دعائے خیر کی اور حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے آ کر حکم الٰہی اس طرح بیان کیا کہ اے رسول اللہ ﷺ جتنی رگیں ان بردوں کے بدنوں میں ہیں ان سے سوگنا آدمی آپ کی امت کے بخشے گئے اور ثواب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو عنایت ہوا۔

جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نذرانۂ جاں

اس کے بعد فرمایا کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اٹھے اور آداب بجالا کر عرض کی کہ اے رسول اللہ ﷺ میرے پاس دنیا کی کوئی چیز نہیں میرے پاس جان ہے سو خدا پر میں نے قربان کی۔ یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا اے رسول اللہ ﷺ فرمان الٰہی یہ ہے کہ ہمارے علی رضی اللہ عنہ کے پاس دنیا کی کوئی چیز نہیں، ہم نے دنیا میں اٹھارہ ہزار عالم پیدا کیے ہیں۔ تیری اور علی رضی اللہ عنہ کی رضا پر ہم نے ہر عالم میں سے دس ہزار کو دوزخ کی آگ سے نجات بخشی۔

پھر فرمایا کہ خواجہ یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا طریق تھا کہ جو بزرگ خواجہ صاحب کی خدمت کیلئے آتا ایک بردہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا اور خواجہ صاحب اس کو قبول کر کے فرماتے کہ تو اس کو آزاد کر شاید کہ قیامت کے دن میں اور تو اسی کی بدولت دوزخ کی آگ سے بچ جائیں۔

اہل عشق کا مقام

پھر فرمایا کہ جس روز خواجہ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے توبہ کی تو جس قدر آپ کے پاس بردے تھے اپنے سامنے سب کو آزاد کیا۔ اور حج کیلئے روزانہ ہوئے اور پیادہ ہر قدم پر دوگانہ ادا کرتے ہوئے چودہ سال کے عرصے میں خانہ کعبہ پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ کعبہ اپنی جگہ پر نہیں۔ آپ کو حیرت ہوئی آواز آئی کہ اے ابراہیم صبر کر، کعبہ ایک بڑھیا کی زیارت کیلئے گیا ہوا ہے۔ ابھی آ جائے گا جونہی کہ خواجہ صاحب نے یہ بات سنی آپ پہلے کی نسبت زیادہ متحیر ہوئے اور کہا کہ وہ بڑھیا کون ہے؟ چنانچہ ان کو دیکھنے کیلئے روانہ ہوئے کہ جا کر دیکھوں تو سہی جونہی کہ جنگل میں پہنچے رابعہ بصری کو دیکھا کہ بیٹھی ہوئی ہیں اور کعبہ اس کے گرد طواف کر رہا ہے۔ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں غیرت آئی۔ چنانچہ انہوں نے رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کو زور سے آواز دی کہ تو نے یہ شور برپا کر رکھا ہے۔ انہوں نے کہا میں نے یہ شور برپا نہیں کیا بلکہ تو نے کیا ہے کہ چودہ سال کے بعد تو خانہ کعبہ پہنچا ہے اور دیدار نصیب نہیں ہوا کیونکہ تیری خواہش خانہ کعبہ کی زیارت سے تھی۔ اور میری غرض خانہ کعبہ کے مالک کی تھی۔ پھر فرمایا کہ اے درویش! وہ مردہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کے سوا کسی چیز کو مدنظر رکھے اور دنیا اور آخرت میں مبتلا نہ ہو اور جو کچھ اس کے پاس ہے اس کی طرف نگاہ نہ کرے۔ جب انسان اس مرتبے پر پہنچ جاتا ہے تو جو کچھ اس کے دوست کی ملکیت ہوتا ہے وہ اسی کی ہو جاتی ہے۔ کعبہ اس کے گرد طواف کرتا ہے اور اس کا دامن نہیں چھوڑتا پس اے درویش! اسی مقام پر غور کر کہ جب سید عالم ﷺ خداوند تعالیٰ کے بن گئے تو خداوند تعالیٰ سید عالم ﷺ کا بن گیا اور درمیان میں کوئی چیز حائل نہ رہی تو آواز آئی کہ کہو لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ جونہی کہ یہ معاملہ جو کچھ آسمان سے لیکر زمین تک اور دنیا اور آخرت میں ہے سب نے دیکھا تو فرشتے انسان اور جن وغیرہ

سب نے اپنے آپ کو طفیلی خیال کر کے نبی کریم ﷺ کا دامن پکڑا اور عرض کی کہ اے رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن ہمیں نہ چھوڑ دینا اور اپنی شفاعت سے محروم نہ رکھنا۔

آتشِ عشق کے سوختہ جاں

پھر فرمایا اے درویش! تجھے یاد رہے کہ جب آدمی دوست کا بن جاتا ہے تو سب چیزوں اس کی بن جاتی ہیں لیکن مرد کو چاہئے کہ تمام موجودات سے فارغ ہو کر دوست کی طرف مشغول رہے تا کہ جو کچھ دوست کا ہے اس کی پیروی کرے۔

پھر فرمایا اے دویش! ایک دفعہ میں سیوستان کی طرف سفر میں تھا تو سیوستان میں ایک غار کے اندر ایک درویش کو دیکھا جسے شیخ سیوستانی کہا کرتے تھے لیکن وہ بوڑھا اس قدر بزرگی اور ہیبت رکھتا تھا کہ میں نے آج تک کسی کو ایسا نہیں دیکھا۔ وہ عالم تحیر میں مشغول تھا جب میں اس کے پاس گیا تو میں نے سر جھکا لیا۔ اس بزرگ نے فرمایا سر اٹھا۔ میں نے سر اٹھایا تو فرمایا اے دویش! آج قریباً ستر سال کا عرصہ گزرا ہے کہ سوائے خدا کے کسی اور شے میں مشغول نہیں ہوا لیکن تیرے ساتھ جو میں مشغول ہوتا ہوں یہ حکم الٰہی ہے سن! اگر تو محبت کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کے سوا کسی اور چیز میں مشغول نہ ہونا اور کسی سے میل جول نہ کرنا تا کہ تو جلایا نہ جائے کیونکہ غیرت کی آگ عاشقوں کے ارد گرد رہتی ہے جب عاشق نے معشوق کے سوا کسی چیز کا خیال کیا۔ اسی دم غیرت کی آگ نے اسے جلایا۔ لیکن تجھے یاد رہے کہ محبت کی راہ میں جو درخت ہے اس کی دو شاخیں ہیں۔ ایک کو نرگس وصال کہتے ہیں اور دوسرے کو نرگس فراق پس جو شخص سب سے فارغ ہو کر دوست میں مشغول ہو وہ دوست کے وصال کی دولت سے مشرف ہوتا ہے اور جو اس کے سوا کسی اور چیز کی رغبت رکھتا ہے وہ فراق میں مبتلا ہو جاتا ہے جونہی کہ اس بزرگ نے اس بات کو ختم کیا۔ فرمایا کہ جا! تو نے ہمیں کام سے رکھا۔ اتنا کہہ کر وہ یادالٰہی میں مشغول ہو گئے اور دعا گو واپس چلا آیا پھر فرمایا اے درویش! ہم بردہ آزاد کرنے کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص بردہ آزاد کرتا ہے وہ دنیا سے باہر جانے سے پیشتر ہی اپنا مقام بہشت میں دیکھ لیتا ہے اور جان کنی کے وقت فرشتہ اسے بہشت کی خوشخبری دیتا ہے پھر فرمایا کہ میں نے خواجہ محمد چشتی ؒ کی زبانی سنا ہے کہ جو شخص غلام آزاد کرتا ہے وہ دنیا سے رحلت کرنے سے پیشتر ہی بہشت کی شراب پیتا ہے اور جان کنی کا عذاب اس پر سہل ہو جاتا ہے۔ اور قیامت کے دن عرش کے سایہ تلے ہوگا اور بغیر حساب کے بہشت میں داخل ہوگا جونہی کہ خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا آپ یادالٰہی میں مشغول ہو گئے اور دعا گو واپس چلا آیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ (اس بات پر خدا کا شکر ہے۔)

مجلس (۵)

صدقے کی فضیلت وفوائد

صدقہ دینے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ خواجہ صاحب یوسف چشتی ؒ کے

فتاویٰ میں، میں نے لکھا دیکھا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ سب عملوں سے اچھا عمل کون سا ہے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ دینا دوزخ کی آگ کیلئے پردہ ہوتا ہے پھر فرمایا کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ صدقے کے بعد دوسرے درجے پر کون سا نیک عمل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن کا پڑھنا پھر فرمایا کہ عبداللہ بن مبارک نے کہا ہے کہ میں نے ستر سال تک اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ کیا ہے۔ مجھے معلوم ہوا کہ میں نے مصیبتیں بہت اٹھائی ہیں لیکن بارگاہ الٰہی کا دروازہ نہیں کھلا جونہی کہ میں نے اپنی طرف خیال کیا اور جو مال میری ملکیت میں تھا سب راہ خدا میں صرف کیا تو دوست یعنی خدا میرا بن گیا اور جو دوست کی ملکیت تھی سب میری ملکیت ہوگئی۔

پھر فرمایا کہ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے آثار اولیاء میں لکھا ہے کہ ایک درم صدقہ دینا ایک سال کی ایسی عبادت سے بہتر ہے جس میں دن کو روزہ رکھا جائے اور رات کو کھڑے ہو کر عبادت کی جائے پھر فرمایا کہ جس روز امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ۸۰ ہزار دینار خدا کی راہ میں خرچ کیے اور گودڑی پہن کر سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آنجناب ﷺ نے پوچھا کہ اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ)! دنیاوی ذخیرے میں سے کچھ باقی رکھا ہے تو آپ نے عرض کی کہ اے رسول اللہ ﷺ! خدا اور سول یعنی خدا اور خدا کا رسول کافی ہے۔ جونہی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ کہا فوراً حضرت جبرائیل علیہ السلام مع ستر ہزار مقرب فرشتوں کے گودڑی پہنے ہوئے نازل ہوئے اور سلام کے بعد عرض کی کہ اے رسول اللہ ﷺ! حکمِ الٰہی اسی طرح پر ہے کہ آج ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے ہماری راہ میں اپنا مال خرچ کیا ہے اور اس کو ہمارا سلام دو اور کہو! کہ تو نے وہ کام کیا جس میں ہماری رضا تھی اور ہم وہ کام کرتے ہیں جس میں تیری رضا ہے۔ اور محمد ﷺ اور تمام فرشتوں کو حکم ہوا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی موافقت کی وجہ سے سب گودڑی پہنیں کیونکہ قیامت کے دن گودڑی پہننے والوں کو ابوبکر کی گودڑی کے صدقے میں ہم بخشیں گے۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اے رسول اللہ ﷺ قرآن شریف پڑھنا بہتر ہے یا صدقہ دینا۔ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ دینا بہتر ہے کیونکہ صدقہ دوزخ کی آگ سے بچاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ ایک یہودی راستے میں کھڑا ایک کتے کو روٹی کا ٹکڑا کھلا رہا تھا۔ اتفاق سے خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ادھر سے گزر ہوا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ اپنا ہے یا بیگانہ؟ اس نے کہا کہ مرد بیگانہ کا ہے خواجہ صاحب نے کہا جب یہ حالت ہے تو تو کیا کرتا ہے کیونکہ یہ قبول نہیں۔ اس نے کہا کہ اگر یہ قبول نہیں تو تاہم وہ (خدا) تو دیکھتا ہے کہ میں کیا کر رہا ہوں۔

الغرض! مدت کے بعد خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کعبہ معظمہ میں پہنچے تو پرنالے کے نیچے سے آواز آئی کہ رَبِّی (یعنی (اے) میرے ربّ) پھر غیب سے آواز آئی کہ لَبَّیْكَ عَبْدِیْ (میرے بندے! میں حاضر ہوں) خواجہ صاحب حیران ہوئے کہ چل کر دیکھوں تو سہی۔ وہ کیسا نیک بخت بندہ ہے جونہی کہ آپ وہاں پہنچے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص سجدے میں سر رکھ کر رَبِّی (اے میرے رب!) پکارتا ہے آپ تھوڑی دیر وہاں ٹھہرے۔ اتنے میں اس شخص نے سر اٹھایا اور خواجہ صاحب سے کہا: کیا آپ مجھے پہچانتا ہے؟ خواجہ صاحب نے کہا نہیں۔ اس نے کہا میں وہی آدمی ہوں جسے تو کہتا تھا کہ میری نیکی قبول نہیں۔ دیکھا! میری چیز کو اس نے قبول کیا اور مجھے بلا لیا۔

پھر فرمایا کہ آثار اولیاء میں، میں نے لکھا دیکھا ہے کہ صدقہ نوری ہے اور حوروں کی خوبصورتی کا باعث اور صدقہ

ہزار رکعت نماز سے بہتر ہے۔ پھر فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو صدقہ دینے والوں کا ایک گروہ عرش کے نیچے مقام پائے گا اور جن لوگوں نے موت سے پہلے صدقہ دیا ہے موت کے بعد وہ ان کیلئے گنبد بنے گا۔

پھر فرمایا کہ صدقہ بہشت کی سیدھی راہ ہے اور جو شخص صدقہ دیتا ہے وہ خدا کی رحمت سے دور نہیں ہوتا۔

پھر فرمایا کہ خواجہ حاجی رحمۃ اللہ علیہ کے جماعت خانہ میں، میں نے ان اشخاص سے جو صبح سے شام تک آتے تھے کوئی بھی ایسا نہیں دیکھا جو کچھ کھا کر نہ جاتا ہو اور اگر اس وقت کوئی چیز مہیا نہ ہوتی تو خدام کو آپ فرماتے کہ پانی پلا دو تا کہ دن دینے سے خالی نہ جائے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! زمین سخی آدمی پر فخر کرتی ہے اور رات اور دن جب زمین پر چلتا ہے تو نیکیاں اس کے اعمال نامے میں لکھی جاتی ہیں۔

پھر فرمایا کہ سخی لوگ ایک ہزار سال سب سے پہلے بہشت کی بو سونگھیں گے اور ہر روز ان کو پیغمبری کا ثواب ملتا رہے گا۔

جونہی کہ یہ فوائد خواجہ صاحب نے ختم کئے خلقت اور دعا گو واپس آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

مجلس (۶)

شراب نوشی وغیرہ

شراب پینے کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ مشارق الانوار میں لکھا ہوا ہے کہ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پیغمبر خدا سے روایت کی ہے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، اے عمر! یہ حلال نہیں ہے محض حرام اور خراب ہے اور یہ شراب مومنوں کی نہیں۔ پھر فرمایا کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت مل جائے اور سخت نہ ہو تو اس کا پی لینا جائز ہے اور اگر مل کر کچھ عرصہ گزر جائے اور سخت ہو جائے تو اس کا پینا جائز نہیں پھر فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر لعنت کی ہے جو شراب پیئے یا بیچے یا اس کی قیمت میں سے کچھ کھائے۔ پھر خواجہ صاحب آنسو بھر لائے اور فرمایا کہ یہ شریعت ہے جو اسے حرام گنتے ہیں ورنہ طریقت میں ندی کا پانی پینے سے خدا کی بندگی میں سستی ہو۔ بمنزلہ شراب کے ہے۔

نفس کو خواہشات پر سزا

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ اپنے مجاہدے کا حال بیان کریں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں اپنے مجاہدے کا حال بیان کروں تو تمہیں اس کے سننے کی طاقت نہیں لیکن ہاں جو میں نے اپنے نفس کے ساتھ معاملہ کیا ہے اگر وہ سننا چاہتے ہو تو میں سناتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ ایک دفعہ رات کے وقت میں نے نفس کو نماز کیلئے طلب کیا تو اس نے موافقت نہ کی اور نماز قضا ہو گئی۔ اس کا باعث یہ تھا کہ میں نے مقررہ مقدار سے کچھ زیادہ طعام کھا لیا تھا جب دن چڑھا تو میں نے دل میں ٹھان لی کہ سال بھر میں نفس کو پانی نہیں دوں گا۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ ابوتراب بخشی رحمۃ اللہ علیہ کو سفید روٹی اور مرغی کے انڈے کھانے کی خواہش پیدا ہوئی کہ اگر آج مل جائے

تو ان سے روزہ افطار کروں۔ اتفاقاً عصر کی نماز کے وقت خواجہ صاحب تازہ وضو کرنے کیلئے باہر نکلے تو ایک لڑکے نے آ کر خواجہ صاحب کا دامن پکڑ لیا اور کہا کہ یہ وہ چور ہے جو اس دن میرا اسباب چرا کر لے گیا تھا اور آج پھر آیا ہے تا کہ کسی اور کا مال چرا کر لے جائے۔ یہ غوغا سن کر لوگ اکٹھے ہوئے۔ لڑکا اور اس کا باپ مکے مارنے لگے۔ خواجہ صاحب نے ان کی گنتی کی تو چھ لگ چکے تھے۔ اتنے میں ایک شخص آیا اس نے خواجہ صاحب کو پہچان کر کہا کہ اے لوگو! یہ چور نہیں، یہ تو خواجہ ابوتراب بخشی (رحمۃ اللہ علیہ) ہیں۔ خلقت معافی کی خواستگار ہوئی کہ آپ معافی فرما دیں۔ ہمیں معلوم نہ تھا جب وہ آدمی خواجہ صاحب کو اپنے گھر لے گیا اور شام کی نماز کے بعد بیٹھے تو مرغی کے انڈے اور سفید روٹی۔ جو اتفاقیہ اس کے گھر میں موجود تھے آپ کے پیش کئے۔ جب خواجہ صاحب نے دیکھا تو آپ مسکرائے اور فرمایا کہ اٹھا لے۔ میں نہیں کھاؤں گا۔ اس نے عرض کیا کہ کیوں؟ آپ نے فرمایا کہ آج میں نے صرف اس کی خواہش کی تھی تو بغیر کھانے کے میں نے چھ مکے کھائے۔ اگر میں اسے کھا لوں تو شاید کیا مصیبت نازل ہو۔ خواجہ صاحب اٹھ کر بغیر کھائے چل دیئے۔

جونہی کہ خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا خلقت اور دعاء گو واپس چلے گئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

مجلس (۷)

مومنوں کو اذیت دینا

مومن کو تکلیف دینے کے بارے میں گفتگو ہوئی آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے مومن کو ستایا۔ سمجھو کہ اس نے مجھ کو ناراض کیا اور جس نے مجھے ناراض کیا اس نے خداوند تعالیٰ کو ناراض کیا ہر مومن کے سینے میں ۸۰ پردے ہوتے ہیں اور ہر پردہ پر فرشتہ کھڑا ہوتا ہے جو شخص کسی مومن کو ستاتا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے ۸۰ فرشتوں کو ناراض کیا۔

نماز میں کامل حضوری

پھر نماز کے بارے میں گفتگو ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ یہ نماز فریضہ نماز کے بعد ادا کی جاتی ہے اور ہمارے مشائخ نے اس نماز کو ادا کیا ہے پس جو شخص ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعت نماز ادا کرے اور جو کچھ قرآن سے جانتا ہو پڑھے تو خداوند تعالیٰ اسے بہشت کی خوشخبری دیتا ہے اور اس کو اس وقت ۷۰ ہزار فرشتے ہدیئے لے کر آتے ہیں اور اس نماز کے ادا کرنے والے کے سر پر قربان کرتے ہیں اور جب قبر سے اٹھتا ہے تو ۷۰ پوشاکیں پہنا کر بہشت میں لے جاتے ہیں اور جو شخص اس نماز کو ظہر کی نماز کے بعد ادا کرے اس میں قرآن مقرر نہیں تو خداوند تعالیٰ ہر رکعت کے بدلے میں اس کی ہزار حاجتیں روا کرتا ہے اور ہزار نیکی اس کیلئے لکھی جاتی ہے اور ایک سال کی عبادت کا ثواب اسے ملتا ہے۔ کتاب مجیب میں مشائخ طبقات لکھتے ہیں کہ دانا آدمی اس وقت تک نماز نہیں پڑھتا۔ جب تک نماز میں پوری حضوری حاصل نہ ہو چنانچہ میں نے اپنے پیر خواجہ حاجی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالے میں

لکھا ہوا دیکھا ہے کہ خواجہ یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ چاہتے کہ نماز کو شروع کریں۔ ہزار دفعہ تکبیر کہہ کر بیٹھ جاتے۔ جب مکمل حضوری حاصل ہوتی تب نماز شروع کرتے اور جب اِیَّاکَ نَعْبُدُوَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ (ہم تیری ہی عبادت کریں اور تجھ ہی سے مدد طلب کریں) پر پہنچتے تو دیر تک ٹھہرے رہتے۔

الغرض! ان سے جب اس کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جس وقت مکمل حضوری حاصل ہوتی ہے پھر نماز شروع کرتا ہوں کیونکہ جس نماز میں مشاہدہ نہ ہو۔ اس میں کیا نعمت ہو سکتی ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ بغداد سے باہر نکلے اور نماز کا وقت قریب آن پہنچا۔ دونوں بزرگ تازہ وضو کرنے میں مشغول ہوئے اور وضو کرنے کے بعد نماز ادا کرنے لگے۔ اتنے میں ایک شخص لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھائے جا رہا تھا۔ جب اس نے ان کو دیکھا تو فوراً ایندھن کا گٹھا نیچے رکھ کر وضو میں مشغول ہوا ان بزرگوں نے عقل سے معلوم کر لیا کہ یہ مرد خدا رسیدوں میں سے ہے۔ سب نے اس کو امام مقرر کیا جب نماز شروع کی تو رکوع اور سجود میں دیر تک رہا۔ نماز سے فارغ ہو کر اس سے اس کا سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ دیر اس وجہ سے کرتا تھا کہ جب تک ایک تسبیح پڑھ کر لَبَّیْکَ عَبْدِیْ (میرے بندے! میں حاضر ہوں) نہ سن لیتا، دوسری تسبیح نہ کرتا۔

خواجہ عمر نفسی رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ میں خانہ کعبہ معظمہ کی طرف مجاوروں کے درمیان کچھ عرصہ گوشہ نشین رہا۔ ان بزرگوں میں ایک بزرگ تھا جسے خواجہ عمر نفسی کہتے تھے۔ ایک دن وہ بزرگ امامت کر رہے تھے فوراً حالت عجیب ہو گئی۔ سر مراقبہ میں لے گئے۔ کچھ دیر کے بعد جب سر اٹھایا تو آسمان کی طرف دیکھنے لگے اور اہل مجلس کو فرمایا کہ سر اوپر اٹھاؤ اور دیکھو۔

جونہی کہ یہ فرمایا میں نے دیکھا پھر فرمایا کہ کیا کہتے ہیں اور کیا دیکھتے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں نے دیکھا پہلے آسمان کے فرشتے رحمت کے تھال ہاتھ میں لے کر کھڑے ہیں اور ہونٹوں میں کچھ کہہ رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا جانتے ہو یہ کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا یہ کہتے ہیں کہ شیخ صاحب کی بندگی ہماری بندگی کی نسبت بہتر معلوم ہوتی ہے۔

جونہی میں نے یہ کہا اس نے سر اٹھایا اور مناجات کی کہ اے خداوند! جو کچھ تیرے بندے سنتے ہیں اہل مجلس بھی اسے سنیں فوراً غیبی فرشتے نے آواز دی، اے عزیزو! یہ فرشتے جو لبوں کو ہلا رہے ہیں، یہ کہتے ہیں کہ اے خداوند! خواجہ نفسی کے مجاہدہ اور علم کی عزت کے صدقے میں ہمیں بخش دے۔

اس کے بعد فرمایا کہ یہ نعمت ہر مرتبے میں حاصل ہے لیکن مردود ہے کہ اس میں کوشش کرے تا کہ اس مرتبے پر پہنچ جائے۔

پھر فرمایا اے درویش! بغداد میں ایک بزرگ تھا جو صاحب کشف و کرامات تھا۔ اس سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ نماز کیوں نہیں ادا کرتے فرمایا کہ اس میں تمہیں کچھ دخل نہیں لیکن جب تک دوست کا چہرہ نہیں دیکھ لیتا میں نہیں پڑھتا۔

پھر فرمایا، یہی سبب ہے کہ جو بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ علم، علم ہے جس کو عالم جانتے ہیں اور زہد زہد ہے جس کو زاہد جانتے ہیں اور یہ بھید ہے جس کو اہل معنی کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

نمازِ عصر سے قبل چار رکعت نماز کا بہترین عوض

پھر فرمایا کہ جو شخص عصر کی نماز سے پہلے چار رکعت نماز ادا کرے ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کو ہر رکعت کے بدلے بہشت میں ایک محل ملتا ہے اور ایسا ہے کہ گویا اس نے ساری عمر خداوند تعالیٰ کی عبادت میں بسر کی ہے اور جو شخص مغرب اور عشاء کے درمیان چار رکعت نماز ادا کرے وہ بہشت میں جاتا ہے اور مصیبتوں سے امن میں ہوتا ہے اور ہر رکعت کے بدلے پیغمبری کا ثواب ملتا ہے اور جو شخص عشاء کے بعد چار رکعت نماز ادا کرے بغیر حساب کے بہشت میں جائے گا اور یہ نماز سوائے خدا کے دوست کے اور کوئی ادا نہیں کرتا۔

پھر فرمایا کہ جو شخص نماز زیادہ کرتا ہے وہ حساب میں بہت زیادہ رہتا ہے اور جو بدی کرتا ہے نیکی زیادہ ہوتی ہے۔

پھر فرمایا کہ مومن کو منافق اور لعنتی کے سوا اور کوئی نہیں ستاتا۔ جونہی خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

مجلس (۸)

مومن سے گالی گلوچ فرعون کی مدد کرنا ہے

گالی دینے کا ذکر ہوا تو آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے زبان مبارک سے فرمایا کہ جو شخص مومن کو گالی دیتا ہے وہ گویا اپنی ماں اور لڑکی کے ساتھ زنا کرتا ہے اور ایسے ہے کہ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لڑائی میں فرعون کی مدد کرنا۔

پھر فرمایا کہ جو شخص مومن کو گالی دیتا ہے اس کی دعا چند روز تک قبول نہیں ہوتی اور اگر بغیر توبہ کئے مر جائے تو گنہگار ٹھہرتا ہے۔

سرخ دستر خوان پر کھانے کی برکات

اور کھانے کا ذکر آیا۔ جب کھانا آیا تو آپ نے فرمایا کہ کھانا دستر خوان میں لاؤ تا کہ اس کے اوپر رکھ کر کھائیں گو رسول خدا ﷺ نے دستر خوان پر طعام نہیں کھایا لیکن دستر خوان پر رکھ کر کھانے کو منع بھی نہیں فرمایا۔ اگر کھا لیں تو جائز ہے لیکن آؤ! سب مل کر کھائیں اور ایسا کریں جیسا کہ میرے بھائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کیا ہے۔

پھر فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دستر خوان کا رنگ سرخ تھا جو آسمان سے اترتا تھا اور اس میں سات روٹیاں اور پانچ سیر نمک ہوتا تھا پس جو شخص دستر خوان پر روٹی نمک کے ساتھ کھائے ہر لقمہ کے ساتھ سو نیکی لکھتے ہیں۔ اور سو درجے بہشت میں زیادہ کرتے ہیں اور بہشت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ ہوتا ہے اور جو شخص سرخ دستر خوان پر نمک کے ساتھ روٹی کھاتا ہے اسے بہشت میں ایک شہر ملتا ہے اور جب روٹی کھانے سے پہلے فارغ ہوتا ہے خداوند تعالیٰ اس کے تمام گناہ بخش دیتا ہے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ مودود حسن رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے کہ جو شخص سرخ دستر خوان پر روٹی کھاتا ہے خداوند تعالیٰ اسے نظر رحمت سے دیکھتا ہے۔

پھر فرمایا کہ شمس العارفین کو یہ نام رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک سے عطا ہوا۔ یہ اس طرح پر ہوا کہ جس روز وہ رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک پر پہنچا اور سلام کیا تو آواز آئی (عَلَیْكَ السَّلَامُ یَاشَمْسَ الْعَارِفِیْنَ) اے شمس العارفین تجھ پر سلام۔ پھر فرمایا کہ یہی معاملہ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے پیش آیا تھا۔ جب آپ ابتدائی حالت میں رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک پر پہنچے اور کہا:

اے مرسلوں کے سردار! تجھ پر سلام ہو تو آواز آئی۔ علیك السلام یا امام المسلمین !اے مسلمانوں کے امام! تجھ پر سلام ہو۔

اہلِ محبت وادب کا انعام

پھر فرمایا کہ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو سلطان العارفین کا خطاب آسمان سے ملا تھا چنانچہ ایک دن آدھی رات کے وقت اٹھ کر مکان کی چھت پر آ کر خلقت کو سویا دیکھا اور کسی شخص کو جاگتے ہوئے نہ پایا تو خواجہ صاحب کے دل میں خیال گزرا کہ افسوس! ایسی باعظمت درگاہ میں بیدار اور مشغول کیوں نہیں ہیں چاہا کہ خداوند تعالیٰ سے ساری خلقت کے جاگنے اور مشغول ہونے کی دعا کریں پھر دل میں خیال آیا کہ یہ شفاعت کا مقام سرور کائنات ﷺ کا ہے مجھے کیا مجال ہے کہ ایسی درخواست کروں۔

جونہی کہ دل میں یہ خیال پیدا ہوا غیب سے آواز آئی کہ اے بایزید اس قدر ادب جو تو نے ملحوظ رکھا۔ میں نے تیرا نام خلقت میں سلطان العارفین رکھا۔

پھر فرمایا کہ احمد معشوق رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا کہ ایک دفعہ آپ جاڑے کے موسم میں چلے کی رات نصف شب کے قریب جب باہر نکلے تو پانی میں چلے گئے اور دل میں ٹھان لی کہ جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ میں کون ہوں ہرگز پانی سے باہر نہ نکلوں گا۔ آواز آئی کہ تو وہ شخص ہے جس کی شفاعت سے قیامت کے دن بہت سے آدمی بخشے جائیں گے۔

شیخ احمد نے کہا میں یہ بات پسند کرتا، مجھے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ میں کون ہوں۔

پھر آواز سنی کہ میں نے حکم کیا ہے کہ تمام درویش اور عارف میرے عاشق ہوں اور تو میرا معشوق ہو۔

پھر خواجہ صاحب وہاں سے باہر نکلے۔ جو شخص آپ کو ملتا السلام علیکم احمد معشوق کہتا۔

پھر فرمایا کہ شمس العارفین نماز ادا نہ کرتے تھے جب لوگوں نے آپ سے اس کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ نماز بغیر سورہ فاتحہ کے پڑھتا ہوں لوگوں نے کہا کہ یہ کیسی نماز ہے پھر لوگوں نے التجاء کی تو آپ نے فرمایا کہ سورہ فاتحہ تو پڑھتا ہوں لیکن اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ نہیں پڑھتا، لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ضرور پڑھیں۔

اس کے بعد دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ جب نماز کیلئے کھڑے ہوئے اور سورہ فاتحہ پڑھنی شروع کی تو جب اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ پر پہنچے تو آپ کے وجود مبارک کے ہر رونگٹے سے خون جاری ہو گیا۔

پھر حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ میرے لئے نماز درست نہیں۔ گو لوگ تو کہتے ہیں کہ میں نماز ادا کرتا ہوں۔

جب خواجہ صاحب ان فوائد کو ختم کر چکے تو یاد خدا میں مشغول ہوئے اور خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

مجلس (۹)

حصولِ معاش میں مختلف پیشوں کی فضیلت

روزی کمانے اور کام کرنے کے بارے میں گفتگو ہوئی تو آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص نے اٹھ کر پوچھا اے رسول اللہ ﷺ میرے پیشے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تیرا پیشہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ درزی کا کام۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو راستی سے یہ کام کرے تو بہت اچھا ہے۔ قیامت کے دن تو ادریس پیغمبر کے ہمراہ بہشت میں جائے گا پھر ایک اور آدمی نے اٹھ کر عرض کیا کہ اے رسول اللہ ﷺ! میرے پیشے کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تو کیا کام کرتا ہے؟ اس نے عرض کی کھیتی باڑی۔ آنجناب ﷺ نے فرمایا یہ بہت اچھا کام ہے۔ اس واسطے کہ یہ کام حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تھا۔ یہ مبارک اور فائدہ مند کام ہے۔ خداوند تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے تجھے برکت دے گا اور قیامت کے دن بہشت میں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نزدیک ہوگا۔ پھر ایک اور آدمی نے اٹھ کر عرض کیا کہ اے رسول اللہ ﷺ آپ کی رائے میں میرا پیشہ کیسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو کیا کام کرتا ہے؟ اس نے عرض کی کہ میرا کام تعلیم ہے۔ آپ نے فرمایا تیرے کام کو خداوند تعالیٰ بہت ہی اچھا جانتا ہے۔ اگر تو خلقت کو نصیحت کرے گا تو قیامت کے دن حضرت خضر علیہ السلام کا سا ثواب تجھے ملے گا اور اگر تو عدل کرے گا تو آسمان کے فرشتے تیرے لئے معافی کے خواستگار ہوں گے پھر ایک اور آدمی نے اٹھ کر عرض کیا کہ اے نبی کریم ﷺ میرے پیشے کی نسبت آپ کیا فرماتے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تیرا پیشہ کیا ہے؟ اس نے عرض کی کہ سوداگری۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو راستی سے کام کرے گا تو بہشت میں پیغمبری کا ہمراہی ہوگا۔

پھر فرمایا کہ روزی کمانے والا خدا کا دوست ہوتا ہے لیکن اسے چاہیے کہ نماز ہر وقت ادا کرے اور شریعت کی حد سے قدم باہر نہ رکھے کیونکہ حدیث میں ہے کہ ایسا روزی کمانے والا خدا کا پیارا ہے اور خدا کا صدیق (دوست) ہے۔ پھر فرمایا کہ ابودردا رضی اللہ عنہ دکانداری کیا کرتے تھے۔ جب آخری زمانے میں آپ رضی اللہ عنہ کو مسلمانی کی حقیقت معلوم ہوئی۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے دکانداری ترک کردی۔ لوگوں نے کہا کہ آپ نے دکان کیوں چھوڑ دی؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب مجھے معلوم ہوا کہ دکانداری کے ہمراہ مسلمانی ٹھیک طور پر نہیں رہتی تو میں نے دکانداری چھوڑ دی۔ پھر فرمایا کہ روزی کمانے والا خدا کا صدیق ہوتا ہے کیونکہ اس شخص کو خدا پر بھروسہ ہے اور اس شخص پر روزی کمانا کفر ہے بشرطیکہ جس وقت نماز کا وقت قریب ہو۔ سب کام دھندے چھوڑ کر نماز ادا کرے تو ایسا روزی کمانے والا صدیق ہے۔

جونہی خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا۔ خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

مجلس (۱۰)

مصیبت میں آہ وزاری (محرومِ رحمت، مستحقِ لعنت)

مصیبت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی آپ نے فرمایا کہ عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے پیغمبر خدا ﷺ سے روایت کی ہے کہ جو شخص مصیبت میں آہ وزاری کرتا ہے خدا اس پر لعنت کرتا ہے۔

پھر فرمایا کہ مشائخ طبقات نے کہا ہے کہ مصیبت میں آہ وزاری کرنا کفر ہے اور جو شخص کہ ایسا کرتا ہے اس کا نام منافق مومنوں میں لکھتے ہیں اور ایسے شخص پر خدا کی لعنت ہوتی ہے جو مصیبت کے وقت شور کرے۔

پھر فرمایا کہ مشائخ طبقات نے کہا ہے کہ جو شخص مصیبت کے وقت گریہ وزاری کرتا ہے اور واویلا مچاتا ہے چالیس روز کے گناہ اس کے ذمے لکھے جاتے ہیں اور سو سال کی عبادت اس کی ضبط کی جاتی ہے اور اگر اسی حالت میں بغیر توبہ کئے مر جائے تو دوزخ میں شیطان کے ہمراہ ہوگا۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ خواجہ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک راہ سے گزر ہوا جب آپ نے رونے چلانے کی آواز سنی تو قلعی پگھلا کر کانوں میں ڈال لی اور بہرے ہو گئے۔

اس کے بعد فرمایا کہ جو شخص مصیبت کے وقت اپنا گریبان چاک کرے خدا اس کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھتا اور قیامت کے دن اس کو سخت عذاب میں مبتلا کرے گا اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ جس شخص نے کپڑے پھاڑ ڈالے تو قیامت کے دن اس کی دونوں بھوؤں کے درمیان لکھا ہوگا کہ یہ شخص خداوند تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہے مگر توبہ کرے تو نہیں اور جو شخص مصیبت کے وقت لباس کو سیاہ کرے اس کیلئے دوزخ میں ستر گھر تیار ہوتے ہیں اور اس کی کسی قسم کی اطاعت قبول نہیں ہوتی اور ایسا ہو کہ گویا اس نے ستر مومنوں کو جان سے مار ڈالا ہے اور ہزار بدی اس کے اعمال نامہ میں لکھی جاتی ہے اور آسمان و زمین کے فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں جب تک کہ وہ سیاہ کپڑا پہنے رہے۔ پھر پانی کے دینے کے بارے میں گفتگو ہوئی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ جس وقت کوئی آدمی پیاسے کو پانی دیتا ہے اسی گھڑی اس کے تمام گناہ بخشے جاتے ہیں گویا کہ وہ ابھی ماں کے شکم سے نکلا ہے اور بغیر حساب کے بہشت میں جائے گا اور اگر اسی روز فوت ہو جائے تو شہید ہو کر فوت ہوگا۔

بھوکوں کو کھانا کھلانا اور لڑکیوں کی پیدائش پر خوشی کرنا

پھر فرمایا کہ جو شخص بھوکے کو کھانا کھلائے، خداوند تعالیٰ اس کی ہزار حاجتوں کو پورا کرتا ہے اور دوزخ کی آگ سے آزاد کرتا ہے اور بہشت میں اس کیلئے ایک محل بناتا ہے۔

پھر فرمایا لڑکیاں خدا کا ہدیہ ہیں۔ پس جو شخص ان کو خوش رکھتا ہے خدا اور رسول اللہ ﷺ اس سے خوش ہوتے ہیں اور جس شخص کو خداوند تعالیٰ لڑکیاں عنایت کرے خدا اس سے خوش ہوتا ہے اور جو شخص لڑکیوں کے پیدا ہونے پر خوشی کرے تو یہ خوشی کرنا خانہ کعبہ کی ستر (۷۰ مرتبہ) زیارت کرنے سے بھی زیادہ فضیلت والی ہے جو والدین اپنی لڑکیوں پر رحم کرتے ہیں خدا ان پر رحم

کرتا ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے آثار اولیاء میں لکھا دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے ہاں ایک لڑکی ہوگی قیامت کے دن اس کے اور دوزخ کے درمیان پانچ سو سال کی راہ کا فرق ہوگا۔

پھر فرمایا کہ اولیاء اللہ اور انبیاء کرام لڑکیوں کو بہ نسبت لڑکوں کے زیادہ پیار کرتے تھے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ سرّی سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک لڑکی تھی جس کو وہ بہت پیار کرتے تھے چنانچہ ایک دفعہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو نئے کوزے اور ٹھنڈے پانی کی خواہش پیدا ہوئی۔ جونہی کہ آپ کی زبان مبارک سے نکلا کہ اگر سرد پانی اور نیا کوزہ ہوتو اس سے روزہ افطار کروں اور بزرگوار کی لڑکی نے سنا فوراً لا کر صاحب خانہ کے آگے رکھ دیا۔ عصر کی نماز کا وقت تھا خواجہ صاحب کو نیند آئی اور مصلے پر سو گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ گویا خداوند تعالیٰ بہشت جیسے گھر میں اتر آیا ہے اور پوچھتا ہے کہ اے لڑکی! تو کس کی بیٹی ہے؟ اس نے کہا، میں اس شخص کی بیٹی ہوں جس نے نئے کوزے میں سرد پانی پیا۔ جونہی کہ ہاتھ پر ہاتھ مارا، کوزہ ٹوٹ گیا۔ اس نے نعرہ مار کر کہا، اے سری! نئے کوزے میں پانی نہیں پینا چاہیے جو اس قدر دنیاوی لگاؤ رکھتے ہیں۔ وہ ہرگز ہرگز ایسے مرتبے پر نہیں پہنچ سکتے۔

جونہی کہ خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے اور خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

مجلس (۱۱)

جانوروں پر ظلم

جانوروں کو مار ڈالنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ جو شخص چالیس گائے ذبح کرتا ہے اس کے ذمے ایک خون کبیرہ لکھا جاتا ہے اور جو جانور نفس کی خواہش کے واسطے ذبح کیا جاتا ہے وہ ایسا ہے گویا کہ اس نے خانہ کعبہ کے ویران کرنے میں مدد کی ہے مگر اس جگہ کہ جہاں بسمل کرنا جائز ہے پھر فرمایا کہ میں نے خواجہ حاجی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے کہ اے درویش! خواجہ عبداللہ مبارک فرمایا کرتے تھے کہ میری ۷۰ سال کی عمر ہے۔ میں نے اس میں کبھی جانور کو ذبح نہیں کیا۔

پھر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی جانور کو آگ میں پھینکتا ہے یا بے رحمی سے مار ڈالتا ہے اس کا کفارہ یہ ہے کہ غلام آزاد کرے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا متواتر دو مہینے لگاتار روزے رکھے۔ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ کسی جانور کو آگ میں نہیں ڈالا جائے گا مگر دنیا میں اور آخرت میں عذاب ہوگا اور جو شخص جانور آگ میں پھینکتا ہے گویا وہ اپنی ماں سے زنا کرتا ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْھَا۔

جونہی کہ خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

مجلس (۱۲)

سلام کرنا سنتِ انبیاء اور گناہوں کا کفارہ ہے

سلام کہنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سے حدیث میں آیا ہے کہ جب مجلس سے اٹھے تو سلام کہے کیونکہ سلام کہنا گناہوں کا کفارہ ہے۔ اور فرشتے اس کیلئے بخشش کے خواستگار ہوتے ہیں جو شخص مجلس سے اٹھتے وقت سلام کہتا ہے تو خداوند تعالیٰ کی رحمت اس پر نازل ہوتی ہے اور اس کی نیکیاں اور زندگی زیادہ ہوتی ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے خواجہ یوسف حسن چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے کہ جب کوئی شخص مجلس سے اٹھتا ہے اور سلام کہتا ہے اسے ہزار نیکیاں ملتی ہیں اور اس کی ہزار حاجتیں روا ہوتی ہیں اور گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے گویا کہ ماں کے شکم سے نکلا ہے اور ایک سال کے گناہ بخشے ہیں۔ اور ایک سال کی عبادت اس کے اعمال نامے میں درج کرتے ہیں اور حج اور عمرہ اس کے نام لکھتے ہیں اور رحمت کے سوتھال اس بندے کے سر پر قربان کرتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں نے چاہا کہ کوئی ایسا موقع ملے کہ رسول اللہ ﷺ کے مجلس میں تشریف لانے کے وقت یا تشریف لے جانے کے وقت میں سلام کہوں لیکن موقع نہ ملا جب کبھی میں نے سلام کرنا چاہا تو رسول اللہ ﷺ پہلے ہی سلام کہتے۔ کہتے ہیں کہ سلام کرنا نبیوں کی سنت ہے۔ تمام پیغمبر علیہم السلام جو گزرے ہیں سب سے پہلے سلام کہا کرتے تھے۔

جونہی کہ خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا آپ یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے اور خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

مجلس (۱۳)

قضاء نمازوں کا کفارہ

نماز کے کفارہ کا ذکر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ جس شخص کی نمازیں قضا ہو گئی ہیں اور اسے معلوم نہ ہو کہ کتنی ہیں پس سوموار کی رات پچاس رکعت نماز ادا کرے اور ہر رکعت میں ایک دفعہ سورۂ فاتحہ اور ایک دفعہ سورۃ اخلاص پڑھے تو خداوند تعالیٰ اس کی گزشتہ نمازوں کا کفارہ کرتا ہے خواہ اس نے سو سال بھی نمازیں ادا نہ کی ہوں۔

اس کے بعد رات کو قیام کرنے کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص رات

کو قیام کرے اور خلقت سوئی ہوئی ہو تو خداوند تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے تا کہ دوسری رات تک اسے نگاہ میں رکھیں اور رات سے لے کر دن نکلنے تک اس کیلئے بخشش طلب کرتے رہیں۔

روزِ جمعہ بیس رکعت نماز کا اجرِ عظیم

اور ایک اور روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے روز بیس رکعت نماز ادا کرے اور ہر رکعت میں فاتحہ اور اخلاص ایک مرتبہ پڑھے تو قیامت کے دن لاکھ صدیقوں اور شہیدوں کے ہمراہ اٹھے گا اور ہر رکعت کے بعد دن رات کا ثواب اسے ملے گا اور ہر حرف کے بدلے نور پائے گا اور پل صراط سے آسانی کے ساتھ گزر جائے گا۔

پھر فرمایا کہ جو شخص قیام کرے اگر چہ اونٹ کی گردن کے مقدار گردن ہلائے۔ اس سے بہتر ہوتا ہے کہ وہ ساٹھ حج اور عمرہ کرے اور رحمت کے دروازے اس کیلئے کھل جاتے ہیں۔

لذت ایمان

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ میں سمرقند میں مسافر تھا۔ ایک بزرگ تھا جسے شیخ عبدالواحد سمرقندی کہتے ہیں اس سے میں نے سنا کہ ایمان میں کچھ مزہ نہیں تاوقتیکہ دن اور رات قیام نہ کیا جائے پس جو شخص یہ دونوں کام کرتا ہے وہ ایمان کا مزہ چکھتا ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نمازِ عاجزانہ اور حنفیوں کی بخشش

پھر فرمایا کہ امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ تیس سال تک رات کو نہیں سوئے اور آپ کا پہلو مبارک زمین پر نہیں لگا۔

پھر فرمایا کہ جب انہوں نے آخری حج کیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کعبے کے دروازے پر آئے اور کہا دروازہ کھولو! آج کی رات خداوند تعالیٰ کی عبادت کرلیں۔ کون جانتا ہے کہ دوسری دفعہ مجھے حج کی قدرت حاصل ہو یا نہ ہو۔ دروازہ کھل گیا۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اندر چلے گئے خانہ کعبہ کے دوستونوں کے درمیان نماز ادا کرنے کیلئے کھڑے ہوئے اور دائیں پاؤں کو بائیں پاؤں پر رکھ کر آدھا قرآن شریف پڑھ کر رکوع اور سجود پورا کر کے کہا اے خداوند! میں نے تیری اطاعت ایسی نہیں کی جیسا کہ اطاعت کا حق تھا اور میں نے نہیں پہچانا تجھے جیسا کہ تیرے پہچاننے کا حق تھا۔

غیب سے آواز آئی کہ اے ابوحنیفہ! تو نے پہچانا جیسا کہ پہچاننے کا حق تھا میں نے تجھے اور ان لوگوں کو جو تیرے پیرو ہیں اور وہ لوگ جو تیرے مذہب پر چلیں گے بخشا۔

پھر فرمایا کہ یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ چالیس سال تک نہ سوئے اور آپ کی پیٹھ مبارک زمین پر نہ لگی۔

خواب میں رویتِ حق

پھر فرمایا کہ خواجہ احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے تیس سال تک رات کے وقت قیام کیا اور ہر رات ہر دو رکعت میں دو دو دفعہ قرآن مجید ختم کرتے۔

پھر فرمایا، کہتے ہیں کہ انہوں نے خداوند تعالیٰ کو خواب میں دیکھا۔ اس کے بعد باقی عمر وہ نہیں سوئے۔ ۷۰ سال اور جیتے

رہے۔ جب آپ کے انتقال کا وقت قریب پہنچا تو ایک بزرگ نے آپ کو خواب یں دیکھ کر پوچھا کیف حالك ۔ آپ کی کیا حالت ہے۔ کس طرح آپ جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں مردانہ طور پر جاتا ہوں۔ اے عزیزو! آج ۷۰ سال کا عرصہ گزرا ہے کہ میں نے وہ خواب دیکھا تھا۔ آج تک میں نے کسی سے اس کا ذکر نہیں کیا۔ اس وقت بھی میں اسی خواب میں غرق ہو کر جاتا ہوں۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! دنیا میں بھی نور ہے اور پل صراط میں بھی اور بہشت میں بھی نور ہے۔

پھر فرمایا کہ جو شخص رات کو قیام کرتا ہے جو دعا کرتا ہے وہ قبول ہو جاتی ہے اور اس کا خواہش مند ہوتا ہے اور خداوند تعالیٰ اس سے خوش ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ میں بخارا کی طرف سفر کر رہا تھا۔ ایک درویش کو میں نے دیکھا جو کہ از حد بزرگ تھا۔ میں کچھ مدت اس کی صحبت میں رہا۔ کسی رات کو میں نے نہ دیکھا کہ وہ قیام میں نہ گزارتے ہوں۔ آخر سنا گیا کہ چالیس سال سے اس درویش نے پہلو زمین پر نہیں رکھا۔

جونہی کہ خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا۔ آپ یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے اور خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

مجلس (۱۴)

فضیلت سورۃ فاتحہ اور اخلاص

سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ خواجہ یوسف حسن چشتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث ہے کہ جو شخص سوتے وقت سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص پڑھتا ہے وہ قیامت کے دن امینوں سے ہوگا اور پیغمبروں کے بعد سب سے پہلے وہ بہشت میں جائے گا اور بہشت میں جاتے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزدیک ہوگا۔

پھر فرمایا کہ خواجہ محمد عرشی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل ہے جو شخص سوتے وقت ایک دفعہ سورۂ فاتحہ اور تین دفعہ سورۂ اخلاص پڑھتا ہے وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے گویا کہ ماں کے شکم سے پیدا ہوا ہے۔

پھر فرمایا کہ حدیقہ میں لکھا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جو شخص سوتے وقت قُلۡ یٰۤاَیُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ پڑھے ہزار آدمی بہشت میں اس کی گواہی دیں گے۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ میں بدخشاں میں اپنے پیر حاجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ بدخشاں کی ایک مسجد میں ایک بزرگ کو دیکھا کہ ان کو خواجہ محمد بدخشانی (رحمۃ اللہ علیہ) کہتے تھے اور جو یاد الٰہی میں از حد مشغول تھے۔ ان سے میں نے سنا کہ جو شخص سورج نکلتے

وقت دو رکعت نماز ادا کرے یا چار رکعت تو حج اور عمرے کا ثواب فرشتے اس کے اعمال نامے میں لکھتے ہیں۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص سورج نکلتے وقت دو یا چار رکعت نماز ادا کرتا ہے اس سے بہت افضل ہوتا ہے جو کہ دنیا کا تمام مال صدقہ کرے۔

جونہی کہ خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا، یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے اور دعا گو واپس چلا آیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

مجلس (۱۵)

اہل بہشت کے لئے بے مثل نعمتیں

بہشت اور اہل بہشت کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر میں بہشت کے بیان میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے لوگوں نے عرض کیا کہ ہمیں اہل بہشت کی خوراک کی بابت آپ ﷺ خبر دیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے اسی خدا کی قسم ہے جس نے مجھے پیغمبر بنایا کہ مرد بہشت میں سو مردوں کے ہمراہ کھانا کھائے گا اور اپنے اہل و عیال کے ہمراہ مل کر رہے گا۔ لوگوں نے عرض کہ اے رسول اللہ ﷺ اس کھانے سے قضائے حاجت بھی ہو گی یا نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں! ہو گی اور اس سے پسینہ مشک سے بھی زیادہ خوشبودار نکلے گا اور اس کے پیٹ میں کچھ بھی نہیں رہے گا۔ پھر فرمایا، بہشت میں ایسی زندگی ہو گی جسے موت نہ ہو گی اور جوانی ہو گی جو ہر گز بڑھاپے میں تبدیل نہ ہو گی اور ہمیشہ تازہ نعمت میں رہیں گے اور ہر روز ان پر نعمتیں زیادہ ہوں گی۔

اس کے بعد فرمایا کہ جو شخص ان نعمتوں کو حاصل کرنا چاہے تو جمعہ کے دن صبح کی نماز کے بعد سو دفعہ سورۂ اخلاص پڑھے اور ہمیشہ پڑھے۔ اس پر نعمتیں زیادہ ہوتی ہیں۔ اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ بہشت میں ماں باپ اور فرزند بھی ایک دوسرے سے ملیں گے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ۔

یعنی جب ماں باپ اور فرزند ایک دوسرے کو ملنا چاہیں گے تو بہشتی گھوڑوں پر سوار ہو کر ان کے محلوں میں جائیں گے۔

جونہی کہ خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا۔ آپ یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے اور خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

مجلس ۱٦

مسجد میں داخل ہونے کے آداب

مسجد کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ حدیث میں ہے کہ جو شخص دایاں پاؤں مسجد میں رکھے اور کہے: تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ (میں نے خدا پر بھروسہ کیا۔نہیں قوت بازگشت مگر اللہ کے ساتھ شیطان لعنتی سے) اور اس کے بعد جو نماز پڑھے خداوند تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ ہر رکعت کے بدلے سو رکعت نماز کا ثواب لکھیں اور خداوند تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور ہر قدم کے بدلے ایک درجہ بہشت میں اسے ملتا ہے اور اس کے نام پر بہشت میں ایک محل تیار ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ جو شخص مسجد میں جاتا ہے اور کہتا ہے مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ تو شیطان کہتا ہے کہ تو نے یہ کلمہ کہہ کر میری کمر توڑ ڈالی ہے۔ پس اس کے اعمال نامے میں ایک سال کی عبادت کا ثواب لکھتے ہیں اور جب باہر نکلتے وقت یہ کلمہ پڑھے تو اس کے جسم کے ہر بال کے بدلے خدا تعالیٰ سو نیکی عنایت فرماتا ہے اور بہشت میں سو درجے بڑھتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ امام زید و بسی زندہ راستی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ جب مومن مسجد میں آتا ہے اور دایاں پاؤں مسجد میں رکھتا ہے تو اول سے آخر تک اس کے سارے گناہ گر جاتے ہیں، جب باہر آتا ہے اور بایاں پاؤں رکھتا ہے۔ تو فرشتے کہتے ہیں۔ اے خداوند تعالیٰ! اسے نگاہ میں رکھ اور اس کی حاجت کو پورا کر اور اس کا مقام ہمیشہ کیلئے بہشت میں بنا۔

پھر فرمایا کہ خواجہ محمد مرعشی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ میں، میں نے لکھا دیکھا ہے کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ خانۂ خدا میں اس طرح بے ادبوں کی طرح وارد ہوئے کہ جب انہوں نے بایاں پاؤں مسجد میں رکھا تو اس بے ادبی کی وجہ سے ان کا نام ثور (بیل) پڑ گیا۔

جونہی کہ خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔

مجلس (١٧)

مالِ دنیا اور صدقہ

دنیا اور مال کے جمع کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ مرد کو چاہئے کہ اس دنیا کی طرف نگاہ نہ کرے اور نزدیک نہ پھٹکے اور جو کچھ اسے ملے خدا کی راہ میں خرچ کردے اور کچھ ذخیرہ نہ کرے۔

پھر فرمایا کہ میں نے خواجہ یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے کہ مال کا شکریہ ادا کرنا صدقہ دینا ہے اور اسلام کا شکریہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہنا ہے۔ اور جو شخص اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہتا ہے اسلام کا شکریہ بجالاتا ہے اور جو شخص زکوٰۃ اور صدقہ دیتا ہے وہ مال کا حق ادا کرتا ہے۔

بچوں کو مارنے کی ممانعت

پھر لڑکوں کی بُری خو کی بابت ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب لڑکے روتے ہیں تو لعنتی شیطان ان کا کان اینٹھتا ہے تب وہ روتے ہیں پس جو والدین اپنے بچوں کو مارتے ہیں، ان کے نام گناہ لکھا جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ چھوٹا بچہ نہیں روتا تاوقتیکہ اس کو شیطان نہ ستائے لیکن بچہ روئے تو لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ کہنا چاہئے تاکہ تمہیں خوشخبری ہو اور وہ رونے سے باز رہے۔

عالموں کا حسد

پھر فرمایا کہ عالموں کا حسد اچھا نہیں خصوصاً مسلمان کیلئے بعض عالموں کا قول ہے کہ حسد دل سے نکال دینا چاہئے جب حسد کو دل سے نکال دیں گے تو بہشت میں جائیں گے۔

پھر فرمایا کہ عالموں کا حسد زیادہ ہے کیونکہ وہ دنیا کی بابت حسد نہیں کرتے بلکہ ایک ایسی چیز کی نسبت حسد کرتے ہیں جس کے دیکھنے میں نقصان نہیں۔

جونہی کہ خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا آپ یادالٰہی میں مشغول ہوئے۔ خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

مجلس (۱۸)

چھینکنے کے بعد حمدِ باری تعالیٰ کے انعامات

چھینک لینے کے بارے میں بات شروع ہوئی تو آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سے حدیث میں ہے کہ جب مومن چھینک لیتا ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہتا ہے تو خدائے بزرگ اور بلند اس کے تمام گناہ بخش دیتا ہے اور بہشت میں اس کے نام کا ایک درجہ مقرر ہے۔ اور ایک بردے کے آزاد کرنے کا ثواب اس کے اعمال نامے میں لکھا جاتا ہے۔ لیکن جب دوسری چھینک لیتا ہے تو اس کے والدین کو بھی بخش دیتا ہے اور تیسری مرتبہ چھینک لیتا ہے تو سمجھ لے کہ زکام ہے۔ اے مسلمانو! چھینک کا جواب دینا (یَرْحَمُکَ اللّٰہُ تَعَالٰی) کہنا گناہوں کا کفارہ ہے۔ اور درجوں کی زیادتی کا باعث ہے اور چھینک دوزخ کی آگ کے درمیان پردہ کا کام دیتی ہے اور ہزار نیکی اس کے نام لکھتے ہیں اور قیامت کے دن اس کے ترازو میں رکھتے ہیں تو عرش اور کرسی کی نسبت وزنی ہوتا ہے۔ جو چھینک کا جواب دیتا ہے اور جو شخص ایک دفعہ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہتا ہے تو خداوند تعالیٰ اسے بہشت میں پیغمبروں کی ہمسائیگی عنایت کرتا ہے اور ایک شہر بہشت میں اسے عنایت ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ پہلے پہل جس نے چھینک لی وہ حضرت آدم علیہ السلام تھے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام پاس ہی تھے۔ انہوں نے کہا یَرْحَمُکَ اللّٰہِ۔

جونہی کہ خواجہ صاحب ؒ نے ان فوائد کو ختم کیا آپ یادالٰہی میں مشغول ہو گئے اور خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔
اَلْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

مجلس (۱۹)

اذان اور موٴذن کی فضیلت

نماز کی اذان کہنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ امیر المومنین حضرت علی ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے علی ؓ! جو شخص نماز کی بانگ کہتا ہے اس کا ثواب خدائے تعالیٰ بزرگ اور بلند ہی جانتا ہے لیکن نماز کی اذان میری امت کیلئے حجت ہے۔ جس کی تفسیر یہ ہے کہ جب مومن اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہے تو وہ ایسا کہتا ہے کہ خدا کو میں نے تیرا گواہ بنایا۔ اے محمد ﷺ کی امت نماز میں حاضر ہو اور دنیاوی کاروبار چھوڑ دو۔ اور جب اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے۔ تو کہتا ہے کہ اے محمد ﷺ کی امت! میں نے اسے اور اس کے فرشتوں کو گواہ بنایا ہے کہ میں نے نماز کے وقت کی تمہیں خبر کی ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی خبر نہیں اور جب اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہتا ہے تو کہتا ہے کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) خدا کے بھیجے ہوئے ہیں اور جب حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کہتا ہے۔ تو کہتا ہے کہ اے محمد ﷺ کی امت! میں نے دین تم پر ظاہر کیا اور خدا اور خدا کے رسول ﷺ کا حکم مانو! تا کہ خدا تعالیٰ تمہارے سب گناہ بخش دے کیونکہ نماز دین کا ستون ہے اور جب حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہتا ہے تو کہتا ہے کہ اے امت محمد ﷺ کی! تیرے لئے رحمت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔ اٹھو اور اپنا حصہ لو کیونکہ تمہارے لئے دنیا اور آخرت میں بہشت ہے اور جب اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہے۔ تو یہ کہتا ہے کہ خدا کی رحمت اور خدا کو میں نے تمہارا گواہ بنایا ہے۔ اے محمد ﷺ کی امت! نماز میں حاضر ہو اور دنیاوی کاموں سے فارغ ہو جاؤ۔ میں نے تم پر ظاہر کر دیا اور خدا اور خدا کے رسول ﷺ کا حکم مانو اور نماز ادا کرو تا کہ خداوند تعالیٰ تمہارے سب گناہ بخش دے اور تمہیں یاد رہے کہ کوئی عمل نماز سے بڑھ کر نہیں جو شخص نماز ادا نہیں کرتا وہ پشیمان ہوتا ہے اور جب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا ہے تو کہتا ہے کہ تمہیں معلوم رہے کہ ساتوں آسمان اور زمینوں کی امانت تمہاری گردن پر ہے جو شخص قبول کر لیتا ہے اور ہاتھ پاؤں مارتا ہے وہ خلاصی پاتا ہے۔

اجابت اذان کا انعام

پھر فرمایا کہ بغداد میں، میں نے ایک بزرگ سے پوچھا۔ اس نے کہا کہ اذان کا جواب دینا گناہوں کا کفارہ ہے اور جو مسجد میں خدا اور خدا کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے وہ صدیقوں اور شہیدوں کے ہمراہ بہشت میں جاتا ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام کا رفیق ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ جنید بغدادی ؒ کے عمدہ میں لکھا ہے کہ موٴذن کی اجابت کرنا قیامت کے دن خلقت کی شفاعت ہے۔

پس جو شخص اذان سنے اور امام کے پیچھے جماعت کے ساتھ نماز ادا کرے تو ہر رکعت کے بدلے تین سو رکعت کا ثواب ملتا ہے اور ہر رکعت کے بدلے بہشت میں اس کیلئے شہر بناتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ پانچ قسم کے لوگوں پر راضی نہیں۔

اوّل: وہ لوگ جو جمعہ کی نماز قضا کرتے ہیں۔

دوم: جو آزاد کئے ہوئے غلاموں کو بیچتے ہیں۔

سوم: وہ جو ہمسائے کو ستاتے ہیں۔

چہارم: جو کسی سے ناحق کوئی چیز چھین لیتے ہیں۔

پنجم: وہ جو اپنے عیال پر ظلم کرتے ہیں۔

پھر فرمایا جو شخص مؤذن کی اجابت کرتا ہے فرشتے اس کیلئے معافی کے خواستگار ہوتے ہیں اور سلام بھیجتے ہیں اور وہ نجات پاتا ہے اور بغیر حساب کے بہشت میں جاتا ہے۔

پھر فرمایا: اے درویش! اس طرح تکبیر کہنا جیسی کہ میں نے کہی ہے کہ خدا تمہارے دونوں ابروؤں کے درمیان ہے اور مقام تمہارے سینے کے سامنے ہے پس تمیں یادر ہے کہ خداوند تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے اور دونوں پاؤں پل صراط پر ہیں اور بہشت دائیں طرف ہے اور دوزخ بائیں طرف۔ چاہئے کہ تو اللہ اکبر کہے اور فکر سے قرآن شریف پڑھے۔ اور عاجزی کے ساتھ رکوع کرے اور مسکینی کے ساتھ سجدہ کرے پھر بیٹھ کر التحیات پڑھے۔ تو فرشتے تیرے لئے معافی کے خواستگار ہوں گے اس وقت تک کہ تو سلام کہے۔

حلال رزق کے فوائد

پھر فرمایا کہ کھانا حلال کھاؤ اور حلال کی کمائی کا کپڑا پہنو اور توبہ کرو اور حرام کی کمائی کا کپڑا نہ پہنو۔ جب ایسا کرو گے تو بہشت کے ساتوں دروازوں میں سے ایک دروازہ تمہارے لئے کھول دیا جائے گا اور تمہاری نماز کو قبول کیا جائے گا۔

تلاوتِ قرآن کے فوائد

پھر فرمایا کہ قرآن شریف کو بار بار پڑھنا چاہئے۔ یہ بھی گناہوں کا کفارہ ہے اور دوزخ کی آگ کیلئے بمنزلہ پردہ کے ہے اور جو شخص قرآن پڑھنے میں مشغول ہوتا ہے خداوند تعالیٰ بہشت کے دروازے اس کیلئے کھول دیتا ہے اور ہر خوف کے بدلے جو وہ پڑھتا ہے۔ خداوند تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو قیامت تک تسبیح پڑھتا ہے اور کوئی شخص خدا کا اس قدر نزدیکی نہیں جس قدر کہ وہ شخص ہے جو علم سیکھے اور قرآن کے پڑھنے کو بار بار کرے۔

پھر فرمایا کہ تم پر لازم ہے کہ قرآن شریف پڑھو اور سیکھو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص قرآن شریف کی ایک آیت پڑھتا ہے وہ نیکی سے بدرجہا بہتر ہے اور جس وقت فوت ہو جاتا ہے اور قرآن پڑھنے کی دوستی اس کے دل میں ہوتی ہے تو فرشتے کے کان میں نیکی کی صورت میں آتا ہے اور فرشتہ بہشت سے ایک نارنگی لاتا ہے اور کہتا ہے کہ پڑھو! وہ شخص کہتا ہے کہ

میں نے دنیا میں نہیں پڑھا پس وہ کہتا ہے کہ پڑھ! یہ نارنگی خداوند تعالیٰ نے تیرے لئے ہدیہ کے طور پر بھیجی ہے پھر وہ بندہ شروع سے لے کر آخر تک قرآن شریف پڑھتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تجھے قبر اور قیامت کا عذاب نہ ہوگا اور تو پیغمبروں کا ہمسایہ ہوگا۔

جونہی کہ خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا آپ یادالٰہی میں مشغول ہو گئے اور خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

مجلس (۲۰)

مومن کون؟

مومن کے بارے گفتگو شروع ہوئی تو آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ مومن وہ شخص ہے جو تین چیزوں کو دوست رکھے۔ اول موت، دوم درویشی، سوم فاتحہ۔ پس جو شخص ان تین چیزوں کو دوست رکھتا ہے۔ فرشتے اسے دوست رکھتے ہیں اور اس کا بدلہ بہشت ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ خداوند تعالیٰ درویشوں کو دوست رکھتا ہے اور مومن خداوند تعالیٰ کے دوست ہوتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کے پاس آٹھ ہزار درہم ہوں۔ وہ دولت مند ہوتا ہے جس کے پاس اس سے کم ہوں۔ وہ درویش ہے۔ اور جس کے پاس ان میں سے کچھ بھی نہ ہو وہ دن رات شکر بجالائے۔ وہ پیغمبر حضرت ایوب علیہ السلام کا مرتبہ پائے گا۔

مستحقین رحمتِ الٰہی

پھر فرمایا کہ میں نے خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے کہ خداوند تعالیٰ تین گروہ کی طرف نظر رحمت سے دیکھتا ہے اور وہ لوگ عرش کے نیچے ہوں گے۔ اول وہ ہمیشہ ہمت کرتے ہیں، دوسرے وہ جو ہمسایوں اور عورتوں کو خوش رکھیں۔ تیسرے وہ جو درویشوں اور عاجزوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے افضل نماز اور دوسرے درجہ پر صدقہ اور تیسرے درجہ پر قرآن شریف پڑھنا۔ پس جو شخص ان تینوں کو بجالانے میں کوشش کرتا ہے۔ وہ میری امت سے ہے اور بہشت میں جائے گا۔

پھر فرمایا کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمسایہ کی بابت اس قدر ذکر فرمایا کہ مجھے گمان پیدا ہوا اور پوچھا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہمسایہ کے فوت ہو جانے کے بعد اس کی ورثہ کا مالک ہمسایہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ آنحضرت نے فرمایا۔ ہاں! ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی وارث نہ ہو۔

پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ہمسایہ کے ساتھ حتی الوسع مہربانی سے پیش آئے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ وہ قیامت کے دن میرے ہمراہ ہوگا اور بہشت میں جائے گا۔

جونہی کہ خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا۔ آپ یادالٰہی میں مشغول ہوئے اور خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

مجلس (۲۱)

مومن کی حاجت روائی

حاجت روائی کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ تو آپ نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ اس مومن سے خداوند تعالیٰ خوش ہوتا ہے جو مومن کی ضرورت کو پورا کرے اور بہشت میں اس کا مقام ہوتا ہے اور فرمایا کہ جو شخص مومن کی عزت کرتا ہے۔ اس کی جگہ بہشت میں ہوتی ہے اور خداوند تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ اگر بندہ کسی کی جوتی سیدھی کرے یا مومن کے پاؤں سے کانٹا نکالے تو خداوند تعالیٰ اسے صدیقوں اور شہیدوں میں شمار کرتا ہے۔

پھر فرمایا کہ مشائخ طبقات اولیاء نے فرمایا ہے کہ اگر فرضاً کوئی شخص درودوں یا بندگی میں مشغول ہو اور کوئی حاجت مند آئے اور اس سے ملنا چاہے تو اسے لازم ہے کہ سب کام چھوڑ کر اس کے کام میں مشغول ہو جائے اور جس قدر مقدور ہو۔ اس میں کوشش کرے اور رسول اللہ ﷺ سے حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے بھائی مومن کی حاجت کو پورا کرتا ہے خداوند تعالیٰ اس کی دنیا اور آخرت کی حاجتوں کو پورا کرتا ہے اور قیامت کے دن بہشت میں جائے گا اور حضرت آدم علیہ السلام کا ہمسایہ ہوگا۔

جونہی کہ خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا۔ آپ یادالٰہی میں مشغول ہوئے اور خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

مجلس (۲۲)

آخری زمانہ کی علامات

۔۔ آخری زمانے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سے حدیث میں ہے کہ جب آخری زمانہ آئے گا تو عالموں کو چوروں کی طرح ماریں گے اور عالموں کو منافق کہیں گے اور منافقوں کو عالم۔

پھر فرمایا کہ جو شخص علم سیکھتا ہے خداوند تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اس کا نام اولیاء کے آسمان پر لیا جائے۔

کفر کی دو قسمیں

پھر فرمایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت فرمائی ہے کہ کفر، ایمان، اسلام، نفاق اور علم میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں۔ کفر کی دو قسمیں ہیں۔ اول وہ کفر جو خداوند تعالیٰ کی نعمتوں کا کیا جائے۔ مثلاً نماز جماعت کے ساتھ ادا نہ کرنا، بیماریوں کا دیکھنا اور مسلمانوں کو فائدہ نہ پہنچانا۔ ان سب باتوں کے سبب ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ دوسرے کفر یہ ہے کہ مسلمانی سے پھر

جانا اور فریضہ باتوں کا منکر ہونا۔ اس کے سبب انسان ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔

ایمان کی دو قسمیں

ایمان کی دو قسمیں ہیں: ایک منافقوں کا ایمان ہوتا ہے جو زبان سے اقرار کرتے ہیں اور دل میں شک رکھتے ہیں یہ منافقوں کا کام ہے لیکن دوسرا ایمان خاص جو مومن لوگ زبان اور دل سے تصدیق کرتے ہیں۔ یہ ایمان سوائے نیکو کار آدمی کے کسی کی قسمت میں نہیں ہوتا۔

اسلام کی دو قسمیں

اور اسلام کی دو قسمیں یہ ہیں: ایک یہ کہ جب خداوند تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو تو شک نہ کرے اور جب اس کے سامنے سجدہ کرے تو دل اور زبان سے اسے ایک جانے پس یہ اسلام پاکیزہ ہے۔ دوسرا اسلام یہ ہے کہ زبان سے کہے کہ میں مسلمان ہوں اور دل میں کفر رکھے اور اس بات کا خوف نہ کرے کہ دین کا کیا حال ہوگا اور کیسی ندامت اٹھانی پڑے گی اور جو کچھ دل میں ہو وہی زبان سے کہے اور لوگوں کے درمیان لاَاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی شہادت سے زندگی بسر کرے۔ ایسا شخص دوزخ سے بچ جائے گا۔

نفاق کی دو قسمیں

اور نفاق کی دو قسمیں یہ ہیں: اوّل یہ کہ بندہ حلال وحرام اور امرونہی کا اقرار کرے اور پھر گناہ میں مشغول ہو جائے۔ اور برائی کرے اور خداوند تعالیٰ سے ڈرے اور توبہ کی امید رکھے اور یہ امید کرے کہ خدا اسے بدکار جانتا ہے۔

اور دوسرا نفاق یہ ہے کہ زبان سے حلال وحرام اور امرونہی کا اقرار کرے اور دل میں خیال کرے کہ نماز، روزہ اور زکوٰۃ یہ عمل ہیں۔ اگر کروں گا تو اس کا ثواب مل جائے گا، یہ نفاق ہے۔ اس کا بدلہ دوزخ کی آگ ہے۔

علم کی دو قسمیں

اور علم کی دو قسمیں یہ ہیں ایک خاص خدا کیلئے علم حاصل کرنا اور دوسرا علم عام جو شخص علم کا ایک کلمہ سنے اس سے بہتر ہے کہ ایک سال عبادت کرے اور جو شخص ایسی جگہ بیٹھتا ہے جہاں علم کا تذکرہ ہوتا ہے۔ اس کا ثواب غلام آزاد کرنے کے برابر ہوتا ہے اور علم اندھے کیلئے اور بہشت کا رہنما اور اللہ جل شانہ علم کو دنیا اور آخرت میں ضائع نہیں کرتا۔

عمل کی دو قسمیں

اور عمل کی دو قسمیں ہیں: اول جو خدا کیلئے کیا جائے یہ خاص ہے دوسرا جو لوگوں کے دکھلاوے کیلئے کیا جائے۔ اس کا بدلہ نہیں ملتا اور ایسا کرنا اچھا نہیں۔

جونہی کہ خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا آپ یادالٰہی میں مشغول ہو گئے اور خلقت اور دعا گو واپس چلے گئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

مجلس (۲۳)

موت اور انبیاء علیہم السلام کی یاد

موت کے یاد کرنے میں گفتگو شروع ہوئی تو آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سے حدیث میں ہے کہ موت کو یاد کرنا دن رات کے قیام اور عبادت فاضلہ سے بہتر ہے۔

پھر فرمایا کہ زاہدوں میں سب سے اچھا زاہد وہ ہے جو موت کو یاد رکھے اور ہمیشہ موت کے شغل میں رہے۔ ایسا زاہد اپنی قبر میں بہشت کا سبزہ زار دیکھے گا۔

پھر فرمایا کہ نبیوں میں سے جو حضرت آدم علیہ السلام کو یاد کرے اور صَلٰوۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ تین بار کہے۔ خداوند تعالیٰ اس کے تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ اگر چہ اس کے گناہ دریا سے بھی زیادہ ہوں اور ان (آدم علیہ السلام) کے پڑوس میں ہوگا اور جو حضرت داؤد علیہ السلام کو یاد کرے اور تین مرتبہ صَلٰوۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کہے بہشت میں جس دروازے سے چاہے داخل ہوگا فرمایا کہ نبیوں کے یاد کرنے میں خداوند تعالیٰ اس کے ہفت اندام پر دوزخ کی آگ حرام کرے گا۔

جونہی کہ خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا آپ یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے اور خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

مجلس (۲۴)

مسجد میں چراغ روشن کرنا

مسجد میں چراغ بھیجنے کی بابت گفتگو ہوئی۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ امیر المومنین حضرت علی ؓ نے فرمایا کہ جو شخص ایک رات مسجد میں چراغ بھیجتا ہے اس کے ایک سال کے گناہ معاف کئے جاتے ہیں اور ایک سال کی نیکیاں اس کے اعمالنامے میں لکھی جاتی ہیں اور بہشت میں اس کیلئے ایک شہر بنایا جاتا ہے اور جو شخص ایک مہینے تک لگاتار مسجد میں چراغ بھیجے تو خداوند تعالیٰ کی طرف سے اس کیلئے بہشت کے تمام دروازے کھل جاتے ہیں جس دروازے سے چاہے اس میں داخل ہو اور دنیا سے انتقال کرنے سے پہلے ہی وہ اپنی جگہ بہشت میں دیکھ لیتا ہے اور بہشت میں پیغمبر خدا ﷺ کا رفیق ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے خواجہ یوسف چشتی ؒ کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ جو شخص مسجد میں چراغ بھیجتا ہے اور جس وقت اس کی روشنی مسجد میں ہوتی ہے تو سب فرشتے اس کیلئے بخشش طلب کرتے ہیں اور اس کو حملۃ العرش کہتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

مجلس (۲۵)

درویشوں کو کھانا کھلانا

درویشوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ سے حدیث میں ہے کہ جو شخص درویشوں کو کھانا کھلاتا ہے وہ تمام گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

محروم جنت کون؟

پھر فرمایا کہ تین قسم کے لوگ بہشت کی طرف نہیں آئیں گے۔ ایک جھوٹ بولنے والا درویش، دوسرا بخیل دولت مند اور تیسرا خیانت کرنے والا سوداگر۔ کیونکہ ان تینوں کو سخت عذاب ہوگا۔ پس جب درویش جھوٹا اور دولت مند بخیل بن جائے اور سوداگر خیانت کرنے والا ہو جائے تو خداوند تعالیٰ دنیا سے برکت اٹھالیتا ہے۔

پھر فرمایا کہ جو شخص دن رات میں ہر نماز کے بعد سورۂ یٰسین اور آیت الکرسی ایک دفعہ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تین مرتبہ پڑھے اور خداوند تعالیٰ اس کے مال اور اس کی عمر کو زیادہ کرتا ہے اور اس کو قیامت کے میزان اور پل صراط کے حساب میں آسانی ہوتی ہے۔

جونہی کہ خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا۔ آپ یادالٰہی میں مشغول ہو گئے اور خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔

مجلس (۲۶)

شلوار کے پائنچے دراز کرنا

شلوار کے پائنچے دراز کرنے کے بارے میں آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا کہ شلوار کا پائنچہ دراز کرنا منافقوں کی علامت ہے اور جو شخص شلوار کا پائنچہ دراز کرتا ہے اور پاؤں کے نیچے تک لٹکاتا ہے تو ایسا شخص خدا اور خدا کے رسول ﷺ کا فرمانبردار نہیں ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ جو شخص شلوار کے پائنچے کو اس قدر دراز کرے کہ وہ پاؤں کے نیچے تک لٹکے تو ہر قدم پر زمینی اور آسمانی فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں اور اس کے بدن کے ہر بال کے بدلے دوزخ میں اس کے لیے ایک مکان تیار ہوتا ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو لمبا تہبند باندھتا ہے وہ منافق ہوتا ہے اور جو آستین دراز کرتا ہے وہ لعنتی ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ دو گروہوں پر ہمیشہ خدا کی لعنت ہوتی ہے۔ اوّل: دراز آستین کا پہننے والا۔ دوم: لمبے پائنچے والی شلوار پہننے والا۔ اس کے نام پر دوزخ میں سات گھر تیار ہوتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ بدن پر کپڑا پہننے میں فضول خرچی نہ کریں کیونکہ پیغمبر خدا ﷺ نے مردے کے بدن پر کفن کے زیادہ کرنے کو منع فرمایا ہے اور دو چیزوں کے بدلے عذاب ہوگا۔ ایک: کفن کی زیادتی سے۔ اور دوسرا: پائنچہ دراز کرنے سے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ

مجلس (۲۷)

آخری زمانہ میں عالموں کی بے قدری

عالموں کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ حدیث میں ہے کہ جب آخری زمانہ آئے گا امیر زبردست ہو جائیں گے اور عالم روزی کمانے کی خاطر محنت مشقت کریں گے اور جہان میں فساد برپا ہوگا اور زمینوں اور پہاڑوں میں ان پر عیش تنگ ہو جائے گی۔

پھر فرمایا کہ امیر لوگ زبردست ہو جائیں گے اور عالم لوگ عاجز۔ پھر خداوند تعالیٰ خلقت سے اپنی برکت اٹھائے گا اور شہر ویران ہو جائیں گے اور دین میں فساد واقع ہوگا۔ پس تمہیں یاد رہے کہ وہ لوگ اہل دوزخ ہیں۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْهَا۔

پھر صدقہ کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسے شخص کو صدقہ دے جو درویشوں کو مہمان رکھتا ہے۔ دس گنا ثواب ملتا ہے اور اپنے قریبیوں کو صدقہ دینے سے ہزار گنا ثواب ملتا ہے پس انسان کو لازم ہے کہ صدقہ ایسے طور پر دے کہ خداوند تعالیٰ خوش ہو۔

جونہی کہ خواجہ صاحب نے اس بیان کو ختم کیا۔ آپ یاد الٰہی میں مشغول ہوئے اور خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

مجلس (۲۸)

توبہ کرنا فرض ہے

توبہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ قرآن شریف میں حکم الٰہی یوں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا

(ایمان لانے والو! توبہ کرو اور خدا کی طرف واپس آؤ کہ خداوند تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے۔)

پھر فرمایا کہ میں نے حدیقہ میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ مسلمان کیلئے توبہ کرنا فرض ہے۔

پھر فرمایا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام دنیا میں آئے تو بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ اے خداوند! تو نے شیطان کو مجھ پر مقرر کیا ہے اور مجھ میں یہ طاقت نہیں کہ اس کو منع کر سکوں۔ مگر تیری توفیق سے تو حکم آیا کہ جب میں تجھے اور تیری اولاد کو محفوظ رکھوں گا تو ہرگز قابو نہیں پا سکے گا۔

پھر حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ اے خداوند تعالیٰ! زیادہ واضح کر۔

آواز آئی کہ اے (حضرت) آدم علیہ السلام! میں نے توبہ فرض کردی جب تک کہ خلقت اس جہان میں ہے جب تیرے فرزند توبہ کریں گے تو میں ان کی توبہ قبول کروں گا۔

پھر فرمایا کہ مرنے سے پہلے تم توبہ کرلو پھر بعد میں افسوس کرنے کا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

پھر فرمایا رسول اللہ ﷺ سے حدیث میں ہے کہ خداوند تعالیٰ نے مغرب کی طرف رات کی توبہ کیلئے ایک دروازہ بنایا ہے جس کی فراخی ۷۰ سال کی راہ کے برابر ہے۔

توبہ کی دو قسمیں

پھر فرمایا کہ توبہ دو قسم کی ہے۔ ایک توبہ نصوحی کہ اس کے بعد انسان گناہ کے نزدیک نہ بھٹکے۔ اور دوسری توبہ یہ ہے کہ دن رات توبہ کرے اور توڑ ڈالے اور ایسی توبہ اچھی نہیں۔

فرمانِ مرشد و عطائے مرشد

پھر فرمایا کہ اے معین الدین! میں نے تیری کمالیت کیلئے ان باتوں کی ترغیب دی ہے پس چاہئے کہ جو کچھ میں نے کہا ہے تو دل و جان سے اسے بجالائے تا کہ قیامت کو شرمندہ نہ ہوئے۔

پھر فرمایا کہ لائق فرزند وہ ہے کہ کچھ اپنے پیر کی زبان سے سنے تو ہوش کے کانوں سے سنے اور اس میں مشغول ہو جائے اور اسے بجالائے۔

پھر فرمایا کہ لائق فرزند وہ ہے کہ جو کچھ اپنے پیر کی زبان سے سنے اپنے شجرہ میں لکھ لے تا کہ شرمندہ نہ ہوئے۔

جونہی کہ خواجہ ادام اللہ بقاء اس بات پر پہنچے عصا، پاس پڑا تھا اٹھایا اور دعا گو کو عطا فرمایا اور خرقہ اور لکڑی کی پاپوش یعنی کھڑاویں اور مصلیٰ مرحمت کر کے فرمایا کہ یہ تمام چیزیں ہمارے پیروں کی یادگار ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے ہم تک پہنچی ہیں۔ ہم نے تجھے دیں۔ مناسب ہے کہ جیسا ہم نے ان چیزوں کو رکھا ہے ویسا ہی تو بھی رکھے اور جس شخص کو تو مرد خدا معلوم کرے یہ یادگار اسے دے دے۔ جب یہ فرما چکے تو بندہ سے بغل گیر ہو کر فرمایا کہ تجھے خدا کو سونپا۔ جونہی کہ یہ فرمایا عالم تحیر میں مشغول ہو گئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ ۔فقط۔

تمت

(اُردو ترجمہ)

دلیلُ العارفینؒ

یعنی

ملفوظات

حضرت قدوۃ العارفین خواجہ غریب نواز معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر نزد مسلم ماڈل ہائی سکول ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-7246006

فہرست

یہ صحیفۂ رُبانی اور نسخہ فقر مبانی ملک المشائخ سلطان السالکین منہاج المتقین، قطب الاولیاء شمس الفقراء ختم المہدین معین الملۃ والدین حسن سنجری نوراللہ مرقدہ کے کلمات جان پرورسن کر جمع کئے گئے ہیں۔ اس مجموعہ کا نام دلیل المعارفین ہے۔ اس میں حسب ذیل چار قسمیں ہیں:

قسم اول:۔ فقر وصواب میں

قسم دوم:۔ مکتوبات وتسبیح میں۔

قسم سوم:۔ اوراد وغیرہ میں۔

قسم چہارم:۔ سلوک اور اس کے فائدوں کے بیان میں۔

مجلس اوّل:

فقر وصواب

پانچویں ماہ رجب ۵۱۴ھ کو اس درویش نحیف قطب الدین بختیار اوشی کو جو ملک المشائخ، سلطان السالکین حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے غلاموں میں سے ہے۔ جب اس شاہ فلک دستگاہ کی قدم بوسی کی دولت بغداد میں امام ابواللیث سمرقندی کی مسجد میں حاصل ہوئی تو اسی وقت شریف بیعت سے مشرف فرمایا اور چہار ترکی کلاہ میرے سر پر رکھی۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔ اس دن شیخ شہاب الدین محمد سہروردی، شیخ داؤد کرمانی، شیخ برہان الدین محمد چشتی اور شیخ تاج الدین محمد صفاہانی ایک ہی جگہ حاضر تھے اور نماز کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ صرف نماز ہی میں سرِ نگاہِ عزت سے لوگ نزدیک ہو سکتے ہیں۔ اس واسطے کہ نماز مومن کی معراج ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِ" تمام مقاموں سے بڑھ کر یہی نماز ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ملنا پہلے نماز ہی سے شروع ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ نماز ایک راز ہے جو بندہ اپنے پروردگار سے بیان کرتا ہے۔ راز کہنے کے لئے کسی کا قرب چاہئے اور وہی قرب پا سکتا ہے جو اس راز کے لائق ہو۔ یہ بھی کہ راز سوائے نماز کے کسی طرح حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ نیز یہ بھی حدیث ہے کہ اَلْمُصَلِّیْ یُنَاجِیْ رَبَّہٗ یعنی نماز ادا کرنے والا اپنے پروردگار سے راز بیان کرتا ہے۔ بعدازاں مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جب شیخ الاسلام سلطان المشائخ خواجہ عثمان ہارونی نوراللہ مرقدہٗ کا مرید ہوا تو آٹھ سال تک آپ کی خدمت میں ایک دم بھی آرام نہ کیا نہ دن دیکھا نہ رات۔ جہاں آپ سفر کو جاتے سونے کے کپڑے اور توشہ اٹھا کر ہمراہ ہوتا جب میری خدمت دیکھی تو ایسی نعمت عطا فرمائی جس کی کوئی انتہا نہیں۔

فرمانِ پیر پر عمل کرنا

پھر فرمایا جس نے کچھ پایا خدمت سے پایا۔ پس مرید کو لازم ہے کہ پیر کے فرمان سے ذرّہ بھر بھی تجاوز نہ کرے اور جو کچھ اسے نماز تسبیح اوراد وغیرہ کی بابت فرمائے گوش ہوش سے سنے اور اسے بجا لائے تا کہ کسی مقام پر پہنچ سکے کیونکہ پیر مرید کا

سنوارنے والا ہے۔ پیر جو کچھ فرمائے گا وہ مرید کے کمال کیلئے ہی فرمائے گا۔

محروم شفاعت کون؟

بعد ازاں فرمایا کہ امام خواجہ ابو اللیث سمرقندی کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ہر روز دو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں۔ ایک کعبہ کی چھت پر کھڑا ہو کر آواز دیتا ہے کہ اے آدمیو اور پریو! سنو اور اس طرح سمجھ رکھو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا فرض بجا نہیں لاتا، وہ کبھی اللہ تعالیٰ کے حقوق سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ اور دوسرا فرشتہ رسول اللہ ﷺ کے خطیرہ پر کھڑا ہو کر آواز دیتا ہے کہ اے آدمیو! اور پریو! سنو! اور اچھی طرح جان لو کہ جو شخص سنت نبوی ﷺ ادا نہیں کرتا اور تجاوز کرتا ہے وہ شفاعت سے بے بہرہ رہے گا۔

وقتِ وضو انگلیوں کا خلال کرنا سنت ہے

پھر فرمایا کہ مسجد لگری میں اولیائے بغداد کے مقابل حاضر تھا اور گفتگو انگلیوں کے خلال کے بارے میں ہو رہی تھی۔ فرمایا کہ وضو کرتے وقت انگلیوں کا خلال کرنا سنت ہے۔ اس واسطے کہ حدیث میں آیا ہے کہ میں نے صحابہ کرام کو انگلیوں کا خلال کرنے کو کہا ہے جو آبدست کے وقت انگلیوں کا خلال کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی انگلیوں کو شفاعت سے محروم نہیں رکھے گا۔

پھر فرمایا کہ شیخ اجل شیرازی کے ہمراہ میں ایک مقام میں تھا اور شام کی نماز کا وقت تھا۔ حضرت خواجہ صاحب نیا وضو کرتے تھے۔ اتفاقاً آپ انگلیوں کا خلال کرنا بھول گئے غیبی فرشتے نے آواز دی کہ اے اجل! تو ہمارے محمد ﷺ کی دوستی کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کی امت بنتا ہے لیکن اس کی سنت کو ترک کرتا ہے اس کے بعد خواجہ اجل نے قسم کھائی کہ اس وقت سے لے کر مرتے دم تک میں نے کوئی سنت ترک نہیں کی۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے خواجہ اجل شیرازی (رحمۃ اللہ علیہ) کو بہت متردّد پا کر حالت پوچھی فرمایا کہ جس روز مجھ سے انگلیوں کا خلال سہواً ترک ہوا میں فکر میں ہوں کہ یہ منہ نبی کریم ﷺ کو قیامت کے روز کیسے دکھاؤں گا۔

پھر فرمایا کہ صلوٰۃ مسعودی میں بطریق ترغیب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق فقہ سنت میں لکھا ہے کہ ہر عضو کو تین مرتبہ دھونا سنت ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ ہر عضو کو تین مرتبہ دھونا میری سنت ہے اور مجھ سے پہلے پیغمبروں کی بھی یہی سنت ہے۔ اس پر زیادہ کرنا ستم ہے۔

بعد ازاں اسی موقعہ پر فرمایا کہ فضیل عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے وضو کرتے وقت ہاتھ صرف دو مرتبہ دھوئے جب نماز ادا کر چکے تو اسی رات حضرت رسالت مآب ﷺ کو خواب میں دیکھا جو فرماتے ہیں کہ مجھے تو تعجب ہے کہ تمہارے وضو میں کمی رہ جائے خواجہ صاحب اس ہیبت سے جاگ پڑے اور پھر تازہ وضو کر کے نماز ادا کی اور کفارہ کیلئے سال بھر پانچ سو رکعت بطور وظیفہ کے روزانہ ادا کی۔

باوضو سونے کے فوائد

پھر فرمایا کہ عارف اہل فضل ہیں اور وہ دوست کی محبت میں مستغرق ہیں۔ پس وہ اپنی شرح میں لکھتے ہیں کہ جب آدمی رات کو باطہارت سوتا ہے تو حکم ہوتا ہے کہ فرشتے اس کے ہمراہ رہیں۔ وہ صبح تک اللہ تعالیٰ سے یہی التجا کرتے رہتے ہیں کہ اے

اللہ تعالیٰ اس بندے کو بخش! کیونکہ یہ باطہارت سویا ہے۔

پھر اسی محفل میں فرمایا کہ عارفوں کی شرح میں آیا ہے کہ جب آدمی باطہارت سوتا ہے اس کی جان عرش کے نیچے لے جاتے ہیں اور حکم ہوتا ہے کہ اسے نوری خلعت پہنا دو۔ جب وہ سجدہ کر چکتا ہے تو حکم ہوتا ہے کہ اسے واپس لے جاؤ کیونکہ یہ نیک بندہ ہے جو باطہارت سویا ہے اور جو شخص بے طہارت سوتا ہے اس کی جان کو پہلے ہی آسمان سے واپس کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ لائق نہیں کہ اسے اوپر لے جایا جائے۔ ایسا آدمی اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے والا نہیں۔

پھر زبان مبارک سے فرمایا کہ فقیہ لکھتا ہے کہ رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں الیمین للاکل والوجه والیسار المقعد۔ یعنی دایاں ہاتھ کھانا کھانے اور ہاتھ منہ دھونے کے واسطے ہے اور بایاں ہاتھ استنجا کرنے کیلئے۔

پھر بات اس بارے میں شروع ہوئی کہ جب آدمی مسجد میں آئے تو سنت یہ ہے کہ پہلے دایاں پاؤں اندر رکھے اور جب باہر نکلے تو بایاں پاؤں پہلے باہر رکھے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ سفیان ثوری مسجد میں آئے اور بھول کر پہلے بایاں پاؤں اندر رکھ دیا اور آواز آئی کہ بیل خانۂ خدا میں ایسے بے ادبانہ گھس آتے ہیں۔ اس روز سے آپ کو خواجہ سفیان ثوری کہنے لگے۔

حقیقتِ عارف

پھر عارفوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ عارف اس شخص کو کہتے ہیں کہ تمام جہان کو جانتا ہو اور عقل سے لاکھوں معنی پیدا کر سکتا ہو اور بیان کر سکتا ہو اور محبت کے تمام دقائق (باریکیاں، نکتے) کا جواب دے سکتا ہو اور ہر وقت بحرِ باطن وحکمت میں تیرتا رہے تاکہ اسرار الٰہی وانوار الٰہی کے موتی نکالتا رہے اور دیدہ ور جوہریوں کے پیش کرتا رہے جب وہ انہیں دیکھیں پسند کریں۔ ایسا شخص بے شک عارف ہے۔

بعد ازاں اسی موقع پر فرمایا کہ عارف ہر وقت ولولۂ عشق میں مبتلا رہتا ہے اور قدرت خدا کی آفرینش میں متحیر رہتا ہے۔ اگر کھڑا ہے تو بھی دوست کے وہم میں۔ اور اگر بیٹھا ہے تو بھی دوست کا ذکر کرتا ہے۔ اگر سویا ہے تو دوست کے خیال میں متحیر ہے۔ اگر جاگتا ہے تو بھی دوست کے حجاب عظمت کے گرد طواف کرتا ہے۔

نمازِ اشراق کی برکات

بعد ازاں فرمایا کہ اہل عشق صبح کی نماز ادا کر کے جائے نماز پر سورج نکلنے تک قرار پکڑتے ہیں۔ ان کا مقصد اس سے یہ ہوتا ہے کہ دوست کی نظر میں قبول ہو جائیں اور انوار کی تجلی ان پر دم بدم ہو۔

پھر فرمایا کہ جب ایسا شخص صبح کی نماز ادا کر کے جائے نماز پر قرار پکڑتا ہے تو فرشتے کو حکم ہوتا ہے کہ جب تک وہ نہ اٹھے اس کے پاس آ کر اس کیلئے بخشش مانگے۔

پھر اسی موقع کے مناسب فرمایا کہ خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عمدہ میں لکھتے ہیں وہ اسرار الٰہی کا اشارہ ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے شیطان کو غمگین دیکھ کر سبب دریافت فرمایا۔ عرض کی آپ ﷺ کی امت کے چار گروہ ہوں گے۔ سب سے

اول موذن جو بانگ کہتے ہیں۔ اس واسطے کہ جب وہ اذان کہتے ہیں تو جو سنتا ہے وہ اذان کے جواب میں مشغول ہو جاتا ہے۔ کہنے والے اور سننے والے سب بخشے جاتے ہیں۔ دوسرے جو جہاد کیلئے باہر نکلتے ہیں تو ان کے گھوڑوں کی سموں کی آواز سے جب وہ تکبیر کہتے ہیں اور خدا کیلئے لڑتے ہیں تو حکم ہوتا ہے کہ ان کو مع ان کے متعلقین کے بخشا۔ تیسرے وہ گروہ جو کسب حلال سے روزی کماتے ہیں اور درویش جب وہ حلال کی کمائی کھاتے ہیں اور اوروں کو کھلاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو بخشتا ہے۔ چوتھے وہ لوگ جو صبح کی نماز ادا کر کے سورج نکلنے تک وہیں بیٹھے رہتے ہیں اور پھر نماز اشراق ادا کرتے ہیں۔ شیطان نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ جس روز میں ملکوت میں تھا تو میں نے لوح محفوظ میں لکھا دیکھا تھا کہ جو شخص صبح کی نماز ادا کر کے سورج نکلنے تک یادالٰہی میں مشغول رہے اور پھر اشراق کی نماز ادا کرے تو اللہ تعالیٰ مع اس کے ستر ہزار متعلقین کے اسے بخشتا ہے اور دوزخ کے عذاب سے خلاصی عنایت کرتا ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ میں نے فقہ الاکبر میں لکھا دیکھا ہے کہ امام المتقین ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک کفن چور چالیس سال تک کفن چراتا رہا۔ آخر جب مرا تو اسے خواب میں دیکھا کہ بہشت میں ٹہل رہا ہے۔ اس کا سبب پوچھا تو بولا کہ مجھ میں ایک چیز تھی۔ وہ یہ کہ جب میں صبح کی نماز ادا کرتا تھا تو سورج نکلنے تک یادالٰہی میں مشغول رہ کر پھر اشراق کی نماز ادا کرتا حق تعالیٰ چونکہ اندک پذیر (تھوڑا قبول فرما لینے والا) اور بسیار بخش (زیادہ بخشنے والا) ہے اس نے اس کی برکت سے مجھے بخش دیا۔ میرے افعال کا کچھ خیال نہ کیا اور مجھے اس درجہ پر پہنچا دیا۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ عارف کو جب حالت ہوتی ہے اور اس چیز میں محو ہوتا ہے تو اس حالت میں اگر کئی ہزار ملک جن میں عجیب وغریب چیزیں ہوں اس کے پیش کی جائیں تو وہ ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ مگر اسی چیز میں دیکھتا ہے جو ان کیلئے نازل ہوتی ہے۔ عارف کی ایک علامت تو یہی ہے کہ وہ ہر وقت متبسم رہتا ہے جس وقت عارف مسکراتا ہے اس وقت عالم ملکوت میں مقرب اسے دکھائی دیتے ہیں۔ پس جو کچھ ان سے ظاہر ہوتا ہے وہ اس کے مسکرانے کا سبب ہوتا ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ عرفان میں ایک حالت ہوتی ہے جب وہ حالت اس پر طاری ہوتی ہے تو ایک ہی قدم میں عرش سے حجاب عظمت تک کا فاصلہ طے کر لیتے ہیں اور وہاں سے حجاب کبریا تک پہنچ جاتے ہیں پھر دوسرے قدم پر اپنے مقام پر آ پہنچتے ہیں۔

پھر خواجہ صاحب آبدیدہ ہوئے کہ عارف کا سب سے کم درجہ یہی ہے لیکن وہ جو کامل ہیں ان کا درجہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کہاں تک ہے، کہاں تک پہنچتے ہیں اور کب واپس آتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

مجلس (۲)

جنابت وطہارت

جمعرات کے روز قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اس وقت جنابت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ مولانا بہاؤالدین بخاری اور مولانا شہاب الدین محمد بغدادی حاضرِ خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ انسان کے ہر بال تلے جنابت ہے۔

پس لازم ہے کہ جس جس بال کے تلے جنابت ہے وہاں پانی پہنچائے اور اپنے بالوں کو تر کرنا چاہئے۔ اگر ایک بال بھی خشک رہ جائے گا تو قیامت کے دن وہی بال اس سے جھگڑے گا۔

پھر فرمایا کہ فتاویٰ ظہیریہ میں، میں نے لکھا دیکھا ہے کہ آدمی کا منہ پاک رہتا ہے۔ جب تک جنب کی حالت میں رہے جو کچھ پانی وغیرہ پیئے۔ وہ ناپاک نہیں ہوتا۔ اگر وہ بے طہارت ہے یا جنبی ہے یا حائض، مومن ہو۔ خواہ کافر۔ اس کا منہ پاک ہے۔

بعد ازاں اسی بارے میں فرمایا کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ بیٹھے تھے کہ ایک صحابی نے اٹھ کر پوچھا یا رسول اللہ ﷺ اگر کوئی جنبی ہو اور گرم ہوا چلتی ہو اور پسینے سے کپڑے تر ہو جائیں تو وہ کپڑے ناپاک ہو جائیں گے یا نہیں؟ فرمایا کہ ناپاک نہیں ہوں گے۔ پھر فرمایا! آب دہن بھی پاک ہے اگر کپڑے کو لگ جائے تو ناپاک نہیں ہوتا۔

بعد ازاں اس موقعہ کے مناسب فرمایا کہ میں نے خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام بہشت سے باہر دنیا میں آئے اور حضرت حوا علیہا السلام کے ساتھ صحبت کا اتفاق ہوا تو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے آ کر کہا اٹھ کر غسل کر۔ تو بہت خوش ہوئے اور کہا۔ اے بھائی جبرائیل! اس غسل کا کچھ اجر؟ جواب ملا۔ آپ کے بدن کے ہر بال کے بدلے ایک سال کی عبادت کا ثواب اور پانی کا ہر ایک قطرہ جو آپ کے بدن سے چھوا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے ایک ایک فرشتہ پیدا کیا ہے جو روز قیامت تک عبادت کرتا رہے گا اور اس عبادت کا ثواب آپ کو ملے گا۔ پوچھا۔ اے بھائی جبرائیل! یہ ثواب میرے ہی لئے ہے یا میرے فرزندوں کیلئے بھی؟ جواب ملا جو تیرا فرزند مومن ہوگا اور حلال غسل کرے گا۔ اس کے بالوں کی تعداد کے موافق اتنے ہی سالوں کی عبادت اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جائے گی اور جو قطرے اس کے بدن سے گریں گے ہر قطرے کے عوض ایک فرشتہ اللہ تعالیٰ پیدا کردے گا جو قیامت تک تسبیح و تہلیل میں مشغول رہیں گے اور اس کا ثواب اس مومن کو ملے گا جب خواجہ صاحب نے یہ بات ختم کی تو روئے اور فرمایا کہ یہ فائدے اس شخص کے بارے میں ہیں جو حلال غسل کرتا ہے اور جو حرام غسل کرتا ہے تو اس کے ہر بال کے بدلے ایک سال کے گناہ اس کے نامۂ اعمال میں لکھے جاتے ہیں اور ہر ایک قطرے سے غسل کے وقت جو اس کے بدن سے گرتا ہے ایک شیطان پیدا ہوتا ہے۔ قیامت تک جو بدی اس شیطان سے ہوتی ہے وہ اس شخص کے ذمہ لکھی جاتی ہے۔

شریعت وطریقت وحقیقت

پھر فرمایا کہ راہ شریعت پر چلنے والوں کا شروع یہ ہے کہ جب لوگ شریعت میں ثابت قدم ہو جاتے ہیں اور شریعت کے تمام فرمان بجالاتے ہیں اور ان کے بجالانے میں ذرہ بھر تجاوز نہیں کرتے تو اکثر وہ دوسرے مرتبے پر پہنچتے ہیں جسے طریقت کہتے ہیں اس کے بعد جب مع شرائط طریقت میں ثابت قدم رہتے ہیں اور تمام احکام شریعت بلا کم و کاست بجالاتے ہیں تو معرفت کے درجے کو پہنچ جاتے ہیں جب معرفت کو پہنچتے ہیں تو شناخت و شناسائی کا مقام آ جاتا ہے۔ جب اس مقام پر بھی ثابت قدم ہو جاتے ہیں تو درجہ حقیقت کو پہنچتے ہیں اس مرتبے پر پہنچ کر جو کچھ طلب کرتے ہیں پا لیتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ میں نے ایک بزرگ سے عارف کی تعریف یوں سنی کہ عارف وہ ہے جو دونوں جہاں سے قطع تعلق کرے پھر

مقام فردانیت پر پہنچے کیونکہ یہ راہ وہی شخص اختیار کر سکتا ہے جو سب سے بیگانہ بن جائے۔

اسی موقعہ پر پھر فرمایا کہ نماز ایک امانت ہے جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے سپرد کی ہے پس بندوں پر واجب ہے کہ امانت میں کسی قسم کی خیانت نہ کریں۔

مقبول اور غیر مقبول نماز

پھر فرمایا کہ انسان نماز ادا کرے تو رکوع و سجود کما حقہ بجالائے اور ارکان نماز اچھی طرح ملحوظ رکھے۔

پھر فرمایا کہ میں نے صلوٰۃ مسعودی میں لکھا دیکھا ہے کہ جب لوگ نماز اچھی طرح ادا کرتے ہیں اور اس کے تمام حقوق بجا لاتے ہیں اور رکوع اور سجود اور قرأت و تسبیح کو ملحوظ رکھتے ہیں تو فرشتے اس نماز کو آسمان پر لے جاتے ہیں پھر اس نماز سے نور شائع ہوتا ہے اور آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں جب وہ نماز عرش سے نیچے لائی جاتی ہے تو حکم ہوتا ہے کہ سجدہ کر اور نماز ادا کرنے والے کیلئے بخشش مانگ کیونکہ وہ تیرے حقوق اچھی طرح بجالایا ہے پھر خواجہ صاحب روئے اور فرمایا کہ یہ تو اچھی نماز ادا کرنے والوں کے حق میں ہے لیکن جو ارکان نماز کو بخوبی ملحوظ نہیں رکھتے جب ان کی نماز کو فرشتے آسمان پر لے جانا چاہتے ہیں تو آسمان کے دروازے نہیں کھلتے اور حکم ہوتا ہے کہ اس نماز کو لے جا کر اسی نمازی کے منہ پر دے مارو پھر نماز زبان حال سے کہتی ہے کہ جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا ہے خدا تجھے ضائع کرے۔

پھر اسی موقع پر فرمایا ایک مرتبہ میں بخارا میں دستار بندوں کے بیچ بیٹھا تھا تو ان سے یہ حکایت سنی۔ کہ ایک مرتبہ پیغمبر خدا ﷺ نے ایک شخص کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا جو رکوع و سجود میں نماز کا حق اچھی طرح ادا نہیں کرتا تھا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو پوچھا کہ کتنے عرصہ سے اس طرح نماز ادا کر رہا ہے۔ عرض کی یا رسول اللہ چالیس سال سے ایسی ہی نماز ادا کر رہا ہوں۔ فرمایا۔ اس چالیس سال میں تو نے کوئی نماز ادا نہیں کی اگر تو مر جائے گا تو میری سنت پر نہیں مرے گا۔

پھر فرمایا کہ میں نے خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب انبیاء، اولیاء اور ہر مسلمان سے پوچھیں گے جو اس حساب سے عہدہ برآ نہیں ہو سکے گا وہ عذاب دوزخ میں مبتلا ہوگا۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ میں شام کے قریب ایک شہر میں تھا جس کا نام میری یاد سے اتر گیا ہے۔ اس کے باہر ایک غار تھی جس میں ایک بزرگ شیخ اوحد محمد الواحد غزنوی رہتا تھا اور جس کے وجود مبارک پر چمڑا ہی چمڑا تھا۔ سجادے پر بیٹھا ہوا تھا اور دو شیر اس کے پاس کھڑے تھے۔ میں شیروں کے ڈر کے مارے پاس نہ جا سکتا تھا۔ جب اس کی نگاہ مجھ پر پڑی تو فرمایا آجاؤ، ڈرو نہیں۔ جب میں پاس گیا تو آداب بجالا کر بیٹھ گیا۔

پہلی بات جو بزرگ نے مجھ سے کی۔ وہ یہ ہے کہ اگر تو کسی کا ارادہ نہ کرے گا تو وہ تیرا بھی ارادہ نہ کرے گا یعنی شیر کی کیا ہستی ہے کہ تو اس سے ڈرتا ہے پھر فرمایا کہ جب تیرے دل میں خوف خدا ہوگا تمام تجھ سے ڈریں گے۔ شیر کی کیا حقیقت ہے۔ وہ لوگوں سے بھی نہیں ڈرے گا۔ اس قسم کی بہت سی باتیں بیان فرمائیں پھر پوچھا کہاں سے آنا ہوا۔ عرض کی بغداد سے۔ فرمایا، آنا مبارک ہو لیکن لازم ہے کہ تو درویشوں کی خدمت کرے تاکہ بزرگ بن جائے لیکن سنو! مجھے اس غار میں رہتے ہوئے کئی

ایک سال گزر گئے اور تمام خلقت سے گوشہ نشینی اور تنہائی اختیار کی ہے لیکن تیس سال سے ایک چیز کے سبب رو رہا ہوں۔ اس ڈر سے دن رات روتا ہوں۔ میں نے پوچھا وہ کیا؟ فرمایا جب میں نماز ادا کرتا ہوں تو اپنے آپ کو دیکھ کر روتا ہوں کہ اگر ذرّہ بھر شرط نماز ادا نہ ہوئی تو سب کچھ ضائع ہو جائے گا۔ اسی وقت یہ طاعت میرے منہ پر دے ماریں گے۔ پس اے درویش! اگر تو نماز کے حق سے عہدہ برآ ہو جائے تو واقعی تو نے بڑا کام کیا ہے نہیں تو، تو اپنی عمر ضائع کرے گا پھر یہ حدیث بیان فرمائی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی گناہ دنیا میں اور کوئی دشمن قیامت میں اس سے بڑھ کر نہیں کہ نماز کو باشرائط ادا نہ کیا جائے۔

پھر فرمایا کہ میرے بدن پر جو ہڈیاں اور چمڑا دکھائی دیتا ہے یہ اسی کے سبب سے ہے مجھے معلوم نہیں کہ آیا مجھ سے نماز کا حق ادا ہوا بھی ہے یا نہیں۔ یہ بات کہتے ہوئے ایک سیب اٹھایا جو اس کے پاس ہی تھا۔ اس کی ساری گفتگو کا لب لباب یہ تھا کہ نماز کا عہدہ بڑا بزرگ عہدہ ہے۔ اگر سلامتی کے ساتھ اس سے عہدہ برآ ہو سکے تو خلاصی پا جاتا ہے۔ نہیں تو شرمندہ رہتا ہے اور یہ چہرہ کسی کو نہیں دکھلا سکتا۔

پھر خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ اے درویش! نماز دین کا رکن ہے اور رکن ستون ہوتا ہے۔ پس جب ستون قائم ہوگا تو گھر بھی قائم ہوگا جب ستون نکل جائے گا تو چھت فوراً گر پڑے گی چونکہ اسلام اور دین کیلئے نماز بمنزلہ ستون ہے جب نماز کے اندر فرض، سنت، رکوع اور سجود میں خلل آئے گا تو حقیقت اسلام اور دین وغیرہ خراب ہو جائیں گے۔

بعد ازاں فرمایا کہ صلوٰۃ مسعودی کی شرح میں امام زاہد رحمۃ اللہ واسعہ کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی عبادت میں ایسی تاکید و تشدید نہیں کی جیسی کہ نماز کے بارے میں۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روایت

پھر اسی موقعہ پر فرمایا کہ امام جعفر صادق روایت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جابجا نصیحت کی ہے۔ بعض ان میں سے بہ لفظ مدح خطاب ہے اور بعض بطور ترغیب اور بعض بطور ترہیب (خوف دلانا) سات سو مقام پر ایسی نصیحتیں کی ہیں۔ نماز قائم کرو کیونکہ یہ دین کا ستون ہے۔ تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ قیامت کے روز پچاس مختلف مقامات پر مختلف سوال ہر آدمی سے پوچھے جائیں گے۔ پہلے مقام پر اگر ایمان اور اس کی شرائط وصفات اور شناخت باری تعالیٰ سے بال بھر بھی بیان نہیں کر سکے گا۔ تو وہیں سے سیدھا دوزخ میں بھیج دیا جائے گا۔ بعد ازاں دوسرے مقام پر نماز اور فریضہ کی بابت سوال کریں گے۔ اگر عہدہ برآ ہوگا تو بہتر نہیں تو وہیں سے دوزخ بھیج دیا جائے گا۔ پھر تیسرے مقام پر سنت نبوی کی بابت سوال ہوں گے اگر ان سے عہدہ برآ ہوگا تو رہا کیا جائے گا ورنہ مؤکلوں کے ہاتھ پیغمبر خدا ﷺ کی خدمت میں بھیجا جائے گا کہ یہ شخص آپ ﷺ کی امت سے ہے جس نے سنت کے ادا کرنے میں کوتاہی کی ہے جب ان فوائد کو ختم کر چکے تو زار زار رو دیئے اور یہ الفاظ زبان مبارک سے فرمائے کہ افسوس ہے اس شخص پر جو قیامت کے دن پیغمبر خدا ﷺ سے شرمندہ ہوگا تو کس کے پاس جائے گا جب خواجہ صاحب یہ فوائد ختم کر چکے تو ہر شخص اپنے مقام کو واپس گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔

مجلس (۳)

نماز کی ادائیگی میں تاخیر

بدھ کے روز قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ سمرقند کی طرف کے چھ درویش حاضر خدمت تھے۔ مولانا بخاری حاضر تھے جو خواجہ صاحب کی بھی خدمت میں رہتے تھے پھر شیخ اُحدالدین کرمانی بھی آ کر بیٹھ گئے۔ گفتگو اس بارے میں ہو رہی تھی کہ نماز فریضہ میں اس قدر تاخیر کی جائے کہ وقت گزر جائے اور قضا کر کے ادا کریں۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا وہ کیسے مسلمان ہیں جو نماز وقت پر ادا نہیں کرتے اور اس قدر دیر کرتے ہیں کہ وقت گزر جاتا ہے۔ ان کی مسلمانی پر بیس ہزار افسوس! جو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں کوتاہی کرتے ہیں۔

اہلِ شوق کی نماز

پھر فرمایا کہ میرا گزر ایسے شہر سے ہوا جہاں پر یہ رسم تھی کہ وقت سے پہلے نماز کیلئے تیار ہو جاتے تھے۔ میں نے پوچھا کہ اس میں کیا حکمت ہے؟ تم سب وقت سے پہلے ہی تیار ہو۔ کہا، سبب یہ ہے کہ جب وقت ہو فوراً نماز ادا کر لیں۔ جب تیار نہ ہوں گے تو شاید وقت گزر جائے پھر یہ منہ نبی کریم ﷺ کو کس طرح دکھا سکیں گے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ عَجِلُوْا بِالتَّوْبَةِ قَبْلَ الْمَوْتِ وَعَجِلُوْا بِالصَّلٰوةِ قَبْلَ الْفَوْتِ۔ مرنے سے پہلے توبہ کیلئے جلدی کرو اور فوت ہو جانے سے پیشتر نماز کیلئے جلدی کرو۔

دو نمازیں اکٹھی کرنا

بعدازاں فرمایا کہ امام یحییٰ زندوسی رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ میں واسعہ میں، میں نے لکھا دیکھا ہے کہ مولانا حسام الدین محمد بخاری سے جو میرے استاد تھے سنا ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ فرماتے ہیں من اکبر الْکَبَائِرِ جمع بین الصَّلٰوۃ یعنی سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ نماز فریضہ میں اس قدر تاخیر کی جائے کہ وقت گزر جائے اور پھر دو نمازیں اکٹھی ادا کی جائیں۔

منافق کی نماز

بعدازاں فرمایا کہ خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں، میں حاضر تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے یہ حدیث سنی جس کی روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کی ہے۔ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں منافقوں کی نماز بتاؤں۔ عرض کی جناب فرمایئے فرمایا جو شخص (عصر) کی نماز میں اس قدر تاخیر کرے کہ سورج کی روشنی میں فرق آ جائے اور اس کا رنگ زردی مائل ہو جائے۔ پھر عرض کی کہ وقت مقرر فرمائیں۔ فرمایا اس کا ٹھیک وقت یہ ہے کہ آفتاب نے اپنا اصلی رنگ نہ بدلا ہو یعنی زرد نہ پڑ گیا ہو۔ جاڑے اور گرمی میں یہی حکم ہے۔

نماز کے صحیح اوقات

بعدازاں فرمایا کہ میں نے فقہ ہدایہ میں شیخ الاسلام خواجہ عثمان ہارونی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی یہ حدیث دیکھی ہے۔ حدیث

شریف:- اسفروا بالفجر لانه اعظم للاجر۔ یعنی صبح کی نماز سفیدی میں ادا کرو تا کہ ثواب زیادہ ہو۔ ظہر کی نماز میں سنت طریقہ یہ ہے کہ اس قدر تاخیر کی جائے کہ ہوا سرد ہو جائے اور جاڑے میں جب سایہ ڈھلے تو ادا کی جائے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے ابردوا بالظهر فان شدة الحر من فيه جهنم۔ یعنی گرمی میں ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت ادا کرو۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے صبح کی نماز قضا ہو گئی تو اس قدر روئے اور آہ وزاری کی کہ بیان نہیں ہو سکتی۔ آواز آئی کہ اے بایزید! تو اس قدر آہ وزاری کیوں کرتا ہے اگر صبح کی ایک نماز فوت ہو گئی تو ہم نے تیرے اعمال میں ہزار نماز کا ثواب لکھ دیا ہے۔

پھر فرمایا کہ تفسیر محبوب قریش میں لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص پانچ نمازیں باوقت ادا کرتا ہے وہ قیامت کے دن اس کی رہنما بنتی ہیں۔

جس کی نماز نہیں اس کا ایمان نہیں

بعد ازاں فرمایا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس کی نماز نہیں اس کا ایمان نہیں۔

پھر فرمایا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا ایمان لمن لاصلوۃ له جس کی نماز نہیں، اس کا ایمان نہیں۔

اسی موقعہ پر پھر فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ امام زاہد کی تفسیر میں لکھا ہے فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ۔ (ماعون) یعنی ویل دوزخ میں ایک کنواں ہے بعض کہتے ہیں کہ دوزخ کی ایک وادی ہے جس میں سخت سے سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو نماز میں غفلت کرتے ہیں۔

پھر ویل کی تفسیر یوں فرمائی کہ ویل نے ۷۰ ہزار مرتبہ اللہ تعالیٰ سے رو کر پوچھا کہ ایسا سخت عذاب کن لوگوں کو ہوگا؟ حکم ہوا ان کیلئے جو نماز کو وقت پر ادا نہیں کرتے اور قضا کرتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ نے شام کی نماز ادا کی اور جب آسمان کی طرف دیکھا تو ستارا دکھائی دیا۔ غمناک ہو کر آپ اندر چلے گئے اور اس کے کفارے میں ایک غلام آزاد کیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ حکم ہے کہ جب سورج غروب ہو فوراً نماز ادا کرو کیونکہ ایسا کرنا سنت ہے۔

بعد ازاں صدقے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ جو بھوکے کو کھانا کھلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے اور دوزخ کے مابین سات پردے حائل کر دے گا جن میں سے ہر ایک پردہ پانچ سو سالہ راہ کے برابر بڑا ہوگا پھر کچھ دیر جھوٹ کہنے کے بارے میں گفتگو ہوئی تو فرمایا جس نے جھوٹی قسم کھائی گویا اس نے اپنے خاندان کو ویران کیا۔ اس گھر سے برکت اٹھالی جاتی ہے۔

بے نمازی اور جھوٹی قسم کھانے والا

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ بغداد کی جامع مسجد میں ایک ذاکر مولانا عماد الدین بخاری نام رہتے تھے جو نہایت ہی صالح مرد تھے۔ یہ حکایت میں نے ان سے سنی کہ ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دوزخ کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا۔

فرمایا کہ اے موسیٰ! میں نے دوزخ میں ایک وادی ہاویہ پیدا کی ہے جو ساتواں دوزخ ہے اور سب سے خوفناک اور سیاہ ہے اور اس کی آگ بھی سیاہ اور نہایت تیز ہے۔ اس میں سانپ بچھو بکثرت ہیں۔ وہ گندھک کے پتھروں سے ہر روز تپایا جاتا ہے۔ اگر اس گندھک کا ایک قطرہ دنیا میں آپڑے تو تمام پانی خشک ہو جائے اور تمام پہاڑ گل جائیں اور اس کی گرمی سے زمین پھٹ جائے۔ اے موسیٰ! ایسا عذاب دو شخصوں کیلئے بنایا ہے، ایک وہ جو نماز ادا نہیں کرتا اور دوسرے وہ جو میرے نام کی جھوٹی قسم کھاتا ہے۔

سچی قسم کا کفارہ

پھر فرمایا کہ ایک بزرگ خواجہ محمد اسلم طوسی نامی نے ایک مرتبہ کسی کام کی خاطر سچی قسم کھائی۔ اس وقت وہ حالت سکر (بیہوشی) میں تھا۔ جب حالت صحو (ہوشمندی) میں آیا تو پوچھا کہ کیا میں نے آج قسم کھائی ہے؟ کہا، ہاں! فرمایا چونکہ آج سچی قسم کھانے پر میرے نفس نے جرأت کی ہے۔ کل جھوٹی قسم کی جرأت کرے گا۔ اس لئے بہتر ہے کہ جب تک میں زندہ رہوں بات ہی نہ کروں۔ اس کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے لیکن کسی سے کلام نہ کی۔ یہ اس سچی قسم کا کفارہ تھا جو اس نے ایک مرتبہ کھائی۔

بعد ازاں دعا گو نے التماس کی کہ اگر خواجہ صاحب کو ضرورت پڑتی تھی تو کیا کرتے تھے؟ فرمایا اشاروں سے کام لیتے تھے جب یہ فوائد ختم ہوئے تو سارے آداب بجالا کر اپنے گھر واپس گئے اور خواجہ صاحب یادالٰہی میں مشغول ہوئے۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ
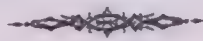
مجلس (۴)

محبت میں صادق کون؟

سوموار کے روز قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس روز شیخ شہاب الدین سہروردی خواجہ اجل شیرازی اور شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہم زیارت کیلئے آئے ہوئے تھے۔ بات اس بارے میں شروع ہوئی کہ محبت میں صادق کون آتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ محبت میں صادق وہ ہوتا ہے کہ جب دوست سے مصیبت آئے تو رغبت سے اسے قبول کرے۔ بعد ازاں شیخ شہاب الدین سہروردی نے فرمایا کہ محبت میں صادق وہ ہوتا ہے کہ جس پر شوق اور اشتیاق اس قدر غالب ہو کہ اگر لاکھ تلوار بھی اس کے سر پر ماری جائے تو اسے کوئی خبر نہ ہو۔

بعد ازاں خواجہ اجل شیرازی نے فرمایا کہ دوستی مولا میں وہ شخص صادق ہوتا ہے کہ اگر اس کا ذرہ ذرہ کر دیا جائے اور آگ میں جلا کر خاکستر کر دیا جائے تو بھی دم نہ مارے۔

بعد ازاں شیخ سیف الدین باخرزی نے فرمایا کہ دوستی مولا میں وہ شخص صادق ہوتا ہے کہ جسے ہمیشہ چوٹ لگے۔ اور مشاہدہ

دوست میں اس چوٹ کو بھول جائے اور اس پر کوئی اثر نہ ہو۔ پھر شیخ الاسلام خواجہ معین الدین ادام اللہ تقواہ نے فرمایا کہ یہ بات شیخ شہاب الدین میں پائی جاتی ہے۔ اس واسطے کہ اسرار اولیاء میں، میں نے لکھا دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ رابعہ بصری، خواجہ حسن بصری، مالک دینار اور خواجہ شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہم سب بصرے میں ایک جگہ بیٹھے تھے اور گفتگو صدق محبت کے بارے میں ہو رہی تھی۔ خواجہ حسن بصری نے فرمایا کہ مولا کی دوستی میں وہ شخص صادق ہے کہ جب اسے رنج و درد ہو تو صبر کرے۔ رابعہ نے فرمایا کہ اے خواجہ اس سے غرور کی بو آتی ہے پھر مالک دینار نے فرمایا کہ مولیٰ کی دوستی میں وہ صادق ہے جو ہر بلا میں جو دوست کی طرف سے اس پر آئے رضا طلبی کرے اور اس پر راضی رہے۔ رابعہ نے فرمایا اس سے بہتر ہونا چاہئے۔

بعد ازاں خواجہ شفیق نے فرمایا کہ مولیٰ کی دوستی میں وہ شخص صادق ہے کہ اگر اس کا ذرّہ ذرّہ بھی کر دیا جائے تو بھی دم نہ مارے۔ رابعہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اسے رنج و الم پہنچے تو وہ اسے دوست کے مشاہدہ میں بھول جائے پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہم بھی اس بات کا اقرار کرتے ہیں۔ شیخ سیف الدین باخرزی نے فرمایا کہ صدق محبت اسی کا نام ہے۔

قبرستان میں ہنسنا

پھر ہنسی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ دراصل جو خندہ اور قہقہہ ایک کبیرہ گناہ ہے۔ وہی خندہ اور قہقہہ اہل سلوک میں ہے۔ فرمایا کہ خندہ وقہقہہ جائز تو ہے لیکن قبرستان میں نہیں چاہئے کیونکہ وہ عبرت کا مقام ہے۔ نہ کہ کھیل کود کا۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی شخص قبرستان سے گزرتا ہے تو مردے کہتے ہیں کہ اے غافل! اگر تجھے معلوم ہو جائے کہ تجھے یہ کچھ پیش آنا ہے تو تیرے جسم کا گوشت و پوست گر پڑے۔

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اور شیخ اوحد کرمانی کرمان میں مسافر تھے ہاں پر ایک بوڑھے کو جو حد سے زیادہ بزرگ صاحب نعمت اور یادالٰہی میں مشغول تھا دیکھا۔ لیکن جیسا اس بزرگ کو مشغول دیکھا ویسا کبھی بھی نہیں دیکھا۔

الغرض! جب میں نے اسے دیکھا تو سلام کیا۔ معلوم ہوا کہ گویا اس میں گوشت و پوست ہے ہی نہیں۔ صرف روح ہی روح ہے۔ وہ بزرگ بات بھی بہت کم کرتا تھا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اس بزرگ سے ماجرا پوچھوں تو کیوں ایسا لاغر و ناتواں ہو گیا ہے۔ وہ روشن ضمیر تھا۔ پیشتر اس کے کہ میں پوچھوں۔ خود ہی فرمایا کہ اے درویش! ایک روز میں ایک یار کے ہمراہ قبرستان سے گزرا۔ ایک قبر کے نزدیک تھوڑی دیر ٹھہرے جب بیٹھے تو اتفاقاً کوئی ایسی بات ہوئی جس کے سبب سے مجھے ہنسی آئی اور قہقہہ لگا کر ہنسا۔ قبر سے آواز آئی، اے غافل! جس کو ایسا مقام درپیش ہو اور اس کا حریف ملک الموت ہو اور اس کا غمخوار خاک کے نیچے سانپوں اور بچھوؤں کے بس میں ہو اسے ہنسی سے کیا کام؟ جونہی آواز سنی۔ میں آہستہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور دوست کا ہاتھ چوم کر اسے تو روانہ کیا اور خود نماز میں آ بیٹھا اور اس ہیبت سے اپنے آپ میں پگھلنا شروع کیا۔ آج چالیس سال ہونے کو آئے کہ میں نے اسی شرم کے مارے آسمان کی طرف نہیں دیکھا اور نہ ہی مسکرایا ہوں۔ میں شرمندہ ہوں کہ قیامت کے دن کیا منہ دکھاؤں گا۔

عذاب و ہیبتِ قبر اور قیامت کا خوف

بعد ازاں اسی بارے میں آپ نے ایک بزرگ کی حکایت سنائی جسے خواجہ عطائی سلمی ﷺ کہتے ہیں اور جس نے چالیس سال

تک آسمان کی طرف نہیں دیکھا تھا جب سبب پوچھا گیا کہ کیوں اس قدر روتا ہے؟ تو کہا، قبر کے ڈر اور قیامت کے خوف سے۔

بعدازاں اس سے آسمان کی طرف نہ دیکھنے کی وجہ پوچھی تو کہا کہ مجھے شرم آتی ہے کیونکہ میں نے گناہ بکثرت کئے ہیں اور مجلسوں میں خندے اور قہقہے لگائے ہیں۔ اس واسطے میں اوپر کی طرف نہیں دیکھتا۔ اور نہ ہی آسمان کی طرف دیکھتا ہوں۔ اس حکایت کے بعد ایک اور کی حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ فتح موصلی جو بندہ طریقت تھے آٹھ سال تک روتے رہے۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے رخساروں پر گوشت و پوست نہ رہا۔ جب وفات کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ کہا بخش دیا۔ لیکن جب اوپر لے گئے اور عرش کے نیچے پہنچے تو میں نے سجدہ کیا۔ لیکن ڈرتا تھا اور کانپتا تھا۔ آواز آئی کہ فتح! تو اس قدر کیوں روتا ہے؟ کیا میرا اغفار ہونا تجھے معلوم نہیں؟ میں نے سر سجدہ میں رکھ دیا اور مناجات کی کہ پروردگار! مجھے معلوم تو تھا لیکن میں عذاب قبر اور ہیبت قبر اور ملک الموت کی سختی سے ڈر کر روتا تھا کہ اس تنگ لحد میں میری کیا حالت ہوگی۔ بعدازاں حکم ہوا کہ چونکہ اس سے تو ڈرتا تھا۔ واپس چلا جا کہ میں نے تمہیں اس خوف سے رہائی دی اور تجھے بخش دیا۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ سیوستان میں خواجہ عثمان ہارونی کے ہمراہ میں سفر کر رہا تھا۔ ایک جھونپڑی میں ایک درویش شیخ صدرالدین محمد احمد سیوستانی کو دیکھا جو ازحد یادالٰہی میں مشغول تھے اور بزرگ تھے۔ میں چند روز ان کی صحبت میں رہا۔ جو شخص جھونپڑی میں آتا محروم نہ جاتا۔ عالم غیب سے کچھ نہ کچھ اسے دیتا اور یہ کہتا کہ اس درویش کو دعائے ایمان سے یاد کرو۔ اگر میں اپنا ایمان گور میں سلامت لے جاؤں گا تو گویا میں بڑا کام کروں گا۔

الغرض! جب وہ بزرگ موت اور قبر کی ہیبت کو سنتا تو بید کی طرح کانپتا۔ اور اس کی آنکھوں سے خون جاری ہو جاتا۔ گویا پانی کا چشمہ ہے۔ اس کے بعد سات رات دن تک وہ روتا رہتا لیکن کھڑے ہو کر اور آنکھیں آسمان کی طرف کئے ہوئے کہ اس کا رونا دیکھ کر ہمیں بھی رونا آ جاتا۔ جب رونے سے فارغ ہوتا تو بیٹھ کر ہماری طرف مخاطب ہو کر کہتا۔ اے عزیزو! جسے موت آنی ہے اور ملک الموت کا سا حریف اس کا پیچھا کئے ہوئے ہے اور نیز روز قیامت کا سا دن اس کے پیش آنا ہے اسے خواب و اقرار اور ہنسی و خوشدلی سے کیا واسطہ اور دوسرے کام میں مشغول ہونا اسے کس طرح بھلا معلوم ہوتا ہے۔ پھر فرمایا اے عزیزو! اگر تم مردوں کا حال جو چیونٹیوں اور سانپوں کے بس میں ہیں اور مٹی کے قید خانے میں بند ہیں ذرہ بھر بھی معلوم ہو جائے جوان سے معاملہ ہو رہا ہے تو کھڑے کھڑے نمک کی طرح پانی بن جاؤ۔

پھر فرمایا، اے عزیزو! میں نے ایک مرتبہ بصرہ میں ایک بزرگ کو دیکھا جو ازحد یادالٰہی میں مشغول تھا۔ اس کے ساتھ میں قبرستان میں گیا۔ وہ صاحب کشف تھا۔ ایک قبر کے پاس ہم دونوں بیٹھ گئے کیا دیکھتے ہیں کہ فرشتے اس مردے کو بڑا سخت عذاب کر رہے ہیں۔ جب اس بزرگ نے دیکھا تو نعرہ مار کر گر پڑا۔ جب میں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ مر گیا ہے۔ ایک گھڑی بعد نمک کی طرح پانی بن کر غائب ہو گیا جیسا کہ خوف اس بزرگ پر طاری ہوتے دیکھا۔ کسی میں نہ دیکھا تھا نہ سنا تھا۔

پھر فرمایا کہ میں ایسا اپنے آپ میں محو ہوں کہ ہر روز اپنے آپ میں گھلتا ہوں۔ تیس سال بعد میں نے تم سے گفتگو کی ہے۔ پس اے عزیزو! جس قدر لوگ خلقت میں مشغول رہتے ہیں کیوں اپنے کام (اطاعتِ الٰہی) میں مشغول نہیں ہوتے کیونکہ جس قدر خلقت میں مشغول ہوتے ہیں اسی قدر خالق سے دور جا پڑتے ہیں۔ پس جا کر توشے کی تیاری کرو کیونکہ ہم سب کو ایک دن

پیش آنے والا ہے ممکن ہے کہ ہم ایمان سلامت لے جائیں۔ یہ کہہ کر دو کھجوریں جو اس کے پاس تھیں مجھے دیں اور خود اٹھ کر رونے میں مشغول ہوگیا اور پھر عالم تحیر میں محو ہوگیا۔ بعدازاں خواجہ صاحب زار زار روئے اور فرمایا اے درویش! مجھے اس خدا کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اس دن سے لے کر آج تک ہر روز موت اور قبر کی ہیبت سے گھلا جاتا ہوں۔ میرے پاس نہ سواری ہے نہ توشہ جس کی وجہ سے خوف سے بے کھٹکے ہو جاؤں۔

قبرستان میں کھانے پینے والا ملعون و منافق ہے

پھر فرمایا کہ قبرستان میں عمداً کھانا کھانا یا پانی پینا کبیرہ گناہ ہے جو عمداً کھائے۔ وہ ملعون اور منافق ہے کیونکہ گورستان عبرت کا مقام ہے نہ کہ حرص و ہوا کا۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ میں نے امام یحیٰی ابوالخیر زندوسی کے روضے میں لکھا دیکھا ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ فرماتے ہیں "من اکل فی المقابر طعاما اوشرابا فھو ملعون و منافق" جس نے قبرستان میں کچھ کھایا پیا وہ ملعون اور منافق ہے۔

بعدازاں اسی موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ خواجہ حسن بصری کا گزر قبرستان سے ہوا۔ تو کیا دیکھتے ہیں کچھ مسلمان قبرستان میں بیٹھ کر کھا پی رہے ہیں۔ پاس جا کر پوچھا کہ بھائیو تم منافق ہو یا مسلمان! ان کو یہ بات ناگوار معلوم ہوئی۔ خواجہ صاحب سے برا سلوک کرنا چاہا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا میں نے اس واسطے پوچھا ہے کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ فرماتے ہیں جو قبرستان میں کھائے پیئے وہ منافق ہے۔ اس واسطے کہ یہ عبرت کا مقام ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو یہاں تم جیسے اور تم سے بہتر خاک میں سوئے پڑے ہیں اور چونٹیوں اور سانپوں کے بس میں ہیں اور قید میں گرفتار۔ ان کا گوشت و پوست گل سڑ گیا ہے اور ان کا جمال خاک میں مل گیا ہے۔ تم نے اپنے ہاتھوں ان عزیزوں کو خاک میں دفن کیا ہے تمہارا دل کس طرح چاہتا ہے یہاں بیٹھ کر کھانا کھاؤ اور کھیل کود میں مشغول ہو۔ خواجہ صاحب نے یہ کہا تو سب نے فوراً توبہ کی کہ ہمیں معاف کر دیں اور بخش دیں۔ ہم اس سے باز آئے۔

ہنسی اور کھیل کود میں مشغولیت کیوں؟

بعدازاں خواجہ صاحب نے اسی موقعہ کے مناسب ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ میں نے ریاحین میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسالت پناہ ﷺ نے کچھ آدمیوں کو دیکھا جو ہنسی اور کھیل کود میں مشغول تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ٹھہر کر سلام کہا تو سب احتراماً کھڑے ہوئے اور سر زمین پر رکھ دیئے پھر غلاموں کی طرح دست بستہ خدمت میں پیش ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا۔ بھائیو! کیا تم موت سے بے خوف ہو۔ سب نے ایک زبان ہو کر عرض کی۔ نہیں فرمایا: کیا تم اعمال کے خوف سے نجات پا چکے ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ فرمایا: کیا پل صراط سے گزر گئے ہو؟ عرض کی نہیں فرمایا پھر کیوں ہنسی اور کھیل کود میں مشغول ہو؟ آنحضرت ﷺ کی نصیحت نے ان پر ایسا اثر کیا کہ بعدازاں ان میں سے کسی نے ان کو ہنستے نہ دیکھا۔

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا مشائخ طبقات اولیائے صفاتِ طریقت۔ امامانِ دین اور خواجگان معرفت دنیا و مافیہا سے بیزار

ہیں کیونکہ انہیں ہیبت و حیرت کا عذاب دکھائی دیتا ہے۔

مومن کو ستانا کبیرہ گناہ ہے

پھر فرمایا کہ مرتبہ سوم میں جسے اہل سلوک بھی گناہ کبیرہ خیال کرتے ہیں۔ یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی کبیرہ گناہ نہیں کہ مسلمان بھائی کو بغیر سبب تکلیف دی جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اَلَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا"۔ مسلمان بھائی کو ستانا کبیرہ گناہ ہے۔ اس میں خدا اور رسول ﷺ دونوں ناراض ہوتے ہیں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے حکایت بیان فرمائی کہ ایک بادشاہ نے رعایا پر ظلم و تعدی کر کے ملک کو برباد کر رکھا تھا اور بڑی تکلیف دیتا تھا۔ مدت بعد اسی بادشاہ کو بغداد میں کنکری مسجد کے پاس کھڑے ہوئے دیکھا کہ سر اور داڑھی کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور گرد آلود ہیں۔ پہلی حالت بالکل بدل چکی ہے اور بدن پر خاک ڈالی ہوئی ہے۔ ایک شخص نے اسے پہچان کر پوچھا کہ تو وہی بادشاہ ہے جو مکہ میں لوگوں پر ظلم و تعدی کرتا تھا۔ شرمندہ ہو کر جواب دیا تو نے مجھے کس طرح پہچانا؟ کہا، میں نے تجھے اس دن نعمت و دولت میں دیکھا ہے۔ جب تو خلق خدا پر رحم نہیں کرتا تھا بلکہ الٹا ظلم و تعدی کرتا تھا کہا، ہاں! اس وقت میں بے سبب خلق خدا کو تکلیف پہنچاتا تھا اور ان پر ظلم کرتا تھا۔ اس واسطے اپنا کیا پالیا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ بغداد میں دریا کے کنارے ایک جھونپڑی دیکھی جس میں ایک بزرگ رہتا تھا جب میں جھونپڑی میں آیا تو سلام کہا سلام کا جواب اس نے اشارے سے دیا اور اشارے ہی سے فرمایا کہ بیٹھ جا۔ کچھ دیر میں بیٹھا تو مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے درویش! قریباً پچاس سال سے میں نے گوشہ تنہائی اختیار کیا ہے جس طرح تم جہان میں سفر کر رہے ہو۔ اسی طرح میں سفر کرتا تھا۔ میں نے ایک دنیادار بزرگ کو ایک شہر میں دیکھا جو خلق خدا کو لین دین میں ستاتا تھا۔ میں نے اسے کچھ نہ کہا، نہ اسے باز رکھا۔ میں دیکھ کر چلا آیا۔ فرشتے نے آواز دی اے درویش! اگر حق کی خاطر اس دنیادار کو کہہ دیتا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر! اور خلقت سے زیادتی نہ کر تو وہ تیرے کہنے سے باز آ جاتا لیکن تو اس بات سے ڈر گیا کہ وہ دنیادار جو تجھ پر مہربانی کرتا تھا شاید نہ کرے۔ جب سے میں نے غیب کی آواز سنی مارے شرم کے کئی سال سے اس کٹیا میں رہتا ہوں اور قدم باہر نہیں رکھتا۔ میں اس اندیشے میں ہوں کہ اگر قیامت کو مجھ سے اس معاملے کی بابت پوچھا گیا تو کیا جواب دوں گا پس اے درویش! اس روز سے میں نے قسم کھائی ہے کہ میں کسی طرف نہیں نکلوں گا تا کہ کسی فعل کو دیکھ کر اس کا گواہ نہ بننا پڑے۔

بعد ازاں جب شام کا وقت ہوا تو اس کیلئے جو کی دو روٹیاں، ایک پیالہ اور ایک کوزہ پانی کا اترا۔ میں نے اور اس فقیر نے اکٹھا افطار کیا۔ جب میں وہاں سے روانہ ہوا تو اس نے دو سیب مصلے تلے سے نکال کر مجھے دیئے۔ میں آداب بجالا کر واپس چلا آیا۔

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ سلوک میں چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ یہ بھی کبیرہ گناہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا نام سنے یا کلام اللہ سنے تو اس کا دل نرم نہ ہو اور ہیبت الٰہی سے اس کا اعتقاد ایمان میں زیادہ نہ ہو۔ پس اگر عیاذاً باللہ ذکر الٰہی قرآن مجید سنتے وقت سننے والوں کا دل نرم نہ ہو یا ان کا اعتقاد ایمان میں زیادہ نہ ہو بلکہ ہنسی اور کھیل کود میں مشغول ہوں تو گناہ کبیرہ ہے۔

جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ"۔

امام زاہد تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس آیت کے معنی یوں ہیں کہ حقیقت میں مومن وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا نام سنتے ہیں تو ان کا اعتقاد ایمان میں زیادہ ہو جاتا ہے۔ جس وقت ذکر الٰہی سنتے ہیں یا کلام الٰہی اس وقت جو ہنستے ہیں وہ ضرور بالضرور منافق ہیں۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے کچھ آدمیوں کو دیکھا کہ وہ ذکر خدا بھی کرتے ہیں۔ مگر ہنسی اور کھیل کود میں بھی مصروف ہیں اور ذکر سے ان کے دل نرم نہیں ہوتے۔ آنحضرت ﷺ نے کھڑے ہو کر فرمایا یہ منافقوں کا تیسرا گروہ ہے۔ جس کا دل کلام الٰہی سنتے وقت نرم نہیں ہوتا۔

اللہ کا نام

پھر حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ ابراہیم خواص نے کچھ آدمیوں کو دیکھا جو ذاکر تھے اور بیٹھ کر ذکر کر رہے تھے۔ جونہی خواجہ صاحب نے ان کی زبان سے اللہ تعالیٰ کا نام سنا ایسا ذوق اور درد پیدا ہوا کہ رقص کرنے لگے۔ سات دن رات رقص کرتے رہے اور بے ہوش ہو جاتے جس وقت ہوش میں آتے پھر خدا کا نام زبان پر لاتے پھر بے ہوش ہو جاتے جب ہوش میں آئے تو تازہ وضو کر کے دوگانہ ادا کیا اور سر سجدہ میں رکھ کر یا اللہ کہا اور جاں بحق ہوئے۔ خواجہ صاحب نے یہ شعر پڑھا

عاشق بہوائے دوست بیہوش بود وزیاد محب خویش مدہوش بود
فرط کہ بحشر خلق حیراں باشد نام تو درونِ سینہ و گوش بود

بعد ازاں خواجہ صاحب نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ خواجہ یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں چند درویش صاحب حال ونعمت دائرہ میں حاضر تھے اور میں بھی موجود تھا۔ یہی شعر پڑھ رہے تھے۔ میں اور وہ درویش اس شعر کے سننے سے سات رات دن بے ہوش رہے اور رقص کرتے رہے۔ جب قوال اور شعر پڑھنا چاہتے تو ہم یہی کہلواتے ان درویشوں میں سے دو تو ایسے بے خبر ہو گئے کہ زمین پر گر پڑے اور درمیان سے غائب ہو گئے۔ جب خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا تو تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

مجلس (۵)

والدین کو نظر محبت سے دیکھنا

سوموار کے روز قدمبوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ شیخ جلال الدین شیخ محمد اوحد چشتی اور دوسرے بزرگ حاضر خدمت تھے اور بات اس بارے میں ہو رہی تھی کہ پانچ چیزوں کو دیکھنا عبادت میں داخل ہے۔ بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ ان پانچوں میں سے پہلی یہ ہے کہ اپنے والدین کے چہرے کو محبت کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ اس واسطے کہ حدیث میں ہے کہ جو فرزند اللہ

تعالیٰ کی دوستی اور محبت کی خاطر اپنے والدین کا چہرہ دیکھتا ہے اس کے نامۂ اعمال میں مقبول حج کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ بعدازاں فرمایا کہ ایک فاسق اور بدکار جوان فوت ہوا تو اسے خواب میں دیکھا کہ حاجیوں کے ساتھ بہشت میں ٹہل رہا ہے۔ لوگوں کو تعجب ہوا۔ سبب دریافت کیا، کہا میری بڑھیا ماں تھی جب میں گھر سے نکلتا اس کے قدموں پر سر رکھ دیتا۔ ماں دعا دیتی کہ اللہ تعالیٰ تجھے بخشے۔ اور حج کا ثواب تیرے نصیب کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کرلی اور مجھے بخش دیا۔ اب میں حاجیوں کے ساتھ بہشت میں ٹہل رہا ہوں۔ بعدازاں ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ یہ مرتبہ آپ کو کس طرح حاصل ہوا؟ تو فرمایا کہ میں ابھی سات سال کا تھا اور مسجد میں استاد سے قرآن شریف پڑھنے جایا کرتا تھا جب اس آیت پر پہنچا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۔ تو استاد سے اس کا مطلب پوچھا۔ فرمایا حکم الٰہی ہے کہ جس طرح میری خدمت بجا لاتے ہو والدین کی بھی خدمت بجالاؤ۔ استاد سے یہ سنتے ہی بستہ باندھ کر گھر آیا اور ماں کے قدموں پر سر رکھ دیا کہ اے ماں! میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے اللہ تعالیٰ سے میرے لئے کچھ مانگ۔ میں کماحقہٗ تیری خدمت بجالاؤں گا جب والدہ سے یہ درخواست کی تو انہوں نے رحم کھا کر دوگانہ ادا کرنے کے بعد میرا ہاتھ پکڑ کر قبلہ رخ ہوکر خدا تعالیٰ کو سونپا۔ یہ دولت مجھے وہاں سے نصیب ہوئی جس کا سبب والدہ کی دعا تھی۔ دوسرے یہ کہ ایک مرتبہ موسم سرما میں رات کے وقت میری ماں نے پانی مانگا۔ میں کوزہ بھر کر ہاتھ پر رکھ کر حاضر ہوا لیکن والدہ سوگئیں۔ میں نے نہ جگایا۔ چنانچہ رات کے آخری حصہ میں بیدار ہوئیں تو مجھے کوزہ لئے کھڑا دیکھا۔ جب مجھ سے کوزہ لیا تو سردی کے مارے میرا ہاتھ کوزے سے چپکا ہوا تھا۔ کوزے کے ساتھ ہی میرے ہاتھ کا چمڑا اکھڑ گیا۔ ماں نے ترس کھا کر میرا سر بغل میں لیا اور چھاتی سے لگا کر بوسہ لیا اور کہا: اے جان مادر! تو نے بڑی تکلیف اٹھائی۔ یہ کہہ کر میرے حق میں دعا کہ کہ اللہ تعالیٰ تجھے بخشے۔ میری ماں کی دعا قبول ہوئی اور یہ سب دولت اسی دعا کی بدولت نصیب ہوئی۔

قرآن مجید کو دیکھنا

بعدازاں دوسرے درجہ کے متعلق فرمایا کہ قرآن شریف کو دیکھنا عبادت ہے اس واسطے کہ شرح اولیاء میں، میں نے لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص کلام اللہ شریف کی طرف دیکھتا ہے یا پڑھتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسے دو ثواب دو۔ ایک قرآن شریف پڑھنے کا اور دوسرا قرآن شریف دیکھنے کا اور ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں عطا ہوتی ہیں اور دس بدیاں مٹائی جاتی ہیں۔ بعدازاں دعا گو نے التماس کی کہ مصحف مجید لشکر اور سفر میں ہمراہ لے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ فرمایا: اسلام کے شروع میں چونکہ کفار کا غلبہ تھا اس لئے آنحضرت ﷺ قرآن شریف ہمراہ نہیں لے جایا کرتے تھے کہ مبادا کفار کے ہاتھ آجائے لیکن جب اسلام نے زور پکڑا تو پھر ہمراہ لے جایا کرتے تھے۔

بعدازاں اسی موقعہ پر فرمایا کہ سلطان محمود غزنوی اناہ اللہ برہانہ کو وفات کے بعد لوگوں نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا سلوک کیا؟ فرمایا، ایک رات میں ایک شخص کے ہاں مہمان تھا۔ ایک طاق میں قرآن شریف پڑا تھا۔ میں نے دل میں کہا کہ قرآن شریف یہاں ہے۔ میں کس طرح سوؤں گا۔ پھر کہا کہ قرآن شریف کسی اور مکان میں رکھ دیا جائے۔

پھر خیال آیا کہ اپنے آرام کی خاطر میں کیوں اسے باہر بھیجوں۔ موت کے وقت اسی کے عوض بخش دیا گیا۔

بعدازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ جو شخص قرآن شریف کو دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس کی بینائی زیادہ ہو جاتی ہے اور اس کی آنکھ کبھی نہیں دکھتی اور نہ خشک ہوتی ہے۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک بزرگ سجادے پر بیٹھا ہوا تھا اور سامنے قرآن شریف رکھا تھا۔ ایک نابینے نے آکر التماس کی کہ میں نے بہت علاج کیئے مگر آرام نہیں ہوا اب آپ کے پاس آیا ہوں تاکہ میری آنکھیں ٹھیک ہو جائیں میں آپ سے فاتحہ کیلئے ملتجی ہوں۔ اس بزرگ نے قبلہ رُخ ہوکر فاتحہ پڑھی اور قرآن شریف اٹھا کر اس کی دونوں آنکھوں پر ملا جس سے اس کی دونوں آنکھیں چراغ کی طرح روشن ہو گئیں۔

بعدازاں فرمایا کہ میں نے جامع الحکایات میں لکھا دیکھا ہے کہ پہلے زمانہ میں ایک فاسق جوان تھا جس کی بدکاری سے مسلمانوں کو نفرت آتی تھی۔ بہتیرا اُسے منع کرتے لیکن ایک نہ سنتا۔

الغرض! جب وہ مرگیا تو لوگوں نے اسے خواب میں دیکھا کہ سر پر تاج رکھے، خرقہ پہنے فرشتوں کے ہمراہ بہشت میں جا رہا ہے۔ اس سے پوچھا کہ تو، تو بدکار تھا۔ یہ دولت کہاں سے نصیب ہوئی؟ جواب دیا کہ دنیا میں مجھ سے ایک نیکی ہوئی۔ وہ یہ کہ جہاں کہیں قرآن شریف دیکھ لیتا کھڑے ہوکر بڑی عزت کی نگاہوں سے اسے دیکھتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی بدولت مجھے بخش دیا اور یہ درجہ عنایت فرمایا۔

علماء اور مشائخ کو محبت سے دیکھنا

بعدازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص علماء کی طرف دیکھے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو قیامت تک اس کیلئے بخشش مانگتا رہتا ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ جس دل میں علماء اور مشائخ کی محبت ہو۔ ہزار سال کی عبادت اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہے۔ اگر وہ اسی اثناء میں مرجائے تو اسے علماء کا درجہ ملتا ہے اور اس مقام کا نام علیین ہوتا ہے۔ پھر فتاویٰ ظہیریہ میں لکھا دیکھا ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص علماء کے ہاں آمدورفت رکھے اور سات دن ان کی خدمت کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہ بخش دیتا ہے اور سات ہزار سال کی نیکی اس کے نامۂ اعمال میں لکھتا ہے۔ ایسی نیکی کہ دن کو روزہ رکھے اور رات کو قیام میں گزار دے۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ پہلے زمانہ میں ایک آدمی تھا جو علماء اور مشائخ کو دیکھ کر از روئے حسد منہ پھیر لیتا تھا۔ جب وہ مرگیا تو لوگوں نے اس کا رخ قبلہ کی طرف کرنا چاہا لیکن نہ ہوا۔ غیب سے آواز آئی اس کو کیوں تکلیف دیتے ہو؟ اس نے دنیا میں علماء اور مشائخ سے روگردانی کی ہے۔ اس لئے ہم اپنی رحمت سے اس کا منہ پھیر دیتے ہیں اور قیامت کے دن ریچھ کی صورت میں اس کا حشر کریں گے۔

خانۂ کعبہ کو دیکھنا

بعدازاں فرمایا کہ چوتھا مرتبہ خانہ کعبہ کا دیکھنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص خانہ کعبہ کی زیارت کرے گا وہ

عبادت میں داخل ہوگا۔ اس کی زیارت سے ہزار سال کی عبادت اور حج کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا اور اولیاء کا درجہ اسے نصیب ہوگا۔

اپنے پیر کو دیکھنا

بعدازاں فرمایا کہ پانچواں درجہ اپنے پیر کو دیکھنا اور اس کی خدمت کرنا ہے۔ میں نے معرفۃ المریدین میں لکھا دیکھا ہے کہ شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے پیر کی خدمت کما حقہ ایک روز بجا لائے اللہ تعالیٰ بہشت میں مرواریدی ہزار محل اسے عنایت کرے گا اور ہزار سال کی عبادت کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا۔

خدمتِ پیر کا صلہ

بعدازاں فرمایا کہ مرید کو لازم ہے کہ جو کچھ پیر کی زبان سے سنے اس پر بڑی کوشش سے عمل کرے اور پیر کی خدمت بجا لائے اور حاضر خدمت رہے۔ اگر متواتر خدمت بجا نہ لا سکے تو کم از کم اس بات کی ضرور کوشش کرے۔

بعدازاں اسی موقعہ کے مناسب حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ کسی زاہد نے سو سال خدا کی اس طرح عبادت کی کہ دن کو روزہ رکھتا اور رات کو قیام کرتا۔ کوئی دم یادالٰہی سے غافل نہ رہتا۔ جو اس کے پاس آتا اسے نصیحت کرتا۔ آنے جانے والوں کو کہتا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ جل شانہٗ فرماتا ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ یعنی اے بندو! تمہیں عبادت کیلئے پیدا کیا ہے نہ کہ کھانے پینے اور غافل رہنے کیلئے۔ پس اے مسلمانو! ہمیں واجب ہے کہ کسی کام میں دست اندازی نہ کریں مگر عبادت اور طاعت الٰہی میں۔

الغرض! جب زاہد فوت ہوا تو لوگوں نے اسے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے کیسا برتاؤ کیا۔ کہا مجھے بخش دیا پوچھا کس عمل کے بدلے؟ جواب دیا۔ میں دن رات بیدار رہتا اور کسی وقت آرام نہ لیتا۔ لیکن یہ عمل خدا نے پسند نہ فرمایا بلکہ میری بخشش کا سبب یہ تھا کہ میں اپنے پیر کی خدمت کیا کرتا تھا۔ اس لئے حکم ہوا کہ چونکہ تم نے اپنے پیر کی خدمت میں کوتاہی نہیں کی۔ اس لئے ہم نے تجھے بخش دیا۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ قیامت کے دن صدیق، اولیاء اور مشائخ وغیرہ کو ایسی حالت میں مبعوث کیا جائے گا کہ ان کے کندھوں پر گدڑیاں ہوں گی۔ اور ہر گدڑی میں لاکھوں دھاگے ہوں گے۔ ان کے مرید اور فرزند آ کر ان دھاگوں میں لٹک جائیں گے اور ایک ایک دھاگہ مضبوط پکڑیں گے۔ جب خلق خدا حشر قیامت سے فارغ ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ انہیں قوت عنایت کرے گا اور وہ پل صراط کے قریب پہنچ جائیں گے۔ اس گدڑی کے وسیلے سے مرید و فرزند تیس ہزار سالہ راہ اور قیامت کے عذابوں سے بآسانی گزر کر بہشت میں جا پہنچیں گے۔ مجال نہیں کہ انہیں سختی لاحق ہو جب خواجہ صاحب یہ فوائد بیان کر چکے تو خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

مجلس (۶)

قدرتِ باری تعالیٰ

جمعرات کے روز قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں بات شروع ہوئی۔ شیخ برہان الدین چشتی اور شیخ محمد صفاہانی اور درویش بغداد کی جامع مسجد میں حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ایسی چیزیں پیدا کی ہیں اگر انسان غور کرے تو ایک پل میں دیوانہ ہو جائے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے آرزو کی کہ اصحاب کہف کو دیکھیں حکم ہوا کہ میں نے کہہ دیا ہے کہ تو دنیا میں انہیں نہیں دیکھ سکے گا۔ البتہ آخرت میں دکھا دوں گا۔ اگر انہیں اپنے دین میں لانا چاہتا ہے تو میں لا سکتا ہوں۔ بعد ازاں فرمایا کہ اپنے یاروں کو اس گدڑی پر بٹھاؤ۔ گدڑی یاروں کو لے کر اصحاب کہف کی غار کے دروازے پر پہنچی۔ یاروں نے اصحاب کہف کو سلام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کیا اور انہوں نے سلام کا جواب کہا۔ پھر یاروں نے دین نبوی ﷺ ان کو پیش کیا جو انہوں نے قبول کیا۔

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ کونسی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں نہیں۔ مرد کو چاہیئے کہ اس کے احکام کے بجا لانے میں کمی نہ کرے پھر جو کچھ چاہے گا مل جائے گا۔ پھر آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اپنے خواجہ شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا اور، اور درویش بھی بیٹھے تھے اور بات متقدمین کے مجاہدے بارے میں ہو رہی تھی کہ اتنے میں ایک بوڑھا نہایت لاغر عصا ہاتھ میں لئے ہوئے آیا اور سلام کیا۔ سلام کا جواب دے کر شیخ عثمان ہارونی نے بڑی بشاشت سے اٹھ کر اپنے پاس جگہ دی۔ اس بوڑھے نے بیان کیا کہ تیس سال سے میرا لڑکا مجھ سے جدا ہے۔ اس کے درد فراق سے میری حالت یہ ہو گئی ہے۔ مجھے اس کے مرنے جینے کی کوئی اطلاع نہیں۔ اب میں خواجہ صاحب کی خدمت میں آیا ہوں کہ میرے لڑکے کے صحیح سلامت آنے کی بابت دعا کریں۔ شیخ صاحب نے یہ سنتے ہی مراقبہ کیا پھر سر اٹھا کر حاضرین کو فرمایا کہ دعا کرو۔ لڑکا صحیح سلامت آ جائے۔ جب دعا ختم کی تو فرمایا بوڑھے! ایک لحظہ بعد اپنے لڑکے کو ہمارے پاس لے آنا۔ جب بوڑھے نے سنا تو آداب بجا لا کر روانہ ہوا۔ راستے میں اسے مبارک باد ملی کہ تیرا لڑکا آ گیا ہے۔ گھر جا کر لڑکے کو دیکھا اور ملاقات کی۔ بوڑھے کی کمزور آنکھیں لڑکے کو دیکھ کر روشن ہو گئیں۔ پچھلے پاؤں لڑکے کو خواجہ صاحب کی خدمت میں لایا اور قدم بوسی کرائی۔ خواجہ صاحب نے لڑکے کو پاس بلا کر پوچھا تو کہاں تھا؟ اس نے کہا کہ عین سمندر کے بیچ دیوؤں کی قید میں تھا۔ آج بھی اسی مقام پر بیٹھا تھا کہ ایک درویش نے جو ہمشکل آپ کا تھا۔ آ کر زنجیر توڑ ڈالی۔ اور میری گردن مضبوط پکڑ کر فرمایا کہ میرے پاؤں پر پاؤں رکھ اور آنکھیں بند کر پھر فرمایا کہ آنکھیں کھول جب میں نے آنکھیں کھولیں تو اپنے تئیں گھر کے دروازے پر پایا۔ یہ بات کہہ کر اور کچھ عرض کرنا چاہا لیکن خواجہ صاحب نے روک دیا۔ اس بوڑھے نے خواجہ صاحب کے قدموں پر سر رکھ دیا کہ دیکھو! مردان خدا باوجود اس قدرت کے اپنے تئیں پوشیدہ رکھتے ہیں۔

تاریکی اور روشنی کا فرشتہ

پھر فرمایا کہ کعب الاخبار سے روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا فرشتہ پیدا کیا ہے کہ اس کی بزرگی اور ہیبت کو خدا ہی جانتا ہے۔ اس کا نام ہابیل ہے۔ اس فرشتے نے دونوں ہاتھ پھیلا رکھے ہیں۔ ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں اور لَآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ مُحَمَّدٌرَّسُوْلُ اللّٰہِ کی تسبیح پڑھتا ہے اور روشنی کا موکل ہے۔ مشرق والے ہاتھ سے روشنی دیتا ہے اور مغرب والے ہاتھ سے تاریکی۔ اگر روشنی کو ہاتھ سے چھوڑ دے تو سارا جہان تاریک ہو جائے اور کبھی دن نہ آئے۔ ایک تختی لٹکی ہوئی ہے جس پر سیاہ وسفید لکیریں کھینچی ہوئی ہیں۔ وہ دیکھ کر کبھی زیادہ کرتا ہے اور کبھی کم۔ جب زیادہ کرتا ہے تو روشنی ہو جاتی ہے اور جب کم کرتا ہے تو تاریکی چھا جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی دن بڑے ہو جاتے ہیں اور کبھی راتیں۔ خواجہ صاحب جب یہ فوائد ختم کر چکے تو زار زار روئے اور عالم سکر میں فرمایا کہ اس راہ میں اللہ تعالیٰ کے ایسے مرد بھی ہیں جو معاملہ جہان میں گزرتا ہے اور عجائبات قدرت سے جو وقوع میں آتا ہے وہ سب ان کے پیش نظر ہے اور اسے دیکھتے ہیں اور بندگان خدا کے روبرو وہ معاملہ پیش کرتے ہیں۔

بعدازاں اسی موقع پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور فرشتہ اس قدر ہیبت والا بنایا ہے کہ اس کا ایک ہاتھ آسمان میں ہے اور دوسرا زمین میں۔ آسمان والے ہاتھ سے ہوا کو نگاہ میں رکھتا ہے اور زمین والے ہاتھ سے پانی کو۔ اگر پانی کو ہاتھ سے چھوڑ دے تو سارا جہان غرق ہو جائے۔ اگر ہوا کو چھوڑ دے تو جہان تہہ و بالا ہو جائے۔

کوہِ قاف اور فرتائیل فرشتہ

بعدازاں اسی موقع کے مناسب فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کوہ قاف پیدا کیا ہے جو اتنا بڑا ہے کہ تمام دنیا کے گرد پھیلا ہوا ہے اور دنیا و مافیہا اس کے اندر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی تفسیر یوں بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ پیدا کیا ہے جو اس پہاڑ پر بیٹھا ہے۔ (اس کا نام فرتائیل ہے) اس کی تسبیح یہ ہے لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اس کا نام فرتائیل ہے اور وہ اس پہاڑ کا موکل ہے کبھی وہ ہاتھ بند کرتا ہے کبھی کھولتا ہے زمین کی رگیں اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھ میں دے رکھی ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ زمین کو تنگ کرنا چاہتا ہے تو فرشتے کو رگیں کھینچنے کا حکم دیتا ہے جس سے چشمے خشک ہو جاتے ہیں اور نباتات نہیں اگتیں۔ جب فراخ سالی کرنا چاہتا ہے تو رگیں کھولنے کا حکم دے دیتا ہے۔ جب خلقت کو ڈرانا چاہتا ہے تو رگوں کے ہلانے کا حکم دیتا ہے جسے زلزلہ کہتے ہیں۔ پس جب حکم ہوتا ہے تو زمین ہلتی ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام خواجہ عثمان ہارونی اور شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے کہ ''اسرار العارفین'' میں یوں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ کو چالیس جہان کے برابر بنایا ہے۔ ہر جہان میں اس کے ۴۰۰ حصے ہیں۔ ہر ایک حصہ اس دنیا سے چار گنا ہے۔ اس پہاڑ کے پیچھے کوئی تاریکی نہیں اور نہ ہی وہاں رات ہوتی ہے۔ وہاں کی زمین سونے کی ہے اور وہاں کے رہنے والے فرشتے ہیں۔ نہ آدم نہ شیطان نہ بہشت، نہ دوزخ۔ جس روز سے اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا ہے سارے فرشتے لَآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ مُحَمَّدٌرَّسُوْلُ اللّٰہِ کہتے ہیں۔ ان ۴۰ جہانوں کے پیچھے حجاب ہیں اور ان کے پیچھے اور

حجاب ہیں جن کی بڑائی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ یہ پہاڑ ایک گائے کے سر پر رکھا ہے جس کی بڑھائی تیس ہزار سال کے راہ کے برابر ہے۔ گائے کھڑی ہوئی اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتی ہے اس کا سر مشرق میں اور اس کی دم مغرب میں ہے۔

بعدازاں شیخ عثمان ہارونی نے قسم کھائی کہ جس روز میں نے یہ حکایت شیخ مودود چشتی سے سنی تو آپ نے مراقبہ کیا۔ ایک درویش حاضر خدمت تھا دونوں غائب ہوگئے پھر آ موجود ہوئے۔ اس درویش نے قسم کھا کر کہا کہ میں اور شیخ مودود چشتی دونوں اس پہاڑ کے پاس تھے اور ۴۰ جہان جو خواجہ صاحب نے بیان کئے انہیں معاینہ کرنے کی خواہش تھی۔ ہم نے دیکھا تو جو کچھ فرمایا گیا تھا وہ ویسا ہی تھا واقعی ان میں ذرہ بھر فرق نہیں تھا۔ ٹھیک اسی طرح ہیں جیسا کہ خواجہ صاحب نے بیان کئے ہیں۔ اس مکاشفے کا سبب یہ تھا کہ مجھے شک ہوا۔ آپ نے دورانِ بیان حکایت اس شک کو معلوم کر لیا۔ اس وقت شیخ الاسلام خواجہ معین الدین ادام اللہ تقواہٗ نے فرمایا کہ درویش میں ایسی قوت باطنی ہونی چاہئے کہ اگر سننے والا حکایت اولیاء میں شک کرے تو اسے وہ دکھا دیں اور کرامت کی قوت سے اسے قائل کریں۔

پھر اسی موقع کے مناسب فرمایا کہ ایک دفعہ میں سمرقند کی طرف مسافر تھا۔ امام ابواللیث کے محل کے قریب ایک بزرگ مسجد تیار کرا رہا تھا۔ ایک دانشمند کھڑا کہتا تھا کہ محراب اس طرف رکھو کیونکہ کعبہ اس طرف ہے۔ میں نے کہا کہ اس طرف نہیں بلکہ اس طرف ہے جدھر میں کہتا ہوں۔ بہتیرا میں نے کہا لیکن نہ مانا۔ میں نے اس کی گردن پکڑ کر کہا کہ دیکھو۔ جدھر میں کہتا ہوں ادھر ہی کعبہ ہے۔ جب اس نے نظر اٹھائی تو کعبہ دکھائی دیا۔

سانپ کے منہ میں دوزخ

بعدازاں اسی موقع محل پر بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا سانپ پیدا کیا ہے کہ جس روز دوزخ پیدا کی اس سانپ کو کہا کہ اے سانپ! یہ امانت میں تیرے حوالے کرتا ہوں۔ عرض کی کہ فرمانبردار ہوں۔ آواز آئی منہ کھولو۔ منہ کھولا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ دوزخ اس کے منہ میں رکھ دو۔ جب رکھی گئی تو حکم ہوا کہ منہ بند کر لے۔ اب دوزخ سانپ کے منہ میں ہے اور ساتویں زمین کے نیچے ہے۔ پس اگر دوزخ اس سانپ کے منہ میں نہ ہوتی تو سارا جہاں جل جاتا اور ہلاک ہو جاتا۔

بعدازاں فرمایا کہ جب قیامت ہوگی تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ اس کے منہ سے دوزخ نکال لاؤ۔ دوزخ کی ہزار زنجیریں ہوں گی اور ہر زنجیر میں ہزار فرشتے لٹکے ہوں گے۔ وہ فرشتے اس قدر بڑے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ حکم کرے تو ایک فرشتہ تمام مخلوقات کو ایک نوالہ بنا کر نگل جائے۔ پھر دوزخ تپائی جائے گی جب ایک پھونک لگائیں گے تو قیامت برپا ہوگی جب خواجہ صاحب نے یہ فوائد ختم کئے تو فرمایا کہ جو شخص اس عذاب سے بچنا چاہئے وہ فرمانبرداری کرے کیونکہ خدا کے نزدیک اس طاعت سے بڑھ کر اور کوئی طاعت نہیں۔ میں نے عرض کی کہ وہ کون سی طاعت ہے۔ فرمایا، عاجزوں کی فریادرسی اور حاجت مندوں کی حاجت روائی اور بھوکوں کو کھانا کھلانا۔ ان سے بڑھ کر کوئی نیک کام نہیں ہے۔ جب خواجہ صاحب یہ فوائد ختم کر چکے تو خلقت اور میں واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

مجلس (۷)

سورۂ فاتحہ کی فضیلت وعظمت

بدھ کے روز ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ چند حاجی بھی آئے ہوئے تھے اور بات فاتحہ کے بارے میں ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ مشائخ طبقات کے آثار میں، میں نے لکھا دیکھا ہے کہ فاتحہ حاجت بر آری کیلئے بکثرت پڑھنا چاہئے۔ حدیث میں ہے کہ جسے کوئی مشکل پیش آ جائے وہ حسب ذیل طریق سے سورۂ فاتحہ پڑھے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ یعنی رَحِیْمِ کی میم کو اَلْحَمْدُ کے لام سے ملائے اور آمین کے وقت تین مرتبہ آمین کہے۔ اللہ تعالیٰ اس مشکل کو حل کر دے گا۔

سورۂ فاتحہ بے مثل ہے

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ بیٹھے تھے اور یار آنحضرت ﷺ کے گرداگرد بیٹھے تھے۔ فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بہت سی کرامتیں عنایت فرمائی ہیں کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے آ کر کہا کہ حکم الٰہی ہے کہ میں نے تیرے پاس جو کتاب بھیجی ہے اس میں ایک ایسی سورۃ ہے کہ اگر وہ تورایت میں ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام کی امت سے کوئی شخص یہود نہ ہوتا۔ اگر انجیل میں ہوتی تو کوئی عیسائی بت پرست نہ ہوتا۔ اگر زبور میں ہوتی تو کوئی شخص داؤد علیہ السلام کی امت سے مُغ (آتش پرست) نہ بنتا۔ اس واسطے یہ بھیجی گئی ہے تاکہ اس کی برکت کے بعد تیری امت اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل کرے اور قیامت کے دن دوزخ کے عذاب سے خلاصی پاوے۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا وہ کون سی سورۃ ہے فرمایا کہ وہ سورۃ فاتحہ ہے۔ پھر جبرائیل امین علیہ السلام نے کہا مجھے اس خدا کی قسم جس نے آپ ﷺ کو پیغمبر بنا کر بھیجا اگر روئے زمین کے دریا سیاہی اور تمام درخت قلم بن جائیں اور ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں کاغذ ہو جائیں اور ابتدائے عالم سے لے کر سب فرشتے اور آدمی اس کے فضائل لکھتے رہیں تو اس کی ایک فضیلت بھی نہ لکھ سکیں۔

تمام امراض کے لئے شفا

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ سورۃ فاتحہ تمام دردوں اور بیماریوں کیلئے شفاء ہے جو بیماری کسی علاج سے درست نہ ہو۔ وہ صبح کی نماز کے فرضوں اور سنتوں کے درمیان ۴۱ مرتبہ بسم اللہ کے ساتھ سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کرنے سے دور ہو جاتی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ حدیث میں ہے الفاتحة الشفاءِ من كل داءٍ یعنی سورہ فاتحہ ہر درد کی دوا ہے۔

بعد ازاں فرمایا ایک مرتبہ ہارون الرشید نور اللہ مرقدہ کو سخت بیماری لاحق تھی۔ دو سال سے زیادہ تک رہی۔ جب علاج سے عاجز رہا تو وزیر کو خواجہ فضیل عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا کہ میں زحمت سے تنگ آ گیا ہوں۔ کسی علاج سے افاقہ نہیں ہوا۔

الغرض! چونکہ شفاعت کا وقت پہنچ چکا تھا۔ خواجہ فضیل عیاض رحمۃ اللہ علیہ فوراً اٹھ کر ہارون الرشید کے پاس آئے اور اپنا دست مبارک اس کے جسم پر پھیرا۔ ۴۱ مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا ابھی اچھی طرح دم نہ کیا تھا کہ اسے صحت حاصل ہو گئی۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک بیمار کے اوپر سورۃ پڑھ کر دم کیا۔ اسی وقت اسے صحت ہو گئی۔ ایک اور آدمی اس کی بیمار پرسی کیلئے آیا اور پوچھا کہ کیا حالت ہے کس طرح صحت ہوئی کہا امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ آ گئے تھے اور سورۂ فاتحہ جو ہم پڑھتے ہیں پڑھ کر دم کیا تھا جس سے مجھے صحت ہوئی تھی۔ ابھی بات ختم نہ کرنے پایا تھا کہ پھر وہی بیماری لاحق ہوئی جس سے وہ مر گیا۔ اس کا سبب بداعتقادی اس کی تھی۔ آدمی کو ہر بات میں صدق سے کام لینا چاہئے اور نیک عقیدہ رکھنا چاہئے۔ اگر بغیر فاتحہ بھی ہاتھ پھیرا جائے تو بھی شفا ہو جاتی ہے۔ سورۂ فاتحہ تمام دردوں کی دوا ہے۔

بعدازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ تفسیر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اور سورتوں کا ایک ایک نام رکھا ہے اور سورۂ فاتحہ کے سات نام فاتحۃ الکتاب، سبع المثانی، ام الکتاب، ام القرآن، سورۃ مغفرت، سورۃ رحمت اور سورۃ الکنز رکھے ہیں۔ اس سورۃ میں سات حرف بالکل نہیں آئے۔ اول ث۔ کیونکہ یہ ثبور کا پہلا حرف ہے۔ اور فاتحہ کے پڑھنے والے کو ثبور سے کچھ واسطہ نہیں۔ دوئم جیم۔ جہنم کا پہلا حرف ہے اس سے بھی پڑھنے والے کو کچھ سروکار نہیں۔ تیسرے ز۔ جو زقوم کا پہلا حرف ہے اور الحمد کے پڑھنے والے کو زقوم سے کچھ واسطہ نہیں۔ چوتھے ش۔ شقاوت کا پہلا حرف ہے جس سے سورۂ فاتحہ کے پڑھنے والے کو کچھ تعلق نہیں۔ پانچواں ظ۔ جو ظلمت کا پہلا حرف ہے جس سے الحمد پڑھنے والے کو کچھ بھی واسطہ نہیں۔ چھٹے ف۔ فراق کا پہلا حرف ہے جس سے الحمد کے پڑھنے والے کو کچھ سروکار نہیں ساتویں خ۔ خواری کا پہلا حرف ہے۔ الحمد کے پڑھنے والے کو خواری سے بھی کچھ تعلق نہیں۔ اس سورت میں سات آیتیں ہیں۔ امام ناصر بستی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس سورۃ میں سات آیتیں ہیں۔ اور خدا نے انسان کے جسم میں ہفت اندام پیدا کئے ہیں جو شخص ان کو پڑھتا ہے وہ ساتوں دوزخوں سے محفوظ رہتا ہے۔

پھر فرمایا کہ مشائخ کے طبقات اور اہل سلوک لکھتے ہیں کہ اس سورۃ میں ۱۲۴ حرف ہیں اور ایک لاکھ ۲۴ ہزار پیغمبر گزرے ہیں۔ اس سورۃ کے ہر حرف کے بدلے ہزار پیغمبر کا ثواب ہے جو ملتا ہے۔

سورۂ فاتحہ کے اَسرار

پھر فرمایا کہ اَلْحَمْدُ کے پانچ حرف ہیں۔ حق تعالیٰ نے پانچ وقت کی نماز فرمائی ہے۔ جو شخص اسے پڑھتا ہے تو جو نقص اس نے پانچوں نمازوں میں کیا ہے اللہ تعالیٰ قبول کر لیتا ہے۔

پھر فرمایا کہ للہ میں تین حرف ہیں۔ اگر پانچ اَلْحَمْدُ کے ملاؤ تو کل آٹھ ہو جاتے ہیں اس کے پڑھنے والے کیلئے اللہ تعالیٰ بہشت کے آٹھوں دروازے کھول دیتا ہے تا کہ جس دروازے سے اس کی مرضی ہو داخل ہو سکے۔ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ میں دس حرف ہوتے ہیں دس اور آٹھ مل کر اٹھارہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار عالم پیدا کئے ہیں جو شخص یہ اٹھارہ حرف پڑھتا ہے اسے اٹھارہ ہزار عالم کا ثواب ملتا ہے۔ الرَّحْمٰنِ میں چھ حرف ہیں چھ اور اٹھارہ مل کر چوبیس ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دن رات کے چوبیس گھنٹے بنائے ہیں جو بندہ ان چوبیس حروف کو پڑھتا ہے وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے گویا کہ آج ہی ماں

کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ الرَّحِیْمِ کے چھ حرف ہیں چھ اور چوبیس مل کر تیس ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے پل صراط بمقدار تیس ہزار سالہ راہ بنایا ہے جو بندہ ان تیس حرفوں کو پڑھتا ہے وہ پل صراط سے بجلی کی طرح گزر جاتا ہے۔ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ میں بارہ حرف ہیں بارہ اور تیس ملا کر بیالیس ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے سال کے بارہ مہینے کئے جو شخص ان بارہ حرفوں کو پڑھتا ہے اس کے بارہ مہینے کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ میں آٹھ حرف ہیں۔ آٹھ اور بیالیس پچاس ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے روز قیامت جو پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا پیدا کیا ہے جو بندہ ان پچاس حروف کو پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے صدیقوں کا سا معاملہ کرتا ہے اور اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں گیارہ حروف ہیں۔ گیارہ اور پچاس مل کر اکسٹھ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان میں اکسٹھ دریا پیدا کئے ہیں جو شخص ان اکسٹھ حروف کو پڑھتا ہے تو اکسٹھ دریاؤں کے قطروں کے موافق نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہیں اور اسی قدر بدیاں اس کے نامۂ اعمال سے مٹائی جاتی ہیں۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ میں انیس حروف ہیں۔ انیس اور اکسٹھ ۸۰ ہوتے ہیں جو دنیا میں شراب پیتا ہے اسے ۸۰ درے لگانے کا حکم ہے۔ اس کے پڑھنے والے کو ۸۰ درے معاف کرتا ہے۔ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ اٰمِيْن میں چوالیس حروف ہیں۔ چوبیس اور ۸۰ ملا کر ایک سو چوبیس ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر پیدا کئے ہیں جو ان ایک سو چوالیس حروف کو پڑھتا ہے اسے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر کا ثواب ملتا ہے۔

ایمان افروز حکایت

بعدازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ سفر کر رہا تھا۔ جب دریائے دجلہ کے کنارے پہنچے تو کشتی نہ پائی۔ ہمیں جلدی تھی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ آنکھیں بند کرو جب بند کیں تو اپنے تئیں اور خواجہ صاحب کو دریا کے کنارے کھڑا دیکھا۔ میں نے عرض کی کہ ہم کس طرح دریا پار ہو گئے۔ فرمایا میں نے پانچ مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر پانی پر قدم رکھا ہے اور پار ہو گئے۔ پس اگر کوئی شخص کسی مہم کیلئے سورۂ فاتحہ پڑھے اور حاجت پوری نہ ہو تو میرا دامن پکڑ لے۔ جب خواجہ صاحب یہ فوائد ختم کر چکے تو خلقت اور میں واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔

مجلس (۸)

اوراد و وظائف

جمعرات کے روز قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ ورد اور تسبیح کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جو شخص ورد مقرر کرے اسے روزانہ پڑھنا چاہئے اور دن کو اگر نہ پڑھ سکے تو رات کو ضرور پڑھے لیکن پڑھے ضرور۔

بعدازاں کسی اور کام میں مشغول ہوئے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ وِرد کا تارک لعنتی ہے۔ بعدازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک دفعہ مولانا رضی الدین رحمۃ اللہ علیہ گھوڑے پر سے گر پڑے۔ جس سے پاؤں میں چوٹ آ گئی۔ جب گھر آئے تو

سوچا کہ یہ بلا مجھ پر کہاں سے آئی۔ یاد آ گیا کہ صبح کی نماز کے بعد سورۂ یٰسین پڑھا کرتا تھا، وہ آج نہیں پڑھی۔

پھر اسی موقع کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بزرگ دین خواجہ عبداللہ مبارک نام سے ایک مرتبہ وظیفہ نہ ہو سکا۔ اسی وقت غیب سے آواز آئی کہ اے عبداللہ جو عہد تو نے ہم سے کیا تھا شاید تو بھول گیا ہے یعنی وظیفہ تو نے آج نہیں پڑھا۔

پھر فرمایا کہ انبیاء اور اولیاء مشائخ اور مردان خدا رحمۃ اللہ علیہم کا وظیفہ جو ہوتا ہے وہ برابر پڑھتے ہیں اور جو کچھ اپنے پیروں سے سنتے ہیں بجالاتے ہیں۔ بعدازاں فرمایا کہ جو ورد ہمارے خواجگان سے منقول ہیں۔ وہ ہم پڑھتے ہیں۔ تم بھی پڑھا کروتا کہ وظیفے میں ناغہ نہ ہو۔ اور جب اٹھو تو دائیں پہلو اٹھو اور بسم اللہ پڑھ کر باشرائط وضو کرو۔ پھر دوگانہ ادا کر کے مصلّی پر بیٹھو۔ اور سورۂ بقر کی چند ایک آیتیں اور سورۂ انعام کی ستر آیتیں پڑھ کر یہ ذکر سو مرتبہ کہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پھر صبح کی نماز کی سنتیں اس طرح ادا کرے پہلی رکعت میں فاتحہ اور الم نشرح، دوسری میں سورۂ فاتحہ اور الم ترکیف۔

بعدازاں فرمایا سو مرتبہ سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم وبحمدہ استغفر اللّٰہ من کل ذنب واتوب الیہ پڑھے۔ جب صبح کی نماز ادا کر چکے تو قبلہ رخ بیٹھ کر دس مرتبہ لاالہ الااللّٰہ وحدہ لاشریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھوحی لایموت ابدا ابدا ذوالجلال والاکرام بیدہ الخیر وھوعلی کلی شیء قدیر۔ پڑھے۔ پھر تین مرتبہ اشھدان محمدا عبدہ ورسولہ کہے: پھر تین مرتبہ اللھم صل علی محمد مااختلف الملوان وتعاقب العصران و تکرارالجدید ان واستصحب الفرقد ان والقمران بلغ علی روح محمد منی التحیۃ والسلام پڑھے۔ پھر تین مرتبہ یاعزیز یا غفور پڑھے پھر تین مرتبہ سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولاالہ الااللّٰہ واللّٰہ اکبر ولاحول ولا قوۃ الاباللّٰہ العلی العظیم پڑھے۔ پھر تین مرتبہ استغفر اللّٰہ من کل ذنب واتوب الیہ پڑھے۔

بعدازاں یہ پڑھے سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم وبحمدہ استغفر اللّٰہ الذی لاالہ الا ھوالحی القیوم غفارالذنوب ستارالعیوب علام الغیوب کشاف الکروبُ مقلب القلوب واتوب علیہ۔

بعدازاں تین مرتبہ یاحی یاقیوم یاحنان یامنان یادیان یاسبحان یاسلطان یابدیع السمٰوات والارض یاذالجلال والاکرام برحمتك یا ارحم الراحمین۔

بعدازاں تین مرتبہ کہے لاحول ولاقوۃ الاباللّٰہ العلی العظیم یا قدیم یادائم یاحی یا قیوم یااحد یاصمد یاحلیم یاعظیم یاعلی یانور یافرد یاوتر یا باقی یاحی یاقیوم یاحی اقض حاجتی بحق محمدوالہ اجمعین۔

بعدازاں اللہ تعالیٰ کے ۹۹ نام پڑھے۔ بعدازاں پیغمبر خدا ﷺ کے ۹۹ نام پڑھے جو یہ ہیں۔ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم. محمد، احمد، حامد، محمود، قاسم، عاقب، فاتح، خاتم، حاشر، حی، ماحی، داعی، سراج منیر، بشیر، نذیر، ھادی، مھدی، رسول، رحمۃ، نبی، طٰہٰ، یٰسین، مزمل، مدثر، صفی، خلیل، کریم، حبیب، مجید، احد، وحید، قیم، جامع، مقضی، مقتضی، رسول الملاحم، رسول الرحمۃ، کامل، اکمل، مصطفٰی، مرتضٰی، مختار، ناصر، قائم، حافظ، شھید، عادل، حکیم، نور، حجۃ، بیان، برھان، مومن، مطیع، مذکر، واعظ، واحد، امین، صادق، ناطق، صاحب، مکی، مدنی، ابطحی، عربی، ھاشمی،

مضری، امّی، عزیز، حریص، رؤف، رحیم، یتیم، طیب، طاهر، مطهر، فصیح، سید، متقی، امام، حق، مبین، اول، اٰخر، ظاهر، باطن، شفیع، محرم، اٰمر، ناهی، حلیم، غنی، قریب، منیب، ولی، شاف، عبدالله، محمد، کرامت الله، محمد اٰیت الله وسلم تسلیما، کثیرا کثیرا. برحمتك یا ارحم الراحمین۔

بعدازاں تین مرتبہ درود پڑھے اللهم صل علی محمد حتی لایبقی من الصلوة شیء وارحم علی محمد حتی لایبقی من الرحمة شیء وبارك علی محمد حتیٰ لایبقی من البرکات شیء۔

پھر ایک مرتبہ آیۃ الکرسی پڑھے۔ الله لااله الاهو الحی القیوم لا تاخذه سنة ولانوم له مافی السمٰوٰت وما فی الارض من ذالذی یشفع عنده الابادنه یعلم مابین ایدیهم وما خلفهم ولایحیطون بشیء من علمه الابماشآء وسع کرسیه السمٰوٰت والارض ولایوده حفظهما وهوالعلی العظیم۔

بعدازاں تین مرتبہ کہے: اللهم مالك الملك توتی الملك من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء وتعزمن تشاء وتذل من تشآء بیدك الخیر انك علی کل شیء قدیر۔

بعدازاں تین مرتبہ قل هوالله احد پڑھے۔ بعدازاں سات مرتبہ پڑھے۔ فان تولوا فقل حسبی الله لااله الاهو الیه توکلت وهو رب العرش العظیم۔

پھر تین مرتبہ پڑھے۔ ربنالاتحملنامالاطاقة لنابه ط واعف عناواغفرلنا وارحمنا انت مولنا فانصرنا علی القوم الکفرین. برحمتك یاأرحم الراحمین۔

بعدازاں تین مرتبہ پڑھے۔ اللهم اغفرلی ولوالدی والجمیع المومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات الاحیاء منهم والاموات برحمتك یا ارحم الراحمین۔

بعدازاں تین مرتبہ کہے سبحان الاول المبدی سبحان الباقی المعیدالله الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفواً احد۔

پھر تین مرتبہ یہ کہے وان الله علی کل شیء قدیر. وان الله قد احاط بکل شیء علماء.

پھر تین مرتبہ کہے اتوب توبة عبد ظالم لاعلمك لنفسه نفعاً ولاضرا ولاموتا ولاحیٰوة ولانشوراً۔

بعدازاں تین مرتبہ کہے اللهم یاحی یاقیوم یاالله یااله الا انت اسئلك ان تحی قلبی بنور معرفتك ابداً یاالله یاالله۔

بعدازاں تین مرتبہ یہ کہے: یامسبب الاسباب یامفتح الابواب یامقلب القلوب والابصاریا دلیل المتحیرین یاغیاث المستغیثین اغثنی توکلت علیك یارب وفوضت امری، الیك یارب لاحول ولا قوة الابالله العلی العظیم ماشاء الله کان وما لم یشاء لم یکن بحق ایاك نعبد وایاك نستعین۔

بعدازاں ایک مرتبہ کہے: اللهم انی اسئلك یامن علیك حوائج السائلین ویعلم ضمیر الصامتین فان لك من

كل مسئلة منك سمعاً حاضراً جواباً عقيداً وان لك من كل مامت علمًا ناطقا فاعطنا مواعيدك الصادقة واياديك الشامله ورحمتك الواسعة ونعمتك السابقة انظر الى نظرة برحمتك ياارحم الراحمين۔

بعدازاں ایک مرتبہ یہ کہے یاحنان یامنان یادیان یابرهان یاسبحان یاغفران یاذالجلال والاکرام۔

پھر تین مرتبہ کہے اللهم اصلح امة محمد اللهم ارحم امة محمد اللهم فوج ممن امة محمد

پھر تین مرتبہ کہے اللهم انی اسئلك باسمائك واسك الاعظم ان تعطين ماسائتلك بفضلك وكرمك ياارحم الراحمين الحمدلله الذی فی السموت عرشه والحمدلله الذی فی القبور قضاؤه وامره والحمدلله الذی فی البر والبحر سبيله والحمدلله الذی لاملا ذوالاملجا الااليه رب لاتذرنی فوداً و انت خير الوارثين۔

بعدازاں تین مرتبہ یہ کہے سبحان الله ملاء الميزان ومنتهى العلم وزينة العرش ومبلغ الرضاء برحمتك يا ارحم الراحمين۔

پھر ایک مرتبہ یہ پڑھے رضيت بالله ياكريما وبحمد نبينا و بالاسلام علينا و بالقران اماما وبالكعبة وقبلة وبالمومنين اخوانا۔

پھر تین مرتبہ یہ کہے بسم الله خير الاسماء بسم الله رب الارض والسمآء بسم الله الذی لايضرمع اسمه شیء فی الارض ولا فی السماء وهوالسميع العليم ط

بعدازاں چند مرتبہ یہ کہے اللهم اجرنا من النار يامجير۔

بعدازاں دس مرتبہ یہ کہے لَآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ دسویں مرتبہ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰه کہے:

پھر ایک مرتبہ یہ کہے: واشهدان الجنة حق والنار حق والميزان حق والموت حق والسوال حق والصراط حق والشفاعة حق وكرامة الاولياء حق و معجزة الانبيآء حق فی الدارالدنيا وان الساعة اتية لاريب فيها وان الله يبعث من فی القبور۔

پھر ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھے: اللهم زدنور ناوزدحضورنا وزدمغفرتنا وزدطاعتنا وزدنعمتنا وزد محبتنا وزدعشقنا وزدقبولنا برحمتك ياارحم الراحمين۔

بعدازاں مسبعات عشرہ اور سورۂ یٰسین پڑھے پھر سورہ الملك پھر سورہ جمعه پھر جب سورج بلند ہوتو اشراق کی نماز دس رکعت پانچ سلام سے اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں فاتحہ ایک مرتبہ اذازلزلت الارض زلزالها ایک مرتبہ دوسری رکعت میں فاتحہ ایک مرتبہ اور انا اعطينك الكوثر ایک مرتبہ نماز کے بعد دس مرتبہ درود شریف پڑھ کر تلاوت قرآنی میں مشغول ہو پھر چاشت کی نماز بارہ رکعت چھ سلاموں سے اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ، ایک بار اور سورۃ والضحٰی ایک بار سلام کے بعد سو مرتبہ کلمہ سبحان اللہ آخر تک پڑھے اور سو مرتبہ درود پڑھے پھر دیر تک تلاوت قرآنی میں مشغول ہو جائے۔ البتہ حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوگی۔ پھر دس سورتیں پڑھے یعنی الم ترکیف سے لے کر قل اعوذبرب الناس تک سلام کے بعد دس مرتبہ درود پڑھے پھر سورہ نــــوح پڑھے اور یاد الٰہی میں عصر کی نماز تک مشغول رہے۔ پھر سو مرتبہ لاحول

ولاقوۃ الاباللّٰہ العلی العظیم پڑھے پھر سورہ فتح پھر سورۂ ملک پانچ مرتبہ پڑھے۔ پھر سورۃ عم یتساء لون اور سورۃ والنازعات پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے قبر میں نہ چھوڑے گا پھر یاد الٰہی میں مشغول ہو جائے۔

شرح مشائخ میں لکھا ہے کہ جو شخص سورہ والنازعات پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے قبر میں نہ چھوڑے گا۔ (یعنی مقام علیین پر پہنچادے گا) اس کے بعد شام کی نماز ادا کرے۔ سنتوں کے بعد دو رکعت نماز حفظ ایمان ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص تین مرتبہ، اور قل اعوذبرب الفلق ایک مرتبہ اور دوسری رکعت میں فاتحہ ایک مرتبہ۔ اخلاص تین مرتبہ قل اعوذبرب الناس ایک مرتبہ پڑھے۔ نماز سے فارغ ہو کر سر سجدے میں رکھ کر کہے یاحی یا قیوم ثبتنی علی الایمان۔ پھر نماز اوّابین ادا کرے لیکن ہمارے نزدیک چھ رکعت تین سلام سے ادا کرے۔ پہلی دو رکعت میں فاتحہ کے بعد اذازلزلت الارض دوسری دو رکعت میں فاتحہ کے بعد الھکم التکاثر تیسری دو رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ واقعہ پڑھے۔ پھر نماز عشاء تک یاد الٰہی میں مشغول رہے۔ پھر عشاء کی نماز سے پہلے یہ دعا پڑھے: اللھم اعنی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك پھر عشاء کی نماز چار رکعت ادا کرے۔ اس طرح کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد تین مرتبہ آیۃ الکرسی اور باقی تینوں رکعتوں میں فاتحہ کے بعد تینوں قل۔ ان شاء اللہ تعالیٰ حاجت روا ہوگی۔ پھر چار رکعت نماز صلوٰۃ السعادۃ ادا کرے۔ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد تین مرتبہ انا انزلناہ اور پندرہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر سر سجدے میں رکھ کر تین مرتبہ یہ کہے یاحی یا قیوم ثبتنا علی الایمان پھر جب بیٹھے تو یہ دعا پڑھے: اللھم انی اسئلك برکۃ فی العمر و صحۃ فی المعیشۃ ووسعۃ فی الرزق و زیادۃ فی العلم وثبتنا علی الایمان۔

بعد ازاں رات کے تین حصے کرے پہلا حصہ نماز میں گزارے، دوسرا تہجد میں جس کے بارے میں رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ نماز ہمارے لئے فرض ہے۔ یہ چار سلام سے ادا کرے اور جس قدر قرآن شریف یاد ہو پڑھے۔ پھر تھوڑی دیر سو جائے پھر اٹھ کر تازہ وضو کرے اور صبح کاذب تک یاد الٰہی میں مشغول رہے۔ کہتے ہیں کہ ایک بزرگ سے تہجد کی نماز فوت ہوگئی تو گھوڑے سے گر کر اس کا پاؤں ٹوٹ گیا۔ سوچنے لگا کہ یہ مصیبت کیوں نازل ہوئی۔ غیب سے آواز آئی کہ تہجد کی نماز تجھ سے فوت ہوگئی جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ صبح کاذب تک مشغول رہے۔ اسی طرح ہر روز کیا کرے لیکن اس میں کمی بیشی نہ کرے تاکہ مشائخ کی سنت ادا ہو۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

مجلس (۹)

سلوک کے درجے

جب قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی تو اس وقت شیخ اوحد کرمانی شیخ واحد برہان غزنوی خواجہ سلیمان عبدالرحمٰن اور چند اور درویش حاضر خدمت تھے۔ بات سلوک کے بارے میں شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ مشائخ نے سلوک کے سو (۱۰۰) درجے اور مرتبے مقرر کئے ہیں۔ ان میں سے سترہواں مرتبہ کشف و کرامت کا ہے۔ پس جو شخص اس سترہویں درجے میں اپنے

تئیں ظاہر کردے وہ باقی کے تر اسی کس طرح حاصل کرے گا۔ سالک کو چاہئے کہ جب تک سویں مرتبہ پر نہ پہنچ جائے اپنے تئیں ظاہر نہ کرے۔

پھر فرمایا کہ خواجگان چشت کے خاندان میں بعض نے پندرہ درجے مقرر کئے ہیں جن میں پانچواں کشف و کرامات کا ہے۔ ہمارے خواجگان فرماتے ہیں کہ جب تک پندرھویں درجے تک نہ پہنچ جائے اپنے تئیں ظاہر نہ کرے۔ پھر کامل ہوگا۔

نیز فرمایا کہ سلوک کی بابت لکھا ہے کہ ایک مرتبہ خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ دیدار کیوں نہیں چاہتے؟ اگر چاہو تو ضرور مل جائے۔ فرمایا میں ایک چیز نہیں چاہتا وہ یہ ہے کہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مانگی اور اسے نصیب نہ ہوئی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے مانگے ملی۔ پس بندے کو خواہش سے کیا واسطہ۔ اگر وہ اس کے لائق ہوگا تو خود ہی حجاب اٹھادیں گے اور تجلی ہوجائے گی پس کیا ضرورت ہے کہ ہم خواہش کریں۔

بعدازاں عشق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ عاشق کا دل محبت کا آتش کدہ ہوتا ہے جو اس میں جائے۔ اسے جلا دیتا ہے اور ناچیز کردیتا ہے کیونکہ عشق کی آگ سے بڑھ کر کوئی آگ تیز نہیں ہے۔

آتشِ محبت

بعدازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ مقام قرب میں پہنچے۔ تو غیب سے آواز آئی کہ اے بایزید آج تیری درخواست اور ہماری بخشش کا وقت ہے جو چاہتا ہے مانگ ہم دیں گے۔ خواجہ صاحب نے سر بسجود ہوکر عرض کیا کہ بندے کو خواہش سے کیا واسطہ جو کچھ بادشاہ سے عطا ہوگا اسی پر راضی ہے۔ آواز آئی۔ اے بایزید! ہم نے تجھے آخرت دی۔ عرض کی کہ وہ دوستانِ الٰہی کا قید خانہ ہے۔ پھر آواز آئی۔ اے بایزید! بہشت۔ دوزخ، عرش، کرسی اور جو ہماری ملکیت ہے سب کچھ تجھے دیا۔ عرض کیا نہیں۔ آواز آئی کہ پھر تیرا کیا مطلب ہے؟ عرض کی پروردگار! تجھے خود معلوم ہے آواز آئی۔ اے بایزید کیا تو ہمیں طلب کرتا ہے؟ اگر میں تیری طلب کروں تو پھر کیا کرے؟ یہ آواز سنتے ہی عرض کی کہ مجھے تیری قسم! اگر تو مجھے طلب کرے تو قیامت کے دن جب میرا حشر ہو تو دوزخ کے پاس کھڑے ہوکر ایک ہی آہ سے دوزخ کی آگ کو نابود کردوں کیونکہ محبت کی آگ کے مقابلے میں دوزخ کی آگ کی کچھ حقیقت نہیں۔ جب یہ قسم کھائی تو آواز آئی اے بایزید! جو کچھ تو چاہتا ہے وہ تجھے مل گیا۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا ایک رات عشق کے شوق و اشتیاق کی وجہ سے الحریق الحریق پکارتی تھیں۔ اہل بصرہ یہ فریاد سن کر باہر نکلے تاکہ آگ بجھائیں۔ ان میں ایک شخص واصل خدا تھا۔ اس نے کہا کیسے بے وقوف ہیں جو رابعہ کی آگ بجھانے آئے ہیں۔ اس کے تو سینے میں عشق کی آگ بھڑکی ہوئی ہے۔ یہ وصالِ دوست کے سوا نہیں بجھے گی۔

پھر فرمایا کہ منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ دوست کے عشق میں کمالیت کس بات کا نام ہے؟ فرمایا جب معشوق سیاست کرنا چاہے اور عاشق سر کاٹنا چاہے تو چون و چرا نہ کرے۔ اور رضائے معشوق میں کمربستہ رہے اور اس کے مشاہدہ میں ایسا مستغرق رہے کہ اسے بندھنے کھلنے کی ذرہ بھر خبر نہ ہو۔ پھر خواجہ معین الدین ادام اللہ تقواہ نے آب دیدہ ہوکر یہ شعر پڑھا۔

خوب رویاں چوں بندہ گیرند　　　عاشقاں پیش شان چنیں میرند

بعدازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ بغداد میں ایک عاشق کو ہزار کوڑے لگائے گئے۔ نہ تو اس نے ہاتھ اٹھایا اور نہ اس کے پاؤں نے لغزش کھائی۔ ایک واصل نے اس سے پوچھا کیا حالت ہے۔ کہا' میرا معشوق میرے سامنے تھا۔ اس کے مشاہدہ کی قوت سے مجھے ذرا تکلیف نہیں ہوئی بلکہ خبر بھی نہیں ہوئی۔

امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ بغداد میں کسی عیار کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے تو وہ ہنستا تھا۔ ایک نے اس سے ہنسی کا سبب پوچھا کہا میرا محبوب آنکھوں کے سامنے ہے۔ اس کی قوت مشاہدہ کے باعث مجھے اس تکلیف اور درد کی خبر ہی نہیں۔ میں ایسا مستغرق تھا کہ مجھے ہاتھ پاؤں کٹنے کی خبر ہی نہیں۔ خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر یہ شعر پڑھا۔

او برسر قتل و من درد حیرانم　　　کاں راندن تیغش چہ نکوے آید

بعدازاں اہل سلوک اور عارفوں کے احوال کی بابت گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے مناجات کے وقت یہ الفاظ کہے: كيف السلوك عليك آواز آئی، اے بایزید! طلق نفسك ثلث وقل هو الله یعنی پہلے اپنے تئیں تین طلاق دے اور پھر ہماری بات کر۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جب تک آدمی راہ سلوک میں پہلے دنیا و مافیہا اور پھر اپنے تئیں نہ چھوڑے وہ اہل سلوک میں داخل ہی نہیں ہوسکتا۔ اور نہ ان میں کا ہوتا ہے پس اگر اس کی یہ حالت نہ ہو تو سمجھو کہ جھوٹا ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ ایک بزرگ طریقت نے جو اہل عشق تھا ایک مرتبہ مناجات میں کہا کہ تُو، تو مجھ سے ستر سال کا حساب پوچھے گا لیکن میں تو ستر ہزار سال کا پوچھوں گا اور "بلیٰ" کہنے کے بارے میں دریافت کروں گا ستر اسی ہزار سال کا عرصہ ہوا ہے تو نے الست بربکم کہہ کر سارے جہان میں "بلیٰ" کہنے کا شور برپا کر دیا۔ یہ شور جو زمین و آسمان میں برپا ہے سب الست کے شوق کی وجہ سے ہے۔ جونہی اس بزرگ نے یہ بات کہی، آواز آئی کہ جواب سن! تیری آرزو تجھے مل جائے گی یعنی میں تیرے وجود کو ذرّہ ذرہ کر کے ہر ذرے کو دیدار دکھاؤں گا اور کہوں گا یہ ہیں ستر ہزار سال اور باقی الگ رکھ دوں گا۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ عارف ہر روز یہی بات کہا کرتا ہے کہ ہر ایک شخص کسی چیز کی طرف مائل ہوتا ہے لیکن میں کسی چیز کی طرف مائل نہیں ہوتا پس ایک مرتبہ بھی میں نے اپنے آپ کو فدا نہ کیا۔ خواہ ساتوں زمینیں درہم برہم ہو جائیں۔ میں کبھی اپنے لئے نہ طلب کروں گا پھر غلبات شوق میں کہا کہ اس نے مجھے دیکھنا چاہا لیکن ہم نے اسے دیکھنا نہ چاہا یعنی بندے کو مراد اور خواہش سے کیا کام؟

ایک مرتبہ ایک بزرگ نے بیان کیا کہ ہم نے سہل سے منہ پھیر لیا اور جب بارگاہ میں گئے تو انہیں اپنے سے پہلے موجود پایا جو کچھ ہم چاہتے تھے اللہ تعالیٰ نے عنایت کاملہ سے پہلے ہی ہمیں پہنچا دیا۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک بزرگ یہ فرماتا تھا کہ جب سانپ کی طرح کینچلی سے نکلا اور نگاہ کی تو عاشق معشوق دونوں کو ایک ہی پایا یعنی عالم توحید میں ایک ہی ہے۔ اسی واسطے تو نے ایک ہی دیکھا۔

بعدازاں فرمایا کہ جب عارف کا حال کامل ہو جاتا ہے تو لاکھوں مقام سے باہر نکلتا ہے اور اپنا کام ترقی پر دیکھتا ہے۔ اگر اس مقام سے نہ نکلے تو اسی مقام میں حیران رہ جاتا ہے یعنی ابھی کفارے پر ہے۔ اسے راہ ہی معلوم نہیں۔ اس واسطے زیادہ تر ضائع ہی رہتا ہے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ بایزید بسطامی ﷫ فرماتے ہیں کہ تین سال سے حق میں تھا۔ اب میں نے اپنا آئینہ دے دیا یعنی جو کچھ میں نے دیکھا تھا وہ نہ رہا اور شرکت وغیرہ اور تکبر وخودی بالکل اٹھ گئی لیکن چونکہ میں نہیں رہا ہوں۔ اس لئے حق تعالیٰ ہی اپنا آئینہ ہے اور یہ جو میں کہتا ہوں اپنا آئینہ ہوں' تو یہ حق تعالیٰ میری زبان سے کہتا ہے اور میرا ایچ میں دخل نہیں۔

بعدازاں فرمایا کہ بایزید بسطامی ﷫ فرماتے ہیں کہ میں اس درگاہ میں کئی سال مجاور رہا۔ آخر سوائے حسرت کے کچھ نصیب نہیں ہوا۔ جب میں بارگاہ میں آیا تو کوئی تکلیف نہ تھی۔ اہل دنیا، دنیا میں اور اہل آخرت، آخرت میں مشغول تھے۔ مدعی' دعویٰ میں اور اہل تقویٰ، تقویٰ میں۔ بعض کھانے پینے میں۔ بعض سماع و رقص میں مشغول تھے اور بعض بادشاہ کے پاس تھے جو دریائے عجز میں غرق تھے۔

بعدازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ مدت ہوئی کہ میں خانہ کعبہ کے گرد پھرتا تھا۔ اب خانہ کعبہ میرے گرد پھرتا ہے۔

پھر فرمایا جب میں خدا رسیدہ ہوا تو ایک رات عشق میں، میں اپنے دل کو طلب کر رہا تھا۔ صبح کے وقت آواز آئی، اے بایزید! کیا تو ہمارے سوا اور کچھ طلب کرتا ہے۔ تجھے دل سے کیا سروکار؟

بعدازاں اسی موقعہ پر فرمایا کہ عارف وہ شخص ہے کہ خواہ کہیں ہو اور خواہ کچھ طلب کرے اسی کے پاس آئے جس سے بات کہے جواب اسی سے سنے۔ اس راہ میں وہ عارف نہیں جو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی چیز کے درپے ہو۔

بعدازاں فرمایا کہ عارفوں کا درجہ اس قسم کا ہوتا ہے کہ جب اس درجہ پر پہنچتے ہیں تو دنیا و مافیہا اپنی انگلیوں میں دیکھتے ہیں۔ چنانچہ بایزید ﷫ سے پوچھا گیا کہ آپ نے طریقت میں کہاں تک ترقی کی ہے؟ فرمایا یہاں تک کہ جب میں اپنی دونوں انگلیوں کے درمیان نگاہ کرتا ہوں تو اس میں تمام دنیا و مافیہا دکھائی دیتا ہے۔

پھر فرمایا کہ مرید کو طاعت میں مزہ آتا ہے۔ اسے طاعت میں مزہ اس وقت آتا ہے جب اسے طاعت میں خوشی وخورمی حاصل ہوتی ہے۔ اس خوشی سے اسے حجاب بھی قرب ہو جاتا ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ عارف کا سب سے کمتر درجہ یہ ہے کہ صفات حق اس میں پائی جاتی ہیں۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت رابعہ بصری ﷫ نے شوق کے غلبہ میں کہا اے درویش! اگر خلقت کے بدلے مجھے آگ میں جلایا جائے اور میں صبر کروں تو چونکہ مجھے محبت کا دعویٰ ہے اس لئے میں نے گویا کچھ نہیں کیا۔ اگر میرے گناہ ساری خلقت کے عوض بخش دے تو چونکہ اس کی رحمت مہربانی اور عنایت ہے ابھی تک میں نے بہت کام نہیں کیا۔

پھر فرمایا۔ اہل سلوک کے مذہب میں کسی پر تعجب کرنا بھی ایک گناہ ہے۔ پھر فرمایا کہ گناہ سے بھی بدتر کیونکہ گناہ سے ایک مرتبہ توبہ کی جاتی ہے اور طاعت سے ہزار مرتبہ۔ یعنی خود پسندی بڑا سخت گناہ ہے۔

محبتِ حق میں درجۂ کمال

پھر فرمایا کہ محبت حق میں عارف کا کمال درجہ یہ ہے کہ پہلے خود دلی نور دکھائے اور پھر اگر کوئی شخص اس کے پاس دعویٰ کر کے آئے تو اسے بزور کرامت قائل کرے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ اوحد کرمانی اور شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ میں مدینے کی طرف سفر کر رہا تھا جب ہم دمشق میں پہنچے تو وہاں پر مسجد کے سامنے بارہ ہزار انبیاء علیہم السلام کے روضے دیکھے جہاں پر لوگوں کی حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔ ہم نے انبیاء کی زیارت کی اور وہاں کے بزرگوں کے بارے میں دریافت کیا۔ چنانچہ ایک روز میں نے شیخ اوحد کرمانی اور شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ایک بزرگ واصل حق درویش محمد عارف نامی کو دمشق کی مسجد میں دیکھا۔ چند اور درویش اس کے پاس بیٹھے تھے۔ اور بات اس بارے میں ہو رہی تھی کہ جو شخص کسی چیز کا دعویٰ کرے جب تک وہ لوگوں میں اس کا اظہار نہ کرے وہ کب معلوم کر سکتے ہیں؟

الغرض! ایک آدمی محمد عارف سے بحث کر رہا تھا اور محمد عارف کہتا تھا کہ قیامت کے دن درویشوں سے معافی مانگی جائے گی اور دولت مند سے حساب کتاب لیا جائے گا۔ اس شخص کو یہ ناگوار گزرا۔ پوچھا کہ کس کتاب میں لکھا ہے؟ خواجہ محمد عارف کو کتاب کا نام یاد نہ تھا۔ کچھ دیر مراقبہ کر کے نام بتایا۔ اس شخص نے کہا جب تک مجھے نہ دکھلاؤ گے، میں نہیں مانوں گا۔ سر اٹھا کر کہا جو بندگان خدا کو صحیفہ دکھایا ہے اس مرد کے سامنے رکھ تا کہ دیکھ لے۔ فرشتوں کو حکم ہوا کہ وہ کتاب جس میں یہ بات لکھی ہوئی تھی اسے دکھائیں۔ اس نے اٹھ کر اقرار کیا اور قدموں میں گر پڑا۔ اور کہا دیکھو یہ ہیں مردانِ خدا۔

اہل اللہ کی کرامات

بعد ازاں گفتگو اس بارے میں شروع ہوئی کہ جو شخص اس مجلس میں ہے وہ اپنی کرامت دکھائے۔ یہ سنتے ہی خواجہ عثمان ہارونی نے فوراً مصلے کے نیچے ہاتھ ڈالا اور مٹھی بھر اشرفیاں نکال لائے۔ ایک درویش موجود تھے۔ انہیں دے کر فرمایا کہ درویشوں کیلئے حلوہ لے آ۔ جب یہ کرامت دکھائی تو شیخ اوحد نے پاس پڑی ہوئی لکڑی پر ہاتھ مارا۔ حکم الٰہی سے وہ لکڑی سونے کی بن گئی۔ پیچھے رہ گیا میں، میں اپنے پیر کی وجہ سے کوئی بات ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔ شیخ عثمان ہارونی نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا تم کیوں نہیں کچھ کہتے۔ وہاں پر ایک بھوکا درویش تھا جو شرم کے مارے سوال نہیں کرتا تھا۔ میں نے گدڑی میں سے جو کی چار روٹیاں نکال کر اسے دے دیں۔ اس درویش اور خواجہ محمد عارف نے فرمایا کہ درویش میں جب تک اتنی قوت نہ ہو اسے درویش نہیں کہتے۔

پھر فرمایا کہ ایک بزرگ کہا کرتے تھے کہ جب سے میں نے دنیا کو دشمن قرار دیا میں خلقت کے نزدیک نہیں گیا۔ خدا کو خلقت پر بر[illegible] دی اور مجھ پر محبت۔ [illegible] میں اپنے وجود کو بھی دشمن سمجھنے لگا اور زندگی اور موت کو درمیان سے اٹھا لیا۔ صرف حق تعالیٰ کی بقاء اور انس کو چاہتا تھا۔

بعدازاں فرمایا کہ سلوک کے بارے میں لکھا ہے کہ قیامت کے دن جب خاص قسم کے عاشقوں کو بہشت میں لے جانے کا حکم ہوگا وہ کہیں گے ہم بہشت کو کیا کریں؟ بہشت اسے دے جس نے بہشت کے لالچ میں تیری پرستش کی۔ پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جب اپنا دیدار کسی شخص کو دیا جائے تو پھر وہ بہشت کو کیا کرے پھر یہ اشارہ فرمایا کہ کہ اگر تم سے ہو سکے تو پہلے بقا حاصل کرو۔ اگر نہیں کر سکتے تو صلاحیت اور زہد تو ایک ہوا کی طرح ہے جو تم پر چلتی ہے۔

پھر خواجہ صاحب نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ بہت سے مردوں کو عاجز اور عاجزوں کو مرد بنا دیا ہے (اس راہ میں)

پھر اسی بارے میں فرمایا کہ گناہ تمہیں اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتا جتنا مسلمان بھائی کو خوار کرنا اور اس کے بے عزتی کرنا۔

بعدازاں فرمایا کہ ایک درویش از حد بزرگ اور واصل تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ اہل دنیا، دنیا کی راہ میں معذور ہیں۔ اور اہل آخرت حق کی دوستی کے سُرور میں خوش ہیں۔ اور اہل معرفت نور علی نور ہیں۔ یہ ایک بھید ہے جسے اہل سلوک ہی جانتے ہیں۔ اہل معرفت کی عبادت پاس انفاس ہے۔

پھر فرمایا کہ جب عارف خاموش ہوتا ہے تو اس سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے باتیں کرتا ہے اور جب آنکھیں بند کرتا ہے یعنی سوتا ہے تو اس واسطے سر نہیں اٹھاتا کہ شاید اسرافیل علیہ السلام صور نہ پھونک دے۔

حق تعالیٰ کی شناخت

بعدازاں فرمایا کہ خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ کی شناخت کی علامت یہ ہے کہ خاموش رہے اور خلقت سے دور بھاگے۔ پھر اسی موقع کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ شجاع کرمانی سے پوچھا گیا کہ کتنے سال سے شناخت حاصل ہوئی۔ فرمایا جب سے شناخت حاصل ہوئی خلقت سے بھاگنے لگا۔

بعدازاں فرمایا جس نے خدا کو پہچان لیا اگر وہ خلق سے دور نہ بھاگے تو سمجھ لو کہ اس میں کوئی نعمت نہیں۔ پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ عارف وہ شخص ہوتا ہے جو کچھ اس کے اندر ہو۔ وہ دل سے نکال دے تا کہ اپنے دوست کی طرح یگانہ ہو جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے کوئی چیز ہٹا نہیں رکھے گا نہ وہ دونوں جہان کی پروا کرے گا۔

پھر زبان مبارک سے فرمایا کہ عارف کا کمال اس میں ہے کہ اپنے تئیں راہ خدا میں چلائے۔

بعدازاں فرمایا اگر قیامت کے دن کوئی چیز بہشت میں پہنچائے گی تو زہد نہ کہ علم۔

پھر فرمایا کہ عارف خواہ معرفت کی بابت کتنا ہی بیان کرے اور دوست کی گلی میں پھرے جب تک معارف یاد نہ کرے تب تک عارف ہو ہی نہیں سکتا۔

بعدازاں فرمایا کہ اہل محبت کی فریاد بوجہ شوق و اشتیاق اس وقت تک رہتی ہے جب تک کہ وہ دوست سے مل نہ جائیں۔ اس واسطے کہ عاشق اسی وقت واویلا کرتا ہے جب تک معشوق سے اس کا وصال نہ ہو۔ جب معشوق کو دیکھ لیتا ہے تو گفتگو بیچ سے اٹھ جاتی ہے۔

پھر زبان مبارک سے فرمایا کہ ندیوں میں بہتا ہوا پانی شور کرتا ہے لیکن جب سمندر میں جا گرتا ہے تو پھر آواز بند ہو جاتی

ہے۔ اس طرح جب عاشق کو معشوق کا وصال ہو جاتا ہے تو عاشق واویلا نہیں کرتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے دوست بھی ہیں کہ اگر دنیا میں وہ ان سے ایک لحظہ حجاب میں رہے تو نابود ہو جائیں اور عبادت نہ کر سکیں۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ عبداللہ حنیف بھول کر دنیا کے کام میں مشغول ہوئے۔ یاد آیا یہ تو دوست کے خلاف ہے۔ قسم کھائی کہ جب تک زندہ رہوں گا دنیاوی کام میں مشغول نہیں ہوں گا۔ چنانچہ اس کے بعد پچاس سال تک زندہ رہے لیکن آپ کو کسی دنیاوی کام میں مشغول نہ پایا۔ پھر بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے ولولہ عشق کی بابت فرمایا کہ آپ ہر صبح نماز سے فارغ ہو کر ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر فریاد کیا کرتے تھے۔ ایک روز یہ آواز سنی کہ یوم تبدل الارض یعنی اس وقت وصال ہوگا جب یہ زمین لپیٹ لی جائے گی اور دوسری زمین پیدا کی جائے گی۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ بسطام کے جنگل میں نکلے۔ عالم شوق و اشتیاق میں پڑ کر یہ فریاد کرتے تھے کہ جتنا جنگل دیکھتا ہوں اسی قدر مجھے دکھائی دیتا ہے کہ یہاں عشق برسا ہوا ہے۔ یہاں سے پاؤں نکالنا چاہتا ہوں لیکن نہیں نکال سکتا۔

پھر فرمایا کہ محبت کی راہ ایسی راہ ہے کہ جو شخص عشق کی راہ میں پڑتا ہے اس کا نام و نشان نہیں ملتا۔

اسی موقعہ پر فرمایا کہ اہل عرفان یاد الٰہی کے سوا اور کوئی بات زبان سے نہیں نکالتے۔

پھر فرمایا کہ عارف سے ادنیٰ سے ادنیٰ بات یہ ظاہر ہوتی ہے کہ وہ ملک و مال سے بیزار ہو جاتا ہے۔

پھر آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ حق تو یہ ہے کہ وہ اس کی دوستی میں اگر دونوں جہان بھی خرچ کر دیں تو بھی تھوڑا ہے۔

پھر فرمایا کہ اہل محبت اگرچہ محبت میں مجبور ہیں لیکن کام ایسے لوگوں کا سا کرتے ہیں جو سوئے ہوئے ہیں اگر جاگیں تو مطلوب کے طالب ہیں اور اپنے دوست کی طلب گاری سے فارغ ہیں۔ مشاہدہ معشوق میں مشغول ہیں۔ معشوق ایسا ہے جو خود عاشق کو دیکھنے کیلئے بیٹھتا ہے محبت کی راہ میں کام ہی اطاعت گزاروں اور فرمانبرداروں کا ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ سمنون محب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اولیاء کے دل خود اس بات میں مطیع ہیں کہ اس کی معرفت اور محبت کا بوجھ نہیں اٹھا سکیں گے اس لئے عبادت میں مشغول ہیں۔ پس خاص بوجھ نہیں اٹھا سکتے کیونکہ مجاہدہ و ریاضت سے ملال ہوتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ عارف وہ شخص ہوتا ہے جو اس بات کی کوشش کرے کہ دم ہاتھ میں لائے دم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے اور اپنی ساری عمر اس ایک دم کے بدلے میں خرچ کر دے۔ اگر ایسے دم کو آسمانوں اور زمینوں میں سالہا سال بھی ڈھونڈے تو بھی نہ پا سکے۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے اپنے پیر شیخ عثمان ہارونی کی زبانی سنا ہے کہ اگر کسی شخص میں تین خصلتیں پائی جائیں تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ اسے دوست رکھتا ہے۔ سخاوت اور شفقت اور تواضع۔ سخاوت دریا کی سی، شفقت آفتاب کی سی اور تواضع زمین کی سی۔

بعد ازاں فرمایا کہ حاجی لوگ تو قالب کو لے کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں اور پھر بھی انہیں مشاہدہ حاصل نہیں ہوتا مگر اہل

محبت اور عاشق لوگ دل سے حجاب عظمت کے عرش کا طواف کرتے ہیں۔ اگر اس کے سوا کسی اور چیز کو دیکھ پاتے ہیں تو فریاد کرتے ہیں۔ وہ صرف اسی کے مشاہدہ کو پسند کرتے ہیں۔

عالمِ محبت ایک بھید ہے

پھر فرمایا کہ اہل سلوک میں محبت ایک ایسا عالم ہے کہ لاکھوں علماء اس کے سمجھنے کی خواہش کرتے ہیں لیکن ذرّہ بھر بھی سمجھ میں نہیں آتا۔ اور زہد میں ایسی طاعت ہے جس کی زاہدوں کو خبر نہیں اور اس سے غافل ہیں۔ وہ ایک بھید ہے جو دونوں جہان سے باہر ہے اور جسے اہل محبت اور اہل عشق کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

پھر فرمایا کہ اسے وہی شخص جانتا ہے جو ان دونوں جہانوں میں ثابت ہوتا ہے جو اسے جانتا ہے وہ ہرگز اسے نہیں دیکھتا۔ اس کے بعد دعویٰ کرنا چھوڑ دیتا ہے تاکہ اسے رنج میں رکھے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جو عشق و محبت میں گفتگو اور حرکت و مشغلہ ہے یہ اس وقت ہے جب تک (پردہ کے) باہر ہیں۔ جب اندر آ جاتے ہیں تو پھر آرام، خاموشی اور سکون حاصل ہوتا ہے گویا وہ فریاد اور شور نہیں ہوتا۔

پھر فرمایا کہ یہ دلیری اتنی نہیں کہ خواجہ دوستِ حقیقی کی درگاہ سے عاری ہے اور اپنے آپ پر عاشق ہے۔ جب حضوری حاصل ہوتی ہے تو پھر فریاد و گفتگو نہیں رہتی۔ جب خواجہ صاحب یہ فوائد ختم کر چکے تو دعا گو اور خلقت واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

مجلس (۱۰)

نیک و بد صحبت کا اثر

جمعرات کے روز قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ بہت سے بزرگ اور اصحاب سلوک حاضر تھے اور بات نیک صحبت کے بارے میں ہو رہی تھی۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے الصحبة توثر۔ یعنی صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے۔ اگر کوئی برا شخص نیکوں کی صحبت اختیار کرے تو امید ہے کہ وہ نیک ہو جائے گا اور اگر نیک شخص بدوں کی صحبت میں بیٹھے تو بد ہو جائے گا کیونکہ جس کسی نے کچھ حاصل کیا صحبت سے حاصل کیا اور جو نعمت حاصل ہوئی وہ نیکوں سے حاصل ہوئی۔

پھر فرمایا کہ اگر کوئی برا شخص کچھ عرصہ نیکوں کی صحبت میں رہے تو ضرور ان کی صحبت کا اثر اس میں ہو جائے گا اور وہ نیک بن جائے گا اور اگر نیک شخص بدوں کی صحبت میں بیٹھے تو ان کی صحبت کا اثر اسے بد کر دے گا۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ سلوک (کے ضمن) میں آیا ہے نیکوں کی صحبت نیک کام سے بہتر ہے اور بروں کی صحبت بد کام سے بری ہے۔

دانا بادشاہ

پھر فرمایا کہ جب خلافت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ملی تو اس وقت عراق کا بادشاہ لڑائی میں گرفتار ہو کر آپ کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا اگر تو مسلمان ہو جائے گا تو تجھے عراق کا بادشاہ کر دیا جائے گا۔ اس نے انکار کیا پھر فرمایا اما ان الاسلام واما ان السیف یعنی یا تو اسلام اختیار کرو ورنہ قتل کیا جائے گا۔ اس نے پھر بھی انکار کیا۔ فرمایا تلوار لاؤ۔ وہ بادشاہ نہایت عقل مند تھا جب یہ حالت دیکھی تو آپ سے مخاطب ہو کر کہا میں پیاسا ہوں مجھے پانی پلاؤ۔ حکم دیا کہ اسے شیشے کے برتن میں پانی پلاؤ۔ اس نے کہا میں اس برتن میں نہیں پینا چاہتا۔ فرمایا: چونکہ بادشاہ ہے اس لئے سونے یا چاندی کا برتن لاؤ۔ کہا۔ میں مٹی کے برتن میں پانی پیوں گا۔ جب پانی منگا کر اسے دیا گیا تو کہا کہ مجھ سے عہد کرو کہ میں جب تک یہ پانی نہ پیوں مجھے قتل نہ کرنا۔ آپ نے فرمایا، اچھا! میں نے اقرار کیا کہ جب تک تو یہ پانی نہیں پیئے گا میں قتل نہ کروں گا۔ بادشاہ نے فوراً کوزہ زمین پر دے مارا۔ کوزہ ٹوٹ گیا اور پانی گر گیا۔ پھر کہا۔ آپ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ جب تک میں یہ پانی نہ پیوں گا قتل نہ کیا جاؤں گا۔ آپ اس کی دانائی سے متعجب ہوئے۔ فرمایا تجھے معاف کیا۔ پھر اسے ایک صالح اور زاہد شخص کے سپرد کیا جب کچھ مدت اس صالح شخص کی صحبت میں رہا تو اس کی صحبت نے اس میں اثر کیا۔ آپ کی طرف پیغام بھیجا، مجھے اپنے پاس بلاؤ تا کہ اسلام قبول کروں۔ جب اسلام قبول کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب ہم نے عراق کی حکومت تجھے دی۔ جواب دیا۔ مجھے ملک درکار نہیں بلکہ ملک عراق کا کوئی ویران گاؤں دو جو میری وجہ معاش کیلئے کافی ہو۔ آپ نے منظور فرما کر اپنے آدمیوں کو عراق میں بھیجا۔ آخر بڑی تفتیش کے بعد بھی کوئی ویران گاؤں نظر نہ آیا۔ جب بادشاہ کو کہا گیا۔ اس نے کہا۔ میرا اس سے یہ مطلب ہے کہ میں نے ملک عراق ایسی حالت میں آپ کو دیا ہے کہ اس میں ایک گاؤں بھی غیر آباد نہیں۔ اگر اس کے بعد کوئی گاؤں ویران ہوگا تو اس کا جواب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے روبرو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دینا ہوگا نہ کہ مجھے۔ پھر آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ وہ بادشاہ کیسا ہی عقلمند اور دانا تھا۔

پھر فرمایا کہ میں نے شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے کہ لوگ اس وقت اسم فقر کے مستحق ہوتے ہیں جبکہ ان کے بائیں طرف کا فرشتہ آٹھ سال تک کچھ نہ لکھے۔

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے عارف ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے کچھ نہیں لیتے پھر فرمایا کہ جس عارف میں تقویٰ ہے وہ گداگری کر کے محض حرام کھاتا ہے پھر فرمایا کہ ایک روز میں نے خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا کہ طریقت محبت کے پیر سے پوچھا گیا کہ محبت کا ثمرہ کیا ہے؟ فرمایا، محبت کا ثمرہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے سُرور اور اشتیاق اس قدر ظاہر ہو جتنا اسے اپنے سے روا رکھے لیکن جسے خود اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے بہشت میں اس کے لقاء کا خواہش مند ہوتا ہے۔

پھر خواجہ معین الدین ادام اللہ تقواہ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ اہل محبت اور اہل سلوک اس بات میں ملتے جلتے ہیں کہ دونوں مطیع رہتے ہیں۔ اس ڈر کے مارے کہ کہیں دور نہ کر دیئے جائیں۔

پھر فرمایا کہ میں نے کتاب محبت میں اپنے استاد مولانا شرف الدین جو صاحب شرع اسلام تھے کے ہاتھ کا لکھا دیکھا ہے

کہ ایک مرتبہ خواجہ شبلی ؒ سے پوچھا گیا کہ باوجود اس قدر طاعت اور ریاضت کے جو تو کرتا ہے اور آگے بھیج چکا ہے اس قدر کیوں ڈرتا ہے۔ فرمایا، دو چیزوں کے خوف سے۔ اول یہ کہ کہیں یہ نہ کہہ دے کہ تو میرے لائق نہیں اور مجھے اپنی درگاہ سے دور نہ کردے۔ دوسرے اگر موت کے وقت ایمان سلامت لے جاؤں گا تو سمجھوں گا کہ میں نے کچھ کام کیا ہے ورنہ سمجھوں گا کہ سارے اعمال اور طاعت کو ضائع کیا۔

بعدازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ شبلی ؒ سے ایک شخص نے محبت کے بارے میں سوال کیا کہ بدبختی کی کیا علامت ہے؟ فرمایا، یہ کہ نافرمانی کرے اور قبولیت کی امید رکھے۔ پھر پوچھا عارفوں میں اصل بات کون سی ہوتی ہے، فرمایا ہمیشہ خاموش رہنا اور غم واندوہ میں رہنا کیونکہ اسی سے عارفوں کی فضیلت ہوتی ہے۔

اور فرمایا جہان میں سب سے عزیز تین چیزیں ہیں۔ اول عالم، جو اپنے علم سے بات کہے دوسرا غیر طمع شخص، تیسرا وہ عارف جو ہمیشہ دوست کی صفت کرے۔

صوفی و عارف کون؟

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ ذوالنون مصری ؒ مکری مسجد میں مع اصحاب طریقت بیٹھے تھے اور بات محبت کے بارے میں ہورہی تھی۔ ایک صوفی نے سوال کیا کہ صوفی اور عارف کسے کہتے ہیں؟ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ صوفی اور عارف وہ ہیں جن کے دل کدورت بشریت سے آزاد ہوں اور دنیا اور حب دنیا سے صاف۔ جب ان میں یہ اوصاف پائے جائیں گے تو وہ اعلیٰ درجہ پائیں گے اور تمام مخلوقات سے برگزیدہ کہلائیں گے اور غیر دوست سے دور بھاگیں گے پھر وہ مالک ہوجائیں گے نہ کہ مملوک۔

پھر فرمایا کہ تصوف رسوم ہے نہ کہ علوم۔ اور یہ اہل محبت کے انفاس میں ہوتی ہے۔

مشائخ طبقات کا اخلاق یہی ہے کہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ اس واسطے کہ خلق سے باہر نکلنا نہ رسوم سے حاصل ہوتا ہے نہ علوم سے۔

پھر فرمایا کہ عارف دنیا کا دشمن ہوتا ہے اور مولیٰ کا دوست۔ چونکہ وہ دنیا سے بیزار ہوتا ہے اور غلّ وغشّ اور حسد وغیرہ کی اسے خبر نہیں ہوتی۔

بعدازاں پوچھا کہ عارف کیوں زیادہ روتے رہتے ہیں۔ فرمایا، ہاں اس وقت تک روتا رہتا ہے جب تک راہ میں ہوتا ہے لیکن جب حقائق قرب کو پہنچ جاتا ہے اور اسے وصال حاصل ہوتا ہے رونا بس ہوجاتا ہے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کے ایسے عاشق بھی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی دوستی نے خاموش کررکھا ہے کہ انہیں عالم موجودات کی کسی چیز کی خبر نہیں۔

بعدازاں فرمایا کہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی دوستی قرار پکڑتی ہے اسے واجب ہے کہ دونوں جہان کی خبر رکھے۔ اگر ایسا نہ کرے تو عاشق صادق نہیں۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ داؤد طائی ؒ کو دیکھا کہ آنکھیں بند کئے ہوئے جھونپڑے سے باہر آئے۔ ایک درویش حاضر

خدمت تھا۔ اس نے پوچھا کہ اس کا کیا سبب ہے؟ فرمایا ۴۵ سال سے میں نے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ دیکھوں۔ اس واسطے کہ یہ محبت نہیں کہ دوستی تو اللہ تعالیٰ سے کروں اور دیکھوں غیر کی طرف۔

بعدازاں فرمایا کہ ایک بزرگ سے میں نے سنا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اولیاء کے اعمال کا مطالعہ کرو۔ ان کے آزاد ہونے کا سبب یہ ہوگا کہ اس نے اختیار کے پیچھے غیر کے دخل کو روا رکھا۔ اولیاء وہ ہیں جنہیں کسی کام میں اس کے سوا چین نہیں آتا۔

بعدازاں فرمایا کہ خواجہ ابوسعید ابوالخیر فرمایا کرتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنا دوست بنانا چاہتا ہے تو اپنی محبت اس پر غالب کرتا ہے۔ دوسری مرتبہ جب آدمی کی یہ حالت ہوتی ہے تو دوست اسے فردانیت کی سرائے میں لاتا ہے تا کہ باقی رہے۔

پھر فرمایا کہ جب عارف حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس سے تعلق ہو جاتا ہے تو منزل قرب میں ساکن ہو جاتا ہے۔ بعدازاں جب اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تو کہاں تھا اور کیا چاہتا ہے؟ تو وہ اس کے سوا اور کوئی جواب نہیں دیتا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔

اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ اگر اَفَمَنْ شَرَاحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ کی بات پوچھیں کہ کیا ہے؟ تو کہنا چاہئے کہ جب عارف کی نگاہ عالم وحدانیت اور جلال ربوبیت پر پڑتی ہے تو نابینا ہو جاتا ہے تا کہ غیر کی طرف نہ دیکھ سکے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں بخارا میں بطور مسافر کے وارد تھا۔ وہاں پر ایک شخص کو دیکھا جو ازحد یاد الٰہی میں مشغول تھا لیکن نابینا تھا۔ میں نے پوچھا، کب سے نابینا ہوئے ہو؟ فرمایا، جب میرا کام کمالیت کو پہنچ گیا اور واحدنیت اور جلال اور عظمت پر نگاہ پڑنی شروع ہوئی تو ایک روز بیٹھے بیٹھے میری نگاہ ایک غیر پر جا پڑی۔ غیب سے آواز آئی۔ اے مدعی! دعویٰ تو، تو ہماری محبت کا کرے اور دیکھے غیر کی طرف! جب یہ آواز سنی تو ایسا شرمندہ ہوا کہ بات نہیں ہو سکتی تھی۔ بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ جو آنکھ دوست کے سوا کسی غیر کو دیکھے وہ اندھی ہو جائے۔ ابھی یہ بات اچھی طرح نہ کہنے پایا تھا کہ دونوں آنکھوں سے اندھا ہو گیا۔

پھر فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور فرمایا کہ نماز ادا کرے۔ یعنی قیام کرے۔ دل صحبت میں لگا اور جان نے منزل قرب میں آرام کیا اور سر وصل کو پہنچا۔ آدمیوں کو پیدا کرنے میں یہی مصلحت تھی۔

پھر فرمایا کہ ایک بزرگ صاحب طریقت جب سر سجدے میں رکھتا تو یہ دعا کرتا کہ قیامت کے دن مجھے نابینا اٹھا۔ سبب پوچھا تو کہا کہ جو شخص دوست کو دیکھتا ہے مناسب نہیں کہ قیامت کے دن غیر کو دیکھے۔

بعدازاں درویشی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ درویشی اس بات کا نام ہے کہ جو آئے اسے محروم نہ کیا جائے۔ اگر بھوکا ہے تو کھانا کھلایا جائے۔ اگر ننگا ہے تو نفیس کپڑا پہنایا جائے۔ بہر حال اسے خالی نہیں جانے دینا چاہئے اس کا حال پوچھ کر دل جوئی ضرور کرنی چاہئے۔

اولیاء اللہ خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے

بعدازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک اور درویش سفر کر رہے تھے۔ ہم نے شیخ بہاؤ الدین بختیار اوشی کو

از حد بزرگ مرد پایا۔ آپ کی خانقاہ میں یہ دستور تھا کہ جو آتا خالی نہ جاتا۔ اگر برہنہ ہوتا تو نفیس کپڑے اسے دیئے جاتے۔ ابھی دے نہ چکتے کہ غیب سے ویسے ہی اور آ جاتے۔

الغرض! چند روز آپ کی خدمت میں گزارے۔ آپ کی پہلی نصیحت یہ تھی کہ جو کچھ ملے۔ اسے راہ خدا میں صرف کرنا چاہئے کہ ایک پیسہ بھی اپنے پاس نہیں رکھنا چاہئے تا کہ اللہ تعالیٰ کی دوستی حاصل ہو۔

پھر فرمایا اے درویش! جسے نعمت حاصل ہوئی۔ اسی سے ہوئی۔ پھر ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک درویش از حد فقیر تھا لیکن اس کی عادت یہ تھی کہ اگر کوئی چیز بطور فتوح آ جاتی تو درویشوں کو بانٹ دیتا اور خود گھر میں گزارہ کرتا چنانچہ ایک مرتبہ دو درویش صاحب ولایت اس کے پاس آئے اور اس سے پانی مانگا۔ درویش اندر سے جَو کی دو روٹیاں اور پانی کا کوزہ لے کر آیا کیونکہ وہ بھوکے تھے۔ روٹی کھا کر پانی پیا۔ اور ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر باہم کہنے لگے کہ درویش نے تو اپنا کام کیا ہے۔ ہمیں بھی اپنا کام کرنا چاہئے۔ ایک نے کہا اسے دنیا دینی چاہئے۔ دوسرے نے کہا کہ یہ دنیا کے سبب گمراہی میں پڑ جائے گا۔ جواب دیا کہ درویش بخشنے والے ہوتے ہیں۔ دنیا آخرت کے بدلے دی۔ دعا کر کے چلے گئے۔ پھر وہ درویش ایسا کامل حال ہوا کہ ہر روز اس کے باورچی خانے میں ہزار من طعام موجود ہوتا جو خلق خدا کو کھلاتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ راہ محبت میں عاشق وہ شخص ہوتا ہے جو دونوں جہان سے دل اٹھا لے۔

محبت کے چار معنی

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ محبت کے چار معنی ہیں۔ پہلے ذکر خدا میں دل و جان سے خوش رہنا، دوسرے ذکر حق کو بڑا جاننا، تیسرے (علائق دُنیوی سے) قطع تعلق کرنا اور چوتھے اپنی اور جو اس کے سواہے سب کی حالت پر رونا جیسا کہ کلام مجید میں آیا ہے۔ قل ان کان اباؤ کم وابناؤ کم واخوانکم وازواجکم الخ اور محبوں کی صفت یہ ہے کہ ان کی محبت ان معنی پر ایثار ہو جائے۔ بعد ازاں چار منزلیں محبت۔ علم، حیاء اور تعظیم کی طے کریں۔

پھر فرمایا کہ محبت میں صادق وہ ہے کہ والد اور خویش و اقرباء سے قطع تعلق کر کے خدا اور رسول ﷺ سے تعلق پیدا کرے پس محب وہ شخص ہے کہ کلام الٰہی کے حکم پر چلے اور دوستی حق میں صادق ہو۔

بعد ازاں فرمایا کہ عاشقوں کا ایثار عاشقی بے نیازی اور محبوں کا ایثار آرزو کا نہ کرنا ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا سے پوچھا گیا کہ عارف کون ہے؟ فرمایا' جو دنیا سے روگردانی کرے اور جو کچھ اس کے پاس ہو راہ خدا میں صرف کرے۔

پھر فرمایا کہ عارفوں کی خصلت محبت میں اخلاص کرنا ہے پھر فرمایا کہ جہاں میں سب سے عمدہ بات یہ ہے کہ درویش درویش کے ساتھ مل بیٹھے اور جو کچھ دل میں ہو ایک دوسرے سے بیان کرے اور صاف صاف کہہ دے اور سب سے بُری چیز یہ ہے کہ درویش' درویش سے جدا رہے۔ اگر ایسی صورت ہے تو معرفت سے خالی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی دوستی اس بات سے پیدا ہوتی ہے کہ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ دشمن جانتا ہے ان سے دشمنی کی

جائے مثلاً دنیا اور نفس۔

بعدازاں فرمایا کہ عارف محبت میں کب کامل ہوتا ہے؟ اس وقت جبکہ گفتگو بیچ سے اٹھ جائے ایسا ہو جائے کہ دوست رہے یا وہ۔

بعدازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ عارفوں میں صادق وہ ہے کہ جس کی ملکیت میں کوئی چیز نہ ہو اور نہ ہی وہ کسی کی ملکیت ہو۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ خواجہ سمنون محبّ رحمۃ اللہ علیہ محبت کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ ایک پرندہ آ کر آپ کے سر پر بیٹھا۔ چند مرتبہ چونچ مار کر ہاتھ پر بیٹھا پھر بغل میں پھر زمین پر۔ چند مرتبہ چونچ ماری چونچ سے خون جاری ہوا پھر گر کر جان دے دی۔

جب خواجہ صاحب یہ فوائد ختم کر چکے تو میں اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

مجلس (۱۱)

عارفوں کا توکّل

بدھ کے روز قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ مولانا بہاؤالدین صاحب تفسیر' شیخ اوحد کرمانی اور چند اور درویش حاضر خدمت تھے۔ بات عارفوں کے توکل کے بارے میں شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ عارفوں کا توکل یہ ہے کہ ان کا توکل سوائے خدا کے کسی پر نہ ہو اور نہ کسی چیز کی طرف توجہ کریں۔

پھر فرمایا کہ متوکل حقیقت میں وہ ہے جو خلقت کی مدد اور تکلیف کی حکایت وشکایت نہ کرے۔

پھر فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے کہا کہ کیا تجھے کچھ ضرورت ہے؟ فرمایا۔ تجھ سے نہیں۔ اس واسطے کہ آپ اپنے نفس سے غائب تھے لیکن اللہ تعالیٰ سے باطنی حضور حاصل تھا۔

بعدازاں فرمایا کہ اہل توکل پر تجلیات شوق میں ایک ایسا وقت آتا ہے کہ اگر اس وقت انہیں ذرّہ ذرّہ کر دیا جائے یا تلوار سے زخمی کیا جائے یا کسی اور طرح رنج والم پہنچایا جائے تو انہیں مطلق خبر نہیں ہوتی۔

بعدازاں فرمایا کہ عارف کا توکل حق پر اس قسم کا ہوتا ہے کہ وہ عالم سکر میں متحیر رہتا ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ عارف کون ہے؟ فرمایا' جو تین چیزیں علم، عمل اور خلوت سے قطع تعلق رکھے کہ جب ''عصٰی ادم'' کی آواز آئی تو سونے چاندی کے سوا باقی سب چیزیں حضرت آدم علیہ السلام کی حالت پر روئیں۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ تم کیوں نہیں روئے۔ عرض کی جو تیرا نافرمانبردار ہے اس کی حالت پر ہم نہیں روئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم! کہ تمہاری قیمت اور جو کچھ تم میں ہے ان پر ظاہر کروں گا اور اس کے فرزندوں کو تمہارا خادم بناؤں گا۔

بعدازاں فرمایا کہ جب محبّ مملکت کا دعویٰ کرے تو محبت کے درجے سے گر جاتا ہے۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ محبت وفا کا دعویٰ ہے مع وصال اور حرمت باطل یعنی فقر کا مشاہدہ ایسا محب ہے۔ جو فریضہ نمازوں میں اپنے نفس کان اور سر کا خیال رکھے۔

رضائے محبت کیا ہے؟

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ جنید بغدادی ؒ سے پوچھا گیا کہ محبت کی رضا کیا ہے؟ فرمایا' اگر ساتوں دوزخ مع عظمت وہیبت ان کے دائیں ہاتھ پر رکھ دیئے جائیں تو یہ نہ کہے کہ بائیں ہاتھ پر رکھ دو۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ سب سے پہلے چیز جو انسانوں پر فرض ہوئی وہ معرفت تھی۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ۔ جنوں اور انسانوں کو عبادت کیلئے پیدا کیا ہے۔

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے بعض چیزوں کو بعض چیزوں میں پوشیدہ کیا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اسرار اولیاء کی محبت میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ جب محبوں کو اپنے انوار و تجلیات سے زندہ کرے گا تو انہیں وہ رویت نصیب ہوگی جو حضرت رسالت پناہ ﷺ کو ہوئی۔ چونکہ حق تعالیٰ بے زبان و بے جان و بے مکان و بے جہت ہے۔ اس واسطے آنحضرت ﷺ حق تعالیٰ کے اوصاف سے متصف ہوئے۔

عاشقِ صادق

پھر فرمایا کہ قیامت کے دن اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا عاشقوں کو صادق محب بنا دے گا۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ ان عاشقوں میں سے کوئی عاشق محبت کا دعویٰ تو کرے لیکن صادق وثابت نہ ہو تو وہ شرمندہ ہوگا اور اپنا منہ محبوں میں نہیں دکھا سکے گا پھر آواز آئے گی کہ یہ عاشق صادق نہ تھا اسے عاشقوں سے نکال دو۔

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ اہل محبت وہ لوگ ہیں جو صرف دوست کی بات سنتے ہیں۔ الحدیث عن قلبی ربی۔ یعنی عاشقوں کا دل صرف حق تعالیٰ کی بات سنتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب صاحبِ مُحبّت مر جاتا ہے تو اسے جلدی بخش دیا جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک درویش کو جنگل میں دیکھا کہ مر گیا ہے اور ہنس رہا ہے کہا تو، تو مر گیا ہے کیوں ہنستا ہے؟ کہا محبت خدا کی مرضی ہی ایسی تھی۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا ذل وہ ہے جو اپنے حال سے فانی ہو اور مشاہدۂ دوست میں باقی ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے اعمال پر غالب ہو اور اس کا اپنے آپ پر کچھ اعتبار نہ ہو اور عرش تک اسے قرار نہ ہو۔

فرمایا، ایک روز مالک دینار ؒ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی ملازمت (خدمت) کرنا کیسا ہے؟ فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی ملازمت کرتا ہے وہ ضرور واصل بن جاتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ رابعہ بصری ؒ سے سوال کیا گیا کہ سب سے اعلیٰ عمل کون سا ہے؟ فرمایا، اپنے اوقات کو یاد الٰہی میں بسر کرنا۔ جو شخص بزرگی کا دعویٰ کرے اور اس میں مراد پائی جائے تو سمجھو کہ وہ جھوٹا ہے۔ دعویٰ محبت میں مرد وہ شخص ہے جو اپنی مراد

سے درگزر کرے اور مراد حق اختیار کرے۔ اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کا دوست کہلانے کا مستحق ہوتا ہے۔ اگر اس وقت اللہ تعالیٰ اسے دوست کہے تو بندگی کا جواب کہے۔ (یعنی بندگی کے سوا کچھ جواب نہ دے) اس واسطے کہ اہل محبت کا نہ نام ہوتا ہے نہ جواب نہ رسم۔

پھر فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا کہ اہل عشق دوست کے سوا غیر کی طرف توجہ بھی نہیں کرتے۔ اس واسطے کہ جو بغیر دوست کے خوش ہوتا ہے تو اسے ہر قسم کا اندوہ لاحق ہوتا ہے۔ کیونکہ اسے دوست کی خدمت سے انس نہیں۔ اسے سب سے وحشت آتی ہے جو دوست سے دل نہیں لگاتا۔ وہ ہیچ در ہیچ ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ عارف وہ شخص ہوتا ہے جو صبح اٹھے تو رات کی بابت اسے کچھ نہ یاد ہو۔

بعد ازاں خواجہ صاحب ادام اللہ تقواہ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا اے غافل اس سفر کیلئے توشہ تیار کر جو تجھے درپیش ہے۔ یعنی موت۔ بعد ازاں فرمایا کہ اہل محبت کا ایسا گروہ ہے کہ ان کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔ بعد ازاں فرمایا کہ محبت میں عارف وہ شخص ہے جسے کوئی شے عجیب معلوم نہ ہو کیونکہ تسلیم دعویٰ صرف ایک چیز میں نہیں ہوتا جب کہ ہاتھ سے دیا جا چکے۔

پھر فرمایا کہ سب سے عمدہ وقت وہ ہے جب کہ دل میں کوئی وسوسہ اور خیال نہ ہو۔ اور لوگوں سے رہائی حاصل ہو۔ پھر فرمایا جسے محبت دی گئی ہے اسے فقر و وحشت دی گئی ہے تاکہ دنیا پر فریفتہ نہ ہو جائے۔

پھر فرمایا، عارف کہتے ہیں کہ یقین بمنزلہ نور ہے جس سے انسان منور ہو جاتا ہے پھر وہ محبوں اور متقیوں کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے۔

آدمی کی اصل

بعد ازاں فرمایا کہ آدمی کی اصل پانی اور خاک سے ہے جس پر پانی غالب ہے اگر وہ لطف و ریاضت سے جمال (الٰہی) کے دیکھنے میں خود پسندی سے کام لے تو وہ مقصود حاصل نہیں کر سکتا اور جس پر خاک غالب ہو تو سختی کے وقت وہ نیک پایا جاتا ہے تاکہ کسی کام کے لائق ہو جائے۔

پھر فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے بادل پیدا کرنا چاہا کہ ہر قسم کا رنگ ہو اور ہر قسم کا مزا۔ جب رنگوں کو ملایا تو اس سے پانی کا رنگ بنا اور جب سب مزوں کو ملایا تو پانی کا سا ذائقہ ہو گیا۔ اس کے پینے سے زندگی تو پاتے ہیں لیکن اس کی لذت کی خبر نہیں۔ ہر ایک چیز پانی کے سبب زندہ ہے۔

بعد ازاں ایک درویش نے جو حاضر خدمت تھا پوچھا کہ مجنون کون تھا؟ فرمایا وہ جو آغاز عشق میں ناچیز ہو جائے اور دوسرے اور تیسرے درجہ میں گم ہو جائے۔ پوچھا فنا و بقا کیا ہے؟ فرمایا فنا و بقا حق ہے اور بقا' بقائے حق ہے اور فنا، فنائے نفس۔ پوچھا تجرید کیا ہے؟ فرمایا صفات محبوب کا ذہن نشین کرنا (اسی لئے فرمایا گیا ہے) جو مجھ سے محبت کرتا ہے میں اس کیلئے کان اور آنکھ بن جاتا ہوں۔

پھر فرمایا۔ میں نے ملتان میں ایک بزرگ سے سنا کہ اہل محبت کی توبہ تین قسم کی ہوتی ہے۔ اول ندامت، دوم گناہوں کا

چھوڑ دینا اور سوم اپنے تئیں ظلم و جھگڑے سے پاک رکھنا۔

بعدازاں فرمایا کہ علم ایک ایسی چیز ہے جو محیط ہے معرفت اس کی ایک جز ہے پس خدا کہاں ہے اور بندہ کہاں۔ علم خدا ہی کو ہے۔ معرفت دونوں کی۔

پھر فرمایا جب تک عارف کے سرِ خالص نہیں ہوتے اس کا کوئی فعل صاف نہیں ہوتا۔

پھر فرمایا جس کو تو دوست رکھے گا اس کے سر پر بلا برسائے گا۔

پھر فرمایا توبۃ النصوح میں تین باتیں ہیں اول کم کھانا، روزے کیلئے۔

دوسرے کم سونا' طاعت کیلئے۔

تیسرے کم بولنا' دعا کیلئے۔

پہلے سے خوف، دوسرے اور تیسرے سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ پس خوف کے ضمن میں گناہ کی ترک ہے تاکہ آگ سے نجات حاصل ہو۔ اور رجاء کے ضمن میں طاعت کرتا ہے تاکہ بہشت میں مقام حاصل کر سکے اور ابدی زندگی حاصل کر سکے۔ اور محبت کے ضمن میں فکروں کا اجتہاد کرنا ہے تاکہ رضائے حق حاصل ہو۔ فرمایا محبت میں عارف وہ ہے جو ذکر کے سوا کسی کو دوست نہ رکھے۔

جب خواجہ صاحب یہ بیان کر چکے تو آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ اب میں وہاں کا سفر کرتا ہوں جہاں میرا مدفن ہوگا یعنی اجمیر جاتا ہوں۔ ان دنوں اجمیر ہندوؤں سے بھرپور تھا اور مسلمانی وہاں پر کچھ ایسی ترقی پر نہ تھی۔ جب خواجہ صاحب کا قدم مبارک وہاں پہنچا تو اس قدر اسلام ظاہر ہوا جس کی کوئی حد نہیں۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

مجلس (۱۲)

ملک الموت

جمعرات کے روز قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا اور یہ آخری مجلس تھی۔ اجمیر کی جامع مسجد میں درویش' عزیز' اہل صفا اور مرید حاضر خدمت تھے۔ بات ملک الموت کے بارے میں شروع ہوئی۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ بغیر ملک الموت کے دنیا کی قیمت جَو بھر بھی نہیں۔ پوچھا کیوں۔ فرمایا: اس واسطے کہ حدیث میں ہے: الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب۔ یعنی موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملاقات کراتا ہے۔

پھر فرمایا کہ دوست وہ ہے جو دل سے یاد کرے کیونکہ دل یار کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔ خاص کر اس واسطے کہ عرش کے گرد طواف کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اے میرے بندے! جب میرا ذکر تجھ پر غالب آجائے گا تو میں تیرا عاشق ہو جاؤں گا یعنی تیرا محب۔

پھر فرمایا عارف آفتاب کی طرح ہوتا ہے جو سارے جہان کو روشنی بخشتا ہے جس کی روشنی سے کوئی چیز خالی نہیں رہتی۔

جب خواجہ صاحب یہ فوائد ختم کر چکے تو آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ ہمیں اس جگہ لایا گیا ہے کہ ہمارا مدفن یہاں ہوگا۔ ہم چند ہی روز میں اس جہان سے سفر کر جائیں گے۔ شیخ علی سنجری رحمۃ اللہ علیہ حاضر تھے انہیں حکم ہوا (حکم وفرمان) مثال لکھو اور شیخ قطب الدین بختیار کاکی کو دے دو تا کہ دہلی چلے جائیں۔ کیونکہ خلافت ہم نے انہیں دی ہے اور وہی (دہلی) ان کا مقام ہے۔

بعدازاں جب مثال ختم ہوئی تو مجھے دی۔ میں آداب بجالایا۔ حکم ہوا کہ نزدیک آؤ! جب میں نزدیک گیا تو دستار اور کلاہ میرے سر پر رکھی اور شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کا عصا دیا اور زرہ مجھے پہنائی۔ اور قرآن شریف اور مصلیٰ بھی عنایت کیا اور فرمایا کہ یہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارے خواجگان چشت کو بطور امانت ملی ہے۔ ہم نے تجھے دے کر روانہ کیا ہے جس طرح انہوں نے ہم تک پہنچائی ہے۔ تم آگے پہنچا دینا اور نیز اس کا حق ادا کرنا تا کہ قیامت کے دن ہم خواجگان کے روبرو شرمندہ نہ ہوں۔ میں آداب بجالایا اور خواجہ صاحب نے دوگانہ ادا کر کے فرمایا جا! تجھے خدا کو سونپا اور تجھے منزل گاہ تک عزت سے پہنچایا۔

چار نفیس گوہر

بعدازاں فرمایا کہ چار چیزیں نہایت نفیس گوہر ہیں۔ اول وہ درویش جو اپنے تئیں دولت مند ظاہر کرے۔ دوسرے بھوکا جو اپنے تئیں پیٹ بھرا ظاہر کرے۔ تیسرے غمناک جو اپنے تئیں خوش ظاہر کرے۔ چوتھے جس سے دشمنی ہو۔ اسے دوست دکھائی دے۔ پھر فرمایا کہ اہل محبت کا مرتبہ ایسا ہے اگر اس سے پوچھیں کہ تو نے رات کی نماز ادا کی تھی تو کہہ دے کہ مجھے فرصت نہیں۔ ہم ملک الموت کے گرداگرد گھومتے ہیں جہاں وہ جاتا ہے وہیں اسے پکڑتے ہیں۔ خواجہ صاحب یہی فوائد بیان کر رہے تھے۔ میں نے چاہا کہ قدم بوسی کر کے روانہ ہو جاؤں۔ چونکہ آپ روشن ضمیر تھے فوراً معلوم کر لیا۔ فرمایا نزدیک آ! میں نے اٹھ کر سر قدموں میں رکھ دیا۔ فاتحہ پڑھ کر فرمایا کہ غم نہ کرو! اور مردہ نہ بنو! میں آداب بجالا کر واپس آیا۔ جب دہلی پہنچا تو تمام امام اور اہل اصفیاء میرے پاس آئے۔ دہلی آئے چالیس روز گزرے تھے۔ خبر پہنچی کہ خواجہ صاحب میرے روانہ ہونے کے بعد بیسویں روز اس جہان فانی سے کوچ فرما گئے۔ اسی رات دل خراب مصلیٰ پر بیٹھ کر سو گیا دیکھا کہ خواجہ صاحب عرش کی زمین پر کھڑے ہیں۔ میں نے سر قدموں پر رکھ دیا اور احوال پوچھا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے بخش دیا اور کروبیوں اور ساکنان عرش کے پاس جگہ دی۔ میں یہیں رہوں گا۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

(اُردو ترجمہ)

فوائد السالکین

یعنی

ملفوظات

حضرت قطب الاقطاب، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ

زُہد الانبیاء، امام الاتقیاء، خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر نزد مسلم ماڈل ہائی سکول ۴۰، اردو بازار لاہور
فون: 042-7246006

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

واضح رہے کہ یہ اُسرارِ الٰہی کا سلوک اور بے انتہاء انوار کے فوائد مشائخ کے سلطان' حقیقت کی دلیل' بزرگ شیخ پرہیز گاروں کے رئیس۔ اہل جہان کے امام، اولیاء کے چراغ، صوفیاء کے سرتاج قطب الحق والدین بختیار اوشی' خدا ان کے تقویٰ اور مبارک ذات کو ہمیشہ رکھے۔ آپ کی زبان گوہر نثار الفاظ دُرّ ربار (موتی بکھیرنے والے) سے سنے ہوئے لکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس مجموعہ میں سالکین کے فوائد لکھے جائیں گے۔ اس کے بعد فقیر حقیر مسعود اجودھنی جو کہ درویشوں کا غلام بلکہ ان کی خاک پا ہے یوں عرض کرتا ہے کہ جب دوسری ماہ رمضان ۵۸۴ھ کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا تو اسی وقت چوگوشیہ ترکی کُلاہ جو آپ پہنے ہوئے تھے اس دعا گو کے سر پر رکھی اور نہایت شفقت و مہربانی میرے حال پر فرمائی۔

قاضی حمید الدین ناگوری اور مولانا شمس الدین ترک خواجہ محمود، مولانا علاؤالدین کرمانی، سید نور الدین غزنوی، شیخ نظام الدین ابوالمؤید اور کئی بزرگ حاضر تھے۔

کشف و کرامات اولیاء

اولیا کی کشف اور کرامات کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ خواجہ قطب الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا کہ شیخ میں اس قدر دل کی قوت اور ضمیر کی صحبت ہونی چاہئے کہ جب کوئی شخص اس کے پاس بیعت ہونے کے لئے جائے تو اس پر واجب ہے کہ اپنی قوت باطنی سے اس شخص کے سینے کے زنگار کو جو دنیاوی آلائشوں سے آلودہ ہو' صیقل کرے تاکہ کھوٹ دغا فریب حسد برائی اور دنیاوی آلائشوں سے کوئی کدُورت بھی اس کے سینے میں نہ رہے۔ اس کے بعد اُس کا ہاتھ پکڑ کر معرفت کے بھیدوں سے واقف کردے۔ اگر پیر کو اس قدر قوت حاصل نہ ہو تو تحقیق جان! کہ پیر اور مرید دونوں گمراہی کے جنگل میں سرگرداں ہوں گے۔

اور اس موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ کتاب اسرار العارفین میں خواجہ شبلی ﷫ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بدخشاں کی طرف سفر کر رہا تھا ایک بزرگ کو دیکھا جس کی بزرگی کی صفت بیان نہیں ہوسکتی۔ میں نے اسے سلام کیا۔ اس نے فرمایا کہ بیٹھ جائیں۔ میں بیٹھ گیا۔ چند روز میں اس کی خدمت میں رہا۔ افطار کے وقت جو کی دو روٹیاں عالم غیب سے مل جاتیں۔ ایک سے وہ بزرگ روزہ افطار کرتے اور ایک مجھے دیتے۔

الغرض! اس بزرگ نے والیٔ بدخشاں کو فرمایا کہ میرے لئے چند خانقاہیں تیار کرا۔ والیٔ بدخشاں نے شیخ کے حکم کے بموجب چند روز میں خانقاہ تیار کرا کے عرض کی کہ جناب! خانقاہیں تیار ہو چکی ہیں۔ تب اس بزرگ نے فرمایا کہ ہر روز بازار سے ایک

کتھک (ناچنے اور گانے والا لڑکا) خرید لاؤ! انہوں نے اسی طرح کیا۔ جب وہ بازار سے خرید لاتے تو وہ بزرگ اس کتھک کا ہاتھ پکڑ کر سجادے پر بٹھا دیتا اور کہتا کہ میں نے اسے خدارسیدہ کر دیا۔ آخر کار وہ کتھک ایسے ہوئے کہ ہر ایک ان میں سے پانی پر چل سکتا تھا اور جس شخص کو وہ کتھک دعا دیتے ٹھیک اسی طرح ظہور میں آتا۔ خواجہ شبلی فرماتے ہیں کہ مجھے ان کتھکوں کی کشف و کرامات سے حیرانی ہوئی تو اس بزرگ نے فرمایا اے شبلی! سجادے پر بیٹھنا اور بیعت کرنا اس شخص کیلئے مناسب ہے جس میں قوت ہو کہ دوسرے کو صاحب سجادہ کر سکے اور اگر ولایت کی قوت نہ ہو تو وہ شیخ نہیں ہوتا بلکہ وہ اہل سلوک کے نزدیک محض مدعی اور دروغ گو ہے۔

کمالیت چار چیزوں میں ہے

اسی موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ اہل سلوک اپنی خصلتوں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آدمی کی کمالیت ان چار چیزوں یعنی کم کھانے، کم سونے، کم بولنے اور خلقت سے کم میل جول کرنے میں ہے۔

فرمایا کہ غزنی میں ایک درویش تھا جو ہر روز تجرید میں صبر کرتا۔ اگر دن کے وقت کوئی چیز زائد اسے مل جاتی تو رات تک ایک پیسہ بھی پاس نہ رکھتا تھا جو چھوٹے بڑے دولت مند یا درویش اس کے پاس آتے تو وہ محروم نہ جاتے۔ چنانچہ اگر کوئی بھوکا آتا تو اسے کھانا کھلاتا اور اگر کوئی ننگا آتا تو اپنے بدن کے کپڑے اتار کر اسے پہناتا۔ وہ درویش اور دعا گو ایک ہی جگہ پر رہتے تھے۔ اس کو میں نے یہ کہتے سنا کہ چالیس سال میں نے مجاہدے اور بندگی میں صرف کئے لیکن کوئی روشنی اپنے آپ میں نہ پائی جب سے میں نے چار مذکورہ بالا چیزیں کیں تب سے روشنی اس قدر حاصل ہوئی کہ اگر کسی وقت آسمان کی طرف دیکھتا ہوں تو عرش عظیم تک کوئی پردہ نہیں رہتا اور اگر زمین کی طرف نگاہ کرتا ہوں تو سطح زمین سے لے کر تحت الثریٰ تک جو کچھ اس میں ہے سب دکھائی دیتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آج تیس سال کا عرصہ ہونے کو ہے کہ میں لب بند کئے ہوئے بیٹھا ہوں پھر مجھے مخاطب کر کے فرمایا اے درویش! جب تک تو کم نہ بولے گا اور لوگوں سے میل جول کم نہ کرے گا درویشی کا جوہر ہرگز تجھ میں پیدا نہ ہوگا کیونکہ درویش لوگوں کا وہ گروہ ہے جس نے اپنے لئے نیند حرام کی ہے اور بات کرنے میں زبان گونگی بنالی ہے اور عمدہ کھانے کو مٹی میں ملا دیا ہے اور لوگوں کو زہریلے سانپ کی طرح خیال کیا ہے۔ تب کہیں قرب الٰہی حاصل کیا ہے۔

فرمایا کہ اگر درویش عمدہ لباس پہنے یعنی خلقت کے دکھاوے کیلئے تو ٹھیک جانو کہ وہ درویش نہیں بلکہ راہ سلوک کا راہزن ہے اور جو درویش نفس کی خواہش کے مطابق عمدہ کھانا پیٹ بھر کر کھائے تو یقین جانو کہ وہ بھی راہ سلوک میں دروغ گو اور جھوٹا مدعی اور خود پرست ہے اور جو درویش کہ دولت مند کی ہم نشینی کرتا ہے اسے درویش نہ خیال کرو بلکہ وہ طریقت کا مرتد ہے اور جو درویش نفسانی خواہش کے مطابق خوب دل کھول کر سوتا ہے یقین جانو کہ اس میں کوئی نعمت نہیں۔

فرمایا کہ میں ایک دفعہ ایک دریا کی طرف سیر کر رہا تھا۔ ایک بزرگ اور مالدار درویش کو دیکھا لیکن ساتھ ہی اسے مجاہدے

میں یہاں تک پایا کہ اس کے وجود مبارک پر ہڈیاں اور چمڑہ بھی نہیں رہا تھا۔

الغرض! اس درویش کی یہ رسم تھی کہ جب نماز چاشت ادا کرتا اور سجادے پر بیٹھتا تو اس کے دسترخوان پر تقریباً اڑھائی من طعام ہوتا۔ چاشت سے ظہر کی نماز تک جو شخص آتا کھانا کھا کر چلا جاتا۔ اگر کوئی ننگا ہوتا تو اسے حجرے میں لے جا کر کپڑا پہناتا اور جب طعام ختم ہو جاتا اور کوئی مسکین اور عاجز آ جاتا تو مصلّے کے نیچے ہاتھ ڈال کر جو کچھ اس کا نصیب ہوتا اسے دے دیتا۔

الغرض! دعا گو چند روز اس بزرگوار کی خدمت میں رہا۔ جونہی کہ افطار کا وقت ہوتا چار کھجوریں عالم غیب سے پہنچ جاتیں۔ ان میں سے دو مجھے دیتا اور دو خود کھالیتا اس کے بعد کہتا کہ جب تک درویش کم نہ کھائے اور کم نہ سوئے اور کم نہ بولے اور لوگوں کے میل جول کو ترک نہ کرے۔ کسی مرتبے کو نہیں پہنچتا۔

دنیاوی آلائش کا نقصان

اسی موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ اے درویش! حضرت عیسیٰ علیہ السلام باجوداتنی درویشی اور قرب کے چوتھے آسمان پر پہنچے تو حکم ہوا کہ اسے چوتھے ہی آسمان پر رہنے دو کیونکہ دنیاوی آلائش اس میں ابھی باقی ہے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تلاش کیا تو ایک لکڑی کا پیالہ سوئی اور خرقہ موجود پایا۔ آواز دی کہ اسے میں کیا کروں؟ حکم ہوا کہ تو نے اپنے پاؤں پر اپنے ہاتھ سے کلہاڑی ماری ہے جو پیالہ اور سوئی باہر نہیں پھینک آیا۔

اب اسی جگہ رہو۔ پس اے درویش! وہ اسباب جو بالکل ہیچ ہیں۔ اس کے بدلے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام چوتھے ہی آسمان میں رکھے گئے تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ یہ انسان باوجود اتنی آلائشوں کے بارگاہِ الٰہی میں باریاب ہو۔

فرمایا کہ درویش مجرد ہونا چاہیے اور اسے ایک ملک سے دوسرے ملک میں سیر کرنی چاہیے۔

عالم تحیر میں اسرارِ الٰہی

فرمایا کہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک درویش صاحب تفکر تھا وہ ہمیشہ حیرانی میں رہا کرتا تھا جب اس سے لوگوں نے پوچھا آپ جو عالم تحیر میں مستغرق رہتے ہیں اس میں کیا حکمت ہے۔ اس نے کہا جہاں تک میں نگاہ کرتا ہوں۔ جب ایک ملک سے گزرتا ہوں تو اس سے سوگنا اور ملک دیکھتا ہوں۔ اور جب میں انہیں دیکھتا ہوں تو ایک سے ایک نہیں ملتا اس واسطے میں ایک ملک سے دوسرے ملک میں جاتا ہوں۔ اور انہیں خیالات میں مستغرق رہتا ہوں۔ خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ اشک بار ہو گئے اور فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے ایک درویش سے یہ مثنوی سنی تھی۔

ہر آں ملکے کہ واپس مے گزارم
دو صد ملکے دگر در پیش دارم

ترجمہ: وہ ملک جو میں پیچھے چھوڑ آتا ہوں۔ ویسے ہی دو سو اور ملک میرے آگے آتے ہیں۔

آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ اہل سلوک اور متحیروں کا گروہ یہ فرماتا ہے کہ درویش کو سلوک کی راہ میں ہر روز ایک لاکھ ملک

سے گزرنا چاہیے۔ اور پھر بھی قدم آگے بڑھانا چاہیے۔ پس جسے عالم غیب سے کچھ حاصل نہیں اس کی نگاہ خود درویش ہے۔ اسی موقع پر آپ نے فرمایا کہ جو اولیاء اسرار کو ظاہر کرتے ہیں وہ شوق کے غلبہ میں ہوتے ہیں۔ اور اسی غلبہ کی وجہ سے کہہ بیٹھتے ہیں۔ اور بعض ایسے کامل حال ہیں کہ کسی قسم کا بھید ظاہر نہیں کرتے۔ پس اس راہ میں اہل سلوک کا حوصلہ وسیع ہونا چاہیے۔ تاکہ اسرار الٰہی کو پوشیدہ رکھ سکیں اس لیے کہ یہ بھید دوست کے بھید ہیں۔ پس جو کامل حال ہے وہ کبھی بھیدوں کو ظاہر نہیں کرتا۔

اَسرارِ الٰہی کا ظاہر نہ کرنا ضروری ہے

اسی موقع پر آپ نے فرمایا کہ میں کئی سال تک شیخ معین الدین حسن سنجری قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں رہا۔ لیکن یہ کبھی نہ دیکھا کہ آپ نے دوست کا بھید ظاہر کیا ہو یا اس کا تذکرہ تک کیا ہو۔ اور نہ ان انوار کو ذرہ بھر بھی ظاہر کیا۔ جو ان پر نازل ہوتے۔ ایک روز فقیر کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے فرید! کامل حال وہ شخص ہیں جو دوست کی ہدایت میں مکاشفہ نہیں کرتے۔ تاکہ دوسرے اس سے واقف نہ ہو جائیں۔

آپ نے فرمایا: اے فرید! تو نے دیکھا کہ اگر منصور حلاج کامل ہوتا۔ تو ہرگز دوست کا بھید ظاہر نہ کرتا۔ لیکن چونکہ کامل نہیں تھا اس واسطے دوست کے اسرار کے شربت کا ذرہ بھر اس نے ظاہر کر دیا اور جان سے مارا گیا۔

آپ نے فرمایا کہ جب خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز عالم سکر میں ہوتے تو سوائے ایک بات کے اور کچھ نہ فرماتے۔ وہ یہ تھی کہ اس عاشق پر ہزار افسوس ہے جو اللہ تعالیٰ کی دوستی کا دم مارے اور جو اسرار الٰہی اس پر نازل ہوں ان کو فوراً دوسروں کے سامنے ظاہر کر دے۔

اسی موقع پر آپ نے فرمایا کہ میں نے شیخ معین الدین حسن سنجری قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سنا ہے کہ ایک بزرگ نے سو سال سے کچھ اوپر تک اللہ تعالیٰ عزوجل کی عبادت کی اور جو کچھ مجاہدے کا حق تھا ادا کیا۔ اس کے بعد اسرار الٰہی سے ایک بھید اس پر ظاہر کیا گیا چونکہ وہ بزرگ تنگ حوصلہ تھا اس لئے اس کی تاب نہ لا کر اسے ظاہر کر دیا دوسرے روز جو نعمت اسے عطاء کی گئی تھی سب چھین لی گئی۔ وہ دیوانہ ہو گیا کہ یہ کیا ہوا غیب سے آواز آئی کہ اے خواجہ! اگر تو اس راز کو ظاہر نہ کرتا تو دوسرے رازوں کے لائق بنتا۔ لیکن جب ہم نے دیکھا کہ تو ابھی ساتویں پردہ میں ہے اس لیے ہم نے اپنی نعمت تجھ سے چھین کر دوسرے کو دے دی۔

خواجہ قطب الاسلام دام تقواہ نے فرمایا کہ اے فرید! اس راہ میں اہل سلوک کے درمیان ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو کہ اسرار کے لاکھوں دریا پی جاتے ہیں۔ اور انہیں معلوم نہیں ہوتا کہ ہم نے کیا پیا ہے۔ بلکہ پھر بھی ھل من مزید کی فریاد کرتے ہیں۔

اسی موقع پر آپ نے فرمایا کہ ایک بزرگ نے کسی دوسرے بزرگ کو خط لکھا کہ وہ شخص کیسا ہے جو محبت کے ایک ہی پیالے سے مست ہو جائے۔ اور اسرار الٰہی ظاہر کر دے؟ اس بزرگ نے جواب میں لکھا کہ وہ بہت ہی کم ہمت اور تنگ حوصلہ ہے۔ لیکن یہاں ایسے مرد ہیں کہ ازل اور ابد کے دریا اور دوست کے اسرار اور محبت کے پیالے پیئے ہیں۔ اور آج تقریباً پچاس سال کا

عرصہ ہونے کو آیا ہے کہ ھل من مزید کی فریاد کرتے ہیں۔ یہ کیا بات ہے جو تو نے کہی ہے۔ میں تجھے منع کرتا ہوں کہ یہ بات نہ کہنا کہ اہل سلوک کے پیر جو اسرار ظاہر کر دیتے ہیں۔ کچھ حاصل نہیں کرتے۔ کیونکہ اس سے ہمیں شرم آتی ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ جب تک درویش سب سے یگانہ نہ بن جائے اور ہر وقت مجرد نہ رہے اور کوئی دُنیا کی آلائش باقی رہے۔ تو وہ ہرگز قرب کے مقام کو نہیں پہنچتا۔

پھر اسی موقع پر فرمایا کہ خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز ستر سال کے بعد مقام قرب پر پہنچے۔ تو حکم ہوا کہ اس کو واپس کر دو کیونکہ دُنیاوی آلائش اس میں ابھی باقی ہے۔ خواجہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً اپنی تلاش کی۔ تو پرانی پوستین اور ٹوٹا ہوا پیالہ اپنے ہمراہ پایا اسی سبب سے باریاب نہ ہوئے۔ جب ایسے بزرگوں کی یہ حالت ہے تو تم جیسے کب باریاب ہو سکتے ہیں۔ جن میں اتنی دُنیاوی آلائشیں پائی جاتی ہیں۔ پس اے بھائی! درویشی کی راہ پر چلنا اور بات ہے اور ذخیرہ جمع کرنا اور بات یا تو درویش بن یا ذخیرہ جمع کرنے والا۔

کامل درویش

جب درویش کامل ہو جاتا ہے تو جو کچھ کہتا ہے وہی ہوتا ہے اور ذرہ بھر بھی اس بات میں فرق نہیں آتا۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ میں اور قاضی حمید الدین ناگوری' جو اس دُعا گو کے یار غار ہیں۔ دریا کی طرف سیر کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عجائبات کا نظارہ کر رہے تھے جس کی صفت بیان نہیں ہو سکتی۔ دریا کے نزدیک ایک مقام تھا جہاں پر ہم دونوں بیٹھ گے اور بھوک نے ہم دونوں کو لاچار کر دیا وہاں بیابان میں طعام کہاں سے مل سکتا تھا کچھ وقت کے بعد ایک بکری منہ میں دو روٹیاں لیے ہوئے آئی اور ہمارے سامنے رکھ دیں اور خود واپس چلی گئی ہم نے روٹیاں کھا لیں اس کے بعد ہم نے آپس میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں روٹیاں اپنے خزانہ غیب سے عطا کی ہیں وہ بکری نہیں تھی بلکہ وہ مردان غیب سے کوئی ہوگا ہم یہی باتیں کر رہے تھے کہ ایک بچھو ایک بڑے اونٹ کے قد کا ظاہر ہوا اسی طرح جیسے کمان سے تیر نکلتا ہے اور دوڑتا گیا جونہی دریا کے پاس پہنچا اپنے آپ کو بے دھڑک پانی میں پھینک دیا میں نے قاضی کی طرف دیکھا اور قاضی نے میری طرف ہم دونوں نے کہا کہ اس میں کچھ بھید ہے جو بچھو جلدی جلدی آ رہا ہے مناسب ہے کہ ہم بھی اس کے پیچھے چل کر دیکھیں لیکن دریا کے اس کنارے پر کوئی کشتی موجود نہ تھی جس پر سوار ہو کر ہم پار جاتے جب عاجز ہو گئے تو دُعا کی کہ اے پروردگار عزوجل! اگر ہم درویشی میں مکمل ہو چکے ہیں تو ہمیں دریا راستہ دے دے تا کہ ہم چل کر اس بچھو کا تماشا دیکھیں کہ کہاں جاتا ہے۔ جونہی یہ مناجات ہم نے کی۔ تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ دریا پھٹ گیا۔ اور خشک زمین نکل آئی۔ ہم دونوں پار گئے وہ بچھو ہمارے آگے تھا اور ہم پیچھے پیچھے چل دیئے۔ ہم ایک درخت کے پاس پہنچے جہاں ایک آدمی سویا پڑا تھا اور درخت سے ایک بڑا سانپ نیچے اتر رہا تھا تا کہ اس شخص کو ہلاک کرے۔ اس بچھو نے سانپ کو ڈسا اور ہلاک کر دیا۔ ہمارے سامنے سے وہ بچھو غائب ہو گیا اور سانپ اس آدمی کے پاس ہی مردہ ہو کر گر پڑا۔ ہم نے نزدیک جا کر سانپ کو دیکھا۔ جو تقریباً اڑھائی من وزن میں ہوگا۔

ہم نے کہا۔ جب وہ آدمی جاگے ہم دریافت کریں کہ اللہ تعالیٰ نے جو اسے بچایا تو یہ ضرور کوئی بزرگ ہوگا۔ جب ہم اس کے پاس گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ شراب پی کر پڑا ہے۔ اور قے کی ہوئی ہے۔ ہم بے حد شرمندہ ہوئے۔ اور کہا کہ کاش ہم نہ ہی آتے تا کہ اس طرح کی حالت نہ دیکھتے۔ اس کے بعد ہم دونوں نے کہا کہ اللہ عزوجل نے ایسے شراب خور اور نافرمان کو بچایا۔ ابھی یہ خیال پورے طور پر ہمارے دِل میں نہ گزرنے پایا تھا کہ غیب سے آواز آئی کہ اے عزیزو! اگر ہم صرف پرہیز گاروں اور صالح آدمیوں کو بچائیں تو گنہگاروں اور مفسدوں کو کون بچائے؟ ابھی ہم اسی گفتگو میں تھے کہ وہ مرد جاگ پڑا اور سانپ کو پاس مرا ہوا دیکھا تو بہت ہی حیران ہوا اور اس فعل سے توبہ کی کہتے ہیں کہ جوان خدارسیدہ بن گیا۔ اور ستر حج ننگے پاؤں کیے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جب لطف الٰہی کی ہوا چلتی ہے تو لاکھوں شرابیوں کو صاحب سجادہ بنا دیتی ہے اور بخش دیتی ہے اور خدا نہ کرے اگر قہر کی ہوا چلے تو لاکھوں سجادہ نشینوں کو راندۂ درگاہ بنا دیتی ہے۔ اور سب کو شراب خانوں میں دھکیل دیتی ہے۔ پس اے بھائی! اس راہ میں بے غم نہیں ہونا چاہیے اس واسطے کہ اس راہ میں کامل سلوک والے دِن رات ہر وقت فراق کے ڈر اور خوف سے حیران اور غمگین رہتے ہیں کیونکہ کسی کو معلوم نہیں کہ کس طرح ہوگا۔

اسی موقع پر آپ نے فرمایا کہ اگر لعنتی شیطان اپنے انجام کو جانتا۔ تو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار نہ کرتا۔ اور بے شبہ سجدہ کرتا۔ لیکن چونکہ اس لعنتی کو انجام معلوم نہ تھا۔ اور اپنی طاقت پر غرور تھا اس لیے یہ کہہ دیا کہ میں ہرگز خاکی کو سجدہ نہ کروں گا۔ اس لیے وہ بلاشک وشبہ لعنتی ہو گیا اور اس کی سب طاعتیں ضائع اور اکارت گئیں اور واپس اس کے منہ پر ماری گئیں۔

اہلِ اللہ کا خوف

اسی موقع کے مناسب آپ نے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ ایک شہر میں گیا۔ اہل اصلاح کے ایک گروہ کو دیکھا کہ بیس بیس کی ٹولی عالم تحیر میں کھڑی ہے اور ان کی آنکھیں آسمان کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ جب نماز کا وقت ہوتا تو نماز ادا کر کے عالم تحیر میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ میں بھی کچھ مدت ان کے پاس رہا۔ ایک دِن ان میں سے چند آدمی عالم صحو میں آئے تو اس دُعا گو نے ان کی خدمت میں عرض کی کہ آپ کب سے اس عالم میں مشغول ہیں انہوں نے کہ تقریباً ساٹھ یا ستر سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ کہ ہم لعنتی شیطان کے قصے کے خیال میں ہیں کہ اس نے چھ لاکھ چھتیس ہزار سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ لیکن جب حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا۔ تو مردود ہو گیا۔ اس خوف اور حیرت سے ہم کانپ رہے ہیں۔ اور اس عالم تحیر میں پڑے ہیں اور اسی سوچ بچار میں پڑے ہیں۔ اور ہمیں یہ معلوم نہیں کہ انجام کیا ہوگا؟ اس خوف سے خواجہ قطب الاسلام ادام اللہ تقواہ رو پڑے۔ اور زبانِ مبارک سے فرمایا کہ کامل مردوں کا حال یوں ہے کہ وہ خوف الٰہی کے مارے حیران رہتے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ ہم کس گروہ میں ہیں۔

جونہی خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا۔ آپ اٹھ کر عالم تحیر میں مشغول ہوئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

ہفتہ کے روز ماہ شوال ۵۸۴ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ قاضی حمید الدین ناگوری مولانا علاؤ الدین کرمانی اور مولانا شمس الدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے علاوہ اور صاحب بھی خدمت میں حاضر تھے۔

سلوک اور اہلِ سلوک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو آپ نے زبانِ مبارک سے فرمایا کہ راہ سلوک کے سالک وہ ہیں جو سر سے پاؤں تک دریائے محبت میں غرق ہیں۔ کوئی لحظہ اور گھڑی ایسی نہیں گزرتی کہ ان پر عشق کی بارش نہ برسے۔

اس کے بعد فرمایا کہ عارف وہ شخص ہے کہ ہر لحظہ اس میں عالم اسرار سے ہزار ہا اسرار پیدا ہوں اور عالم سکر میں رہے اور اگر اس حالت میں اٹھارہ ہزار عالم اس کے سینے میں ڈالے جائیں تو بھی اسے خبر نہ ہو۔

اس کے بعد اسی موقع پر فرمایا کہ ایک مرتبہ سمرقند میں میں نے ایک درویش کو دیکھا۔ جو عالم تحیر میں تھا۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ کب سے یہ بزرگ عالم تحیر میں ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ بیس سال سے۔ الغرض میں کچھ مدت ان کی خدمت میں رہا۔ ایک مرتبہ اسے عالم صحو میں پا کر اس سے پوچھا کہ جس وقت آپ عالم تحیر میں ہوتے ہیں تو کیا تمہیں آمد و رفت کی خبر بھی ہوتی ہے یا نہیں؟ درویش نے کہا اے یارو! جس وقت درویش دریائے محبت میں غرق ہوتا ہے۔ تو جو کچھ تجلیات کے اسرار اس پر نازل ہوتے ہیں اسے اٹھارہ ہزار عالم کی بھی خبر نہیں ہوتی۔ پس یہ عشق بازی کی راہ ہے۔ جس نے اس میں قدم رکھا وہ جان سلامت نہ لے گیا۔

مصیبت پر صبر

اسی موقع پر آپ نے فرمایا کہ جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کے گلے پر چھری پھیری گئی۔ تو انہوں نے چاہا کہ فریاد کریں حکم ہوا کہ اے یحییٰ (علیہ السلام)! اگر تو نے دم مارا تو یاد رکھ تیرا نام اپنے محبوں کی فہرست سے کاٹ ڈالوں گا پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب حضرت زکریا علیہ السلام کے سر مبارک پر آرا چلنے لگا تو انہوں نے چاہا کہ فریاد کریں۔ لیکن جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے۔ اور کہا جناب الٰہی سے یہ حکم ہوا ہے کہ اگر تو نے دم مارا تو تیرا نام صابرین کے دفتر سے مٹا دیا جائے گا۔

اسی وقت خواجہ صاحب قطب الاسلام اشک بار ہو گئے اور فرمایا کہ جو شخص محبت کا دعویٰ کرے اور مصیبت کے وقت فریاد کرے وہ در حقیقت سچا دوست نہیں ہوتا بلکہ جھوٹا ہے۔ اس واسطے کہ دوستی اس بات کا نام ہے کہ جو کچھ دوست کی طرف سے آئے اس پر راضی رہے اور لاکھوں شکر بجا لائے اور دوسرے یہ کہ شاید اسی بہانے سے یاد کرے۔

اس کے بعد اسی موقع پر فرمایا کہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کا یہ طریقہ تھا کہ جب آپ پر کوئی بلا نازل ہوتی تو آپ خوشی مناتیں اور کہتیں کہ آج اس بڑھیا کو دوست نے یاد کیا اور جس روز مصیبت نازل نہ ہوتی تو آپ رو کر کہتیں کہ آج کیا ہو گیا اور مجھ سے کیا خطا سرزد ہوئی کہ دوست نے اس بڑھیا کو یاد نہیں کیا۔

اس کے بعد فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام شیخ معین الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سنا ہے کہ راہ سلوک میں یہ بات ہے کہ جو شخص محبت کرے اور محبت کا دعویٰ کرے وہ دوست کی مصیبت کو خواہش سے چاہتا ہے۔ کیونکہ اہل معرفت کے نزدیک دوست کی مصیبت دوست کی رضا ہے۔

پھر فرمایا کہ جس روز دوست کی مصیبت ہم پر نازل نہیں ہوتی ہے۔ ہم کو معلوم ہو جاتا ہے آج نعمت ہم سے چھن گئی۔ اس واسطے کہ راہ سلوک میں دوست کی رحمت دوست کی مصیبت ہوتی ہے۔

مردانِ غیب

مردانِ غیب کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ جس آدمی سے مردانِ غیب کی ملاقات ہوتی ہے۔ پہلے وہ اسے آواز دیتے ہیں جب وہ اس میں پکا ہو جاتا ہے تو پھر اپنے آپ کو اس پر ظاہر کرتے ہیں۔ پھر اسے مجلس سے بلا لیتے ہیں۔

فرمایا کہ اس دُعا گو کا ایک یار شیخ عثمان سنجری (علیہ الرحمۃ) جو ہم خرقہ بھی تھا۔ وہ از حد مشغول حق تھا چنانچہ اسے مردان غیب آواز دیا کرتے تھے۔ چونکہ شیخ نے اپنا کام اور بھی بڑھا لیا تھا اس لیے اس سے ملاقات بھی کرتے تھے۔ ایک دن وہ یاروں کے ہمراہ مجلس میں بیٹھا ہوا تھا اور میں بھی اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ایک شیخ کے آنے پر لبیک کہا: انہوں نے کہا آتے ہو یا ہم چلے جائیں۔ جونہی اس نے یہ بات سنی مجلس سے اٹھ بیٹھا اور آواز کی طرف چلا گیا ہم سے دور یہاں تک کہ نظر سے غائب ہو گیا۔ مجھے معلوم نہ ہوا کہ وہ کہاں گیا اور اسے کہاں لے گئے۔

خواجہ قطب الاسلام ادام اللہ تقواہٗ نے زبانِ مبارک سے فرمایا کہ اگر چلنے والا ایک خاص سمت میں چلتا ہے اور اس کا یقین کامل ہے اور کمالیت کی اُمید رکھتا ہے۔ تو یقیناً وہ کمالیت کو پہنچ جاتا ہے۔

باطنی متابعت

اس کے بعد اسی موقع پر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اور قاضی حمید الدین ناگوری (رحمۃ اللہ علیہ) خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے' وہاں پر شیخ برہان الدین (رحمۃ اللہ علیہ) نام کے ایک بزرگ جو خواجہ ابو بکر شبلی (علیہ الرحمۃ) کے غلام تھے اور از حد بزرگ تھے۔ خانہ کعبہ کا طواف کر کے آئے تھے۔ ہم نے بھی ان کے پیچھے اس طرح طواف کرنا شروع کیا کہ جہاں وہ قدم رکھتے ہم بھی وہیں رکھتے۔ چونکہ وہ پیر روشن ضمیر تھے سمجھ گئے انہوں نے کہا۔ میری ظاہری متابعت کیوں کرتے ہو؟ اگر کرنی ہے تو باطنی کرو۔ اور جو ہمارا عمل ہے۔ اس پر کاربند رہو۔ ہم دونوں نے ان سے پوچھا کہ آپ کونسا عمل کرتے ہیں۔ شیخ مذکور نے کہا کہ ہم ایک دن میں بیس ہزار مرتبہ قرآن شریف ختم کرتے ہیں۔ ہم دونوں نے اس بات پر بڑا تعجب کیا کہ یہ بزرگوار کیا کہتا ہے۔ ہم نے خیال کیا کہ اس نے شاید ہر سورۃ کا کوئی خاص حصہ زبانی یاد کیا ہوگا۔ اتنے میں اس نے سر اٹھا کر مجھے کہا۔ خبردار! ایسا نہیں بلکہ ہم حرف بحرف پڑھتے ہیں مولانا علاؤالدین کرمانی بھی حاضر مجلس تھے انہوں نے فرمایا کہ یہ کرامت ہے۔

خواجہ قطب الاسلام ادام اللہ تقواہٗ نے فرمایا کہ ہاں! جو بات عقل میں نہ آسکے وہی کرامت ہوتی ہے اس کے بعد خواجہ صاحب نے اشک بار ہو کر فرمایا کہ جو شخص حقیقت کے مرتبے پر پہنچتا ہے اپنی نیک اعمالی کے باعث پہنچتا ہے اگرچہ فیض سب پر ہوتا ہے لیکن کوشش لازم ہے۔

مجلس میں بیٹھنے کے آداب

اس کے بعد مجلس میں آنے اور پیر کی خدمت میں باادب بیٹھنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو خواجہ قطب الاسلام ادام اللہ تقواہٗ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ جب کوئی شخص مجلس میں آئے تو جہاں خالی جگہ دیکھے وہیں بیٹھ جائے کیونکہ آئندہ جگہ بھی

اس کی وہی ہے اس کے بعد فرمایا کہ ایک مرتبہ دُعا گو اجمیر میں شیخ معین الدین حسن سنجری کی خدمت میں مولانا صدر الدین کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ مولانا صدر الدین نے فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ایک مقام پر بیٹھے ہوئے تھے اور ارد گرد صحابہ کرام بیٹھے ہوئے تھے کہ تین آدمی باہر سے آئے۔ ایک نے اس حلقہ میں جگہ پائی وہ وہیں بیٹھ گیا۔ دوسرا جس نے اس حلقہ سے باہر جگہ دیکھی وہ وہیں بیٹھ گیا۔ اور تیسرے نے جب جگہ نہ پائی۔ تو واپس چلا گیا۔ اسی وقت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس شخص نے حلقہ میں جگہ پائی ہے اس کو ہم نے اپنی پناہ میں لے لیا اور جو حلقے سے پیچھے بیٹھا ہے۔ ہم اس سے بہت شرمندہ ہیں۔ اور قیامت کے دِن ہم اسے رسوا نہیں کریں گے اور تیسرا جو چلا گیا ہے وہ ہماری رحمت سے دور ہو گیا اور محروم رہا قاضی حمید الدین ناگوری (علیہ الرحمۃ) نے عرض کی جو شخص چلا گیا اگر وہ نہ چلا جاتا تو کیا کرتا... ؟

خواجہ قطب الاسلام نے فرمایا کہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انسان مجلس میں جہاں جگہ پائے بیٹھ جائے۔ اور اسی جگہ بیٹھا رہے کیونکہ آئندہ جگہ بھی وہی ہوتی ہے یا حلقہ کے پیچھے بیٹھ جائے لیکن ہر حال میں دائرہ کے درمیان نہ بیٹھے۔ اس واسطے کہ رسول اللہ ﷺ سے حدیث میں ہے کہ ابواللیث سمرقندی کی تنبیہ میں لکھی گئی ہے۔ کہ جو شخص مجلس کے درمیان میں بیٹھتا ہے۔ وہ لعنتی ہے۔

دُعا اور بد دعا

پھر پیر کی دعاء اور بد دعاء کے بارے میں بات شروع ہوئی۔ آپ نے فرمایا زبانِ مبارک سے کہ دعا دو قسم کی ہوتی ہے: ایک نیک اور دوسرے بد۔ کسی کے حق میں بد دُعا نہیں کرنی چاہیے۔

فرمایا ایک مرتبہ شیخ معین الدین حسن سنجری قدس اللہ سرہ کی خدمت میں حاضر تھے انہوں نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک روز میں اپنے پیر شیخ عثمان ہارونی قدس اللہ سرہ العزیز کے سامنے کھڑا تھا کہ شیخ برہان الدین نام کا ایک درویش جو شیخ معین الدین حسن سنجری کا ہم خرقہ تھا۔ اپنے ہمسایہ سے تنگ ہو کر اس کا گلہ کرتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شیخ نے فرمایا بیٹھ جا وہ بیٹھ گیا۔ پھر شیخ نے پوچھا کہ میں تجھے کچھ ملول سا دیکھتا ہوں اس نے سر جھکا کر عرض کیا کہ میرا ہمسایہ ہے۔ میں اس سے ہمیشہ تنگ رہتا ہوں۔ اس واسطے کہ اس نے اپنا مکان بلند بنوایا ہے اور ہر بار چھت پر چڑھتا ہے اور اس دُعا گو کے گھر کی بے پردگی ہوتی ہے جونہی اس نے یہ عرض کی فوراً شیخ عثمان علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ کیا اسے معلوم ہے کہ تم ہم سے تعلق رکھتے ہو؟ اس نے عرض کی کہ ہاں! خواجہ صاحب نے دُعا کی کہ کیا وہ چھت سے نہیں گرتا اور اُس کی گردن نہیں ٹوٹتی۔ وہ فقیر آداب بجالا کر گھر واپس گیا ابھی آدھا راستہ طے کیا ہو گا۔ محلے داروں کا شور سنا کہ درویش کا فلاں ہمسایہ چھت سے گر پڑا ہے اور اس کی گردن ٹوٹ گئی ہے۔

رائے پتھورا کا انجام

پھر اسی موقع پر آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اجمیر میں شیخ معین الدین (رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور ان

دنوں پتھورا (پرتھوی راج) زندہ تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ کیا ہی اچھا ہو جو یہ فقیر یہاں سے چلا جائے اور یہ بات ہر شخص کو کہا کرتا تھا۔ ہوتے ہوتے یہ خبر شیخ معین الدین نے بھی سن لی اور درویش بھی اس وقت موجود تھے۔ آپ اس وقت حالت سکر میں تھے فوراً آپ نے مراقبہ کیا۔ اور مراقبہ میں ہی آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات نکلے کہ ہم نے رائے پتھورا کو زندہ ہی مسلمان کے حوالے کیا۔ چنانچہ تھوڑے عرصے بعد سلطان شہاب الدین محمد غوری کا لشکر چڑھ آیا اور شہر کو لوٹ مار کرنے کے بعد پتھورا کو زندہ پکڑ کر لے گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ درویش ایک پیالے میں آگ رکھتے ہیں۔ یعنی نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں اور دوسرے میں پانی یعنی نفع پہنچا سکتے ہیں۔ خواجہ قطب الدین ابھی یہی فوائد بیان کر رہے تھے کہ ملک اختیار الدین اس قصبے کا مالک آیا اور آداب بجالا کر بیٹھ گیا اور کچھ نقدی خواجہ قطب الدین کی نذر کی لیکن شیخ نے حاضرین کی طرف دیکھ کر فرمایا ہمارے خواجگان کی رسم ہے کہ ہم کسی کی نذر قبول تو کر لیتے ہیں۔ لیکن یہ نقدی اوروں کے لیے ہے الغرض اس بوریئے کو جس پر کہ آپ بیٹھے ہوئے تھے اُٹھایا اور ملک اختیار الدین اور حاضرین کو دکھایا۔ جب انہوں نے نگاہ کی تو کیا دیکھتے ہیں کہ بوریئے کے نیچے سونے کی تھیلیوں کی نہر جاری ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ اے اختیار الدین! جس شخص کو اللہ عزوجل اپنے خزانہ سے اس قدر مال وزر دے۔ وہ اختیار الدین کا مال کس طرح قبول کر سکتا ہے۔ اے شمس الدین! جا یہ اسی کو دے دے اور کہہ دے کہ خبردار! دوبارہ درویشوں کے ساتھ ایسی گستاخی سے پیش نہ آنا نہیں تو نقصان اٹھائے گا۔

بادشاہت کی بشارت

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ شیخ معین الدین اور شیخ اوحد کرمانی اور شیخ شہاب الدین سہروردی اور دُعا گو ایک ہی جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ انبیاء کا تذکرہ شروع ہوا۔ اس وقت آپ نے زبانِ مبارک سے فرمایا کہ سلطان شمس الدین' اللہ تعالیٰ اس کی دلیل کو روشن کرے۔ ابھی بارہ سال کا تھا اور ہاتھ میں پیالہ لیے جا رہا تھا۔ بزرگوں کی نگاہ جب اس پر پڑی تو فوراً شیخ معین الدین کی زبان مبارک سے نکلا کہ یہ لڑکا جب تک دہلی کا بادشاہ نہ ہوگا۔ اللہ عزوجل اُسے دُنیا سے نہ اٹھائے گا۔

پھر آپ نے فرمایا کہ نیک دُعا بہت اچھی ہوتی ہے خصوصاً وہ جو بزرگوں کی زبان سے نکلے۔ پھر بیعت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ بیعت دوبارہ ہو سکتی ہے اس واسطے کہ اگر کوئی بیعت سے پھر جائے یا اس میں شک پڑے تو از سرِ نو بیعت کر لینی جائز ہے۔

ذکرِ بیعتِ رضوان

اس کے بعد فرمایا کہ شیخ الاسلام برہان الملۃ والدین کے حالاتِ مبارک میں میں نے پڑھا ہے کہ خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق جب حضرت رسالت پناہ ﷺ نے مکہ فتح کرنے سے پہلے جب مکے کا ارادہ کیا تو عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ مکے والوں کی سفارت کرو۔ اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی گئی کہ دشمن نے عثمان غنی ذوالنورین اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو شہید کر دیا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے سنا۔ تو سارے صحابہ کو بلا کر فرمایا

کہ آؤ! از سر نو بیعت کریں اور مکہ جائیں اور ہم سب یکساں لڑائی کریں یاروں نے حکم کے مطابق نئے سرے سے بیعت کی۔ اور اس وقت آپ درخت کے تلے تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس بیعت کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔ ان میں ایک صحابی تھے جسے ابن رکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں وہ بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے بھی از سر نو بیعت کیجئے سرکار ﷺ نے فرمایا کہ تو نے اس سے پہلے بیعت کی ہوئی ہے۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ چونکہ اس وقت ہم سب یکساں حرمت سے جاتے ہیں۔ اس لیے واجب ہے کہ آپ نئے سرے سے ہمیں بیعت کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے بیعت سے مشرف فرمایا پھر خواجہ قطب الاسلام نے زبانِ مبارک سے فرمایا کہ یہی سبب ہے جو از سر نو بیعت کر سکتے ہیں۔ دُعا گو نے التماس کی کہ اگر پیر نہ ہو پھر کیا کرے۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے شیخ کا جامہ ہی سامنے رکھ لے اور بیعت کر لے پھر فرمایا کہ کوئی تعجب نہیں کہ شیخ معین الدین بھی ایسا ہی کرتے ہوں گے۔ اور اسی سبب سے یہ دُعا گو بھی اسی طرح بیعت کرتا ہے۔

مرید کا حُسنِ اعتقاد

اس کے بعد مریدوں کے حسن اعتقاد کے بارے میں ذکر شروع ہوا تو آپ نے زبانِ مبارک سے فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک درویش کو بغداد میں کسی قصور کے بدلے پکڑا گیا۔ اور قتل گاہ میں کھڑا کر دیا گیا جب جلاد مقتل کی طرف آیا۔ اور چاہا کہ اس پر وار کرے اس درویش کی نظر اپنے پیر کی قبر پر پڑی۔ فوراً کعبہ سے منہ پھیر کر اپنے شیخ کی قبر کی جانب رُخ کیا۔ جلاد نے اس سے پوچھا کہ تو نے قبلہ سے منہ کیوں پھیرا؟ اس نے کہا کہ میرا منہ اپنے قبلہ کی طرف ہے تو اپنا کام کر درویش اور جلاد میں ابھی یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ سردار کا حکم آیا کہ اس درویش کو چھوڑ دو۔ خواجہ قطب الاسلام نے اشک بار ہو کر فرمایا۔ سچا عقیدہ ایسی چیز ہے کہ اس نے درویش کو قتل ہونے سے بچا لیا۔

قبرِ پیر کی تعظیم

اسی موقع پر آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ معین الدین قدس اللہ سرہ العزیز اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور سلوک کی باتیں ہو رہی تھیں جب آپ دائیں طرف دیکھتے آپ اٹھ کھڑے ہوتے تمام لوگ یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ شیخ صاحب کس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہیں چنانچہ اس طرح انہوں نے کئی مرتبہ قیام کیا۔ الغرض جب سب دوست اور لوگ وہاں سے چلے گئے، تو ایک دوست جو آپ کا منظور نظر تھا اس نے موقعہ پا کر عرض کی کہ آپ جس وقت ترغیب دیتے تھے۔ تو ہر مرتبہ آپ قیام کیوں کرتے تھے اور کس کی تعظیم کے لیے یہ قیام کیا تھا۔ شیخ معین الدین (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ اس طرف میرے پیر یعنی عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر ہے۔ پس جب اپنے پیر کی قبر کی طرف دیکھتا تھا تعظیم کے لیے اُٹھتا تھا۔ پس! میں اپنے پیر کے روضہ کے لیے قیام کرتا تھا۔

پھر فرمایا - کہ مرید کو اپنے پیر کی موجودگی اور غیر موجودگی میں یکساں خدمت کرنی چاہیے چنانچہ جس طرح اس کی زندگی میں خدمت کرتا تھا اسی طرح اس کے انتقال کے بعد بھی اس کے لیے لازم ہے بلکہ مناسب ہے کہ اس سے بھی زیادہ کرے۔

ذوقِ سماع

پھر سماع کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو آپ نے زبانِ مبارک سے فرمایا کہ دُعا گو کے نزدیک سماع میں کچھ ایسا ذوق ہے کہ مجھے کسی چیز میں لطف نہیں آتا۔ جتنا کہ سماع میں آتا ہے۔

پھر فرمایا کہ صاحب طریقت اور مشتاق حقیقت لوگوں کو سماع میں اس قسم کا ذوق حاصل ہوتا ہے جیسا کہ بدن میں آگ لگ اٹھتی ہے اگر یہ نہ ہوتا تو لقا کہاں ہوتا اور لقا (دیدار - ملاقات) کا لطف ہی کیا ہوتا۔

اس کے بعد فرمایا - کہ میں اور قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ شیخ علی سنجری قدس اللہ سرہ العزیز کی خانقاہ میں تھے۔ وہاں سماع ہو رہا تھا۔ اور قوال یہ قصیدہ پڑھ رہے تھے۔

کشتگان خنجر تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگراست

ترجمہ: خنجر تسلیم کے مقتولوں کو ہر وقت غیب سے ایک نئی زندگی ملتی ہے۔

ہم دونوں پر اس شعر نے کچھ ایسا اثر کیا کہ ہم تین دِن رات اسی شعر میں مدہوش رہے پھر جب ہم گھر آئے تو پھر بھی قوالوں سے یہی سنتے۔ چنانچہ تین دِن رات اور بھی ہم اس شعر کی حالت میں رہے کہ ہمیں اپنے آپ کی کچھ سدھ بدھ نہ رہی تھی۔ اس طرح سات دِن اور سات راتیں ہم نے اسی شعر میں گزار دیں اور ہر مرتبہ جب پڑھنے والے یہ پڑھتے تو ہم پر ایک خاص قسم کی حالت طاری ہوتی۔ جس کا بیان نہیں کر سکتے۔

اولیاء اللہ اور نماز

پھر آپ نے زبانِ مبارک سے فرمایا کہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ میں اور قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ ایک شہر میں گئے۔ وہاں کیا دیکھتے ہیں کہ بارہ آدمیوں کی ایک جماعت عالم حیرانی میں کھڑی ہوئی ہے۔ اور ان کی آنکھیں آسمان کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ وہ دِن رات متحیر رہتے ہیں لیکن جب نماز کا وقت ہوتا تو نماز ادا کر کے عالم حیرانی میں محو ہو جاتے۔ پھر خواجہ قطب الدین علیہ الرحمہ نے زبانِ مبارک سے فرمایا کہ ہاں! اولیاء اللہ کا یہی خاصہ ہوتا ہے جو ان میں ہے کہ اگرچہ وہ متحیر تھے۔ لیکن نماز کا وقت فوت نہ ہونے دیتے تھے۔

ولی کی ولی کو نصیحت

اسی موقع پر آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ معین الدین حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے میں سفر کر رہا تھا۔ چلتے چلتے ہم ایک شہر میں پہنچے۔ وہاں ایک بزرگ کو دیکھا کہ جو ایک کٹیا میں معتکف ہے۔ اور غار کے اندر کھڑا ہو کر دونوں آنکھیں آسمان کی طرف لگائے ہوئے ہے۔ جیسا کہ کوئی سوکھا ہوا ڈھانچا کھڑا کیا ہوا ہوتا ہے۔ یہ دیکھ کر شیخ معین الدین حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ اگر تو کہے تو چند روز یہاں ٹھہر جائیں؟ میں نے عرض کیا بسر و چشم! غرض یہ کہ ہم تقریباً ایک ماہ اس کے پاس رہے۔ اس عرصے میں ایک روز وہ بزرگ عالم تحیر سے ہوش میں آیا۔ ہم نے اُٹھ کر سلام کیا۔ اس

نے سلام کا جواب دیا۔ اور فرمایا: اے عزیزو! تم نے تکلیف اٹھائی اللہ عزوجل تمہیں اس کا اجر دے گا اس واسطے کے بزرگوں کا قول ہے کہ جو شخص درویشوں کی خدمت کرتا ہے وہ کسی مرتبے پر پہنچ جاتا ہے پھر فرمایا کہ بیٹھ جاؤ! ہم بیٹھ گئے۔ تو حکایت یوں بیان کرنی شروع کی کہ میں شیخ محمد اسلم طوسی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندوں میں سے ہوں اور تقریباً تیس سال سے عالم تحیر میں مستغرق ہوں۔ مجھے رات دِن کی کچھ خبر نہیں آج اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے مجھے صحو یعنی ہوش میں لایا۔ اے عزیزو! تم واپس چلے جاؤ! اللہ تمہیں اس تکلیف کا اجر دے گا۔ لیکن ایک بات فقیر کی یاد رکھنا۔ کہ جب تم نے راہِ طریقت میں قدم رکھا ہے تو دُنیا اور نفسانی خواہش کی طرف مائل نہ ہونا۔ اور خلقت سے کنارہ کشی کرنا اور جو تمہیں نذر و نیاز ملے اسے اپنے پاس جمع نہ کرنا۔ اگر ایسا کرو گے تو خطا کھاؤ گے جب اس بزرگ نے نصیحت ختم کی تو پھر عالم تحیر میں محو ہو گیا اور ہم وہاں سے واپس چلے آئے جب خواجہ قطب الاسلام نے ان فوائد کو ختم کیا۔ تو عالم سکر میں محو ہو گئے اور دُعا گو واپس چلا آیا۔ ایک ویرانہ میں گھر بنایا ہوا تھا وہاں آ کر یادِ الٰہی میں مشغول ہوا۔ والحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

سلوک کے درجے

سوموار کے روز ماہِ شوال ۵۸۴ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ چند درویش اہل صفا حاضر تھے اور سلوک کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی کہ طریقت کے اولیاء اور بزرگ مشائخ اور بحر و بر کے چلنے والوں نے سلوک کے حسب ذیل درجے مقرر کیے ہیں۔

بعض نے سلوک کے ایک سو اسی درجے مقرر کیے ہیں۔ لیکن طبقہ جنیدیہ نے ایک سو مرتبے مقرر کیے ہیں۔ اور بصریہ نے اَسی (۸۰) اور ذوالنون مصری نے ستر (۷۰) اور ابراہیم بشر حافی والوں نے پچپن (۵۵) اور خواجہ بایزید اور عبد اللہ مبارک اور سفیان ثوری نے پینتالیس (۴۵) اور شجاع کرمانی اور خواجہ سمنون محب اور خواجہ محمد عرشی (رحمۃ اللہ علیہم) نے بیس (۲۰) مرتبے سلوک کے مقرر کیے ہیں۔ پھر خواجہ قطب الاسلام نے فرمایا کہ مندرجہ بالا طبقات نے سلوک کے درجے مقرر کر کے مندرجہ ذیل طور پر ان کی تمثیل کی ہے۔

چنانچہ جنہوں نے ایک سو اسی درجے مقرر کیے ہیں۔ انہوں نے اَسی (۸۰) واں حصہ کشف و کرامات کا رکھا ہے اگر اَسی (۸۰) ویں درجے پر پہنچ کر کشف و کرامات سے اپنے آپ کو بچالے تو باقی سو بھی طے کر لے گا اس کے بعد جو چاہے کشف کرے لیکن جب اَسی ویں (۸۰) درجہ میں ہی کشف کرے تو باقی سو درجے طے نہیں کر سکتا لیکن کامل مرد وہ ہے جو اپنے آپ کو اس وقت تک کشف نہ کرے جب تک کہ یہ تمام درجے حاصل نہ کر لے۔

حلقہ جنیدیہ میں سو مرتبے مقرر ہیں۔ انہوں نے سترہواں مرتبہ کشف و کرامات کا مقرر کیا ہے پس جو شخص اسی سترہویں درجے میں کشف و کرامات میں مشغول ہو جائے تو وہ آگے ترقی نہیں کر سکتا۔ لیکن کامل مرد وہ ہی ہے جو سارے مرتبے طے کر لینے سے پہلے کشف نہ کرے۔

پھر خواجہ قطب الاسلام نے دُعا گو کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ بات اہل طریقت نے اس لیے کہی ہے کہ جب سالک ایک سو اسی (۱۸۰) ویں درجے پر پہنچ کر بھی اپنے آپ کو کشف نہ کرے تو وہ اور ترقی کر سکتا ہے لیکن سالک عموماً اسی درجہ میں جو کشف و کرامت کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ اسی میں اپنے آپ کو ظاہر کر دیتا ہے پس آگے کہاں ترقی کر سکتا ہے۔

طبقہ بصریہ کے مطابق اسی (۸۰) ویں درجے پر پہنچ کر کشف و کرامات میں مشغول نہ ہووے۔ تو بہتر ہے۔ اس لیے کہ اور مرتبوں میں بھی ترقی کر سکے۔

لیکن خواجہ ذوالنون مصری والوں نے ستر (۷۰) درجے مقرر کر کے پچیسواں درجہ کشف و کرامات کا مانا ہے۔ پس سالک کو چاہیے کو پچیسویں درجے پر پہنچ کر اپنے تئیں کشف نہ کرے اگر کرے گا تو اسی درجہ میں رہ جائے گا۔ اور باقی پینتیس (۳۵) نہیں کر سکے گا۔ لیکن خواجہ بایزیدؒ نے پینتالیس درجے مقرر کر کے تیرھواں درجہ کشف و کرامات کا مانا ہے۔ جب سالک اس تیرھویں درجے میں اپنے آپ کو کشف کر دے تو باقی مرتبے حاصل نہیں کر سکتا۔

پھر آپ نے فرمایا کہ بعض اولیاء اور مشائخ جنہوں نے اپنے آپ کو اِن مراتب میں کشف کر دیا۔ وہ اسی مرتبے میں رہ گئے ہیں۔ ان کو کامل نہیں کہا جاتا کیونکہ انہوں نے اپنے آپ کو اس مرتبے میں ظاہر کر دیا۔ لیکن کامل حال وہ اشخاص ہیں کہ جب تک سارے مرتبے طے نہیں کر لیتے کشف و کرامات کی بات ظاہر نہیں کرتے۔ اگرچہ سارے درجے طے کرنے کے بعد کشف و کرامت کرتے ہیں۔ تو عین وہی ہوتا ہے جو وہ کہتے ہیں پس اولیاء اللہ کی دُعا میں جو فرق آ جاتا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ اس مرتبے کے شروع ہی میں اپنے آپ کو کشف کر دیتے ہیں اور باقی درجوں میں محروم رہتے ہیں اور جو کامل ہیں وہ جب تک پورے درجے طے نہیں کر لیتے کشف نہیں کرتے۔ پس ان کی دُعا ضائع نہیں جاتی۔

لیکن طریقت کے اماموں نے جو سلوک کے تیس درجے مقرر کئے ہیں انہوں نے آٹھواں مرتبہ کشف و کرامات کا مقرر کیا ہے لیکن جب تک تیسویں درجے تک نہیں پہنچ جاتے۔ وہ کشف و کرامات نہیں کرتے۔ لیکن طبقہ شاہ شجاع کرمانی اور سمنون محب اور خواجہ محمد عرشی (رحمۃ اللہ علیہم) نے بیس درجے مقرر کئے ہیں اور دسواں درجہ کشف و کرامت کا رکھا ہے۔ پس جو شخص اپنے آپ کو اسی دسویں مرتبے میں کشف کر دے تو اسی میں رہتا ہے۔ آگے ترقی نہیں کر سکتا مگر خواجگان چشت نے پندرہ مرتبے سلوک کے مقررہ کر کے پانچواں کشف و کرامت کا مقرر کیا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو پانچویں مرتبے میں ظاہر کر دے تو باقی مرتبے حاصل نہیں کر سکتا۔ پس وہ ضائع ہے لیکن خواجگان چشت میں کامل وہ ہے کہ جب پندرھویں درجے تک پہنچ جائے۔ اپنے تئیں ظاہر نہ کرے جب خواجہ قطب الاسلام نے یہ تمثیل سلوک کی بیان فرمائی تو آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور رونے لگے اور اس دعا گو کی طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ دائرہ محمدیہ (ﷺ) میں ایسے مرد بھی ہیں جو ان مذکورہ بالا اہتمام مراتب کو طے کر کے لاکھوں درجے اور بھی طے کر جاتے ہیں اور پھر بھی اپنے دوست کا ذرہ بھر بھید ظاہر نہیں کرتے۔ انہیں اپنے آپ کی خبر نہیں ہوتی کہ ہم کون ہیں اور کیا ہیں۔ جب یہ حالت ہوتی ہے تو بلحاظ مقام کے ترقی کرتے جاتے ہیں اور جوں جوں ترقی کرتے جاتے ہیں عالم تحیر میں پڑتے ہیں اور جب عالم تحیر میں پڑتے ہیں تو ان کا فراق وصل سے بدل جاتا ہے۔ جونہی کہ

خواجہ قطب الاسلام (ہمیشہ ان کی برکتیں رہیں) نے ان فوائد کو ختم کیا۔ عالم تحیر میں مشغول ہو گئے اور دعا گو کی ایک ویرانے میں کٹیا تھی۔ وہاں جا کر مشغول ہو گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

تکبیر کہنے کا صحیح موقع

سوموار کے روز ماہ ذیقعدہ ۵۸۴ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اہل صفا اور درویشوں کا ایک گروہ مولانا علاؤ الدین کرمانی اور شیخ محمود موزہ دوز حاضر خدمت تھے۔ درویشوں کی تکبیر کہنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ درویش لوگ جو گلی کوچوں میں اور دروازوں اور بازاروں میں تکبیر کہتے ہیں ان کی اصلیت کیا ہے خواجہ قطب الاسلام ادام اللہ برکاتہ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ اس طرح پر تکبیر کہنی کہیں نہیں آئی جیسا کہ تکبیر کے موقعہ پر کہتے ہیں کیونکہ تکبیر اصل میں شکر کے موقعہ پر کہی جاتی ہے۔ جب انسان کو کوئی دنیاوی یا دینی نعمت حاصل ہو تو نعمت کی زیادتی کیلئے شکر کرتا ہے۔ ایسے موقعہ پر تکبیر جائز ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک روز میں بغداد میں شیخ شہاب الدین سہروردی کی مجلس میں حاضر تھا جو تشاغل میں نے ان میں دیکھی۔ وہ میں نے اپنی ساری سیر و سیاحت میں کہیں نہیں دیکھی۔

الغرض! ایک خرقہ پوش درویش آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کیا۔ شیخ شہاب الدین کو تکبیر کا بیان کچھ دشوار سا معلوم ہوا اور یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور صحابہ کرام آپ کے گرد اگرد حلقہ باندھے بیٹھے ہوئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے یاروں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن چوتھائی بہشت تمہیں ملے گی اور باقی تین چوتھائی دوسری امتوں کو۔ فوراً امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور دوسرے یاروں نے اللہ اکبر کہا۔ اس واسطے کہ نعمت زیادہ ہو۔ دوسری مرتبہ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تیسرا حصہ بہشت کا تمہیں ملے گا اور باقی دو تہائی دوسری امتوں کو۔ جونہی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور باقی صحابہ کرام نے اٹھ کر تکبیر کہی۔ اس واسطے کہ شکر کرنے سے نعمت اور زیادہ ہو جائے۔ تیسری مرتبہ پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نصف بہشت تمہیں ملے گی اور باقی نصف دوسری امتوں کو امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور باقی سب یار کھڑے ہوئے اور اس نعمت کا شکر بجا لائے تا کہ اور زیادہ ہو۔ چوتھی مرتبہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بہشت میں سب سے پہلے میری امت داخل ہو گی اور بعد میں دوسری امتیں پھر سب یاروں نے اٹھ کر شکریہ ادا کیا پھر شیخ شہاب الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا کہ فقیر لوگ جو چار تکبیریں کہتے ہیں اسی وجہ سے ہیں۔ پس ہر موقع پر تکبیر نہیں کہنی چاہئے۔

پیر کے آواز دینے پر نفل نماز توڑ دے

اس کے بعد اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ اگر مرید نفل کی نماز میں مشغول ہو اور اس کا پیر اس کو آواز دے اگر وہ پیر کی بات کا جواب دینے کیلئے نفل کی نماز کو ترک کر دے تو اس کی بابت آپ کی کیا رائے ہے؟ خواجہ قطب الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا کہ یہ بہتر ہے کہ وہ نماز ترک کر کے اپنے پیر کی بات کا جواب دے کیونکہ یہ نفلوں کی نماز سے افضل ہے اور اس

میں بہت بڑا ثواب ہے۔

اسی موقعہ کے مناسب آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نفل کی نماز میں مشغول تھا۔ شیخ معین الدین ادام اللہ برکاتہ نے مجھے آواز دی۔ میں نے فوراً نماز ترک کی اور لبیک کہا۔ آپ نے فرمایا ادھر آؤ! جب میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا کہ تو کیا کر رہا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں نفل ادا کر رہا تھا۔ آپ کی آواز سن کر نماز ترک کر دی اور آپ کو جواب دیا۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا کام کیا ہے کیونکہ یہ نفلوں کی نماز سے افضل ہے۔ اپنے پیر کے دینی کام میں معتقد ہونا بہت اچھا کام ہے۔

حسنِ عقیدہ

اسی موقعہ کے مناسب آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں اور بہت سے اہل صفا شیخ معین الدین ؒ کی خدمت میں حاضر تھے اور اولیاء اللہ کے بارے میں ذکر ہو رہا تھا۔ اسی اثنا میں ایک شخص باہر سے آیا اور بیعت ہونے کی نیت سے خواجہ صاحب کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جا۔ وہ بیٹھ گیا اور اس نے عرض کی کہ میں آپ کی خدمت میں مرید ہونے کے واسطے آیا ہوں! شیخ صاحب اس وقت اپنی خاص حالت میں تھے۔ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ میں تجھے کہتا ہوں وہ کہو اور بجالا تب مرید کروں گا۔ اس نے عرض کی کہ جو آپ فرمائیں میں بجالانے کو تیار ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تو کلمہ کس طرح پڑھتا ہے؟ اس نے کہا لَآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ مُحَمَّدٌرَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ آپ نے فرمایا یوں کہو! لَآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ چِشْتِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ اس نے اسی طرح کہا۔ خواجہ صاحب نے اسے بیعت کر لیا اور خلعت ونعمت دی اور بیعت کے شرف سے مشرف کیا پھر اس شخص کو فرمایا کہ سن! میں نے تجھے جو کہا تھا کہ کلمہ اس طرح پڑھو! یہ صرف تیرا عقیدہ آزمانے کی خاطر کہا تھا ورنہ میں کون ہوں؟ میں تو ایک ادنیٰ سا غلام محمد رسول اللہ ﷺ کا ہوں۔ کلمہ اصل میں وہی ہے لیکن میں نے صرف حال کی کمالیت کی وجہ سے یہ کلمہ تیری زبان سے کہلوایا تھا چونکہ تو مرید ہونے کیلئے آیا ہے اور تجھے مجھ پر یقین کامل تھا۔ اس لئے فوراً تو نے ایسا کہہ دیا اس لئے سچا مرید ہو گیا۔ اور درحقیقت مرید کا صدق بھی ایسا ہی ہونا چاہئے کہ اپنے پیر کی خدمت میں صادق اور راسخ رہے۔

توبہ کے تقاضے

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ جب انسان توبہ کرے تو پھر اسے گناہوں سے میل جول نہیں رکھنا چاہئے جن سے وہ پہلے رکھتا تھا کہ کہیں پھر اسی گناہ میں مشغول نہ ہو جائے کیونکہ انسان کیلئے بری صحبت سے بڑھ کر اور کوئی بری چیز نہیں۔ اس واسطے کہ صحبت کی تاثیر ضرور ہو جایا کرتی ہے اور اسے چاہئے کہ خود بھی جس کام سے توبہ کی ہے اس سے کنارہ کشی کرتا رہے اور اسے اپنا دشمن خیال کرتا رہے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ خواجہ حمید الدین بہلوانی ایک مرد بزرگ جو حضرت خواجہ معین الدین کے مریدوں میں سے تھے اور اس دعا گو کے ہم خرقہ تھے جب انہوں نے توبہ کی تو یار اور ہم نشین پھر آئے اور آپ سے کہا کہ آؤ! پھر وہی عیش لوٹیں۔ خواجہ حمید الدین بہلوانی نے وہاں جانے سے انکار کیا اور کہا کہ جاؤ! گوشہ میں بیٹھو اور اس مسکین کو چھوڑ دو کہ میں نے اپنا ازار بند

ایسا مضبوط باندھا ہے کہ بہشت میں حوروں پر بھی نہیں کھلے گا۔ خواجہ قطب الاسلام انہیں فوائد کو بیان کر رہے تھے کہ طعام لایا گیا۔ خواجہ اور باقی درویش کھانے میں مشغول ہو گئے۔ اسی اثنا میں شیخ نظام الدین ابوالموید اندر آئے اور سلام کیا۔ خواجہ قطب الاسلام نے ان کی ذرہ بھر پروانہ کی اور سلام کا جواب تک نہ دیا۔ شیخ نظام الدین ابوالموید کو یہ بات ناگوار گزری۔

مصروف طاعت پر جواب سلام نہیں

الغرض! جب طعام سے فارغ ہوئے تو ابوالمؤید نے سوال کیا کہ جس وقت ہم آئے تو اس وقت آپ کھانا کھا رہے تھے۔ میں نے سلام کیا تو آپ نے جواب تک نہ دیا اس کی کیا وجہ ہے؟ خواجہ قطب الاسلام نے فرمایا کہ ہم اس وقت طاعت میں تھے ہم کس طرح سلام کا جواب دیتے کیونکہ درویش لوگ جو کھانا کھاتے ہیں تو صرف اس غرض سے کھاتے ہیں کہ ان میں عبادت کرنے کی طاقت پیدا ہو جائے چونکہ ان کی نیت بھی یہی ہوتی ہے۔ اس لئے وہ درحقیقت عبادت میں مشغول ہوتے ہیں۔ پس جو شخص خدا کی بندگی میں مشغول ہو اس پر واجب نہیں کہ سلام کا جواب دے۔ اور آنے والے شخص پر جائز ہے کہ وہ سلام نہ کہے اور بیٹھ کر کھانا کھانے میں مشغول ہو جائے جب کھانے سے فارغ ہو جائے تو پھر سلام کہے۔

خواجہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے اسی موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ شیخ ابوالقاسم نصیرآبادی جو شیخ ابوسعید ابوالطاہر قدس اللہ سرہ العزیز کے پیر تھے۔ اپنے یاروں کے ہمراہ کھانا کھانے میں مشغول تھے۔ امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ جو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد تھے اندر آئے اور سلام کہا لیکن یاروں نے ان کی طرف توجہ نہ کی۔ جب کھانا کھا چکے تو امام الحرمین نے کہا کہ میں نے آ کر سلام کیا لیکن تم نے اس کا جواب بھی نہ دیا۔ کیا یہ طرز اچھی ہے؟ شیخ ابوالقاسم نے کہا کہ رسم ہی یہی ہے کہ جو شخص کسی جماعت میں آئے وہ کھانا کھانے میں مشغول ہوں تو نوارد کو چاہئے کہ سلام نہ کہے اور بیٹھ جائے۔ جب کھانا کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ دھولیں تو اٹھ کر سلام کہے اور امام الحرمین نے کہا۔ کیا یہ از روئے عقل کہتے ہو یا از روئے نقل۔ شیخ ابوالقاسم نے کہا از روئے عقل۔ اس واسطے کہ جو طعام کھایا جاتا ہے وہ عبادت کی قوت کیلئے کھایا جاتا ہے جب کوئی شخص طعام اس نیت سے کھاتا ہے تو وہ اس وقت عین طاعت میں ہے پس جو شخص عین طاعت میں ہو وہ سلام کا جواب کس طرح دے سکتا ہے۔ اس کے بعد خواجہ قطب الاسلام ادام اللہ برکاتہ، عالم سکر میں مشغول ہوئے اور دعا گو واپس آ کر اپنی کٹیا میں یاد الٰہی میں مشغول ہو گیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ

کعبہ معظمہ اللہ والوں کا طواف کرتا ہے

ہفتہ کے روز ماہ ذوالحجہ ۵۸۴ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ حج کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اس وقت قاضی حمیدالدین ناگوری و مولانا علاؤالدین کرمانی اور سیّد نورالدین مبارک غزنوی اور سید شرف الدین اور شیخ محمود موزہ دوز اور مولانا سہ خدائیداد (رحمۃ اللہ علیہم) اور باقی جو وہاں موجود تھے۔ ان میں سے ہر ایک ایسا باکمال تھا کہ عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک ان کی نگاہ میں کوئی حجاب نہ تھا اور سارے ہی صاحب کشف و کرامت تھے۔ اس وقت خانہ کعبہ کے مسافروں کی

حکایت شروع ہوئی۔ خواجہ قطب الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا کہ خدا کے ایسے بندے بھی ہیں کہ جب وہ اپنی کٹیا میں ہوتے ہیں تو خانہ کعبہ کو حکم ہوتا ہے کہ جا کر ان کے گرد طواف کرے۔ ابھی یہ فرمارہے تھے کہ آپ اور سارے حاضرین اٹھ کر عالم تحیر میں محو ہو گئے اور شوق میں مستغرق ہو گئے۔ اس اثنا میں سارے اشخاص وہی الفاظ زبان سے نکالتے تھے جو حاجی لوگ طواف کے وقت بولتے ہیں اور ان کی کیفیت یہ تھی کہ ہر ایک کے بدن سے خون جاری تھا اور جو خون کا قطرہ زمین پر گرتا تھا اس سے تکبیروں کے نقش بنتے جاتے تھے۔ جب ہوش میں آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ خانہ کعبہ سامنے کھڑا ہے۔ ہم سارے مقررہ آداب بجالائے اور چار مرتبہ اس کے گرد پھرے۔ غیب سے آواز آئی کہ اے عزیزو! ہم نے تمہارا حج، تمہارا طواف اور تمہاری نمازیں قبول کرلیں اور نیز ان لوگوں کی جو تمہارے تابع پیرو ہیں۔

اس کے بعد خواجہ قطب الاسلام ادام اللہ برکاتہ نے فرمایا کہ شیخ الاسلام معین الدین حسن سنجری قدس اللہ سرہ العزیز ہر سال اجمیر سے خانہ کعبہ جایا کرتے تھے لیکن جب ان کا کام کمالیت کو پہنچ گیا تو جو حاجی حج کیلئے جایا کرتے تھے وہ آپ کو وہاں پاتے حالانکہ آپ گھر میں گوشہ نشین ہوا کرتے۔ آخر معلوم ہوا کہ خواجہ معین الدین ہر رات خانہ کعبہ جاتے تھے اور رات وہاں بسر کرتے تھے اور صبح کی نماز با جماعت اپنے گھر میں ادا کرتے تھے۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب یہ فرمایا کہ میں نے خواجہ معین الدین کی زبان مبارک سے سنا ہے جنہوں نے یہی حکایت شیخ عثمان ہارونی کی زبان مبارک سے سنی تھی کہ آپ ایک روز سمرقند میں تھے کہ خواجہ مودود چشتی ؒ کی یہ حالت تھی کہ جب کبھی آپ کو کعبہ کے دیدار کا اشتیاق ہوتا تو فرشتوں کو حکم ہوتا کہ خانہ کعبہ طشت میں لا کر رکھو! اور خواجہ ؒ کو دکھاؤ۔ جب خواجہ ؒ طواف وغیرہ ساری رسومات ادا کر لیتے تو فرشتے خانہ کعبہ کو اس کے اصلی مقام پر پہنچا دیتے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ خواجہ حذیفہ مرعشی قدس اللہ سرہ العزیز نے ستر سال سجادہ سے قدم مبارک نہ اٹھایا اور کہیں تشریف نہ لے گئے لیکن وہ مسافر اور حاجی جو ہر سال خواجہ صاحب کی زیارت کیلئے آتے تو کہا کرتے کہ ہم نے خواجہ کو بیت المقدس میں دیکھا ہے۔

جلد حفظِ قرآن کے لئے سورہ یوسف کا پڑھنا

پھر قرآن شریف کے پڑھنے اور اس کے یاد کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ خواجہ قطب الاسلام ادام اللہ برکاتہ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ دعا گو کو ابتدائے حال میں قرآن شریف یاد نہیں تھا۔ اس لئے طبیعت پریشان ہی رہا کرتی تھی۔ ایک رات میں نے حضرت رسالت پناہ ﷺ کو خواب میں دیکھا تو اپنی آنکھوں کو آنحضرت ﷺ کے قدم مبارک پر ملا اور زار زار رویا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میری ایک التماس ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے یاد ہے! آپ کو میری حالت پر رحم آیا اور فرمایا کہ سر اٹھا میں نے سر اٹھایا۔ آپ نے فرمایا کہ سورہ یوسف پڑھا کرتا کہ تجھے قرآن شریف حفظ ہو جائے پھر میری آنکھ کھلی تو اس کے بعد میں ہمیشہ سورہ یوسف پڑھتا رہا یہاں تک کہ جلد ہی مجھے قرآن شریف حفظ ہو گیا۔

حفظِ قرآن کے لئے سورۂ اخلاص کا پڑھنا

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ میں نے شیخ معین الدین حسن سنجری قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سنا جنہوں نے اپنے پیر خواجہ عثمان ہاروَنی کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ابو یوسف چشتی کو قرآن شریف حفظ نہ تھا ایک رات آپ اسی متردد حالت میں سو گئے خواب میں اپنے پیر کو دیکھا۔ انہوں نے فرمایا تو اتنا متردد کیوں ہے؟ اس نے عرض کی کہ قرآن شریف یاد کرنے کیلئے۔ آپ نے فرمایا کہ ہر روز ہزار بار سورہ اخلاص اس نیت سے پڑھا کہ کہ مجھے قرآن شریف حفظ ہو جائے ان شاء اللہ تعالیٰ خدا تیرے نصیب کرے گا۔ اور اگر کوئی اور بھی پڑھے گا تو اسے بھی نصیب ہوگا۔ جب میں جاگا تو حسب الهدایت ہر روز سورہ اخلاص پڑھا کرتا تھا۔ تھوڑے ہی دنوں میں خدا کے فضل سے مجھے قرآن شریف حفظ ہو گیا۔ آخری عمر میں یہاں تک کہ کمال حاصل کیا کہ ہر روز پانچ ختم کلام اللہ کے کرتا اور پھر کسی دوسرے کام میں مشغول ہوتا۔ جب خواجہ قطب الاسلام نے ان فوائد کو ختم کیا تو عالم تحیر میں مشغول ہو گئے اور دعا گو بھی ایک ویرانے میں جہاں اس کی کٹیا تھی۔ یادالٰہی میں مشغول ہو گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

حوضِ شمسی (ایک ایمان افروز حکایت)

جمعہ کے روز ماہ شوال ۵۸۴ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اہل صفا حاضر تھے اور حوض شمسی کے پانی کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ خواجہ قطب الاسلام ادام اللہ برکاتہ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ جب شمس (سلطان شمس الدین التمش) نے چاہا کہ دہلی میں حوض بنائے تو ایک روز اپنے امیروں وزیروں کے ہمراہ حوض کیلئے جگہ تلاش کرنے کیلئے نکلا۔ جہاں پر اب حوض واقع ہے جب یہاں پہنچا تو کھڑا ہو گیا اور کہا کہ یہ زمین حوض کیلئے بہتر ہے چونکہ وہ خدارسیدہ مرد تھا۔ اسی نیت سے اس رات مصلے پر ہی سو گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ اس چبوترے کے نزدیک جو حوض میں واقع ہے۔ ایک مرد نہایت خوبصورت اور وجیہہ جس کی صفت بیان نہیں ہو سکتی۔ گھوڑے پر سوار ہے اور چند آدمی اس کے ہمراہ ہیں۔ جونہی کہ ان کی نظر مجھ پر پڑی۔ مجھے اپنے پاس بلایا۔ اور فرمایا کہ تیری کیا نیت ہے۔ میں نے عرض کی کہ میری نیت یہاں حوض بنوانے کی ہے۔ اس گفتگو میں ایک شخص نے جو نزدیک ہی کھڑا تھا۔ آہستہ سے میرے کان میں کہہ دیا کہ اے شمس! یہ رسول خدا ﷺ ہیں تو درخواست کرتا کہ تیری مراد حاصل ہو۔ چونکہ مجھے اس وقت حوض کا خیال تھا۔ میں نے وہی عرض کی اور آپ کے مبارک قدموں پر گر پڑا۔ پھر میں نے دست بستہ عرض کی تو آنحضرت ﷺ نے جہاں پر چبوترہ واقع ہے دست مبارک زمین پر مارا۔ اور فرمایا اے شمس! اس جگہ حوض کھدوانا کہ یہاں کے حوض کا پانی ایسا لذیذ ہوگا کہ کسی جگہ کا پانی اس کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔ ہم اسی گفتگو میں تھے کہ میری نیند کھل گئی۔ اس صبح اٹھ کر ہم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ جہاں پر آنحضرت ﷺ کے گھوڑے نے سم مارا، وہاں سے پانی جاری ہے۔ اسی جگہ ٹھہر گیا اور حوض بنوایا جو شخص وہاں آ کر پانی پیتا۔ قسم کھا کر یہی کہتا کہ اگر لاکھوں شیرینیاں اکٹھی کر کے کھائی جائیں تو بھی اس پانی جیسی لذت نہیں آتی۔

خواجہ قطب الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا کہ اس پانی کی شیرینی صرف آنحضرت ﷺ کے قدم مبارک کی برکت سے ہے اور دوسرے اس حوض کے مبارک ہونے کی وجہ ہے کہ اس کے گرد کئی بزرگ لیٹے پڑے ہیں اور نہ معلوم اور کتنے لیٹیں

گے۔ پھر خواجہ قطب الاسلام ادام اللہ برکاتہ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا ہمیں امید ہے کہ ہم بھی اسی حوض کے نزدیک اپنا مسکن بنائیں گے پھر خواجہ صاحب نے شمس والی کی بابت فرمایا کہ وہ از حد صاحب اعتقاد تھا۔ کسی نے اس کو سوئے نہیں دیکھا۔ وہ راتوں کو جاگتا رہتا اور عالم تحیر میں کھڑا رہتا۔ پھر فرمایا کہ اگر سو بھی جاتا تو وہ فوراً جاگ اٹھتا اور آپ ہی پانی لے کر وضو کرتا اور مصلے پر جا بیٹھتا۔ اور اپنے کسی نوکر کو نہ جگاتا اور یہ کہتا کہ میں آرام کرنے والوں کو تکلیف دوں۔ پھر فرمایا کہ کئی رات وہ خرقہ پہنتا لیکن کسی کو اس کی خبر نہ کرتا لیکن ایک شخص جو اس کا ہمراز تھا۔ اسے ہمراہ لے کر بہت سی تھیلیاں سونے کی بھر کر ہر مسلمان کے دروازے پر جاتا اور ہر ایک کا حال پوچھ کر ان کو بانٹ دیتا۔ جب وہاں سے فارغ ہوتا تو مسجدوں اور خانقاہوں اور عبادت خانوں اور بازاروں میں گشت کرتا اور ان میں جو رہا کرتے تھے ان کو کچھ نہ کچھ دیتا اور لاکھوں عذر کرتا اور ساتھ ہی یہ کہتا خبردار! کسی کے آگے اس بات کا ذکر نہ کرنا۔ جب دن نکلتا تو عام طور پر سب کو کہتا کہ ان مسلمانوں کو لاؤ جنہوں نے رات کو فاقہ کیا ہے۔ حکم کے بموجب وہ لائے جاتے تو ان کو ان کی احتیاج کے موافق دیتا اور ان سے قسم لیتا کہ جب کبھی تمہیں اناج وغیرہ کی ضرورت ہو۔ یا کوئی تم پر ظلم کرے تو میرے پاس آؤ! کہ میں تخت پر بیٹھا ہوا ہوں اور انصاف کی زنجیر میں نے دروازے پر لٹکائی ہوئی ہے۔ اس کو ہلاؤ اور میں تمہارا انصاف کروں گا تاکہ کہیں قیامت کو تم مجھ پر دعویٰ نہ کرو۔

پھر خواجہ قطب الاسلام ادام اللہ برکاتہ نے فرمایا کہ وہ یہ بات اس لئے کرتا تھا تاکہ ایسا کرنے سے وہ سبکدوش ہو جائے اور قیامت کے دن مخلصی پائے کہ میں نے تو کہہ دیا تھا تم خود نہ آئے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ ایک روز اس نے آکر اس دعاگو کے قدم پکڑے۔ میں نے کہا تیری کیا حاجت ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے سلطنت مجھے عطا فرمائی ہے اور سب کچھ ہے لیکن میری التماس یہ ہے کہ (معلوم نہیں) قیامت کو میرا حشر کس گروہ میں ہوگا اور پھر وہ واپس چلا گیا۔

پھر فرمایا کہ وہ از حد نیک معاملہ تھا اور درویشوں کا تو غلام تھا کہ اس کا ذرہ بھر بھی ان کی محبت سے خالی نہ تھا۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ میں بدایوں کی طرف سفر کر رہا تھا اور شمس والی بھی بدایوں میں تھا ایک روز گیند کھیلنے کیلئے باہر گیا ایک بوڑھے کمزور نے اس سے کچھ مانگا لیکن اسے کچھ نہ دیا۔ جب آگے بڑھا تو ایک نوجوان ہٹے کٹے آدمی کو دیکھا تو تھیلی سے کچھ روپیہ نکال کر اسے دیا آگے بڑھا تو امیروں وزیروں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ دیکھو! اس بوڑھے نے مجھ سے مانگا لیکن میں نے اسے کچھ نہیں دیا اور اس نوجوان تندرست کو میں نے بغیر مانگے دے دیا۔ یہ اس واسطے ہے تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ اگر میری مرضی ہوتی تو اس بڈھے کو دیتا جو لینے کا مستحق تھا لیکن جس کو دیتا ہے خدا دیتا ہے میں درمیان میں کون ہوں جو کہوں میں نے اسے کچھ دیا اور اسے نہ دیا جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہے۔

شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی

اسی موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ شیخ الاسلام دہلی نے میرے بھائی شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ تہمت لگائی کہ دعویٰ تو

درویشی کا کرتا ہے لیکن خیال اس کا امیری کی طرف ہے۔ چنانچہ یہ خبر شمس والی نے بھی سن لی۔ اس نے شیخ جلال الدین کے روبرو کچھ نہ کہا۔ شیخ الاسلام دہلی کا اس میں کچھ خاص کام تھا نوبت یہاں تک پہنچی کہ ان کو بلایا گیا اور شیخ جلال الدین کو کہلا بھیجا کہ اس دعویٰ کیلئے کوئی منصف ہونا چاہئے۔

شیخ الاسلام دہلی نے کہلا بھیجا کہ جس کو آپ منصف کریں پھر شیخ جلال الدین نے کہلا بھیجا کہ شیخ بہاؤالدین زکریا منصف رہے۔ شیخ الاسلام نے کہلا بھیجا کہ ان کو بلایا جائے چنانچہ دوسرے روز سارے بزرگ اکٹھے ہوئے اور شیخ جلال الدین بھی آئے اور معمولی صف میں بیٹھ گئے۔ شمس والی نے بہت چاہا کہ شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ آپ سے اوپر بیٹھیں لیکن شیخ جلال الدین نے فرمایا کہ اب دعویٰ کا مقام ہے میرا اس وقت مقام یہی ہے۔ اس کے بعد شیخ الاسلام نے جلال الدین کے مناسب حال روایتیں اور باتیں بیان کیں۔ اسی اثنا میں شیخ بہاؤالدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز بھی آن پہنچے۔ سب لوگ حیران رہ گئے۔ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ شیخ بہاؤالدین زکریا کو کس نے خبر کی تھی اور وہ ملتان سے کب روانہ ہوئے اور کب یہاں پہنچے اور جب شیخ بہاؤالدین زکریا وہاں آئے تو جہاں پر بزرگوں نے جوتیاں اتاری تھیں وہاں کھڑے ہوگئے اور شیخ جلال الدین کی نعلین مبارک کو پہچان کر زمین سے اٹھالیا اور چوم کر سر آنکھوں پر رکھ لیا اور پھر آستین مبارک میں رکھ کر آئے اور سلام کہا اور شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی میں کوئی کلام نہیں کیا کیونکہ جب بہاؤالدین جیسے منصف نے شیخ جلال الدین کی نعلین مبارک کو بوسہ دے کر آستین میں رکھ لیا۔ پس معلوم ہوگیا کہ وہ دعویٰ باطل ہے جو شیخ الاسلام دہلی نے شیخ جلال الدین پر کیا ہے اور یہ فعل کہ ان کی نیت میں نہیں ہے شمس والی نے بہت ہی معذرت کی۔

الغرض! شیخ جلال الدین اور شیخ بہاؤالدین دونوں ندی کے کنارے آئے۔ رات اسی جگہ بسر کی۔ جب دن چڑھا تو شیخ بہاؤالدین ملتان کی طرف وداع ہوئے اور شیخ جلال الدین تبریزی لکھنوتی (ہندوستان) کو روانہ ہوگئے۔ اور مدت تک زندہ رہے۔ (رحمۃ اللہ علیہم)

الغرض! بہت عرصہ نہ گزرنے پایا کہ شیخ الاسلام دہلی پیٹ کے درد میں مبتلا ہوئے اور اسی عارضہ میں انتقال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

پھر دنیا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ سالک کیلئے دنیا سے بڑھ کر کوئی حجاب نہیں۔ اس واسطے کہ کوئی شخص اس وقت تک خدا رسیدہ نہیں ہوتا۔ جب تک وہ دنیا میں مشغول رہتا ہے اور اہل سلوک نے فرمایا ہے کہ بندے اور خدا کے درمیان دنیا سے بڑھ کر اور کوئی حجاب نہیں۔ پس جو شخص دنیا میں مشغول ہوجائے وہ خدا سے لاتعلق رہتا ہے۔ لوگ جس قدر دنیا میں مشغول رہتے ہیں اسی قدر خدا کی طرف سے لاتعلق رہ جاتے ہیں اور اس سے جدا ہوتے ہیں۔

محبتِ دنیا پر ابلیس کا خوش ہونا

پھر فرمایا کہ جب دنیا میں دنیا کی محبت رکھی گئی تو تمام فرشتوں نے اس بات پر زور دیا۔ لیکن ابلیس لعین خوش ہوا اور کہا کہ

(حضرت) آدم (علیہ السلام) کے فرزندوں میں فساد کی بنیاد ڈالی گئی۔ اس واسطے کہ اس مردار کی خاطر بھائی بھائی کو ہلاک کردے گا اور رشتہ دار قطع تعلق کرلیں گے اور کئی شہر خراب ہوجائیں گے اور آدمی ایک دوسرے سے جدا ہوجائیں گے اور ایک دوسرے سے عداوت رکھیں گے اور ہلاک ہوجائیں گے اور دنیا برقرار رہے گی۔ اس دنیا کی محبت کو لعنتی شیطان نے بڑی تعظیم و تکریم سے سر آنکھوں پر رکھا۔ حکم ہوا۔ اے عزازیل! تو نے یہ کیا کیا؟ کہ تو نے دنیا کی محبت کو بڑے ادب کے ساتھ سر آنکھوں پر رکھا۔ اس نے کہا: اے پروردگار! دنیا کو میں نے اس واسطے سر آنکھوں پر رکھا ہے کہ جو شخص اسے دوست رکھے گا اور اس میں مشغول رہے گا وہ میرا پیرو ہوگا اور میں اسے اور بھی اس میں مشغول کروں گا۔ یہاں تک کہ اسے تمام طاعتوں اور عبادتوں اور نیکیوں سے باز رکھوں گا پس وہ گنہگار میرا بن جائے گا اور میں اسے ہلاک کردوں گا اور اس کا مال دوسرے لوگ کھائیں گے اور وہ درمیان سے اٹھ جائے گا۔

دنیا درِ درویش پر

پھر خواجہ قطب الاسلام مدنے زبان مبارک سے فرمایا کہ دنیا کیسی بے وفا اور مکار ہے پھر فرمایا کہ دنیا سب کی دوست ہے لیکن درویشوں کی نہیں کیونکہ انہوں نے اسے رد کردیا ہے اور اپنے آپ سے دور کردیا ہے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسے مردان خدا بھی ہوں گے کہ دنیا ہزاروں مرتبہ درویشوں کے دروازے پر آئے گی اور کہے گی کہ اے خواجگان! اگر آپ مجھے قبول نہیں کرتے تو کسی وقت بڑھیا کی طرف نظر ہی ڈال لیا کرو لیکن وہ فرمائیں گے کہ جا چلی جا! اگر دوسری دفعہ آئے گی تو ہلاک ہوجائے گی۔

اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک سیاہ رنگ بدصورت بڑھیا عورت کو دیکھا اور اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں بوڑھی دنیا ہوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ تو نے کتنے شوہر کئے ہیں؟ اس نے کہا بے حد اور بے شمار۔ اگر ان کی گنتی ہو تو شمار کروں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ ان میں سے کسی خاوند نے تجھے طلاق بھی دی؟ اس نے کہا کہ میں نے سب کو قتل کیا ہے۔

فاقۂ درویش معراجِ فقر

پھر شیخ الاسلام ادام اللہ برکاتہ زار زار روئے اور فرمایا درویشی بڑا آرام ہے اور دنیاوی آفتوں سے محفوظ ہے لیکن درویشی کے کام میں سختی بہت ہے۔ جس رات درویش کو فاقہ ہوتا ہے وہ اس کا معراج ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ اہل صفا اور تصوف کا قول ہے کہ معراج الفقر فی لیلۃ الفاقۃ یعنی فقر کا معراج فاقے کی رات ہوتا ہے پس کوئی نعمت درویشی کا فاقہ درویش کے اختیار میں رکھا گیا ہے کیونکہ دنیا اس کو دی گئی ہے کہ جس طرح چاہے اس کو خرچ کرے۔ پس وہ اپنے واسطے بھی خرچ کرسکتا ہے لیکن ایسا نہیں کرتا بلکہ دوسروں کو دیتا ہے اور خود فاقہ کشی کرتا ہے۔ اس سے اس کا کام ترقی پکڑتا ہے

پھر خواجہ قطب الاسلام نے ان فوائد کو ختم کیا تو اٹھ کر آسمان کی طرف دیکھنے لگ گئے اور عالم تحیر میں مشغول ہو گئے اور دعاء

گو واپس آ کر اپنی کٹیا میں یادالٰہی میں مشغول ہوگیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔

ذکر اللہ

بدھ کے روز ۵۸۴ھ کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ قاضی حمید الدین اور مولانا شہاب الدین اوشی اور محمود موزہ دوز اور خواجہ تاج الدین غزنوی اور مولانا فقیہہ خداداد اور سید نور دین مبارک غزنوی اور سید شرف الدین اور شمس الدین ترک اور مولانا علاؤ الدین کرمانی اور قاضی عماد الدین اور مولانا فخر الدین زاہد یہ نام (رحمۃ اللہ علیہ) صاحب کشف وکرامات حاضر خدمت تھے۔ اور سلوک کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ اس اثناء میں قطب الاسلام ادام اللہ برکاتہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ اپنے یاروں کے ہمراہ بیٹھے تھے کہ آپ پر حالت طاری ہوئی۔

امام الحرمین نے ذکر الٰہی شروع کیا اور ان کی موافقت سے سارے بزرگ جو وہاں موجود تھے ذکر الٰہی میں مشغول تھے اور انہیں اپنے آپ کی خبر نہ تھی اور ہر ایک کے رونگٹے سے خون جاری ہوا اور جو قطرہ زمین پر گرتا اس سے زمین پر اللہ کے نام کا نقش پیدا ہو جاتا اور اس قطرے سے بھی ذکر الٰہی جاری ہوتا۔ جب خواجہ صاحب نے یہ حکایت بیان فرمائی تو سب کو وجد ہوگیا اور ذکر میں مشغول ہوگئے اور اس قدر ذکر کیا کہ بے ہوش ہوگئے تو خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ رباعی پڑھی ؎

رباعی

ذکر خوش تو زہر دہن مے شنوم   شرح غم توز خویشتن مے شنوم

ترجمہ:- تیرا خوش ذکر میں ہر منہ سے سنتا ہوں اور تیرے غم کی شرح اپنے آپ سے سنتا ہوں۔

گر ہیچ نہ باشد کہ یکے منشانم   تا نام تو مے گوید و من مے شنوم

ترجمہ:- تاوقتیکہ کوئی تیرا نام نہ لے اور میں سن نہ لوں میں اسے اپنے پاس ہی نہیں بیٹھنے دیتا۔

اہل مجلس ذکر میں پھر مشغول ہوگئے اور اس قدر ذکر کیا کہ ہر ایک کے رونگٹوں سے خون جاری ہوگیا اور قطرہ جو زمین پر گرتا اس سے سُبْحَانَ اللّٰهِ کا نقش بن جاتا۔ اور قطرہ سے بڑی بلند آواز کے ساتھ ذکر الٰہی نکلتا۔ جب اس ذکر سے فارغ ہوئے تو دعا گو نے سر اٹھا کر سر زمین پر رکھ دیا میری یہ نیت تھی کہ میں ہانسی کی طرف جاؤں خواجہ قطب الاسلام ادام اللہ برکاتہ کی نظر دعا گو پر پڑی تو آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور پھر مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ مولانا فرید! میں جانتا ہوں کہ تو جائے گا پھر میں نے سر زمین پر رکھ دیا اور عرض کی اگر آپ کا حکم ہو فرمایا کہ جا تقدیر الٰہی اس طرح ہے کہ آخری سفر کے وقت تو ہمارے ہمراہ نہ ہو پھر حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اس فقیر کی دینی اور دنیاوی نعمتوں کی زیادتی کیلئے فاتحہ اور اخلاص پڑھو اور دعائے خیر کہو پھر مجھے مصلٰی اور عصاء عطا فرمایا اور دوگانہ ادا کیا اور فرمایا کہ بیٹھ جا! کل جانا۔ خواجہ صاحب کے حکم کے بموجب میں نے دوگانہ ادا کیا اور بیٹھ گیا۔ خواجہ قطب الاسلام ادام اللہ برکاتہ نے دعا گو کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں تمہاری امانت یعنی سجادہ، نعلین، دستار اور خرقہ قاضی حمید الدین ناگوری کو دے دوں گا۔ میرے انتقال کے بعد پانچویں روز آنا اور لے لینا کیونکہ یہ تیرے ہی متعلق ہیں۔

جونہی کہ خواجہ صاحب نے یہ کہا مجلس سے آہ وبقا کی آواز بلند ہوئی سب نے خواجہ صاحب کیلئے دعا کی بعدازاں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں خود بھی اپنے خواجہ شیخ الاسلام خواجہ معین الدین حسن سنجری علیہ الغفر یہ کے وقت حاضر نہ تھا اور انہوں نے خود سجادہ عنایت نہیں کیا بلکہ مجھے بھی اسی طرح ملا تھا جیسا کہ میں نے تمہارے ساتھ کیا۔

خوفِ الٰہی

پھر فرمایا کہ مرید پر لازم ہے کہ اپنے پیر کے طریقے پر ثابت قدم رہے اور اس سے ذرہ بھر نہ بڑھے تاکہ قیامت کو شرمندہ نہ ہوئے۔ پھر خوف کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ خوف الٰہی تازیانہ (کوڑا) ہے جو بے ادبوں کیلئے مقرر کیا ہے تاکہ جو شخص بے ادبی کرے اسے لگائیں۔ یہاں تک کہ درست ہو جائے۔

آتش پرست طبیب کا قبول اسلام

پھر فرمایا کہ جس دل میں خوف الٰہی ہوتا ہے اسے پاش پاش کر دیتا ہے پھر فرمایا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ خواجہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو ایک زحمت تھی۔ ہارون الرشید نے ایک آتش پرست طبیب کو بلایا جو سب سے بڑھ کر لائق تھا جب نزدیک آ کر خواجہ سفیان ثوری کے سینے پر ہاتھ رکھا تو نعرہ مار کر بے ہوش ہو گیا اور گر پڑا اور کہا سُبحَانَ اللّٰہ دین محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ایسے مرد بھی ہیں کہ جنکا دل خوف الٰہی سے پاش پاش ہو گیا ہے۔ اس طبیب نے فوراً کلمہ پڑھا۔ اور دین قبول کیا۔ جب یہ خبر ہارون الرشید نے سنی تو کہا میں نے تو خیال کیا تھا کہ طبیب کو بیمار کے پاس بھیجا ہے لیکن مجھے معلوم نہ تھا کہ بیمار کو طبیب کے پاس بھیجا ہے۔

دولتِ دنیا اور محبت الٰہی

پھر فرمایا کہ اہل سلوک کا قول ہے کہ اگر درویش دولت مندی کو چاہے تو دولت مند سے محبت کرے اور اگر محبت الٰہی کا فخر حاصل کرنا چاہتا ہے تو اپنی خواہشوں سے ناامید ہو جائے۔ تب کہیں ان مقامات کو حاصل کر سکے گا اور اگر ایسا نہ کرے گا تو اس کا کام بگڑ جائے گا۔

مرشد کامل کی مرید کامل کو نصیحتیں اور وداع کرنا

اس کے بعد میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے فرید! تو دنیا اور آخرت میں ہمارا یار ہے لیکن غافل ہرگز نہ ہونا کیونکہ اہل سلوک کا قول ہے کہ طریقت کی راہ ازبس پرخوف ہے جو شخص اس راہ میں قدم رکھتا ہے اگر وہ اہل سلوک کے فرمان کے مطابق عمل نہ کرے تو کبھی خدا رسیدہ نہیں ہو سکتا اور جب تک عاجزی اور غم سے اندر آنے کی اجازت نہ مانگے وہ ہرگز باریاب نہیں ہو سکتا اور جب تک سر کے بل نہ چلے وہ بارگاہ الٰہی میں نہیں پہنچ سکتا۔

پھر فرمایا کہ ۸۰ سال تک جب تک میں نے سب زبانوں سے دخل کی اجازت نہ مانگی انہوں نے نہ دی اور سارے ہاتھوں سے جب تک دروازہ نہ کھٹکھٹایا انہوں نے نہ کھولا۔ اور جب تک سارے قدموں سے اس کی راہ میں نہ چلا ہرگز عزت کے مقام پر نہ پہنچا۔ خلاصہ یہ کہ بڑی عاجزی اور انکساری اور تکلفات برداشت کر کے منزل مقصود پر پہنچا جونہی کہ خواجہ صاحب قطب اسلام

ادام اللہ برکاتہ نے ان فوائد کو ختم کیا۔ سارے حاضرین نے سر زمین پر رکھ دیئے۔ آپ نے سب کو اٹھایا جب میری باری آئی تو مجھے بغل میں لے کر رو ئے اور یہ الفاظ زبان مبارک سے فرمائے هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ (جدائی ہے میرے اور تیرے درمیان)

اس کے بعد فرمایا کہ ارادت کا حق پورا کر اور چونکہ آب و دانہ کی کشش سخت ہے جا! میں نے تجھے خدا کو سونپا اور قرب اور عظمت کے مقام پر پہنچایا۔

جونہی کہ یہ فرمایا: عالم تحیر میں مشغول ہو گئے اور دعا گو واپس چلا آیا۔ یہ سلوک کے وہ فوائد ہیں جو اہل جہان نے مخدوم کی زبان سے سن کر اس مختصر سی کتاب میں لکھے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ.

تمت

(اُردو ترجمہ)

اسرارُالاولیاء

ملفوظات

زہد الاتقیاء، سراج الاولیاء

حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر مسعود اجودھنی چشتی

رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ بدر الدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر نزد مسلم ماڈل ہائی سکول ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-7246006

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی نور قلوب العارفین بنور معرفتہٖ

وفضل احوال المحبین علی العاملین بکمال فضلہٖ وحکمتہٖ

بے عدد ثناء اس خالق کو جس کے فضل کے فیض سے صاحب المکارم، سلطان الاولیاء، قطب العالم، وارث الانبیاء، تاج الاصفیاء، شمس العارفین، فرید الحق والشرع والدّین ادام اللہ تقواہٗ کے الفاظ، دربار کے فوائد جو میں نے سنے لکھے اور ان کا نام ''اَسرارالاولیاء'' رکھا۔

بعد ازاں بندۂ درویشاں، خادم الفقراء والمساکین[1] جوان معانی کا جمع کنندہ ہے عرض پرداز ہے کہ جب قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اسی وقت آنجناب نے فرمایا۔ اے درویش! انوار واسرار کے لئے حوصلہ وسیع چاہیے۔ تاکہ دوست کے اسرار قرار پکڑیں اور مقام بنائیں۔ اگر دوست کا ایک بھید بھی ظاہر کر دیا جائے تو سرّ برباد ہو جائے گا۔ جیسا کہ منصور حلاّج کا ہوا تھا۔ کیونکہ یہ دوست کے بھید ہیں۔ پس جو سرّ انسان کو عالم انوار تجلّی سے حاصل ہوا سے ظاہر نہیں کرنا چاہئے۔ یہ عام طور پر مشہور ہے کہ جو بادشاہوں کے بھید ظاہر کر دے وہ دوسرے بھیدوں کے لائق نہیں ہوتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! تمام اَسرارِ الٰہی تعداد میں ستّر ہزار ہیں۔ جو ہر روز اولیاء اللہ کے دلوں پر عالمِ نورانی سے نازل ہوتے ہیں۔ اور نیز اس دل پر جوان اسرار کا ڈھونڈنے والا ہو۔ لیکن اے درویش! اسرارِ الٰہی کا پہلا مقام یہ ہے کہ جب عاشق پر اَسرار متجلّی ہوتے ہیں اگر ان کا ذرّہ بھر بھی باہر نکلے تو تمام جہان منور ہو جائے۔ پس اس راہ میں صادق ہونا چاہیے۔ تاکہ دوست کے سارے اسرار سے واقف ہو جائے اور ذرّہ بھر بھی ظاہر نہ کرے۔ اگر پہلے ہی مقام میں بھید ظاہر کر دے گا تو بہت ہی کم حوصلہ ہوگا اور سرّ کے لائق نہیں۔

پھر فرمایا۔ اے درویش! ''مشائخ طبقات''[2] میں لکھا ہے کہ جب کسی آدمی کو سرّ کی اطلاع دی جائے۔ اور وہ شخص اس کی تاب نہ لا سکے اور ظاہر کر دے تو اس کی وہی سزا ہوتی ہے (جو اس شخص کی ہوتی ہے) کہ جو بادشاہوں کا بھید ظاہر کرتا ہے۔

---

[1] بدرالدین اسحاق [2] کے سلوک

فہرست مضامین در کتاب

بعد ازاں بندۂ درویشاں، خادم الفقراء والمساکین بدرالدین اسحٰق جوان معانی کا جامع ہے۔ عرض پرداز ہے کہ جس وقت قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اسی وقت مجھے شرفِ بیعت سے مشرف فرمایا اور چہارتر کی کلاہ جو کہ دین اور دنیا کی دولت ہے۔ بندے کو عطا فرمائی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

فصل اوّل

سخن در ذکر اَسرارُ الاولیاء

خواجہ منصور اور افشائے سرِّ الٰہی

سوموار کے روز اٹھارھویں ماہ شعبان ۶۳۱ ہجری کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ خواجہ منصور ؒ کی ایک ہمشیرہ تھیں۔ جن کی یہ عادت تھی کہ بغداد کے ایک جنگل میں جا کر یادِ الٰہی میں مشغول ہوا کرتیں اور جب واپس آتیں تو فرشتے کو حکم ہوتا جو کہ اَسرارِ الٰہی کے بہشتی شراب کا ایک پیالہ لاکر آپ کے ہاتھ پر رکھتا اور آپ اسے پی لیتیں اور واپس اپنے مکان میں آ جاتیں۔ جب اس حال کی خبر خواجہ منصور ؒ کو ہوئی تو آپ چھپ کر دیکھتے رہے۔ جب آپ باہر نکلیں اور حسبِ عادت روانہ ہوئیں اور پیچھے پیچھے خواجہ منصور ؒ بھی روانہ ہوئے۔ جب رات کے آخری حصے میں یادِ الٰہی سے فارغ ہوئیں اور فرشتہ حسب معمول شراب کا پیالہ لایا اور آپ پینے لگیں۔ ابھی تھوڑا سا پیا تھا اور کچھ باقی تھا کہ خواجہ منصور پکارتے ہوئے آئے کہ بہن! میرا حصہ رکھ لینا۔ آپ نے مڑ کر منصور کو دیکھا تو بہت افسوس کیا کہ میرا بھید ظاہر ہو گیا۔ پھر منصور کو کہا۔ اے منصور! تو پی جائے گا لیکن اسے برداشت نہیں کر سکے گا۔

الغرض! خواجہ منصور نے اسے پی لیا۔ جونہی ایک گھونٹ پیا از خود رفتہ ہو گئے۔ اور "انا الحق انا الحق" پکار اٹھے۔ آپ کی ہمشیرہ صاحبہ رونے لگیں اور کہا۔ اے منصور! تنگ حوصلہ! تو نے اپنے تئیں بھی رسوا کیا اور مجھے بھی۔

بعدازاں جب خواجہ صاحب شہر میں آئے اور "اناالحق" کہا۔ تو سولی پر چڑھائے گئے اس وقت آپ کی ہمشیرہ نے واپس جا کر کہا۔ "اے منصور! کیا میں تجھے نہ کہتی تھی؟ کہ تو اس کو برداشت نہ کر سکے گا۔ چونکہ تو نے بھید ظاہر کر دیا ہے۔ اس لئے اب تو مارا جائے گا"۔

الغرض! خلقت نے یہ کہنا شروع کیا کہ منصور (ؒ) مرد تھا۔ جس نے دوست کی راہ میں جان دے دی اور آپ کی ہمشیرہ صاحبہ نے مسکرا کر فرمایا۔ اے غافلو! اگر میرا بھائی مرد ہوتا تو محبت کی شراب کا ذرّہ بھر پی کر از خود رفتہ نہ ہو جاتا۔ وہ مرد ہی نہ تھا جو اس طرح مدہوش ہو گیا۔ پھر اپنی حکایت یوں بیان فرمائی۔ کہ قریباً بیس سال سے ہر رات اسرار دوست کا ایک پیالہ مجھے ملتا ہے۔ میں پی لیتی ہوں لیکن کبھی از خود رفتہ نہیں ہوئی۔ بلکہ ہر روز هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ پکارتی ہوں۔ اس وقت شیخ الاسلام آب دیدہ ہو کر زار زار روئے اور بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا کہ اے درویش! راہِ خدا میں ایسے مرد بھی ہیں۔ کہ ایک ساعت میں دوست کے اسرار کے لاکھ لاکھ دریا پی جاتے ہیں لیکن ذرّہ بھر اثر ظاہر نہیں ہوتا۔

بعدازاں فرمایا کہ اے درویش! جو شخص محبت میں ثابت قدم اور سچے وعدے والا نہیں۔ جان لے کہ وہ قیامت کے دن محبتوں میں ضرور شرمندہ ہوگا۔

بعدازاں فرمایا کہ اے درویش! قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تواریخ میں لکھتے ہیں کہ قیامت کے دن مجنوں کو حاضر کرنے کا حکم ہوگا۔ جب اسے لایا جائے گا۔ تو پھر تمام اولیاء کو جو محبت کے مدعی ہوں گے۔ اس کے پاس لایا جائے گا اور حکم ہوگا کہ اگر تم محبت کا دعویٰ کرتے ہو۔ تو ایسا کیوں نہ کیا۔ جیسا کہ مجنوں نے کیا کہ جب تک وہ زندہ رہا۔ لیلیٰ کی دوستی میں غرق رہا اور جب مرا تو بھی اسی کی محبت میں غرق تھا اور جب کہ اس کا حشر ہوا ہے۔ تو بھی اسی کی محبت میں مستغرق ہے۔

بعدازاں فرمایا۔ اے درویش! نظامی گنجوی رحمۃ اللہ علیہ وہ صاحب نعمت تھے کہ جو کچھ آپ نے سلوک کے بارے میں لکھا ہے۔ کسی نے نہیں لکھا' میں نے ایک مرتبہ جب کہ میں درویشوں کی مجلس میں حاضر تھا۔ سماع میں قوالوں نے یہ دو شعر گائے جن کے سننے سے ہر بار اور ہی حالت اور حیرت طاری ہوتی تھی۔ اگر سو سال تک بھی ایسا وقت طلب کریں تو شاید نہ ہی ملے۔ وہ شعر یہ ہیں ؂

آں عشق کہ بود کم نگردد   تابا شد ازاں قدم نگردد
عشقے کہ نہ عشق جاودان است   بازیچۂ شہوت جوان است

بعدازاں فرمایا کہ اے درویش! فقیر اہل عشق ہیں اور علماء اہل عقل اسی واسطے ان کے مابین تضاد رہتا ہے۔

پھر فرمایا۔ اے درویش! کام سے واقف وہی لوگ ہیں۔ جن میں یہ دونوں باتیں یعنی عشق اور عقل پائی جاتی ہیں۔ راہ سلوک میں درویش کا عشق علماء کی عقل پر غالب ہے۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک درویش بھیا نام میرا دوست تھا۔ جو واصل خدا اور صاحب درد تھا۔ جب وہ رستہ چلتا تو مستوں کی طرح جھوم جھوم کر چلتا۔

عشقِ مجازی سے عشقِ حقیقی تک

پھر فرمایا۔ اے درویش! ایک واصل جوانی کے دنوں میں ایک عورت پر عاشق تھا۔ ایک رات وہ اپنی معشوقہ کے مکان کی دیوار کے پاس کھڑکی کے پیچھے آ کھڑا ہوا۔ اس کی معشوقہ نے کھڑکی سے سر نکالا اور دونوں آپس میں باتیں کرنے لگے شام سے لے کر صبح تک باتیں ہی کرتے رہے جب صبح کی اذان ہوئی تو انہوں نے سمجھا کہ شاید ابھی عشاء کی اذان ہوئی ہے۔ لیکن جب اچھی طرح دیکھا۔ تو صبح کا وقت تھا۔ اتنے میں غیب سے آواز آئی کہ اے جوان! تو نے عورت کے عشق میں شام سے صبح کر دی۔ کبھی یاد حق کی طرف بھی ایسا کیا ہے۔ جب اس جوان نے یہ آواز سنی۔ تو فوراً توبہ کی اور یاد حق میں مشغول ہو گیا۔ اس وقت شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ ان اسرار میں سے ایک یہ ہے کہ وہ واپس چلا گیا۔ (حق کی طرف) پس اے درویش! جسے اس قسم کا ذوق ہو گیا' بھلا وہ کب غیر سے اُلفت کرتا ہے۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک دفعہ مجنوں نے سنا کہ لیلیٰ صدقہ دے رہی ہے اٹھ کر لکڑی کا پیالہ ہاتھ میں لئے لیلیٰ

کے اِدھر اُدھر پھرنے لگا۔ لیلیٰ نے سب کو کچھ نہ کچھ دیا۔ لیکن مجنوں کو کچھ نہ دیا جب اٹھ کر اندر چلی گئی تو مجنوں مارے خوشی کے رقص کرنے لگا۔ لوگوں نے طعن کی کہ یہ کونسا موقع رقص کا ہے؟ نہ ہی اس نے تجھے کچھ دیا اور نہ ہی تیری طرف توجہ کی۔ مجنوں نے کہا۔ بے شک دیا تو اس نے کچھ نہیں' لیکن اتنا تو دیکھ لیا کہ مجنوں ہے۔ پھر شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ اے درویش! اس بات کی قدر اس کو معلوم ہوتی ہے۔ جو دریائے محبت میں غرق ہو یا عالم غیب چشمۂ رواں سے اسے روزی نصیب ہو۔ پھر فرمایا۔ اے درویش! جو شخص محبت اور عشق کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ معشوق کا دروازہ اس وقت تک کھٹکھٹاتا رہتا ہے۔ جب تک اس کے قالب میں جان ہے۔ اس واسطے کہ شاید کسی وقت کھل جائے اور کسی مرتبے کو پہنچ جائے۔ پھر فرمایا۔ اے درویش! بنی اسرائیل میں ایک زاہد نے ستر سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ آخر اس وقت کے پیغمبر کو حکم ہوا کہ فلاں زاہد کو کہہ دو کہ طاعت میں بے ہودہ تکلیف نہ اٹھاؤ۔ ہمیں تمہاری عبادت منظور نہیں۔ جب پیغمبر وقت نے یہ پیغام دیا تو زاہد رقص کرنے لگا۔ وجہ پوچھی تو کہا۔ گر میری طاعت قبول نہیں' تاہم شمار میں تو ہوں۔ مجھے یاد تو کیا ہے۔

پھر فرمایا: اے درویش! اس راہ میں صادق اور عاشق وہی ہے کہ عالم اسرار میں سے جو مصیبت وغیرہ اس پر نازل ہو' اس پر صبر کرے اور راضی رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں فرمایا ہے۔

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ

پھر شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر یہ شعر پڑھے۔ جن سے خاص ہی حالت اور حیرت طاری ہوئی۔

گر سرّ رود اے دوست نگویم با کس — سرّیست مرا دردن جان درعشقت

....

پوشیدہ دار از خود تا آں جانجل زمانی — سرّیست عاشقاں رادر طاقت نہانی

بعدازاں فرمایا۔ اے درویش! صاحب سرّ میں ذاتی قوت اس قسم کی ہونی چاہیے کہ جو سرّ حق اس پر نازل ہو۔ اسے محفوظ رکھ سکے۔

اَسرارِ دوست خوبصورت ہیں

پھر فرمایا۔ اے درویش! خواجہ معین الدین حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ دوست کے اسرار خوبصورت ہیں اور خوبصورت عاشق کے ہی دل میں قرار پکڑتے ہیں۔ اس واسطے کہ جب یحییٰ معاذ رازی قدس اللہ سرہ العزیز سے پوچھا گیا کہ آپ کو کبھی ہنستے یا بات کرتے نہیں دیکھا گیا تو فرمایا کہ کوئی گھڑی ایسی نہیں گزرتی کہ اللہ تعالیٰ کی تجلی کے انوار اور اسرار میرے دل میں نہ ہوں۔ پس جس دل میں دوست کے اسرار وانوار ہوں۔ اسے ہنسی اور باتوں سے کیا واسطہ۔ پس! اے درویش! ہنسی اور بات چیت اسی روز ہوتی ہے۔ جب یہ حکم ہوتا ہے کہ "وصل الحبیب الی الحبیب" یعنی دوست دوست سے جاملا۔ پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے کیا بات دیکھی جو حق تعالیٰ سے آشنائی کی۔ فرمایا۔ ایک روز میں بیٹھا تھا کہ محبت کا آئینہ میرے ہاتھ میں دیا گیا۔ میں نے اس میں نگاہ کی تو مجھے ایک صورت دکھائی دی جس پر میں شیفتہ ہو گیا۔ فریاد کر اٹھا

اور توبہ واستغفار کی اور کہا کہ یہ نعمت مجھے عطا ہو۔ حکم ہوا کہ یہ نعمت تجھے دیتے ہیں۔ لیکن کسی پر ہمارا یہ بھید ظاہر نہ کرنا۔ تاکہ اور بھید کے لائق ہو سکے۔

پھر شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر یہ رباعی پڑھی۔ جو جناب قاضی حمید الدین ناگوری کی زبان مبارک سے ایک مجلس میں سنی تھی۔

رباعی

عشق تو مرا اسیرو حیران کردہ است
در کوئے خرابات پریشاں کردہ است
باایں ہمہ رنج و محنت اے دوست ببین
اسرار تو دردلم کہ پنہاں کردہ است

خواجہ حسن خاقانی کی عنایت

بعدازاں فرمایا کہ اے درویش! خواجہ حسن ابوالخیر خاقانی رحمۃ اللہ علیہ راستہ پر چل رہے تھے آپ کی مونچھیں بڑھ گئی تھیں۔ ایک نائی نے کہا کہ لاؤ آپ کی حجامت بنادوں! آپ نے فرمایا۔ میرے پاس پیسہ نہیں۔ نائی نے کہا پھر دے دینا۔ جب نائی نے حجامت بنائی۔ جس درخت کے تلے بیٹھے' اوپر کی طرف دیکھ کر عرض کی۔ یاالٰہی! میں کیا درخواست کروں خواجہ صاحب نے یہ بات ابھی کی ہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ درخت ہلا اور زمین سرخ دیناروں سے پُر ہوگئی اور نائی حیران رہ گیا خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جتنا اٹھا سکتے ہو۔ اٹھالو! یہ کہہ کر وہاں سے چل دیئے۔

پھر شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ اے درویش! مردانِ خدا ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ ہر ایک درماندہ کو نعمت عطا کر کے وہاں سے چل دیتے ہیں۔

بعدازاں فرمایا کہ اے درویش! ایک صاحب حال ہر روز صبح کو اٹھ کر فریاد کیا کرتا تھا۔ تاکہ دوست کا عشق آجائے اور ہستی کا نام ونشان مٹادے۔ ایک روز وہ اپنے عشق کی آگ سے جل ہی گیا اور یگانہ ہوگیا۔ پس اے درویش! جہاں پر محبت آتی ہے۔ دوئی درمیان سے اٹھ جاتی ہے محبت کے معاملہ میں یگانہ ہونا چاہیے۔ تاکہ محبت کے وصال خانہ میں دخل پاسکیں۔ اگر ایسا نہ ہوگا تو ہرگز ہرگز دخل نہیں پایا جائے گا۔

بعدازاں شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر یہ مثنوی پڑھی اور فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز سے مجلس میں سنی تھی اور اب تک اس مثنوی کے ذوق میں ہوں۔

تانفس من ز عشق دوست زدم — خاست ازما بسے دوئی جز دوست

زلیخا کی خداپرستی

بعدازاں غلبات شوق سے یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا سے نکاح کیا۔ زلیخا نے

حضرت یعقوب علیہ السلام کا دین قبول کیا۔ یادِ حق میں مشغول ہوئی تو ایک روز حضرت یوسف علیہ السلام زلیخا کا پیچھا کرتے تھے۔ آپ پیچھا چھڑاتی تھیں۔ اس وقت یوسف علیہ السلام نے پوچھا کہ ایک دن وہ تھا تو میرا پیچھا کرتی تھی اور میں پیچھا چھڑاتا تھا اور آج میں پیچھا کرتا ہوں اور تو چھڑاتی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ کہا' اے یوسف اس دن مجھے اللہ تعالیٰ کی آشنائی حاصل نہ تھی۔ اس کی پرستش سے دور تھی' تیرے سوا کسی سے آشنائی نہ تھی۔ میں سمجھتی تھی کہ بس تو ہی تو ہے۔ اس واسطے میں تیرا پیچھا کرتی تھی۔ لیکن اب میں نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا ہے اور اس کی پرستش میں مشغول ہوں۔ مجاہدہ سے مشاہدہ تک پہنچ گئی ہوں اور اس کی دوستی میرے دل میں قرار پکڑ گئی ہے۔ پس اے یوسف! اب تو تُو اور لاکھ تجھ سے بہتر میری نگاہ میں نہیں۔ جب مجھے اللہ تعالیٰ سے الفت ہوگئی۔ اب میں اس کے غیر سے الفت کروں۔ تو میں جھوٹی مدعی بنوں گی۔ نہ کہ اس کی محبت میں صادق۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! جب موسیٰ علیہ السلام نے رویت کی درخواست کی کہ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ ۔ تو حکم ہوا کہ اے موسیٰ یہ کیا گستاخی ہے۔ جو تو نے ہماری بارگاہ میں کی ہے۔ کیونکہ ہم نے وعدہ کرلیا ہے کہ جب تک محمد پیغمبر آخر الزمان ﷺ اور ان کے امتی جو میرے محبّ ہیں۔ ہمارا دیدار نہ کریں گے۔ کوئی شخص ہمارا دیدار نہیں کر سکے گا۔ پس اے درویش! چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام محبت حق کے شوق سے مالامال تھے۔ اس بات کو نہ سنا اور دوسری مرتبہ پھر وہی درخواست کی۔ حکم ہوا کہ اے موسیٰ! ہم تجلّی تو کریں گے۔ لیکن تو برداشت نہیں کر سکے گا۔ عرض کی' کرسکوں گا۔ حکم ہوا اچھا کوہ طور پر جاکر بندوں کی طرح دوگانہ ادا کرو اور دوزانو ہوکر باادب بیٹھو۔ تاکہ ہم تجلّی کریں۔ جب ایسا کیا اور ذرّہ بھر نور سے تجلّی کی تو پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا اور آپ تین دن تک بے ہوش پڑے رہے پھر آواز آئی (وَخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا) اے موسیٰ! کیا ہم نہیں کہتے تھے کہ تو نور کی طاقت کو برداشت نہیں کر سکے گا۔ پھر یہ فرمان ہوا۔ اے موسیٰ! تو ہماری ذرّہ بھر تجلّی سے بے ہوش ہوگیا۔ ہمارا بھید ظاہر کر دیا۔ میرے ایسے بندے بھی ہوں گے جو آخر الزمان میں پیدا ہوں گے۔ اور امت محمدی ﷺ میں ہوں گے۔ جن پر ہر روز ہزار مرتبہ تجلّی کروں گا۔ پھر بھی وہ ذرّہ بھر تجاوز نہیں کریں گے بلکہ "اَنَا مُشْتَاقٌ اِلَی الْحَبِیْبِ" کی فریاد کریں گے۔

پھر فرمایا۔ عشق کی آگ ایسی ہے جو درویش کے دل کے سوا اور کہیں قرار نہیں پکڑتی اگر صاحب ذکر اپنے سینے سے ایک آہ نکالے تو شرق سے غرب تک جو کچھ ہے سب کو جلا کر ملیامیٹ کر دے۔

حضرت موسیٰ کو حکم الٰہی

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا۔ اے درویش! جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر انوار کی تجلّی ہوئی تو عشق سے مشرف ہوئے۔ پھر فرمایا۔ جب نورِ عشق سے آپ جلنے لگے تو سونے چاندی کی اوٹ کی۔ وہ بھی نہ رہی اور جل گئیں۔ پھر حکم ہوا کہ موسیٰ! اگر لاکھ پردے بھی کرے گا۔ تو بھی نہیں رہیں گے ہاں! اگر بچنا ہے۔ تو کسی گودڑی پوش کا خرقہ مانگ کر اس کا برقع بنا۔ البتہ وہ نہیں جلے گا۔ جب آپ نے اسی طرح کیا تو اس خرقہ کا تار بھی نہ جلا۔

اسرار و انوار الٰہی

بعد ازاں شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہوکر فرمایا۔ اے درویش! واضح رہے کہ درویش اور جو کچھ اس کے وجود میں ہے وہ

سب کچھ تجلّی ہی کے نور سے پیدا کیا گیا ہے۔ پس جو حقیقت ہے وہ کس طرح جل سکتی ہے۔ نیز فرمایا کہ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ درویشوں کو عشق کی خاک اور انوار تجلّی سے پیدا کیا گیا ہے۔ پھر فرمایا۔ اے درویش! زاد المحبین میں لکھا دیکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے علم وقدرت سے اہل عشق کو عالم موجودات میں پیدا کرنا چاہا تو زمین کا ایک ایسا قطعہ تھا جس کی طرف شوق واشتیاق، انوار تجلّی اور اَسرار عشق کی نگاہ سے دیکھا۔ وہ قطعہ ہلنے لگا۔ ابتداء ہی میں عالم سکر میں پڑ کر فریاد کرنے لگا۔ "اَنَا الْمُشْتَاقُ فِی الْقَاءِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" ۔ دونوں جہان کے پروردگار کے دیدار کا مشتاق ہوں۔ پھر اس زمین سے اہل عشق پیدا کیے گئے اسی لئے درویشوں کو ولولۂ عشق ابتداء سے لے کر انتہاء تک رہتا ہے اور دریائے محبت میں غرق رہتے ہیں۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا۔ ایک واصلِ حق مناجات میں کہا کرتا تھا۔ اے پروردگار! اگر تو قیامت کے دن مجھے جلائے گا یا دوزخ میں بھیجے گا تو مجھے تیرے جلال اور عزت کی قسم! کہ دوزخ کے دروازے پر سینے سے ایک ایسی آہ نکالوں گا جو دوزخ کی ساری آگ کو نگل جائے گی۔ ناچیز کر دے گی۔ اس سے پوچھا گیا کہ اے خواجہ! یہ تو کیسی بات کہتا ہے؟ دوزخ کی آگ کس طرح نگلی جا سکتی ہے؟ فرمایا! اس واسطے کہ اگر آتش محبت کے بالمقابل دوزخ کی سی لاکھوں آگیں جلائی جائیں تو جب صاحب عشق اپنے سینے کی آہ نکالے گا تو سب کو نابود کر دے گا۔ اسی واسطے محبت کی آگ سے بڑھ کر تیز آگ اور کوئی نہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! درویش کے سینے میں اس قسم کی آگ رکھی گئی ہے کہ خدانخواستہ اگر ایک شعلہ اس کا نکل جائے۔ تو عرش سے تحت الثریٰ تک سب کچھ جلا کر راکھ کر دے۔

پھر شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر یہ مصرعہ پڑھا۔ مصرعہ

در سینہ عاشقاں ہمہ درد نہند

آپ بار بار اس مصرعہ کو پڑھتے، بے ہوش ہو جاتے۔ جب ہوش میں آتے تو فرماتے کہ تین وقت میں رحمت نازل ہوتی ہے۔ اول سماع کے وقت اہل سماع پر رحمت نازل ہوتی ہے۔ دوسرے درویشوں کے ماجرائے (تذکرے) کے وقت۔ تیسرے جب کہ عاشق انوار تجلّی کے عالم میں مستغرق ہوتے ہیں۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ میں، خواجہ قطب الدین بختیار اوشی اور خواجہ حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ سماع کی ایک مجلس میں تھے۔ ایک رات دن رقص کرتے رہے لیکن نماز کے وقت نماز ادا کر لیتے۔ اسی اثناء میں انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر اڑنا شروع کر دیا، وہاں بھی رقص ہی کرتے رہے۔ جس قصیدے سے وجد ہوا وہ یہ ہے۔

ابیات

من آں نیم کہ زعشق تو پائے پس آرم	اگر بہ تیغ کشندم در تو نگزارم
مپرس از شب ہجراں چگونہ میگزرد	مبادا ہیچ کسے را قوی است دشوارم
من از جمال تو اے سرو باغ نادیدم	ہوس نشد کہ گہے دل رود بگلزارم
اگر دہند بفردا بہشت باہمہ چیز	بحبۂ نخرم من کہ مست دیدارُم

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ میں ایک صاحب حالت درویش کے پاس گیا۔ جو عام شوق واشتیاق میں تھا۔ درد اور حال کی وجہ سے ہر بار سر سجدے میں رکھتا اور پھر اٹھ کر کھڑا ہوتا اور یہ شعر پڑھتا ؎

گر بود صد ہزار جان در تن　　　جان وہم از برائے جانانِ من

میں گنتا گیا' تقریباً ہزار مرتبہ اس نے ایسا کیا۔ ہر مرتبہ بے ہوش ہو جاتا اور سر سجدے میں رکھتا تھا۔ جب شیخ الاسلام نے یہ فوائد ختم کیے تو اندر چلے گئے۔ میں اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

فصل دوم

عابدوں اور درویشوں کی حقیقت

جب قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا تو درویش کمال الدین۔ حاکم اجودھن اور چند اور درویش حاضر خدمت تھے' جو خانہ کعبہ کی زیارت سے آرہے تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ متعبد ان لوگوں کو کہا جاتا ہے کہ جن کا ظاہر و باطن حق سے آراستہ ہو اور کسی قسم کا ریا' حسد' بغض اور کھوٹ ان کے ظاہر و باطن میں نہ ہو جو طاعت کریں خالص اللہ تعالیٰ کی خاطر کریں' نہ کہ خلقت کو دکھانے کے لئے۔ کیونکہ جو متعبد ظاہر میں عبادت کرے اور باطن اس کا خراب ہو۔ اس کی ہر ایک عبادت لپیٹ کر اس کے منہ پر ماری جاتی ہے۔ بلکہ راہ سلوک میں تو اس بات کا بھی ڈر ہے کہ کہیں اس کے ایمان میں خلل نہ آجائے۔ نعوذ باللہ منہا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! بعض متعبد ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کا ظاہر آراستہ ہوتا ہے اور ظاہر میں خلقت کو دکھانے کے لئے بہت عبادت کرتے ہیں لیکن باطن میں اس یار کی طرف نہیں ہوتے۔

عابدوں کی چار قسمیں

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! متعبدوں کی چار قسمیں ہیں:

اوّل وہ جن کا ظاہر طاعت سے آراستہ ہوتا ہے لیکن باطن خراب ہوتا ہے۔

دوسرے وہ جن کا ظاہر خراب لیکن باطن آراستہ ہوتا ہے۔

تیسرے وہ جن کا ظاہر و باطن دونوں خراب۔

چوتھے وہ جن کا ظاہر و باطن دونوں آراستہ ہوتے ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش سنو! جن کا ظاہر طاعت سے آراستہ ہے لیکن باطن خراب ہے وہ ایسے لوگ ہیں' جو لوگوں کے دکھاوے کی خاطر بہت عبادت کرتے ہیں اور وہ انہیں عزیز جانتے ہیں' اور ان کا دل دنیا میں مشغول ہوتا ہے۔

بنی اسرائیل کا عابد

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ بنی اسرائیل میں ایک زاہد نے پانچ سو سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جب وہ مر گیا تو اسے خواب میں دیکھا گیا کہ آگ کے طوق اس کے گلے میں ڈالے ہوئے ہیں اور آگ کی بیڑیاں اس کے پاؤں میں پہنائی ہوئی ہیں اور اس کے گرداگرد تمام آگ ہی آگ جل رہی ہے اور فرشتے گرزیں مارتے ہیں اور وہ توبہ توبہ پکار رہا ہے۔ اس سے پوچھا گیا کہ تو زاہد تھا اور پانچ سو سال تو نے عبادت بھی کی پھر تیری یہ حالت کیوں ہے؟ اس نے کہا' اے مسلمانو! جو عبادت میں کرتا تھا۔ سب دکھلاوے کی تھی۔ محض خلقت کو دکھانے کی خاطر کیا کرتا تھا۔ باطن میں دنیا میں مشغول تھا۔ اس لئے وہ ساری طاعت میرے منہ پر ماری گئی اور حکم ہوا کہ زاہد سخت عذاب کے لائق ہے' اسے عذاب کرو۔

شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! دوسرا گروہ وہ جن کا باطن آراستہ اور ظاہر خراب ہوتا ہے۔ وہ مجانین یعنی دیوانے ہیں جو باطن میں حق تعالیٰ میں مشغول ہوتے ہیں اور ظاہر میں ان کے پاس کوئی سروسامان نہیں ہوتا۔

پھر فرمایا۔ اے درویش! دیوانے لوگ حق تعالیٰ کی یاد میں اس طرح مشغول ہوتے ہیں کہ کسی کو ان کے حال کی خبر نہیں ہوتی۔ اس لئے ان کا ظاہر خراب رہتا ہے۔

افشائے سرّ درویش

پھر فرمایا۔ اے درویش! ایک مرتبہ میں نے ایسے دیوانے کو دیکھا جو ساٹھ سال سے جنون کی حالت میں تھا اور اس طرح یادِ حق میں مشغول تھا کہ نور چمکتا تھا۔ مگر اسے اس نور کی روشنی کی خبر نہ تھی' چنانچہ ایک رات اسے خلوت میں میں نے تلاوت میں مشغول دیکھا۔ اس وقت اس سے ایسا نور نکل رہا تھا جس کی روشنی عرش سے لے کر حجاب عظمت تک جاتی تھی میں آگے بڑھا تا کہ اس نعمت سے مجھے بھی کچھ مل جائے۔ جونہی میرے پاؤں کی آہٹ سنی مڑ کر دیکھا اور کہا۔ اے درویش! چونکہ تو نے ہمارا بھید پالیا ہے اب بہتر یہی ہے کہ اسے فاش نہ کرے۔ یہ کہا اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔ اے پروردگار! چونکہ میرا بھید تو نے ظاہر کر دیا ہے اب میرے لئے یہاں رہنے کی جگہ نہیں۔ ابھی پورے طور پر کہنے نہ پایا تھا کہ جان خدا کے حوالے کی۔

بعدازاں فرمایا۔ اے درویش! جن لوگوں کا ظاہر و باطن خراب ہے وہ عوام الناس ہیں۔ جنہیں طاعت وغیرہ کی کچھ خبر نہیں لیکن جن کا ظاہر و باطن آراستہ ہے وہ مشائخ ہیں اگر اتفاق سے ان سے کچھ طاعت ریا کے طور پر ظاہر ہو جائے تو اپنے تئیں اس وقت تک مجاہدہ میں رکھتے ہیں جب تک کہ اس ریا سے بری نہ ہو جائیں۔

پھر فرمایا کہ مشائخ وہ لوگ ہیں جن کو جس وقت حالت ہوتی ہے اگر اس وقت تلوار کے لاکھوں وار کئے جائیں یا ذرّہ ذرّہ کر دیئے جائیں تو انہیں مطلق خبر نہیں ہوتی۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ کوئی شخص کسی درویش کے پاس آیا اور آداب بجالا کر التماس کی کہ جس وقت آپ کو حق تعالیٰ کی محبت میں حالت پیدا ہو اس وقت مجھے بھی یاد کرنا۔ درویش نے مسکرا کر کہا' صاحب! اس وقت اور اس حالت پر صد افسوس جب کہ میں حالت میں ہوں اور تو مجھے یاد آئے۔ تاکہ میں خدا کو چھوڑ کر تیری یاد میں ہوں۔

پھر فرمایا کہ کلام اللہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَیْدِیْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ۔

یعنی دنیا میں جو کچھ کر رہے ہیں قیامت کے دن یہی اعضاء گواہی دیں گے۔

درویشی کیا ہے......؟

پھر فرمایا کہ اے درویش! درویشوں نے دنیا ہی میں بحالت زندگی اپنے تئیں مردہ بنایا ہے اور اپنے تئیں تمام چیزوں سے باز رکھا ہے۔ ہاتھوں کو چھوٹا کر لیا ہے تاکہ نہ لینے کے قابل جو چیز ہے وہ نہ لیں اور زبان کو گونگا بنا لیا ہے تاکہ نہ کہنے والی بات نہ کہی جائے۔ پاؤں کو لنگڑا کر لیا ہے تاکہ جہاں پر جانا مناسب نہیں وہاں نہ جائیں پس جو لوگ اس قسم کے ہیں وہ واقعی مقامِ قرب کو پہنچ چکے ہیں اور انشاء اللہ قیامت کے عذاب سے نجات پائیں گے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ بغداد میں ایک درویش کو دیکھا جو از حد یادِ الٰہی میں مشغول اور صاحب نعمت تھا۔ ایک دفعہ وہ جمعہ کی نماز پڑھ کر جو باہر نکلا تو اس کی نگاہ ایک عورت پر پڑی۔ فوراً دونوں ہاتھوں سے آنکھوں کو ڈھانپ لیا اور یا غفور یا غفور! کہنے لگا۔ الغرض! جب گھر آیا تو دعا کی کہ پروردگار! جن آنکھوں نے تجھے دیکھا ہو انہیں دوسرے کو نہ دیکھنے دے۔ ابھی یہ بات پورے طور پر کہنے بھی نہ پایا تھا کہ دونوں آنکھوں سے اندھا ہو گیا اور اس بات کے شکرانے میں دو رکعت نماز ادا کر کے بیٹھ گیا۔ جب شیخ الاسلام اس بات پر پہنچے تو آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ دوست کے بغیر کسی اور کو دیکھنا سخت کوتاہ نظری ہے۔ بعد ازاں یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا۔

چشمے کہ در رخ تو بنیندہ ومدار جز در جمالِ تو کہ دگر سو نظر کند

بعد ازاں چند روز نہ گزرنے پائے تھے کہ اس درویش نے ایسی بات سنی جو سننے کے قابل نہ تھی تو اس نے دونوں انگلیوں کو کانوں میں دے کر کہا۔ اے پروردگار! وہ کان جو تیرے نام کے سوا اور کچھ سنے۔ بہرا ہو جائے تو بہتر ہے فوراً دونوں کانوں سے بہرا ہو گیا۔

بعد ازاں اٹھ کر تازہ وضو کیا اور دوگانہ ادا کیا اور فرمایا' اب امید ہے کہ میں دنیا سے ایمان سلامت لے جاؤں گا کیونکہ مجھ سے یہ دونوں چیزیں لے لی گئی ہیں۔ پھر یہ شعر پڑھا۔

گوشے کہ جز بنام تو اے دوست بشنو کز بادچوں برسخنے گوش بر کند

جب شیخ الاسلام نے یہ حکایت ختم کی تو زار زار روئے اور یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا۔

چہ نیکو بود وقت مردن اگر سلامت برم رخت ایماں بگور

آپ بار بار یہ شعر پڑھتے اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہتے اے پروردگار! میری خواہش یہ ہے کہ جہان سے ایمان سلامت لے جاؤں!

پھر فرمایا: اے درویش! اگر لوگ ایمان سلامت لے جائیں تو سمجھو کہ انہوں نے کچھ کام کیا ہے۔

پھر فرمایا کہ امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو سوائے جان کنی کے وقت کے کبھی ہنستے نہ دیکھا گیا تھا وہ بھی اس طرح کہ اس وقت ابلیس لعین آپ کے پاس کھڑا ہوا افسوس کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اے امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ! تو نے اپنا ایمان میرے ہاتھ سے بہت عمدہ طور سے بچایا اس واسطے امام صاحب اس بات پر ہنسے اور فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۔ بارے ایمان تو سلامت لے چلا ہوں۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ میں اور میرے بھائی مولانا بہاؤ الدین زکریا ایک ہی جگہ بیٹھے تھے اور سلوک کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی تو کچھ دیر بعد میرے بھائی مولانا بہاؤ الدین زکریا اٹھ کر ہائے ہائے کر کے رونے لگے اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہا: میں نے پوچھا یہ کیا حالت ہے؟ فرمایا اٹھ کر دیکھو! جب میں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ بغداد کے دروازے سے شیخ سعد الدین حمویہ رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ نکال کر جامع مسجد کے پاس نماز جنازہ ادا کر رہے ہیں۔

ایک ولی اللہ کی کرامت

پھر فرمایا۔ اے درویش! ایک مرتبہ میں لاہور کی حد میں بطور مسافر وارد تھا۔ وہاں پر ایک درویش صاحب اسرار و کشف کھیتی باڑی پر گزارہ کیا کرتا تھا اور کوئی کارکن اس سے زمین کا محصول وغیرہ نہ لیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہاں کا حاکم کوئی بے مہر شخص مقرر ہو کر آیا جس نے اس سے محصول مانگا اور کہا کہ تو اتنے سال سے مفت پیداوار کھا رہا ہے۔ یا محصول ادا کر یا کوئی کرامت دکھا۔ درویش نے کہا میں مسکین آدمی ہوں مجھے کرامت سے کیا واسطہ؟ مگر اس حاکم نے ایک نہ مانی اور اسی بات پر اڑا رہا۔ آخر درویش نے تنگ آ کر تھوڑی دیر سوچ کر کہا۔ اچھا تو کیا کرامت دیکھنا چاہتا ہے؟ اس نے کہا اگر تجھ میں کرامت ہے تو پانی پر چل۔ درویش پانی پر پاؤں رکھ کر پار ہو گیا جیسے کوئی خشکی پر چلتا ہے۔ پار جا کر کشتی مانگی تا کہ واپس آ جائے لوگوں نے کہا اسی طرح واپس کیوں نہیں آ جاتے؟ کہا' اس واسطے کہ نفس میں غرور نہ آ جائے۔

حضرت علی کا مردے سے سوال

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش جس روز عبدالرحمٰن ابنِ ملجم بد بخت نے امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کی ہلاکت کے ارادے سے آں جناب کا پیچھا کیا۔ تو آں جناب ایک گاؤں سے گزر کر پانی کے کنارے آئے اور گورستان کی طرف منہ کر کے' جو وہاں سے قریب ہی تھا۔ ایک کے نام آواز دی کہ اے فلاں ابن فلاں! قبر سے آواز آئی۔ لبیک یا علی رضی اللہ عنہ! پوچھا گھاٹ پایاب کس طرف ہے؟ کہا۔ جہاں آپ کھڑے ہیں! آپ قدم رکھ کر پار ہوئے۔ ابنِ ملجم نے آ کر پوچھا کہ آپ کو مردے کا نام اور اس کے باپ کا نام تو معلوم ہو گیا۔ لیکن یہ معلوم نہ ہوا کہ پانی پایاب کہاں ہے؟ فرمایا: جانتا تو تھا لیکن اس واسطے پوچھا کہ نفس بے تاک نہ ہو جائے اور شوخ نہ ہو جائے۔

کامل درویش کون ہیں؟

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اے درویش! جب کوئی دوست' دوست کے اسرار سے مالا مال ہوتا ہے۔ اس وقت اگر اس کی زبان سے کوئی بات نکل بھی جائے تو کوئی عیب کی بات نہیں کیونکہ جب جگہ ہی نہ رہے تو پھر وہ اسے کہاں رکھے یہ تو کاملوں کی حالت ہے۔ لیکن وہ شخص جو ابتدا ہی میں اپنے اسرار غلبات شوق کی وجہ سے ظاہر کر دے وہ البتہ خام کاری کرتا ہے کیونکہ جہاں

تک نگہداشت کی حد ہے وہاں تک تو اسے محفوظ رکھنا چاہیے۔ لیکن ہاں! جب زیادہ ہو جائیں اور کچھ ظاہر کر دے تو بعض اہل سلوک اسے معاف کرتے ہیں۔ اگر کرے تو جائز ہے۔

پھر فرمایا کہ مومنوں کے دل پاکیزہ زمین کی طرح ہیں اگر محبت کا بیج اس میں بویا جائے تو اس سے طرح طرح کی نعمتیں پیدا ہوں گی۔ پس اس سے تو اوروں کو بھی حصہ دے سکتا ہے اور تیرے لئے کافی ہوتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب تک تو سانپ کی طرح کینچلی نہ اتارے گا کبھی محبت حق کا دعویٰ تجھ سے صادق نہیں آئے گا۔

پھر فرمایا کہ کامل حال درویش وہ ہیں جنہیں کسی اور کی حاجت نہیں بلکہ اسرار نعمت سے جو ان میں ہیں آنے والوں کو حصہ دیتے ہیں اور ان کا مدعا پورا کر کے لوٹاتے ہیں۔ لیکن کوئی درویشی کا دعوی کرے اور بادشاہوں اور امراء کے پاس روپے پیسے کی خاطر آئے تاکہ اپنی ضروریات مہیا کر سکے تو سمجھ لو اسے نعمت حاصل نہیں۔ اگر اسے کچھ حاصل ہوتا تو کبھی مخلوق کے دروازے پر نہ جاتا اور کسی سے توقع نہ رکھتا۔ جہاں پر درویشی کا قدم آتا ہے وہاں پر کسی کا گزر نہیں ہوتا۔ اس واسطے کہ درویشوں پر خود نعمت کا دروازہ کھلا ہوتا ہے اور سلطنت کا خزانہ درویشوں کے سپرد ہوتا ہے تاکہ جیسے چاہیں درویشوں کی معاش کی خاطر خرچ کریں پس انہیں دوسرے کی احتیاج ہی کیا ہے۔

پھر فرمایا کہ جب درویشوں کو حالت ہوتی ہے تو عرش سے لے کر فرش تک کی ساری چیزیں ان کی آنکھوں کے سامنے ہوتی ہیں اور ہر چیز جو حق سے نازل ہوتی ہے اس میں وہ بھی پہنچے ہوئے ہیں۔ پھر فرمایا کہ جس طرح اولیاء میں احوال ہوتے ہیں اسی طرح انبیاء میں بھی تھے۔

پھر فرمایا کہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تواریخ میں لکھتے ہیں کہ درویش کے احوال محبت حق کی زیادتی کے سبب شوق میں ہیں۔ جب درویشوں پر اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہوتی ہے تو تجلّیِ دوست کے نور میں اس قدر محو ہوتے ہیں کہ کسی مخلوق کو یاد نہیں کرتے۔ پھر یہ شعر پڑھ کر بے ہوش ہو گئے۔

ہر لحظہ کہ در شوقِ خیال تو شوم غرق   جز روئے تو در پیش نظر جلوہ گرے نیست

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ خواجہ امام محمد ظاہر غزالی اپنی تواریخ میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت ہوئی تو مدینے کے باہر ایک باغ میں تشریف لائے۔ جس میں ایک کنواں تھا اس میں اپنے پاؤں مبارک لٹکا کر بیٹھ گئے اور عالم احوال میں متحیر تھے۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے انہیں فرمایا کہ صحابہ میں سے اگر کوئی آئے تو بغیر میری اجازت اندر نہ آنے دینا۔ جب امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق اور امیر المومنین حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہما آئے اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اطلاع کی فرمایا۔ آنے دو! جب اندر آئے تو حکم ہوا کہ میری دائیں طرف اسی طرح بیٹھ جاؤ! پھر امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ اور امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ آئے اطلاع ہونے پر اندر آنے کی اجازت ملی اور حکم ہوا کہ بائیں طرف اسی طرح بیٹھ جاؤ دیر تک بیٹھے رہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے احوال میں بیٹھے رہے پھر فرمایا کہ اے یارو! جس طرح زندگی میں ہم بیٹھے ہیں اسی طرح وفات کے بعد بھی ایک ہی جگہ ہوں گے۔ اور اسی طرح ہمارا حشر ہوگا اور بہشت میں بھی ایک ہی جگہ ہوں گے۔ صحابہ کرام اُٹھ کر آداب بجالائے اور شکریہ ادا کیا۔ (رضی اللہ عنہم)

بعد ازاں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت بہشت میری نظر میں ہے۔ اس میں مجھے ایک محل دکھائی دے رہا ہے جو یاقوت کے ایک ہی دانے سے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور اس کے ساتھ چار اور محل بھی ہیں۔ جب میں نے پوچھا کہ یہ محل کس کے ہیں تو حکم ہوا کہ ایک آپ کے لیے اور چار آپ کے یاروں کے لیے تو میں مارے خوشی کے پھولا نہ سمایا اور پھر یہ بات تمہیں کہی کہ ہم ہر وقت اکٹھے ہی رہیں گے۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ احوال ایسے ہی ہوتے ہیں جبکہ کوئی صاحب سرّ کسی چیز میں محو ہوتا ہے تو اسی حالت میں مستغرق ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ جب میں اسرارِ دوست کے کسی سرّ میں یعنی احوال میں مستغرق ہوتا اس وقت ضرور دوست کی کوئی نہ کوئی بات مجھ سے منکشف ہو جاتی۔ جب یہ بات میرے بھائی بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے سنی تو ناپسند فرمائی۔ فوراً میری طرف دیکھا کہ اے درویش! یہ کیا نادانی کر رہے ہو؟ کہ اسرارِ حق ظاہر کر رہے ہو اور یہ بات اہل اسرار کے لیے ٹھیک نہیں۔ میں نے لکھا کہ بھائی جان! کام گفتگو سے گزر گیا اور میرا سینۂ اسرارِ دوست سے پُر ہو گیا تھا۔ جس میں ذرہ بھر جگہ خالی نہیں رہی تھی کہ اس میں سما سکے۔ اب چونکہ گنجائش نہیں رہی اس لیے عالم انوار سے جو اَسرارِ دوست متجلّی ہوتے ہیں وہ ظاہر ہو جاتے ہیں اور بہتات کی وجہ سے گرے جاتے ہیں۔ پس اے بھائی! میں تو بہتیرا چاہتا ہوں کہ محفوظ رکھوں اور ذرہ بھر بھی ظاہر نہ کروں۔ لیکن مجھ سے ہو نہیں سکتا۔ اب کہو کہ کس طرح کروں؟ جب یہ خط آپ کی خدمت میں پہنچا تو سر جھکا لیا اور فرمایا کہ ہمارے یار نے اپنا کام انجام تک پہنچا لیا ہے۔ یہ حکایت ختم کرتے ہی شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نعرہ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ دو دن رات یہی حالت رہی۔ مصلّے پر پڑے رہے۔ اپنے آپ کی بالکل خبر نہ تھی۔ بعد ازاں جب ہوش میں آئے تو کھڑے ہو کر آسمان کی طرف رخ کیا اور یہ شعر پڑھے۔

رباعی

آنانکہ د رہوائے تو شیدا نشستہ اند ۔۔۔ از جملہ کس بریدہ و تنہا نشستہ اند
خودرا فدائے نام تو اے دوست گفتہ اند ۔۔۔ اے عاشقان کہ بر تو شیدا نشستہ اند
در عالم تفکر بر دل نہادہ اند ۔۔۔ گاہے فتادہ و گہ برپا نشستہ اند

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ کوئی شخص ملتان سے آیا اور اس نے کہا کہ میں شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تھا۔ ایک مرتبہ جب آپ کو حالت ہوئی تو اپنی خانقاہ سے نکلے اور (سواری پر) سوار ہو کر ملتان بھر میں پھرے اور ڈونڈی پٹوادی کہ جو شخص آج بہاؤالدین کا چہرہ دیکھ لے گا میں ضامن ہوں کہ قیامت کے دن اسے دوزخ میں نہیں لے جایا جائے گا۔ جوق در جوق مسلمان آکر آپ کا دیدار کرتے اور آپ قسم کھا کر فرماتے کہ قیامت کے دن تم دوزخ میں نہیں جاؤ گے کیونکہ مجھے کہا گیا ہے کہ اے بہاؤالدین جو آج تیرا دیدار کرے گا قیامت کے دن ہم اسے دوزخ میں نہیں بھیجیں گے جونہی اس شخص نے یہ حکایت ختم کی مجھ پر حالت طاری ہوئی اور کہا اے درویش! اگر بہاؤالدین نے یہ بات کہی ہے کہ جو شخص آج میرا دیدار کرے گا اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں نہیں بھیجے گا۔ اب میں قسم کھا کر کہتا ہوں کے دنیا میں جس مسلمان نے میری بیعت کی

ہوگی یا مجھ سے مصافحہ کیا ہوگا یا میرے فرزندوں کا ہاتھ پکڑا ہوگا یا میرے مریدوں کی بیعت کی ہوگی یا میرے خانوادہ میں بیعت کی ہوگی' وہ ہرگز ہرگز دوزخ میں نہیں جائے گا۔

اس واسطے کہ میرے پیر قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے ایک دفعہ فرمایا کہ اے فرید! حق تعالیٰ نے تجھے یہ درجہ عنایت فرمایا ہے کہ جو شخص تیرا یا تیرے فرزندوں یا تیرے مریدوں کا مرید ہوگا۔ وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔ وہ بالضرور بہشت میں جائے گا۔ نیز مجھے بھی ہزار مرتبہ یہ آواز آچکی ہے کہ فرید اجودھنی نیک بخت بندہ ہے جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حکایت ختم کی تو عالم تحیر میں کھڑے ہوگئے۔ میں پاس تھا سات دن رات تک اسی عالم تحیّر میں مشغول رہے۔ کھانے پینے کی حاجت نہ ہوئی۔ جب عالم صحو (ہوش۔ بیداری) میں آئے تو طاعت میں مشغول ہوئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ ۔

فصل سوم

رزق اور عطائے رزق

جب قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا' اس وقت رزق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! شریعت اور طریقت میں صادق بندہ وہ ہے جو روزی سے دل نہ لگائے بلکہ فراخ دلی سے اپنے مولا کی طاعت میں مشغول رہے اور درحقیقت جان لے کہ جو کچھ میرے مقدر میں ہے مجھے مل کر رہے گا۔ اس سے کچھ ذرہ بھر بھی کم نہ ہوگا۔ پس اے درویش! اگر سالہا سال تو مارا مارا پھرے تو جو رزق تیری قسمت میں لکھا جا چکا ہے وہ بغیر تیری کوشش اور طلب کے تجھے مل جائے گا اور اگر تو زیادہ چاہے تو ایک ذرّہ بھر بھی نہیں لے گا۔ اے درویش! فقر کی راہ میں ثابت قدم وہ ہے جو روزی سے دل نہ لگائے کہ آج تو میں نے کھالیا ہے۔ کل کیا کھاؤں گا۔ ایسے شخصوں کو اصحاب طریقت بد دین اور بد دیانت کہتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ اہل سلوک لکھتے ہیں کہ جس طرح موت انسان کو ڈھونڈتی رہتی ہے اور اس کے کندھے پر لکھی ہے اسی طرح رزق بھی لکھا ہوا ہے اور وہ انسان کو ڈھونڈھتا ہے۔ جہاں کہیں آدمی جاتا ہے' رزق اس کے ہمراہ جاتا ہے۔ اگر بیٹھتا ہے تو رزق بھی اس کے پاس ہی بیٹھتا ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! بے غم رہ کیونکہ تیرا رزق تیرے کندھے پر لکھا ہے تو فراخ دلی سے اللہ تعالیٰ کے کام میں مشغول ہو کیونکہ جو تیرا مقسوم ہے وہ ضرور بالضرور تجھے مل کر رہے گا۔

پھر فرمایا کہ تو مولیٰ کا طالب بن تا کہ جو کچھ مولیٰ کے ملک میں ہے۔ وہ تیری طلب کرے۔ اس واسطے کہ آثار اولیاء میں لکھا دیکھا ہے کہ جب کوئی مسلمان دنیا طلب کرتا ہے۔ تو ہرگز اس کے پاس نہیں بھٹکتی اور اس سے اس طرح بھاگتی ہے جیسے مسلمان مردار سے اور جو شخص مولا کی طلب میں ہوتا ہے اور دنیا کی طرف توجہ نہیں کرتا تو دنیا ہزار آرزو سے اس کے پیچھے پڑتی ہے

اور وہ اسے آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ بلکہ اس سے اس طرح بھاگتا ہے جیسے مسلمان مردار سے۔

صدقہ اور سخاوت کی فضیلت

پھر فرمایا کہ رسول خدا ﷺ نے جو فرمایا کہ الدنیا مزرعة الأخرة یعنی دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ تو اس سے مطلب یہ ہے کہ اس میں صدقہ، زکوٰۃ اور سخاوت کرے اور آئندہ کے لیے کچھ بوئے۔ تاکہ پھل اٹھا سکے۔ کیونکہ دنیا میں صدقے اور سخاوت سے بڑھ کر کوئی کام نہیں۔ جس نے اپنا کام نکالا ہے سخاوت اور صدقے سے نکالا ہے۔

جو مقدر میں ہے ضرور ملے گا

پھر فرمایا کہ جتنے متوکل ہیں انہیں رزق وغیرہ کا نہ غم ہے نہ اندیشہ اس واسطے کہ جو کچھ مقسوم میں ہے، وہ مل کر ہی رہے گا۔ پھر اندیشہ کرنے کا فائدہ ہی کیا۔

پھر فرمایا کہ اہل سلوک میں جسے دیکھتے ہیں کہ رزق کے لیے اندوہگین ہے درویشوں کو حکم کرتے ہیں کہ اس کی گردن پکڑ کر خانقاہ سے نکال دو کیونکہ وہ بداعتقاد درویش ہے اور اس میں صدق نہیں۔

پھر فرمایا کہ میں نے ایک بزرگ کی زبانی سنا ہے کہ یہ بھی ایک کبیرہ گناہ ہے کہ انسان رزق کے لیے غمگین ہو کہ آج تو کھا لیا کل شاید ملے گا یا نہیں۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! اگر سو سال بھی مارا مارا پھرے اور مقسوم سے بڑھ کر رزق طلب کرے تو مقدر سے زیادہ ذرّہ بھر بھی تجھے نہیں ملے گا۔

پھر فرمایا کہ ایک شخص کئی سال تک روزگار کے لیے مارا مارا پھرا، ایک شہر سے دوسرے میں جاتا اور ایک مقام سے دوسرے مقام میں۔ لیکن جو اس کی روزی تھی اس سے ذرّہ بھر بھی زیادہ نہ ہوئی۔ چنانچہ جب وہ شخص واپس آیا تو پہلے کی نسبت بھی بری حالت تھی۔ لوگوں نے پوچھا کیا حالت ہے؟ کہا مسلمانو! میں تو اس واسطے گیا تھا کہ رزق زیادہ ہو جائے گا لیکن جو کچھ میری قسمت میں لکھا ہے اس سے ذرّہ بھر بھی زیادہ نہیں ہوا۔ پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا۔

گر کشی صد ہزار باری چست — نخوری پیش از آنکہ روزی تست

جونہی شیخ الاسلام نے یہ شعر پڑھا۔ ایک عزیز نے عرض کی کہ اگر حکم ہو تو مجھے یاد ہے، عرض کروں؟ فرمایا: پڑھو! اس نے یہ شعر پڑھے۔

بہ شغل جہاں رنج بروں چہ سود — کہ روزی بکوشش بناید فزود

بدنبال روزی چہ باید دوید — تو بنشیں کہ روزی خود آید پدید

پھر فرمایا کہ اے درویش! اگر رزق کی زیادتی کے لیے سو سال سے بھی کوشش کرتا ہے تو ذرّہ بھر بھی زیادہ نہ ہوگا۔ پس ہر حال اور کام میں صادق ہونا چاہیے۔ بعض نادان جو یہ کہتے ہیں کہ ہم اس شہر سے باہر جاتے ہیں۔ شاید رزق زیادہ ہو جائے۔ شاید رزق زیادہ ہو جائے۔ پھر بھی کبیرہ گناہ ہے اور ان کی بے صدقی ہے جو اس قسم کا خیال کرتے ہیں۔ یہ برا خیال ان کو پریشان

رکھتا ہے پس اے درویش! جہاں تو جائے گا پروردگار تو وہی ہے۔ وہ تو نہیں بدل جائے گا جو کچھ اس نے لکھا رکھا ہے وہ تجھے پہنچا دے گا۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ ایک شخص نے روزگار سے تنگ آکر شہر کو چھوڑنا چاہا۔ جب ایک بزرگ سے وداع ہونے کو گیا تو اس نے پوچھا کہاں اور کیوں؟ جاتے ہو کہا اس شہر کو چھوڑتا ہوں۔ شاید روزگار میں بہتری ہو جائے۔ اس بزرگ نے کہا اچھا! اس شہر کے خدا کو میرا سلام کہنا۔ وہ حیران رہ گیا اور پوچھا کہ کیا وہاں کا خدا کوئی اور ہے؟ خدا تو ایک ہی ہے۔ اس بزرگ نے کہا اے نادان! جب تو اتنا جانتا ہے کہ خدا ہر جگہ ایک ہے تو کیا اتنا بھی نہیں جانتا کہ اس شہر میں اور اس شہر میں تیرا مقدر ایک ہی ہے۔ جا! فراخ دلی سے طاعت الٰہی میں مشغول ہو' پھر دیکھ کہ تجھے کیا کیا نعمتیں ملتی ہیں۔

پھر فرمایا کہ اے درویش ایک مرتبہ ایک واصل کے ہاں بارہ روز تک فاقہ رہا۔ آخر بچوں نے تنگ آکر کہا یا تو ہمارے لیے خوراک لاؤ یا ہمیں مار ہی ڈالو! تاکہ عذاب سے جان چھوٹے۔ اس نے کہا اچھا! آج صبر کرو کل میں مزدوری کرنے جاؤں گا۔ چنانچہ دوسرے روز علی الصبح وضو کر کے جنگل میں جا کر عبادت الٰہی میں مشغول ہوا۔ جب عصر کے وقت واپس آیا اور بچوں نے آکر دامن پکڑا کہ کچھ لائے ہو؟ اس نے پیچھا چھڑانے کی خاطر کہہ دیا کہ جس شخص کے ہاں مزدوری کرنے گیا تھا۔ اس نے کہا ہے کہ کل دو دن کی اکٹھی مزدوری دوں گا۔ بچوں نے واویلا مچایا۔ کہ او نامہربان باپ! ہم تو مارے بھوک کے مرے جاتے ہیں اور تو ہمارے کھانے کا بندوبست نہیں کرتا۔ درویش نے اس روز بھی وعدہ کیا اور جنگل میں جا کر نماز میں مشغول ہو گیا۔ جب عصر کا وقت ہوا تو فرشتوں کو حکم ہوا کہ دو سیر آٹا ایک برتن میں کچھ شہد اور دو ہزار اشرفیاں بہشت سے لا کر اس درویش کے گھر پہنچا کر اس کے بچوں کو کہہ دو کہ جس کے ہاں دو روز تمہارا باپ مزدوری کرتا رہا ہے اس نے دو روز کی مزدوری بھیجی ہے اور یہ بھی کہلا بھیجا ہے کہ اگر تو ہماری خدمت میں کوتاہی نہ کرے گا تو ہم بھی اس میں ذرا کمی نہ کریں گے۔ جب وہ درویش گھر آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ باورچی خانہ گرم ہے اور گھر میں خوشی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ بچے خوشی خوشی آکر لپٹ گئے اور سارا حال عرض کیا۔ درویش نے نعرہ مار کر کہا۔ اللہ تعالیٰ سو گنا مہربانی کرتا ہے۔ بشرطیکہ ہم اس کے کام میں پکے ہوں۔

پھر فرمایا اے درویش! جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت فراخ دلی سے کرتا ہے اور معہودہ رزق کے لیے کسی قسم کا اندیشہ نہیں کرتا تو اسے اس طرح رزق پہنچتا ہے جیسا اس بزرگوار کو پہنچا۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ حقیقی عشق ایک ایسا موتی ہے جس کی قیمت کا اندازہ کوئی جوہری یا قدر شناس نہیں کر سکتا۔

پھر فرمایا کہ اس قسم کی بے بہا نعمت کسی مقرب فرشتے کو نہیں ملی۔ یہ صرف آدمی کو ملی ہے۔ جیسا کہ خود فرمایا ہے۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ جس وقت عشق پیدا کیا گیا۔ تو اسے حکم ہوا کہ اے عشق! تو جا کر اندوہناک آدمیوں کے دل میں قرار پکڑ۔ کیونکہ وہی جگہ تیرے رہنے کے قابل ہے۔ بعد ازاں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے غلبات شوق میں یہ رباعی زبان مبارک سے فرمائی۔

رباعی

گفتم صنما مگر تو جانان منی اکنوں کہ نگہ ہے کنم تو جان منی
مرتد گردم اگر ز من برگزری اے جانجہاں تو کفرو ایمان منی

تخلیق عشق

بعدازاں فرمایا کہ اے درویش! جس روز حق تعالیٰ نے عشق کو پیدا کیا۔ تو شوق کے لاکھوں سلسلے اور ریشے پیدا ہو گئے۔ پھر مومنوں کی روحوں کو بلایا گیا اور فرشتوں کو حکم ہوا کہ عشق کو ہزار ناز اور کرشمے سے ان روحوں کے سامنے لاؤ۔ پھر جو روحیں عشق و محبت کے لائق تھیں وہ آگے بڑھیں اور انہوں نے محبت کے ریشے اور عشق کی زنجیر کو ہاتھ مارا اور قبہ اوّل میں محبت کے دریا میں غرق ہوئیں جن کا نام ونشان تک مٹ گیا وہ انبیاء اولیاء اور عاشقوں کی روحیں تھی۔ بعض روحیں دیکھ کر مستغرق ہوئیں وہ اہل مجاز کی روحیں تھیں جو شخص پہلے عشق مجازی میں مبتلا ہوتا ہے جب عشق حقیقی کی طرف آتا ہے تو اسے حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔ پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر یہ رباعی زبان مبارک سے فرمائی۔

رباعی

چنداں ناز است ز عشق تو بر سر من یا در غلطم کہ عاشقی تو بر من
یا در سرایں غلط شود ایں سر من یا خیمہ زند وصل تو اندر بر من

وہاں پر ایک عزیز حاضر خدمت تھا۔ اس نے آداب بجالا کر عرض کی کہ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تواریخ کا ایک شعر مجھے یاد ہے اگر حکم ہو تو عرض کروں۔ فرمایا کہو اس نے کہا۔

اے دوست ترا بخویشتن دوست برام از رشک تو بادیدہ خود دوست نہ ام

پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عاشقوں کا ولولہ اور زمزمہ جو ابتدا سے انتہیٰ تک ہے۔ وہ اسی روز سے ہے۔ جس روز سے عشق کی صورت پر مفتون (شیدا - فریفتہ) ہوئے تھے۔ پس اے درویش! تجھے قدر ہی معلوم نہیں کہ تیرے دل کے اندر ایسی خوبصورت نعمت مقام کیے ہوئے ہے اور روح کو جو تمام اعضا کی بادشاہ ہے۔ پیدائش میں اس دل کو دی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں پر عشق ہے۔ وہاں پر دل بھی ہے۔ اس بات کی قدر وہی جانتا ہے کہ جس کے دل میں اسرار دوست اور انوار عشق کا مقام ہو اور اس کے قرب میں عشق کی جگہ ہو۔

رزق کی اقسام

پھر اسی موقعہ پر فرمایا کہ مشائخ طبقات نے جو رزق کو چار قسم کا لکھا ہے۔ (۱) رزق مقسوم (۲) رزق مذموم (۳) رزق مملوک اور (۴) رزق موعود۔ (۱) رزق مقسوم وہ ہے جو قسمت کے اندر لوح محفوظ ہیں لکھا جا چکا ہے۔ وہ ضرور بالضرور ملے گا۔ (۲) رزق مذموم وہ ہے کہ جو کچھ کھانے پینے کی چیز ملے اس پر صبر نہ کرے۔ یعنی جبکہ خود اللہ تعالیٰ رزق کا ضامن ہے۔ جیسا کہ

قرآن مجید میں وعدہ فرمایا ہے: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا تو پھر صبر نہ کر سکے۔ کیا معنی؟ (۳) رزق مملوک وہ ہے جو نقدی اور اسباب وغیرہ جمع کیا جائے یا تجارت کی جائے۔ البتہ اس میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نیکی حاصل ہوتی ہے جس سے قوت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن اے درویش! اس راہ کے سالکوں نے کہا ہے کہ تجارت وہ شخص کرتا ہے جسے حق تعالیٰ کے فضل و کرم کا انکار نہ ہو۔ مگر درویش کے لیے یہی مناسب ہے کہ جو نقدی یا اسباب اسے ملے سب راہ خدا میں صرف کرے۔ اور ذرّہ بھر بھی اپنے لیے محفوظ نہ رکھے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! (۴) موعود رزق وہ ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے نیک لوگوں اور عابدوں سے کیا ہے اور خود کلام مجید میں فرمایا ہے: وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ یعنی نیک لوگوں کو رزق کے اندیشے سے فارغ کر دیا جائے۔ کیونکہ ان سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ بے مانگے ان کو رزق پہنچے گا اور جو ان کی ضروریات ہیں مہیا کی جائیں گی۔

بے شک اللہ ہی رزّاق ہے

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں سیوستان میں بطور مسافر وارد تھا۔ میرے ہمراہ چند اور درویش بھی تھے۔ اس شہر کے باہر غار میں ایک درویش از حد یادِ الٰہی میں مشغول رہتا تھا۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو تلاوت سے فارغ ہو کر دیر تک یادِ الٰہی میں مشغول رہا اور پھر یہ حکایت شروع کی کہ اے عزیزو! میں بیس سال تک سیر کرتا رہا۔ ایک مرتبہ ایک بزرگ کے پاس پہنچا جو پہاڑ میں جنگل کے اندر رہتا تھا۔ جہاں پر پرندہ کا بھی گزر نہ تھا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ یہ جنگل میں رہتا ہے۔ اسے خوراک کہاں سے ملتی ہوگی۔ جونہی میرے دل میں خیال گزرا اس نے کہا کہ اے درویش! کیا تو خوراک کے لیے تعجب کرتا ہے؟ شاید تو خدا کو رازق نہیں مانتا جو فرماتا ہے: إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۔ یعنی اے میرے بندو! خواہ تم جنگل میں ہو یا آبادی میں جو تمہارے مقدر میں ہے وہ ضرور تمہیں ملے گا۔ پھر کہا کہ بیٹھ جا اور قدرت کا تماشہ دیکھ! جب اس بزرگ نے یہ کہا تو میں کانپ اٹھا۔ فرمایا یہ پتھر جو میرے سامنے پڑا ہے اسے اٹھا کر توڑ ڈال! میں نے توڑا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس پتھر کے اندر ایک کیڑا ہے جس کے منہ میں سبز پتا ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! جو کیڑے کو پتھر میں روزی پہنچاتا ہے کیا وہ میرا مقدر مجھے نہ دے گا؟ پھر وہ رات میں نے وہیں گزاری۔ افطار کے وقت ایک آدمی دو روٹیاں اور تھوڑا سا حلوا لے کر آیا اور آداب بجالا کر اس درویش کے سامنے رکھ کر واپس چلا گیا۔ جب وہ بزرگ تلاوت سے فارغ ہوا تو مجھے بلایا کہ آ کر کھالو اور کہا کہ تو تُو کہتا تھا کہ تم کہاں سے کھاتے ہو۔ دیکھو! اللہ تعالیٰ اس طرح روزی پہنچاتا ہے۔ جب دن چڑھا تو میں آداب بجالا کر واپس چلا آیا پس اے درویش! جو بات اس بزرگ نے مجھے کہی۔ وہ میں نے بغور سنی اور اس مقام میں آ کر ساکن ہو گیا۔ آج تیس سال کا عرصہ ہونے کو آیا ہے کہ مجھے عالم غیب سے روزی ملتی ہے اور جو آتا ہے اسے بھی (رزق) مل جاتا ہے۔

پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ جب شام کی نماز کا وقت ہوا تو میں نے اور مسافروں نے اس کے ہمراہ نماز ادا کی تھوڑی دیر

بعد ایک شخص سر پر دستر خوان اٹھائے آ پہنچا اور اس بزرگ کے آگے رکھ دیا ہم نے کھانا سیر ہو کر کھایا لیکن اس میں سے ذرّہ بھر بھی کم نہ ہوا۔ پھر اس بزرگ نے پاؤں زمین پر مارا جس سے پانی کا چشمہ نمودار ہوا۔ جب پانی پی لیا تو دستر خوان غائب ہو گیا۔ جب دن ہوا تو وداع ہوتے وقت میں نے اس بزرگ سے مصافحہ کرنا چاہا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کا ہاتھ ہی کٹا ہوا ہے۔ مجھے تعجب ہوا کہ اس میں کیا حکمت ہے؟ یہ خیال آتے ہی اس بزرگ نے کہا کہ اے عزیزو! میں ایک روز نماز سے پہلے تازہ وضو کرنے کے لیے باہر نکلا۔ تو ایک دینار پڑا پایا۔ میرے نفس نے چاہا کہ اسے اٹھا لے۔ کیونکہ یہ بھی عالم غیب ہی سے پہنچا ہوا رزق ہے۔ جب اٹھانا چاہا تو غیب سے آواز آئی کہ اے جھوٹے مدعی! کیا توکّل اور ہمارا عہد یہی تھا؟ جو تم نے ہم سے کیا تھا۔ کہ ایک پیسے کو بھی دیکھ کر اسے اٹھانا چاہا۔ شاید تو ہمیں درمیان سے بھول گیا جونہی میں نے یہ آواز سنی چھری پاس تھی۔ اس ہاتھ کو کاٹ کر باہر پھینک دیا۔ پس اے درویش! جو ہاتھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے بغیر کوئی چیز پکڑے تو وہ کٹا ہوا ہی بہتر ہے۔ پس اے عزیز! بیس سال سے میں اس شرمندگی کے مارے آسمان کی طرف نگاہ نہیں کرتا اور یہی کہتا ہوں کہ ہائے! میں نے یہ کیا کیا۔

بعد ازاں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مرد خدا وہی تھے جو ذرّہ بھر بھی راہ خدا سے باہر نہیں ہوئے اور رزق کی خاطر بھی مُشَوَّش (پریشان۔ مضطرب) نہیں ہوئے۔

توکل کی حقیقت

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ چند فقیر خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے باہر نکلے اور توکّل کے طور پر کہا کہ ہم اپنا دلی راز کسی کو نہیں بتائیں گے اور نہ ہی ہم کسی سے کچھ مانگیں گے۔

الغرض! جب جنگل میں پہنچے۔ جہاں پر آدم زاد کا پتہ تک نہ تھا تو وہاں پر ایک چشمہ دیکھا۔ جہاں انہوں نے وضو کیا اور دوگانہ ادا کیا۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام ہَو کی چند روٹیاں لے کر تشریف لائے۔ سب آپ کی طرف رجوع ہو گئے اور خوشی کرنے لگے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ایک تو خضر علیہ السلام کی زیارت ہو گئی اور دوسرے ہم بھوکے تھے۔ کھانے کو کچھ مل گیا۔ جونہی یہ خیال ان کے دل میں گزرا آواز آئی کہ اے بدعہد مدعیو! کیا تم نے ہم سے یہی عہد کیا تھا۔ اتنے میں آسمان سے ایک تلوار نمودار ہوئی جس سے سب کے سر تن سے جدا ہو گئے۔

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے درویش! جو شخص عہد کو توڑتا ہے اور توکّل میں ثابت قدم نہیں ہوتا۔ اس کی یہی سزا ہوتی ہے۔ پھر آب دیدہ ہو کر یہ شعر پڑھا۔ جو آپ نے حوض شمسی کے کنارے قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے سنا تھا

ہر کہ با دوست عہد کرد شکست ‌‌‌ عاقبت کشتہ شد جو بد عہد آں

آغازِ عشق

پھر فرمایا کہ اے درویش! عشق کا آغاز آدم صفی اللہ علیہ السلام سے ہوا ہے جب آپ کو دنیا میں پیدا کیا گیا تو آپ کو عشق کا جمال کرایا گیا۔ آپ دیکھتے ہی عاشق ہو گئے۔ پس اے درویش! یہ سب جنبش عشق کی وجہ سے تھی۔ بہشت کے نگار خانہ پر لات مار کر دیوانوں کی طرح وہاں سے نکل آئے اور دنیا کے خرابے میں آ کر قرار لیا۔ لیکن آپ سے لغزش وقوع میں آئی تھی۔ اس لیے

فرشتوں کو حکم ہوا کہ اے فرشتو! میں آدم کے لیے غمخوار پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ تا کہ اس سے الفت کرے نہیں تو یہ برداشت نہیں کر سکے گا اور ہلاک ہو جائے گا۔ فرشتوں نے سر سجدے میں رکھ دیئے اور عرض کی کہ جو کچھ تو جانتا ہے وہ ہمیں معلوم نہیں تو حاکم ہے جس طرح تیرا حکم ہو۔ حکم ہوا کہ اے فرشتو! دیکھو کہ ہم وہ مونس کس طرح پیدا کرتے ہیں۔ آدم علیہ السلام تنہا بیٹھے تھے کہ آپ کے پہلو سے حوا پیدا کیں۔ حوا سلام کر کے آپ کے پہلو میں بیٹھ گئیں۔ آپ نے اس کی صورت دیکھ کر پوچھا کہ تو کون ہے؟ کہا میں تیرا جوڑا۔ جس سے تجھے قرار حاصل ہوگا۔

پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے درویش! حقیقی عاشق کا شور و غوغا اسی وقت تک ہوتا ہے کہ جب تک وہ اپنے مقصود کو نہیں پہنچتا جب معشوق کا وصال حاصل ہو جاتا ہے تو سب شور و غوغا جاتا رہتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! مجھے شیخ بہاؤ الدین بخاری کا جو ایک واصل حق ہو گزرا ہے ایک قطعہ یاد ہے جو اس نے از رُوئے شوق کہا تھا۔

قطعہ

من اوّل روز چوں ور تو بدیدم شیفتہ گشتم   ندانستم کہ تو بودی یا کہ بود ست ایں کہ من دیدم
چناں در روئے آں جاناں شدم من شیفتہ واللہ   کہ من از خود شدم بیرون ترا در جان و تن دیدم

پھر اسی موقعہ پر شوق اور اشتیاق کے غلبہ میں فرمایا کہ میں نے ایک دفعہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی یہ رباعی سنی تھی۔

رباعی

بلاست عشق منم کز بلا بہ پرہیزم   چوں عشق خفتہ بود شور من بر انگیزم
اگرچہ عشق خوش است و وفا آمد خوش   مرا خوش است بہر دو بہم بر آمیزم
مرا رفیقاں گویند کز بلا بہ پرہیز   بلا دل است من از دل چگونہ پرہیزم

توکل اور رزقِ مقسوم

پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے درویش! توکل صرف رزق مقسوم میں ہو سکتا ہے۔ اس واسطے کہ تجھے معلوم ہے کہ جو تیرے مقدر میں ہے وہ تجھے مل کر ہی رہے گا۔ لیکن دوسرے رزقوں میں نہیں۔ جو مملوک ہے اس میں خود توکل ہی نہیں لیکن جو رزق موعود ہے اس میں بھی توکل نہیں کیونکہ جس رزق کا وعدہ کیا گیا ہے وہ ضرور مل کر رہے گا۔ لیکن رزق مقسوم میں اگر توکل کرے تو جائز ہے۔ کیونکہ یہ سمجھے کہ جو میری قسمت میں ہے وہ مل کر ہی رہے گا۔

پھر فرمایا۔ اے درویش! کہ باقی اقسام کے رزق میں متقدمین کو بھی توکل میسر نہیں ہوا۔ کیونکہ کسی نے بیس سال توکل کیا اور کسی نے دس سال اور سارے جہان سے مبرا ہو گزرے ہیں۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! خواجہ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ پچاس سال تک متوکل رہے اور خلقت سے گوشہ گیری اختیار کی اور اسی

پچاس سال کے عرصے میں کسی کو اپنے پاس نہیں آنے دیا۔ اگر کوئی کچھ لاتا بھی تو دروازے سے ہی واپس کر دیتے اور فرماتے کہ میں خدا کا بندہ ہوں۔ جو میری روزی ہے۔ وہ مجھے مل جائے گی۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! شیخ قطب الدین بختیار اوشی بیس سال تک خواجہ معین الدین سنجری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے۔ میں نے اس عرصے میں کبھی نہ دیکھا کہ کسی کو آپ نے اپنے پاس آنے دیا ہو۔ لیکن ہاں! جب آپ کے لنگر میں کچھ نہ ہوتا تو خادم آن کر کھڑا ہو جاتا۔ خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ مصلیٰ اٹھا کر فرماتے کہ جتنا آج اور کل کے لیے کافی ہو۔ اٹھا لو! سارا سال یہی طریق رہا۔ اگر کوئی مسافر آ جاتا تو جو کچھ وہ مانگتا اسے دے دیتے۔ وداع کرتے وقت مصلّے کے نیچے ہاتھ ڈالتے' جو کچھ ہاتھ میں آ جاتا وہ اسے دیا جاتا۔

پھر فرمایا کہ جو شخص حق تعالیٰ کی دوستی اور محبت کا دم بھرے اور اپنے تئیں درویش کہلائے اور توکل میں متوکل ہو اور پھر رب تعالیٰ کو چھوڑ کر بندوں سے کسی چیز کی توقع کرے سمجھ لو کہ وہ درویش نہیں پھر خواجہ صاحب نے یہ دو شعر زبان مبارک سے فرمائے۔

ہر کہ دعوٰے کند بدرویشی	خط بیزاری از جہاں بد ہد
بالحقیقت بدانکہ مرتد ہست	رفت بد نام کش نشان ند ہد

جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حکایت ختم کی تو آپ اٹھ کر اندر تشریف لے گئے اور میں اور خلقت واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ۔

فصل چہارم

توبہ کی حقیقت

جب قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا بہت سے لوگ جماعت خانہ میں بیٹھے تھے اور توبہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اتنے میں شیخ بدرالدین غزنوی اور شیخ جمال الدین ہانسوی آئے اور ایک دوسرے سے مصافحہ کر کے بیٹھ گئے۔

توبہ کی اقسام

پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ توبہ کی چھ قسمیں ہیں۔ اول دل اور زبان سے توبہ کرنا۔ دوسری آنکھ کی۔ تیسری کان کی۔ چوتھی ہاتھ کی۔ پانچویں پاؤں کی۔ چھٹی نفس کی پھر ہر ایک کی شرح بیان فرمائی۔ کہ اول جب توبہ کی دل سے تصدیق نہ کرے اور زبان سے اقرار نہ کرے تو توبہ درست ہی نہیں ہو سکتی۔ اس واسطے کہ جب تک دل دنیا کی دوستی کھوٹ' حسد' دکھ' فحش' ریا اور برائی وغیرہ سے پاک نہ ہو جائے اور ان معاملات سے سچے دل سے توبہ نہ کرے اس کی توبہ' توبہ شمار نہیں ہوتی۔ مثلاً ایک شخص گناہ کر رہا ہے اور اسی وقت توبہ بھی کرتا ہے اور اس کی توبہ' توبہ شمار نہ ہوگی۔ اپنی نفسانی خواہش کے لیے گناہ کرتا ہے اور

بات توبہ کی کرتا ہے یہ بھلا کب درست ہو سکتی ہے جب تک کہ پہلے اپنے دل کو اس معاملے سے بالکل صاف نہ کرے۔ تو یہ درست ہی نہیں ہوتی۔ اس واسطے کہ کلام اللہ میں فرمان ہے کہ اے ایمان والو! ضروری توبہ کرو۔ یعنی ایسی توبہ جو دل سے بھی ہو اور زبان سے بھی۔ اس توبہ نصوحی سے مراد دل کی توبہ ہے۔ جب توبہ کرو تو اللہ تعالیٰ کی طرف واپس آ جاؤ۔ جب دل ان دنیاوی خرابیوں سے صاف ہو جائے گا تو توبہ شمار ہوگی اور تو متقی کے برابر ہو جائے گا۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْب كَمَنْ لَاذَنْبَ لَهٗ یعنی جو شخص گناہ سے توبہ کرے۔ وہ ایسے شخص کی طرح ہے جس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ پس اس صورت میں توبہ کرنے والا اور متقی دونوں برابر ہیں۔

پھر فرمایا کہ توبہ دل کی ہوتی ہے۔ زبان سے خواہ لاکھوں مرتبہ توبہ کی جائے۔ جب تک دل سے تصدیق نہ کی جائے کبھی درست نہیں ہوتی۔ جب زبان سے اقرار کرے تو دل سے تصدیق بھی کرنی چاہیے۔

پھر فرمایا کہ بعض تائب دل سے تو توبہ کرتے ہیں لیکن دل اسی بدی کی طرف مائل رہتا ہے۔ بیمار صبح سے شام تک توبہ توبہ پکارتے ہیں۔ جب اس بیماری سے خلاصی ہو جاتی ہے تو پھر بے خودی اور غفلت میں پڑ جاتے ہیں اور توبہ کو بھولے سے بھی یاد نہیں کرتے پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر یہ رباعی پڑھی۔

رباعی

بر دل اثر گناہ بر لب توبہ	در صحت خوش دلی و در تپ توبہ
ہر روز شکستن است و ہر شب توبہ	زیں توبہ نا درست یا ربّ توبہ

پھر فرمایا کہ مرنے سے پہلے توبہ کرنی چاہیے۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ کی توبہ کا باعث کونسی بات ہوئی؟ فرمایا ایک روز میں شراب خانے میں بیٹھا تھا۔ غیب سے آواز آئی کہ اے بشر حافی! موت سے پہلے توبہ کر لے۔ جب یہ آواز سنی تو توبہ کر لی اور پھر ان گناہوں کے نزدیک بھی نہ بھٹکا۔ جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ درجہ عنایت فرمایا۔

پھر فرمایا کہ جب انسان اپنے تینوں دلوں کو دنیاوی خرابیوں وغیرہ سے پاک کر لے اور بالکل توبہ کرے۔ یعنی اس کے دل سے لوگوں کے دماغ کو خوشبو حاصل ہو تو سمجھ لو کہ اس کی توبہ، توبہ نصوحی ہے۔ قلوب ثلاثہ کی تعریف حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یوں بیان فرمائی:

قلوب ثلاثہ کی وضاحت

القلوب ثلاثة قلب سليم و قلب منيب وقلب شهيد اما قلب السليم فهو الذى ليس فيه سواء معرفة الله تعالٰى واما القلب المنيب فهو الذى تاب من كل شيء الى الله تعالٰى واما القلب الشهيد فهو الذى شاهد الله فى كل شيء

''دل تین ہیں۔ ایک سلیم، دوسرا منیب، تیسرا شہید، سلیم وہ جس میں اللہ تعالیٰ کی معرفت کے سوا اور کچھ نہ ہو، منیب وہ

جو ہر چیز سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ آیا ہو اور شہید وہ جس نے ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کیا ہو"۔

پھر فرمایا کہ جب انسان کے دل میں یہ تین چیزیں پیدا ہو جاتی ہیں اور ان پر قرار ہو جاتا ہے تو واقعی جان لو کہ وہ سلیم منیب اور شہید ہو گیا ہے پس اس کی توبہ، توبۂ نصوحی ہے اور اگر ابھی دنیاوی اشغال شہوات اور مالوفات سے آلودہ ہے۔ تو دل مردہ ہے۔ اگر ان سب سے صاف ہو گیا ہے تو ازل سے ابد تک زندہ رہے گا۔

حجاب مابین عبد و معبود

پھر فرمایا کہ مولیٰ اور بندے کے درمیان جو حجاب ہوتا ہے۔ وہ بھی اسی آلائش کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جب آلائش دور ہو جائے اور توبہ کے ذریعے اپنے تئیں پاک کرے۔ تو وہ حجاب اٹھ جاتا ہے یہی دل آلائش مشغولی ہے۔ پس تو اپنے دل کو شہوات اور خواہشات سے پاک کر۔ تاکہ حجاب بیچ سے اٹھ جائے۔ اور تو مشاہدہ اور مکاشفہ کی لذت اور مقام کے درجے کو پہنچ جائے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش تو نے دل کی توبہ کا حال سن لیا اور اب زبان کی توبہ کا حال سن! زبان کی توبہ یہ ہے کہ توبہ کے بعد زبان کو ہر ناشائستہ کلام سے دور رکھے اور بے ہودہ بات نہ کرے اور نہ کہنے والی باتوں سے توبہ کرے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ تازہ وضو کر کے دوگانہ ادا کرے اور پھر قبلہ رخ بیٹھ کر یہ دعا کرے کہ پروردگار! میری اس زبان کو برا کہنے سے توبہ عنایت کر اور اپنے ذکر کے سوا کسی اور بات کے کہنے پر اسے جاری نہ کر اور جن باتوں میں تیری رضا نہیں ان کے بیان کرنے سے باز رکھ۔

پھر فرمایا کہ جب صبح ہوتی ہے تو ساتوں اعضا زبان حال سے کہتے ہیں کہ اے زبان! اگر تو اپنے تئیں محفوظ نہ رکھے گی تو ہم ہلاک ہو جائیں گے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ایک غیر شائستہ بات کہی تھی۔ سو اپنی زبان کو اسی قدر دانتوں تلے دبایا کہ خون نکل آیا اور بعد ازاں عہد کر لیا کہ جب تک زندہ رہوں گا کسی سے گفتگو نہ کروں گا۔ پس ایک بے ہودہ بات کے عوض بیس سال کسی سے ہم کلام نہ ہوئے۔

پھر فرمایا کہ ایک روز ایک واصل خدا مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ایک شخص کے آنے کی بابت پوچھا کہ آیا فلاں شخص آ گیا ہے؟ بعد ازاں اپنے دل میں سوچا کہ میں نے (ذکرِ حق کی بجائے) یہ بات کی ہے۔ اس کے عوض (یعنی کفارہ میں) تیس سال تک لوگوں سے گفتگو بالکل بند رکھی۔ پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر یہ شعر پڑھا۔

گر کام زبان دشمن جان　　گر جان بکار آید ہو شدار زبان

پھر فرمایا کہ میں نے قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے کہ ایک دفعہ میں نے ایک درویش واصل حق کو دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں مشغول تھا۔ میں دس سال اس کے پاس رہا لیکن اس عرصے میں اس کی زبان سے کوئی ایسی بات نہ سنی جو کہنے کے قابل نہ ہو۔ مگر ایک بات سنی وہ یہ کہ اس نے ایک عزیز کو کہا کہ اے درویش! اگر تو آخرت میں اپنے تئیں سلامت لے جانا چاہتا ہے تو ناشائستہ گفتگو سے اپنی جان کو بچا۔ یہ کہہ کر فوراً اپنی زبان کو دانتوں تلے اس قدر زور سے دبایا کہ خون ٹپک پڑا اور کہا کہ یہ بات تجھے کہنی مناسب نہ تھی۔ اس کے عوض بیس سال تک کسی سے کلام نہ کی۔

پھر شیخ الاسلام ؒ نے فرمایا کہ اے درویش! جس روز اللہ تعالیٰ نے زبان کو آدم علیہ السلام کے منہ میں رکھنا چاہا تو زبان کو فرمایا۔ اے زبان دیکھ! تیری پیدائش سے میرا خاص مدعا یہ ہے کہ تو میرے نام کے سوا اور کوئی نام نہ لے۔ اور میرے کلام کے سوا اور کوئی کلام نہ پڑھے اور اگر ان کے علاوہ تو نے کچھ اور کہا تو یاد رکھ! تو بھی اور باقی کے اعضا بھی مصیبت میں گرفتار ہوں گے پس اے درویش! زبان خاص کر ذکر اور قرآنی تلاوت کے لیے بنائی گئی ہے۔

پھر مشائخ طبقات لکھتے ہیں کہ انسان کے ہر عضو میں شہوت اور خواہش ہے جو حجاب اور آفت کا موجب ہوتی ہے۔ جب تک ان شہوات اور خواہشات سے توبہ نہ کرے اور تمام اعضاء کو پاک نہ کرے ہرگز کسی مرتبے پر نہیں پہنچتا۔

پھر فرمایا کہ جو اعضاء بیان کیے گئے ہیں۔ ان میں سے اول نفس ہے جس میں شہوت رکھی گئی ہے۔ دوسرے آنکھ اس میں دیکھنے کی خواہش رکھی گئی ہے۔ تیسرے کان جس میں سننے کی خواہش رکھی گئی ہے۔ اسی طرح ناک میں سونگھنے اور چھینکنے کی اور ہاتھ میں پکڑنے اور چھونے کی اور زبان میں تعریف کرنے کی اور آٹھواں دل ہے جس میں درد ہی درد ہے پس حق تعالیٰ کے طالب کو چاہیے کہ ان سے توبہ کرے تاکہ اللہ تعالیٰ اسے سن لے جو فرماتا ہے کہ میں اپنی حکمت سے خلقت کے مابین اسے معزز کروں گا جو دنیاوی محبت سے دل کو محفوظ رکھتا ہے اور جو اپنے نفس کو دید بازی سے محفوظ رکھ سکے گا۔ اسے ترک گناہ سے معزز بناؤں گا اور جو میرے سوا سب کو بھول جائے گا اسے قیامت کے دن معزز بناؤں گا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! سب سے بڑھ کر سعادت یہ ہے کہ انسان اپنے نفس پر حکمران ہوتا کہ نفس شہوت رانی نہ کر سکے۔ اس کام کے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنی چاہیے یہی درویش کے کام کا خلاصہ اور درویشی کا جوہر ہے۔

زبان و قلب کی موافقت

پھر فرمایا کہ جب عالم نورانی سے تجلی الٰہی کے اسرار اور انوار نازل ہوتے ہیں تو پہلے دل پر نازل ہوتے ہیں اور جب زبان اور دل آپس میں موافق ہو جاتے ہیں تو پھر عشق کے انوار وہاں مکان (قیام) کرتے ہیں۔ اگر دل اور زبان ایک دوسرے کے موافق نہیں تو محبت کے انوار وہاں سے واپس چلے آتے ہیں اور ایسے دل پر جاتے ہیں جو زبان سے موافق ہوتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ کسی واصل سے پوچھا گیا کہ عشق حقیقی میں ثابت قدم کون ہے؟ فرمایا جس کا دل اور جس کی زبان آپس میں موافق ہوں اس واسطے کہ پہلے عشق حقیقی دل پر ظاہر ہوتا ہے۔ پھر زبان پر جب دل اور زبان عشق سے آپس میں مل گئے تو وہ محبت حق ہوگئی۔ زبان تمام اعضاء کی بادشاہ ہے۔ جب زبان سلامت ہے تو سمجھو کہ سارے اعضا سلامت ہیں۔ اس واسطے مشہور ہے کہ جب بادشاہ دین کے کام میں خلل ڈالے تو تمام رعایا خلل انداز ہوتی ہے اور جب بادشاہ سلامت ہو تو ساری سلطنت کے سارے کام بخوبی سرانجام پاتے ہیں۔ پس اے درویش! کان، آنکھ، نفس وغیرہ ساتوں اعضا زبان کے تابع ہیں۔ جب زبان سلامت ہے تو سارے اعضاء سلامت ہیں۔ پھر فرمایا کہ دوسری آنکھ کی توبہ ہے۔ اس توبہ کی شرط یہ ہے کہ غسل کرے اور دوگانہ نماز ادا کر کے روبقبلہ بیٹھے اور دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھا کر یہ کہے کہ اے پروردگار! میں ان تمام چیزوں کے دیکھنے سے جو دیکھنے کے قابل نہیں توبہ کرتا ہوں۔ آئندہ میں کسی نادیکھنے والی چیز کو نہ دیکھوں گا۔ صرف ان چیزوں کو دیکھوں گا جن کا دیکھنا جائز ہے اور بعد

ازاں آنکھ کو ممنوعات کے دیکھنے سے بچائے رکھے۔ یہ آنکھ کی توبہ ہے کیونکہ یہی ایسی چیز ہے جس سے حضور کی نعمت بھی حاصل ہو سکتی ہے اور آنکھ ہی ایسی چیز ہے جس سے لوگ مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ پس اے درویش! عشق کا پہلا مرتبہ آنکھ میں ہے۔ لوگوں کو چاہیے کہ جس کام میں مشاہدہ کی نعمت ہے اس کی کوشش کریں اور حق تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ دیکھیں۔

پھر فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ناقابل دید ایک شے کو دیکھا تو تین سو سال تک روتے رہے۔ حکم ہوا کہ داؤد! کس واسطے روتے ہو؟ عرض کیا کہ کیا کہوں؟ اس آنکھ نے مجھے مصیبت میں پھنسایا ہے۔ چونکہ آنکھ کا قصور ہے۔ اس لیے آنکھ ہی کو اس کی سزا ملنی چاہیے کیونکہ اسی نے ممنوعہ چیز کو دیکھا ہے۔

پھر فرمایا کہ حضرت شعیب علیہ السلام اس قدر روئے کہ نابینا ہو گئے۔ جب وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ دو سبب ہیں۔ ایک یہ کہ اس نے ایک ممنوعہ چیز کو دیکھا۔ دوسرے یہ کہ جس آنکھ نے دوست کا جمال دیکھا ہو حیف ہے کہ پھر وہ کسی اور کو دیکھے۔ اگر وہ دیکھے تو اس کا اندھا ہونا ہی بہتر ہے تاکہ قیامت کے دن جب اٹھے تو جمال دوست ہی میں آنکھ کھولے بعد ازاں ساٹھ سال تک زندہ رہے۔ لیکن کسی نے آنکھ کھولے ہوئے نہ دیکھا۔

پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ شعر میں نے خواجہ قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے سنا تھا۔

دیدۂ کو جمال دوست بدید تابود زندہ مبتلا باشد

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں صادق وہ ہے جب اس کی آنکھ میں مشاہدہ حق کا سرمہ لگ جائے تو آنکھ بند کر لے اور غیر کی طرف نہ دیکھے صرف قیامت کے دن تجلی حق کو دیکھے۔ وہ اس وقت جبکہ دوست اس کی منت کرے کہ اب آنکھ کھول' تب کھولے۔

آنکھ کی توبہ

بعد ازاں فرمایا کہ آنکھ کی توبہ تین قسم کی ہے۔ اول ممنوعہ اشیاء کے دیکھنے سے' دوسرے اگر کوئی مسلمان بھائی کی غیبت کرے اور کچھ دیکھ لے تو اس سے توبہ کرے کہ میں نے کیوں دیکھا۔ آنکھ دیکھ لے تو کسی کے آگے اسے بیان نہ کرے۔

پھر فرمایا اے درویش! کان کی توبہ یہ ہے کہ تمام ناقابل شنید باتوں سے توبہ کرے اور کوئی ممنوعہ شے نہ سنے۔ پھر اس کی توبہ' توبہ شمار ہوتی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ انسان کو جو شنوائی دی گئی تو اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر سنے اور جہاں کلام اللہ پڑھا جا رہا ہو کان دھر کر سنے۔ نہ اس واسطے دی گئی۔ ہے کہ جہاں برائے تمسخر اور سرود (موسیقی) وغیرہ ہو رہا ہو سنے۔ اس واسطے کہ خبر میں ہے کہ جو اس قسم کی آوازیں سنے گا قیامت کے دن سیسہ پگھلا کر اس کے کانوں میں ڈالا جائے گا۔

کان کی توبہ

پھر فرمایا کہ عبداللہ خفیف رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ راستہ چل رہے تھے کہ آہ و بقا کی آواز کان میں آئی۔ فوراً دونوں انگلیوں سے کان بند کر کے گھر پہنچے تو حکم ہوا کہ کچھ سیسہ پگھلا کر لاؤ جب لایا گیا تو فرمایا کہ میرے کانوں میں ڈال دو کیونکہ میں نے ناقابل شنید چیز سنی ہے۔ قیامت کے دن کے عذاب سے تو خلاصی ہوگی۔ آج ہی اس کا کفارہ کر لیتا ہوں۔ پس اے درویش! درویشوں نے

اپنے تئیں خلقت کی صحبت سے دور رکھا ہے اور تنہائی اختیار کی ہے۔ تا کہ نا قابل شنید باتیں نہ سنیں یہی کان کی توبہ ہے چوتھی توبہ ہاتھ کی ہے یعنی کوئی چیز ایسی نہ چھوئی جائے جس کا پکڑنا منع ہے۔ ایسی تمام باتوں سے توبہ کرے۔

ہاتھ کی توبہ

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز نے ایک درویش کو بدخشاں میں دیکھا۔ جو بزرگان دین سے تھا اور جس کا نام شیخ برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ تھا اور اس کا ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا اور تیس سال سے کٹیا میں معتکف تھا۔ اس سے ہاتھ کٹنے کی وجہ پوچھی تو کہا کہ ایک مرتبہ میں ایک مجلس میں حاضر تھا صاحب مجلس کی اجازت کے بغیر میں نے گیہوں کے ایک دانے کو دو ٹکڑے کر کے رکھ دیا۔ غیب سے آواز آئی کے اے درویش! یہ کیا حرکت تو نے کی ہے؟ کہ مالک کی اجازت کے بغیر گیہوں کا دانہ دو ٹکڑے کر ڈالا۔ جونہی میں نے یہ بات سنی ہاتھ کاٹ کر باہر پھینک دیا۔ تا کہ پھر نا پکڑنے کے قابل چیز نہ پکڑ سکوں پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ مردانِ خدا ایسا ہی کر کے کسی مرتبے کو پہنچتے ہیں۔

پاؤں کی توبہ

بعد ازاں فرمایا کہ پانچویں توبہ پاؤں کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ جن مقامات پر جانا مناسب نہیں ہے۔ وہاں نہ جائے اور خواہش سے پاؤں باہر نہ رکھے۔ تا کہ اس کی توبہ، توبہ شمار ہو۔

پھر فرمایا کہ خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ سفر کرتے کرتے ایک جنگل میں غار کے اندر ایک درویش صاحب نعمت اور از حد بزرگ دیکھا جس کا ایک پاؤں کٹا ہوا تھا۔ سلام کے بعد جب وجہ پوچھی تو کہا کہ ایک روز میں وضو کرنے کے لیے غار سے باہر نکلا، تو میری نگاہ ایک عورت پر پڑی مجھے خواہش ہوئی اور غار سے باہر قدم رکھا۔ کہ اسے پکڑ لوں تو وہ عورت غائب ہوگئی۔ فوراً چھری لے کر پاؤں کاٹ کر باہر پھینک دیا۔ پس اے درویش! آج چالیس سال کا عرصہ ہونے کو آیا ہے کہ ایک ہی پاؤں پر کھڑا ہوں اور شرمندگی کے مارے حیران ہوں کہ قیامت کے دن یہ منہ کس طرح دکھاؤں گا اور کیا جواب دوں گا۔

ایک مرتبہ خواجہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ سے کسی درویش نے پوچھا کہ آیا عاشق کو ہر وقت حضوری رہتی ہے یا کبھی کبھی؟ فرمایا' ہر وقت اس واسطے کہ عاشق خواہ کھڑا ہو تو بھی مشاہدہ حق کے حضور میں ہے' بیٹھا ہے تو بھی مشاہدہ میں غرق ہے۔ اگر سویا ہوا ہے تو بھی مشاہدہ حق کے خیال میں مستغرق ہے۔ پس عاشق کو مشاہدہ دوست میں ہر وقت حضوری حاصل ہے۔

پھر فرمایا کہ عاشق کے لیے حضور اور غیبت یکساں ہے۔ جس طرح حضور ہے اسی طرح غیبت' پھر فرمایا کہ میں نے یہ شعر شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا تھا

حضور و غیبت عاشق چو ہر دو یکسان ست   بغَیب مست حجابش حضور و نیز ہمانست

نفس کی توبہ

بعد ازاں فرمایا کہ چھٹی توبہ نفس کی ہے۔ پس چاہیے کہ نفس کو تمام خواہشات' ماکولات اور شہوات سے باز رکھا جائے اور ان سب سے توبہ کی جائے اور نفس کی خواہش کے مطابق کام نہ کیا جائے قرآن شریف میں ہے کہ

اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى۔

یعنی جو شخص اپنے پروردگار سے ڈرے اور خواہشات سے نفس کو روکے۔ تو اس کا مقام بہشت میں ہوگا۔

خواہشِ نفس پر قابو

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ ہارون الرشید زبیدہ سے جھگڑ پڑا۔ اس نے کہا جا دوزخی! ہارون نے فوراً قسم کھائی کہ جب تک مجھے کوئی بہشتی نہ کہے گا تب تک تیرے اور میرے درمیان قسم ہے۔

الغرض! یہ کہہ کر بعد میں وہ پشیمان ہوا کہ میں نے ایسا کیوں کہا۔ سب علماء کو بلایا لیکن کسی نے یہ نہ کہا کہ تو بہشتی ہے۔ اس مجلس میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے، انہوں نے اٹھ کر پوچھا کہ کیا تم کبھی اپنی نفسانی خواہش سے بھی ٹلے ہو؟ کہا ہاں! فلاں مجلس میں۔ امام نے فتویٰ دیدیا کہ تو اس آیت کے مطابق بہشتی ہے۔ آیت

اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى۔

یعنی جو شخص اللہ کے خوف کے سبب خواہش نفسانی سے باز رہتا ہے۔ اس کی جگہ بہشت میں ہوگی۔

بعد ازاں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے درویش! توبہ تین قسم کی ہوتی ہے حال، ماضی اور مستقبل۔

حال: یہ کہ کیے ہوئے گناہ سے ندامت حاصل ہو۔

ماضی: یہ کہ دشمنوں کو راضی کرے۔ اگر کسی کی کوئی چیز چھین لی ہے تو واپس کیے بغیر توبہ کرے۔ تو توبہ قبول نہیں ہوتی۔ بلکہ اس سے دوگنی چیز دے کر اسے خوش کرے۔ پھر توبہ قبول ہوتی ہے۔ اگر کسی کو برا بھلا کہا ہو تو اس سے معافی مانگے اگر وہ شخص جسے برا بھلا کہا ہو مر جائے تو غلام آزاد کرے۔ ایسا کرنے سے گویا اس نے مردہ کو زندہ کیا۔ اگر کسی کی منکوحہ یا کنیز سے زنا کرے تو اس سے معافی نہ مانگے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور توبہ کرے اگر شراب پینے سے توبہ کرے تو لوگوں کو شربت اور ٹھنڈا پانی پلائے خلاصہ یہ کہ توبہ کرتے وقت گناہ کی بابت معذرت کرے۔

مستقبل: یہ ہے کہ آئندہ گناہ نہ کرنے کی ٹھان لے۔

جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ یہ فوائد بیان کر چکے تو اٹھ کر اندر چلے گئے اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ ۔

فصل پنجم

بزرگانِ دین کی خدمت و ادب

قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا تو شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! جس نے سعادت حاصل کی خدمت سے کی۔ کیونکہ دین و دنیا کی نعمت مشائخ اور پیروں کی خدمت کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص سات دن مشائخ اور پیروں کی خدمت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے اعمال نامے میں سات سو سال کی عبادت کا ثواب لکھتا ہے اور جو قدم اٹھاتا ہے ہر قدم کے بدلے حج اور عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔

شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کا اندازِ خدمت

پھر فرمایا کہ شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر کی وفات کے بعد شیخ بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی خدمت کی کہ کوئی خادم ایسی خدمت بجا نہیں لا سکتا۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ کو بغداد میں مَیں نے دیکھا تو آپ سر پہ چولہا اٹھائے ہوئے تھے اور اس پر دیگچی میں کچھ گرم کر رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ فرمایا حج کو۔ مجھے یہ دیکھ کر تعجب آیا' لوگوں سے پوچھا کہ آپ کتنے سال سے یہ خدمت بجا لا رہے ہیں۔ کہا! پچیس سال سے اس درویش کو اسی طرح خدمت بجا لاتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔

خواجہ عبداللہ خفیف رحمۃ اللہ علیہ کا اندازِ خدمت

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ عبداللہ خفیف سے پوچھا گیا کہ یہ دولت کہاں سے پائی؟ فرمایا۔ ایک درویش کی خدمت کرنے سے کہ جو کچھ وہ درویش فرماتا تھا' میں سر آنکھوں سے بجا لاتا تھا۔ چنانچہ ایک روز مجھے اس درویش نے فرمایا کہ فلاں درویش کو میرا اسلام پہنچانا اور عرض کرنا کہ کل میرے پیر کا عرس ہے' کھانا موجود ہوگا۔ قدم رنجہ فرمائیے گا اور اس مقام کو بابرکت کیجیے گا۔ تا کہ کھانا آپ کے روبرو تقسیم ہو۔ جہاں پر وہ درویش رہتا تھا راستے میں شیر کا ڈر تھا۔ اس درویش نے مجھے یہ کام آزمائش کے لیے فرمایا تھا۔

الغرض! حکم کے بموجب روانہ ہوا تو ایک مقام پر شیر بالمقابل ہوا جب میں اس کے پاس پہنچا تو کہا کہ اے شیر! میں اپنے پیر کے حکم کے بموجب فلاں درویش کے پاس جاتا ہوں۔ مجھے راستہ دے دو۔ یہ سنتے ہی شیر نے راستہ دے دیا اور آداب بجا لا کر چلا گیا میں گزر کر اس درویش کے پاس پہنچا اور پیغام پہنچایا اس نے قبول کیا کہ میں آؤں گا میں آداب بجا لا کر واپس حاضر خدمت ہوا تو میرے پیر نے مجھے گلے لگایا اور فرمایا کہ واقعی خدمت کا حق یہی تھا جو تو بجا لایا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف منہ کیا اور فرمایا کہ جاؤ! تجھے دین اور دنیا (مالا مال کر دیا) وہاں سے لوٹ کر میں کٹیا میں آ گیا۔ پس جو نعمت مجھ میں دیکھتے ہو وہ سب اس درویش کی عطا کردہ ہے۔

خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی وجہِ عظمت

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ یہ دولت کہاں سے پائی؟ فرمایا دو باتوں سے ایک اپنی ماں کی خدمت سے اور دوسرے اپنے پیر کی خدمت کرنے سے۔ ماں والا واقعہ تو یوں ہے کہ ایک دفعہ جاڑے کے موسم میں رات کو میری والدہ صاحبہ نے پانی مانگا۔ میں نے اٹھ کر کوزہ بھرا اور ہاتھ پر رکھ کر حاضر خدمت ہوا۔ لیکن والدہ صاحبہ سو گئیں۔ جب تیسرا حصہ رات گزر گئی اور والدہ بیدار ہوئیں تو پانی میرے ہاتھ سے لیا اور آسمان کی طرف منہ کر کے دعا کی اور پیر والا واقعہ یوں ہے کہ بیس سال میں نے خدمت کی اس عرصے میں مجھے دن رات برابر تھے۔ چنانچہ ایک رات میں قرآن مجید کی تلاوت میں

مشغول تھا اور میرے سوا اس وقت کوئی مرید حاضر خدمت نہ تھا۔ شیخ صاحب نے آواز دی کہ اے عزیز! قرآن شریف لاؤ میں لے گیا تو مجھ سے لے کر دعا کی۔

پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے درویش! جب تک تو درویشوں کی خدمت نہ کرے گا کبھی بھی (بلند) مقام پر نہ پہنچے گا۔

پھر فرمایا کہ شیخ معین الدین سنجری رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر کے خواب کے کپڑے بیس سال سر پر اٹھائے رہے اور حج کو ہمراہ لے گئے۔ تب یہ نعمت پائی جو تمام اہل جہان کے نصیب میں ہوئی۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! میں نے ایک بزرگ سے سنا ہے کہ ایک روز صدق سے اپنے پیر کی خدمت کرنا بے صدق کی ہزار سالہ عبادت سے بہتر ہے۔

میزبانی کے آداب

پھر فرمایا کہ اے درویش! پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ساقی القوم اخرھم یعنی جو لوگوں کو پانی پلائے۔ اسے سب سے بعد پینا چاہیے۔ اسی طرح کھانا کھلائیں۔ واجب ہے کہ خادم پہلے نہ کھانا کھائے۔ پھر فرمایا کہ میزبان کو واجب ہے کہ خود مہمان کے ہاتھ دھلائے اس میں حکمت یہ ہے کہ پہلے اپنے ہاتھ دھو کر پاک کرے۔ تاکہ دوسرے کے ہاتھ دھلانے کے قابل ہو جائے۔ لیکن پانی پلاتے وقت پہلے خود نہ پئے بلکہ پہلے اوروں کو پلائے اور بعد میں آپ پئے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک شخص خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ہاتھ دھلانے کے لیے پانی لایا اور بیٹھ گیا۔ خواجہ صاحب اٹھ کھڑے ہوئے۔ وجہ پوچھی تو فرمایا کہ چونکہ تم بیٹھ گئے ہو۔ اب مجھے واجب ہے کہ میں اٹھ کھڑا ہوں۔ مطلب یہ کہ ہاتھ دھلانے والے کو واجب نہیں کہ وہ بیٹھے۔ کیونکہ خلاف ادب ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بطور مہمان وارد ہوئے تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ دھلائے۔

پھر فرمایا: ایک دفعہ میں بطور مسافر بغداد میں وارد ہوا تو دجلہ کے کنارے نماز میں ایک بزرگ کو دیکھا جو نہایت باعظمت اور صاحب نعمت تھا۔ لیکن از حد کمزور اس وقت کٹیا کے اندر نماز میں مشغول تھا۔ جب فارغ ہوا تو میں نے سلام کہا۔ فوراً فرمایا علیک السلام۔ اے فرید! میں حیران رہ گیا کہ اسے میرا نام کون بتا گیا۔ فوراً فرمایا کہ جو تجھے یہاں لایا۔ وہی نام بتا گیا۔ پھر مجھے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ! میں بیٹھ گیا کچھ عرصہ میں خدمت میں رہا۔ افطار کے وقت دو آدمی دستر خوان لاتے اور اس کے سامنے رکھ کر چلے جاتے ایک دفعہ چند صوفی بھی آ گئے ہم سب نے مل کر کھانا کھایا۔ مگر اس درویش نے خود ہاتھ دھلائے میں نے عرض کی کہ اتنے آدمیوں کے ہوتے ہوئے بھی آپ نے ہاتھ دھلائے۔ فرمایا یہ قاعدے کی بات ہے کہ مہمانوں کے ہاتھ میزبانوں کو خود دھلانے چاہئیں۔

کلیم اور حبیب میں فرق

بعد ازاں حکایت بیان فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ کوہ طور پر آئے۔ فرمان ہوا

کہ نعلین اتار کر آؤ تا کہ پہاڑ کی گرد تمہارے پاؤں پر پڑے اور تم بخشے جاؤ۔ لیکن جب رسول اللہ ﷺ معراج کی رات عرش کے نزدیک پہنچے تو حکم ہوا کہ یا محمد (ﷺ) نعلین سمیت آیئے گا۔ تا کہ نعلین مبارک کی گرد عرش پر پڑنے سے اسے جنبش سے قرار آئے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! جب حضرت موسیٰ علیہ السلام قبر سے اٹھیں گے تو مستوں کی طرح چلیں گے اور عرش کے کنگرے پر ہاتھ مار کر فریاد کریں گے کہ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ۔ حکم ہوگا۔ چپ رہ اے موسیٰ! (علیہ السلام) چپ رہ آج حساب کا دن ہے۔ محاسبہ کے بعد میرا دیدار ہوگا۔ لیکن جب رسول کریم ﷺ اور آنجناب ﷺ کے اُمتی آئیں گے تو ان میں بعض ایسے بھی عاشق ہوں گے جن کے لیے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ انہیں زنجیروں سے جکڑ کر بہشت میں لے جاؤ۔ لیکن وہ زنجیروں کو توڑ کر فریاد کرتے ہوئے عرش تلے آجائینگے۔ پھر ویسا ہی حکم ہوگا۔ پھر توڑ کر آجائیں گے۔ غرضیکہ ستر ستر ہزار زنجیر توڑیں گے پھر حکم ہوگا کہ دیدار کا وعدہ بہشت میں ہے۔ وہاں چلو۔ پھر انہیں قرار حاصل ہوگا۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ وضو کر رہے تھے۔ دست مبارک میں انگشتری تھی۔ اسے پھرا رہے تھے۔ فرمان ہوا کہ اے محمد (ﷺ)! ہم نے تجھے اس مشغولیت کے لیے نہیں پیدا کیا۔ بعد ازاں آنحضرت ﷺ زندگی بھر ایسی باتوں میں مشغول نہ ہوئے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! جس روز حضرت یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر نے جیل میں بھیجا اور آپ نے بادشاہ کے ساقی کو تعبیر بتلائی تھی کہ بادشاہ کا ساقی بنے گا اور دوسرے کو بتلائی تھی کہ تجھے کوے اور چیلیں کھائیں گی۔ اس روز حضرت یوسف علیہ السلام نے ساقی کو کہا تھا کہ بادشاہ کو میری بابت یاد دلانا۔ اسی وقت حضرت جبرائیل آئے اور فرمان لائے کہ اے یوسف! (علیہ السلام) تو نے ہمیں فراموش کر دیا کہ ہماری خبر دوسرے کو کہتا ہے۔ آپ نو سال اور جیل میں رہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! حضرت سلیمان علیہ السلام باوجود اس قدر سلطنت کے جب کبھی دعوت کرتے یا مجلس جمع کرتے تو کھانے سے پیشتر آب دیدہ ہوتے اور لوٹا خود ہاتھ میں لیتے اور طشتری غلام، پھر مہمانوں کے ہاتھ خود دھلاتے اور خود پانی اس وقت پیتے۔ جب سارے مہمان پی چکتے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی پشیمانی

الغرض! باوجود اس قدر سلطنت اور جاہ وحشم کے خود زنبیل بنا کر بیچتے اور ان کے داموں سے روٹی کھاتے۔ ایک روز دل میں خیال آیا کہ اے پروردگار! تو نے مجھے اس قدر وسیع سلطنت عنایت کی لیکن اس میں میرے نصیب کچھ بھی نہیں۔ میں زنبیل بنا کر گزارہ کرتا ہوں جب یہ خیال دل میں گزرا تو اس روز جب زنبیل بنا کر بازار گئے تو کسی نے نہ خریدی۔ واپس چلے آئے اسی طرح سات روز تک گئے لیکن زنبیل فروخت نہ ہوئی۔ آپ حیران رہ گئے کہ یہ معاملہ کیا ہے۔ اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا: اے سلیمان (علیہ السلام)! اب زنبیل کی قیمت سے کھانا کیوں نہیں کھاتے؟ ذرا اوپر کی طرف دیکھو! جب اوپر نگاہ کی تو ساری زنبیلوں کو آسمان کے گوشے میں لٹکا ہوا پایا۔ حکم ہوا کہ اے سلیمان (علیہ السلام)! یہ سب ہم نے ہی خریدی تھیں۔ یہ صرف بہانہ تھا کہ خلقت خریدتی ہے۔ آپ اس کہنے سے پشیمان ہوئے اور توبہ کی۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! انسان کو یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ میں کچھ کرتا ہوں جو کچھ ظاہر و باطن میں حرکات و سکنات اس سے ظہور میں آتی ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھنا چاہیے یہ سب اسی کی مرضی سے ظہور میں آ رہی ہیں۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ جو شخص آپ کے ہاں بطور مہمان وارد ہوتا خود اس کے ہاتھ دھلاتے اور فرماتے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے پیغمبروں کی سنت ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ خود مہمانوں کے ہاتھ دھلایا کرتے اور اپنے ہاتھ سے پانی پلایا کرتے۔ پس اے درویش! جہاں تک تجھ سے ہو سکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اماموں کی پیروی کر۔ تاکہ تو ان سے شرمندہ نہ ہووے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کو بلایا اور کھانے کے وقت خود کھڑے ہو کر لوٹا لے کر سب کے ہاتھ دھلائے۔

جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فوائد ختم کیے تو دولت خانے میں تشریف لے گئے اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ ۔

فصل ششم

تلاوتِ قرآن کی فضیلت و برکات

شیخ برہان الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! قرآن شریف کی تلاوت تمام عبادتوں سے افضل ہے اور دنیا اور آخرت میں اس سے درجہ ملتا ہے۔ پس چونکہ قرآن شریف پڑھنے سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں اس لیے آدمیوں کو چاہیے کہ ایسی نعمت سے غافل نہ ہوں۔ اور اپنے تئیں محروم نہ رکھیں۔

پھر فرمایا کہ قرآن شریف پڑھنے سے بہت سے فائدے ہیں اول آنکھ کی روشنی بڑھتی ہے یعنی دکھتی نہیں۔ دوسرے ہر حرف کے بدلے ہزار سالہ عبادت کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے اور اسی قدر بدیاں اس کے نامۂ اعمال سے کاٹی جاتی ہے۔

حق تعالیٰ سے ہم کلامی

پھر فرمایا کہ جو شخص دوست سے کلام کرنا چاہے۔ وہ کلام اللہ میں مشغول ہو۔ پھر فرمایا کہ نیک بخت بندہ وہ ہے جو دوست سے ہم کلام ہو۔ دوست سے ہم کلامی کی سعادت قرآن شریف کی تلاوت سے حاصل ہوتی ہے۔ اور ہر روز ستر مرتبہ ہر انسان کے دل میں یہ ندا ہوتی ہے کہ اگر تجھے ہماری آرزو ہے تو سارے کام چھوڑ کر قرآن شریف کی تلاوت کر۔

پھر فرمایا کہ لوگوں کو اکثر حضور اور مشاہدہ کی نعمت تلاوت قرآن کے وقت حاصل ہوتی ہے۔ اس واسطے کہ جو سرّ عالم میں ہے۔ وہ قرآن شریف پڑھتے وقت انسان پر منکشف ہوتا ہے اور ہر حرف اور معانی میں جب غور کرتا ہے تو اس پر قلم کا سرّ منکشف

ہوتا ہے اور اگر آیت مشاہدہ یا آیت رحمت پر پہنچتا ہے تو مشاہدہ کے دریا میں مستغرق ہوتا ہے اور لاکھوں نعمتیں حاصل کرتا ہے اور جب عذاب کی آیت پر پہنچ کر غور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ڈر سے اس طرح پگھلتا ہے جیسے کٹھالی میں سونا۔

پھر فرمایا کہ شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز قرآن شریف کی تلاوت کرتے وقت کسی وعید کی آیت پر پہنچتے تو سینے پر ہاتھ مار کر بے ہوش ہو جاتے۔ جب ہوش میں آتے تو پھر قرآن شریف پڑھنے میں مشغول ہو جاتے۔ اس طرح دن بھر میں تقریباً چھ ہزار مرتبہ بے ہوش ہوتے اور جب کسی آیت مشاہدہ پر پہنچتے تو مسکرا کر اٹھ بیٹھتے اور عالم مشاہدہ میں متحیر ہو جاتے اور ایک دن رات اسی عالم مشاہدہ میں اس طرح متحیر رہتے کہ اپنے آپ کی مطلق خبر نہ ہوتی۔

حافظِ قرآن کا مقام و مرتبہ

پھر فرمایا کہ کلام مجید کا حافظ فوت ہو جاتا ہے تو اس کی جان نوری قندیل میں ڈال کر عرش کے پاس لے جاتے ہیں اور ہر روز اس پر ہزار مرتبہ انوار تجلّی کرتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ قیامت کے دن کلام مجید کے حافظ کو فرمان ہوگا کہ بہشت میں جاؤ اور اس پر الگ تجلی ہوگی چنانچہ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن بہشت میں تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ اجمعین اور تمام اولیاء رحمۃ اللہ علیہم اجمعین پر ایک مرتبہ تجلّی ہوگی اور امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر الگ ایک مرتبہ تجلی ہوگی۔ یہ آپ کی فضیلت ہے۔

پھر فرمایا کہ قیامت کے دن جب عاشقوں کو مقام تجلّی میں لایا جائے گا تو حکم ہوگا۔ آنکھیں کھولو! ہر ایک عاشق کو سامنے لا کر الگ الگ ان پر تجلی ہوگی اور سات سات ہزار سال تک بے ہوش پڑے رہیں گے جب ہوش میں آئیں گے تو پھر "ھل من مزید" کی فریاد کریں گے۔ اس طرح سات ہزار مرتبہ تجلّی ہوگی۔ پھر اپنے مقام میں واپس آئیں گے۔ جب شیخ الاسلام ادام اللہ برکاتہٗ اس بات پر پہنچے تو نعرہ مار کر بے ہوش ہو گئے اور حالت بے ہوشی میں یہ رباعی زبان مبارک سے پڑھی۔

رباعی

از بہر رُخ مبتلائے باشم — اندر غم عشق در بلائے باشم
واز یاد جمال تو چناں مدہوشم — کز خود خبرے نیست کجائے باشم

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ میں نے شیخ الاسلام اجل شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی بغداد میں یہ حکایت سنی کہ جب شیخ الاسلام سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ بخارا میں تھے۔ ایک مرتبہ سفر کے ارادے سے جو باہر نکلے تو اثنائے سفر میں ایک ایسے شہر میں سے گزر ہوا کہ جس میں تمام مسلمان آباد تھے اور وہاں کے مرد عورت سے لے کر بچوں تک سب کے سب قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول پائے۔ جو تلاوت میں شام سے صبح کیا کرتے تھے۔ انہیں ہم نے کسی وقت قرآن شریف کی تلاوت سے غافل نہ پایا۔ اس شہر کے باہر ایک غار کے اندر درویش دیکھا۔ جو شیخ شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں سے تھا۔ اسے بھی اسی طرح تلاوت میں مشغول پایا۔ جب اس درویش سے مصافحہ کیا تو اس نے کہا بیٹھ جاؤ! ہم بیٹھ گئے تو آپ قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ جب وہ وعید کی آیت پر پہنچتے۔ تو نعرہ مار کر بے ہوش ہو جاتے اور ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتے

جب پھر اٹھتے تو اسی طرح پھر تلاوت میں مشغول ہو جاتے اور جب رحمت یا خوشخبری کی آیت پر پہنچتے تو زار زار روتے اور کہتے کہ یہ آیت ان لوگوں کے حق میں ہے جو نیک عمل کرتے ہیں۔ مجھے تو ذرّہ بھر نیک عمل حاصل نہیں کہ میں یہ سن کر خوش ہوں۔ جب یہ کہتے تو پھر رکتے اور لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہتے کہ اے عزیزو! اگر تمہیں معلوم ہوتا کہ ہر آیت اور ہر حرف میں یہی فرمان ہوا ہے۔ تو تمہارا چمڑا ہیبت کے مارے اکھڑ جاتا اور یکبارگی گھل جاتا اور خاکستر ہو جاتا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ کوئی واصل حافظ کلام اللہ فوت ہو گیا۔ تو اسے خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا کہ آپ سے اللہ تعالیٰ نے کیسا سلوک کیا؟ فرمایا وہی جو اپنے خاصوں سے کیا۔

پھر پوچھا گیا کہ آپ کو قبر میں چھوڑ دیا گیا یا اوپر لے جایا گیا؟ فرمایا کہ قالب کو بھی عرش کے نیچے لے گئے اور قرآن شریف کے حافظوں کے پاس مقام دیا اور وہیں رہتا ہوں۔

تلاوتِ قرآن وسیلۂ بخشش

پھر فرمایا کہ اے درویش! سلطان معز الدین محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو وفات کے بعد دیکھ کر پوچھا کہ آپ کی کیا حالت ہے؟ فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بخش دیا۔ پوچھا کس عمل کی خاطر؟ فرمایا ایک رات میں تخت پر بیٹھا ہوا تھا اور پاس کے گھر سے قرآن شریف پڑھنے کی آواز آ رہی تھی۔ میں سن کر تخت سے نیچے آ کر دوزانو بیٹھ۔ ہمہ تن گوش ہو کر سننے لگا۔ راحت حاصل ہوئی۔ جب میں دنیا فانی سے کوچ کر گیا تو مجھے اس قرآن سننے کے عوض بخش دیا۔

پھر فرمایا کہ قرآن مجید پڑھتے وقت کئی آدمی بخشے جاتے ہیں۔ اول وہ شخص جس نے قرآن مجید پڑھنے والے کو قرآن مجید پڑھایا ہو۔ دوسرا پڑھنے والا۔ تیسرے پاس پڑوس کے سننے والے۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ میں خواجہ اجل شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ چار اور درویش حاضر خدمت ہوئے۔ ان میں سے ایک درویش کا ارادہ یہ تھا کہ خواجہ صاحب کو قتل کر دے۔ خواجہ صاحب نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے درویش! کیا درویش بھی درویشوں کے مارنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ اس نے آداب بجا لا کر عرض کی کہ نہیں میرا ارادہ تو نہیں۔ پھر فرمایا کہ جو تیری نیت ہے اسے بدل ڈال جونہی خواجہ صاحب نے یہ فرمایا اس درویش نے اٹھ کر سر قدموں پر رکھ دیا اور عرض کی کہ بے شک میں نے آپ کی ہلاکت کا ارادہ کیا تھا لیکن آپ مرد خدا تھے۔ معلوم کر گئے۔ اب میں توبہ کرتا ہوں۔

پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انسان کو قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول رہنا چاہیے اس واسطے کہ عاشق و معشوق میں باہمی الفت گفتگو سے بڑھتی ہے۔ پس راہ سلوک میں اس سے بڑھ کر اور کوئی بات نہیں۔ کیونکہ اہل سلوک کے مطابق اس مشاہدے کا سا اور کوئی مشاہدہ نہیں۔ کیا تجھے وہ راحت معلوم ہے جبکہ دوست' دوست سے گفتگو کرتا ہے۔ اے درویش! اللہ تعالیٰ کی بات بھی کلام اللہ ہے۔ پس جسے یہ ذوق معلوم ہو گیا اگر وہ بعد ازاں کسی اور بات میں مشغول ہو۔ تو وہ جھوٹا مدعی ہے اور محبت میں صادق نہیں۔

پھر فرمایا کہ جب انسان قرآن شریف پڑھے۔ تو اس کے معنوں وغیرہ کا خیال رکھے اور اس وقت کسی مخلوق کا خیال تک دل

میں نہ لائے۔ پس جب اس طرح سے قرآن شریف پڑھا جائے۔ تو ایک فرشتہ مع ایک لاکھ حوروں کے آکر پڑھنے والے کے سامنے بیٹھ جاتا ہے۔ وہ فرشتہ مع حوروں کے محفل کو اس طرح مزین کرتا ہے کہ آنکھیں دیکھنے کی تاب نہیں لاسکتیں پھر وہ فرشتہ فرط محبت سے اپنا منہ پڑھنے والے کے منہ پر رکھتا ہے اور جب تک وہ شخص زندہ رہتا ہے وہ فرشتہ مع حوروں کے اس کے ہمراہ رہتا ہے اور قاریِ قرآن کے فوت ہونے کے بعد مع حوروں کے بہشت میں جائے گا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ جب قرآن شریف پڑھنے میں مشغول ہوتے تو بید کے پتوں کی طرح کانپتے اور جب کسی آیت کے شروع میں پہنچتے تو منتظروں کی طرح اٹھ کھڑے ہوتے اور پھر بیٹھتے۔ جب قرآن شریف پڑھتے تو سات دن رات مشغول رہتے۔

پھر فرمایا کہ جس طرح انسان تنہائی میں کلام اللہ کا ذوق حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح قیامت کے دن تنہائی میں اس پر تجلی ہوگی۔

پھر فرمایا کہ غزنی میں محمد مقری نام ایک درویش نہایت صالح اور صاحب نعمت مرد تھا۔ جس کو ساتوں قرأتیں یاد تھیں۔ اس کی کرامت یہ تھی کہ جو شخص ایک سورۃ اس سے پڑھ لیتا۔ اللہ تعالیٰ سارا قرآن شریف اسے نصیب کرتا۔ چنانچہ میں نے بھی اس سے ایک سورۃ پڑھی۔ جس کی برکت سے سارا قرآن شریف حفظ ہوگیا۔ اس کا ایک بھائی دمشق میں رہتا تھا۔ کوئی ایک شخص دمشق سے بغداد آیا تو اس نے اپنے بھائی کا حال پوچھا۔ اس نے کہا سلامت ہے حالانکہ وہ وفات پا چکا تھا۔ اس آنے والے نے دمشق کے حالات بیان کرنے شروع کیے کہ بارشیں بہت ہوئی ہیں جن سے کئی گھر برباد ہوگئے۔ ایک مرتبہ آگ بھی لگی جس سے بہت سے گھر برباد ہوگئے جب اس نے یہ حکایت ختم کی تو خواجہ محمد مقری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شاید میرا بھائی زندہ نہیں رہا۔ اس نے کہا ہاں! وہ اس سے پہلے ہی فوت ہو چکا ہے۔

سورۂ فاتحہ اور بعض دیگر سورتوں کی فضیلت وفوائد

پھر فرمایا کہ اے درویش! انسان کو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک کی زیارت اور امامان دین میں سے کسی کی زیارت کے لیے قرآن مجید کی تلاوت اور سورہ فاتحہ کے ختم میں مشغول ہونا چاہیے۔ تاکہ کلام اللہ اور ان کی روح کی برکت سے اس کے دینی اور دنیاوی کام بخوبی سرانجام ہوں اور اسے عزت اور مرتبہ حاصل ہو اور صاحب قرب اور اسرار تجلی ہو جائے۔ پس اے درویش! جو شخص سورۃ فاتحہ کو بیمار کی شفا یا کسی مہم کے لیے اکتالیس مرتبہ اعوذ اور تسمیہ اور رحیم کے میم کو الحمد کے لام کے ساتھ ملا کر پڑھے۔ فوراً صاحب درد کو شفا ہوگی۔ کیونکہ سورۃ فاتحہ کا ختم ہی اس کا اکتالیس مرتبہ پڑھنا ہے۔ اے درویش! تجھے واضح رہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ سورۃ فاتحہ تمام بیماریوں کی شفا ہے پھر فرمایا کہ سورۃ بقر کا ختم ہر روز ایک بار پڑھنا ہے جو شخص صبح کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان تین روز تک سورۃ بقر کسی نیت سے پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی نیت پوری کرے گا۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ سے کچھ حاجت تھی۔ اس سورۃ کا پڑھنا اختیار کیا۔ ابھی ایک روز بھی پورے طور پر پڑھنے نہ پائے تھے کہ حاجت پوری ہوگئی۔

پھر فرمایا کہ دینی اور دنیاوی حاجتوں کے لیے ہر روز دو مرتبہ سورہ آل عمران پڑھنی چاہیے۔

پھر فرمایا کہ اے بدرالدین درویش! جو کچھ میں بیان کر رہا ہوں سب تیری ترغیب کے لیے ہے تا کہ تجھے تیرے حال کی کمالیت حاصل ہو۔ جو ہم سے علاقہ رکھتے ہیں۔ اس واسطے کہ پیر مرید کو سنوارنے والا ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ جو شخص سورۃ النساء ہر روز سات مرتبہ پڑھے وہ دینی اور دنیاوی عذابوں سے بے کھٹکے ہو جائے گا۔ جو شخص سورۃ مائدہ ہر روز سات مرتبہ پڑھے۔ اس کے شہر میں بارش کی کبھی قلت نہ ہوگی۔ سورہ انعام کا ختم ستر مرتبہ پڑھنا چاہیے یا ایک روایت کے مطابق اکتالیس مرتبہ پس جو شخص برائے حاجت اس کا ختم کرے اس کی حاجت برآئے گی۔

پھر فرمایا کہ سورہ اعراف توبہ کے قبول ہونے کی خاطر اس طرح پڑھنی چاہیے کہ پہلے ستر مرتبہ استغفار پھر دو رکعت نماز اس طرح کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ ایک مرتبہ اور قل یاایھا الکافرون سو مرتبہ اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ ایک مرتبہ اور اخلاص سو مرتبہ پڑھے اور قیدی کی رہائی کے لیے سورہ انفال چار مرتبہ پڑھا کرے۔ پس جو شخص ہر روز اس سورہ کو پڑھا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے دنیا کی قید اور قید خانے سے خلاصی عطا فرمائے گا۔ نیز آخرت میں بھی اسے محفوظ رکھے گا۔

بعد ازاں فرمایا کہ جہان میں عاقبت بخیر ہونے اور کاموں پر فتح مندی حاصل کرنے کے لیے سورہ توبہ چالیس مرتبہ پڑھنی چاہیے۔ پس جو شخص پڑھے گا وہ فتح مند ہوگا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! سورہ ہود کا ختم دس مرتبہ پڑھنا چاہیے۔ یہ ختم کافروں پر مظفر و منصور ہونے کے لیے پڑھا جاتا ہے۔ سورہ ابراہیم دس مرتبہ بخشے جانے، عزیز ہونے، قرآن شریف پڑھنے اور حفظ کرنے کے وقت پڑھی جاتی ہے۔ جو پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے حافظ قرآن بنائے گا۔

پھر فرمایا کہ رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص سورہ یوسف پڑھے۔ اسے ضرور بالضرور قرآن شریف حفظ ہو جائے گا۔ دشمنانِ دین کے خوف و ڈر سے بے کھٹکے ہونے کے لیے سات مرتبہ سورہ رعد پڑھا کرے۔ مرگی والے اور جنون والے کی صحت کے لیے سورہ حج ستر مرتبہ پڑھ کر دم کرے۔ تو فوراً صحت یاب ہوگا۔ جو شخص سورہ نحل ہر روز دس مرتبہ پڑھے۔ اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مانگے گا پائے گا۔ سورہ بنی اسرائیل کا ختم دس مرتبہ پڑھنا چاہیے۔ ہر ایک مہم کے لیے سورہ کہف ہر جمعہ کو چالیس مرتبہ پڑھنی چاہیے۔ سورہ مریم ہر روز بلا ناغہ بیس مرتبہ فراخی نعمت اور فراخی کام کے لیے پڑھنی چاہیے۔ سورہ طٰہٰ جمعرات کو تین مرتبہ پڑھنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ بغیر زبان اور تالو کے اس سورہ کو پڑھتا ہے۔ جو یہ سورہ جمعرات کو پڑھے گویا وہ اللہ تعالیٰ سے باتیں کر رہا ہے۔

فرمایا کہ دشمنوں کی مقہوری کے لیے سورہ انبیاء بہتر مرتبہ پڑھنی چاہیے۔ دین و دنیا کی خلاصی کے لیے سورہ قد افلح المؤمنون سات مرتبہ پڑھنی چاہیے۔ قسم قسم کی بلاؤں کے دفعیہ کے لیے سورہ نور سات مرتبہ پڑھنی چاہیے۔

پھر فرمایا کہ سورہ فرقان کا ختم سات مرتبہ ہے اور سورہ والشمس کا بہتر مرتبہ یہ دشمنان دین کے دفعیہ کے لیے پڑھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر کرنے کے لیے سورہ نمل کا ختم پڑھنا چاہیے اور سورہ قصص دس مرتبہ اگر پڑھی جائے تو اس قدر ثواب حاصل ہوتا ہے۔ جتنا کہ انبیاء کو ہوا سورہ عنکبوت دس مرتبہ وسوسہ شیطانی کے دفعیے کے لیے پڑھنی چاہیے۔ دفعیہ دشمن کی نیت سے الروم اکیس مرتبہ پڑھنی چاہیے اور دین اور دنیاوی سعادت حاصل کرنے کے لیے ستر مرتبہ سورہ لقمان پڑھنی چاہیے۔ شہادت کا درجہ پانے کے لیے اکیس مرتبہ سورہ السجدہ پڑھنی چاہیے۔ مہمات کے سرانجام ہونے کے لیے بہتر مرتبہ سورہ الم نشرح پڑھنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اکتالیس مرتبہ سورہ السباء پڑھنی چاہیے۔ سورہ فاطر السمٰوٰت بلاؤں سے محفوظ رہنے کے لیے اور بزرگوں کو اس کا ثواب پہنچانے کے لیے ستر مرتبہ پڑھنی چاہیے۔ سورہ یٰسین کا ختم ہر ایک مہم کے لیے کافی ہے اور بے کھٹکے ہونے کے لیے اکیس مرتبہ سورہ والصافات پڑھنی چاہیے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شیطان کے دفعیے کے لیے جمعرات کو پانچ مرتبہ سورہ تنزیل الکتاب پڑھنی چاہیے۔ طاعون کے دفعیے کے لیے دو مرتبہ سورہ سجدہ پڑھنی چاہیے۔ مصیبتوں کے دور کرنے کے لیے اور سعادت حاصل کرنے کے لیے سات مرتبہ سورہ حٰمٓ عٓسٓقٓ پڑھنی چاہیے۔ حفظ الایمان کے لیے اکیس مرتبہ سورہ زخرف پڑھنی چاہیے۔ سعادت حاصل کرنے کے لیے بہتر مرتبہ سورہ دخان پڑھنی چاہیے۔ اَسرارِ الٰہی کے ظہور کے لیے سورہ محمد اکتالیس مرتبہ پڑھنی چاہیے۔ جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر پہنچے تو فرمایا کہ اے درویش! جو عقلمند ہے وہ قرآن شریف کی تلاوت سے غافل نہیں ہے۔ اس واسطے کہ کوئی فرمان ایسا نہیں جس میں تجلی کے اَسرار و انوار نہ ہوں۔ پس اے درویش! جس چیز میں نعمت ظاہر ہوتی ہے انسان کو کیوں اس سے اپنے تئیں محروم رکھنا چاہیے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! باقی سورتوں کے ختموں کی نسبت انشاء اللہ تعالیٰ پھر کبھی ذکر کیا جائے گا۔ جب یہ بات ختم کی تو اٹھ کر اندر تشریف لے گئے اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

فصل ہفتم

فضیلت سورۂ اخلاص

جب قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا تو سورہ اخلاص وغیرہ کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اس وقت قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند مولانا ناصح الدین، جمال الدین انصاری، شمس دبیر اور چند اور صوفی حاضر خدمت تھے۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جو شخص قرآن مجید کے ختم کا ثواب حاصل کرنا چاہے اسے چاہیے کہ ہر رات پچیس مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے۔ اے درویش! سورہ اخلاص میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت بیان ہوئی ہے۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اس کی صفت ہے۔ پس جو شخص درست اعتقاد سے پڑھے گویا اللہ تعالیٰ کی تمام صفات بیان کر دیں۔ اگرچہ بے صفت ہے اور اس کی کوئی صفت نہیں ہو سکتی پھر فرمایا کہ ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ یاروں کو فرمایا کہ جب تک حسب ذیل پانچ کام رات کو نہ کر لو نہ سوؤ۔ اول جب تک قرآن شریف ختم نہ کر و نہ سوؤ، دوسرے غزا (جہاد) نہ کرو، تیسرے جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش نہ کرو۔ چوتھے جب تک حج نہ کرو۔ پانچویں جب تک اللہ کو خوش نہ کرو۔ یار حیران رہ گئے کہ یہ پانچوں کام ایک رات میں کس طرح ہو سکتے ہیں۔ پس فرمایا جو شخص رات کو قرآن شریف ختم نہ کر سکے وہ پچیس مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے تو گویا اس نے قرآن شریف ختم کیا اسی طرح اگر کوئی شخص رات کو غزا (جہاد) کرنا چاہے تو دس مرتبہ کلمہ سبحان اللہ کہے اور

جو رسول اللہ ﷺ کو خوش کرنا چاہے وہ سو مرتبہ درود پڑھے اور جو حج کرنا چاہے وہ سو مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَكِيْمُ الْكَرِيْمُ پڑھے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا چاہے وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ بکثرت پڑھے۔

سورۂ اخلاص کے دم کی برکت

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک روز میں ایک بیمار کے پاس گیا اور اس پر سورہ اخلاص پڑھ کر دم کی تو فوراً صحت یاب ہو گیا۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ میں اور خواجہ قطب الدین بختیار رحمۃ اللہ علیہ مسافر تھے۔ اوپر کے علاقے میں ہم دونوں دریا کے سوتے (دریا کا پانی جو الگ ہو کر بہتا ہے) کے کنارے پہنچے۔ تو وہاں پر پار ہونے کے لیے کشتی موجود نہ تھی اور وہ نہایت خوف ناک تھا۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر فرمایا۔ اے فرید! اب تو آ گئے ہیں یہاں سے عبور کرنا چاہیے۔ میں نے عرض کی زہے سعادت لیکن دل میں خیال آیا کہ بغیر کشتی پار کس طرح ہوں گے؟ ابھی میرے دل میں یہ خیال پورے طور پر گزرنے نہ پایا تھا کہ خواجہ قطب الدین راستہ میں کھڑے ہو گئے اور پھر پار ہو گئے پار پہنچ کر میں نے حال پوچھا تو فرمایا کہ جب ہم دریا کے کنارے پہنچے تھے تو تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر پانی پر دم کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پانی پھٹ گیا اور راستہ مل گیا اور ہم پار ہو گئے۔

سورۂ اخلاص ثلثِ قرآن ہے

پھر فرمایا کہ اے درویش! رسول خدا ﷺ نے سورہ اخلاص کو قرآن شریف کا ثلث (تیسرا حصہ) فرمایا ہے۔

پھر فرمایا کہ اس سورہ کا ختم تین مرتبہ پڑھنا ہے۔ قرآن شریف ختم کرنے کے بعد سورہ اخلاص جو تین مرتبہ پڑھی جاتی ہے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ اگر قرآن شریف ختم کرتے وقت کہیں کمی رہ گئی تو وہ پوری ہو جائے۔ پھر فرمایا کہ قرآن شریف ختم کرنے کے بعد چند آیتیں سورہ بقرہ کی پڑھی جاتی ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ سب سے اچھا آدمی کون ہے؟ تو فرمایا کہ "الحال المرتحل" حال اسی شخص کو کہتے ہیں جو آیا ہو اور مرتحل اسے جو منزل سے روانہ ہو۔ یہ اس بات کی طرف سے ہے کہ جب قرآن شریف ختم کرتا ہے تو گویا منزل پر پہنچ جاتا ہے اور جب ساتھ ہی چند آیتیں سورہ بقرہ کی پڑھتا ہے تو گویا پھر نئی منزل شروع کرتا ہے۔ پس سب سے اچھا آدمی وہ ہے جو قرآن شریف ختم کرتے ہی پھر شروع کر دے۔ اس کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے "الحال المرتحل" فرمایا۔

خواجہ تمیم انصاری کی رہائی

پھر فرمایا کہ اے درویش! میں نے ایک مرتبہ اپنے استاد مولانا بہاؤالدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے سنا تھا کہ ایک دفعہ خواجہ تمیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ کو حبشیوں نے گرفتار کر لیا۔ جن کے سردار نے آپ کو ہلاک کرنا چاہا۔ اس واسطے اس نے آپ کو سات سال تک قید میں رکھا جس روز قتل کا وعدہ تھا اس رات خواجہ صاحب نے اپنے پیر خواجہ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا جو فرماتے ہیں۔ کہ کل جب حبشیوں کے سردار کے پاس جاؤ گے تو تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر اس پر دم کرنا۔ خواجہ صاحب اس خواب کی ہیبت سے جاگ اٹھے۔ جب سردار کے روبرو لائے گئے تو تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر سردار کی طرف پھونکی۔ سردار آپ کو دیکھتے ہی قدموں پر گر پڑا کہ پہلے مجھے خلاصی عنایت فرماویں۔ پھر میں آپ کو رہا کروں گا وجہ پوچھی تو اس نے کہا آپ

کے دونوں پہلوؤں میں دو اژدہا کھڑے ہیں۔ جو مجھے ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے تیری جان بخشی۔ خواجہ صاحب کو رہائی نصیب ہوئی۔ وہ دونوں اژدہا خواجہ صاحب کے پہلوؤں میں گم ہو گئے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ اور میں ایک ہی جگہ تھے۔ مولانا علاؤالدین صوفی پاس سے گزرے شیخ صاحب کی نظر آپ پر پڑی تو بلایا اور اپنے کپڑے عنایت کر کے پانچ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر دم کی۔ اللہ تعالیٰ نے جس کی برکت سے مولانا علاؤالدین کو بہت سی نعمت عطا فرمائی۔ یہ سب کچھ شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے تھی۔

خواجہ حسن بصری کی پاسبانی

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک روز خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حجاج بن یوسف کے ہاتھ سے بھاگ نکلے۔ آپ آگے آگے تھے اور اس کے آدمی تعاقب میں تھے جب خواجہ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کے قریب پہنچے تو پوچھا کہ آپ کی کیا حالت ہے فرمایا۔ حجاج بن یوسف کے آدمی میرا پیچھا کر رہے ہیں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا اندر آ جاؤ۔ جونہی آپ اندر آئے خواجہ صاحب یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے حجاج کے آدمیوں نے خواجہ حبیب سے پوچھا کہ حسن کہاں ہے؟ کہا یہ دیکھو! نماز ادا کر رہا ہے، جب اندر گئے تو قدرت الٰہی سے خواجہ حسن کو نہ دیکھ سکے۔ پھر خواجہ حبیب کے پاس آئے اور کہا کہ برحق ہے کہ تم کو حجاج بن یوسف مارتا ہے۔ ایسے ہی جھوٹ بولا کرتے ہو۔

الغرض جب وہ چلے گئے تو خواجہ حبیب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے خواجہ! اگر میں سچ نہ کہتا تو آپ گرفتار ہو جاتے۔ خواجہ حسن بصری نے کہا کہ آپ تو مجھے گرفتار کروانے لگے تھے۔ آپ نے تو دکھا ہی دیا تھا۔ خواجہ حبیب نے کہا اگر میں سچ نہ کہتا تو آپ بھی گرفتار ہوتے اور میں بھی۔

بعد ازاں خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ جب میں اندر گیا تو کیا آپ نے کچھ پڑھا تھا؟ فرمایا دس مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر تیری طرف پھونکی تھی وہی تیرے اور ان کے مابین حائل ہو گئی۔

بعد ازاں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں خلوت میں یادِ الٰہی میں مشغول تھا۔ جب میں سورہ اخلاص پر پہنچا تو مجھ پر عالم تجلّی سے اسرار اور انوار نازل ہوئے۔ چنانچہ ان انوار سے عشق و محبت کے صحرا میں جا پڑا۔ جب وہاں سے نکلا تو اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت کے دریا میں غرق ہوا۔ اسی طرح سات دن رات یہی حالت رہی۔ پھر عالم صحو میں آیا۔

سورۂ اخلاص اور فتح خیبر

نیز اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک روز امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ خیبر کی لڑائی میں عاجز رہ گئے۔ بہتیرا فتح کرنا چاہا۔ لیکن نہ کر سکے۔ آخر عاجز ہو کر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عریضہ لکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب لکھا کہ شاید آپ سورہ اخلاص کو بھول گئے ہیں۔ اس جواب کے پہنچتے ہی آنجناب رضی اللہ عنہ نے سورہ اخلاص پڑھنی شروع کی۔ ایک روز پڑھی تو دوسرے روز ہی خیبر کا قلعہ فتح ہو گیا اور دروازہ اس کا جڑ سے اکھاڑ کر چالیس قدم دور پھینک دیا۔ جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ یہ بات سنا چکے تو نماز کی اذان ہوئی آپ اٹھ کر اندر چلے گئے میں اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔

فصل ہشتم

خرقہ و فقر کی حقیقت

جب قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا تو چند صوفیائے کرام حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ گودڑی اور صوف انبیاء کا لباس ہے پس اے درویش! یہ لباس اس شخص کے لیے جائز ہے جس کا ظاہر و باطن بری صفات سے خالی ہو۔ اس لیے کہ صوفی وہ شخص ہے جس میں دنیاوی یا بشری کسی قسم کی آلائش یا کدورت نہ ہو۔

خرقہ پہننا سنتِ انبیاء ہے

پھر فرمایا کہ اے درویش! پیغمبر خدا ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ گودڑی اور صوف کا پہننا انبیاء کی سنت ہے۔ جس وقت انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ میں سے کسی کو کوئی ضرورت یا حالت پیش آتی تو فوراً گودڑی کندھوں پر ڈال صوف کو سامنے رکھ بارگاہ الٰہی میں مناجات کرتے اور گودڑی' صوف کو شفیع بناتے۔ تو حق تعالیٰ فوراً اس مہم کو سرانجام کرتا۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ اے درویش! یہ خوب نقل ہے کہ خرقہ پہننا انبیاء علیہم السلام اور ان کے تابعین کی سنت ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ بغداد میں مسجد کیف کے اندر خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ اور صوفی جمع ہوئے۔ خرقے کے بارے میں سوال کیا گیا کہ اس کی اصل کہاں سے ہے۔ کس نے پہلے شروع کیا سب سوچنے لگے جب کوئی جواب نہ دے سکا تو حضرت خواجہ عبداللہ سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بعض مشائخ کی روایت کے مطابق خرقہ کی ابتداء ابراہیم خلیل اللہ صلوٰۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! جس روز حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ڈھینگلی (منجنیق) میں رکھا گیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بہشتی خرقہ لا کر پہنایا۔ بعد ازاں وہی خرقہ علی الترتیب حضرت اسحٰق' حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہ السلام کو پہنایا گیا۔ لیکن بعض یوں روایت کرتے ہیں کہ جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے آپ کو کنویں میں ڈالا تو جبرائیل علیہ السلام نے تعویذ لا کر آپ کے گلے میں ڈالا۔ مگر محقق کہتے ہیں کہ وہ خرقہ تھا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا۔ پس جو شخص بے خرقہ' بے مقراض' بے صحبت اور بے ارادت خود کو مرید بناتا ہے وہ گمراہ ہوتا ہے۔ نہ کہ مرید۔

پھر فرمایا کہ جو خرقے اور مقراض کا منکر ہے وہ مشائخ طبقات کے نزدیک زندیق ہے نہ کہ صدیق۔ اے درویش! ہمارے خواجگان کے نزدیک خرقہ کی اصل اللہ تعالیٰ سے ہے اور وہ اس طرح کہ جب معراج کی رات آنحضرت ﷺ کو خرقہ عطا ہوا تو ساتھ ہی فرمان ہوا کہ اپنے اصحاب میں سے اس کو یہ خرقہ عطا کرنا اور خلیفہ بنانا جو اس کا جواب یہ دے وہ سوال مع جواب آنحضرت ﷺ کو بتا دیا۔ آپ نے صحابہ کرام سے سوال کیا لیکن تین تو جواب نہ دے سکے۔ آخر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جواب میں عرض کی کہ اگر مجھے خرقہ عطا ہو تو میں لوگوں کی عیب پوشی کروں گا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے وہ خرقہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمایا اور آپ سے پھر اس خرقے کا رواج ہوا۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! ایک دفعہ میں بغداد میں بطور مسافر وارد تھا اور شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر تھا۔ اور دوسرے بزرگ مثلاً شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ شیخ بہاؤالدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ اوحد الدین کرمانی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ بہاؤالدین سیوستانی رحمۃ اللہ علیہ حاضر خدمت تھے۔ خرقے پہننے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی اتنے میں شیخ بہاؤالدین کے فرزند نے آ کر خرقہ کے لیے التماس کی۔ شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آج معاف رکھو کل آنا اور خرقہ آپ کو دیا جائے گا۔

مستحقِ خرقہ کون......؟

الغرض! اسی رات شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ دو آدمیوں کو فرشتے گلے میں آگ کی زنجیریں ڈالے اوپر کی طرف لے جا رہے ہیں آپ نے فرشتوں کا دامن پکڑ کر پوچھا کہ یہ کون ہے؟ کہا یہ پیر ہے اور وہ مرید۔ اس پیر نے اس مرید کو خرقہ دیا تھا۔ جس نے خرقے کا حق ادا نہیں کیا بلکہ دنیا کے اندر گلی کوچوں اور بازاروں میں پھرتا تھا اور بادشاہوں اور امراء کی صحبت میں جایا کرتا تھا۔ ہمیں حکم ہوا کہ اس تاریک ضمیر پیر اور اس گمراہ مرید کو آگ کی زنجیروں میں جکڑ لو اور دوزخ میں لے جاؤ جونہی یہ خواب شیخ صاحب کے فرزند نے دیکھا تو فوراً بیدار ہوئے اور شیخ صاحب کے پاس آئے شیخ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ خرقہ پوشوں کا حال دیکھ لیا ہے۔ پس اے فرزند! خرقہ وہ شخص پہنتا ہے جو دونوں جہان سے قطع تعلق کرے اور اپنے پیروں اور مشائخ کے طریقہ پر کار بند ہو۔ تو ابھی ستر پردوں میں ہے۔ خرقہ پہننے کا وقت ابھی تیرے لیے نہیں آیا۔ واپس چلا جا ورنہ تیری بھی وہی حالت ہوگی۔ جو خواب میں اس پیر اور مرید کی دیکھ چکا ہے۔ پھر فرمایا کہ اے درویش! جب تک انسان اپنے تئیں دنیاوی غل اور آلائش سے صاف نہ کرے۔ اسے خرقہ نہیں پہننا چاہیے اور نہ ہی پیر کو چاہیے کہ بغیر صاف کیے اسے خرقہ دے کیونکہ خرقہ انبیاء، اولیاء کا لباس ہے۔ اس واسطے کہ جو شخص دنیاوی آلائشوں سے ملوث ہوگا وہ خرقے کی حق ادائی نہیں کر سکے گا اور جب حق ادائی نہ کر سکے گا تو ضروری ہے کہ گمراہی میں پڑے گا اور پیر مع مرید گمراہ ہوگا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! خرقہ پہن لینا تو آسان اور سہل ہے لیکن اس کی حق ادائی مشکل کام ہے اگر صرف خرقہ پہن لینے ہی سے لوگوں کو نجات حاصل ہوتی۔ تو سارے خرقہ پہن لیتے۔ لیکن اسے پہن کر کام کرنا پڑتا ہے۔ اگر تو خرقہ پہن کر متقدمین کی حق ادائی کرے گا۔ تو فبہا ورنہ گمراہی میں پڑے گا جس سے پھر تو نکل نہیں سکے گا۔

پھر فرمایا کہ اگر دنیا میں خرقہ پہنا اور خرقہ پوشوں کے سے اعمال کیے۔ تو بہتر ورنہ یہی خرقہ قیامت کے دن مدعی بن کر پوچھے گا کہ تو نے مجھے پہنا تو سہی۔ لیکن میری حق ادائی کیوں نہ کی۔ اس وقت فرشتوں کو حکم ہوگا کہ تیرے گلے میں آگ کا خرقہ پہنائیں اور دوزخ میں لے جائیں۔

پھر فرمایا کہ تو اگر خرقہ پہننا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی خاطر پہن نہ کہ خلقت کے دکھانے کے لیے تا کہ وہ تیری عزت کریں اگر تو ایسا کرے گا تو قیامت کے دن بے بس اور مجبور ہو جائے گا اور گرفتار کیا جائے گا۔

پھر فرمایا کہ اس راہ میں پیر میں ذاتی قوت ہونی چاہیے تا کہ اگر کوئی مرید ہونے کی خاطر حاضر خدمت ہو تو نور معرفت سے اس کے قلوب ثلاثہ کو دیکھے اور دنیاوی غل و غش (کدورت، کینہ، کھوٹا پن) سے صاف کر کے کچھ مدت اپنے پاس رکھ کر مجاہدہ کا

حکم کرے بعد ازاں جب اس میں حرص و ہوا کی کوئی کدورت باقی نہ رہ جائے تو پھر اگر خرقہ دے تو جائز ہے لیکن اگر پیر میں اس قسم کی قوت نہ ہو اور کسی کو خرقہ اور کلاہ دے دے تو خود بھی گمراہی میں پڑے گا اور اسے بھی گمراہی میں ڈالے گا۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! خرقہ اور کلاہ اس کو دینا جائز ہے جس نے اپنے تئیں مجاہدے اور محبت اولیاء میں پاک کر لیا ہو۔

پھر فرمایا کہ جب میرے بھائی مولانا بہاؤالدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز نے اپنا کام عشق اور محبت میں تکمیل کو پہنچا لیا تو شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں آئے تین روز رہے۔ چوتھے روز آپ کو خرقہ' عصا' نعلین اور مصلا عنایت کر کے فرمایا کہ جاؤ! ملتان کی ولایت آپ کو دی تمام حاضرین کو غیرت آئی اور کہنے لگے کہ ہندوستانی کو تین دن میں ولایت دے دی اور ہم اتنے سالوں سے بے فائدہ خدمت کرتے رہے ہیں جب یہ بات شیخ شہاب الدین نور اللہ مرقدہ نے سنی تو فرمایا کہ درویش واقعی ایسے ہیں۔ لیکن بہاؤالدین پہلے اپنا کام کر کے آیا تھا اور خشک لکڑی لایا تھا۔ اس لیے جب وہ آیا تو دو تین روز میں ایک ہی پھونک سے ان میں آگ لگ گئی مگر تم تمام گیلی لکڑیاں لائے تھے تمہارے لیے بہت عرصہ درکار ہے کہ پھونک اثر کر سکے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! خرقہ وہ شخص پہنے جو آنکھ کو اندھی بنا لے تا کہ کسی مخلوق کا کوئی عیب نہ دیکھے بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ نے حوض شمسی پر مجمع میں شیخ شاہی موئی تاب کو خرقہ دیا اور فوراً شیخ محمود موزہ دوز کی طرف دیکھا کہ آج میں نے شاہی موئی تاب کو خرقہ دیا ہے آپ اس بات کو پسند کرتے ہیں یا نہیں۔ شیخ محمود موزہ دوز نے کہلا بھیجا کہ جس کو آپ پسند کرتے ہیں اسے ہم بھی پسند کرتے ہیں۔ اس واسطے کہ جس کو آپ خرقہ دیتے ہیں وہ ضرور خرقہ کے لائق ہو گا۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں شام کے علاقے میں بطور مسافر وارد تھا جب شہر شام میں پہنچا تو وہاں ایک بزرگ کی کٹیا میں آ کر اسے سلام کیا جو بہت بزرگ اور از حد یادِ الٰہی میں مشغول تھا۔ اس نے سلام کا جواب دیا اور کہا بیٹھ جا۔ اتنے میں اس کے چند مرید خرقہ پوش آ گئے اور آداب بجا لائے۔ پھر ایک اور درویش آ کر بیٹھ گیا۔ پھر اس بزرگ نے فرمایا کہ میں اس بزرگ کو خرقہ دینا چاہتا ہوں۔ کیا تم راضی ہو؟ سب نے آداب بجا لا کر عرض کی۔ کہ جو آپ کے پسند ہے وہ ہمارے بھی پسند ہے۔ پھر وہ درویش اپنے اپنے احوال کی نسبت گفتگو کرنے لگے۔ اتنے میں اس درویش نے (جسے خرقہ عطا ہونے والا تھا) بن پوچھے یاروں کے مخالفت کی کچھ بات کی۔ آپ اٹھ کر نماز میں مشغول ہوئے۔ نماز سے فارغ ہو کر فرمایا کہ اس درویش کو واپس بھیج دو کیونکہ یہ خرقے کے لائق نہیں بلکہ یہ مخالف اور جھوٹا ہے۔ ایسے شخص کو خرقہ نہیں دینا چاہیے۔

شرف خرقہ صاحبِ خرقہ سے ہے

پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صرف خرقہ قابل اعتبار نہیں۔ اگر محض خرقہ ہی قابل اعتبار ہوتا تو تمام جہان خرقہ پوش ہوتا۔ بلکہ خرقہ پوش ہونے کی وجہ سے قابل اعتبار ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ جب معراج کی رات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خرقہ پہنا تو فرمان الٰہی ہوا۔ کہ اے محمد صلی اللہ علیک وسلم! یہ نہ سمجھنا کہ تجھے اس خرقہ کے سبب شرف حاصل ہے۔ اور یہ کہ تیری عظمت و شرف کے لیے یہ خرقہ تجھے عطا ہوا ہے۔ بلکہ اس لیے دیا گیا

ہے کہ خرقہ تیری وجہ سے معتبر ہو جائے۔ پس اے درویش! جو شخص خرقہ پہن کر خرقے کا حق ادا نہ کرے نہ وہ شخص قابل اعتبار ہے اور نہ وہ خرقہ۔

پھر فرمایا کہ خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر خرقے کا اعتبار ہوتا تو آگ اور لوہے کا بنایا جاتا لیکن ہر روز ہمارے سر میں یہی ندا آتی ہے کہ خرقے کا کوئی اعتبار نہیں۔ قیامت کے دن کئی ایسے خرقہ پوش بھی ہوں گے جن کے گلے میں آگ کے خرقے پڑے ہوں گے اور جو شخص خرقے کا کام کریں گے۔ (حق ادا کریں گے) انہیں بہشت میں بھیجا جائے گا۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک روز خواجہ داؤد طائی بیٹھے تھے کہ ایک قبا پوش آپ کی زیارت کو آیا اور آداب بجالا کر آپ کی زیارت کو بیٹھ گیا۔ آپ بار بار دیکھتے اور مسکراتے۔ آخر حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ جو بات خرقہ پوشوں میں ہونی چاہیے وہ اس خرقہ پوش میں پاتا ہوں۔

بعد ازاں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ جس وقت خرقہ پوشوں کا گروہ عالم سماع میں خرقہ پھاڑتا ہے اور آشنائی کے سمندر میں شناوری کرتا ہے تو دوست کے اشتیاق میں ایسا مستغرق ہوتا ہے کہ عالم حیات کا ذرہ بھر اس میں نہیں رہتا اور محبت کی کٹھالی میں اس طرح گلتا ہے کہ اس کا نام ونشان تک باقی نہیں رہتا پس اس وقت رشک اور غیرت کے سبب خرقہ پوش یکتائی کے سبب اپنی دوتائی کو پھاڑتا ہے خرقہ پوشوں کا یہ اثر ایک ایسی حالت ہے جو دوست کے عشق میں مستغرق ہوتے ہیں ان میں اثر کرتی ہے اور ہوش سے بے ہوش نہیں ہوجاتے۔ پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؂

خرقہ پوشان محبت را دو تائی چاک زد   تا من اندر کوئے وصلت لاف یکتائی زدم

مذہبِ سلوک میں درویش کون......؟

بعد ازاں فرمایا کہ ایک درویش زمین پر پڑا کہہ رہا تھا کہ درویشی اس بات کا نام ہے کہ جو کچھ اسے دن کو ملے رات کو ایک پیسہ بھی نہ بچائے۔ اگر رات کو ملے تو دن کے لیے کچھ نہ رکھے سب کا سب راہ خدا میں صرف کردے۔ درویشی اس بات کا نام نہیں کہ لنگوٹا باندھے یا چمڑا پہنے اور ایک لقمہ کی خاطر دربدر مارا مارا پھرے اور اپنے جیسوں کے آگے ہاتھ پھیلاتا پھرے۔ بلکہ درویشی اس بات کا نام ہے کہ سر سجدے سے نہ اٹھایا جائے اور کپڑے نہایت عمدہ (پاکیزہ) پہنے جائیں اور جو کچھ ملے اس کا نہایت لذیذ کھانا پکا کر درویشوں کو کھلایا جائے اور بچا کر کچھ نہ رکھے بلکہ جو کچھ ملے سب راہ خدا میں صرف کردے ایک مرتبہ خواجہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ درویشی کیا ہے؟ فرمایا کہ اٹھارہ ہزار عالم میں جو سونا چاندی ہے اگر اسے ملے تو سب راہ دوست میں صرف کردے۔

پھر فرمایا کہ درویشی کے ستر ہزار مقام ہیں جب تک درویش ان مقامات کو طے نہیں کرلیتا۔ اسے درویش نہیں کہا جاسکتا۔ اس واسطے کہ ان مقامات میں ستر ہزار عالم ہیں جب تک درویش ان تمام عوالم سے واقف نہیں ہوتا۔ ان مقامات کو طے نہیں کرلیتا اسے درویش نہیں کہہ سکتے۔ بعض صرف شکم پرستی کے لیے درویشی کرتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ درویشی کا ہر ایک مقام خوف اور امید سے خالی نہیں ہوتا۔ ہر ایک مقام پر جو مصیبت نازل ہوتی ہے وہ اس کی

آزمائش کے واسطے ہوتی ہے۔ اگر وہاں سے ذرّہ بھر تجاوز کر جائے تو پھر اسے مرتبہ حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن جو شخص مصیبتوں میں صابر اور خوش اٹھارہ ہزار عالم سے گزر جائے تو اس کا کام دوبالا ہو جاتا ہے۔ ایسے شخص کو سلوک کے مذہب میں درویش کہتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ ستر ہزار مقامات جو درویش کو طے کرنے پڑتے ہیں ان میں سے پہلے ہی مقام پر یہ کیفیت طاری ہوتی ہے تو ہر روز پانچوں وقت کی نماز عرش کے گرد کھڑا ہو کر ساکنان عرش کے ہمراہ ادا کرتا ہے۔ جب وہاں سے آتا ہے تو ہر وقت اپنے آپ کو خانہ کعبہ میں دیکھتا ہے اور جب وہاں سے آتا ہے تو تمام جہان کو اپنی دو انگلیوں کے مابین دیکھتا ہے۔ پس اے درویش! یہ درویش کی ابتدائی حالت ہے جب وہ ستر ہزار مقام طے کر لیتا ہے تو پھر اس کی کیفیت عقل وفہم میں نہیں آسکتی اس میں غیر کی گنجائش نہیں اور یہ ایک بھید مولیٰ اور بندے کے درمیان ہے جس کو کھول کر کوئی نہیں بیان کر سکتا۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے نعرہ مار کر یہ مثنوی زبان مبارک سے فرمائی۔

مثنوی

چوں درویش را کار بالا کشید — بہ یک لحظہ سر در ثریا کشید
چناں غرق گردد بدریائے عشق — کہ یک دم سراز عشق بالا کشید

درویشی کا مرتبہ

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں سے عالم شوق واشتیاق میں خون جاری ہوا، جب اس حالت سے افاقہ ہوا، تو فرمایا کہ دوست تجھ پر رہتا ہے عرش کو للکارا کہ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ۔یعنی اے عرش! کہتے ہیں کہ دوست تجھ پر رہتا ہے عرش نے کہا اے بایزید (رحمۃ اللہ علیہ) اس بات کا کونسا موقعہ ہے؟ مجھے بھی کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ تیرے دل میں رہتا ہے۔ اے بایزید (رحمۃ اللہ علیہ) بہتیرے آسمان کے رہنے والے ایسے ہیں جو اہل زمین سے حق تعالیٰ کا پتہ پوچھتے ہیں اور بہت سے اہل زمین ایسے ہیں جو اہل آسمان سے حق تعالیٰ کا پتہ پوچھتے ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ اس بات سے اصلی مقصود یہ ہے کہ تجھے درویشی کا مرتبہ معلوم ہو جائے۔ یعنی درویش ایسے مرتبے پر پہنچ جاتا ہے کہ ایک ہی قدم میں عرش کے تلے اور اوپر پہنچ جاتا ہے۔

علماء اور فقراء کی نماز کا فرق

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میرے بھائی جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ' نجم الدین سنامی' قاضی بداؤں کے گھر کے پاس سے گزرے اور پوچھا کہ قاضی صاحب کیا کر رہے ہیں؟ نوکروں نے کہا کہ اس وقت نماز ادا کر رہے ہیں۔ فرمایا کیا قاضی صاحب کو نماز ادا کرنی آتی ہے؟ جب یہ بات قاضی صاحب نے سنی تو فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یہ کیا بات آپ نے فرمائی۔ فرمایا بے شک ٹھیک کہا اس واسطے کہ علماء کی نماز اور فقراء کی اور۔ قاضی صاحب نے پوچھا وہ کس طرح؟ فرمایا علماء قبلہ کو دیکھتے ہیں یا اگر نہیں دیکھتے تو دلی اطمینان کر کے قبلہ کے رخ نماز ادا کرتے ہیں' لیکن فقراء جب تک عرش کو نہیں دیکھتے اور وہاں نہیں پہنچ لیتے نماز ادا نہیں کرتے۔

الغرض! قاضی گھر آیا خواب میں دیکھا کہ واقعی شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ عرش کے اوپر مصلیٰ بچھائے نماز میں مشغول ہیں۔ یہ دیکھ کر بیدار ہوا اور شیخ صاحب کی خدمت میں آکر معافی مانگی۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ اے نجم الدین! یہ جو عرش پر نماز ادا کرتے دیکھا ہے یہ درویشی کا ادنیٰ درجہ ہے اس سے بڑھ کر اور بھی مدارج ہیں جو اگر تو دیکھ لے تو زندہ نہ رہے۔ اور نور کی زیادتی کے سبب ہلاک ہو جائے۔

حضرت خضر علیہ السلام کا گناہ......؟

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ میں بغداد کی طرف بطور مسافر وارد ہوا۔ دریائے دجلہ کے کنارے پہنچ کر ایک بزرگ کو دیکھا کہ پانی پر مصلیٰ بچھائے نماز ادا کر رہا ہے۔ جب نماز سے فارغ ہوا تو سر سجدے میں رکھ کر جناب الٰہی میں عرض کی کہ پروردگار! خضر علیہ السلام نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ اسے توبہ عنایت کر۔ اتنے میں خضر علیہ السلام بھی تشریف آور ہوئے۔ اور پوچھا کہ میں کون سے گناہ کا ارتکاب کرتا ہوں۔ تاکہ میں اس سے توبہ کروں۔ اس بزرگ نے کہا کہ آپ نے جنگل میں ایک درخت لگایا ہے۔ جس کے سائے تلے آپ آرام کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کے لیے یہ کام کیا ہے۔ خضر علیہ السلام نے توبہ کی۔ پھر اس بزرگ نے کہا کہ ترک دنیا کے بارے میں اس طرح ہو جس طرح میں ہوں۔ پوچھا کس طرح؟ کہا اگر مجھے ساری دنیا بھی دیں اور کہیں کہ اس کا حساب تجھ سے نہیں لیا جائے گا اور نیز یہ کہ اگر تو نہ لے گا تو تجھے دوزخ میں بھیجا جائے گا تو میں ہرگز قبول نہ کروں۔ بجائے دنیا کے دوزخ میں جانا قبول کروں۔ پوچھا کیوں؟ کہا اس واسطے کہ دنیا پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ دشمن جانتا ہے۔ میں اس کی بجائے دوزخ قبول کرنے کو بہتر جانتا ہوں۔ پھر شیخ الاسلام نے فرمایا کہ میں نے نزدیک ہو کر سلام کیا سلام کا جواب دے کر فرمایا کہ آجاؤ! میرے دل میں خیال آیا کہ پانی سے کس طرح گزروں؟ یہ خیال آتے ہی رستہ ہو گیا اور میں اس بزرگوار کے پاس جا پہنچا۔ تھوڑی دیر بعد میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے فرید! آج چالیس سال سے میں زمین پر پہلو کے بل نہیں لیٹا اور جب تک کوئی مسافر نہیں آتا میں اپنا کھانا نہیں کھاتا۔ اور جب تک اس میں سے کسی کو حصہ نہ دے لوں مجھے چین نہیں پڑتا۔ اس واسطے کہ درویشی اس کا نام ہے کہ اپنے حصے میں سے دوسروں کو بھی دے۔ اتنے میں دو پیالے آش (شوربا) اور چار چپاتیاں عالم غیب سے نمودار ہوئیں۔ ایک پیالہ میرے سامنے رکھا اور ایک اپنے۔ ہم دونوں نے کھانا کھایا جب رات ہوئی تو عشاء کی نماز ادا کر کے نفلی نماز شروع کی میں بھی ہمراہ کھڑا ہوا۔ دو رکعت میں چار مرتبہ قرآن شریف ختم کیا۔ سلام کے بعد سر سجدے میں رکھ کر زار زار رو کر جناب الٰہی میں عرض کی کہ اے پروردگار میں نے ایسی عبادت نہیں کی۔ جو تیری درگاہ کے لائق ہو۔ تاکہ میں بھی جانوں کے میں نے کچھ کام کیا ہے۔ بعد ازاں جب صبح کی نماز ادا کی تو مجھے رخصت کیا میں نے اپنے تئیں دریا کے کنارے پر کھڑا پایا۔ اور وہ بزرگ نظر سے اوجھل ہو گیا۔ مجھے معلوم نہ ہوا کہ کہاں گیا۔

پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے درویش! درویشی وہی تھی جو انہیں حاصل تھی کہ دنیا سے سوائے ٹوٹے گھڑے کے اور کچھ ان کے پاس نہ تھا جب رات ہوتی تو وہ پانی بھی گرا دیتے اور دن رات محاسبے اور تجرید (تنہائی۔خلوت) میں رہتے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک درویش نہایت بزرگ اور ملک و مال والا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ اگر قیامت کے دن مجھ سے پوچھا جائے گا کہ دنیا میں کیسے بسر کی؟ تو کہوں گا کہ تجرید سے۔

پھر فرمایا کہ پچھلے زمانے میں ایک بزرگ بیس سال عالم تحیر میں مشغول رہا۔ سال بھر کچھ نہ کھاتا پیتا۔ جب سال کے بعد ہوش میں آتا تو جماعت خانے میں طاق کے اندر ایک کھجور پڑی ہوتی تھی اسے اٹھا کر چوس لیتا اور پھر اسے وہیں رکھ دیتا۔ اسی طرح پچاس سال اسی ایک کھجور پر گزارہ کیا۔ جو پوری ختم نہ ہوئی تھی کہ اتنے میں اس بزرگ کا خاتمہ بالخیر ہوگیا۔

ظاہر و باطن کی پلیدی

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرالعزیز کا دامن محلے سے گزرتے وقت ایک کتے سے چھو گیا۔ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے دامن لپیٹا تو کتے نے زبان حال سے کہا۔ اے خواجہ (رحمۃ اللہ علیہ)! مجھ سے دامن کیوں سمیٹ لیا؟ میرے اور تیرے درمیان تین پانی سے صلح ہوسکتی ہے اور مجھ میں ظاہر پلیدی ہے۔ اگر تیرا دامن مجھ سے چھو جائے تو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہوسکتا ہے۔ لیکن تیری پلیدی مجھ سے بدتر ہے۔ کیونکہ وہ باطن میں ہے۔ لازم ہے کہ تو اس بد باطنی کو چھوڑ دے۔ اگر تو سات دریاؤں میں بھی اپنے تئیں دھووے تو پاک نہیں ہوسکتا۔ اے خواجہ (رحمۃ اللہ علیہ)! دیکھو! آپ اپنے تئیں سلطان العارفین کہلواتے ہیں اور درویشی کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس پر گیہوں کا مٹکا بطور ذخیرہ رکھا ہے۔ درویشی اس بات کا نام ہے جو مجھے حاصل ہے کہ اگر مجھے ایک ہڈی مل جائے تو اس پر گزارہ کر لیتا ہوں اور دوسرے دن کے لیے جمع نہیں کرتا آپ اس قدر دعویٰ درویشی کا کرتے ہیں اور پھر کل کے واسطے گیہوں کا مٹکا رکھتے ہیں۔ جب کتے نے یہ کہا تو خواجہ صاحب نے نعرہ مار کر کہا کہ دنیا میں میں کتے کی ہمراہی اور صحبت کے لائق بھی نہیں۔ تو قیامت میں اہل سلوک کی ہمراہی اور بارگاہ الٰہی کے قابل کیسے ہوں گا۔ جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر پہنچے تو ظہر کی اذان ہوئی۔ آپ اٹھ کر نماز میں مشغول ہوئے۔ اور میں اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

فصل نہم

گلیم (کمبل) وصوف کی حقیقت

جب قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا تو اس وقت شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا یحییٰ حاضر خدمت تھے۔ صوف اور گودڑی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ گودڑی اور صوف انبیاء اور اولیاء کا لباس ہے۔ پس یہ لباس اس شخص کے لیے جائز ہے جس کا ظاہر و باطن دنیاوی آلائشوں سے بالکل صاف ہو کیونکہ صوفی وہ شخص ہے جس میں دنیا وغیرہ کی کوئی آلودگی باقی نہ ہو۔

کمبل و صوف پہننا سنتِ انبیاء ہے

پھر فرمایا کہ رسول کریم ﷺ سے مروی ہے کہ گودڑی اور صوف پہننا انبیاء کا طریقہ ہے۔
جب کبھی انبیاء یا اولیاء کو کوئی ضرورت پیش آتی۔ اسی وقت گودڑی اور صوف کو سامنے رکھ کر بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے اور اس گودڑی اور صوف کو شفیع بناتے اور اللہ تعالیٰ اس مہم کو سرانجام کر دیتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے وصال کا وقت قریب آ پہنچا تو امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جو حاضر خدمت تھے۔ فرمایا کہ میرے پاس حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار گودڑی ہے اور مجھے حکم ہوا ہے کہ یہ علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب کو دینا۔ تاکہ وہ میرے امتیوں کو پہنچا دے۔

بعد ازاں فرمایا کہ گودڑی پہننے کی ابتدا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے ہوئی۔ جس طرح خرقہ کی بنیاد آپ سے ہوئی۔ اسی طرح گودڑی بھی آپ ہی سے شروع ہوئی، کہ ایک روز حضرت ابراہیم صلوٰۃ اللہ علیہ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ اہل صفہ کا سارا راستہ مجھ پر واضح ہو گیا۔ اب گودڑی کی کسر ہے تو اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سیاہ گودڑی لا دی۔ اور کہا اے ابراہیم (علیہ السلام)! فرمان الٰہی یوں ہے کہ یہ گودڑی ہم نے خاص تیرے لیے بہشت میں بنائی ہے۔ اسے پہن لو اور اپنے فرزندوں میں اس کا رواج کرنا اور آخری پیغمبر محمد مصطفیٰ ﷺ تک پہنچانا۔

بعد ازاں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس بات سے ہمیں معلوم ہوا کہ اس گودڑی کی اصل بہشت سے ہے۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملی۔ اور آپ سے ہم تک پہنچی۔ پس اہل صفہ درویش وہ ہے کہ جب انبیاء اور اولیاء کا لباس پہنچے تو اس کا حق بھی ادا کرے۔ تاکہ قیامت کے دن اسے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

پھر فرمایا کہ جب خواجہ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے توبہ کی اور اپنے پیر سے گودڑی اور صوف حاصل کر کے بعد ازاں چالیس سال تک بالکل نہیں مسکرائے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی۔ تو فرمایا کہ جس روز سے پیر نے مجھے گودڑی اور صوف عنایت فرمائی ہے میں حیرت میں ہوں اور مجھے اپنے آپ کی بھی خبر نہیں۔ اس واسطے کہ پیر نے اپنا نام کام کیا۔ اب مجھے چاہیے کہ میں اس گودڑی اور صوف کا حق ادا کروں۔ بزرگوں نے گودڑی اور صوف پہن کر جو کچھ کیا ہے۔ اگر میں نہ کروں گا تو قیامت کے دن بھی گودڑی اور صوف سیاہ سانپ بن کر میرے گلے سے لپٹیں گے۔ پس جو صوف اور گودڑی پہنے۔ اسے ہنسی کیونکر سوجھے۔

بعد ازاں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ جب درویش صوف پہن لے تو اس پر واجب ہے کہ گوشہ نشینی اور تنہائی اختیار کرے اور دولت مندوں سے ملنا جلنا چھوڑ دے تب وہ درحقیقت درویش ہوتا ہے۔ اور گودڑی اور صوف پہننا اس کا حق ہے۔ لیکن اگر صوف پہن کر امراء بادشاہوں اور دولت مندوں کی صحبت میں آمد و رفت رکھے اور انبیا اور اولیاء کے لباس کو کوچوں اور بازاروں میں پھرائے تو اس سے جامہ واپس لیا جاتا ہے اور اسے اجازت نہیں دی جاتی۔ کیونکہ وہ یہ لباس پہننے کے قابل ہی نہیں۔

گودڑی اور صوف کا وسیلہ

پھر فرمایا کہ گروہ مشائخ کے بعض مشائخ مثلاً جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بے بسی کے وقت یا کسی ضرورت کے وقت گودڑی اور صوف کو بارگاہ الٰہی میں شفیع بنا کر دعا کرتے تو گودڑی اور صوف کی برکت سے وہ مشکل کام سرانجام ہو جاتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گودڑی پہننے کا شوق ہوا تو بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔ حکم ہوا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام)! ہمارے عاشقوں کا لباس بغیر شکرانہ ادا کیے نہیں پہن سکے گا۔ پہلے شکرانہ لاؤ۔ بعد میں پہنو! یہ فرمان سن کر گھر آئے اور سارا مال و اسباب جو موجود تھا۔ راہ خدا میں صرف کر دیا۔ یہاں تک کہ بدن کے کپڑے بھی فقیروں کو دیدیئے جب آپ کے پاس کچھ بھی باقی نہ رہ گیا تو خالی ہاتھ دوست کی بارگاہ میں آ کھڑے ہوئے۔ تب حکم ہوا کہ اے موسیٰ! چونکہ اب تجھ میں کوئی دنیاوی آلائش باقی نہیں رہی۔ اس لیے اب گودڑی پہن لے۔ اب گودڑی پہننا تیرا حق ہے۔

الغرض! جب آپ نے گودڑی پہنی تو دس سال تک گوشہ گیری اختیار کی اور باہر نہ نکلے صرف یادِ الٰہی میں مشغول رہے جب فرعون سرکش ہو گیا۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر یہ شعر زبان مبارک سے پڑھا

شکرانہ دہند عاشقاں جان جہاں یا صوف و گلیم عشق راخویش کنند

تو جب کبھی آپ اس کے ہاتھ سے تنگ آتے تو صوف کو بارگاہ الٰہی میں شفیع بناتے۔ اسی وقت فرعون پر مصیبت نازل ہوتی۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سنا ہے کہ قیامت کے دن جب گودڑی پوشوں کو میدان قیامت میں بلایا جائیگا تو ہر ایک مستوں کی طرح کندھے پر گودڑی ڈالے آئے گا اور ہر گودڑی میں لاکھ دھاگے ہوں گے۔ مرید اور مرشد آن کر دھاگوں میں لپٹ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس وقت ان میں ایسی طاقت پیدا کرے گا کہ وہ سب کا بوجھ اٹھائیں گے۔ اور پل صراط سے صحیح سلامت پار کر دیں گے۔ پھر آ کر اپنے مقام میں کھڑے ہو جائیں گے اور کہیں گے کہ وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے ہم سے روگردانی نہیں کی۔ بلکہ بڑی تعظیم و تکریم سے ہماری خدمت کی ہے۔ تو دوست آ کر ان دھاگوں سے لپٹ جائیں گے۔ انہیں بھی پل صراط سے پار کریں گے اور پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بہشت میں جائیں گے۔

پھر فرمایا کہ کام انہی لوگوں کو معلوم ہے جو گودڑی اور صوف پہن کر اس کا حق ادا کرتے ہیں۔

مستحق گلیم و صوف کون......؟

بعد ازاں فرمایا کہ صاحب تصوّف کو دلی اصلاح اس وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ وہ اپنے باطن کو دنیاوی آلائشات سے بالکل صاف کر لیتا ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام شہاب الدین قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ غِل و غِش، حسد و کینہ، حرص و ہوا، تکبر اور ریا کو چھوڑ دے۔ یعنی جب تک صوفی کا دل ان سب سے پاک نہ ہو جائے، اسے صوف اور گودڑی پہننا جائز نہیں۔ کیونکہ اہل تصوّف کا مذہب بھی یہی ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ کتبِ سلوک میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ سلطان ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ مذہب تصوّف کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جس نے فقراء اور اہل تصوّف کے بارے میں حسد و کینے سے اس واسطے کام لیا کہ وہ متقدمین کی باتوں کی تحقیق کرے تو سمجھ لو کہ اس نے رخت کا طواف کیا جس کا نہ کچھ اثر ہے اور نہ وہ اثر ڈال سکتا ہے اور اس پر فقر کا ذرّہ بھر بھی اثر نہ ہوگا کیونکہ دراصل فقیر وہی ہوتا ہے جس میں ان باتوں کا نام ونشان نہ پایا جائے۔ اے درویش! فقر اور تصوّف میں تو بے شمار مقامات ہیں لیکن ان مقامات کو غلّ و غشّ باطل کر دیتے ہیں۔ اور غلّ و غشّ اسی وقت پیدا ہوتے ہیں جبکہ صاحب تصوّف کے دل میں دنیاوی مرتبے اور مال و دولت کا خیال آئے۔

پھر فرمایا کہ جب صاحب تصوّف گودڑی کو مہربانی اور اپنے اقتدار کا وسیلہ بنائے تو وہ مذہب تصوّف میں جھوٹا اور کاذب مدعی ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے عمدہ میں لکھا دیکھا ہے کہ تمام مذاہبِ (تصوّف) میں صاحب تصوّف کے لیے اہل دنیا سے ملنا اور بادشاہوں سے آمدورفت رکھنا قطعی حرام ہے۔

پھر زبان مبارک سے فرمایا کہ خبر میں آیا ہے کہ اہل تصوّف کے مذہب کے بموجب ضروری ہے کہ جب صبح ہو یا شام ہو تو صوفی کے دل میں غلّ و غشّ اور حسد و کینہ وغیرہ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِھِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا یعنی اہل تصوّف و گلیم کو چاہیے کہ تمام اہل دنیا اور گناہوں سے کنارہ کشی کرے اور یہ بات اہل دنیا کی صحبت چھوڑے بغیر اور اہل تصوّف کی صحبت اختیار کیے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔

بعدازاں فرمایا کہ اہل کرامت کو اپنی قدر معلوم ہونی چاہیے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کی صفت قرآن مجید میں یوں فرماتا ہے کہ وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت اہل تصوّف کے بارے میں ہے کیونکہ انہیں اور انسانوں پر شرف ہے اور اہل تصوّف کو تمام مخلوقات پر شرف حاصل ہے۔

پھر فرمایا کہ آدم علیہ السلام کو جو (صفی) کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے علم علوی میں مذہب تصوّف قبول کیا۔

پھر فرمایا کہ جو شخص حرام اور مشتبہ لقمے سے پرہیز نہیں کرتا اور بادشاہوں اور امراء کی صحبت کو نہیں چھوڑتا اسے گودڑی اور صوف پہننے کی اجازت نہیں۔

گودڑی اور صوف کی قدر سوائے موسیٰ کلیم اللہ اور ابراہیم خلیل اللہ اور آدم صفی اللہ اور مشائخ طبقات اور اہل علم کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔

بعدازاں فرمایا کہ جو شخص گودڑی اور صوف پہنے۔ اسے اہل تصوّف کے مذہب کے بموجب چرب اور شیریں لقمہ کھانے کی اجازت نہیں اور نہ ہی اسے بادشاہوں اور اہل دنیا سے میل جول رکھنا چاہیے۔ اگر ایسا کرے گا تو وہ لباس انبیاء میں اہل ملوک کے اندر خائن ہے اور اس کا حق ادا نہیں کرتا۔

پھر فرمایا کہ گودڑی اور صوف کے رنگ میں بھی اختلاف ہے۔ بعض مشائخ کی رائے ہے کہ سرخ سبز نہ پہنے۔ کیونکہ یہ

شیطانی لباس ہے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ جنید کا طبقہ اور بعض مشائخ پاجامہ گودڑی کا پیراہن اور پگڑی عام کپڑے پہنتے ہیں۔ لیکن پاجامے میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے بھی زیب تن فرمایا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص اس لباس کی بے عزتی نہیں کرتا اور یہ لباس پہنتا ہے اور دنیا میں مشروعہ آمدنی سے زیادہ اور حریصوں کی طرح لالچ نہیں کرتا تو وہ صابر اور متوکل ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ میں دمشق کی طرف بطور مسافر وارد تھا۔ ایک بزرگ کو دیکھا جسے شیخ شہاب الدین زندوبس (رحمۃ اللہ علیہ) کہتے تھے اور جو خواجہ حکیم ترمذی کے رشتہ داروں میں سے تھا۔ جب میں نے اس کی خانقاہ میں جا کر سلام کیا تو سلام کے جواب کے بعد فرمایا کہ بیٹھ جا میں بیٹھ گیا۔ اتنے میں چند صوفی آئے اور انہوں نے عرض کی کہ جناب کا فلاں مرید اہل دنیا سے زیادہ میل جول رکھتا ہے اس بزرگ نے جب یہ سنا تو اس مرید کو بلوایا اور اس کی گودڑی اور صوف اتروا کر آگ میں پھنکوا دی۔ اور نہایت غصے سے فرمایا کہ اسے نکلوا دو۔ کیونکہ یہ ابھی صوف کے لائق نہیں ہوا۔

بعد ازاں فرمایا کہ یہ لباس انبیاء کا ہے جو اس لباس میں خیانت کرے گا قیامت کے دن یہی لباس اس کی گردن میں ڈلوا کر میدان قیامت میں پھرائیں گے اور کہیں گے کہ یہ شخص صوف اور گودڑی پوشوں کے گروہ سے ہے جس نے اس کا حق ادا نہیں کیا۔

مذہب تصوّف کا اصول

بعد ازاں فرمایا کہ راہ طریقت اور مذہب تصوّف کا اصول یہی ہے کہ انسان ہر وقت خاموش اور عالم تحیّر میں مستغرق رہے۔ پھر فرمایا کہ نہ رسوم کسی کام کی ہیں، نہ علوم۔ بلکہ جو کچھ ہے اخلاق ہے۔ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ ۔ یعنی رسوم وعلوم سے نجات نہیں بلکہ اخلاق سے ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اہل تصوّف دنیا اور مافیہا کے دشمن اور مولا کے دوست ہیں، بعد ازاں فرمایا کہ اہلِ تصوّف ایسے قوی ہوتے ہیں کہ حق تعالیٰ میں جب مستغرق ہوتے ہیں تو انہیں کسی مخلوق کی خبر تک نہیں ہوتی۔ گفتگو کو درمیان سے نکال دیتے ہیں اور حضور حق میں ایسے مستغرق ہوتے ہیں کہ جب تک زندہ ہیں، حق تعالیٰ کی دوستی ان کے دل میں رہتی ہے۔ پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ تصوّف اس بات کا نام ہے کہ صوفی کے ملک میں کچھ نہ ہو اور نہ ہی وہ کسی کا مِلک ہو جب ایسی حالت ہو تو پھر گودڑی اور صوف کے پہننے کی اجازت ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ محبت اور تصوّف میں کمالیت کس بات کا نام ہے فرمایا! یہ کہ پانچوں وقت کی نماز عرش پر ادا کرے۔

بعد ازاں فرمایا کہ تصوّف مولیٰ کی صفا دوستی کا نام ہے۔ اصل تصوّف کو دنیا اور آخرت میں محبت مولیٰ کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ صوفی وہ شخص ہے کہ جب صفائی حاصل کرے تو کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہ رہے۔ پھر فرمایا کہ اہل تصوّف کے ستر مراتب ہیں۔ ان میں سے ایک مقام اس جہان کی تمام مرادوں سے نامراد ہونا ہے۔

پھر عشق حقیقی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ لوگوں میں جو عشق کا سلسلہ جنبانی ہوتا ہے تو معشوق کے مشاہدے کے سبب ہوتا ہے۔ جب لوگ مجاہدہ میں مبالغہ کرتے ہیں تو مکاشفہ حاصل ہوتا ہے اور جب مکاشفہ مشاہدہ ہو جاتا ہے تو عاشق معشوق کے حضور سے مشرف ہوتا ہے اور عشق بڑھ جاتا ہے اور مرتبہ زیادہ ہو جاتا ہے اور حجاب درمیان سے اٹھ جاتا ہے اور کسی خاص مقام پر پہنچ کر عاشق کو قرار حاصل ہوتا ہے۔ پھر عالم تحیر میں پڑ جاتا ہے۔

جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فوائد ختم کیے تو آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ یہ رباعی شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی انار اللہ برہانہ' کی زبان مبارک سے سنی تھی۔ جو آپ نے ایک مرتبہ ہزار دفعہ سے زیادہ زبان مبارک سے فرمائی تھی۔ جوں جوں فرماتے تھے حیرت زیادہ ہوتی جاتی تھی۔

اصل ہمہ عاشقی ز دیدار آید   چوں دیدہ باید آنکہ درکار آید
در دام بلانہ مرغ بسیار آید   پروانہ بطمع نور در نار آید

پھر فرمایا کہ اگر ہر روز ہر گھڑی عاشق پر انوار و اسرار تجلی ہزار مرتبہ بھی ہو تو بھی وہ سیر نہیں ہوتا۔ بلکہ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ہی پکارتا ہے۔ یہ فریاد اس وقت تک رہتی ہے جب تک کہ مشاہدہ کی تمام مرادیں اسے نہیں ملتیں۔ پس اے درویش! کام وہی لوگ کرتے ہیں جو ہر وقت مشاہدہ دوست میں ہیں اور ان کا کوئی وقت مشاہدے سے خالی نہیں۔

اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ میں نے قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مثنوی سنی۔ جس میں دن رات مستغرق رہتا تھا۔ جس کا ایک شعر یہ ہے۔

از آنجا کہ جمالِ دوست از دلبر ماست   مادر خود ادیم نہ او درخور ماست

تابِ دیدارِ لیلیٰ

پھر فرمایا کہ جو معشوق کا عاشق ہے جو اس کی نظر میں ہے وہ سب منظور ہے۔ عاشق اور معشوق کی گلی۔ یہ بات عشق کی زیادتی کے سبب ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک روز مجنوں نے کھانا نہیں کھایا تھا۔ جب ایک ہرن اس کے جال میں پھنسا تو اس کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور چھوڑ دیا اور کہا کہ اس کی آنکھ لیلیٰ کی آنکھوں کی سی ہے۔ میں اسے کس طرح تکلیف دے سکتا ہوں جو میرے یار کے مشابہ ہے۔ پھر فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا کامل عاشق ہے۔ مشاہدہ کے شروع میں بے خودی اس میں اثر کر جاتی ہے۔ اس واسطے کہ چونکہ وہ مستغرق ہے۔ اس لیے (بے خودی) ضروری ہے۔ مشاہدہ کے وقت بے خود ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ غلبات عشق کے بارے میں قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ مجنوں کے قبیلہ والوں نے لیلیٰ والوں سے کہا کہ مجنوں عشق سے ہلاک ہوا جاتا ہے۔ اس میں کونسی ہرج کی بات ہے کہ اگر اسے ایک مرتبہ لیلیٰ کے دیدار کی اجازت دی جائے۔ کہا ہمارا تو اس میں ہرج نہیں لیکن مجنوں اس کے دیدار کی تاب نہیں لا سکے گا۔ جب مجبور کیا تو مجنوں کو حرم گاہ لیلیٰ میں لے گئے اور پردہ کر دیا ابھی لیلیٰ کا سایہ بھی آنے نہ پایا تھا کہ مجنوں بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا اور تڑپنے لگا انہوں نے کہا کہ کیا ہم نہیں کہتے تھے کہ وہ دیدار کی تاب نہ لا سکے گا۔ پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نعرہ مار کر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو یہ شعر زبان

مبارک سے فرمایا۔

گرمے نہ بد ہجر تو وصلت یارم | با خاک سر کوئے تو کارے دارم

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ میرے بھائی مولانا بہاؤالدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز عالم عشق وشوق میں مستغرق تھے۔ بار بار آپ کو عشق کے بارے میں حیرت اور حالت ہوتی۔ تو ہر بار آپ رو کر یہ دو شعر زبان مبارک سے فرماتے اور بے ہوش ہو جاتے چنانچہ سات رات دن انہی ہر دو شعروں میں ایسے مستغرق رہے کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہ تھی۔

با درد بسازچوں دوائے تو منم | درکس منگر چو آشنائے تو منم

گر بر سر کوئے عشق من کشتہ شوی | شکرانہ بدہ کہ خوں بہائے تو منم

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! کیا تجھے معلوم ہے کہ دل پر کیا کیا انوار اور اسرار نازل ہوتے ہیں۔ جن میں وہ مستغرق رہتا ہے اور اس کیفیت کو یا عاشق جانتا ہے یا معشوق کہ ان میں باہمی کیا معاملہ ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے اسرار العارفین میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک بزرگ نے چالیس سال تک گوشہ تنہائی اختیار کیا اور شاذ و نادر ہی وہ خلقت کو دیکھتا۔ ایک روز لوگوں نے پوچھا کہ آپ کا دیدار بہت کم ہوتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا کہ جب اہل تصوف خلقت میں مشغول ہوتے ہیں تو قرب خالق سے دور جا پڑتے ہیں۔ سو میں نے اسی وجہ سے چالیس سال سے گوشہ تنہائی اختیار کر رکھا ہے اور ان چالیس سالوں میں جہانی مرادوں کا مزا نہیں چکھا۔ جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر پہنچے تو نماز کی اذان ہوئی۔ آپ اٹھ کر اندر تشریف لے گئے اور میں اور لوگ واپس آ گئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔

فصل دہم

مقاماتِ محبت

جب قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا تو اس وقت شیخ برہان الدین، جمال الدین ہانسوی، شیخ بدرالدین غزنوی (رحمہم اللہ) اور عزیز حاضرِ خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! محبت کے سات سو مقام ہیں۔ پہلا مقام یہ ہے کہ جو بلا دوست کی طرف سے اس پر نازل ہو اس میں صبر کرے۔

مقام محبّ و محبت

پھر فرمایا کہ کتاب محبت میں میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے لکھا دیکھا ہے کہ رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی محبت ایک بادشاہ کی طرح ہے جو ہر دل میں قرار نہیں پکڑتا۔ بلکہ صرف اس دل میں جو اس کے شایان شان ہو۔ وہ آسمانی قضاء ہے جو درد بھرے دل میں قرار پکڑتی ہے۔

پھر فرمایا کہ رسول خداﷺ فرماتے ہیں کہ محبت ایک بچھو کی طرح ہے جس پر وہی شخص قدم رکھتا ہے جو اٹھارہ ہزار عالم کا خیال نہ کرے اور کسی کو بیچ میں نہ دیکھے مگر دوست کی محبت کو' جس میں وہ یگانہ ہو رہے ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ رسول خداﷺ فرماتے ہیں کہ عاشقوں کے تمام اعضاء عشق سے بنائے گئے ہیں۔ وہ شخص جو سرشت سے لے کر اب تک "رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْكَ" کا دم مارتا ہے۔ وہ ہر وقت جانتا ہے کہ حق تعالیٰ کی محبت وعشق کیا چیز ہے۔ پس اے درویش! جس آنکھ میں عشق کا سرمہ لگا ہوا ہے اس سے عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ حق تعالیٰ کی محبت ایسی ہونی چاہیے جیسی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام میں تھی کہ دوستی حق کی خاطر اپنے فرزند کو قربان کیا۔ جب دیکھا کہ وہ ہماری محبت میں ثابت قدم ہے تو حکم کیا کہ لڑکے کی قربانی نہ کرو، ہم اس کے عوض بہشت سے قربانی بھیجتے ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ جس روز حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے حق تعالیٰ کی دوستی کا دم مارا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ اجازت ہو تو اسے آزما لوں؟ حکم ہوا بہتر' جاؤ آزما لو۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نیچے اتر کر پہاڑ پر کھڑے ہوئے اور بلند آواز سے یا اللہ! کہا۔ اس وقت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کعبے کی عمارت میں مشغول تھے۔ باہر آکر کہا کہ صاحب! ایک مرتبہ اور اللہ کا نام لینا۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ پہلے شکرانہ لاؤ۔ جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر پہنچے تو آب دیدہ ہو کر یہ مثنوی زبان مبارک سے فرمائی۔

مثنوی

شکرانہ دہم آنچہ در ملک من است ‌ ‌ ‌ بہر خدا بگوئے اللہ تو باز
جان نیز دہم و آنچہ در قلب است ‌ ‌ ‌ یک بار اگر بگوئے اللہ تو باز

الغرض! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے پاس کئی ہزار اونٹ ہیں۔ وہ سب میں نے اللہ تعالیٰ کی دوستی کے صدقے کیے۔ تو پھر ایک مرتبہ یا اللہ کہہ۔ جبرائیل علیہ السلام نے یا اللہ کہا۔ تو جو کچھ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس تھا۔ سب کچھ دے دیا پھر فرمایا کہ اب پھر کہہ۔ جبرائیل نے پوچھا کہ اب کیا دو گے؟ فرمایا بدن میں جان باقی ہے سو وہ بھی دے دوں گا۔ چنانچہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پھر یا اللہ کہا۔ تو آپ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو جبرائیل نے کہا کہ واقعی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام دوستیِ حق میں صادق ہیں۔ پس جب واپس بارگاہ الٰہی میں گیا تو سر سجدے میں رکھ کر عرض کی کہ واقعی جیسا سنا تھا ویسا ہی محبت میں صادق پایا۔

پھر فرمایا اے درویش! محبت حق میں صادق وہ شخص ہے۔ جو ہر وقت اس کی یاد میں رہے اور لحظہ بھر بھی اس کی یاد سے غافل نہ رہے۔ اہل سلوک کہتے ہیں کہ لوگ اکثر اسی چیز کا زیادہ ذکر کرتے ہیں جس سے ان کی محبت ہوتی ہے۔ اسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے۔ وہ یاد خدا سے ایک دم بھی غافل نہیں ہوتا۔ میں نے حجۃ العارفین میں لکھا دیکھا کہ "من احب شیئًا اکثر ذکرہ" جو شخص جس چیز سے محبت رکھتا ہے اسی کا ذکر کرتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ' رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور محبت حق کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ خواجہ حسن فرماتے ہیں۔ میرے دل میں خیال آیا کہ میں مرد ہوں اور وہ عورت۔ آپ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ جب میں وہاں سے اٹھا تو اپنے تئیں مفلس اور اسے مخلص پایا۔

پھر فرمایا اگر حلال اور بے حساب ساری دنیا حق تعالیٰ کے دوستوں کو دی جائے تو بھی انہیں اس کے لینے سے شرم آتی ہے۔ جیسا کہ مرد کو مردار سے۔

آتشِ محبت و اخلاصِ محبت

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے بغداد میں ایک بزرگ کو دیکھا جو بار بار سجدے میں سر رکھ کر بارگاہ الٰہی میں یہ عرض کرتا ہے کہ اے خداوند! اگر قیامت کے دن مجھے دوزخ بھیجے گا تو میں محبت کا ایک بھید ظاہر کروں گا۔ جس کی وجہ سے دوزخ ہزار سالہ راہ کے برابر مجھ سے دور بھاگ جائے گی۔ اس واسطے کہ محبت کی آگ کا مقابلہ کوئی آگ نہیں کر سکتی اگر مقابلہ کرے تو نابود ہو جاتی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک دفعہ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا عالم شوق اور اشتیاق میں بار بار سجدے میں سر رکھتیں اور پھر اٹھ کر کھڑی ہوتیں۔ آخر یہ کہا کہ اے پروردگار! اگر میں دوزخ کے ڈر کے سبب تیری پرستش کرتی ہوں تو مجھے دوزخ میں ڈالنا اور اگر بہشت کی امید پر تیری عبادت کرتی ہوں تو بھی دوزخ میں جلانا اور اگر میں تیری خاطر تیری عبادت کرتی ہوں تو اپنے جمال سے دریغ (محروم) نہ کرنا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! اگر اہل محبت کو تمام چیزیں آراستہ کر کے دی جائیں تو وہ آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ وہ صرف جمال حق کے متلاشی ہوتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ جب خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ شوق میں مشغول ہوتے تو تین رات دن یا چار دن رات کھڑے ہوئے بلند آواز سے یہی کہتے جاتے کہ ''یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ'' ایسا دن آئے کہ اس زمین کو لپیٹ لیں۔ اور دوسری نئی زمین پیدا کریں۔

پھر فرمایا کہ حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے ملک و تخت کیوں چھوڑ دیا۔ فرمایا ایک روز میں بیٹھا تھا کہ محبت کا آئینہ مجھے دکھلایا گیا۔ جب میں نے اس میں نگاہ کی تو اپنی منزل گور میں دیکھی جس میں نہ کوئی میرا ہمراہی ہے اور نہ میرے پاس سامان سفر۔ قاضی عادل ہے اور میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ اسی وقت میرے دل سے ملک کی محبت جاتی رہی۔ اور سلطنت چھوڑ دوسرے ملک میں چلا گیا۔

بعد ازاں فرمایا کہ حق تعالیٰ کی محبت ایسا بادشاہ ہے کہ جب کسی دل میں مقام کرتا ہے تو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ اس کے سوائے اور بھی کوئی اس دل میں رہے بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ غزنی میں ایک درویش سے ملا جو اہل محبت سے تھا۔ اس سے میں نے پوچھا کہ اے درویش! محبت کا انجام بھی ہے یا نہیں۔ یہ سوال سنتے ہی مجھے ڈانٹا کہ او جھوٹے! محبت کی کوئی انتہا نہیں۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! عشقِ الٰہی آگ کی وہ تلوار ہے جو جس چیز پر گزرتی ہے اس کے ٹکڑے کر دیتی ہے۔

حق تعالیٰ کی محبت

پھر فرمایا کہ میں نے خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سنا کہ حق تعالیٰ کی محبت انسان کے تمام اعضاء میں ہے۔ انسان کی سرشت اپنی محبت سے کی۔ اگر آنکھ ہے تو دوست کی محبت میں مستغرق اور پُر ہے۔ اگر ہاتھ پاؤں ہیں تو وہ بھی محبت حق میں غرق ہیں۔ پس اے درویش! آدم زاد کے اعضاء کا کوئی ذرّہ بھر محبت حق سے خالی نہیں۔ بعد ازاں شیخ الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا کہ محبان حق کا دل ایسے چراغ کی طرح ہے جو انوار کی قندیل میں رکھا ہے اور جس کی روشنی سے سارا جہان منور ہے۔ پس ایسے شخصوں کو تاریکی کا کیا ڈر؟

پھر فرمایا کہ نفس کی خاموشی یادِ حق ہے۔ جو یادِ حق میں ہے اس کا دل نہیں مرتا اور جو یادِ حق سے خالی ہے اس میں کوئی نعمت اثر نہیں کرتی۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے کتاب محبت میں لکھا دیکھا ہے کہ بھوک ایک بادل ہے جس سے رحمت کی بارش ہوتی ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ بایزید بُسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ محبت حق کیا چیز ہے؟ فرمایا محبت اس بات کا نام ہے کہ دنیا و مافیہا سے دل نہ لگایا جائے۔

پھر فرمایا کہ محبت حق ملکِ عشق کا بادشاہ ہے جو تخت پر بیٹھا ہے اور ہاتھ میں فراق اور ہجر کی تلوار لیے ہوئے ہے اور وصال کی نرگس اس نے قضاء کے ہاتھ دے رکھی ہے اور ہر دم ہزار ہا سر تلوار سے اڑاتا ہے پس جو عاشق حق ہے اگر ہر لحظہ اس کا سر ہزار مرتبہ اڑایا جائے تو پھر اور سر پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی اگر ہزار مرتبہ اس کا سر کاٹا جائے تو بھی پاؤں پیچھے نہ ہٹائے۔ پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے یہ رباعی زبان مبارک سے فرمائی۔

رباعی

در یادِ تو ہر روز چناں مدہوشم　　صد بار اگر تیغ زنند زاں نخروشم

آہے کہ زیاد تو زنم وقت سحر　　گر ہر دو جہاں دہندآں نفروشم

عاشق کی صدا! اللہ

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ کوئی محب جان کنی کے وقت کچھ آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا۔ دوستوں نے پاس ہو کر سنا تو یہ الفاظ تھے کہ جب تک زندہ رہا۔ تیرے نام سے زندہ رہا۔ اب اگر میں جاتا ہوں تو تیرے نام کی یاد میں جاتا ہوں اور جب میرا حشر ہوگا تو بھی تیرے نام کی یاد میں ہوگا۔

بعد ازاں فرمایا کہ اس نے بلند آواز سے کہا ''اللہ'' اور جان دے دی۔ جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر پہنچے تو آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ عاشق اسی طرح جان دیتے ہیں۔ اس وقت یہ دو شعر زبان مبارک سے فرمائے۔

آیم بسر کوئے تو پویاں پویاں | تاجاں بدہم نام تو گویاں گویاں
رخسارہ زآبدیدہ شویاں شویاں | ہنجار وصال یار جویاں جویاں

بعدازاں فرمایا کہ اے درویش! دہلی میں حوض شمس کے کنارے ایک درویش صاحب نعمت وعشق سے سماع کے وقت یہ دو شعر میں نے سنے۔ اس روز سماع میں جو حالت طاری ہوئی دیکھی۔ کبھی نہ ہوئی۔ وہ دوشعر یہ ہیں۔

عشق تو بہم جاں مرا رسواء کرد | واندر طلب جمال تو شیدا کرد
دردے کہ زعشق تو بدل پنہاں بود | ازاں جملہ زشوق تو زخم پیدا کرد

پھر فرمایا کہ اے درویش! میں نے قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے کہ ایک مرتبہ میں بغداد سے بخارا آیا تو وہاں پر ایک بزرگ کو دیکھا جو از حد صاحب نعمت اور دوست کی محبت میں غرق تھا جب میں نے اسے سلام کیا تو ایسی حالت میں دیکھا کہ جس کا بیان نہیں ہوسکتا۔ اس طرح یادحق میں مستغرق تھا کہ اسے اپنے آپ کی سدھ بدھ نہ تھی۔

الغرض! میں چند روز اس کی خدمت میں رہا۔ جب وہ سجدہ کرتا تو رو رو کر بڑی عاجزی سے یہ رباعی پڑھتا اور بے ہوش ہو جاتا اور زبان مبارک سے یہ کہا کرتا کہ اے خداوند میں نے ایک سجدہ بھی ایسا نہیں کیا جو تیری بارگاہ کے لائق ہو۔

رباعی

در خوردن نعمت تو دندانم سود | یک سجدہ چناں نشد کہ فرمانم بود
ہم بودی وہم باشی وہم خواہی بود | نے بودم ونے باشم ونے خواہم بود

پھر فرمایا کہ اگر زندگی' زندگی ہے تو علم میں ہے۔ اگر راحت ہے تو معرفت میں ہے۔ اگر شوق تو محبت میں ہے اور اگر ذوق ہے تو ذکر میں ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ اوحد کرمانی رحمۃ اللہ علیہما کی خدمت میں حاضر تھا۔ سلوک کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ علم خدا ہے۔ معرفت تدبیر ہے۔ محبت مشاہدہ ہے اور مجاہدہ سے مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ جو شخص اپنے دل کو لذت اور شہوت سے مار ڈالتا ہے۔ اسے لعنت کے کفن میں لپیٹ کر ندامت کی زمین میں دفن کرتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ حق تعالیٰ کی محبت والے وصالِ دوست کے سوا کسی بات پر راضی نہیں ہوتے۔

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت والوں کو حضور حاصل نہیں ہوتا۔ جب تک کہ وہ خلقت سے تنہائی اختیار نہ کریں اور خلقت میں اپنا مقام نہ بنائیں۔ دوستوں کو دشمن اور زن وفرزندوں کو یتیم اور اسیر خیال نہ کریں۔ جب ایسا کریں گے تو وہ کسی مقام پر پہنچ سکیں گے۔ بعدازاں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر یہ رباعی پڑھنی شروع کی۔

رباعی

گر عاشق دوستی نہ تنہاش طلب | در خلوتِ عشق آئے و پیداش طلب
گرمے خواہی حضور نعمت ہر روز | آنجا کہ کسے نباشد آنجاش طلب

مقام مجذوب

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ راستے میں مجھے ایک اہل مجانینِ کامل (مجذوب) ملا۔ ہم دونوں اکٹھے سفر کرنے لگے۔ جب بیابان میں پہنچے تو مجھے پیاس کا غلبہ ہوا، پانی کا وہاں نشان تک نہ تھا۔ میں اپنی پیاس کو اس بزرگ کے سبب ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔ الغرض! اس بزرگ نے اپنی روشن ضمیری سے معلوم کر لیا کہ میں پیاسا ہوں۔ مجھ سے پوچھا کہ کیا تمہیں پیاس لگی ہے؟ میں نے کہا ہاں! فوراً پائے مبارک زمین پر مارا تو پانی کا چشمہ بہہ نکلا۔ مجھے کہا کہ پیٹ بھر کر پانی پی لے۔ جب پانی پیا تو وہ لذت حاصل ہوئی جو عمر بھر کسی پانی سے نہ ہوئی تھی۔ جب اس مقام سے گزر کر منزل پر پہنچے تو شام کی نماز ادا کر کے وہ بزرگ ذکرِ الٰہی میں مشغول ہوا تھوڑی دیر بعد میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے بیٹا! قیامت کے دن جب اہل محبت قبروں سے اٹھیں گے تو سب دوزخ کے دروازے پر خیمے لگائیں گے جونہی ان کی نظر دوزخ پر پڑے گی۔ دوزخ کی آگ دھیمی پڑ جائے گی اور سر نہ اٹھائے گی تب لوگوں کو راحت کی امید ہوگی۔ اور دوزخ کی آگ سے انہیں خلاصی نصیب ہوگی۔ اسی وجہ سے وہ دوزخ کے دروازے پر خیمے لگائیں گے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اور قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ ایک ہی مقام پر تھے۔ ایک مرد نے آکر پوچھا کہ فرض کیا ہے اور سنت کیا؟ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پیر کی صحبت فرض ہے اور دنیا وغیرہ کا چھوڑنا سنت ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے ایک بزرگ کی زبانی سنا ہے کہ درویش وہ ہے جو اپنے دل کے خزانے کی تلاش کرے۔ (جسے آخرت کی رسوائی کہتے ہیں) پس اگر اسے وہ موتی مل جائے جسے محبت کہتے ہیں تو وہ شخص درویش صفت ہو جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ محبت درجہ کمال کو اس وقت پہنچتی ہے جبکہ عشق الٰہی میں ہر شے کو ترک کرے اور خلقت کے ساتھ محبت نہ کرے۔

پھر فرمایا کہ جب ایسی حالت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے نزدیک کر لیتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ تک کس طرح پہنچ سکتے ہیں۔ فرمایا اندھے پن، گونگے پن، بہرے پن سے جب یہ تمام چیزیں جاتی رہتی ہیں تو سمجھ لو کہ وہ خدا رسیدہ ہو گیا۔ لیکن جب تک یہ دشمن ساتھ لگے ہوئے ہیں کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ اہل محبت کو چار مقام کے سوا اور کہیں قرار حاصل نہیں ہو سکتا۔ اول گھر کے کونے میں جہاں کوئی شخص مزاحم نہ ہو، دوسرے مسجد میں جو دوستوں کا مقام ہے، تیسرے قبرستان میں جو گناہ سے عبرت حاصل کرنے کا مقام ہے، چوتھے ایسی جگہ جہاں کسی کا گزر نہ ہو۔ یا وہ ہو اور ذات حق۔ (یعنی ایسی جگہ جہاں عاشق اور محبوب کے سوا کوئی نہ ہو)

بعد ازاں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ زار زار روئے اور یہ رباعی زبان مبارک سے فرمائی۔

رباعی

گر عاشق دوستی تنہاش طلب — در خلوت عشق آئے و پیداش طلب

گرے خواہی حضور نعمت ہر روز — آنجا کہ کسے نباشد آنجاش طلب

پھر فرمایا کہ میرے نزدیک کالے دانے کے برابر دوستیِ حق۔ بغیر دوستی کے ستر ہزار سالہ عبادت سے بہتر ہے۔

پھر فرمایا کہ عورتوں کا کام ہم مردوں سے بہتر ہے۔ کہ وہ ہر مہینے غسل کر کے پاک ہو جاتی ہیں۔ ہم عمر بھر میں ایک مرتبہ بھی غسل نہیں کرتے کہ پاک ہو جائیں۔

تحفۂ محبت و رضا

پھر فرمایا کہ اے درویش! خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں عالم شوق اور اشتیاق میں اکیلا دوست کی بارگاہ میں گیا اور ملکوت کے اردگرد پھر رہا تھا فرمان ہوا اے بایزید! ہماری بارگاہ میں کیا تحفہ لائے ہو؟ میں نے عرض کی کہ محبت اور رضا، جن دونوں کے بادشاہ آپ ہی ہیں۔ پھر آواز آئی کہ اے بایزید! بڑی اچھی چیز لائے ہو۔ ہمارے بارگاہ کے لائق یہی چیزیں ہیں۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے لاہور میں ایک ذاکر درویش کو دیکھا جو از حد بزرگ اور ذاکر تھا۔ الغرض جب قدم بوسی حاصل ہوئی تو چند روز میں اس کی صحبت میں رہا۔ جب وہ فریضہ نماز ادا کرتا تو اس قدر ذکر کرتا کہ مساموں سے پسینہ بہہ نکلتا اور سو سے بھی زیادہ مرتبہ زمین پر گرتا۔ پھر اٹھتا' جب ذکر سے فارغ ہوتا تو یہ کہتا کہ کتاب محبت میں لکھا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا ذکر مومن بندے پر غالب آتا ہے تو میں جو اس کا پروردگار ہوں اس کا عاشق ہو جاتا ہوں۔ یعنی اسے پیار کرنے لگتا ہوں۔ انسان ایسی نعمت سے اپنے آپ کو کیوں محروم رکھے اور کیوں نہ ہر وقت اس کی یاد میں مشغول رہے۔

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دلوں کو خاص کر اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ عرش کا طواف کریں۔ پھر فرمایا کہ دل تین قسم کے ہیں۔ بعض تو ایسے ہیں جو پہاڑ کی طرح جگہ سے نہیں ہلتے وہ محبوں کے دل ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو درخت کی طرح جڑ سے تو قائم ہیں لیکن ان کی ٹہنیاں وغیرہ ہوا سے حرکت کرتی ہیں۔ اور بعض پتوں کی طرح ہیں کہ ہوا جس طرف چاہتی ہے انہیں پھیر لیتی ہے۔

دعوائے محبت میں صادق کون؟

پھر فرمایا کہ محبت میں صادق وہ شخص ہے جو دوست کی یاد کے سوا اور کسی بات کو پسند نہ کرے۔ پھر فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس جا کر اسے اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کا حکم ہوا، تو اسے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ اس کے ساتھ نرمی اور آہستگی سے بات کرنا۔ تاکہ اس کا دل نہ دکھے۔ جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر پہنچے تو آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ دیکھو جو شخص خدائی کا دعویٰ کرتا ہے اور اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى کہتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ لطف ہے کہ اس کے دل کو ناراض نہیں کرنا چاہتا۔ تو جو شخص پانچ وقت سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰى کہتا ہے۔ وہ کس طرح اس کے لطف سے ناامید ہو سکتا ہے۔ ایسا شخص ہرگز ہرگز ناامید نہیں ہوگا، اس کے حق میں تو ضرور بے حد لطف و کرم فرمائے گا۔

پھر فرمایا کہ جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا دم بھرتا ہے اور اس کی یاد میں مشغول رہتا ہے اسے قیامت کے دن کسی قسم کا عذاب نہ ہوگا اور روز محشر کے عذاب سے وہ بے کھٹکے (بے خوف) ہوگا۔

پھر فرمایا کہ جب قارون زمین کے چوتھے طبقے میں مع مال واسباب پہنچا تو وہاں کے رہنے والوں نے پوچھا تو کون ہے اور تو نے کیا گناہ کیا ہے؟ جو تجھے زمین کے اندر اتارا گیا ہے۔ جواب دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے ہوں۔ مال کی زکوٰۃ نہیں دی تھی۔ اور پیغمبر خدا کی برابری کی تھی۔ اس واسطے مجھے آج کا دن نصیب ہوا۔ جونہی قارون نے موسیٰ علیہ السلام کا نام لیا فرشتوں کو حکم ہوا کہ قارون کو اسی جگہ رکھو اور نیچے نہ لے جانا۔ کیونکہ اس نے میرے دوست کا نام لیا ہے۔ اس لیے مجھ پر واجب ہے کہ اسے عذاب نہ کروں۔ جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر پہنچے تو آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ جو شخص یاد خدا میں رہتا ہے۔ اسے ضرور قیامت کو اس کا مقصود مل جائے گا اور تجلی کے اعزاز سے مشرف ہوگا۔

پھر فرمایا کہ ایک روز خواجہ یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ اہل محبت کون لوگ ہیں؟ فرمایا وہ لوگ جو دوست کے سوا کسی اور چیز میں مشغول نہیں ہوتے۔ اس واسطے کہ جو شخص دوست کے بغیر کسی اور چیز سے خوش ہو جاتا ہے در حقیقت وہ اندوہ کے قریب ہوتا جاتا ہے اور جو دوست سے محبت کرتا ہے تو اسے کبھی دہشت نہیں ہوتی اور جو شخص دوست سے محبت نہیں کرتا اس کا دعویٰ محبت درست نہیں ہوتا۔

پھر فرمایا کہ جس کی ہمت محبت کی طرف ہو وہ جلدی خدا رسیدہ ہو جاتا ہے اور جس کی ہمت محبت کی طرف نہیں ہوتی وہ دوزخ کے نزدیک ہو جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ جب صاحب محبت سلطنت کا دعویٰ کرے تو در حقیقت جان لے کہ محبت جاتی رہے گی۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہی اٹھ کر اندر چلے گئے اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ ۔

فصل یازدہم

خوف و توکل کی حقیقت

جب قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا اس وقت مولانا برہان الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ خوف اور توکل وغیرہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی، تو زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! خوف حق تعالیٰ کی طرف سے بے ادب بندوں کے لیے تازیانہ ہے۔ تا کہ وہ اللہ سے ڈر کر گناہ سے باز آجائیں اور سیدھی راہ چلیں۔

دل اور خوفِ الٰہی

پھر فرمایا کہ کلام مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ یعنی اے میرے بندے! کیا

اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ میرے ڈر کے مارے تمہارے دل نرم ہوں یا کوئی تم میں سے ایسا ہے جو ہم سے صلح کرے۔ یعنی توبہ کرے اور میں اس کی توبہ قبول کروں۔

پھر فرمایا کہ خوف اس کے عدل اور امید اس کے فضل کی وجہ سے ہے۔ پس اس کی درگاہ کا معزز بندہ وہ ہے۔ جس میں دونوں باتیں ہوں۔

پھر فرمایا کہ ایک بزرگ اللہ تعالیٰ کے خوف سے چالیس سال روتا رہا۔ جب اسے موت یاد آتی تو بید کے پتے کی طرح کانپتا اور ہزار مرتبہ بے ہوش ہو کر گرتا۔ جب ہوش میں آتا تو یہ آیت پڑھتا اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ۔ یعنی نیک لوگ بہشت میں اور بدکار نافرمان دوزخ میں جائیں گے۔ پھر نعرہ مار کر بے ہوش ہو کر گر پڑتا۔ اور کہتا مجھے معلوم نہیں کہ قیامت کے دن ان دو میں سے میں کس گروہ میں ہوں گا۔ جب فوت ہو گیا تو اسے خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا سلوک کیا۔ فرمایا جیسا دوستوں سے کرتا ہے۔ جب مجھے عرش کے نیچے لے گئے تو پوچھا گیا کہ اے درویش! تو اس قدر کیوں رویا کرتا تھا۔ کیا مجھے غفار نہیں جانتا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ میں تیری قہاری کے سبب سے ڈرتا رہتا تھا کہ کہیں میری ساری عبادت اکارت نہ جائے۔ اس ڈر کی وجہ سے روتا تھا، جب یہ عرض کی تو حکم ہوا کہ جاؤ! تجھے ہم نے بخش دیا۔

پھر فرمایا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام ابھی بچہ ہی تھے کہ خوف خدا سے اس قدر روئے۔ کہ رخسارہ مبارک کا گوشت و پوست گل گیا۔ الغرض! ایک روز پہاڑ پر سر سجدے میں رکھ کر رو رہے تھے آپ کی والدہ صاحبہ بھی جانکلیں۔ آپ کو اس حالت میں دیکھ کر شفقت مادرانہ کی۔ آپ نے سمجھا کہ شاید ملک الموت ہے۔ اس لیے کہا کہ ذرا ٹھہر جا۔ تا کہ میں والدہ کا دیدار کرلوں۔ یہ سن کر آپ کی والدہ صاحبہ نے نعرہ مار کر کہا کہ اے جان مادر! میں ملک الموت نہیں میں تیری ماں ہوں۔ میرے ساتھ چل اور کھانا کھالے۔

الغرض! حکم عدولی نہ کر کے آپ والدہ کے ہمراہ گھر آئے۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ اے یحییٰ! تو ابھی بچہ ہے تو نے کوئی ایسا گناہ نہیں کیا جس کے سبب تو اس قدر روتا ہے۔ عرض کی آپ سچ فرماتی ہیں۔ لیکن اگر قیامت کے دن مجھے دوزخ میں ڈال دیں۔ تو کیا آپ مجھے چھڑا سکتی ہیں؟ فرمایا نہیں۔ عرض کی کہ پس پھر آپ کے لیے واجب نہیں کہ مجھے رونے اور خوف خدا سے باز رکھیں کیونکہ مجھے اس کی تدبیر آج ہی کرنی چاہیے۔ تا کہ میں قیامت کو عذاب دوزخ سے رہا ہو سکوں۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! انبیاء اولیاء خوف خدا کے مارے اسی طرح پگھلتے آئے ہیں۔ جیسے سونا کٹھالی میں۔ اس واسطے کے اپنا انجام کسی کو معلوم نہیں۔ کہ جہان سے کیسے جائے گا۔

خوفِ خدا کی شدت

پھر فرمایا کہ ایک بزرگ عبداللہ خفیف رحمۃ اللہ علیہ نام چالیس سال نہیں سوئے۔ اور خوف خدا سے اس قدر روئے کہ رخسارہ مبارک میں گڑھے پڑ گئے۔ جن میں چڑیوں نے گھونسلے بنائے لیکن آپ خوف خدا سے اس قدر متحیر تھے کہ ان کی آمد و رفت کی آپ کو مطلق خبر نہ تھی۔ جب آپ قیامت اور قبر کی حکایت بیان فرماتے تو بید کی طرح کانپتے اور بے ہوش ہو کر گر پڑتے اور مچھلی کی طرح تڑپتے جب ہوش میں آتے تو اٹھ کر یہ آیت پڑھتے: فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّةِ وَفَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ ایک گروہ بہشت میں ہوگا

اور ایک دوزخ میں۔ اور زار زار رو کر فرماتے کہ معلوم نہیں کہ میں کس گروہ میں ہوں گا۔ پھر فرمایا کہ آخری عمر تک آپ کی یہی حالت رہی اور اسی حالت میں اس دار فانی سے کوچ کیا۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا کہ امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ تیس سال تک نہ سوئے اس عرصہ میں جب کبھی نیند کا غلبہ ہوتا تو ایک دن رات بلکہ زیادہ عرصے تک بے ہوش رہتے جب ہوش میں آتے تو نفس کو جھڑکتے اور فرماتے کہ اے نفس! تو نے کوئی ایسی طاعت نہیں کی جو بارگاہ الٰہی کے شایان ہو جس کے سبب قیامت کے دن تجھے رہائی نصیب ہو یا تو نے اللہ تعالیٰ کو اس طرح پہچانا ہو جس طرح اس کا حق ہے۔ اے نفس! تو دنیا و آخرت میں بے بس رہے گا۔ اس طرح آپ نے زندگی بسر کی اور اپنا ماتم خود کرتے اور روتے۔ قرآن شریف کی تلاوت کے وقت اگر عذاب کی آیت پر پہنچتے تو ایک سال یا دو سال عالم تحیر میں کھڑے رہتے لیکن اس طرح کہ کسی مخلوق کو اطلاع نہ ہوتی۔ جب ہوش میں آتے تو فرماتے کہ بڑے ہی تعجب کی بات ہوگی اگر ابوحنیفہ کو قیامت کے دن خلاصی نصیب ہوگی۔

پھر فرمایا کہ ایک نوجوان صالح مرد کے بدن پر خوف خدا کے سبب گوشت و پوست کا نام و نشان تک نہ تھا جب رات ہوتی تو گلے میں رسی ڈال کر چھت میں لٹک جاتا اور ساری رات روتا رہتا۔ جب سجدہ کرتا تو کہتا کہ میں نے اس قدر گناہ کیے ہیں جن کی کوئی حد نہیں۔ اے پروردگار! اگر تو قیامت کے دن میرے گناہوں کو پیش کرے گا تو میں یہ سیاہ چہرہ کس طرح دکھا سکوں گا۔ اسی طرح اس نے ساری عمر بسر کی کہ راتوں کو روتا رہتا اور بے ہوش ہو جاتا جب ہوش میں آتا تو پھر ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتا کہ اپنے آپ کی اسے ہوش نہ رہتی۔ جب وہ بیمار ہوا تو ایک اینٹ بطور سرہانہ سر کے نیچے رکھی جب وقت قریب آن پہنچا تو اپنی بڑھیا ماں کو بلایا اور کہا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھ گناہ گار کے گلے میں رسی ڈال کر گھر کے چاروں کونوں میں پھرانا اور کہنا یہ وہ شخص ہے جو اپنے مالک کی درگاہ سے بھاگا ہوا تھا۔ دوسرے یہ کہ میرا جنازہ رات کے وقت اٹھانا تاکہ مجھے کوئی نہ دیکھے۔ کیونکہ جو دیکھے گا وہ میری شامت اعمال کی وجہ سے افسوس کرے گا۔ تیسرے یہ کہ جب مجھے قبر میں رکھا جائے تو میرے پاس رہنا۔ شاید فرشتے مجھے عذاب کرنے لگیں۔ تو تیرے قدموں اور تیرے سینے کی آہ کی برکت سے مجھے اس عذاب سے خلاصی نصیب ہو جائے۔ یہ وصیت کرتے ہی دم برابر ہو گئے۔ اس کی ماں نے اس کی وصیت کے مطابق اس کے گلے میں رسی ڈالنی چاہی تو گھر کے ایک کونے سے آواز آئی کہ دوست، دوست سے جا ملا۔ اس جوان سے ہاتھ اٹھا لے۔ اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے ایسا سلوک کون کرتا ہے۔ اس کے گلے میں رسی مت ڈالنا۔ کیونکہ یہ میرا ایک دوست ہے۔ میں نے اسے بخش دیا ہے۔

گریۂ خوف

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ خواجہ حسن بصری خوف خدا سے اس قدر روئے کہ پرنالہ بہہ نکلا۔ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نیچے کھڑی تھیں یہ دیکھ کر اوپر گئیں کہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ رو رہے ہیں پوچھا کیوں روتے ہو؟ فرمایا خوف خدا سے۔ مجھے معلوم نہیں کہ قیامت کے دن میں کون سے گروہ میں ہوں گا۔

بعد ازاں فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس میں خوف خدا نہیں اس میں ایمان نہیں۔ وہ مسلمان ہی نہیں۔ اس

واسطے کہ مسلمان وہ ہوتا ہے جس کے دل میں خوف خدا ہو۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ خواجہ منصور عماد رحمۃ اللہ علیہ ایک محلے سے گزر رہے تھے کہ ایک گھر سے رونے کی آواز آرہی تھی کوئی یہ کہہ رہا تھا کہ اے پروردگار! میں نے بہت گناہ کیے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ قیامت کے دن میری کیا حالت ہوگی۔ آپ یہ سن کر نزدیک گئے تو اس کی زاری سن کر گھر کے شگاف میں منہ رکھ کر رونے لگے۔ اس گھر کے شگاف پر ہاتھ رکھ کر یہ پڑھا۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم۔ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ عَلَیْھَا مَلٰٓئِکَۃٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ۔ یعنی دوزخ ایک ایسا مقام ہے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور اس پر سخت طبیعت فرشتے مقرر کیے گئے ہیں جو کسی پر رحم نہیں کرتے جس طرح انہیں حکم ہوتا ہے۔ اسی طرح آدمیوں سے سلوک کرتے ہیں۔ خواجہ منصور فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ آیت پڑھی تو پھر اس گھر سے آواز نہ آئی۔ دیر بعد نعرہ کی آواز آئی اور وہ تڑپنے لگا۔ پھر میں دیر تک کھڑا رہا لیکن کوئی آواز نہ سنی۔ پھر آگے چلا گیا جب دن ہوا اور اس مکان کے پاس آیا اور حال پوچھا تو دیکھا کہ جنازہ رکھا ہوا ہے میں پوچھنے ہی کو تھا کہ گھر کا مالک کون ہے کہ اتنے میں ایک بڑھیا عورت روتی ہوئی نکلی میں نے پوچھا کہ اس بڑھیا کا اس متوفی سے کیا رشتہ ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ متوفی کی والدہ ہے۔ وہ شخص بہت پرہیزگار تھا، رات بھر نماز ادا کرتا رہتا۔ اور دن کو روزہ رکھتا اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے تھا۔ آج سحر کے وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مناجات کر رہا تھا کہ ایک مرد پاس سے گزرا جس نے قرآن شریف کی ایک آیت پڑھی۔ قرآن شریف سنتے ہی زمین پر گر پڑا اور فوت ہو گیا منصور عماد رحمۃ اللہ علیہ رونے لگے اور فرمایا کہ میں نے ہی آیت پڑھی تھی پھر اس نوجوان کی نماز جنازہ ادا کی۔

بعد ازاں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نعرہ مار کر مصلے پر گر پڑے اور ایک دن رات بے ہوش پڑے رہے جب ہوش میں آئے تو فرمایا کہ خواجہ عبداللہ سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ چالیس سال تک لگا تار روتے رہے۔ اس عرصے میں کسی نے ان کو ایک پل بھی رونے سے خالی نہ دیکھا، آپ سے سوال کیا گیا کہ صاحب! ہم نے آپ کو کبھی رونے سے خالی نہ پایا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا اے عزیزو! جب قیامت کا خوف اور ہول یاد آتا ہے جبکہ والدین فرزندوں کی پرواہ نہیں کریں گے اور فرزند والدین کی باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے بھاگے گا۔ بھائی بھائی سے اور مسلمان مسلمان سے۔ تو پھر ہنسی نہیں آتی۔ جس کے پیش ایسا دن آنا ہے اور جسے اپنا انجام معلوم نہیں اسے ہنسی کس طرح آسکتی ہے۔ اور اس کا رونا کس طرح تھم سکتا ہے؟ وہ نہایت ہی سنگ دل ہوگا جو ایسے دن کے خوف سے روتا نہ ہوگا اور اس بات کی سوچ و بچار نہ کرتا ہو کہ کس طرح اس سے خلاصی ہوگی۔

پھر فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن تمام لوگ ڈرتے ہوئے اور روتے ہوئے اٹھیں گے۔ لیکن اولیاء اللہ جو دنیا میں خوف خدا سے روتے تھے۔ ہنستے ہوئے اٹھیں گے۔ اس دن کی پرواہ نہیں کریں گے۔

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حبیب کہا۔ باوجود اس عظمت و بزرگی کے جب خوف خدا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر طاری ہوتا تو ایسے مستغرق ہوتے کہ دن رات کی تمیز نہ رہتی تھی۔ راتوں کو کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک پھٹ جاتے اور خون بہہ نکلتا۔ جب جناب سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ یارو! اگر قیامت کے دن مجھے اور میرے بھائی عیسیٰ کو دوزخ میں ڈال دیا جائے تو کون کہہ سکتا ہے کہ ایسا نہ کرو، کیونکہ تمام جہان اس کی

ملکیت ہے جو شخص اپنی ملکیت میں کسی قسم کا تصرف کرتا ہے۔ اسے ظلم نہیں کہتے۔ ظلم اسے کہتے ہیں جو کسی دوسرے کی ملکیت میں تصرف کیا جائے۔

پھر فرمایا کہ شیخ نجم الدین متوکل ؒ از حد یادِ الٰہی میں مشغول تھے۔ میں نے اس قدر سیر و سیاحت کی ہے۔ لیکن آپ کے برابر کسی کو یادِ حق میں مشغول نہیں دیکھا۔ جب آپ پر خوفِ خدا غالب آتا تو آپ کو معلوم نہ ہوتا کہ یہ کونسا دن ہے اور کونسا مہینہ ہے یا کونسا سال ہے اور یہ حالت تقریباً ہر وقت آپ پر طاری رہتی اور بڑی حیرت میں رہتے۔

پھر فرمایا کہ خائف یعنی ڈرنے والا اس شخص کو کہتے ہیں جس میں یہ تین باتیں پائی جاتی ہوں۔ اول روزے کی خاطر کم کھانا' دوسرے نماز کے لیے کم بولنا' تیسرے ذکر کے واسطے کم سونا۔ پس جس دل میں یہ تین باتیں نہیں۔ اسے خائف نہیں کہہ سکتے۔

پھر فرمایا کہ جس طرح تین باتیں درویش کے لیے ضروری ہیں۔ اسی طرح خوف' امید اور محبت ضروری ہیں۔ دل میں خوف کے ہونے سے ترکِ گناہ حاصل ہوگی، جس سے نجات کی امید ہوسکتی ہے۔ اور دل میں اپنی کی ہوئی طاعت کی امید رکھنے سے بہشت میں مرتبہ حاصل ہوسکتا ہے۔ مکروہات سے پرہیز کرنے کو محبت کہتے ہیں، جن سے رضائے حق حاصل ہوتی ہے۔

توکل علی اللہ

پھر فرمایا عقل مند وہ شخص ہے جو سب کاموں میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرے اور کسی سے کسی طرح کی امید نہ رکھے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ رابعہ بصری ؒ کو حج کی آرزو ہوئی تو گدھے پر سوار ہو کر حج کو روانہ ہوئیں۔ جب جنگل میں پہنچیں تو گدھا مر گیا اور آپ کا اسباب پڑا رہ گیا لوگوں نے آ کر کہا کہ لاؤ ہم بوجھ اٹھالیں فرمایا کہ میں تمہارے بھروسے پر روانہ نہیں ہوئی۔ جس پر میرا توکل ہے وہ خود میرا اسباب پہنچا دے گا۔ یہ کہہ کر قافلہ تو روانہ ہو گیا اور آپ تنہا رہ گئیں۔ آسمان کی طرف منہ کر کے کہا کہ پروردگار! تو نے ضعیفہ سے اچھا سلوک کیا۔ کہ جنگل میں اس کا گدھا مار دیا ابھی یہ بات اچھی طرح نہ کہنے پائی تھیں کہ گدھا زندہ ہو گیا۔ آپ اس پر اسباب رکھ کر روانہ ہوئیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ ابراہیم ادھم ؒ تیس سال تک متوکل رہے اور خلقت سے گوشہ گیری اختیار کی اس تیس سال کے عرصہ میں کسی طرف رجوع نہ کیا۔ جب آپ نے حج کا ارادہ کیا تو ٹھان لی کہ اور لوگ تو پاپیادہ حج کو جاتے ہیں میں سر کے بل جاؤں گا، چنانچہ ہر قدم پر دوگانہ ادا کرنا شروع کیا۔ جب آگے بڑھے تو جنگل میں ستر آدمی برقع پوش سر کٹے خون میں آلودہ پائے۔ جن میں ایک سسک رہا تھا، اس نے آواز دی کہ اے ابراہیم (ؒ)! ہمیں جو مقتول دیکھا ہے اس کی کیفیت یوں ہے کہ ہم ستر صوفی متوکل تھے۔ ہم توکل کی نیت کر کے حج کو روانہ ہوئے اور عہد کر لیا کہ ہم کسی سے بات نہیں کریں گے۔ جب اس جنگل میں آئے تو خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے۔ ان سے ملاقات میں مشغول ہو گئے۔ آواز آئی کہ اے بدعہد مدعیو! کیا تم نے ہم سے یہی وعدہ کیا تھا؟ تم نے اپنا اقرار فراموش کر دیا اور غیر میں مشغول ہو گئے۔ اتنے میں ایک تلوار آسمان سے نمودار ہوئی۔ جس سے سب کے سر قلم ہو گئے۔ اے ابراہیم! جو شخص راہ توکل میں قدم رکھتا ہے اگر وہ توکل سے ذرّہ بھر بھی تجاوز کرے تو اس کی یہی حالت ہوتی ہے جو اس وقت ہماری ہے۔ وہ برقع پوش یہ حکایت بیان کر کے فوت ہو گیا۔ ابراہیم ؒ کو اس بات سے تعجب ہوا۔ جب واپس

پھرے تو دیکھا کہ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا بیٹھی ہیں۔ اور کعبہ آپ کا طواف کر رہا ہے۔ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اور رابعہ رحمۃ اللہ علیہا سے کہا کہ یہ کیا شور برپا کر رکھا ہے۔ رابعہ رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ میں نے یا آپ نے؟ چودہ سال سے سر کے بل حج کو جا رہے ہیں اور آج تک دیدار نصیب نہیں ہوا۔ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ آپ کو خانہ کعبہ دیکھنے کی آرزو ہے اور میں خانہ کعبہ کے مالک کو دیکھنا چاہتی ہوں۔ پس جسے گھر کے مالک کو دیکھنے کی خواہش ہو گھر کے اندر آ جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! خواجہ قطب الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ بیس سال تک عالمِ توکل میں رہے اور خلقت سے گوشہ گیری اختیار کیے رہے۔ اس عرصے مین باورچی خانہ میں چیزوں کی ضرورت ہوتی تو خادم آ کر التماس کرتا۔ تو آپ ایک مقام کی طرف اشارہ کرتے کہ وہاں سے روپیہ پیسہ اور اناج وغیرہ جس قدر ضرورت ہو لے لو۔ لے جا کر درویشوں کو کھلانا۔

پھر فرمایا کہ سجادے پر بیٹھنے کا مستحق وہ شخص ہے جو عالمِ توکل میں رہے اور کسی مخلوق اور کسی چیز کی توقع نہ رکھے اگر اس میں یہ بات نہیں پائی جاتی تو وہ سجادہ نشینی کے لائق نہیں بلکہ اہل تصوّف کے نزدیک وہ جھوٹا مدعی ہے۔

پھر فرمایا کہ توکل وہ تھا جو خواجہ قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل تھا۔ چنانچہ میں نے کبھی آپ کو کسی قسم کی فتوح قبول کرتے نہیں دیکھا یا کسی سے توقع کرتے نہ سنا نہ دیکھا جب خادم کو درویشوں کی خوراک کے لیے روپے پیسے یا اناج کی ضرورت ہوتی تو آ کر التماس کرتا اور آپ مصلّے تلے سے چند اشرفیاں نکال کر دے دیتے اور وہ صبح سے شام تک خرچ کر دیتا جب خانقاہ میں کوئی مسافر آ جاتا تو اسے خالی نہ جانے دیتے۔ کچھ نہ کچھ ضرور عطا فرماتے جس قدر کھانا دستر خوان میں ہوتا اس میں ذرا بھی کمی نہ آتی۔

پھر فرمایا کہ اہل توکل پر حقائق میں ایسا وقت بھی آتا ہے کہ اگر اس وقت انہیں آگ میں پھینک دیا جائے تو مطلق خبر نہیں ہوتی۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ حبیب رحمۃ اللہ علیہ ملک شام کی طرف بطور مسافر روانہ ہوئے۔ عالم توکل میں جس منزل پر پہنچتے۔ آبادی سے دور ویرانے میں رات بسر کرتے۔ عالم غیب سے آپ کو کھانا پہنچ جاتا جب دن ہوتا تو پھر روانہ ہوتے جب شام میں پہنچے تو وہاں پر ایک بزرگ کو دیکھا جو از حد یادِ الٰہی میں مشغول تھا۔ دن کو روزہ رکھتا اور رات کو جاگتا رہتا۔ اندر جا کر اسے سلام کیا۔ فرمان ہوا کہ بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ گئے۔ تو دل میں خیال آیا کہ یہ بزرگ جنگل میں رہتا ہے۔ اسے روزی کہاں سے ملتی ہے؟ جونہی یہ خیال آیا اس بزرگ نے فرمایا اے خواجہ! تقریباً ستّر سال سے میں اس غار میں رہتا ہوں۔ مجھے عالم غیب سے روزی پہنچ جاتی ہے۔ آج کی رات اگر تو میرے ہاں مہمان رہے تو تجھے میرے توکل کا ذوق معلوم ہو جائے۔ کہ میں کہاں سے کھاتا ہوں۔

الغرض! آپ نے شام کی نماز اس بزرگ کے ہمراہ ادا کی تو اتنے میں ایک شخص شیر پر سوار دستر خوان لے کر آ پہنچا جب نزدیک آ گیا تو شیر سے اتر کر دستر خوان اس بزرگ کے پاس رکھ کر آپ دست بستہ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ جب وہ بزرگ نماز سے فارغ ہوا تو فرمایا کہ خوانچہ آگے لاؤ ابھی کھانا نہ شروع کیا تھا کہ اور صوفی آ گئے۔

الغرض! سب نے مل کر کھانا کھایا۔ کھانا کھانے کے بعد اس بزرگ نے زمین پر ہاتھ مارا تو ایک چشمہ بہہ نکلا جس سے

سب نے مل کر پانی پیا اور خدا کا شکر ادا کیا اور اللہ اکبر کہا اور بیٹھ گئے۔ پھر اس بزرگ نے فرمایا کہ اے خواجہ! تو کہتا تھا کہ یہ کہاں سے کھاتا ہے دیکھ میری روزی اس طرح مجھے پہنچتی ہے۔

نیز فرمایا کہ جو شخص عالم توکل میں حق تعالیٰ کے کرم پر بھروسہ کرتا ہے اسے عالم غیب سے روزی پہنچتی ہے اور جو کچھ وہ طلب کرتا ہے اسے مل جاتا ہے۔

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ یہ فوائد ختم کر کے اٹھ بیٹھے اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

فصل دوازدہم

ذکر طاقیہ لاطیہ

جب قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا اس وقت بغداد سے آئے ہوئے چند صوفی اور شیخ برہان الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ حاضر خدمت تھے۔ لاطیہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! قاضی ابو یوسف کی روایت کے مطابق کلاہ دو قسم کی ہے ایک لاطیہ، دوسرے ناشزہ۔ لاطیہ سر سے نیچے کی ہے ناشزہ وہ جو سر سے اوپر اٹھی رہے پہلی قسم کی کلاہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سر مبارک پر پہنی ہے دوسری سیاہ ہوتی ہے جو بعض مشائخ سر پر رکھتے ہیں لیکن اسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت کم سر مبارک پر رکھا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ یاروں کو حدیث کا سبق پڑھا رہے تھے اور صوفیانہ کلاہ سر پر رکھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک شخص نے آ کر قاضی صاحب سے سوال کیا کہ آیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ کلاہ پہنی ہے یا سفید؟ قاضی صاحب نے جواب دیا، سفید۔ پھر اس نے پوچھا کہ لاطیہ پہنی ہے یا ناشزہ؟ فرمایا لاطیہ، سائل نے کہا آپ نے تو سیاہ اور ناشزہ سر پر پہنی ہوئی ہے اس صورت میں آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو سنتوں کی مخالفت کی اور پھر حدیث کا ذکر کر رہے ہیں۔ قاضی صاحب نے سوچ کر فرمایا کہ تو نے یہ دو باتیں جو مجھ سے کی ہیں یہ دو حال سے خالی نہیں یا تو حق کی خاطر ہیں یا مجھے دکھ دینے کے لئے۔ اگر حق کی خاطر ہیں تو منظور۔ لیکن اگر میری تکلیف کے واسطے ہیں تو تجھ پر افسوس ہے۔ سائل نے کہا میں نے حق کی خاطر کی ہیں۔ اس واسطے کہ آپ دین کے امام ہیں آپ کو خلاف سنت کوئی کام نہیں کرنا چاہیے۔

کلاہ کی اصل اور بہشتی کلاہ

بعد ازں فرمایا کہ اے درویش۔ کلاہ کی اصل اللہ تعالیٰ سے ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام بہشت سے چار کلاہ لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے اور عرض کی یا رسول اللہ فرمان الٰہی یوں ہے کہ انہیں پہلے خود سر مبارک پر کر وا اور پھر جسے مرضی ہو، دو اور اپنا خلیفہ بناؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے خود سر مبارک پر رکھے اور پھر امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک گوشیہ کلاہ عنایت کر کے

فرمایا۔ یہ آپ کا کلاہ ہے جسے مرضی ہو عطا کرنا پھر دو گوشیہ کلاہ امیر المومنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ کو عنایت کر کے فرمایا یہ آپ کا کلاہ ہے جسے چاہیں عنایت فرمائیں پھر سہ گوشیہ کلاہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کو مرحمت کر کے فرمایا یہ آپ کا کلاہ ہے جسے چاہیں دیں پھر چار گوشیہ کلاہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے سر مبارک پر رکھ کر فرمایا کہ اے علی! یہ کلاہ تیرا ہے صوفیا میں سے جسے چاہے عنایت کر مجھے فرمان یہی تھا کہ چو گوشیہ ٹوپی علی کو دینا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! کلاہ سر پر وہ شخص رکھتا ہے جو دنیا سے بالکل قطع تعلق کرے اور دولت مندوں اور اہل دنیا کی صحبت کو ترک کر دے اور کلاہ کا جو حق ہے ادا کرے تا کہ قیامت کے دن جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء اور مشائخ طبقات سے شرمندہ نہ ہووے۔

پھر فرمایا کہ ٹوپی سر پر لینا تو سہل ہے لیکن اس کے احکام و شرائط بجالانا بہت مشکل ہیں اگر اس کے احکام و شرائط کا ایک ذرّہ بھر بھی بجا نہ لایا جائے تو جھوٹا مدعی ٹھہرتا ہے۔ نہ کہ صدیق اور راست گو۔

پھر فرمایا کہ خواجہ یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی شخص مرید ہونے کے ارادے سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ ایک سال تک لگاتار اس سے خدمت لیتے پھر جب دیکھتے کہ کلاہ کے لائق ہو گیا ہے تو کلاہ عنایت کر کے فرماتے کہ دیکھ! اگر تو کلاہ کے حق ادا کرے گا تو تجھے نجات حاصل ہو گی ورنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا کلاہ خود تجھے سزا دے گا۔

مستحقِ کلاہ کون ہے؟

ایک دفعہ بدخشاں کا کوئی بزرگ زادہ خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کلاہ لینے کے لئے ملتمس ہوا۔ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس کے باطن میں نگاہ کی تو اسے دنیاوی آلائشات میں ملوث پا کر انکار کر دیا۔ وہ اس ولایت کے بزرگ کی سفارش لایا تو آپ نے کلاہ عنایت کر کے فرمایا کہ دیکھ! تو کلاہ تو لیتا ہے لیکن اس کی قدر نہیں کرے گا جو اس کی قدر کرتا ہے وہ دنیا کے فریب میں نہیں آتا۔ اس نے اس بات کا کچھ خیال نہ کیا کلاہ لے کر بدخشاں گیا۔ اپنی عادت کے مطابق برے کاموں میں مشغول ہو گیا اور کلاہ اتار کر طاق میں رکھ دیا۔ جب یہ خبر خواجہ صاحب نے سنی تو فرمایا کہ یہ کلاہ اس کی خبر کیوں نہیں لیتا۔ چنانچہ بہت مدت گزرنے نہ پائی کہ وہ بزرگ زادہ کسی تہمت میں گرفتار ہوا اور اس کی آنکھیں نکالی گئیں جن کے درد سے وہ فوت ہو گیا۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اس زمانے میں اب کلاہ بازی ہوتی ہے۔ جو چاہتا ہے سر پر رکھ لیتا ہے لیکن اس کا ذرّہ بھر بھی حق بجا نہیں لاتا۔

پھر فرمایا کہ چونکہ کلاہ اور خرقے کی بے عزتی کرتے ہیں اس لئے اس زمانے میں خیر اور برکت نہیں رہی اکثر اہل خرقہ وکلاہ قمار خانوں اور بادشاہوں اور امراء کی صحبت میں رہتے ہیں جس زمانے میں اس قسم کے اہل خرقہ وکلاہ ہوں اس میں برکت کیا ہو سکتی ہے لیکن پھر بھی ہزار شکر ہے کہ بلا نازل نہیں ہوتی اگر نازل ہو تو پہلے اہلِ خرقہ وکلاہ پر ہو اور بعد میں خلقت پر۔

پھر فرمایا کہ اس درویش کی نسبت نہایت تعجب ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کلاہ سر پر رکھ کر اس کی حق ادائی نہیں کرتا اور دولت مندوں اور امراء کی خدمت میں جاتا ہے بڑے تعجب کی بات ہے کہ اس کی صورت مسخ نہیں ہو جاتی اور وہ خلقت میں رسواء کیوں

نہیں ہوتا۔

پھر فرمایا کہ پیر کو کلاہ اس شخص کو دینا چاہیے جس کا ظاہر و باطن روشن ہو جب کوئی کلاہ کا خواستگار ہو تو پہلے نور معرفت سے اس کے باطن کو دنیاوی آلائشوں سے صاف کرے جب اس کا ظاہر و باطن پاک ہو جائے اور کسی قسم کی آلائش باقی نہ رہ جائے تو پھر کلاہ دے اگر ایسا نہ کرے گا تو خود بھی گمراہ ہوگا اور اس مرید کو بھی گمراہ کرے گا۔ پس اے درویش اتنے اہل خرقہ وکلاہ جو روزی کی خاطر در بدر ہوتے ہیں اور روٹی کے محتاج ہیں اس کی یہی وجہ ہے کہ وہ بد دیانت ہیں یعنی کلاہ سر پر رکھ کر اس کا حق ادا نہیں کرتے اس واسطے وہ بدروزگاری میں مبتلا ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اہل کلاہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے آگے سر نہیں جھکاتے' جب کسی اہل کلاہ کو بادشاہوں اور امراء کے پاس جاتا دیکھے تو اس سے کلاہ چھین لینی چاہیے کیونکہ وہ کلاہ کے لائق نہیں اس واسطے کہ رسول اکرم ﷺ کی کلاہ سر پر رکھ کر امیروں اور بادشاہوں کے پاس جا کر اس کی بے عزتی نہیں کرنی چاہیے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں خواجہ اَجل شیرازی کی خدمت میں حاضر تھا آپ کے ایک مرید کی نسبت آپ سے کسی نے شکایت کی کہ وہ آپ سے پوشیدہ بادشاہوں اور امراء کے پاس جاتا ہے فوراً آپ کی زبان سے نکلا کہ ہمارے پیر کی کلاہ اس کی گردن کا مہرہ کیوں نہیں توڑتی ابھی یہ بات اچھی طرح کہنے بھی نہ پائے تھے کہ وہ مرید چھت سے گرا اور اس کی گردن کا مہرہ ٹوٹ گیا۔

کلاہ کا حق

بعدازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ اے درویش! شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی یہ عادت تھی کہ اگر ایک لاکھ آدمی بھی مرید ہونے کی نیت سے آتے تو سب کو کلاہ عنایت فرماتے اور کلاہ دے کر یہ فرماتے کہ جو اس کلاہ کا حق ادا نہیں کرے گا وہ میرے پیر کی بیعت پر نہیں اور یہی کلاہ اسے سزا دے گی لیکن آپ کے مریدوں میں سے کوئی بھی ایسا نہ نکلا جس نے کلاہ کی حق ادائی میں کمی کی ہو۔

پھر فرمایا کہ اہل کلاہ کو کلاہ سزا تو دیتی ہے لیکن انہیں معلوم نہیں ہوتا کہ یہ سزا کہاں سے ملی ہے اگر وہ کلاہ کا حق ادا کریں تو کبھی مصیبت و آزمائش کا نشان تک ان میں نہ پایا جائے اور دنیا و آخرت میں بالکل محفوظ رہیں۔

پھر فرمایا کہ اہل کلاہ کی جو بے عزتی ہوتی ہے تو اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ وہ اس کا حق ادا نہیں کرتے اے درویش! کلاہ کے چار گوشے ہیں۔ پہلا شریعت کا دوسرا طریقت کا تیسرا معرفت کا اور چوتھا حقیقت کا۔ پس جو ان چاروں خانوں میں استقامت اختیار کرے گا اس کے لئے کلاہ سر پر کرنی جائز ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ پیر طریقت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ کلاہ سر پر کرنی کس کے لئے واجب ہے! فرمایا۔ جو اٹھارہ ہزار عالم سے بیزار ہو۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! جب تک تو چاروں عالموں سے اپنے آپ پر نگاہ نہیں رکھ سکتا۔ تیرے لئے کلاہ پہننا واجب نہیں۔

اوّل: عالم چشم...... یعنی آنکھ کو تمام نا قابل دید چیزوں کے دیکھنے سے روکے۔

دوسرے: عالم گوش...... یعنی کانوں کو نا قابل شنید باتوں کے سننے سے روکے۔

تیسرے: عالم زبان...... جب تک تو زبان کو گونگا نہ بنائے گا۔ کلاہ کا مستحق نہیں ہوگا۔

چوتھے: عالم دست و پائے...... جب تک ہاتھ پاؤں کو ممنوعہ افعال سے نہ روکے گا۔

کلاہ کے لائق نہیں ہوگا جو یہ چاروں باتیں بجالاتا ہے اس کے لئے جائز ہے کہ کلاہ سر پر رکھے۔

ایک مرتبہ خواجہ ذوالنون مصری ﷫ سے پوچھا گیا کہ کلاہ سر پر کرنی کس کے لئے واجب ہے۔ فرمایا! اس کے لئے جو کلاہ پہن کر دنیا و ما فیہا کو تین طلاق دے دے۔

پھر فرمایا کہ ایک روز خواجہ بایزید ﷫ سے پوچھا گیا کہ اہل کلاہ میں سے صادق کون ہے؟ فرمایا' جو اپنا تمام مال واسباب راہ خدا میں صرف کر دے اور اپنے لئے کچھ بھی نہ بچا رکھے۔

کلاہ کے اسرار

پھر فرمایا کہ خواجہ عبداللہ سہل تستری ﷫ لکھتے ہیں کہ کلاہ کے چار کونے ہیں۔ پہلا اسرار وانوار کا۔ دوسرا محبت وتوکل کا۔ تیسرا عشق واشتیاق کا۔ اور چوتھا رضا اور موافقت کا۔ پس جب کوئی شخص کلاہ سر پر کرتا ہے تو یہ چاروں چیزیں اس کی چوٹی میں جمع ہوتی ہیں۔

پھر فرمایا کہ پہلا خانہ اسرار وانوار کا۔ دوسرا محبت وتوکل کا۔ تیسرا عشق واشتیاق کا اور چوتھا رضا اور موافقت کا ہے۔ تو پھر لوگ اپنے تئیں کیوں اس نعمت سے محروم رکھتے ہیں اور جب کلاہ پہنتے ہیں تو پھر کیوں اس کا حق ادا نہیں کرتے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک درویش میرے پاس آیا اس وقت میں اور قاضی حمیدالدین ناگوری (﷫) ایک مجلس میں تھے اور کلاہ کی بابت گفتگو ہو رہی تھی۔ فرمایا کہ کلاہ دوست کا مونس ہے۔ حق تعالیٰ کے عشق ومحبت سے مرکب ہے۔ پس اس راہ میں حقیقت کا عاشق وہ شخص ہے جو اس کلاہ کی قدر جانتا ہے اور فرمایا کہ یہ رباعی کلاہ کے بارے میں آپ کی زبان مبارک سے سنی تھی۔

در طاقیہ فقر و زہد و شوق است ہمہ اسرار جمالِ دوست ذوق است ہمہ
چوں بر سرِ خود بنہادی آں مونس دوست ے سوزد عشق او کہ شوق است ہمہ

بعدازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ میں نے سلوک اولیاء میں لکھا دیکھا ہے کہ کلاہ پوش جس قدر طاعت وعبادت اور مجاہدہ کرتا ہے اسی قدر اس پر رحمت حق کا سایہ ہوتا ہے اس واسطے کہ کلاہ رحمت الٰہی کا سائبان ہوتا ہے جب قیامت کو صاحب کلاہ اٹھیں گے تو وہ کلاہ دوزخ اور صاحب کلاہ کے درمیان حجاب ہو جائے گا۔ جس کی لمبائی پانچ سو سالہ راہ کے برابر ہوگی۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے ایک واصل سے سنا کہ انسان اس وقت تک خدا رسیدہ نہیں ہوتا جب تک کلاہ نہ پہنے اور کسی کا مرید نہ بنے اور بہت مجاہدہ نہ کرے۔ پھر فرمایا کہ خواجہ ابراہیم ادھم ﷫ سے پوچھا گیا کہ دین ودنیا کی سعادت کس چیز میں ہے۔ فرمایا' میں نے خواجہ حسن بصری ﷫ سے سنا ہے کہ دین ودنیا کی سعادت کلاہ میں رکھی ہے جو اسے پہن کر اس کا حق ادا کرتا ہے اسے دین و

دنیا کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ کوئی کلاہ پوش کسی ایسے کام میں مشغول ہوا۔ جس میں حق تعالیٰ کی رضا نہ تھی جب اس کام سے فارغ ہوا تو آواز آئی کہ اے مدعی! تو رسول اللہ ﷺ کی کلاہ سر پر کر کے ایسے فعل کرتا ہے یا تو یہ فعل قبیحہ چھوڑ دے یا سر پر سے کلاہ دور کر اور کسی ایسے شخص کو دے جو اس کا حق ادا کر سکے اس نے یہ سن کر اس فعل سے بالکل توبہ کر لی اور خانہ کعبہ میں چالیس سال تک معتکف رہا۔ آخر جب فوت ہوا تو وہیں اس کا مدفن بنایا گیا۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ میں نے شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ درویش خلق کو کلاہ اس وقت عنایت کر سکتا ہے جبکہ اس میں چار باتیں پائی جائیں۔

اوّل قضائے حاجت کے سوا مصلّے سے نہ اٹھے اور کٹیا کا دروازہ کسی کے لئے کھلا نہ رکھے مگر اس وقت جبکہ عالم غیب سے کوئی چیز میسر ہو۔

دوسرے جب کوئی کلاہ کے لئے ملتمس ہو تو جب تک نور باطنی سے اس کے ظاہر و باطن کو روشن نہ دیکھ لے کلاہ نہ دے۔

تیسرے اس کے جماعت خانے میں علم کا چرچا ہو۔ جب کوئی کسی چیز کی بابت اس سے سوال کرے تو فوراً شافی و کافی جواب دے۔ یہ نہ کہے کہ فلاں کتاب میں دیکھو۔

چوتھے اسے ولایت حاصل ہو یعنی مرید کا ہاتھ پکڑتے ہی اسے خدا رسیدہ بنا دے۔ ولایت یا تو کسی اہل کو دے کر فوت ہو اگر کوئی لائق نہ ملے تو سب ہمراہ لے جائے جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فوائد ختم کئے تو ظہر کی نماز کی اذان ہوئی آپ اٹھ کر دولت خانے میں تشریف لے گئے اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ۔

فصل سیزدہم

درویشی کی حقیقت

جب قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا اس وقت مولانا محمد صوفی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ عزیز درویش، مولانا یحییٰ غریب رحمۃ اللہ علیہ، شیخ بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ جمال الدین عرف غریب، شیخ علاؤ الدین درویش رحمۃ اللہ علیہ اور اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ درویشی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! درویشی دراصل وہ تھی جو رسول کریم ﷺ کو حاصل تھی کہ اختیار سے فقر قبول کیا اور گودڑی پہنی جب پہنی تو حکم ہوا کہ حجاب عظمت سے لے کر آسمان تک کے سارے فرشتے گودڑی پہنیں۔ جب سب نے پہنی تو سجدے میں سر رکھ کر عرض کی کہ اے پروردگار! ہمیں مطلع فرمائیں کہ کس کی موافقت سے ہم نے یہ گودڑی پہنی۔ فرمایا گیا کہ رسول خدا ﷺ کی موافقت سے جو میرا حبیب ہے اور جس نے آج گودڑی پہنی ہے۔

بلند ہے مقام درویشی

پھر فرمایا کہ اے درویش! اگر رسول اللہ ﷺ درویشی قبول نہ فرماتے تو درویشی کی برکت اس جہان میں نہ ہوتی اور کوئی زندہ نہ رہتا سب ہلاک ہو جاتے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ دنیا اور اہل دنیا کس بات (بنیاد) پر قائم ہیں۔ فرمایا' درویشوں کے قدموں کی برکت سے اے عیسیٰ! اگر درویش جہان میں نہ ہوتے یا زمین انہیں قبول نہ کرتی تو دولت مندوں کو میرا قہر نگل جاتا اور سب کو ہلاک کر دیتا۔

پھر فرمایا کہ اگر محبت ہے تو یہی درویشوں کی محبت ہے۔ جب شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز کے جماعت خانے میں کوئی درویش نہ آتا تو فرماتے کہ آج نعمت مجھ سے لے لی گئی ہے کہ کوئی درویش نہیں آیا۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول خدا ﷺ بیٹھے تھے کہ جبرائیل علیہ السلام نے آ کر یہ فرمان الٰہی سنایا کہ اے میرے حبیب ﷺ! جو لوگ فقیروں سے محبت کرتے ہیں اور ان کو اپنے پاس بٹھاتے ہیں تُو ان کے ساتھ دوستی کر اور ان سے مل بیٹھ۔

پھر فرمایا کہ رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ صابر درویش کی دو رکعت نماز کو شاکر دولت مندوں کی ستر رکعتوں پر شرف حاصل ہے شاکر دولت مند وہ ہوتا ہے جو اپنا مال و اسباب راہ خدا میں صرف کر دے۔

پھر فرمایا کہ حضرت سلیمان صلوٰۃ اللہ علیہ کی یہ عادت تھی کہ جب افطار کا وقت ہوتا مسجد کے دروازے پر جا بیٹھتے جو بھوکا درویش ہوتا اس کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے اور پھر واپس جاتے۔

پھر فرمایا کہ قیامت کے دن درویشوں سے معافی مانگی جائے گی اور دولت مندوں سے حساب لیا جائے گا۔

پھر فرمایا کہ میں نے شیخ اوحد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے کہ قیامت کے دن درویشوں کو حکم ہوگا کہ ترازوئے صراط کے پاس جا کر ان اشخاص کو اپنے ہمراہ بہشت میں لے جاؤ۔ جنہوں نے دنیا میں تم سے نیک سلوک کیا۔

درویشوں سے رُوگردانی کی سزا

پھر فرمایا کہ قیامت کے دن بعض ایسے آدمی ہوں گے جنہوں نے دنیا میں طاعت نماز روزہ وغیرہ سب کچھ کیا ہوگا لیکن دوزخ میں جانے کا حکم ہوگا' وہ پوچھیں گے کہ ہم نے تو دنیا میں نیک عمل کئے پھر کیوں دوزخ میں بھیجا جاتا ہے؟ حکم ہوگا کہ تم نے دنیا میں درویشوں سے روگردانی کی بعض آدمی ایسے ہوں گے جنہوں نے دنیا میں کوئی نیک عمل نہیں کیا۔ بلکہ گناہ در گناہ کرتے رہے ہیں ان کے لئے بہشت میں جانے کا حکم ہوگا۔ وہ حیران رہ جائیں گے کہ ہم نے تو کوئی نیک عمل نہیں کیا پھر کس سبب سے ہمیں بہشت کا حکم ہوا ہے فرمان ہوگا کہ گو تم نے دنیا میں گناہ کئے ہیں لیکن تمہارے دلوں میں درویشوں کی محبت تھی اور تم نے ان سے نیک سلوک کیا جس کی برکت سے تمہیں جنت جانا نصیب ہوا کوئی راحت درویشوں کی محبت سے بڑھ کر نہیں لیکن یہ ہے دشوار کام۔ فاقہ کی رات درویش کے لئے معراج کی رات ہوتی ہے۔

پھر فرمایا کہ اگر شہروں اور مقاموں میں درویشوں کی برکت نہ ہوتی تو غیر آباد ہو جاتے جو شہر و مقام دنیا میں آباد ہیں وہ

سب درویشوں کی برکت سے ہیں۔

درویشوں کی برکت

پھر فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام)! اگر درویشوں کی دعا نہ ہوتی تو ہم سارے شہروں اور مقاموں کو برباد کر دیتے تمام جہان انہیں کی برکت سے قائم ہے۔

پھر فرمایا کہ درویش کو کسی شہر سے آزردہ دل ہو کر نہیں جانا چاہیے۔ نہیں تو وہ شہر برباد ہو جائے گا۔

پھر فرمایا کہ شیر خان والیٔ ملتان میرا چنداں معتقد نہ تھا میں نے بہتیری طرح سمجھایا کہ درویشوں سے کینہ رکھنا اچھا نہیں کیونکہ اس سے ملک میں خلل آتا ہے لیکن اس نے پروانہ کی چنانچہ ایک دفعہ مغلوں نے اس پر حملہ کیا جس میں اور کوئی نہ مارا گیا صرف شیر خان ہی مارا گیا پھر یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا۔

درویش را بشہر نبودے اگر قیام　　　گشتے سراسر ایں ہمہ عالم خراب حال

پھر فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی شہر مقام یا محلے کو برباد و تباہ کرنا چاہتا ہے یا مصیبت قحط اور وبا میں مبتلا کرنا چاہتا ہے یا لوگوں کو پریشان اور تباہ کرنا چاہتا ہے تو اس شہر و مقام یا محلے سے مشائخ اور علماء کو اٹھا لیتا ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ لاہور شہر اس طرح خراب ہوا کہ اس شہر میں ایک بزرگ بدھن نام رہتا تھا جو تارک الدنیا تھا جس روز مغل لاہور آنے والے تھے۔ وہ جامع مسجد میں گیا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے مسلمانو! اب ہم اس شہر سے جاتے ہیں۔ کسی نے نہ پوچھا کہ کیوں جاتے ہو؟ بلکہ کہا کہ بہتر ہے اگر ایسا درویش یہاں سے چلا جائے۔ جب آپ شہر چھوڑ گئے تو مغلوں نے شہر کو تاخت و تاراج کیا اور لوگوں کو قید کر کے لے گئے۔ پھر فرمایا کہ جب شہر سے کوئی درویش یا عالم فوت ہو جاتا ہے تو فرشتے اس کی موت پر افسوس کرتے ہیں اور روتے ہیں۔ پس! جس شہر میں درویش نہیں۔ اس شہر میں خیر و برکت نہیں۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک درویش کے پاس گئے جو سویا ہوا تھا اسے جگا کر فرمایا کہ اٹھ! اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اس نے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت کی ہے جس سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں ہو سکتی۔ پوچھا وہ کیا؟ کہا دنیا کا ترک۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! اللہ تعالیٰ نے قران مجید میں فرمایا ہے کہ عن اللہ تعالی تقلیل من عمل. پھر فرمایا۔ جو شخص درم و دینار چھوڑے بغیر دنیا سے گزر جائے وہ مسکین ہے اور اس کے بارے میں رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ بہشتی ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول خدا ﷺ سے سائل نے کچھ مانگا۔ اس وقت کوئی چیز موجود نہ تھی سائل محروم چلا گیا۔ آنحضرت ﷺ کے دل مبارک میں خیال آیا کہ اگر دنیا کی کوئی چیز میرے پاس ہوتی تو سائل محروم تو نہ جاتا۔ یہ خیال آتے ہی جبرائیل علیہ السلام نے دین و دنیا کے خزانوں کی چابیاں لا رکھیں کہ اگر جناب چاہیں تو استعمال کر سکتے ہیں۔ مسکرا کر فرمایا کہ جس نے اپنے خیال سے فقیری پسند کی ہو وہ ان خزانوں کو کیا کرے گا؟

پھر فرمایا کہ رسول خدا ﷺ نے جو فرمایا ہے کہ "الدنیا مزرعة الأخرة" دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ تو اس سے مراد یہ ہے

کہ صدقہ دو آخرت کو تمہارے کام آئے چنانچہ مثل مشہور ہے کہ جیسا بوؤ گے ویسا کاٹو گے۔

پھر فرمایا کہ درویشی اس بات کا نام ہے جو شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل تھی کہ صبح سے شام تک جو آتا بغیر کچھ کھائے نہ جاتا۔

کمال درویشی

پھر فرمایا کہ ایک درویش شیخ سعید تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نام جو جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر تھے آپ کے ہاں اکثر فاقہ ہوتا۔ لیکن کسی سے کوئی چیز نہ لیتے ایک مرتبہ میں تین دن تک خانقاہ میں رہا کسی قسم کا کھانا نہ پکا۔ درویش اور آپ صرف خربوزوں پر گزارہ کرتے رہے جب یہ خبر والی شہر نے سنی تو کہا کہ شیخ صاحب ہم سے کوئی چیز تو لیتے نہیں۔ ہم کیا کریں؟ یہ کہہ کر کچھ نقدی بھیجی کہ آپ کے خادم کو دینا اور اسے کہنا کہ تھوڑی تھوڑی کر کے خرچ کرے۔ سپاہی نے آکر خادم کو روپیہ دیا اور کہا کہ جیسی مصلحت دیکھو روپیہ خرچ کرو لیکن شیخ صاحب کو اس بات کی اطلاع نہیں دینا خادم آپ سے چھپا نہ سکا آخر یہ کہہ ہی دیا پوچھا' کون لایا تھا اور کہاں کہاں اس نے قدم رکھا تھا وہاں کی مٹی کھود کر باہر پھینک دو اور خادم کو مع روپیہ باہر نکال دیا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے ہاں متواتر چھ روز فاقہ رہا ساتویں دن جب تھوڑا کھانا میسر ہوا تو کھانے ہی کو تھے کہ سائل نے آکر کہا کہ میں نے سات روز سے کچھ نہیں کھایا خدا کے نام کچھ دو! آپ رضی اللہ عنہ نے فرزندوں کے آگے سے کھانا اٹھا کر اسے عنایت کیا اور فرمایا کہ اسے سات روز کا فاقہ ہے اور ہمیں چھ روز کا اسے دینا بہتر ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! درویشی اسی کا نام ہے جو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھی جب درویش مراقبہ میں سر نیچا کرتا ہے تو اٹھارہ ہزار عالم کو دیکھ آتا ہے اور جب قدم زنی کرتا ہے تو عرش سے تحت الثریٰ تک پھرتا ہے یہ درویشوں کا پہلا مرتبہ ہے پھر یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا۔

چو درویش در عشق گردو فرود   بیکدم سراز عرش بالا کند

پھر فرمایا کہ اے درویش! عاشقوں کے دل ہر وقت حجاب عظمت کا طواف کرتے ہیں اگر تھوڑی دیر عاشق کا دل اس نعمت سے محروم رہے۔ تو عاشق ناچیز ہو جاتا ہے۔ ان کے دلوں پر متواتر انوار تجلی اور اسرار الٰہی نازل ہوتے رہتے ہیں اور وہ ان میں مستغرق رہتے ہیں۔

جب شیخ الاسلام نے یہ فوائد ختم کیے تو اٹھ کر اندر چلے گئے اور میں اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ ۔

فصل چہاردہم

محبت وعداوتِ دنیا

جب قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی مولانا بہاؤ الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شہاب الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ برہان الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا بدر الدین غزنوی اور چند اور درویش حاضر خدمت تھے محبت اور عداوت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! لوگوں کی تین قسمیں ہیں۔ بعض تو ایسے ہیں جو دنیا سے محبت کرتے ہیں اور ہر وقت اس کی یاد میں رہتے ہیں اور اس کی طلب کرتے ہیں۔ ایسے لوگ بہت ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو اسے دشمن سمجھتے ہیں اور اس سے محبت نہیں کرتے۔ بعض ایسے ہیں کہ نہ اسے دوست سمجھتے ہیں نہ دشمن۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! تیسری قسم کے لوگ پہلی دو قسموں سے اچھے ہیں۔

دنیا کا دوست کون......؟

بعد ازاں فرمایا کہ ایک شخص نے رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے پاس آ کر دنیا کو برا بھلا کہنا شروع کیا رابعہ رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا صاحب! چلے جاؤ میرے پاس نہ آنا کیونکہ تو دنیا کا دوست معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ تو اکثر اسی کا ذکر کرتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ کہرام کے علاقے میں شیخ بدنی رحمۃ اللہ علیہ رہتا تھا جو از حد تارک الدنیا تھا چنانچہ کپڑا بھی نہیں پہنا کرتا تھا اگر کوئی شخص اس کے پاس دنیا یا اہل دنیا کا ذکر کرتا تو پھر اسے پاس نہ آنے دیتا اور کہتا کہ تو دنیا کا عاشق ہے اس واسطے کہ جو اپنے معشوق کو دوسرے کے پاس دیکھتا ہے تو وہ ضرور اس کا ذکر کرتا ہے وہ درویش نماز زیادہ پڑھا کرتا اور کہا کرتا کہ افسوس! بہشت ایسی اچھی جگہ ہے۔ پر اس میں نماز نہیں۔ اس وقت ایک عزیز نے عرض کی کہ اگر پیر خود دنیا دار ہو اور مریدوں کو ترک دنیا کے واسطے کہے۔ تو فرمایا۔ اثر نہیں ہوگا۔ کیونکہ وعظ و نصیحت صرف کہنے سے اثر نہیں کرتی تاوقتیکہ خود نمونہ بن کر نہ دکھایا جائے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا اس کی کیا وجہ ہے کہ بعض لوگ اکثر دنیا کا ذکر کرتے ہیں فرمایا کہ وہ دنیا کے دوست ہیں چونکہ اپنی معشوقہ کو دوسروں کے ہاتھ دیکھتے ہیں تو اس سے محبت کی زیادتی کی وجہ سے یاد کرتے ہیں اور دن رات اسی کا ذکر اذکار کرتے ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا سے پوچھا گیا کہ دنیا کیا ہے اور کن لوگوں کی جگہ ہے۔ فرمایا' دنیا مردار ہے اور اس کے طالب کتے ہیں دنیا کو منافق کے سوا کوئی نہیں طلب کرتا۔ یہ منافقوں کا مقام ہے بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! جب تو کسی درویش کو دنیاوی جاہ و منزلت کی طلب میں دیکھے تو جان لے کہ ابھی وہ گمراہی کے جنگل میں ہے۔

پھر فرمایا کہ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے مرتبہ کہاں سے پایا؟ فرمایا' میں نے دنیا کو تین طلاقیں دیں۔

پھر فرمایا کہ دنیا سے جس قدر محبت کرے گا اسی قدر آخرت سے دور رہے گا پس مولا اور بندے کے درمیان جو حجاب ہے تو یہی دنیا ہے اور فساد کی جڑ ہے تو یہی ہے چنانچہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ طالب الدنیا لایکون بنا للمولٰی دنیا کا طالب

مولیٰ کی طرف مائل نہیں ہوتا۔

پھر فرمایا کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ دشمن سمجھتا ہے تو بھی اسے دشمن سمجھ اور اس کے پاس بھی نہ بھٹک اور اس کی دوستی یا دشمنی کا ذکر کسی سے بھی نہ کر۔

پھر فرمایا کہ جس روز سے اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا کیا ہے قہر کی وجہ سے دیکھا بھی نہیں۔ پس وہ شخص بہت ہی نادان ہے جو ایسی چیز سے محبت کرے جسے اللہ تعالیٰ دشمن سمجھتا ہے۔

پھر فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کی طاعت کرتا ہے دنیا اس کی خدمت کرتی ہے اور جو دنیا کی طاعت کرتا ہے وہ رنج و مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ جو شخص جس قدر اللہ تعالیٰ سے غافل ہے اسی قدر دنیا میں مشغول ہے پھر فرمایا کہ میں نے خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سنا ہے کہ دنیا میں تین کام سب کاموں سے بہتر ہیں۔ اوّل۔ دنیا کو پہچاننا اور اس سے بچنا۔ دوسرے حق تعالیٰ کی طاعت کرنا اور ادب ملحوظ رکھنا۔ تیسرے آخرت کی آرزو کرنا اور اس کی طلب میں کوشش کرنا۔

پھر فرمایا کہ اس راہ میں مرد وہی ہے جو ان تینوں باتوں پر عمل کرے۔

اوّل: دنیا سے بچا رہے۔

دوسرے: مرنے سے پہلے گور کے لئے تیاری کرے۔

تیسرے: حق تعالیٰ کو دیکھنے سے پہلے اسے خوش کر دے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ اپنے حالات میں لکھتے ہیں کہ قیامت کے دن دنیا دار دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ نہ اس واسطے کہ انہوں نے کوئی گناہ کیا ہے بلکہ اس واسطے کہ اہل دنیا اور ان سے محبت کرنے والے ان کی بے عزتی دیکھ لیں اور افسوس کریں۔

اللہ کی باتیں یا دنیا کی

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ غزنی میں میں نے ایک درویش کو دیکھا جو از حد یادِ الٰہی میں مشغول تھا اس کے پاس چھ مہینے رہا اس عرصے میں اس کی زبان سے دنیا کا نام تک نہ سنا اگر اتفاقاً کبھی دنیا کا ذکر کرتا تو صبح سے شام تک روتا رہتا۔ میں نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ تقریباً تیس سال کا عرصہ گزرا ہے کہ ایک شخص نے میرے پاس آ کر دنیا کے بارے میں کچھ کہا میں نے بھی اس سے موافقت کی اسی وقت غیب سے آواز آئی کہ اے فقیر! ہماری باتیں ہوں گی یا دنیا کی؟ سو اس دن سے لے کر آج تک شرمندگی کے مارے رو رہا ہوں کہ قیامت کے دن یہ منہ کس طرح دکھاؤں گا؟

پھر فرمایا کہ سلوک کے بارے میں لکھا ہے اَکْثِرُوْا ذِکْرَ هَادِمِ لِنَفْسِ وَهَادِمَ الَّذَّاتِ یعنی لذتوں میں رخنہ انداز اور جانوں کو مٹانے والی چیز (یعنی موت) کو یاد کرو جو ہمیشہ موت کو یاد رکھتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے جو شخص جس قدر موت سے غافل ہوگا' اسی قدر دنیا کا ذکر اس کے دل میں محکم ہوگا۔ طاعت اس کے دل پر گراں گزارے گی اور گناہ آسانی سے

کرے گا۔

پھر فرمایا کہ خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام بدیاں اگر گھر میں جمع کی جائیں تو وہ گھر دنیا سمجھو۔ پس جس کے دل میں دنیا کی محبت محکم ہے وہ خدا سے دور ہے جس پر دنیا تنگ ہے سمجھو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے۔

پھر فرمایا کہ دنیا کو ہر روز پانچ مرتبہ ندا آتی ہے کہ اے دنیا! تو ہمارے دوستوں کے لئے تلخ ہو جا تا کہ وہ تجھے نیک نگاہ سے نہ دیکھیں اور اپنے طالبوں کے لئے میٹھی بن جا تا کہ وہ تیرا ذکر زیادہ کریں اور انہیں مزہ دے تا کہ وہ رنج و مصیبت میں پھنسیں۔

پھر فرمایا کہ خواجہ عبداللہ مبارک ہر وقت تجرید میں رہتے جو آپ کے پاس آتا محروم نہ جاتا آپ کی یہ عادت تھی کہ شام کی نماز ادا کر کے مریدوں کے حجروں میں پھرتے۔ اگر کھانا پانی بطور ذخیرہ ان کے پاس دیکھتے تو فرماتے کہ یہ محتاج درویشوں کو دے دو اور پانی گرادو۔ کیونکہ ذخیرہ کرنا درویشی نہیں اور اپنے مریدوں میں سے جس کو دنیا کا ذکر کرتے ہوئے سنتے۔ خانقاہ سے باہر نکال دیتے اور پھر اپنے پاس نہ آنے دیتے۔

پھر فرمایا کہ آپ کے پاس بہت سامال واسباب تھا جب اور مال آتا تو ایک شخص کے حوالے کر دیتے جو محافظ بیت المال تھا کہ تم ہی اس کا حساب رکھو! اپنے پاس بھی نہ آنے دیتے تا کہ دنیا کے کام میں مشغول نہ ہو جائیں۔ اے درویش! ایک مرتبہ سلطان شمس الدین نے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں اشرفیوں کی چند تھیلیاں بھیجیں جونہی آدمیوں کو لاتے ہوئے دیکھا دور سے فرمایا کہ اسے لے جاؤ! اور جا کر کہہ دو کہ ہم نے تو تجھے اپنا دوست سمجھا تھا لیکن تو دشمن نکلا کیونکہ تو نے ہمارے پاس وہ چیز بھیجی جسے حق تعالیٰ دشمن سمجھتا ہے اس کے طالب اور بہت ہیں ان کو دو۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر خواجہ شریف زندنی رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال تک دنیا سے تنہائی اختیار کی آپ خراسان میں معتکف ہوئے اس چالیس سال کے عرصے میں آپ کی خوراک صرف سبزی تھی مگر اس عرصے میں جو شخص آپ کی زیارت کو جاتا اسے خادم کہتا کہ خبردار! آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دنیا کا ذکر نہ کرنا نہیں تو زیارت کی سعادت سے محروم رہ جائے گا۔

دنیا اور مالِ دنیا کی مذمت

الغرض! ایک روز اس ولایت کا حاکم آپ کی زیارت کے لئے آیا اور کچھ نقدی لایا اور آداب بجالا کر بیٹھ گیا اور دنیا کی بابت کوئی حکایت بیان کی خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ او دشمن خدا! تو نے کہاں کا کینہ مجھ سے لیا کہ خدا کے دشمن کو پکڑ کر میرے پاس لانا تو دوستی کی بات نہ تھی جو تو نے کی اسے لے جا اور اس کے طالبوں کو دے یہ فرما کر اپنا بوریا (جس پر آپ بیٹھے تھے) اٹھایا اور فرمایا دیکھ! جب نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہے کہ زرو دینار کی ندی بہہ رہی ہے سب اٹھ کھڑے ہوئے اور سر قدموں پر رکھ دیئے اور معافی مانگی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جس کے پاس اس قدر خزانے ہوں اسے ان مردار پیسوں کی کیا حاجت ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک شخص خواجہ قطب الدین چشتی قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں اس نیت سے حاضر ہوا کہ خواجہ صاحب اسے دینار دیں اور جہاں پر خواجہ صاحب بیٹھے ہیں وہاں دودھ کی ندی جاری ہو۔ ابھی وہ دور ہی تھا کہ خواجہ

صاحب نے اس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ دوست خدا آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مغضوبہ چیز کو طلب کرتے ہیں۔ چونکہ تیرے دل میں یہ خیال ہے۔ اس لئے اس اینٹ کو جس پر تو بیٹھا ہے' اٹھا جب اٹھائی تو نیچے اشرفیوں کا ڈھیر پایا۔ فرمایا اٹھالے' یہ تیرا ہی حصہ ہے۔ جب اس نے وہ ڈھیر اٹھالیا تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ تیری خواہش دودھ چاول کی ہے سو تیرے آگے ہے' کھا۔ جب اس نے نگاہ کی تو دیکھا کہ دودھ چاول کی ندی بہہ رہی ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ قطب الدین چشتی راہ چل رہے تھے راستے میں ایک مسجد تعمیر ہو رہی تھی ایک کڑی اوپر لیجانا چاہتے تھے لیکن وہ اور کڑیوں سے دو گز چھوٹی تھی بیچارے حیران تھے کہ کیا کریں خواجہ صاحب نے فرمایا اوپر چڑھا کر مجھے اطلاع دینا۔ جب اوپر چڑھائی گئی تو آپ نے دیوار پر چڑھ کر اسے کھینچا تو دوسری کڑیوں کی نسبت ایک گز لمبی ہوگئی چنانچہ آج تک اسی طرح دیوار کے باہر ہے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ یوسف چشتی کے پیر خواجہ محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ اکثر عالم تحیر میں رہتے چنانچہ تیس سال تک نہیں سوئے آپ کا مجاہدہ آپ ہی کو حاصل تھا چنانچہ سال یا دو سال تک کچھ نہیں کھایا پیا کرتے تھے اور رات کو نماز معکوس ادا کرتے یعنی کنوئیں میں الٹے لٹک کر نماز ادا کرتے۔

اللہ تعالیٰ کی مغضوبہ چیز

الغرض! ایک روز آپ دجلہ کے کنارے بیٹھے خرقہ سی رہے تھے کہ بغداد کا ایک بزرگ زادہ مع اپنے لشکر کے وہاں پہنچا تو خواجہ صاحب کو دیکھا اور گھوڑے پر سے اتر پڑا اور آ کر آداب بجالا کر بیٹھ گیا اور عرض کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کسی کی سلطنت میں کوئی بڑھیا عورت رات کو بھوکی سوئے تو قیامت کے دن اُس کی دامن گیر ہوگی اور اپنا انصاف لیے بغیر اسے نہ چھوڑے گی۔ یہ عرض کر کے جو کچھ لایا تھا حاضر خدمت کیا۔ خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ ہمارے خواجگان کی رسم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مغضوبہ چیز قبول کریں۔ یہ ان کے پاس لے جاؤ۔ جنہیں اس کی ضرورت ہے۔ پھر ایک درہم جو پاس تھا وہ دجلے میں پھینک دیا اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا اے پروردگار! جو کچھ تو اپنے بندوں کو دکھلاتا ہے اس کو بھی دکھلا۔ اسی وقت مچھلیاں منہ میں اشرفیاں لیے ہوئے حاضر خدمت ہوئیں۔ جب اس بزرگ زادے نے یہ حالت دیکھی تو آداب بجالایا اور کہا کہ واقعی مردان خدا میں اس قسم کی قوت ہوتی ہے خواجہ صاحب نے مچھلیوں کو فرمایا کہ میرا درہم لاؤ۔ ایک مچھلی نے وہی درہم لادیا۔ فرمایا کہ اے عزیز! جسے اللہ تعالیٰ کے گھر سے اس قدر زرّ مل سکتا ہے۔ اسے دوسروں کے زرّ کی کیا احتیاج ہے۔ جونہی خواجہ صاحب نے یہ فوائد ختم کیے اٹھ کر اندر تشریف لے گئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ ۔

فصل پانزدہم

مریدوں کا حسنِ عقیدہ

جب قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ شیخ جمال الدین ہانسوی' مولانا نظام الدین بدایونی رحمۃ اللہ علیہ' شمس دبیر رحمۃ اللہ علیہ' مولانا شمس الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ' شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ نجم الدین سنامی اور خانوادۂ چشت کے چند اور درویش حاضر خدمت تھے اور مریدوں کے حسن عقیدہ کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! جس شخص کا اپنے پیر کے حق میں نیک عقیدہ نہیں وہ مرید ہی نہیں۔

بارگاہِ نبوت میں حاضری نماز سے بہتر ہے

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ امیر المومنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ نفلی نماز ادا کر رہے تھے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام کی خاطر آپ کو آواز دی۔ آپ چونکہ نماز میں مشغول تھے' جواب نہ دیا۔ جب نماز سے فارغ ہو کر حاضر خدمت ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے آواز دی تھی۔ عرض کی کہ سنی تو تھی۔ لیکن میں نماز میں مشغول تھا۔ فرمایا جس وقت رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) آواز دیں تو نفلی نماز چھوڑ کر اسی وقت جواب دو۔ کیونکہ ایسا کرنا نفلی نماز سے بدرجہا بہتر ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں خواجہ قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک درویش شیخ علی سنجری نفلی نماز ادا کر رہا تھا خواجہ صاحب نے آواز دی تو فوراً نماز چھوڑ کر لبیک کہا۔ شیخ صاحب نے پوچھا کہ نماز ادا کر کے بعد میں کیوں جواب نہ دیا۔ نماز کیوں چھوڑ دی؟ عرض کی کہ جناب کی آواز کا جواب دینا نفلی نماز سے افضل ہے اس واسطے کہ سلوک میں یوں ہے کہ جب پیر مرید کو آواز دے اور مرید فوراً جواب دے تو اس سے ایک سال کی عبادت کا ثواب مرید کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ پس اے مخدوم! کیوں انسان اس ثواب کو مفت ہاتھ سے کھوئے۔

پھر فرمایا کہ پیر میں ذاتی قوت اس قسم کی ہونی چاہیے کہ جب کوئی شخص مرید ہونے کی نیت سے حاضر خدمت ہو تو اس کے حسن عقیدہ کو دیکھے اگر اسے فرمان حق میں راسخ نہ پائے تو آہستہ سے کہے کہ ابھی تیرا وقت نہیں آیا واپس چلا جا۔

پھر فرمایا کہ مرید جو پیر کی خدمت میں آ کر سر زمین پر رکھ دیتے ہیں یہ سہل خدمت ہے۔ اس واسطے کہ جو پیر کی خدمت میں ارادت اور بیعت کی نیت سے آتے ہیں۔ اس ارادت اور بیعت سے مراد پیر کی محبت اور عشق ہے۔ سو اس صورت میں زمین پر سر رکھنا سہل خدمت ہے۔ پھر فرمایا کہ جب تک شیخ میں اس قسم کی ذاتی قوت نہ ہو اسے شیخ نہیں کہہ سکتے۔ اس واسطے کہ خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تک شیخ مرید کے ظاہر و باطن کو نہ دیکھ لے اس کے لیے مرید بنانا واجب نہیں۔

خواجہ معین الدین کی چند کرامات

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ پتھورا (راجہ پرتھوی رائے) کا ایک مسلمان ملازم خلوص دل سے شیخ معین الدین حسن سنجری قدس

اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں مرید ہونے کی نیت سے حاضر ہوا۔ لیکن شیخ صاحب نے اسے مرید نہ بنایا۔ اس نے جا کر پتھورا کو کہا پتھورا نے آدمی بھیجے۔ کہ آپ اسے مرید کیوں نہیں بناتے۔ فرمایا' اس میں تین باتیں پائی جاتی ہیں۔ جو جانے والی نہیں ہیں۔ کیونکہ اس کی تقدیر میں لکھی ہیں۔ اول یہ کہ یہ شخص کثرت سے گناہ کرے گا۔ دوسرے تمہارا ملازم ہے۔ لوحِ محفوظ میں مَیں نے لکھا دیکھا ہے کہ وہ اس جہاں سے بے ایمان جائے گا۔ جب پتھورا نے یہ سنا تو ناراض ہوا اور کہا کہ اس درویش نے ساری غیب کی باتیں کہی ہیں۔ اسے کہہ دو کہ شہر سے نکل جائے جب آپ نے سنا تو مسکرا کر فرمایا کہ تین دن کی مہلت ہے۔ اس عرصے میں یا تو میں نکل جاؤں گا یا پتھورا۔ چنانچہ تیسرے روز محمد شاہ (سلطان شہاب الدین محمد غوری) کا لشکر آیا اور پتھورا کو زندہ پکڑ کر لے گئے اور جو شخص مرید ہونے کو آیا تھا اس نے خود کو دریا میں اپنے تئیں ہلاک کیا۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! تجھے واضح رہے کہ اگر شیخ یا پیر ناراض ہو تو جہان کو درہم برہم کر سکتا ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے خواجہ قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سنا ہے کہ میں بیس سال شیخ المشائخ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہا۔ اس بیس سال کے عرصے میں مَیں نے آپ کو کسی پر ناراض ہوتے نہیں دیکھا مگر ایک روز' وہ بھی اس طرح ہے کہ آپ ایک محلے میں سیدھے چلے جا رہے تھے۔ کہ آپ کے ایک مرید شیخ علی نامی کو ایک شخص نے پکڑا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا کہ میرا روپیہ دے۔ شیخ صاحب بھی پاس سے گزرے۔ آپ نے اس شخص کو بہتیرا سمجھایا۔ لیکن اس نے ایک نہ مانی۔ آخر ناراض ہو کر کندھے کی چادر زمین پر دے ماری۔ جو اشرفیوں سے پُر ہو گئی اسے فرمایا کہ جس قدر تو نے اس سے لینا ہے اسی قدر لے لے۔ زیادہ نہ لینا۔ اس نے طمع کی تو اس کا ہاتھ خشک ہو گیا۔ کہا' میں توبہ کرتا ہوں۔ آپ نے دعا کی تو اس کا ہاتھ بھلا چنگا ہو گیا۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ شیخ معین الدین سنجری قدس اللہ سرہ العزیز یاروں کے ہمراہ بیٹھے تھے کہ اتنے میں ایک شخص آ کر ارادت کے لیے ملتمس ہوا لیکن وہ آیا ہلاکت شیخ کے ارادے سے تھا۔ جب وہ آداب بجا لا کر بیٹھ گیا تو آپ نے اس کی طرف دیکھ کر مسکرا کر فرمایا کہ درویش جب درویشوں کے پاس آتے ہیں تو صفائی کے لیے آتے ہیں۔ نہ کہ ظلم کرنے کے لیے۔ تو جس نیت سے آئے ہو یا اسے اختیار کرو یا اپنا عقیدہ درست کرو۔ یہ سن کر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اقرار کیا اور کارد (چھری) جو ہلاکت کے لیے لایا تھا باہر پھینک کر مرید بنا۔ بعد میں وہ شخص ایسا راسخ العقیدہ ہوا کہ آپ ہر ایک مشکل کام اسی کو فرماتے اور وہ بھی دل و جان سے اس کے سرانجام کرنے کی کوشش کرتا۔ آخر جب وہ کمالیت کے درجے کو پہنچ گیا تو پینتالیس حج کیے۔ آخر خانہ کعبہ کے مجاوروں میں اس کا مدفن بنا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! جس کے نصیب میں ازلی سعادت ہوتی ہے۔ اسی کی یہی حالت ہوتی ہے۔ جیسی کہ اس شخص کی ہوئی کہ وہ نیک عقیدے سے حاضر خدمت نہ ہوا تھا۔ لیکن شیخ صاحب نے اس کے سینے سے تمام کدورتوں کو صاف کر دیا تب ہی اس نے اٹھ کر اقرار کیا اور آداب بجا لا کر عرض کی کہ اب میری طرف سے صفائی ہے اسی وقت مرید بنا اور شرفِ بیعت سے مشرف ہوا۔

پھر فرمایا کہ ایک شخص میرے پاس آیا۔ اس سے میں نے سنا کہ مرید کو سارے کاموں میں راسخ ہونا چاہیے۔ نہیں تو قیامت کے دن شرمندہ ہو گا۔

صاحبِ کشف بادشاہ

پھر فرمایا کہ خواجہ جنید بغدادی قدس سرہ العزیز اپنے حالات میں بادشاہوں کے حسنِ عقیدہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک بادشاہ جو راسخ الاعتقاد صالح اور صاحب کشف تھا۔ بالا خانے میں بیٹھا ہوا تھا جہاں سے اس کی نگاہ نیچے پڑ سکتی تھی۔ اس کے ہمراہ اس کی بیوی بھی بیٹھی ہوئی تھی۔ جب اس کی نگاہ بارگاہ کے جشن پر پڑی تو دیر تک آسمان کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر نیچے کی طرف دیکھا۔ پھر دیر تک آسمان کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اپنی بیوی کی طرف دیکھ کر رو دیا۔ اس کی بیوی نے جب یہ ماجرا دیکھا تو وجہ پوچھی۔ بادشاہ نے کہا' جانے دو۔ یہ کہنے والی بات نہیں۔ جب بیوی نے بہت منت سماجت کی تو بادشاہ نے کہا کہ جب میری نظر لوح محفوظ پر پڑی تو دیکھا کہ میرا نام زندوں سے کٹ گیا ہے۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ اب مجھے جانا ہے۔ پھر دیکھا کہ میری جگہ کون ہو گا۔ تو دیکھا کہ وہ حبشی جو نیچے کھڑا ہے۔ وہ میرا جانشین ہو گا اور تو اس کے نکاح میں آئے گی جب اس کی بیوی نے یہ سنا تو پوچھا کہ اب کیا کرو گے؟ کہا' کرنا کیا ہے۔ جو رضائے الٰہی ہے ہو کر رہے گی۔ پھر حبشی کو بلا کر اپنے کپڑے پہنائے اور اسے اپنا ولی عہد بنایا اور لشکر دے کر دشمن کے مقابلے میں بھیجا اور امراء اور وزراء اس کے ساتھ روانہ کیے۔ وہ حسب الحکم روانہ ہوئے اور دشمن کو مع مال واسباب پکڑ کر حاضر خدمت کیا۔ جس رات وہ آیا دوسرے روز بادشاہ فوت ہو گیا۔ حبشی نے لشکر کشی کے عرصے میں لوگوں سے نہایت نیک سلوک کیا تھا۔ اس لیے سارے اس کے مطیع ہو گئے۔ جب بادشاہ مر گیا تو ملک اسے مل گیا اور بادشاہ کی بیوی سے بھی شادی کر لی۔

پھر فرمایا کہ جب رسالت پناہ ﷺ نے دنیا سے رحلت فرمائی تو کئی ہزار مسلمان مرتد ہو گئے اور انہوں نے امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرضی بھیجی کہ زکوٰۃ معاف کر دی جائے ورنہ ہم اسلام پر قائم نہیں رہیں گے۔ آپ نے یاروں سے مشورہ کیا۔ بعض نے کہا اگر خلیفہ صاحب ان سے نرمی کریں اور زکوٰۃ معاف کر دیں تو بہتر ہو گا۔ آپ نے تلوار سونت کر فرمایا کہ اگر حق تعالیٰ کے حق سے عقال (وہ رسی جس سے اونٹ کا گھٹنا باندھتے ہیں) بھر بھی کم دیں گے تو میں اس تلوار سے ان سے جنگ کروں گا۔ جب یہ خبر امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے سنی تو فرمایا کہ بہت اچھا کہا ہے اگر زکوٰۃ معاف کر دیتے تو اسی طرح ہوتے ہوتے سارے احکام شرعی اٹھ جاتے۔

پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا نظام الدین بدایوانی رحمۃ اللہ علیہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میرے پاس بہت سے درویش آ کر مرید ہوئے ہیں لیکن جب چلے گئے تو ان کی محبت ویسی نہ رہی۔ مگر مولانا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ جب سے میرے مرید ہوئے ہیں۔ ان کے مزاج و نیت میں ذرا تغیر نہیں آیا۔ ان کی محبت انشاء اللہ ذرا بھر کم نہ ہو گی۔ مولانا اٹھ کر آداب بجالائے اسی روز آپ کو خرقہ اور سیاہ گودڑی عنایت ہوئی اور فرمایا کہ میرے مریدوں میں سے مولانا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ عالمگیر ہیں اور مولانا کے مرید آخر تک رہیں گے اور تمام جہان میں پھیل جائیں گے۔

شیخ الاسلام نے جب یہ فوائد ختم کیے تو اٹھ کر اندر تشریف لے گئے اور لوگ واپس چلے آئے مولانا نظام الدین (محبوبِ الٰہی) جماعت خانہ ہی میں رہے۔

فصل شانزدہم

بزرگوں کی دست بوسی

جب قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ تو اس وقت مولانا نظام الدین بدایونی مولانا یحییٰ غریب رحمۃ اللہ علیہ شیخ برہان الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور، اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! ایک دوسرے کا ہاتھ چومنا حضرت رسالت پناہ ﷺ اور انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ جو شخص تعظیماً مشائخ کے دست مبارک کو بوسہ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے گناہ سے اس طرح پاک کر دیتا ہے گویا ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

پھر فرمایا کہ درویش اور مشائخ ایک دوسرے کا ہاتھ اس واسطے چومتے ہیں کہ شاید کسی مغفور کا ہاتھ، ہاتھ میں آجائے کہ جس کی برکت سے بخشے جائیں۔

مصافحہ اور دست بوسی کی برکات

پھر فرمایا کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی شخص آنحضرت ﷺ سے مصافحہ کرنا چاہتا یا سلام کرنا چاہتا تو آنجناب پہلے ہی اسے سلام کرتے اور مصافحہ کرتے۔

پھر فرمایا کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بہتیری مرتبہ چاہا کہ پہلے میں سلام کروں یا مصافحہ کروں۔ لیکن میسر نہ ہوا۔

پھر فرمایا کہ خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی یہ عادت تھی کہ جب کبھی کسی محلے یا مجمع میں سے گزرتے جب تک سب کے ہاتھ کو بوسہ نہ دے لیتے آگے نہ گزرتے اور سب سے دعائے خیر طلب کرتے۔

پھر فرمایا کہ جب لوگ نماز سے فارغ ہو کر ایک دوسرے کے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہیں اور ہاتھ ملاتے ہیں تو ان کے گناہ جھڑتے ہیں جیسے درخت سے پتے موسم خزاں میں جھڑتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ بزرگوں کے ہاتھ کو بوسہ دینے میں دین و دنیا کی خیر و برکت ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک بزرگ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیسا سلوک کیا فرمایا جو کچھ میں نے دنیا میں کیا تھا سب کچھ مجھے دکھایا گیا۔ پھر فرشتوں کو حکم ہوا کہ اسے دوزخ میں لے جاؤ۔ اتنے میں حکم ہوا کہ اس نے فلاں روز دمشق کی جامع مسجد میں خواجہ شریف کے ہاتھ کو بوسہ دیا تھا۔ جس کی برکت سے اسے معاف کیا جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ قیامت کے دن کئی گنہگار صرف ہاتھ چومنے کی وجہ سے بخشے جائیں گے اور دوزخ سے نجات پائیں گے۔

پھر فرمایا کہ حجاج بن یوسف سے وفات کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا کہ تیری کیا حالت ہے؟ کہا، ہلاکت کے مقام میں ہوں۔ لیکن امید ہے کہ بخشا جاؤں گا۔ پوچھا کس نیکی کی وجہ سے تجھے امید ہے؟ کہا، کہتے ہیں کہ فلاں مجلس میں تو نے خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک کو عزت سے بوسہ دیا تھا۔ تجھے ہم اس کام کے عوض بخش دیں گے۔

پھر فرمایا کہ خواب قطب الدین چشتی قدس اللہ سرہ العزیز جامع مسجد سے نکلتے تو آپ کے اصحاب حلقہ بنا لیتے اور آپ کا دست مبارک ٹکا رہتا جو آتا آپ کے دست مبارک کو بوسہ دے کر چلا جاتا۔

پھر فرمایا کہ کہ آثار الاولیاء میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک بزرگ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی بزرگ یا شیخ کے ہاتھ کو بوسہ دے گا۔ وہ ضرور بخشا جائے گا۔ اس واسطے کہ مشائخ کا ہاتھ رسول خدا ﷺ کا دست مبارک ہے۔ جو مشائخ کا ہاتھ پکڑتا ہے۔ گویا آنحضرت ﷺ کا دست مبارک پکڑتا ہے۔

پھر فرمایا کہ امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ مجلس میں بیٹھے ہوتے تو جب کوئی آتا آپ اٹھ کر اس سے مصافحہ کرتے اور جب روانہ ہوتا تو بھی اٹھ کر اس سے مصافحہ کرتے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! حضرت داؤد علیہ السلام جب مسند حکومت پر بیٹھے اور عدل و انصاف کے لیے لوگ آتے تو آپ مظلوموں کی دادرسی کرتے اور بنی اسرائیل کا جو بزرگ آتا خود مسند سے اٹھ کر اس کا ہاتھ چومتے اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہتے کہ اے پروردگار! ان کے ہاتھ کو برکت تو عنایت کی ہے۔ اب اپنی پناہ بھی مرحمت فرما۔ پس اے درویش! اگرچہ تمام انبیاء معصوم تھے پھر بھی اپنے بارے میں خیر و برکت طلب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ان کے ہاتھ کو بوسہ دینے کی برکت سے ہمیں بخش۔

پھر فرمایا کہ جس روز حضرت یعقوب علیہ السلام کی یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی راستے میں کھڑے ہوئے ہر آنے جانے والے کے ہاتھ کو بڑی تعظیم و تکریم سے بوسہ دیتے۔ وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا کہ بنی اسرائیل کے بزرگوں کی دست بوسی کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ملاقات عنایت فرمائی ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! خواجۂ کائنات ﷺ ہر صبح ایک بڑھیا کے پاس جا کر فرماتے کہ بڑھیا! محمد (ﷺ) کے حق میں دعائے خیر کرنا۔ حالانکہ تمام موجودات میں آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر کوئی عزیز نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ آنجناب ﷺ ہی کی وجہ سے پیدا کیا۔ جبکہ سرور کائنات خیر طلب کرتے ہیں تو ہم دوسروں کو تو ضرور ہی بزرگوں کی دست بوسی سے خیریت طلب کرنی چاہیے۔

پھر فرمایا کہ رسول خدا ﷺ جب کبھی راستہ چلتے اور کسی بوڑھے آدمی سے ملاقات ہوتی تو اس سے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھتے کیونکہ آنجناب ﷺ سفید بالوں کی بڑی عزت و حرمت فرمایا کرتے تھے اور جب وہ شیخ آنحضرت کے دست مبارک کو بوسہ دینے لگتا تو پہلے آنجناب ﷺ بوسہ دیتے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک جوان نشے میں بدمست گلی میں سے جا رہا تھا جب اس نے خواجہ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کو آتے ہوئے دیکھا تو فوراً سر قدموں پر رکھ دیا اور بڑی تعظیم و تکریم سے آپ کے دست مبارک کو بوسہ دیا اسی رات اس جوان نے خواب دیکھا کہ وہ بہشت میں ٹہل رہا ہے۔ تعجب کرنے لگا کہ میں ایسا گناہ گار اور مجھے یہ نعمت۔ آواز آئی کہ فی الواقع ایسا ہی ہے کیونکہ تو نے آج میرے دوست کے ہاتھ کو بوسہ دیا ہے اس لیے تجھے بخش دیا گیا ہے جب وہ جاگا تو خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر توبہ کی۔

پھر فرمایا کہ جب حق تعالیٰ کی عنایت شامل حال ہوتی ہے تو ہزاروں گناہ گار ذرہ بھر رحمت کے سبب عذاب دوزخ سے خلاصی پا جاتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ جب لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہیں تو ہزاروں رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ اور جب وہ دست بوسی سے فارغ ہوتے ہیں تو تمام رحمتیں ان پر نثار ہوتی ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! سلوک میں آیا ہے کہ اہل تصوّف اپنے جماعت خانے میں بیٹھے اس بات کے منتظر رہتے ہیں کہ کوئی آئے اور ہمیں اس کی دست بوسی حاصل ہو۔ خواہ وہ تلاوت اور یاد حق میں ہی کیوں نہ مشغول ہوں۔

حاجت مند کی حاجت روائی

پھر فرمایا کہ خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز جب سجادے پر بیٹھ کر یاد حق میں مشغول ہوتے اور کوئی آجاتا تو چھوڑ چھاڑ اس سے باتیں کرنے لگتے اور باتوں ہی میں جس حاجت کے لیے آتا پوری کرتے۔ جب وہ واپس چلا جاتا تو آپ تلاوت میں مشغول ہو جاتے۔

بعد ازاں فرمایا کہ صاحب سجادہ بزرگوں پر واجب ہے کہ تلاوت میں مشغول ہوں۔ جب کوئی آئے تو تلاوت چھوڑ کر اس میں مشغول ہو جائیں۔ اس واسطے کہ مذہب سلوک کے بموجب حاجت مندوں کی حاجت روائی وِرد و وظائف سے افضل ہے۔ کیونکہ حاجت روائی کا ثواب ایک سال کی عبادت کا سا ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک روز ابوسعید رضی اللہ عنہ مکہ کے کسی بزرگ کے ہاں کسی ضرورت کے لیے گئے۔ اس وقت وہ درویش مشغول تھا۔ آپ ناکام واپس آئے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آئے تو غمگین اور اداس تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نور رسالت سے معلوم کر کے فرمایا کہ کیوں غمگین ہو؟ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! فلاں بزرگ کے متعلق میرا کچھ کام تھا سو جب میں گیا تو وہ وِرد میں مشغول تھا۔ اس لیے مجھے ناکام واپس آنا پڑا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اس پر واجب تھا کہ حاجت مندوں کے کام میں مشغول ہوتا۔ انصاف کا اقتضاء تو یہ تھا کہ وِرد چھوڑ کر تیرا کام سرانجام کرتا اور سرانجام کر کے پھر وِرد میں مشغول ہوتا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! جس وقت خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ تلاوت میں مشغول ہوتے اور کوئی آجاتا تو آپ فوراً اٹھ کر اس کی دست بوسی کرتے اور اس میں مشغول ہو جاتے جب تک بیٹھا رہتا۔ اس سے باتیں کرتے رہتے۔ جب چلا جاتا تو پھر یادِ الٰہی میں مشغول ہو جاتے۔

بعد ازاں فرمایا کہ خواجہ شمعون محب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ دل کیسا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا عرش ضروری کام کے لیے اس کے دروازے پر آئے اور وہ اس کی حاجت روائی میں مشغول نہ ہو۔ عرش سے آپ کی مراد دل تھی۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ قلب المؤمن عرش اللہ تعالیٰ ۔ یعنی دل اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ سلطان ناصر الدین علیہ الرحمۃ والغفران ملتان کی طرف گیا تو جب اجودھن پہنچا تو میری زیارت کے لیے آیا اور خدمت کی شرائط بجالا کر واپس چلا گیا۔

صوفیاء سے حسن عقیدت

پھر فرمایا کہ جب لوگوں کی آمد و رفت سے تنگ آ گیا تو تنہائی اختیار کرنی چاہی۔ پھر دل میں خیال آیا کہ خواجگان نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ ان کا طریقہ یہ تھا کہ سب سے مصافحہ کرتے تھے۔ سو میں چھت پر بیٹھتا اور دونوں ہاتھ نیچے لٹکا دیتا۔ لوگ آ کر ہاتھ کو بوسہ دے جاتے تھے اور مصافحہ کر جاتے کثرت ہجوم کی وجہ سے ہر روز تقریباً دس کُرتے پھٹ جاتے۔ جو لوگ بطور تبرک لے جاتے۔ مجھے ان کے حسن عقیدت پر تعجب آتا۔ کہ دیکھو! کیسے راسخ الاعتقاد ہیں۔ جمعہ کے دن نماز پڑھ کر واپس آتا۔ تو لوگوں کی بھیڑ سے تنگ آ جاتا۔ چنانچہ ایک جمعہ کو میرا پاؤں فراش (بچھونا - بوریا - بستر وغیرہ بچھانے والا) نے کھینچا تا کہ بوسہ دے یہ بات مجھے ناگوار گزری۔ اس نے کہا شیخ فرید! اس بات کا شکریہ ادا کرو۔ کہ آپ جیسے لاکھوں آپ کے قدم بوسی کے خواہش مند ہیں۔ اس کی بات مجھے پسند آئی۔ بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص اللہ کی بارگاہ میں عزیز ہے۔ وہ خلقت میں بھی عزیز ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ اپنے پیر خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز سے سنا کہ میں خانہ کعبہ کا طواف ایک بزرگ کے ہمراہ کر رہا تھا۔ اتنے میں ایک اور شخص نے آ کر سلام کیا۔ تو وہ بزرگ اس سے باتیں کرنے لگا۔ مجھے تعجب ہوا کہ ایسا کرنا واجب نہ تھا۔ فوراً مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا میں نے سنا ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسول کریم ﷺ نے بھی ایسا ہی کیا تھا سو میں نے بھی ویسا ہی کیا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں ہفتے یا دو ہفتے بعد اپنے پیر کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ برخلاف اس کے شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے عزیز ہمیشہ حاضر خدمت رہتے۔ جب میرے پیر کی وفات کا وقت نزدیک آ گیا تو اس وقت ایک بزرگ کو آپ کی جانشینی کی بڑی آرزو تھی مگر آپ نے مرتے دم فرمایا کہ یہ عصاء، نعلین چوبی اور جامہ شیخ فرید (مجھ) کو دینا۔

الغرض! جس رات آپ کا انتقال ہونے والا تھا۔ میں نے ہانسی میں خواب دیکھا کہ آپ کو بارگاہِ الٰہی میں لئے جا رہے ہیں صبح میں ہانسی سے روانہ ہوا اور چوتھے روز شہر دہلی پہنچ گیا۔ قاضی حمیدالدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ نے وہ جامہ، عصاء اور چوبی نعلین مجھے دیئے۔ میں نے دوگانہ ادا کر کے پہن لئے۔ اور خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر تین روز ٹھہرا۔ پھر وہاں سے ہانسی کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں سے آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ سرہنگا نام کا ایک آدمی ہانسی سے میری زیارت کے لئے اجودھن آیا۔ تین روز تک خانقاہ میں آتا رہا۔ لیکن دربان نے اندر نہ آنے دیا۔ جب میں باہر نکلا تو اس نے سر قدموں پر رکھ دیا اور رو دیا۔ میں نے پوچھا: کیوں سرہنگا! روتے کیوں ہو؟ کہا کہ ہانسی میں آپ کی زیارت آسانی سے ہو جاتی تھی اب دشوار ہو گئی ہے۔ اسی وقت میں نے یاروں سے کہا کہ میں ہانسی جاؤں گا۔ انہوں نے کہا کہ خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو یہاں ٹھہرنے کا حکم دیا تھا۔ آپ کیوں جاتے ہیں؟ میں نے کہا کہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو نعمت مجھے عطا کی ہے وہ جنگل و شہر میں یکساں ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اس حکایت سے مقصود یہ ہے کہ ہر حال میں بزرگوں کی دست بوسی کرنی چاہیے۔ شاید کسی کی دست بوسی سے نجات حاصل ہو جائے۔

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ یہ فوائد ختم کرتے ہی اندر چلے گئے اور میں اور دوسرے لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

فصل ہفتد ہم

ذکرِ حق میں مستغرق گروہ

جب قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی تو اس وقت مولانا بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا نظام الدین بدایونی' مولانا یحییٰ' شیخ جمال الدین ہانسوی اور' اور عزیز حاضر خدمت تھے ان لوگوں کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی جو یادِ حق میں مستغرق رہتے تھے زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! تصوّف کے مذہب وسلوک کے مطابق وہ شخص صوفی اور سالک ہی نہیں جو یادِ حق میں نہیں اس واسطے کہ جس دم وہ یادِ الٰہی سے غافل رہتا ہے اسے کیا معلوم ہے کہ اس سے کیسی کیسی نعمتیں ہٹائی گئی ہیں۔ اس لیے جہاں تک ہو سکے یادِ الٰہی سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔

پھر فرمایا کہ جو لوگ ہر وقت یادِ الٰہی میں مستغرق رہتے ہیں۔ اگر استغراق کی حالت میں ان کے سر پر تلوار بھی چلائی جائے تو بھی خبر نہیں ہوتی۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے ایک درویش سے درخواست کی کہ جب آپ یادِ الٰہی میں مشغول ہوں تو میرے حق میں بھی دعا کرنا۔ فرمایا افسوس! اس گھڑی پر جب یادِ حق میں تو مجھے یاد آئے اور میں یادِ الٰہی سے غافل ہو جاؤں۔

پھر فرمایا کہ جب خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ یادِ حق میں مستغرق ہوتے تو عالم تحیر میں اس طرح مشغول ہوتے کہ سال سال دو دو سال تک آپ اسی عالم تحیر میں رہتے اور اپنے آپ کی خبر تک نہ ہوتی۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ معین الدین قدس اللہ سرہ العزیز یادِ حق میں مشغول تھے عالم بلا (مصیبت' قہر' غضب وغیرہ) اس وقت حاضر تھا کہ اس طرح ہم خلقت پر نازل ہوتے ہیں۔ اتنے میں آپ کے ایک مرید نے آکر کہا کہ والی شہر مجھے شہر سے باہر نکال دینا چاہتا ہے خواجہ صاحب نے پوچھا وہ اس وقت کہاں ہے؟ کہا شکار کو گیا ہے۔ فرمایا اس نے خطا کی ہے اگر وہ زندہ اور سلامت آگیا تو بڑے تعجب کی بات ہوگی۔ جونہی خواجہ صاحب کی زبان مبارک سے یہ کلمات نکلے۔ سنا گیا کہ وہاں کا والی گھوڑے سے گر کر مر گیا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک صاحب حال جب یادِ الٰہی میں مستغرق ہوتا ہے۔ تو مصیبت اور نعمت دونوں اس کے سامنے موجود ہوتی ہیں۔ جس کے نصیب میں مصیبت ہوتی ہے اسے مصیبت دیتے ہیں۔ پس! اے درویش! عقل مند وہ شخص ہے کہ جب وہ مستغرق ہوں تو ان کا مزاحم نہ ہو۔ کیونکہ کون جانتا ہے کہ ان کی زبان سے کیا نکل جائے گا؟

بعد ازاں فرمایا کہ جس وقت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی اپنے وقت میں حاضر ہوتے تو بہت ذکر کرتے اور جب حالت زیادہ ہو جاتی تو ایک دن رات مصلّے پر بے ہوش پڑے رہتے اور اپنے آپ کی کوئی خبر نہ ہوتی۔

بعد ازاں فرمایا کہ اہل تصوّف صرف اسی دل کو زندہ سمجھتے ہیں جو یادِ حق میں مستغرق ہو اور ایک دم بھی یادِ الٰہی سے غافل نہ ہو۔

غافل زندہ بھی مردہ ہے

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ کوئی واصل ذکرِ حق سے غافل ہو گیا تو اس شہر میں آواز پھیل گئی کہ فلاں صوفی جہاں میں زندہ نہیں رہا۔ مر گیا ہے شہر کے لوگوں نے اس کے گھر پر آ کر جب حال دریافت کیا تو اسے زندہ پایا۔ واپس جانے لگے تو پاس بلا کر کہا کہ واقعی وہ آواز ٹھیک تھی۔ اس واسطے کہ میں ہر وقت یادِ الٰہی میں مشغول رہتا تھا۔ لیکن ایک گھڑی غافل ہو گیا ہوں۔ اسی لیے یہ آواز دی گئی ہے کہ فلاں بن فلاں نہیں رہا۔

بعد ازاں فرمایا کہ ان لوگوں کے دل مردہ ہیں جو یادِ الٰہی سے غافل ہیں اس واسطے کہ اہلِ تصوّف اس دل کو جو یادِ الٰہی سے غافل ہو۔ زندہ شمار نہیں کرتے۔ ان کا قول ہے کہ جو دل زندہ ہے۔ وہ کبھی یادِ حق سے غافل نہیں ہوتا۔

پھر فرمایا کہ ایک بزرگ پر حالت طاری ہوتی تو ایسا مستغرق ہو جاتا کہ اگر اس حالت میں ذرّہ ذرّہ بھی کر دیں تو اسے خبر نہ ہو۔

ابن ملجم کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر حملہ

چنانچہ کہتے ہیں کہ جب ابنِ ملجم بد بخت نے عہد کر لیا کہ میں امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کو ہلاک کروں گا تو ہر ایک نے اسے کہا کہ تو کیا اگر تیرے جیسے ہزار بھی ہوں تو بھی امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کو ہلاک نہیں کر سکتے۔ ہاں! اس وقت تو کر سکتا ہے جب کہ آں جناب نماز میں یا یادِ حق میں مشغول ہوں۔ کیونکہ اس وقت آپ حضورِ حق میں اس قدر مستغرق ہوتے ہیں کہ آپ کو اپنے آپ کی ذرّہ بھر خبر نہیں ہوتی۔ ایک روز آپ نماز میں مشغول تھے اور حضورِ حق میں ایسے مستغرق تھے کہ آپ کو اپنے آپ کی کوئی خبر نہ تھی۔ ابنِ ملجم بد بخت نے آ کر دائیں طرف ہو کر تلوار کا وار کیا اور شکم مبارک زخمی کیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اپنے تئیں خون میں آلودہ دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا حالت ہے؟ کسی نے کہا کہ آپ نماز میں مشغول تھے کہ عبدالرحمٰن ابنِ ملجم نے آپ پر تلوار کا وار کیا۔ فرمایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ایسے وقت میں وار کیا کہ میں ذکرِ حق میں تھا اور مجھے اپنے آپ کی خبر نہ تھی۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ لاہور میں میں نے ایک بزرگ کو دیکھا جو یادِ حق میں مستغرق ہوتا تو اٹھ کر بازار میں آتا اور کسی گرم تنور میں جس میں روٹیاں نہ لگی ہوتیں جا کر بیٹھ جاتا۔ اور دیر بعد وہاں سے چلا آتا مگر جلن کا کوئی نشان بدن مبارک پر نہ ہوتا۔ شیخ الاسلام یہ فوائد بیان کرتے ہی اندر تشریف لے گئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ۔

فصل ہژدہم

علماء و مشائخ کی خدمت

جب قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی اس وقت شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا نظام الدین بدایونی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ اور درویش حاضر خدمت تھے۔ علماء اور مشائخ کی بزرگی کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ من احب العلم و العلماء لا یکتب خطیئة یعنی جو شخص علم اور علماء سے محبت کرتا ہے

اس کا کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا۔

پھر فرمایا کہ سچی محبت ان کی پیروی ہے۔ جب کوئی ان سے محبت کرے گا تو ضرور ان کی متابعت کرے گا اور ناشائستہ حرکات سے باز رہے گا اور جب یہ حالت ہوگی تو اس کا گناہ نہیں لکھا جائے گا۔

خواجہ قطب کا تھپڑ

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ کوئی شخص روانہ ہوا کہ دہلی جا کر خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کی خدمت میں توبہ کرے۔ اثنائے راہ میں ایک رنڈی اس کے ہمراہ ہو لی۔ جو یہ چاہتی تھی کہ کسی طرح اس مرد سے تعلق ہو جائے۔ چونکہ مرد کی نیت صادق تھی۔ اس کی طرف توجہ بھی نہ کی۔ آخر ایک منزل میں جب وہ ایک ہی کجاوے میں سوار ہوئے تو وہ عورت اس کے پاس بیٹھ گئی اور کوئی پردہ یا مزاحمت بیچ میں نہ تھی۔ شاید مرد نے اس سے کوئی بات کی یا ہاتھ بڑھایا۔ اسی وقت دیکھا کہ ایک مرد نے آ کر اس کے منہ پر تھپڑ مارا اور کہا کہ فلاں پیر کی خدمت میں توبہ کی نیت سے جاتا ہے اور پھر ایسی حرکات کرتا ہے۔ اس نے فوراً توبہ کی اور اس عورت کی طرف پھر دیکھا تک نہیں۔ جب وہ خواجہ قطب الدین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو پہلے ہی آپ نے فرمایا کہ اس روز اللہ تعالیٰ نے تجھے بڑا بچایا۔

پھر فرمایا کہ اسی طرح ایک آدمی مرید ہونے کی نیت سے دہلی سے اجودھن میرے پاس آ رہا تھا کہ راستے میں ایک عورت سے دست درازی کرنی چاہی۔ اسی وقت غیب سے ایک ہاتھ نمودار ہوا اور اس کے چہرے پر تھپڑ مار کر کہا کہ تو مرید ہونے کی نیت سے جا رہا ہے اور فعل ایسے کرتا ہے۔

الغرض جب وہ میرے پاس آیا تو میں نے کہا کہ دیکھ! اللہ تعالیٰ نے تجھے اس مصیبت سے کیسے بچایا۔

پھر فرمایا کہ علماء اور مشائخ کی دوستی رسول خدا ﷺ کی دوستی ہے۔ پس اے درویش! جو شخص سات روز خلوص دل سے علماء کی خدمت کرتا ہے گویا سات ہزار سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔

پھر فرمایا کہ ابلیس لعین سب کو دھوکا اور فریب دے جاتا ہے۔ لیکن علماء اور مشائخ کو نہیں دے سکتا۔ اس واسطے کہ علماء اور مشائخ کی دوستی سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔

پھر فرمایا کہ جس دل میں علما اور مشائخ کی محبت ہو۔ اس کے خرمن گناہ ان کی محبت کا ایک ذرہ جلا کر ناچیز کر دیتا ہے۔

پھر فرمایا کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور مشائخ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ہیں۔ اگر علماء اور مشائخ کی برکت جہان میں نہ ہوتی تو لوگوں کی شامت اعمال کی وجہ سے ہر روز ہزار بلائیں نازل ہوا کرتیں۔ پس اے درویش! رسول خدا ﷺ نے اپنی امت میں سے انہیں دو گروہوں یعنی علماء اور مشائخ پر فخر کیا ہے۔ کیونکہ وہ دین کے ستون ہیں۔ پس جو ان کا ہو رہتا ہے وہ عذاب قیامت سے رہائی پا جاتا ہے۔

عالم کی عابد پر فضیلت

پھر فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ ایک عالم فقیہہ ہزار ایسے عابدوں سے بہتر ہے۔ جو رات کو جاگیں اور دن کو روزہ رکھیں۔

عالم کی ایک دن کی عبادت اس عابد کی چالیس سالہ عبادت کے برابر ہے جو عالم نہ ہو۔

پھر فرمایا کہ جب عالم یا شیخ فوت ہو جاتا ہے تو جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے اس کے پیش کیا جاتا ہے۔ اس واسطے کہ اہل زمین کی زندگی علماء اور مشائخ کی زندگی سے وابستہ ہے۔ پس اس شہر پر ہزار افسوس ہے جس میں علماء اور مشائخ نہ ہوں۔

پھر فرمایا کہ جب بلائیں آسمان سے نازل ہوتی ہیں تو اس شہر پر کم نازل ہوتی ہیں جس میں علماء اور مشائخ ہوں۔

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ یہ فوائد ختم کرتے ہی اٹھ کر اندر تشریف لے گئے اور تلاوت میں مشغول ہوئے اور میں اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ ۔

فصل نوزدہم

قلتِ بارش

جب قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا تو اس وقت مولانا نظام الدین بدایونی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ، اور اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بارش کی قلت لوگوں کے شامت اعمال کی وجہ سے ہوتی ہے۔

پھر فرمایا کہ جب ایسی صورت ہو تو لوگوں کو صدقہ دینا چاہیے اور دعا اور عبادت میں مشغول ہونا چاہیے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا اور عبادت کی برکت سے مینہ برسائے۔ ایک مرتبہ بارش کی قلت کی وجہ سے کھیتیاں خشک ہو گئیں اور لوگ ہلاک ہونے لگے۔ سب نے جمع ہو کر خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دعائے باراں کے لیے عرض کی۔ فرمایا کہ نماز گاہ میں جمع ہو جائیں۔ جب لوگ اکٹھے ہوئے تو آپ نے منبر پر چڑھ کر دعائے باراں پڑھی اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا کہ اے پروردگار! اگر اس مجمع میں کسی کا قدم "مبارک" ہے تو بارش بھیج۔ خواجہ صاحب کا یہ کہنا ہی تھا کہ اس قدر بارش ہوئی کہ سات روز تک پانی کم نہ ہوا۔

اولیاء اللہ کی دعاؤں سے بارش کا ہونا

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ اسی طرح دہلی میں بارش کی قلت تھی۔ لوگوں نے شیخ نظام الدین ابوالموید سے دعائے باران کے لیے التماس کی آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر دعائے باراں پڑھی اور پھر آسمان کی طرف منہ کر کے کہا کہ اے پروردگار! اگر تو بارش نہیں بھیجے گا تو میں پھر کسی آبادی میں نہیں رہوں گا۔ کہیں جنگل میں نکل جاؤں گا۔ یہ کہہ کر منبر سے اتر آئے اللہ تعالیٰ نے اس قدر مینہ برسایا جس کی کوئی حد نہ رہی۔

بعد ازاں جب آپ کی خواجہ قطب الدین سے ملاقات ہوئی تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہمیں تو آپ کے حق میں بڑا اعتقاد تھا کہ آپ کو حق تعالیٰ سے ناز ہے۔ لیکن یہ کیسے فرمایا کہ اگر تو بارش نہیں بھیجے گا تو میں آبادی میں نہیں رہوں گا۔ کہیں جنگل

میں نکل جاؤں گا۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ میں جانتا تھا کہ بارش ضرور ہوگی۔ خواجہ صاحب نے پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم تھا؟ فرمایا کہ ایک مرتبہ سلطان شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس نیچے بیٹھنے پر مجھ میں اور سید نور الدین مبارک نور اللہ مرقدہ میں تکرار ہو پڑی۔ میں نے ایسی باتیں کیں۔ جس سے سید نور الدین ناراض ہو گئے۔ اب جبکہ مجھے دعائے باراں کے لیے کہا گیا تو میں نے سید صاحب کے روضہ پر جا کر کہا کہ آپ مجھ سے ناراض ہیں اور لوگوں نے مجھے دعائے باراں کے لیے کہا ہے۔ اگر آپ مجھ سے صلح کریں تو میں دعا کروں ورنہ نہیں تو روضہ مبارک سے آواز آئی کہ جاؤ میری صلح ہے جا کر دعائے باراں پڑھو۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ بصرے میں قحط پڑا اور بارش نہ ہوئی۔ لوگوں نے خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آ کر عرض کی کہ اگر آپ دعا کریں تو امید ہے کہ بارش ہو جائے۔ جب بہت منت سماجت کی تو فرمایا کہ جامع مسجد میں اکٹھے ہو جائیں۔ میں دعائے باراں پڑھوں گا۔

چنانچہ خواجہ صاحب نے جمعہ کی نماز کے بعد منبر پر چڑھ کر دعائے باراں پڑھی اور دستار و جبہ جو آستین میں لائے تھے۔ نکال کر بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ اس جامے کی حرمت سے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک نے چھوا ہے۔ باران رحمت بھیج۔ ابھی یہ بات کہنے بھی نہ پائے تھے کہ اس قدر بارش ہوئی کہ سات روز تک بصرے میں پانی کم نہ ہوا۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ دہلی میں سخت قحط پڑا تمام مشائخ اور خلقت دعائے باراں کے لیے باہر میدان میں نکل آئے۔ شیخ نظام الدین نے منبر پر چڑھ کر دعائے باراں پڑھی اور آستین سے ایک کپڑا نکال کر آسمان کی طرف منہ کر کے لب ہلائے بارش ہونے لگی اور بعد میں بہت سخت بارش ہوئی۔ جب شیخ صاحب گھر میں آئے تو آپ سے پوچھا گیا کہ یہ کپڑا کیسا تھا؟ فرمایا میری والدہ صاحبہ کا دامن۔

پھر فرمایا کہ جس شہر میں بارش نہ ہو وہاں رات کو سورہ دخان کا ختم پڑھنا چاہیے۔ شیخ الاسلام یہ فوائد بیان کرتے ہی یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے اور میں اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ۔

فصل بستم

کشف و کرامات

جب قدم بوسی کی دولت حاصل ہوئی تو اس وقت مولانا شہاب الدین بخاری اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ کشف و کرامات کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ جس طرح پیغمبروں کا معجزہ برحق ہے اسی طرح اولیاء کی کرامت بھی حق ہے۔ لیکن مذہب سلوک کی رو سے کرامت کا اظہار کرنا اچھا نہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ "فرض اللہ علی اولیاء کتمان الکرٰمۃ کما فرض علی انبیاء اظہار المعجزۃ"۔ اللہ تعالیٰ نے اولیاء پر کرامت کا چھپائے رکھنا ایسے ہی فرض کیا ہے کہ جیسا پیغمبروں پر معجزے کا ظاہر کرنا۔ مطلب یہ کہ جو شخص اظہار کرامت کرے گا۔ گویا وہ فرض کا تارک ٹھہرے گا۔

211

سلوک کے درجے

پھر فرمایا کہ ہمارے خواجگان نے سلوک کے پندرہ مراتب مقرر کیے ہیں جن میں سے پانچواں مرتبہ کشف و کرامت کا ہے۔ اگر سالک اس مرتبے میں اپنے تئیں کشف کر دے تو جائز نہیں۔ سالک کو پندرہ ہی مراتب طے کرنے چاہئیں پھر کشف کرنا چاہیے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ قطب الدین چشتی قدس اللہ سرہ العزیز سے پوچھا گیا کہ لوگوں کو کس طرح معلوم ہو کہ کون شخص سلوک کے مراتب میں بدرجہ کمال ترقی کر گیا ہے اور سارے مراتب طے کر لیے ہیں فرمایا کہ اگر وہ شخص مردے پر دم کرے اور مردہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اٹھ کر کھڑا ہو تو سمجھو کہ وہ شخص کمال کو پہنچ چکا ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! خواجہ قطب الدین چشتی قدس اللہ سرہ العزیز جب یہ فوائد بیان فرما رہے تھے تو اتنے میں ایک بڑھیا عورت روتی ہوئی آئی اور آداب بجالا کر کہنے لگی کہ میرا ایک لڑکا تھا۔ بادشاہ نے بے گناہ سولی پر چڑھا دیا ہے۔ یہ سنتے ہی آپ عصا لے کر اٹھے اور اصحاب کو لے کر باہر آئے۔ بڑھیا آگے آگے ہولی۔ جب لڑکے کے پاس پہنچے تو خلقت ہندو مسلمان سبھی قسم کی ہجوم کیے ہوئے تھی۔ خواجہ صاحب نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ اے پروردگار! اگر بادشاہ نے اس لڑکے کو ناحق و ناروا سولی پر چڑھایا ہے تو اسے زندہ کر دے ابھی خواجہ صاحب بات ختم بھی نہ کرنے پائے تھے کہ لڑکا زندہ ہو گیا اور اٹھ کر چلنے لگا۔ اس روز کئی ہزار ہندو مسلمان ہوئے۔ بعد ازاں خواجہ قطب الدین صاحب نے اصحاب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ انسان اس سے زیادہ درجہ حاصل کر ہی نہیں سکتا۔ جو کہ خواجگان میں پایا جاتا ہے۔

خواجہ فرید کی والدہ کی بزرگی اور کرامت

پھر فرمایا کہ اے درویش! میری والدہ از حد بزرگ اور صاحب کشف و کرامت تھیں۔ چنانچہ ایک رات جب چور گھر میں گھس آیا تو اور سب سوئے ہوئے تھے صرف والدہ جاگتی تھیں۔ اور (چور) باہر نہ نکل سکا تو کہنے لگا کہ اگر اس گھر میں کوئی مرد ہے تو میرا باپ اور بھائی ہے۔ اگر عورت ہے تو میری ماں بہن ہے جو ہے سو ہے۔ اسی کی ہیبت سے میری بینائی جاتی رہی ہے۔ میرے حق میں دعا کرے۔ تاکہ میری آنکھیں روشن ہو جائیں۔ تو میں توبہ کرتا ہوں کہ آئندہ عمر بھر چوری نہیں کروں گا۔ یہ سن کر میری والدہ صاحبہ نے دعا کی تو اس کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ اور وہ چلا گیا جب دن چڑھا تو میری والدہ صاحبہ نے اس بات کا کسی سے ذکر نہ کیا۔ ایک گھڑی بعد ایک شخص اپنا اہل و عیال ہمراہ لے کر چھاچھ کا مٹکا سر پر رکھے آیا اور مسلمان ہو گیا اور چوری سے توبہ کی۔

معجزۂ رسالت مآب ﷺ

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ اور امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہاڑ کی طرف تشریف لے گئے۔ وہاں پر عبداللہ بن مسعود بکریاں چرا رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے تھوڑا سا دودھ مانگا۔ اس نے عرض کی کہ میں امین ہوں میں کس

طرح دودھ دے سکتا ہوں؟ امیر المومنین ابوبکر صدیق نے بھی کہا کہ آپ رسول خدا ﷺ ہیں اور میں آنجناب ﷺ کا یار ہوں۔ اگر تو تھوڑا سا دودھ دے دے گا تو کیا ہوگا۔ اس نے عرض کی کہ میں امانت دار ہوں۔ مجھے دودھ دینے کی اجازت نہیں بعدازاں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کوئی ایسی بکری لا جس سے بکرے نے جفتی نہ کی ہو۔ لائی گئی تو سرور کائنات ﷺ نے اس کی پیٹھ پر دست مبارک پھیرا تو اس نے اس قدر دودھ دیا جس کی کوئی حد نہیں۔

پھر فرمایا! روایت کرتے ہیں کہ جب تک وہ بکری زندہ رہی ہر روز پانچ سیر دودھ دیتی رہی۔

کراماتِ اولیاءاللہ

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں غزنی کے علاقے میں بطور مسافر وارد تھا۔ وہاں پر ایک غار میں بزرگ کو دیکھا جو از حد بزرگ اور یادِ الٰہی میں مشغول تھا۔ میں نے غار میں جا کر سلام کیا سلام کا جواب دے کر فرمایا بیٹھ جاؤ! میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ اے عزیز! تیس سال سے اس غار میں رہتا ہوں۔ میری خوراک عالم غیب سے آتی ہے۔ اگر کچھ مل جاتا ہے تو کھا لیتا ہوں ورنہ شکر کرتا ہوں۔

الغرض! جب نماز کا وقت ہوا تو اس کے ہمراہ میں نے بھی نماز ادا کی اور منتظر تھا کہ روزہ کس چیز سے افطار کریں گے۔ کھجور کا درخت پاس تھا۔ اس بزرگ نے اسے ہلایا تو اس سے دس کھجوریں گریں پانچ مجھے دیں اور پانچ آپ کھائیں پانی پاس نہ تھا۔ سو اس نے پاؤں زمین پر مارا تو چشمہ جاری ہوگیا میں آداب بجالا کر واپس آنے لگا تو مصلے تلے ہاتھ ڈال کر پانچ اشرفیاں مجھے عنایت کیں۔

پھر فرمایا کے اے درویش! ایک مرتبہ میں اور شیخ جلال الدین تبریزی قدس اللہ سرہ العزیز بدایوں پہنچے۔ ایک روز گھر کی دہلیز میں بیٹھے تھے۔ ایک شخص چھاچھ بیچنے والا مٹکا اٹھائے پاس سے گزرا وہ بدایوں کے نزدیک موئی نام گاؤں کا رہنے والا تھا۔ جہاں کے آدمی چوری اور رہزنی میں مشہور تھے۔

الغرض! جب اس کی نگاہ شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ پر پڑی تو اس کا دل پھر گیا۔ جب شیخ صاحب نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے کہا کہ دین محمدی (ﷺ) میں ایسے مرد بھی ہوتے ہیں۔ فوراً ایمان لایا۔ آپ نے اس کا نام علی رکھا۔ مسلمان ہو کر گھر سے ایک لاکھ جتیل (سکے کا نام) لے آیا۔ شیخ صاحب نے قبول کر کے فرمایا کہ اس روپے کو تم ہی اپنے پاس رکھو۔ جس طرح میں کہوں گا خرچ کرنا۔ الغرض اس روپے میں سے ہر ایک حاجت مند کو کچھ نہ کچھ دیتے۔ کسی کو چالیس کسی کو پچاس کسی کو کم و بیش۔ لیکن کم از کم پانچ ضرور دیتے۔ جب ایک درہم باقی رہ گیا تو علی نے سوچا کہ اب تو صرف ایک درہم باقی رہ گیا ہے اور آپ پانچ کا حکم فرمایا کرتے ہیں۔ اب اگر فرمائیں گے تو اور چار کہاں سے لاؤں گا؟ اسی سوچ میں تھا کہ سائل نے آ کر سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اسے ایک درہم دے دے۔ یہ حیران رہ گیا۔ آخر جب شیخ صاحب وہاں سے روانہ ہوئے تو علی نے ہمراہ جانا چاہا۔ آپ نے فرمایا کہ واپس چلا جا۔ شیخ صاحب نے بہتیرا سمجھایا لیکن وہ منت سماجت کیے گیا۔ آخر فرمایا کہ جاؤ۔ مصلحت اسی میں ہے۔ کیونکہ یہ شہر تمہاری حمایت میں ہے۔ جب شیخ صاحب چلے گئے تو علی بھی واپس آ گیا۔

جب شیخ الاسلام نے یہ فوائد ختم کیے تو اٹھ کر اندر تشریف لے گئے اور میں اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ ۔

فصل بست ویکم

تعظیمِ پیر ومرشد

جب قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا تو اس وقت مولانا یحییٰ غریب، مولانا نظام الدین بدایونی، شیخ جمال الدین ہانسوی، شیخ برہان الدین ہانسوی (رحمہم اللہ) اور چند اور درویش حاضر خدمت تھے۔ پیر کی تعظیم کرنے کے بارہ میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا اے درویش! مرید کو چاہیے کہ پیر کا فرمان دل و جان سے بجالائے۔

اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ قطب الدین قدس سرہ العزیز سے پوچھا گیا کہ پیر کا حق مرید پر کس قدر ہے؟ فرمایا، اگر ساری عمر پیر کے ہمراہ حج کی راہ میں پیر کو سر پر اٹھائے رکھے تو بھی پیر کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

پھر فرمایا کہ میں خواجہ معین الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے ہمراہ بیس سال تک خَلا وَمَلا (خَلوَت وجَلوَت) میں ہمراہ رہا۔ ایک مرتبہ ہم ایسے جنگل میں پہنچے جہاں پرندہ بھی نہیں پر مار سکتا تھا۔ ہم تین دن تک اسی جنگل میں پھرتے رہے میں نے سنا تھا کہ اس جنگل بیابان کے پاس ایک پہاڑ ہے۔ جہاں پر ایک بزرگ رہتا ہے۔ آپ نے مجھے دو گرم روٹیاں مصلے تلے سے نکال کر دیں اور کہا کہ اس بزرگ کی خدمت میں لے جاؤ اور میرا سلام پہنچاؤ جب میں نے اس بزرگ کے سامنے رکھیں اور سلام عرض کیا تو اس نے ایک مجھے دی اور ایک اپنے افطار کے لیے رکھی اور پھر مصلّے تلے سے چار کھجوریں نکال کر مجھے دیں۔ کہ یہ شیخ معین الدین کو دینا جب وہ کھجوریں لے کر آیا تو شیخ صاحب دیکھ کر بڑے خوش ہوئے اور فرمایا کہ اے درویش! پیر کا فرمان رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہوتا ہے۔ پس جو پیر کا فرمان بجالاتا ہے گویا وہ رسول کریم ﷺ کا فرمان بجالاتا ہے۔

بعد ازاں روزے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ۔

لِلصَّآئِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ الْاَفْطَارِ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَآءِ رَبِّهٖ

(روزہ دار کو دو فرحتیں حاصل ہوتی ہیں ایک افطار کے وقت دوسری دیدارِ الٰہی کے وقت)

جب روزہ دار روزے کو پورا کرتا ہے تو اسے یہ دو فرحتیں حاصل ہوتیں ہیں خدا کا شکر ہے کہ یہ طاعت مجھ سے پوری ہوئی، اب میں نعمت کا امیدوار ہوں۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! ہر ایک طاعت کی جزا ہے۔ روزے کی جزا دیدار الٰہی ہے۔ جس طرح روزہ دار روزہ ختم کرنے پر خوش ہوتا ہے ویسے ہی لقائے ربانی کی امید سے خوش ہوتا ہے۔

شیخ الاسلام نے یہ فرماتے ہی سر مراقبے میں کیا اور دیر تک مراقبہ کر کے اٹھ کھڑے ہوئے اور عالم تحیر میں مشغول ہو گئے اور میں اور' اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ ۔

فصل بست و دوم

رنج و مصیبت

جب قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا تو اس وقت مولانا بہاؤ الدین غریب' مولانا نظام الدین بدایونی' شیخ جمال الدین ہانسوی اور خواجگان چشت کے خانوادے (یعنی سلسلۂ چشتیہ) کے چھ درویش حاضر خدمت تھے (رحمہم اللہ) اور بات رنج و محنت اور مشقت کے بارے میں ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! جب انسان پر رنج و محنت نازل ہو تو سمجھنا چاہیے کہ کس سبب سے اور کہاں سے نازل ہوئی ہے اور اس سے تنبیہ حاصل کرنی چاہیے جو شخص ہر وقت طاعت میں رہتا ہے اسے کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچتی۔ نہ اس واسطے کہ اس کی رسی دراز ہوئی ہوتی ہے بلکہ اس واسطے کہ اسے ایسے کاموں سے باز رکھا جاتا ہے۔ جو خواری اور بے عزتی کا باعث ہوتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر میرے پاؤں میں کانٹا بھی چبھتا ہے تو میں معلوم کر لیتی ہوں کہ کس سبب سے ایسا ہوا۔

نیز جب آپ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی تو بارگاہ الٰہی میں مناجات کی کہ اے پروردگار! مجھے معلوم ہے کہ یہ تہمت مجھ پر کیوں لگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تیری محبت کا دعویٰ کرتے تھے اور کچھ میلان طبع میری طرف بھی تھا۔ اس واسطے یہ تہمت لگائی گئی ہے۔

مصیبت میں صبر کے فوائد

پھر فرمایا' اے درویش! جب لوگ مصیبت میں صبر کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو ملیامیٹ کر دیتا ہے۔

پھر فرمایا' کہ درد اور زحمت بڑی اچھی چیز ہے جو انسان کو گناہوں سے پاک کرتی ہے۔ گناہوں سے پاک کرنے والی زحمت ہی ہے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز بارہا فرمایا کرتے تھے کہ سعادت گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سنا ہے کہ ایک مرتبہ خواجہ معین الدین سنجری قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں میں حاضر تھا۔ آپ کے وجود میں کمی آ گئی تھی مگر میں نے کبھی آپ کو صحت کے لیے ملتجی ہوتے نہ سنا۔ ہاں! یہ دعا کرتے تھے کہ پروردگار! جہاں کہیں درد اور محنت ہے۔ معین الدین کی جان پر بھیج۔ ایک موقعہ پر آپ (خواجہ قطب

الدین) نے عرض کی۔ آپ کیسی دعا کرتے ہیں کہ سخت رنج اور مصیبت میں مبتلا ہونے کی خواہش کرتے ہیں۔ فرمایا جو اس قسم کی دعا کرتا ہے یہ اس کے ایمان کی صحت کی علامت ہے۔ وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے گویا ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کی یہ عادت تھی کہ بڑی خواہش اور چاہت سے بیماری اور درد کے لیے ملتجی ہوتیں اور جس روز تپ وغیرہ جیسی کوئی مصیبت نازل نہ ہوتی تو بارگاہ الٰہی میں عرض کرتیں کہ اے پروردگار! شاید تو اس بڑھیا کو بھول گیا ہے جو آج مصیبت نازل نہیں فرمائی۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! جب خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز تپ، درد یا کسی اور مصیبت میں مبتلا ہوتے تو شکرانہ میں اس روز ہزار رکعت نماز ادا کرتے۔

پھر فرمایا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی صحت کا وقت قریب آپہنچا تو کیڑا جو آپ کے وجود مبارک سے زمین پر گرا تو آپ نے اٹھا کر پھر اسی جگہ رکھ دیا۔ جس نے ایسا ڈنگ مارا کہ آپ نعرہ مار کر گر پڑے۔

اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ فرمان الٰہی یوں ہے کہ اس کیڑے کو گرنے کا حکم ہوا تھا آپ نے نافرمانی کر کے اسے اٹھا کر پھر اس کے مقام پر رکھ دیا۔ پس جو نافرمانی کرتا ہے اس کی سزا یہی ہوتی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! ایک مرتبہ میں شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر تھا۔ سلطان شمس الدین انار اللہ برہانہ، نے اپنا وزیر بھیجا۔ تا کہ بادشاہ کی صحت کے لیے آپ سے التجا کرے۔ جب وزیر نے آکر عرض کی تو شیخ صاحب نے فرمایا کہ والئ دہلی کی صحت کے لیے باخلاص فاتحہ (دعاء) پڑھو۔ حاضرین نے فاتحہ پڑھی تو وزیر کو فرمایا کہ جاؤ تندرست ہو گیا۔ لیکن بیماری ایمان کی صحت کی علامت ہوتی ہے اور اس کے سبب آدمی گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔

جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فوائد بیان کیے تو رو کر فرمایا کہ اے درویش! اس راہ میں عاشقوں نے درد و بلا کو اپنی خوراک بنایا ہے۔ جس دن ان پر بلا نازل نہیں ہوتی وہ اپنا ماتم سمجھتے ہیں۔ کہ آج ہمیں دوست نے یاد نہیں کیا۔ فراموش کر دیا ہے۔ اگر فراموش نہ کرتا تو ضرور کسی چیز سے یاد کرتا اور بیماری یا بلا میں مبتلا کرتا۔ جب کبھی کسی درد یا بلا میں مبتلا ہوتے ہیں تو شکرانے میں ہزار رکعت نماز ادا کرتے ہیں اور یہ شکرانہ دوست کی یاد آوری کا ہوتا ہے۔ پس اے درویش! راہ محبت میں صادق وہ شخص ہے جو بڑی خواہش سے درد و بلا کے لیے التماس کرے۔ کیونکہ ہمیشہ درد و محنت (زحمت-تکلیف-رنج) عاشق کے لیے اسرار و انوار الٰہی ہے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! خواجہ منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ ایک سال تک تپ میں مبتلا رہے۔ اس عرصے میں کسی نے نہ دیکھا کہ آپ نے طاعت میں کمی کی ہو۔ بلکہ اور زیادہ طاعت کی۔

بعد ازاں فرمایا۔ اے درویش! اہل سلوک لکھتے ہیں کہ درد و زحمت اور بلا عاشقوں کے لیے حلوے کی مانند ہے جو خوشی کے وقت بچوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ تا کہ وہ خوش ہوں۔

پس اگر درد و محنت (تکلیف - رنج - دکھ) میں نعمت نہ ہوتی تو آدم صفی اللہ اسے قبول نہ کرتے اگر اندوہ و غم میں بے نہایت راحت نہ ہوتی تو ایوب علیہ السلام صابر صبر نہ کرتے اور اگر درد و بلا میں شوق و اشتیاق نہ ہوتا تو حضرت داؤد علیہ السلام ہزار ہا نیاز سے اس کے لیے ملتجی نہ ہوتے اور مجاہدہ قبول نہ کرتے۔

پس اس بات کو مد نظر رکھ کر پیغمبروں، اولیاء اور عاشقوں نے بڑی خواہش سے درد و بلا کے لیے التماس کی ہے جو اس جہان میں ذرّہ بھر درد بھی نہیں رکھتا۔ وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے یہ الفاظ زبان مبارک سے فرمائے تو آب دیدہ ہو کر یہ فرمایا کہ اے درویش! ہم مسافر ہیں۔ ہم بلا کے سر پر بیٹھے ہیں اور یہ بلا دنیا ہے۔

اچانک ہی ہماری عمر کی بساط لپیٹ لی جائے گی اور ہمارا مقام و منزل قبر میں بنائیں گے۔ یہ بات فرماتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور عالم تحیر میں مشغول ہو گئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ۔

بارہ سال کے عرصے میں آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کی زبان گوہر فشان سے جو اسرار و رموز اور الفاظ سنے وہ اس مجموعے میں لکھے گئے ہیں۔ اگر عمر نے وفا کی تو انشاء اللہ تعالیٰ جو کچھ جناب کی زبان مبارک سے سنوں گا۔ قلم بند کروں گا۔

تمت بالخیر

یعنی

ملفوظات

قطب العالم، وارث الانبیاء، سراج الاولیاء

خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت محبوب الٰہی خواجہ محمد نظام الدین اولیاء بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر نزد مسلم ماڈل ہائی سکول، ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-7246006

فہرست

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تذکرہ فریدیہ

مختصر حال برکت اشتمال حریق المحبت، برہان العاشقین
حضرت خواجہ فرید الحق والملۃ والدین مسعود گنج شکر
اجودھنی قدس اللہ سرہ العزیز

نام نامی واسم گرامی آپ کا مسعود بن سلیمان ہے آپ قوم کے شیخ فاروقی یعنی خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ کہ سلسلہ نسبی آپ کا سترہ 17 واسطوں سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے، حضرت کی والدہ کا نام بی بی قرسم خاتون بنت مولانا وجیہہ الدین خجندی ہے۔ آپ اعظم النساء عارفات سے گزری ہیں ذکر خیر آپ کا اکثر کتب سیر میں بشرح وبسط ہے۔

لقب شریف آپ کا فرید الدین گنج شکر اور حریق المحبت ہے کہ آتشِ عشق ومحبت الٰہی نے آپ کے وجود میں بجز اپنی ذات کے جلوہ کے اور کچھ نہ چھوڑا تھا۔

دوسری وجہ فرید الدین لقب آپ کو عطا فرمودہ حضرت خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ مؤلف "تذکرۃ الاولیاء" ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ لقب آپ کو پردۂ غیب سے حاصل ہوا تھا اور گنج شکر سے ملقب ہونے کی تین وجوہات کتب سیر میں مرقوم ہیں۔

اوّل یہ کہ ایک مرتبہ آپ نے دہلی میں روزہ طی (وہ روزہ جو تیسرے دن افطار کیا جائے) رکھا تھا۔ بعد وقت مقررہ افطار کیا مگر کوئی شے ایسی اس وقت آپ کو دستیاب نہیں ہوئی کہ جو باعث تسکین جُوع (بھوک) ہوتی۔ لاچار بعد از شب نصف آپ نے غایت گرسنگی (بغرض بھوک) سے ہاتھ زمین پر مارا چند سنگریزے اس وقت ہاتھ میں آئے آپ نے ان کو اٹھا کر منہ میں ڈال لیا کہ وہ پتھر کے ٹکڑے آپ کے منہ میں شکر ہو گئے۔ جب یہ خبر آپ کے پیر روشن ضمیر حضرت خواجہ قطب الاقطاب رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ فرید گنج شکر ہے۔

دوئم یہ کہ آپ ایک مرتبہ خدمت مبارک حضرت خواجہ شہید المحبت قدس اللہ سرہ العزیز میں حاضر ہونے کے واسطے جائے اقامت سے روانہ ہوئے تو راہ میں کئی مقام تک آپ کو کچھ کھانے کو نہیں ملا۔ ایک روز غایت ضعف وگرسنگی سے آپ زمین پر گر

پڑے اور جو خاک آپ کے منہ میں پہنچی وہ شکر ہوگئی۔ اور جب یہ خبر سمع مبارک حضرت خواجہ قطب الاقطاب رحمۃ اللہ علیہ میں پہنچی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ فریدالدین گنج شکر ہے۔

سوم یہ کہ ایک روز آپ برسرراہ تشریف فرما تھے کہ ایک بنجارہ آپ کے سامنے سے گزرا جس کے بوروں میں شکرلدی ہوئی تھی آپ نے اس سے دریافت کیا کہ ان بوروں میں کیا ہے؟ اس نے ازراہِ تمسخر جواب دیا کہ نمک ہے' آپ نے فرمایا (خیر' نمک ہی ہوگا) وہ شکر سب اسی وقت نمک ہوگئی۔ جب منزل مقصود پر پہنچ کر اس نے بورے کھولے تو بجائے شکر کے نمک پایا۔ وہ روتا ہوا حضور میں حاضر ہوا اور عرض کیا: غلام سے خطا ہوئی جو شکر کو نمک بتلایا کہ انفاس تفسیر حضور سے نمک ہوگیا۔ دراصل وہ شکر تھی۔ آپ نے فرمایا: جابابا! وہ شکر تھی تو شکر ہوگئی جب اس بنجارہ نے آکر دیکھا تو وہ نمک سب شکر تھی' بیرم خاں مرحوم نے اس تلازمہ میں خوب کہا ہے

کان نمک و گنج شکر شیخ فرید	کز گنج شکر کان نمک کز پدید
درکانِ نمک کرد نظر گشت شکر	شیریں ترازیں کرامتے کس نشنید

ولادت باسعادت آپ کی قصبہ کھوٹی وال کہ آج کل اس کو مشائخ کی چاولی کہتے ہیں کہ جو درمیان پاک پتن و مہار شریف ضلع ملتان میں واقع ہے آپ نے قبل از ارادت ربع مسکون کی سیر فرمائی اور آپ نے ہر شہر و دیار کے اولیاء اللہ سے فیض محبت پایا۔ چنانچہ یہ امر آپ کے ملفوظات سے ظاہر ہے اور جب دہلی میں پہنچے اور آوازۂ عظمت وجلال حضرت خواجہ شہید المحبت' قطب الاقطاب قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ کا سنا تو آپ حاضر ہو کر مجلس اوّل ہی میں فرط عظمت و کشش شیخ سے مرید ہوئے۔ خواجہ حریق المحبت (بابا فرید) خود ہی اعتراف فرماتے ہیں کہ میں نے سیر ربع مسکون کی کی، اور ہزارہا اولیاء اللہ دیکھے اور ان سے شرفِ فیض پایا مگر جو عظمت وجلال میری نظر نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس اللہ سرہ کا دیکھا وہ کسی کا نہ دیکھا۔ (میں ان کا مرید ہوا) میرے شیخ نے بعد تین روز کے دروازہ عطائے کرم کا مجھ پر کھول دیا اور مجھے مالا مال کر دیا کہ اے فرید! کامل ہونے کے لئے میرے پاس آئے۔ انتہی کلامہ۔

اور یہ بھی منقول ہے کہ آپ تحصیل علم میں جبکہ آپ بمقام ملتان مصروف تھے' اور ایک بزرگ صاحب درس (یعنی تعلیم دینے والے) سے کتاب نافع جو فقہ کی مشہور کتاب ہے۔ پڑھتے تھے کہ ان ہی ایام میں حضرت خواجہ شہید المحبت مقام اوش سے ملتان تشریف لائے جب آپ کی نظر آپ پر پڑی تو کشف وقائع آئندہ سے حال آپ کا معلوم کیا اور نزدیک بلا کر فرمایا کہ اے صاحب! کیا پڑھتے ہو؟ آپ نے عرض کی کہ کتاب "نافع" پڑھتا ہوں! اس پر حضرت نے فرمایا کہ "نافع" سے کچھ نفع پہنچنے کی امید ہے آپ نے گزارش کی کہ "نافع" سے خیر' مگر مجھ کو نگاہِ کرم حضور سے فائدہ پہنچنے کی زیادہ تر امید ہے یہ کہہ کر قدم مبارک حضرت خواجہ شہید المحبت رحمۃ اللہ علیہ پر گر پڑے اور معتقد ہوئے اور تعلیم چھوڑ کر ہمراہی خواجہ شہید المحبت (نور اللہ مرقدہٗ) دہلی تشریف لے گئے اور رشتہ مریدان میں منسلک ہو کر خرقہ خلافت سے مستفیض ہوئے۔

کتب سیر میں لکھا ہے کہ وقت بیعت آپ کی عمر پندرہ یا اٹھارہ سال کی تھی اور بعد بیعت آپ اسی سال تک زندہ رہے جملہ

عمر شریف آپ کی پچانوے یا اٹھانوے سال کی ہوئی۔

آپ کو فقر و فاقہ و ستر حال نہایت محبوب و مرغوب تھا جب کسی مقام پر آپ تشریف لے جاتے۔ وہاں کے باشندے انوارِ الٰہی کو جو آپ کے رُخِ انور میں تھے۔ دیکھ کر فوراً حاضر خدمت ہوتے۔ وہاں پر آپ کو یہ امر ناگوار ہوتا تو آپ اُن سے کنارہ کش ہو کر دوسری جگہ تشریف لے جاتے جب وہاں بھی ایسا معاملہ پیش آتا تو کسی اور جگہ تشریف لے جاتے شدہ شدہ اجودھن میں پہنچے کہ باشندے وہاں کے منکر درویشاں نہایت بدمزاج اور سخت گیر تھے کسی نے آپ کے پہنچنے پر التفات نہ کیا۔ اور نہ خاطر و مدارات سے پیش آئے بلکہ بُرا بھلا کہنا شروع کیا جب آپ نے یہ معاملہ دیکھا بہت خوش ہو کر اپنے نفس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ (اے فرید! تیرے رہنے کی جگہ ہے) اور ساکنانِ اجودھن نے اپنی بُری عادت کی وجہ سے آپ کو شہر میں بھی نہ رہنے دیا۔ پس! آپ شہر کے باہر ایک گھادار کیڑے کے درخت کے سایہ میں مقیم ہوئے اور یادِ خدا میں مشغول ہوئے۔

آپ اپنا اکثر وقت جامع مسجد میں بسر فرماتے تھے وہیں آپ کی اولاد ہوئی۔ آپ فاقہ پر فاقہ کرتے۔ اور شدت سے سختی و محنت کی تکلیف اٹھاتے۔ اور وہیں نشو و نما پاتے۔

چونکہ آپ کی دلیل روشن اور برہان قوی تھے پوشیدہ طور پر رہنا نہ ملا۔

شہرت آپ کی نزدیک و دور پہنچی اور اطراف جوانب سے مشائخ اور ائمہ دین آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور بالآخر یہ شہرت یہاں تک پہنچی کہ آمد و رفت اور بود و باشِ صحابا کی وجہ سے اجودھن کا نام تبدیل ہو کر پاک پتن ہو گیا۔

آپ نے بمتابعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے چار شادیاں کیں۔ اور پانچ فرزند نرینہ اور تین لڑکیاں آپ سے باقی رہیں پوتوں اور نواسوں کا کوئی شمار نہ تھا۔

آپ کے ذکر اور خوارقِ عادات سے جملہ کتب سیر معمور ہیں باقی حالات آپ کے اس ترجمہ کتاب ''جواہر فریدی'' مصنفہ و مرتبہ مولوی محمد علی اصغر صاحب ابن مخدوم شیخ مودود ابن مخدوم شیخ محمد قریشی چشتی بندالوی ثم فتح پوری از اولاد بندگی حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ مسودہ خاص حضرت مصنف مرحوم قدس اللہ سرہ العزیز کو دیکھنا چاہیے۔

حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ کی کرامت کی بابت کتب سیر میں لکھا ہے کہ آپ کی ادنیٰ کرامت یہ تھی کہ آپ نے دروازہ [illegible]ت و نجشائش الٰہی ہر کس و ناکس کے واسطے کھول دیا تھا۔ کیسا ہی خاطی' لامذہب اور فاسق و فاجر آپ کے حضور میں حاضر ہوتا' آپ اس کو شرف بیعت سے مشرف فرما کر مقامات اعلیٰ پر آنِ واحد میں پہنچا دیتے تھے۔

آپ کے خلفاء کی تعداد پچاس ہزار تین سو بیالیس ہے' مریدوں کا اندازہ اس تعداد خلفاء سے کر لیا جائے' واللہ اعلم کس قدر ہوں گے۔

وفات شریف آپ کی عہد سلطان غیاث الدین بلبن انا اللہ برھانہ میں بروز سہ شنبہ پنجم ماہ محرم الحرام ۶۶۶ ہجری کو واقع

ہوئی۔ مزار مبارک آپ کا پاکپتن میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

التماس

واضح ہو کہ ہم نے یہ مختصر حالات آپ کے کتب سیر ''جواہر فریدی'' وغیرہ سے منتخب کر کے بطور مقدمہ کے شروع ترجمہ کتاب میں حسب عادت لکھ دیئے ہیں۔ تاکہ ناظرین کتاب کو اس امر کی واقفیت ہو جائے کہ یہ کتاب کس بیان اور کس بزرگ کے حالات میں ہے اور مجملاً کچھ حال کتاب بھی معلوم ہو جائیں خدا کا شکر ہے کہ میں اس ارادہ میں کامیاب ہوا اور بابا صاحب کے کچھ مختصر حالات لکھ کر اس مقدمہ کو ختم کیا۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ
خیر خلقہٖ سیدنا محمد واٰلہٖ واصحابہٖ وسلم۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والسلام علیٰ سیدنا محمدٍ والہ واصحابہ اجمعین ط

واضح رہے کہ یہ الہام ربانی کے خزانے کے جواہر اور علوم سبحانی کی فصل کے غنچے سلطان المشائخ، شیخ الشیوخ العالم الاخیار، قطب علامۃ الدنیا، بدر الطریقۃ، برہان الحقیقت، سیّد العابدین، بدر العابدین، عمدۃ الابرار، قدوۃ الاخیار، تاج الاصفیاء، سراج الاولیاء، ملک المساکین، برہان العاشقین، فرید الحق والشرح والدین (اللہ تعالیٰ ان کو نزدیک زندہ رکھ کر مسلمانوں کو مستفیض کرے) کی زبان گوہر فشاں سے سن کر جمع کیا اور اس مجموعے کا نام ''راحت القلوب'' رکھا۔ بتوفیق اللہ تعالیٰ۔

پندرہ ماہ رجب ۶۵۵ ہجری کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ مسلمانوں کا دُعا گو نظام الدین احمد بدایونی - جو سلطان الطریقت کا ایک غلام ہے۔ اور ان معانی کا جمع کرنے والا ہے۔ عرض پرداز ہے کہ جب قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا آپ نے چارتر کی کلاہ جو زیب سر تھی۔ اُتار کر دُعا گو کے سر پر رکھی اور خاص خرقہ اور لکڑی کی نعلین عطاء فرمائی۔

ولایتِ ہند

نیز فرمایا کہ میرا ارادہ تو تھا کہ ہندوستان کی ولایت کسی اور کو دوں لیکن تم راستے میں تھے کہ الہام ہوا۔ کہ یہ ولایت نظام الدین احمد بدایونی کی ہے۔ اسے دو۔ میں قدم بوسی کے اشتیاق سے اٹھ کر کچھ عرض کرنے لگا۔ لیکن مارے رعب کے نہ کر سکا۔ آپ نے روشن ضمیری کی وجہ سے واقف ہو کر فرمایا کہ ہاں اس سے تمہارا اشتیاق جیسے کہ دِل میں ہے۔ اس سے زیادہ ہم پر روشن ہے۔

نیز فرمایا کہ لکل داخل وھشۃ جب میں نے سنا۔ تو دِل میں خیال کیا کہ اس کے بعد جو کچھ زبان مبارک سے نکلے گا۔ میں اسے قلمبند کرتا جاؤں گا۔ ابھی یہ خیال میرے دِل میں گزرنے بھی نہ پایا تھا۔ فرمایا کہ اس مرید کی کیا ہی سعادت ہے۔ جو اپنے پیر کے فرمودہ کو قلمبند کرے اور گوش ہوش اس طرف لگائے۔ اس واسطے کہ ''ابرار اولیاء'' میں لکھا ہے کہ جب مرید کچھ اپنے پیر کی زبانی سنے۔ لکھے تو حرف نوشتہ کے بدلے ہزار سال کی اطاعت کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ اور مرنے کے بعد اس کا مقام علیین میں ہوتا ہے اس وقت زبان مبارک سے یہ شعر پڑھا

اے آتش فراقت دِل ہا کباب کردہ   سیلاب اشتیاقت جاں ہا خراب کردہ

پھر اس موقع کے مناسب فرمایا: لوگوں کو ہر وقت ایسے ہی ہونا چاہیے۔ اس واسطے کہ کوئی لمحہ ایسا نہیں ہوتا کہ ایسے شخص کے

دل میں یہ صدا نہیں آتی کہ زندہ دِل وہی ہے۔ جس میں محبت اور اشتیاق ہے۔

الغرض درویشی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ درویشی پردہ پوشی ہے اور خرقہ پہننا اس کا کام ہے۔ جو مسلمانوں وغیرہ کے عیب چھپائے اور کسی کے آگے ظاہر نہ کرے۔ اور دُنیاوی مال اس کے پاس ہو۔ اسے راہِ خدا میں صرف کرے اور ذخیرہ نہ کرے۔

زکوٰۃ کی قسمیں

پھر فرمایا کہ اصحابِ طریقت اور مشائخ کبار اپنے فوائد میں لکھتے ہیں کہ زکوٰۃ تین قسم کی ہوتی ہیں (۱) زکوٰۃ شریعت' (۲) زکوٰۃ طریقت- (۳) زکوٰۃ حقیقت- شریعت کی زکوٰۃ یہ ہے کہ اگر چالیس درہم ہوں تو اس میں سے پانچ درہم راہِ خدا میں صرف کر دے۔ طریقت کی زکوٰۃ یہ ہے کہ چالیس میں سے پانچ اپنے پاس رکھے اور باقی راہِ خدا میں خرچ کرے اور حقیقت کی زکوٰۃ یہ ہے کہ چالیس میں سے کچھ بھی نہ بچائے۔ بلکہ تمام راہِ خدا میں تقسیم کر دے۔ اس واسطے کہ درویشی خود فروشی ہے۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ اس دُعا گو نے شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ کی زیارت کی ہے۔ اور چند روز آپ کی خدمت میں بسر کئے ہیں۔ اس عرصہ میں تقریباً چھ ہزار دینار ہر روز آپ کی خانقاہ میں بطور نذر آتے۔ اور سب راہِ خدا میں صرف کیے جاتے اور رات کو ایک پیسہ بھی نہ بچاتے۔ ساتھ ہی یہ فرماتے کہ اگر میں کچھ بچاؤں تو مجھے درویش نہیں کہیں گے بلکہ کہیں گے کہ یہ مالدار ہے۔

درویشی قناعت میں ہے

پھر اسی موقعہ پر فرمایا کہ درویشی قناعت میں ہے۔ جو کچھ ملے۔ اسے یہ نہ کہے کہ ایسا ملنا چاہیے کیونکہ سلوک اولیاء میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ کسی درویش کی زیارت کو گئے۔ تو اس کے ساتھ سلوک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اس اثناء میں جَو کی دو روٹیاں درویش کے پاس تھیں لیکن بے نمک' مالک دینار نے فرمایا: اگر نمک ہوتا۔ تو بہتر ہوتا۔ درویش کی لڑکی نے یہ سنتے ہی کوزہ اٹھا کر بقال کی دکان پر گروی رکھا اور نمک لا کر حاضر کیا۔ دونوں نے مل کر کھایا تو مالک دِینار نے فرمایا کہ قناعت اسی کا نام ہے۔ لڑکی نے آداب بجالا کر عرض کیا کہ اگر آپ میں قناعت ہوتی۔ تو ہمارا کوزہ بنئے کی دُکان پر گروی کیوں رکھا جاتا؟ اے مالک دینار۔ سنو! ہماری یہ حالت ہے کہ سترہ سال سے ہم نے نمک کو بالکل ترک کیا ہوا ہے۔ یہ کیا آپ نے فرمایا ہے درویشی آپ سے بعید ہے اور یہ رباعی زبان مبارک سے فرمائی۔

رُباعی

چوں عمر در گزشت درویشی بہ چوں کار بقسمت است کم کوشی بہ
چوں ترس حیات است نمد پوشی بہ چوں گفتہ نوشت است خاموشی بہ

اور ابھی تجھے معلوم نہیں کہ درویش کے سر پر کیا کیا سختیاں گزرتی ہیں۔

مستحقِ خرقہ کون؟

بعد ازاں خرقے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ رسولِ خدا ﷺ کو معراج کی رات خرقہ عطاء ہوا۔ جب معراج سے واپس تشریف لائے تو صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کو بلا کر فرمایا کہ مجھے پروردگار سے خرقہ ملا ہے اور حکم ہوا کہ تم میں سے کسی ایک کو دوں۔ اب میں ایک بات پوچھوں گا جو اس بات کا صحیح جواب دے گا اسی کو خرقہ دوں گا۔ پہلے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے ابوبکر! اگر میں یہ خرقہ تجھے دوں تو تُو کیا کرے گا؟ عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اگر یہ خرقہ مجھے عنایت ہو تو میں صدق اختیار کروں گا۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کروں گا۔ اور جو دُنیاوی مال میرے پاس ہے وہ سب راہِ خدا میں صرف کروں گا۔

بعد ازاں امیر المؤمنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے عمر! (رضی اللہ عنہ) اگر یہ خرقہ تجھے عنایت ہو تو تُو کیا کرے؟ عرض کی: عدل کروں اور بندگانِ خدا سے اِنصاف سے پیش آؤں اور مظلوموں کی دادرسی کروں۔ پھر امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر یہ خرقہ تجھے عنایت ہو تو تُو کیا کرے۔ عرض کی کہ اِتفاق سے مل کر کام کروں اور جو حق ہو اسے بجا لاؤں۔ حیاء اختیار کروں اور سخاوت کروں پھر امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا: اے علی! اگر یہ خرقہ تجھے دوں تو کیا کرے؟ عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں پردہ پوشی کروں گا اور بندگانِ خدا کے عیب پوشیدہ رکھوں گا رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا کہ اے علی! یہ خرقہ تجھے دیتا ہوں اور مجھے پروردگار کا حکم بھی یہی تھا کہ یاروں میں سے جو یہ جواب دے گا۔ خرقہ اسے دینا اس وقت شیخ صاحب زار زار روئے اور بے ہوش ہو گئے۔ ہوش میں آئے تو زبان مبارک سے فرمایا: معلوم ہوا کہ درویشی پردہ پوشی کا نام ہے۔ پس درویش کو لازم ہے کہ ان چار چیزوں سے دور رہے۔ اوّل یہ کہ آنکھیں اندھی بنالے تاکہ لوگوں کو عیب نہ دیکھے۔ دوسرے کانوں کو بہرا کرے۔ تاکہ نہ سننے کے لائق باتیں نہ سنے۔ تیسرے زبان گونگی کرے۔ تاکہ نہ کہنے والی کوئی بات نہ کہے۔ چوتھے پاؤں کو لنگڑا کرے۔ تاکہ جہاں جانا نامناسب ہو وہاں نہ جائے۔ پس اگر کسی میں یہ خصلتیں پائی جاتی ہیں تو سمجھ لو کہ درویش ہے وگرنہ دروغ گو مدعی ہے اور اس میں درویشی کی کوئی بات نہیں۔

پھر اسی موقعہ پر فرمایا کہ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ نے چالیس سال تک آنکھ بند رکھی۔ سبب پوچھا تو فرمایا: تاکہ لوگوں کے عیب نہ دیکھوں اگر اتفاقاً دیکھ لوں تو پردہ پوشی کروں اور کسی سے نہ کہوں بعد ازاں شیخ الاسلام نے دیر تک مراقبہ کیا۔ مراقبہ سے سر اُٹھا کر مجھے فرمایا بابا نظام الدین (رحمۃ اللہ علیہ)! جب درویش کی یہ حالت ہوتی ہے۔ تو درویش کہلانے کا مستحق ہوتا ہے اس وقت جو کچھ کہتا ہے۔ یا چاہتا ہے۔ وہی ہوتا ہے اس موقعہ پر شیخ الاسلام پر رِقت طاری ہوئی اِتنے میں محمد شاہ نامی ایک دوست آداب بجا لایا۔ فرمایا: بیٹھ جا' بیٹھا تو اس کی حالت دگرگوں تھی کیونکہ اس کا بھائی حالت نزاع میں تھا۔ آپ نے پوچھا کیوں بھائی کیوں ایسے متغیر ہو۔ عرض کی اپنے بھائی کی علالت کے سبب۔ فرمایا: جاؤ تمہارا بھائی تندرست ہو گیا ہے۔ گھر جا کر دیکھا تو واقعی صحت یاب ہو گیا تھا اور کھانا کھا رہا تھا گویا کبھی بیمار تھا ہی نہیں۔

اصل درویشی، کوئی تہی دست نہ جائے

پھر فرمایا: درویشی وہی تھی جو رسول اللہ ﷺ کو حاصل تھی کہ صبح سے دوپہر تک اور دوپہر سے شام تک جو کچھ آتا۔ راہِ خدا میں صرف کرتے اور حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ بارہا خطبہ میں فرمایا کرتے کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسولِ خدا ﷺ نے شام کو کوئی چیز بچا رکھی ہو۔

اِسی اثناء میں مولانا بدرالدین اسحٰق نے پوچھا کہ اِسراف کسے کہتے ہیں؟ اور اس کی حد کہاں تک ہے؟ فرمایا: جو کچھ تو بے نیت دے اور اللہ تعالیٰ کے نام پر نہ دے۔ وہ اسراف ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے دے تو اسراف نہیں اسی اثناء میں نمازِ ظہر کی اذان سنی نماز ادا کر کے مراقبہ میں مشغول ہوئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

۱۶/ ماہِ شعبان بروز جمعرات ۶۵۵ ہجری کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ شیخ بدرالدین غزنوی۔ شیخ جمال الدین ہانسوی۔ مولانا شرف الدین۔ قاضی حمید الدین ناگوری اور اصحاب حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جو شخص میرے پاس آئے۔ خواہ دولت مند ہو۔ خواہ غریب اُسے محروم نہ رکھنا۔ جو کچھ حاضر ہو۔ اسے دو۔

بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص میرے پاس آ جائے اور کوئی چیز نہ لاوے۔ مجھ پر واجب ہے کہ اسے کچھ دوں۔ پھر آبدیدہ ہو کر یہ حکایت بیان فرمائی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں احکام شرعی کی طلب کے لئے حاضر ہوتے۔ جب وہاں سے واپس آتے تو ایک دوسرے کی راہنمائی کرتے اور فائدے حاصل کرتے۔

بعد ازاں فرمایا کہ عمدۃ الابرار تاج الاتقیاء خواجہ قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز کی یہ رسم تھی کہ اگر خانقاہ میں کوئی چیز موجود نہ ہوتی تو اپنے خادم شیخ بدرالدین غزنوی کو فرماتے۔ جو شخص آئے۔ اسے پانی دو تا کہ بخشش اور عطا سے خالی نہ جائے۔

پھر اسی موقعہ پر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں بغداد کی طرف سفر کر رہا تھا۔ شیخ اجل سنجری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا جو کہ باہیبت مرد بزرگ تھا۔ جب آپ کی خانقاہ میں داخل ہوا۔ اور سلام کہا: تو مصافحہ کر کے میری طرف دیکھ کر فرمایا: آ شکر عالم بیٹھ جا! چونکہ مجھے پر نہایت لطف فرمایا: لہٰذا چند روز خدمت میں رہا۔ لیکن کبھی نہ دیکھا کہ کوئی شخص خانقاہ سے محروم گیا ہو۔ اگر کچھ نہ ہوتا۔ تو خستہ خرما اس کے ہاتھ میں دے کر دُعا دیتے کہ اللہ تعالیٰ تیرے رزق میں برکت دے۔ وہاں کے لوگوں سے میں نے سنا کہ جس کو آپ یہ دعا دیتے۔ وہ زندگی بھر محتاج نہ ہوتا۔

بعد ازاں اسی موقعہ پر فرمایا کہ جب میں وہاں سے وداع ہوا تو بغداد کے باہر غار میں ایک اور درویش دیکھا۔ میں نے سلام کیا سلام کا جواب دے کر فرمایا: بیٹھ جا! میں بیٹھ گیا۔ دیکھا کہ بدن میں ہڈیاں اور چمڑا ہے۔ گوشت کا نام نہیں۔ میرے دِل میں خیال آیا کہ بزرگ جنگل میں رہتا ہے۔ اس کی کیا حالت ہوگئی۔ مجھے مخاطب کر کے فرمایا: اے فرید! چالیس سال سے اس غار میں رہتا ہوں۔ گھاس اور تنکوں پر میرا گزارہ ہے۔ جب بھید کھولا۔ تو میں آداب بجالایا اور کہا کہ فی الواقع ایسا ہی ہے۔ چند روز رہ کر وہاں سے وداع ہوا۔ پھر بخارا میں شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا جو باعظمت و باہیبت بزرگ ہیں۔ جب آپ کے جماعت خانے میں داخل ہوا تو آداب بجالایا۔ فرمایا: بیٹھ جا! میں بیٹھ گیا۔ میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ یہ شیخ

بھی مشائخ روزگار سے ہوگا اور تمام جہان میں اس کے مرید اور فرزند ہوں گے۔ پھر سیاہ گدڑی جو کندھے پر تھی۔ میری طرف پھینکی اور فرمایا: پہن لے میں چند روز حاضر خدمت رہا۔ تقریباً ہزار آدمی دستر خوان پر کھانا کھاتے۔ جب کھانا کھا چکتے تو پھر بھی جو شخص آتا۔ محروم نہ جاتا۔ کچھ نہ کچھ لے کر ہی جاتا۔ پھر میں وہاں سے نکلا اور رات ایک مسجد میں گزاری۔ صبح سنا کہ وہاں پر کٹیا میں ایک بزرگ رہتا ہے جب اندر نگاہ کی تو ایک باہیبت پیر مرد دیکھا' جو پہلے ایسا کبھی نہ دیکھا تھا وہ عالم تفکر میں کھڑا' آنکھیں آسمان کی طرف لگائے ہوئے تھا۔ تین دن رات بعد عالم صحو میں آیا۔ میں نے سلام کیا۔ سلام کا جواب دے کر فرمایا کہ میری وجہ سے تجھے بہت تکلیف ہوئی ہے بیٹھ جا' میں بیٹھ گیا۔ فرمایا: میں شمس العارفین کے مریدوں میں سے ہوں۔ اور تیس سال سے اس کٹیا میں معتکف ہوں لیکن اتنی مدت میں حیرت اور مستی کے سوا میرے نصیب کچھ نہیں ہوا۔ کیا جانتا ہے کہ یہ کس سبب سے ہے؟ میں آداب بجالایا کہ جس طرح فرمان ہو۔ فرمایا کہ سیدھی راہ یہی ہے جو شخص اس راہ میں راستی سے قدم اٹھاتا ہے وہ نجات پا جاتا ہے اور اگر دوست کی رضا کے بغیر ایک قدم بھی اُٹھائے تو جل جائے۔ بعد ازاں اس بزرگ نے اپنا حال یوں بیان فرمایا کہ اے فرید! جس روز سے مجھے اپنے دروازے پر اذنِ باریابی دیا ستر حجاب درمیان تھے۔ حکم ہوا کہ اندر آ جا۔ جب پہلے حجاب میں گیا تو مقربان بارگاہ کو دیکھا کہ دونوں آنکھیں آسمان کی طرف کئے کھڑے ہیں ہر ایک خاص ہی صفت میں ہے اللہ کا راز اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ اور سب زبان حال سے کہتے ہیں کہ ہم تیرے دیدار کے مشتاق ہیں۔ اسی طرح ہر حجاب سے گزرتا گیا تو ہر ایک حجاب میں اور بھی محبوّں کو اور ہی حالت میں دیکھا۔ جو ایک دوسرے کے بالکل مشابہ نہ تھے۔ جب حجاب خاص میں پہنچا تو آواز آئی کہ اے فلاں! اس حجاب میں وہ شخص آتا ہے۔ جو دُنیا و مافیہا بلکہ اپنے آپ سے بھی بیگانہ ہو۔ آواز آئی کہ چونکہ تو سب سے بیگانہ ہو گیا ہے۔ اس لئے ہم سے یگانہ ہو۔ میں نے آنکھ آگے بڑھائی تو اپنے تئیں اس کٹیا میں دیکھا۔ بس اے فرید! اس راہ میں سب سے بیگانہ ہونا چاہیے' تا کہ حق سے یگانہ ہو سکیں۔

عالم غیب سے رزق کا ملنا

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ جب رات ہوئی تو شام کی نماز ادا کی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے دیکھا کہ ماش کے دو پیالے اور چار چپاتیاں عالمِ غیب سے اس بزرگ کے سامنے موجود ہو گئیں۔ مجھے اندر آنے کا اشارہ کیا۔ میں اندر گیا کھانا کھایا۔ جو لذت مجھے اس کھانے سے حاصل ہوئی۔ وہ کبھی کسی اور کھانے سے نہ ہوئی۔ رات وہیں بسر کی۔ صبح اٹھ کر دیکھا کہ وہ بزرگ غائب ہے۔ پھر لوٹ کر ملتان کی طرف چلا آیا وہاں اپنے بھائی بہاؤالدین زکریا (رحمۃ اللہ علیہ) کی زیارت کی۔ مصافحہ کے بعد مجھ سے پوچھا کہ کام میں کہاں تک ترقی کی ہے؟ میں نے کہا: یہاں تک کہ اگر اس کرسی کو جس پر آپ بیٹھے ہیں۔ کہوں کہ ہوا میں معلق ہو جا۔ تو ہو جائے۔ ابھی یہ بات اچھی طرح کہنے بھی نہ پایا تھا کہ کرسی ہوا میں معلق ہو گئی۔ بہاؤالدین زکریا نے کرسی پر ہاتھ مارا تو نیچے آ گئی۔ فرمایا: مولانا فرید! خوب ترقی کی ہے۔ وہاں سے دہلی پہنچا اور شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ میں بیان سے باہر وصف دیکھے اور مرید بن گیا۔ تین دن میں میرے پیر نے سب نعمتیں عطاء فرمائیں اور یہ بھی فرمایا کہ مولانا فرید کام ختم کر کے میرے پاس آیا ہے۔ جب شیخ الاسلام نے بات ختم کی تو نعرہ مار کر بے ہوش

ہو گئے چنانچہ اِک دِن رات بیہوشی کی حالت میں پڑے رہے۔ جب ہوش میں آئے تو مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ مردانِ خدا ایسا ہی کرتے ہیں تو کسی مرتبے پر پہنچتے ہیں۔ لیکن یہ معلومات تمام اشخاص میں ہوتی ہیں اور فیض نازل ہوتا ہے مگر مرید کو کسی مقام پر پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے بعدازاں فرمایا: اے بھائی! اس راہ میں جب تک سفر نہ کرے گا۔ اور دِل سے طے نہ کرے گا اور قدم صدق نہ رکھے گا۔ ہرگز ہرگز مقام قرب میں نہیں پہنچ سکے گا' بعدازاں یہ شعر مبارک زبان مبارک سے فرمایا

تو راہ نرفتہ ازاں نمودند ورنہ کرز وایں نہ کربر و نکشودند

جان در راہ دلہاست اگر میخواہی تو نیز چناں شو کہ ایشاں بودند

جب شیخ الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا تو سر سجدے میں رکھ دیا اور پھر کھڑے ہو گئے۔ پھر نماز کا وقت ہو گیا آپ عالم تحیر میں مشغول ہو گئے۔ خلقت اور دُعا گو واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

بندے اور مولیٰ کے درمیان حجاب

سوموار کے روز بیسویں تاریخ ۶۵۵ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند مولانا ناصح الدین ناگور سے آئے ہوئے تھے اور مولانا شمس الدین برہان حاضر خدمت تھے۔ دُنیا کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبانِ مبارک سے فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: حب الدنیا راس کل خطیئة (دُنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ ہے) پھر فرمایا: اهل المعرفة من ترك الدنيا ملك ومن اخذها هلك اہلِ معرفت کا قول ہے کہ جس نے دُنیا کو چھوڑ دیا وہ بادشاہ بن گیا اور جس نے اسے لیا وہ ہلاک ہو گیا۔ شیخ عبداللہ سہل تستری فرماتے ہیں کہ دُنیا بندے اور مولیٰ کے درمیان سب سے بڑا حجاب ہے کہ جس قدر بندہ اس میں مشغول ہوتا ہے۔ اس قدر حق تعالیٰ سے دور رہتا ہے۔

پھر فرمایا: اگر مرید اپنی پیٹھ کی طرف دیکھنا چاہے تو اتنے ہی میں دِل کے سامنے حجاب آ جاتا ہے۔ پس لوگوں کو چاہیے کہ کسی حالت میں دُنیا میں مشغول نہ ہوں۔ کیونکہ جس قدر دُنیا میں مشغول ہو گا۔ اسی قدر حق سے دور رہے گا۔

پھر فرمایا: میں نے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ کی زبانی سنا ہے اور انہوں نے اپنے استاد کی زبانی روایت فرمائی ہے کہ جب تک انسان اپنے دل سے دنیاوی زنگار محبتِ (حق) کی صیقل ——— سے دور نہیں کرتا۔ اور فکر حق سے انس نہیں کرتا۔ اور غیر کی ہستی کو بیچ سے نہیں اٹھا دیتا۔ وہ کبھی خدا سے یگانہ نہیں ہوتا جب تک وہ یہ ساری باتیں نہیں کر لیتا ہرگز ہرگز خدا رسیدہ نہیں ہوتا۔ بعدازاں فرمایا کہ ''تحفۃ العارفین'' میں خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ صلاحیت کی بنیاد آدمی میں ہوتی ہے اور وہ دِل کی صلاحیت سے تعلق رکھتی ہے۔ جب دِل صلاحیت پکڑ جاتا ہے تو آدمی کی اصلاح ہو جاتی ہے۔

دلوں کی زندگی ذکرِ الٰہی میں ہے

پھر فرمایا کہ دِل مردہ بھی ہوتا ہے اور زندہ بھی۔ چنانچہ کلام اللہ میں لکھا ہے۔ اومن کان میتا۔ یعنی دنیاوی شغلوں کی کثرت سے دِل مر جاتا ہے۔ فاحیاه بذکر المولی۔ بس اسے ذکرِ الٰہی سے زندہ کرو۔ پھر فرمایا: جب دِل دنیاوی لذتوں' شہوتوں' ماکولات اور مشروبات میں مشغول ہو جاتا ہے۔ تو غفلت کا اس پر اثر ہوتا ہے اور خواہش اس پر غالب آ جاتی ہے۔ ہر طرف سے دِل

میں خطرات آنے شروع ہو جاتے ہیں جو دِل کو سیاہ کرتے ہیں صرف حق تعالیٰ کا اندیشہ دِل کو سیاہ نہیں کرتا۔ جب دِل سیاہ ہو جاتا ہے تو گویا مردہ ہے۔ جیسا کہ جس زمین میں شور زیادہ ہو جائے تو بیج قبول نہیں کرتی اور کہتے ہیں کہ یہ زمین مردہ ہے اسی طرح جس دل سے ذکر چلا جائے تو اس پر دیو پری غالب آ جاتے ہیں پس جو دل دیو پری کی نشست گاہ ہے وہ مردہ ہے اس واسطے کہ ذکر حق' حق ہے۔ اور جو کچھ اس کے سوا ہے وہ خذلان و بطلان ہے۔ ضروری ہے کہ حق کے سوا کچھ نہ سنے۔ کیونکہ سننا زندوں کا کام ہے نہ کہ مردوں کا۔ لیکن جس وقت اِنسان کے دِل سے دُنیاوی تعلق دور ہو جاتا ہے اور ہوائے نفسانی ان سے چلی جاتی ہے۔ اس وقت وہ ذاکر بنتا ہے۔ ایسا دل نورِ ذکر سے زندہ ہوتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ''عمدہ'' میں لکھا ہے کہ اس راہ کا اصول دِل کی صلاحیت ہے اور صلاحیت اس وقت حاصل ہوتی ہے۔ جبکہ باطن تمام مذموماتِ دُنیاوی۔ یعنی غِلّ و غِش۔ حسد و تکبر اور حرص و بخل سے پاک کرے اور دِل مذموم کو ان سے صاف کرے۔ جو کام کی بات ہے اور درویش کا جوہر بھی اسی مقام پر ظاہر ہوتا ہے۔

فقراء اور صحبتِ دنیا

بعد ازاں شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ جس درویش نے دُنیا کا کام شروع کیا اور مال و مرتبہ و ترقی چاہی ہے۔ وہ درویش نہیں بلکہ طریقت کا مرتد ہے اس واسطے کہ دُنیا سے روگردانی کا نام فقر ہے۔

بعد ازاں اسی موقعہ پر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں بغداد میں خواجہ اجل سنجری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تھا اور درویشوں کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ خواجہ سنجری نے فرمایا: خواجہ جنید علیہ الرحمۃ کے عمدہ میں لکھا دیکھا ہے کہ تمام مذاہب میں فقیر کو اہلِ دُنیا سے راہ و رابطہ رکھنا اور بادشاہوں اور امیروں کے پاس آنا جانا حرام ہے۔

پھر اسی موقعہ پر فرمایا کہ حزائق میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ شاہ عراق تین سال تک بیمار رہا۔ خواجہ شہاب الدین تستری کو بلایا۔ تا کہ دعا کریں۔ جب آپ آئے تو اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔ جس سے مرض دور ہو گیا اور آپ واپس چلے آئے ایک گھڑی کے کفارے میں جو بادشاہ کے پاس صرف ہوئی۔ سات سال اہلِ دُنیا سے میل جول قطع کر دیا اور یہ بھی فرمایا کہ اس بارے میں مشائخ طریقت کہتے ہیں کہ فقراء کے لئے دُنیا کی صحبت زہر قاتل ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دولتمند آدمیوں سے جس قدر پرہیز کی جائے۔ اسی قدر خدا کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے۔ اہلِ دُنیا کی محبت جس قدر ان کے دِل میں ہو گی۔ اسی قدر نقصان ہو گا۔ اس واسطے کہ فقر' تقرب اور طریقت کا مذہب یہ ہے کہ درویش کے دِل میں ذرہ بھر بھی اہلِ دُنیا کی محبت نہ رہے۔

بعد ازاں ذکر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ درویش کو ذکر میں ایسا فرو ہونا چاہئے کہ اس کے بدن کا ہر ایک بال زمین بن جائے چنانچہ ''اسرار العارفین'' میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضور باطنی سے خواجہ ابو سعید ابو الخیر ذکر میں مشغول تھے آپ کے ہر مسام سے خون جاری ہوا نیز کہتے ہیں کہ اہل بیعت میں سے کسی نے لکڑی کا پیالہ شیخ صاحب کے بازو تلے رکھ دیا' جب پیالہ پُر ہو گیا تو پی لیا۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس راہ میں بڑا اصول حضوریٔ دِل ہے اور حضوریٔ دِل حلال لقمہ کھائے

اور اہلِ دُنیا سے پرہیز کیے بغیر نہیں حاصل ہو سکتی۔ کیونکہ مشائخ فرماتے ہیں کہ جو شخص حرام کا لقمہ کھائے اور اہل دُنیا اور بادشاہوں کی مجلس سے دور نہ رہے اس کے لئے گودڑی پہننا جائز نہیں۔ کیونکہ صوف کی گودڑی پہننا انبیاء' ابدال اور اوتاد کا کام ہے۔ گودڑی کی قدر و منزلت حضرت موسیٰ کلیم اللہ' حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت محمد مصطفیٰ حبیب خدا ﷺ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

بعد ازاں اسی موقع پر فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سُنا ہے کہ ایک مرتبہ چشت میں خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دس سال رہا۔ لیکن کبھی نہ دیکھا کہ آپ کسی بادشاہ یا امیر کے ہاں گئے ہوں۔ سوائے جمعہ کی نماز کے۔

بعد ازاں انہیں سے سنا کہ جب درویش بادشاہوں کے پاس جائے تو اس سے گدڑی لے لینی چاہیے۔ اور درویشی کا اسباب جو اس کے پاس ہو چھین لینا چاہیے اور اسے اجازت دینی چاہیے کہ اپنے تئیں درویشی سے خارج کرے۔ اگر خارج نہ کرے تو اس کی گدڑی اور جامہ آگ میں جلا دینا چاہیے۔ اس واسطے کہ جب درویش اہل دنیا سے میل جول کرے تو سمجھو کہ درویش نہیں وہ جھوٹا مدعی ہے اس واسطے کہ میں نے بعض مشائخ طریقت کو دیکھا ہے کہ جب انہیں کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو صوف کی گدڑی اور گردن میں زنجیر پہن کر اسی کو مناجات میں شفیع بناتے ہیں جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان کی حاجات پوری کرتا ہے۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ جو صوف پہنے اسے چرب و شیریں لقمہ نہیں کھانا چاہیے۔ اور نہ ہی اہلِ دُنیا سے میل جول رکھنا چاہیے۔ جب ایسا نہ کرے تو گویا وہ اولیاء سے سلوک کے لباس میں خیانت کرتا ہے۔

بعد ازاں اسی موقعہ پر فرمایا کہ "اسرار العارفین" میں لکھا دیکھا ہے کہ خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید بادشاہ کے ہاں اکثر جایا کرتا تھا اور وہاں سے اسے صرف پردہ ڈھانکنے کے لئے کچھ ملتا تھا۔ خواجہ صاحب نے اسے بلا کر گدڑی وغیرہ چھین لی اور جلا دی اور سخت ناراض ہو کر فرمایا: کیا تو انبیاء اور اولیاء کے لباس کو خبیث آدمیوں میں پھراتا ہے اور دکھا کر چاہتا ہے کہ یہی لباس پہن کر اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی آئے۔

بعد ازاں اسی موقعہ پر فرمایا کہتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تین کرتے پہنتے جب نماز کا وقت ہوتا تو دو اتار دیتے' اور درمیانی کرتے سے نماز ادا کرتے وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کی ظاہری پیراہن ریاء و رسم کی وجہ سے اتارا گیا اور باطنی پیراہن میں حرص' حسد' بخل اور فسق کی بو آتی ہے لیکن درمیانی پیراہن ان دونوں سے خالی ہے پس اس سے نماز ادا کرنا بہتر ہے۔

پھر شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ متقدمین ایسا ہی کرتے آئے ہیں۔ جس کے سبب انہوں نے مراتب حاصل کیے ہیں۔ پھر نماز کا وقت ہوا تو نماز میں مشغول ہو گئے۔ خلقت اور دعا گو واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

شبِ معراج کی فضیلت

ستائیسویں ماہ مذکور ٦٥٥ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ شیخ جمال الدین متوکل اور دوسرے عزیز حاضر خدمت تھے۔ شمس دبیر اور نجم الدین بھی بیٹھے تھے۔ شب معراج اور اس کی فضیلت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ ماہِ رجب کی ستائیسویں رات بڑی بزرگ رات ہے۔ کیونکہ اس رات آنحضرت ﷺ کو معراج ہوا تھا۔ جو شخص اس

رات کو جاگتا ہے۔ وہ گویا اس کی شب معراج ہوتی ہے۔ معراج کی سعادت اسے حاصل ہوتی ہے اور اس کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ میں بغداد کی طرف سفر کر رہا تھا۔ ایک شہر میں بزرگوں اور ان کے مسکن کے بابت حکایت پوچھی۔ الغرض ایک درویش کا پتہ ملا۔ جو دجلہ کے کنارے غار میں رہتا تھا۔ جب وہاں پہنچا تو اسے نماز میں مشغول پایا۔ نماز سے فارغ ہونے تک وہیں ٹھہرا رہا۔ بعد میں آداب بجالایا۔ مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں بیٹھ گیا۔ جس ہیبت وعظمت کا وہ بزرگ دیکھا ہے۔ کسی کو نہیں دیکھا۔ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ مجھ سے پوچھا کہ کہاں سے آنا ہوا؟ عرض کی: اجودھن (پاک پتن) سے! فرمایا: جو شخص ارادت سے بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے وہ بزرگ ہو جاتا ہے۔ جب یہ بات فرمائی تو میں آداب بجالایا۔ بعد ازاں اپنی حکایت اس طرح شروع کی کہ مولانا فرید! پچاس سال سے اس غار میں رہتا ہوں۔ میری خوراک گھاس اور تنکے ہیں۔ میں خواجہ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے مریدوں سے ہوں۔ یہ رات جو گزر گئی ہے۔ ستائیسویں رجب تھی۔ اگر تو چاہے تو میں اس رات کی فضیلت بیان کروں۔ میں آداب بجالایا کہ جس طرح فرمان ہو۔ فرمایا: تیس سال سے مجھے معلوم نہیں کہ رات کیسی ہوتی ہے۔ میں کبھی نہیں سویا۔ لیکن گزشتہ رات مصلیٰ پر سو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ پہلے آسمان کے ستر ہزار مقرب فرشتے زمین پر آئے ہیں اور میری روح اوپر لے گئے ہیں۔ جب پہلے آسمان پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں فرشتے آسمان کی طرف آنکھیں لگائے یہ تسبیح پڑھ رہے ہیں۔ "سبحان ذی الملك والملكوت" آواز آئی کہ جس روز سے یہ پیدا ہوئے ہیں اوپر کی طرف آنکھیں جمائے یہی تسبیح پڑھ رہے ہیں۔ پھر میری روح کو دوسرے آسمان پر لے گئے۔ غرض اسی طرح ہر آسمان میں عجائبات قدرت دیکھتا گیا۔ جب عرش کے نیچے پہنچا تو آواز آئی کہ ٹھہر جاؤ۔ میں ٹھہر گیا۔ تمام انبیاء اور اولیاء وہاں موجود تھے۔ اپنے جد بزرگوار خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کو بھی دیکھا جو سر جھکائے کھڑے ہیں اور کچھ نہیں بولتے۔ آواز آئی کہ اے فلاں! میں نے کہا: بار خدایا! حاضر ہوں۔ حکم ہوا۔ عمدہ موقعہ پر آیا ہے۔ جو عبادت کا حق ہے تو بجالایا ہے۔ اب تیری عبادت کا بدلہ یہی ہے کہ علیین میں رہے۔ میں بہت خوش ہوا اور سجدہ شکر بجالایا۔ حکم ہوا کہ سر اُٹھا۔ اٹھایا' تو میں نے پوچھا کہ اس سے اوپر جاؤں؟ آواز آئی کہ اس سے اوپر تو نہیں جا سکتا۔ کیونکہ تیری یہی معراج ہے۔ جب تو کام میں اور ترقی کرے گا تو تیرا مقام اور بھی بلند ہو جائے گا۔ جو لوگ تجھ سے کامل ہیں۔ ان کا مقام حجاب عظمت تک ہے۔ جب میں نے یہ آواز سنی تو اپنے جد بزرگوار شیخ جنید علیہ الرحمۃ کی خدمت میں آ کر سر قدموں میں رکھ دیا۔ میں نے پوچھا آپ نے سر کیوں جھکایا ہوا ہے؟ فرمایا: جس وقت تجھے وہاں سے لایا گیا تو میں اس حیرت میں تھا کہ کہیں تو ہمارے خلاف نہ ہو۔ یا اللہ تعالیٰ کی بندگی میں کوتاہی نہ کی ہو۔ جس سے مجھے شرمندہ ہونا پڑے اور کہیں کہ جنید کا مرید اس کے خلاف تھا۔ جب میں جاگا تو اپنے آپ کو اس مقام پر پایا۔ پس اے فرید! جو شخص اللہ تعالیٰ کے کام میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے کام میں ہوتا ہے۔ اس صورت میں مرید کو چاہیے کہ کام کرنے میں اپنے آپ کو ترقی دے۔

پھر فرمایا کہ جو شخص رات کو جاگتا رہے اسے ضرور یہ سعادت حاصل ہو جاتی ہے۔ میں اس بزرگ کی خدمت میں رہا' جو

عشاء کی نماز کے بعد معکوس کرتا اور ہمیشہ اپنے پاؤں باندھے رکھتا اور اپنے تئیں اُلٹائے رکھتا یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اس رات میں سو رکعت نماز ادا کرنے کا حکم ہے ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد پانچ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے نماز سے فارغ ہو کر سو مرتبہ درود پڑھے' بعد ازاں سجدے میں سر رکھ کر جو دعا کرے' انشاء اللہ تعالیٰ قبول ہو گی۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے شیخ معین الدین سنجری قدس اللہ سرہ سے سنا ہے کہ معراج کی رات رحمت کی رات ہوتی ہے جو اس رات کو جاگتا ہے اُمید ہے کہ رحمتِ الٰہی سے بے نصیب نہ ہو گا۔

بعد ازاں فرمایا پیغمبرِ خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ معراج کی رات آسمان سے ستر ہزار مقرب فرشتے نور کے بھرے ہوئے تھال لے کر نیچے آتے ہیں اور ہر ایک گھر میں جاتے ہیں۔ جو شخص اس رات کو جاگتا ہے اور گناہ نہیں کرتا۔ حکم الٰہی ہوتا ہے کہ ان کے سر پر یہ نور کے تھال نثار کیے جائیں۔ شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ کیوں لوگ اپنے تئیں اس نعمت سے محروم رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے کام میں غفلت کرتے ہیں۔ شیخ الاسلام یہی فوائد بیان کر رہے تھے کہ شیخ بدر الدین غزنوی (رحمۃ اللہ علیہ) مع چھ درویشوں کے حاضر خدمت ہوئے اور آداب بجا لائے۔ بیٹھنے کا حکم ہوا۔ اس وقت محفل سماع کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ ہر ایک نے کچھ نہ کچھ کہا: چنانچہ شیخ جمال الدین ہانسوی (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ سماع سے دِل کو راحت ہوتی ہے۔ اہل محبت کو جو آشنائی کے سمندر میں شناوری کرتے ہیں جنبش حاصل ہوتی ہے۔ اسی اثناء میں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ ہاں آشناؤں کی یہی رسم ہے کہ جب آشنا کا نام سنتے ہیں تو آشنائی کرتے ہیں۔

الست بربکم اور روحوں کی چار صفیں

بعد ازاں شیخ بدر الدین غزنوی نے عرض کی کہ اہل سماع کی بے ہوشی کی کیا وجہ ہے؟ شیخ الاسلام نے فرمایا: جس روز انہوں نے الست بربکم کی آواز سنی اسی روز سے بے ہوش ہیں اور وہ بے ہوشی آج تک ان میں پائی جاتی ہے۔ پس جب سماع سنتے ہیں تو اسی بے ہوشی کا اثر ان میں ہوتا ہے۔ پھر شمس دبیر نے پوچھا کہ جس روز الست بربکم کی ندا آئی تو کیا تمام ارواح ایک ہی جگہ تھیں۔ فرمایا ہاں! کیونکہ بلیٰ سب نے کہا: تھا۔ پوچھا۔ پھر ہندو اور یہودی کس طرح ہو گئے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ جب پروردگار نے الست بربکم کی آواز دی۔ تو تمام ارواح برابر تھیں۔ یہ ندا سنتے ہی ان کی چار صفیں ہو گئیں۔ پہلی صف نے دِل اور زبان دونوں سے بلیٰ کہا: یعنی تو ہمارا پروردگار ہے اور اسی وقت سجدہ کیا اور وہ صف انبیاء و اولیاء، صدیقوں اور نیک لوگوں کی تھی۔ دوسری صف نے دِل سے تو بلیٰ کہا: مگر زبان سے نہ کہا: اور سجدہ کیا۔ چونکہ دِل سے انہوں نے یقین کر لیا۔ آخر مسلمان ہوئے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو پہلے ہندو وغیرہ ہوتے ہیں اور آخر میں اللہ تعالیٰ انہیں ایمانی دولت نصیب کرتا ہے۔ تیسری صف نے زبان سے تو کہا: لیکن دِل سے نہ کہا: اور سجدہ کیا لیکن پھر دِل میں کراہت کی۔ کہ کیوں سجدہ کیا اور ایسے لوگ، شروع میں تو مسلمان ہوتے ہیں۔ لیکن آخر میں کافر ہو کر مرتے ہیں۔ چوتھی صف نے نہ دِل سے اور نہ ہی زبان سے بلیٰ کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو اوّل و آخر کافر رہتے ہیں۔

اہلِ سماع کی بے ہوشی

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اہلِ سماع جو سماع میں بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ وہ اسی الست بربکم کی ندا کے سبب جوانہوں نے سنی تھی۔ بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ پس یہ وہی بے ہوشی ہے جو اس روز تک ان میں پائی جاتی ہے جونہی کہ دوست کا نام سنتے ہیں۔ حرکت' حیرت' ذوق اور بے ہوشی ان پر طاری ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ معرفت کی وجہ سے ہے۔ یعنی جب تک دوست کی شناخت حاصل نہ ہو۔ خواہ ہزار سال بھی عبادت کرے۔ اسے اطاعت میں ذوق حاصل ہی نہیں ہوتا۔ کیونکہ اسے معلوم ہی نہیں ہوتا کہ وہ اطاعت کس لئے کرتا ہے۔ یہ اطاعت ہی مقصود ہے۔ اہل سلوک' اہل عشق اور مشائخ طبقات نے فرمایا: نیز قرآنِ مجید میں حکم ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ۔ جنوں اور انسانوں کو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ لیکن اہل سلوک اس کے یہ معنی کرتے ہیں۔ لِیَعْبُدُوْنَ سے لِیَعْرِفُوْنَ۔ یعنی اس سے مراد دوست کی شناخت ہے۔ جب تک پہلے اس کی شناخت نہ ہوگی۔ ہرگز اطاعت کا ذوق نہیں پائے گا کہ عشق مجازی میں جب تک آدمی کسی کو نہیں دیکھ لیتا اس کا عاشق نہیں ہوتا۔ جب تک اس کے دوستوں سے دوستی نہیں کرتا۔ اس سے آشنائی حاصل نہیں ہوتی۔ پس طریقت اور حقیقت میں بھی یہی حکمت ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی شناخت نہیں ہوتی۔ یا جب تک اس کے اولیاء سے تعلق پیدا نہیں کیا جاتا۔ ہرگز ہرگز اطاعت وعبادت میں ذوق حاصل نہیں ہوتا۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کی ندا سے بھی شناخت ہی مقصود تھی۔ یعنی جب تک خدا تعالیٰ کو نہیں پہچانے گا۔ اطاعت میں ذوق حاصل نہیں کریگا۔

بعد ازاں محمد شاہ گویا جس نے شیخ اوحد کرمانی کے روبرو سرود گایا تھا۔ اس روز مع یاروں کے حاضر خدمت ہوا۔ حکم ہوا کہ بیٹھ جائے۔ شیخ جمال الدین ہانسوی (رحمۃ اللہ علیہ) اور شیخ بدرالدین غزنوی (رحمۃ اللہ علیہ) حاضر خدمت تھے۔ حکم ہوا کہ سماع شروع کرو! جب سماع شروع ہوا تو شیخ الاسلام اپنی جگہ سے اٹھے اور رقص کرنے لگے۔ چنانچہ سات دن رات رقص کرتے رہے۔ جب نماز کا وقت ہوتا تو نماز ادا کر کے پھر سماع میں مشغول ہو جاتے ساتویں روز ہوش میں آئے۔ اس وقت قوال یہ غزل گا رہے تھے۔

ملامت کردن اندر عاشقی راست — ملامت کے کند آں کس کہ بیناست
نہ ہر تر دامنے را عشق زیبد — نشان عاشقی از دور پیداست
نظامی تا توانی پارسا باش — کہ نور پارسائی شمع دلہاست

اس کے بعد سلوک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا اہلِ سماع وہ گروہ ہے کہ جب وہ سماع اور تحیر میں مستغرق ہوتے ہیں اور اس وقت اگر لاکھ تلوار بھی ان کے سر پر ماری جائے تو خبر نہیں ہوتی۔

پھر فرمایا کہ یہ لوگ جس وقت دوست کی خواہش میں متحیر ہوتے ہیں۔ اس وقت انہیں کسی آنے جانے والے کی خبر نہیں ہوتی۔ اس وقت اگر ہزار ملک ادھر آئیں اور ادھر نکل جائیں تو انہیں خبر نہیں ہوتی۔ پھر درویشوں نے شیخ الاسلام کی خدمت میں عرض کی کہ ہم مسافر ہیں۔ ہم اپنے اپنے مقام میں جانا چاہتے ہیں۔ لیکن ہمارے پاس خرچ نہیں۔ شیخ الاسلام نے پاس پڑی

کھجوریں عنایت فرمائیں اور فرمایا کہ جاؤ! جب باہر نکلے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ہم ان خستہ کھجوروں کو کیا کریں گے۔ یہ پھینک دینی چاہئیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ خستہ کھجوریں سونا بن گئی ہیں۔ انہوں نے اقرار کیا اور واپس حاضر خدمت ہوئے۔ خواجہ صاحب انہی فوائد میں تھے کہ نماز کی اذان ہوئی خلقت اور دُعا گو واپس ہوئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

جمعرات کے روز انتیسویں شعبان ۶۵۵ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ شیخ جمال الدین ہانسوی (رحمۃ اللہ علیہ) حاضر ہوئے۔ مقراض کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ سیر العارفین میں لکھا دیکھا ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی پیر کا مرید ہونا چاہے تو غسل کرے اور اگر ہو سکے تو رات کو جاگتا رہے اور اپنی خیریت کی اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتا رہے اور اگر رات بھر جاگ سکے تو جمعرات کے روز چاشت کے وقت یا سوموار کے روز خدا کے پیاروں اور نیک مردوں کو جمع کرے اور پیر قبلہ رخ سجادے پر بیٹھے۔ پھر دو رکعت نماز استخارہ ادا کرے۔ پھر مرید کو اپنے سامنے بٹھا کر متبرک آیات پڑھ کر اسے دم کرے۔ آیات پڑھنے سے پیشتر مرید کو کہے کہ استغفار پڑھے پھر قبلہ رخ ہو کر مقراض لے تین مرتبہ بلند آواز سے تکبیر کہے، قینچی چلاتے وقت اہل سلوک کا اختلاف ہے بعض تو کہتے ہیں کہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ کہے اور پھر کوئی خیال دِل میں نہ لائے۔ جب تکبیر سے فارغ ہو۔ تو ایک مرتبہ کلمہ توحید پڑھے اور اکیس مرتبہ درود اور اکیس مرتبہ استغفار جب اس سے فارغ ہو۔ تو مقراض لے کر سامنے کا بال کترے اور بعد ازاں کہے کہ اے بادشاہ! یہ تیری درگاہ سے بھاگا ہوا بندہ تھا اب تیری غلامی میں آنا چاہتا ہے اور تیرا حلقہ بگوش بننا چاہتا ہے پھر دائیں طرف کا ایک بال کاٹے اور ایک بائیں طرف کا پھر ان تینوں کو ملا دے بعض کہتے ہیں کہ صرف ایک بال لے اور زیادہ نہ لے۔ صحیح قول وہ ہے جس کی روایت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمائی کہ اس طرح مقراض چلانا دوسرے طریقوں سے بہتر ہے کیونکہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اہل صفہ کے خلیفہ ہیں' اور یہ حدیث آنجناب کے بارے میں ہے۔ ''انا مدینة العلم وعلی بابها'' میں علم کا شہر ہوں اور (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) اس کا دروازہ ہے۔

بعد ازاں میں نے پوچھا کہ مقراض چلانا کس نے شروع کیا؟ فرمایا حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اور تلقین حضرت جبرائیل علیہ السلام نے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک روز حبیب عجمی اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے آ کر کہا کہ میں فلاں کا مرید ہوں' پوچھا۔ تیرے پیر نے کیا کہا تھا۔ کہا: میرے پیچھے مقراض چلائی اور کچھ نہ کہا: دونوں فریاد کر اُٹھے کہ وہ خود گمراہ ہے اور گمراہ کرنے والا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیر کو اپنے مرید کے احوال سے واقف ہونا چاہیے۔

پیر کی قوتِ باطنی

بعد ازاں شیخ الاسلام نے حاضرین کو فرمایا کہ پیر میں اس قدر قوت باطنی ہونی چاہیے کہ جب کوئی شخص مرید ہونے کے لئے اس کے پاس آئے تو نورِ معرفت اور اپنی ذاتی قوت سے اس کے سینے کے زنگار کو صاف کرے۔ تا کہ اس کے سینے میں کوئی کدورت نہ رہے اور آئینے کی طرح روشن ہو جائے اور اگر خود اس میں اس قدر طاقت نہیں تو بہتر ہے کہ مرید نہ بنائے۔ جو خود

گمراہ ہے وہ دوسرں کی راہبری کیا کرے گا۔

پھر فرمایا کہ جب کسی کا مرید ہونا چاہے تو پہلے اس کے نفوسِ ثلاثہ کے حرکات وسکنات کو دیکھے اور سوچے کے یہ نفس امارہ میں مبتلاء تو نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡءِ ۔ پھر اس کے نفس لوامہ کی طرف دیکھے کہ کہیں خفیہ طور پر نفس لوامہ کا گرفتار تو نہیں۔ قولہ تعالیٰ: فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَةُ بعد ازاں مطمئنہ کی طرف دیکھے۔ ''قولہ تعالیٰ اَیَّتُھَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرۡضِیَّةً '' پھر اس کے قلب کے اوصاف کی طرف نگاہ کرے کہ اس کا دِل سلیم ہے یا نہیں۔ جب مذکورہ بالا اشیاء کو اپنی روشن ضمیری کی نظر سے صیقل کرے تو پھر بیعت کرے۔ اگر کوئی شخص اہل سلوک کے طریق کے موافق مقراض چلانا نہیں جانتا تو وہ خود گمراہ ہے اور نیز وہ بھی گمراہ ہے۔ جو اس کا مرید ہو۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ جس روز بِشر حافی نے توبہ کی تو پشیماں ہو کر خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ کا رُخ کیا اور ان کے ہاتھ پر توبہ کی۔ اسے خرقہ عطا فرمایا اور مقراض کی رسم سکھائی۔ بعد ازاں خواجہ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ واپس چلے آئے اور بعد میں لکڑی کی نعلین بھی استعمال نہ کیں۔ پوچھا کہ جوتی کیوں نہیں پہنتے؟ فرمایا: کیا مجال ہے کہ بادشاہوں کے فرش پر جوتی پہنے پھروں۔ دوسرے یہ کہ جس روز میں نے اللہ تعالیٰ سے آشنائی حاصل کی۔ اس روز میں پاؤں سے ننگا تھا۔ اب مجھے جوتی پہنتے شرم آتی ہے۔

پھر زبان مبارک سے فرمایا: اہل سلوک نے فرمایا ہے کہ جو پیر اہلسنّت وجماعت کے طریق کار پر کار بند نہیں اور اس کے افعال واقوال۔ حرکات وسکنات، حدیث اور قرآنِ مجید کے مطابق نہیں وہ اس راہ میں راہزن ہے۔ جس طرح دھوئیں سے آگ کا ہونا معلوم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مرید کو دیکھ کر اس کے پیر کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ بہت سے مرید جو گمراہ ہوتے ہیں تو اس کا یہ سبب ہوتا ہے کہ ان کے پیر کامل نہیں ہوتے۔ یہاں پر کام حسن ارادت اور کمالیت سے ہے۔ اس واسطے کہ مقراض ایک سرِّ الٰہی ہے۔ کوئی اس بھید سے واقف نہیں۔ اگر چہ بعض نے کہا: کہ مقراض قطع علائق ہے پس مقراض میں اس قدر کام ہیں کہ ان کو ہر شخص نہیں پڑھ سکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس راہ میں بغیر مجاہدہ اور مشقت قبولیت کا اثر نہیں پڑتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ بارگاہِ الٰہی میں مومن کے دِل کی بڑی قدر ومنزلت ہے۔ لیکن لوگ دِل کی اصلاح سے غافل ہیں۔ لہٰذا گمراہی میں جا پڑتے ہیں۔ سلوک کا اصل اصول ہی یہی دِل ہے۔ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مومن کا دِل اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جو درویش ابھی ستر پردوں میں ہے اور ذرّہ بھر بھی روشنی اسے نصیب نہیں ہوئی اور اسے خود مقراض اور خرقہ کی رسوم سے واقفیت نہیں۔ وہ خود بھی گمراہ ہے اور مرید کو بھی گمراہ کرے گا۔ درویش عالم اور صاحبِ قوت ہونا چاہیے۔ تا کہ مقراض اور خرقہ کی رسوم میں اہلسنّت وجماعت کے خلاف نہ کرے۔

بعد ازاں فرمایا کہ خواجہ شفیق رحمۃ اللہ علیہ دلیل الشافعی میں لکھتے ہیں کہ جس شخص کو خلقت سے گوشہ گیری حاصل نہیں جان لے وہ حق سے دور ہے۔ اس واسطے کے فقیر کے لئے اہلِ دُنیا سے میل جول کرنا خالی از نقصان نہیں۔ جو طالب اللہ ہے۔ اس کو راہِ راست سے باز رکھتا ہے۔ چنانچہ سلک سلوک میں لکھا ہے کہ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس راہ کے چلنے والے کو بغیر ضرورت گھر سے نہیں نکلنا چاہیے۔ اور فاش آدمیوں سے مل کے نہیں بیٹھنا چاہیے البتہ عالموں کی مجلس میں بیٹھے۔ لیکن بے

ضرورت بات نہ کرے۔ پھر اپنی بندگی کی تاثیر دیکھے کہ کس قدر روشن ضمیری اس میں پیدا ہوتی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ مرید کے سر پر مقراض چلانے سے پہلے اسے غسل کرائے اور اپنے ہاتھ سے کچھ مٹھائی اس کے منہ میں ڈالے اور یہ نیت کرے کہ پروردگار! اپنے اس بندے کو اپنی راہ کی طلب کے ذوق سے شیریں بنا پھر اگر خلوت کے لائق ہے تو خلوت اختیار کرے نہیں تو سکوت کی تلقین فرمائے۔

آدابِ خلوت و آداب ذکر

بعد ازاں فرمایا کہ سر العارفین میں لکھا دیکھا ہے کہ خلوت چالیس روز کی ہوتی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ستر روز کی۔ بعض کی رائے ہے کہ ننانوے دن کی۔ لیکن معتبر وہی ہے جو شیخ عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مگر طبقہ جنیدیہ رحمۃ اللہ علیہ میں بارہ سال ہے اور بصریہ کے نزدیک بیس سال۔ اہل سلوک کے قول کے مطابق تعین سے مقصود یہ ہے کہ نفس امارہ کو ریاضت کے سبب مغلوب کیا جائے اور نفس کتے کو قید کیا جائے۔ مشائخ طبقات کے مذہب میں مراقبہ ہے جو خلوت میں سوائے مراقبہ کے اور کچھ اختیار نہیں کرتے۔ جب خلوت میں بیٹھنا چاہے تو اپنے پیر کا کپڑا پہنے۔ تاکہ اس کی برکت سے روشنائی حاصل ہو جائے۔ کیونکہ خرقہ دینے کا مطلب یہی ہے۔ بعض مشائخ طبقات مثلاً خواجہ فضیل عیاض، اور خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ پیر کو چاہیے کہ پہلے مرید کے سر پر ہاتھ رکھے اور بعد ازاں ذکر کی تلقین کرے۔ اوّل لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ دوم سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔ سوم يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ اگر پہلا ذکر اختیار کرے تو نو بار لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے اور دسویں مرتبہ محمد رسول اللہ کہے۔ (ﷺ) اکیس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ پھر تیس مرتبہ یَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ کہے۔ لیکن بلند آواز سے۔ تاکہ پاس بیٹھنے والے اس سے حظ (لطف۔ خوشی۔ لذت) اٹھائیں۔ اور سبزہ در ہوں (یعنی ایمان تازہ اور شاداب ہوں)۔

بعد ازاں فرمایا کہ طبقہ جنیدیہ رحمۃ اللہ علیہ میں بارہ مرتبہ ہی ہے۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس قدر ذکر کرے کہ اس کے بدن کا ہر ایک بال زبان بن جائے۔ اسی موقعہ پر زبان مبارک سے فرمایا کہ یحییٰ پیغمبر علیہ السلام ذکر کرتے وقت ایسے بے ہوش جاتے کہ جنگل کا رُخ کرتے غلبات شوق کی وجہ سے کہتے۔ اے منزہ! (عیبوں سے پاک یعنی اللہ تعالیٰ) اپنے مکان سے ارادہ کر۔ کیونکہ تیرے ذکر کے اندیشے سے میرا دل پُر ہو گیا۔ اگر خود کہوں اور تیرا ذکر نہ کروں تو میں اسی وقت مر جاؤں۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ خواجہ یوسف چشتی قدس اللہ سرہ العزیز شرح الاسرار میں لکھتے ہیں کہ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ شیخ دایہ کی طرح ہوتا ہے اور مرید بچے کی طرح جس وقت بچہ بدخوئی کرے تو اسے کسی اور چیز میں مشغول کر لے تاکہ وہ خوش دل ہو کر خُو گیر ہو اسی طرح پیر مرید کو کبھی ذکر کا حکم کرے اور کبھی قرآن شریف پڑھنے کا تاکہ کسی اور چیز سے اسے قرار حاصل نہ ہو۔

اہلِ دنیا سے اجتناب

بعد ازاں فرمایا کہ یہ بھی لکھا دیکھا ہے کہ اہل دُنیا سے میل جول نہ کرے کیونکہ ان کی صحبت فقیر کے دل کو پریشان کرتی ہے۔
اسی موقعہ پر فرمایا کہ فقیر کے لئے دولت مندوں کی صحبت سے بڑھ کر کوئی چیز مضر نہیں، جب فقیر گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے تو

اس کے دینی اور دنیاوی کام خود بخود بنتے چلے جاتے ہیں۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ پیرو مرید کو ہر حال میں ایسا ہی رہنا چاہئے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ اگر کسی شخص کا شیخ کامل نہ ہو تو اہل سلوک کی کتاب کو پیش نظر رکھے اور اس کی متابعت کرے تا کہ ارادت اور مقراض کے مشابہ ہو۔

پھر فرمایا کہ شیخ کو واجب ہے کہ مرید کو صحبت ملوک (بادشاہ) اور اہلِ دُنیا سے دور رہنے کی وصیت کرے کہ شہرت و ثروت کا طالب نہ بنے۔ بات زیادہ نہ کہے۔ بے ضرورت کسی جگہ نہ جائے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے اصلی مقصود سے رہ جاتا ہے۔ اس واسطے کہ دُنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ ہوتی ہے۔

اسی موقعہ پر فرمایا کہ سجادے سے دور نہ ہو مگر ضرورت کے وقت' اس واسطے کہ اصحاب طریقت نے فرمایا ہے کہ جب کوئی دانشمند ہر روز دنیا کی طلب کے لئے پھرے اور حلال و حرام کے علم کو بیان کرتا رہے اور اگر صوفی کوچوں اور بازاروں میں پھریں' تو سلوک اور مجاہدہ کون کرے گا؟

بعد ازاں فرمایا کہ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ راہِ قبول کے چلنے والوں کی علامت یہ ہے کہ خواہ کچھ ہی ہو۔ جمعرات کھڑے ہو کر گزاریں۔ خواہ ذکر میں۔ خواہ تلاوت' خواہ نماز میں۔ لیکن افضل یہی ہے کہ نماز میں رات گزارے۔ یہی معراج کی صفت ہے کہ اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

بعد ازاں فرمایا کہ اہلِ سلوک نے کہا ہے کہ سلوک کا اصل ریاضت اور اس کا ثمرہ ارادت ہے۔ غرض یہ کہ بندہ اپنے آپ کو اہلِ دُنیا' دولت مندوں اور بادشاہوں کی صحبت اور ہوائے نفسانی سے الگ رکھے اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرے۔

چنانچہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں: صحبة الصالحين نور و رحمة للعلمين ۔ نیکوں کی صحبت نور اور اہل عالم کے لئے رحمت ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔

درویش کی نماز

گیارہویں ماہ مذکور ۶۵۵ ہجری کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ بات ان لوگوں کے بارے میں ہو رہی تھی۔ جو نماز میں استغراق کی وجہ سے اپنے آپ کی بھی خبر نہیں رکھتے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک مرتبہ غزنی سے میں نے سفر کیا۔ وہاں پر چند درویشوں کو میں نے دیکھا۔ جو یادِ الٰہی میں حد درجہ مشغول تھے۔ رات انہیں کے پاس رہا۔ جب دِن ہوا تو شہر کے پاس ایک حوض تھا۔ وہاں تازہ وضو کرنے کے لئے گیا تو ایک درویش کو دیکھا۔ جو بہت ہی کمزور تھا۔ اس کا حال پوچھا۔ فرمایا: مدت سے مجھ کو کوئی پیٹ کا عارضہ ہے۔ جس کے سبب میں کمزور ہو گیا ہوں۔ وہ رات اس درویش کے پاس رہا۔ رات کے وقت اس کی بیماری اور بھی زور پکڑ گئی۔ کیونکہ ہر روز ایک سو بیس رکعت نماز ادا کیا کرتا تھا۔ جب قضائے حاجت کیلئے جاتا تو ہر مرتبہ غسل کر کے پھر نماز میں مشغول ہو جاتا۔ چنانچہ اس رات ساٹھ مرتبہ قضائے حاجت کے لئے گیا اور ساٹھ ہی مرتبہ نہا کر دوگانہ ادا کیا اور اپنا وظیفہ پورا کیا۔ آخری وقت جب غسل کرنے گیا تو پانی میں جاں بحق ہو گیا۔

بعد ازاں شیخ الاسلام زار زار روئے اور فرمایا کہ بندگی میں وہ درویش کیسا ہی راسخ الاعتقاد تھا' آخری دم تک قاعدے کی

پابندی کرتا رہا جب اسے نباہ لیا تو جان یار کے حوالے کی۔

پھر فرمایا کہ جس شخص کو کوئی بیماری یعنی زحمت یا تکلیف ہو سمجھو کہ اسے گناہ سے پاک کر رہے ہیں یہ اس کی خیریت کی دلیل ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک روز بخارا میں شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا اور عرض کی کہ یا امام! میرے پاس مال ہے اور مدت سے اس میں نقصان ہو رہا ہے اور نیز میرے اعضاء کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ اے بھائی! مومن کے مال میں نقصان ہو تو سمجھو کہ اس نے زکوٰۃ دینے میں قصور کیا ہے اور بیماری صحت ایمان کی علامت ہے۔

پھر اسی موقعہ پر فرمایا کہ اصحاب تابعین اپنے آثار میں لکھتے ہیں کہ قیامت کے دن فقرا کو وہ درجے حاصل ہوں گے کہ تمام لوگ یہ آرزو کریں گے کہ کاش ہم بھی دُنیا میں فقیر ہوتے تاکہ ہمیں یہ مرتبے حاصل ہوتے اور مریضوں کو بھی وہ درجے عطا ہوں گے کہ سارے لوگ یہی خواہش کریں گے' افسوس! ہم بھی دُنیا میں بیمار ہوتے تو یہ مرتبے حاصل کرتے۔

بعد ازاں فرمایا کہ بندے کو سمجھنا چاہیے کہ سب درد اور محنت اللہ کی طرف سے آتے ہیں اور اپنے نفس کا طبیب خود بننا چاہیے پھر آب دیدہ ہو کر یہ مثنوی پڑھی۔

اے بسا درد کان ترا و از وست   اے بس شیر کان ترا آہوست

بعد ازاں بات اس بارے میں شروع ہوئی کہ ہر حالت میں درویشوں کے حق میں نیک گمان رکھنا چاہئے' اور اپنا عقیدہ درست رکھنا چاہیے' تاکہ ان کی برکت سے حمایت حاصل ہو۔

بعد ازاں فرمایا کہ شیر خان والئی اوچ وملتان کچھ میرا معتقد نہ تھا بار ہا یہ شعر اس کے حق میں کہا گیا۔

افسوس کہ از حالِ منت نیست خبر   آنگہ خبرت شود کہ افسوس خوری

اسی سال چند روز بعد کافروں نے اس ولایت کو لوٹ لیا۔

اظہارِ کرامات

پھر فرمایا کہ ایک روز سیوستان کی طرف میں مسافر تھا۔ جب شیخ اوحد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھ سے بغل گیر ہو کر فرمایا: زہے سعادت کہ تو ہمارے پاس آ پہنچا۔ آپ کے جماعت خانہ میں بیٹھا تھا کہ دس اور صاحب نعمت درویش آئے اور ایک دوسرے سے اظہار کرامت کے متعلق گفتگو کرنے لگے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ اچھا! اگر کوئی صاحبِ کرامت ہے تو اپنی کرامت دکھائے۔ انہوں نے کہا: پہلے اپنی کرامت دکھاؤ۔ کیونکہ آپ درویشوں کے پیش رو ہیں۔ شیخ صاحب نے درویشوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اس شہر کا مالک میرا معتقد نہیں ہے اور کبھی کبھی تکلیف بھی دیتا ہے۔ اگر میدان سے آج سلامت آ گیا تو بڑے ہی تعجب کی بات ہوگی۔ جونہی یہ فرمایا: ایک نے آ کر خبر دی کہ ابھی اس شہر کا بادشاہ میدان میں گیند کھیل رہا تھا کہ گھوڑے سے گر پڑا اس کی گردن کا مہرہ ٹوٹ گیا اور فی الفور مر گیا۔ پھر درویشوں نے مجھے کہا: تم بھی کوئی کرامت دکھاؤ میں نے مراقبہ کیا۔ پھر سر اٹھا کر کہا کہ آنکھیں بند کرو۔ کیا دیکھتے ہیں کہ میرے سمیت خانہ کعبہ میں کھڑے ہیں۔ کچھ دیر وہاں رہ کر واپس آئے۔ تو درویشوں نے اقرار کیا کہ ہاں!

یہ بھی درویش ہے۔ پھر میں نے اور شیخ صاحب نے درویشوں سے کہا کہ ہم اپنا کام کر چکے۔ اب تم بھی کچھ دکھاؤ۔ درویشوں نے سر خرقے میں کیا اور گم ہو گئے۔ خرقے خالی رہے۔

پھر شیخ الاسلام نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ مولانا نظام الدین! جو اللہ تعالیٰ کے کام میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے کام میں ہوتا ہے یعنی جو اللہ تعالیٰ کی خدمت میں کمی نہیں کرتا اور جس میں دوست کی رضا ہے وہی کام کرتا ہے اور نفس کے ساتھ غازیوں کی طرح پیش آتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی وہی چیز موجود کر دیتا ہے جس میں اس کے بندے کی رضا ہوتی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک دفعہ بدخشاں کی طرف میں مسافر تھا۔ اس شہر میں بزرگ اولیاء رہتے تھے۔ چنانچہ شہر کے باہر ایک غار میں ذوالنون مصری کے مرید شیخ عبد الواحد رہتے تھے۔ جب میں حاضر خدمت ہوا تو دیکھا کہ نہایت دبلے ہو رہے ہیں اور ایک پاؤں غار میں ہے اور دوسرا باہر ایک پاؤں پر کھڑے عالم تحیر میں آنکھیں اوپر کی طرف لگائے ہوئے ہیں۔ نزدیک جا کر سلام کیا۔ فرمایا ٹھہر جا! تین دن بعد عالم صحو میں آئے تو فرمایا: اے فرید! میرے نزدیک نہ آنا۔ نہیں تو جل جائے گا اور دور بھی نہ جا کیونکہ تجھ پر جادو کا اثر ہو جائے گا۔ اب میری سرگزشت سن! آج ستر سال سے اس غار میں کھڑا ہوں۔ ایک عورت کو دیکھ کر میرا دل مائل ہوا۔ میں نے غار سے باہر آنا چاہا تو غیبی آواز آئی کہ مدعی! تیرا وعدہ تو یہ تھا کہ ہمارے سوا کسی کی طرف مائل نہ ہوگا۔ چھری پاس تھی۔ اس سے ایک پاؤں کاٹ کر باہر پھینک دیا۔ اس واسطے کہ یہ پاؤں ہوائے نفسانی کے سبب غار سے باہر رکھا گیا۔ اب تقریباً تیس سال سے اسی عالم تحیر میں ہوں اور ڈرتا ہوں کہ قیامت کے دن یہ منہ کس طرح دکھاؤں گا۔ اسی حالت میں شرمندہ ہوں۔ پھر ملک المشائخ نے فرمایا کہ رات وہیں رہا۔ افطار کے وقت دودھ اور کچھ کھجوریں تھال میں رکھ کر اس کے پاس لائی گئیں۔ میں نے گنیں تو تعداد میں دس تھیں فرمایا: اے فرید! پانچ میں کھایا کرتا تھا اور آج دس آئی ہیں۔ سو پانچ تیری ہیں' آدودھ لے کر افطار کر۔ جب اس بزرگ نے دودھ اور کھجوریں سامنے رکھیں۔ میں آداب بجا لایا اور کھا گیا' وہ بزرگ بھی عالم تحیر میں مشغول ہوا۔ بدخشاں کا خلیفہ مع اپنے بادشاہی لشکر آیا اور کھڑا ہو گیا۔ اس بزرگ نے پوچھا تیری کیا حاجت ہے؟ خلیفہ نے کہا: سیوستان کا مالک مال نہیں دیتا۔ اب میں اجازت طلب کرتا ہوں کہ اس پر چڑھائی کروں۔ مسکرا کر لکڑی سیوستان کی طرف پھینک کر فرمایا: میں نے سیوستان کے مالک کو مار دیا ہے۔ جب خلیفہ نے دیکھا تو واپس چلا گیا۔ چند روز نہ گزرنے پائے تھے کہ اس کے آدمی بہت سامال لے کر آئے اور بیان کیا کہ سیستان کا مالک دربار عام میں تخت پر بیٹھا حکم دے رہا تھا کہ دیوار میں سے لاٹھی نمودار ہوئی اور اس کی گردن پر لگی۔ جس سے اس کی گردن جدا ہو گئی۔ پھر آواز آئی کہ یہ ہاتھ شیخ عبد الواحد بدخشانی کا ہے۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ چند روز اس کی خدمت میں رہا پھر اجازت لے کر واپس چلا آیا' یہ فوائد ختم کر کے شیخ الاسلام نماز میں مشغول ہو گئے۔

تیرہویں ماہ مذکور ۶۵۵ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ شیخ ابو الغیث عینی قدس اللہ سرہ العزیز بڑے بزرگ تھے۔ آپ نے شیخ یوسف الحسنی' شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ فرید الدین عطار اور شیخ عثمان ہارونی قدس اللہ اسرار ہم کی زیارت کی تھی اور نیز بہت سے بزرگوں کی۔

...

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ مغلوں نے یمن کو آ گھیرا۔ اس وقت خواجہ ابوالغیث کٹیا میں تھے۔ خلیفہ نے جا کر مغلوں کے آنے کے متعلق سب کچھ عرض کیا۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پاس پڑی ہوئی چھوٹی سی لکڑی دی اور فرمایا کہ رات کو ان کے لشکر کی طرف پھینک دینا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ اس کے پھینکنے سے انہوں نے آپس میں لڑنا شروع کر دیا۔ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ آخر معلوم ہوا کہ سبز پوشوں کا لشکر تھا۔ جس نے کافروں کو جہنم واصل کیا۔ جب دن چڑھا تو ایک بھی زندہ نہ بچا۔

پھر فرمایا کہ شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ ملتان میں تھے اس روز قباچہ والئ ملتان نے آ کر عرض کی کہ مغل شہر کے نزدیک آ پہنچے ہیں۔ آپ کیا فرماتے ہیں؟ شیخ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک تیر تھا۔ اسے دے کر فرمایا: مغلوں کے لشکر کی طرف پھینک دینا۔ اس نے ایسا ہی کیا تو سب مغل بھاگ اُٹھے۔

اللہ والوں کا وصال کیسے؟

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ یمن میں مدت تک مینہ نہ برسا۔ اور خلقت قحط سے ہلاک ہونا شروع ہوئی کھیتیاں خشک ہو گئیں تمام اہل یمن شیخ ابوالغیث کی خدمت میں گئے کہ بارش کے لئے دعا کریں فرمایا کل سب میری نماز گاہ میں جمع ہوں' سب حاضر ہوئے۔ شیخ صاحب نے منبر پر چڑھ کر پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور پھر پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج کر آسمان کی طرف منہ کر کے عرض کی کہ اے پروردگار! اگر تیری بارگاہ میں میری طاعت منظور ہے۔ تو بارانِ رحمت بھیج' ابھی یہ بات زبان سے نہ نکلنے پائی تھی کہ بارش ہونے لگی اور اس قدر ہوئی کہ پانچ رات پانی ختم نہ ہوا وہاں کے لوگوں نے قسم کھا کر کہا کہ عمر بھر میں ایسی بارش ہوتے نہیں دیکھی۔

بعد ازاں شیخ ابوالغیث کا حال یوں بیان فرمایا کہ جس دِن آپ فوت ہوئے۔ اس روز صبح کی نماز ادا کر کے حسب معمول آپ مصلیٰ پر بیٹھے رہے اور اشراق کی نماز ادا کر کے سب یاروں کو کہا کہ نہلانے والے کو لاؤ اور کپڑا۔ گھڑا اور خوشبو موجود کرو۔ یاروں نے غسال کو بلایا اور مطلوبہ چیزیں موجود کیں۔ بعد ازاں فرمایا کہ جگہ خالی کرو۔ تا کہ اللہ تعالیٰ کے شہسوار یہاں آئیں۔ شیخ صاحب نے سورہ یٰسین شروع کی۔ جب "فسبحان الذی بیدہٖ ملکوت کل شیءٍ و الیہ ترجعون" پر پہنچے تو منہ کھول کر قضا کی اور گھر کے کونے سے آواز آئی کہ دوست' دوست سے جا ملا۔ پھر شیخ الاسلام زار زار روئے اور بے ہوش ہو گئے۔ ہوش میں آ کر یہ شعر پڑھا ؎

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بد ہند کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

پھر شوق کے غلبات میں انہی سے فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر کے دن پورے ہوئے تو ایک روز مستوں کی طرح راہ میں ٹہل رہے تھے۔ ملک الموت سے ملاقات ہوئی سلام کیا سلام کا جواب ملا' پوچھا' تو کون ہے؟ کہا: ملک الموت۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام شوق اور اشتیاق میں تھے' اس کے چہرے پر ایسا تھپڑ مارا کہ وہ سامنے سے بھاگ گیا اور کہا میں پھر نہیں آوں گا۔

ملک الموت نے اپنے مقام پر آ کر سجدہ کیا اور عرض کی کہ پروردگار! تو نے ایسے شخص کے پاس بھیجا تھا کہ اگر میں بھاگ نہ جاتا تو ہلاک ہو جاتا۔ اسی وقت خطاب ہوا کہ یہ اس لئے تھا۔ تا کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ ہمارے اور ہمارے محبوبوں کے مابین غیر کو دخل نہیں۔ صرف ہم جانتے ہیں یا ہمارے دوست۔ دوسرے روز حضرت موسیٰ علیہ السلام نماز ادا کر کے قبلہ رُخ بیت المقدس میں بیٹھے تھے کہ حضرت جبرائیل نے آ کر سلام عرض کیا اور بہشتی سیب آنحضرت کے ہاتھ میں دیا۔ تو نعرہ مار کر جان یار کے حوالے کی۔ شیخ الاسلام یہ حکایت ختم کر کے اس طرح روئے کہ حاضرین نے بھی رونا شروع کر دیا۔ مجلس سے نعرہ اُٹھا اور شیخ الاسلام بے ہوش ہو گئے اور پھر ہوش میں آئے تو زبان مبارک سے یہ شعر فرمایا ۔

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بد ہند کانجا ملک الموت نگنجد ہر گز

پھر فرمایا کہ مشائخ کبار میں سے ایک مع اپنے اصحاب کے حضرت موسیٰ کے روضہ پر پہنچے۔ روضہ سے آواز آئی۔ رب ارنی انظر الیك اس بزرگ نے فرمایا: یہ عشق ہے واقعی زندگی میں بھی یہی حالت ہو گی۔ اگر مرد کی یہ حالت ہو تو جب اُٹھے گا اس کی وہی حالت ہو گی۔ قیامت کے دن بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کے کنگرے میں ہاتھ مار کر فریاد کریں گے۔ رب ارنی انظر الیك اگر اس حالت میں فرشتے انہیں پکڑیں گے تو تمام مخلوق مارے اشتیاق کے درہم برہم ہو جائے گی۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے مجھے فرمایا کہ طالب کو ہر حالت میں مطلوب کے عشق و محبت اور اس کی یاد میں رہنا چاہیے ہر گھڑی ہر روز ہر لحظہ اور ہر حالت میں اسی کے عشق میں رہے تا کہ ان لوگوں میں سے ہو جائے جو اس سے پیشتر گزرے ہیں پھر کئی مرتبہ یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا۔

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بند ہند کانجا ملک الموت بگنجد ہر گز

بعد ازاں اسی موقعہ پر فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک جوان حالت نزع میں تھا اور واصل حق۔ جب اس کی عمر کا پیمانہ لبریز ہوا۔ تو عزرائیل نے مشرق سے مغرب تک ڈھونڈا لیکن اس جوان کو نہ پایا پھر اپنے مقام پر آ کر سر سجدے میں رکھا' اور مناجات کی کہ پروردگار! مجھے وہ جوان نہیں ملتا اس کا نام بھی تختی سے مٹ گیا ہے حکم ہوا کہ فلاں جنگل میں ہے جب ملک الموت واپس آیا تو اس جنگل میں بھی نہ پایا پھر جا کر عرض کی۔ حکم ہوا کہ تو ہماری دوستوں کی جان قبض نہیں کر سکتا' نہ ہی انہیں دیکھ سکتا ہے۔ وہ ہماری یاد میں اس طرح جان دیتے ہیں کہ تجھے خبر نہیں ہوتی۔

بعد ازاں شیخ الاسلام زار زار روئے اور یہ شعر پڑھا

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بند ہند کانجا ملک الموت بگنجد ہر گز

بعد ازاں فرمایا کہ جس وقت میرے بھائی شیخ بہاؤالدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز انتقال کرنے کو تھے۔ اس وقت آپ کے بڑے صاحبزادے شیخ صدرالدین دروازے کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ ایک آدمی نے آ کر خط دیا اور کہا کہ اسے کھولے بغیر اندر پہنچا دو۔ حکم ہوا کہ صدرالدین کے ہاتھ دینا۔ تا کہ وہ شیخ بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچا دے اور وہ اسے پڑھ لیں۔ شیخ صدرالدین پڑھ کر زار زار روئے اور کہا کہ یہ دوست کا پروانہ ہے اور عزرائیل لایا ہے۔ کہا بے شک! پوچھا۔ خود کیوں نہیں جاتے؟

کہا: حکم ہے کہ آپ کے ہاتھ دوں اور آپ شیخ صاحب کو پہنچائیں۔ جب خط اندر لایا گیا تو شیخ صاحب یادِ الٰہی میں مشغول تھے۔ جب فارغ ہوئے تو آداب بجالا کر شیخ صاحب کو خط دیا۔ کھول کر مطالعہ کیا۔ پھر سجدہ میں سر رکھ کر جان دے دی۔ اندر سے آواز آئی کہ شیخ بہاؤ الدین دوست سے جا ملے۔ اس وقت شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ نعرہ مار کر بے ہوش ہو گئے اور بے ہوشی میں یہ آواز نکلی۔ کہ ہم بھی ایسے ہی ہوں گے اور دوست کو ملیں گے اور یہ شعر پڑھا۔

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بند ہند کانجا ملک الموت بگنجد ہر گز

پھر شیخ سعد الدین حمویہ کی بات شروع ہوئی تو فرمایا کہ شیخ صاحب از حد بزرگ تھے۔ ایک شہر کے اندر ایک مسجد میں چند روز ٹھہرے۔ اس شہر کے مسلمانوں میں بیماری کا بڑا زور تھا۔ جب آپ نے یہ ماجرا سنا تو حکم دیا کہ جو مریض ہو اسے میرے پاس لاؤ۔ تمام بیمار لائے گئے۔ شیخ صاحب نے اپنا دستِ مبارک پھیرا۔ کئی ہزار بیماروں کو شفا حاصل ہوگئی۔ پھر وہاں سے غزنی آئے۔ وہاں بھی چند ایک بیمار تھے۔ جو آپ کے دستِ مبارک کی برکت سے شفا پا گئے۔

بعد ازاں اوچہ پہنچے جس روز انتقال ہونے والا تھا' مع یاروں کے جنگل جا کر قبلہ رخ ہو کر سورۂ بقر پڑھنی شروع کی اور اشراق تک سارا قرآن شریف ختم کیا' اور سجدہ میں پڑ کر جان دے دی' آواز آئی جو تمام حاضرین نے سنی تھی کہ نیک بخت بندہ تھا۔ اللہ تعالیٰ سے جاملا بعد ازاں شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر یہ شعر پڑھا۔

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بند ہند کانجا ملک الموت بگنجد ہر گز

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ سیف الدین باخزری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادت تھی کہ جہاں نماز ادا کرتے وہیں سو رہتے۔ جب رات کا تیسرا حصہ گزر جاتا تو اٹھتے اور امام اور مؤذن موجود ہوتے۔ پھر عشاء کی نماز ادا کر کے ساری رات جاگتے رہتے۔ آپ کی عمر اسی طرح گزر گئی۔

بعد ازاں فرمایا کہ بخارا کے ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ بخارا کے دروازے سے ایک جلتی ہوئی شمع باہر لے جا رہے ہیں۔ بیدار ہو کر ایک بزرگ سے تعبیر پوچھی۔ فرمایا کہ یہاں سے کوئی صاحب نعمت انتقال کرے گا۔

پھر فرمایا کہ شیخ سیف الدین باخزری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر کو خواب میں دیکھا۔ جو فرماتے ہیں کہ اب اشتیاق زیادہ ہو گیا ہے۔ اس ہفتہ میں متواتر ذکر کیا اور اس میں فراق اور وداعِ خلق کا ذکر تھا۔ سب حیران تھے کہ کیا کہتے ہیں۔ پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا: مسلمانو! واضح رہے کہ میرے پیر نے مجھے خواب میں بلایا ہے۔ سو میں جاتا ہوں! یہ کہہ کر نیچے اترے۔ گھر آئے تو اُسی رات انتقال ہو گیا۔ تمام اصحاب بیٹھے تھے اور مشعل جل رہی تھی۔ شیخ سیف الدین فراق میں تھے۔ ایک پہر رات گزری کہ ایک بزرگ صوف پوش نے سیب لا کر ان کے ہاتھ میں دیا۔ جونہی سونگھا۔ جاں بحق ہوئے۔ بعد ازاں شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہو کر یہ شعر پڑھا۔

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بند ہند کانجا ملک الموت بگنجد ہر گز

بعد ازاں شیخ الاسلام نے شیخ بدر الدین غزنوی اور مولانا اسحٰق کو حکم دیا کہ تم بھی یہ شعر پڑھو تا کہ ہم رقص کریں تین دن تک حالت بے خودی میں رہے پھر عالم صحو میں آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

راہِ طریقت تسلیم و رضا ہے

پچیسویں ماہِ مذکور ۶۵۵ ہجری کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ چند درویش خواجہ بہاؤالدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز کے پاس حاضر خدمت تھے اور سلوک کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ شیخ الاسلام نے زُبان مبارک سے فرمایا کہ طریقت کی راہ رضا و تسلیم ہے اگر کوئی شخص گردن پر تلوار مارے تو اسی پر راضی رہے اور دم نہ مارے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ جس کی یہ حالت ہو۔ وہ درویش ہے۔ اسی اثناء میں ایک بڑھیا روتی پیٹتی آئی اور آداب بجالائی۔ آپ نے فرمایا: نزدیک آ۔ آئی تو آپ نے پوچھا کہ تمہاری کیا حالت ہے؟ بڑھیا نے کہا: اے بزرگ! بیس سال کا عرصہ ہونے کو آیا ہے۔ کہ میرا فرزند مجھ سے جدا ہے۔ میں نہیں جانتی کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا ہے۔ آپ نے دیر تک مراقبہ فرمایا: پھر فرمایا کہ تیرا بیٹا آ جائے گا۔ یہ سن کر وہ آداب بجا لائی۔ جب گھر پہنچی تو ایک گھڑی بھی گزرنے نہ پائی تھی کہ لڑکے نے آ کر دستک دی۔ پوچھا۔ ہم ضعیفوں کے در پر کون ہے؟ آواز آئی کہ میں ہوں آپ کا فرزند! بڑھیا آ کر اپنے جگر گوشے کو اندر لے گئی اور پوچھا- کہ کہاں تھا؟ کہا: یہاں سے 1½ ہزار کوس کے فاصلے پر تھا۔ پوچھا۔ پھر کس طرح آ گیا؟ کہا' دریا کے کنارے کھڑا تھا کہ میرا خیال تمہاری طرف لگا۔ میں رو رہا تھا کہ ایک شخص سفید ریش خرقہ پوش پانی سے نمودار ہوا اور پوچھا کہ کیوں روتا ہے؟ میں نے حالت بیان کی۔ فرمایا کہ تجھے میں لے چلوں؟ میں نے کہا: مجھے تو بہت دُشوار معلوم ہوتا ہے۔ اس درویش نے کہا: ہاتھ مجھے دو اور آنکھیں بند کرو۔ میں نے ویسا ہی کیا اور اپنے آپ کو گھر کے دروازے پر کھڑا پایا۔ بڑھیا جان گئی کہ وہ بزرگ شیخ الاسلام ہی ہیں فوراً آ کر سر قدموں پر رکھ دیا اور واپس چلی گئی۔

اوراد و وظائف کی اہمیت

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اگر عابد سے کوئی وِردِ وظائف فوت ہو جائے تو وہی اس کی موت ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ میں شیخ یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک صوفی نے آ کر آداب بجالا کر عرض کی کہ آج رات خواب میں دیکھا ہے کہ میری موت نزدیک ہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ تجھ سے صبح کی نماز فوت ہوگئی ہے۔ جب اس نے سوچا تو ٹھیک وہی بات نکلی۔ جو شیخ الاسلام نے فرمائی تھی۔ ضروری ہے کہ جو کچھ تو نے خواب میں دیکھا ہے۔ تجھے فی الفور دکھایا جائے۔ کیونکہ صاحب وِرد سے اگر وِرد فوت ہو جائے تو اس کے لئے مرگ ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ قاضی رضی الدین رحمۃ اللہ علیہ سورۂ یٰسین کا وظیفہ کیا کرتے تھے ایک روز ناغہ ہو گیا تو اسی روز گھوڑے پر سے گر پڑے اور پاؤں مبارک ٹوٹ گیا۔ غور کیا تو معلوم ہوا کہ اس روز وظیفہ میں ناغہ کیا تھا۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا صاحب وِرد کو چاہیے کہ جو وظیفہ ہو اگر دن کو پورا نہ کر سکے تو رات کو کرے' بہر حال وظیفہ ترک نہ کرے کیونکہ اس کے ترک کی شامت تمام اہل شہر پر پڑتی اور شہر میں خرابی پیدا کرتی ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک سیاح میرے پاس آیا دمشق کا حال اس نے یوں بیان کیا کہ جب میں وہاں پہنچا تو اسے اُجڑا ہوا پایا چنانچہ بیس گھروں سے زیادہ آباد نہ تھے جب اس شہر کی خرابی کی بابت جستجو کی کہ اس شہر میں تمام اہلسنت و جماعت آباد تھے' اور

سب صاحب وِرد تھے چند ایک مسلمانوں نے اپنا وظیفہ ترک کر دیا ایک سال بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ مغلوں نے آکر سارا شہر برباد کر دیا اور مسلمانوں کو قید کر دیا۔ ان کے وظیفہ کے ترک کے سبب سے یہ شہر برباد ہوا ہے وظیفہ کے ترک کرنے کی شامت اس قسم کی ہوتی ہے بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ شیخ معین الدین حسن سنجری قدس اللہ سرہ العزیز کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی ہمسایہ فوت ہو جاتا تو آپ اس کے جنازے کے ہمراہ جاتے اور جب لوگ چلے آتے تو اس کی قبر پر بیٹھ کر ورد وظائف پڑھتے۔ آپ کے ایک ہمسائے نے اجمیر میں انتقال کیا تو آپ حسب معمول جنازے کے ساتھ گئے۔ اور لوگوں کے چلے جانے کے بعد اس کی قبر پر وظیفہ کرنے لگے۔ اور دیر کے بعد اُٹھے شیخ الاسلام قطب الدین فرماتے ہیں کہ میں اس وقت ہمراہ تھا کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کا رنگ لحظہ بلحظہ متغیر ہوتا جاتا ہے۔ اس وقت وظیفہ برابر کرتے رہے اُٹھ کر کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ بیعت بھی اچھی چیز ہے۔ شیخ الاسلام قطب الدین اوشی نے وجہ دریافت کی' فرمایا! جب اس شخص کو دفن کیا گیا تو فرشتوں نے آکر عذاب دینا چاہا شیخ عثمان ہارونی قدس اللہ سرہ العزیز نے آکر فرمایا کہ اسے عذاب مت کرو۔ یہ میرا مرید ہے فرشتوں کو یہ کہنے کا حکم ہوا کہ بے شک آپ کا مرید ہے لیکن آپ کے خلاف تھا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا بے شک خلاف تھا لیکن مرید تو ہے۔ حکم ہوا۔ فرشتو! شیخ کے مرید سے ہاتھ اٹھا لو کہ میں نے اسے شیخ کے صدقے بخشا۔

بعد ازاں شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ العزیز نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ اپنے آپ کو کسی کا بنانا اچھا ہے پھر یہ شعر پڑھا جو شیخ قطب الدین کی زبان مبارک سے سنا تھا۔

گر نیک توام مرا ازیشاں گیرند   در بد باشم مرا بدیشاں بخشند

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ مجھے تحیر کی حالت طاری ہوئی تو حاضرین نے کہا کہ اگر قوال ہوں تو سماع سنیں۔ اتفاقاً اس روز قوال موجود نہ تھے مولانا بدرالدین اسحٰق نے تمام مکتوبات اور رقعات وغیرہ جو تھیلے میں تھے۔ ٹٹولے۔ وہی مکتوب نکلا اسے شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر کیا فرمایا: اٹھ کر اس کو پڑھ چنانچہ مولانا بدرالدین اسحٰق نے اٹھ کر پڑھا کہ فقیر حقیر۔ نحیف۔ ضعیف محمد عطا جو درویشوں کا غلام ہے اور سر آنکھوں سے ان کے قدموں کی خاک لگاتا ہے جب اس قدر پڑھایا گیا تو سنتے ہی شیخ الاسلام کو حال اور ذوق پیدا ہوا جو وہم و فہم سے باہر ہے یہ رباعی پڑھی۔

رُباعی

آں عقل کجا از کمال تو رسد   واں دید کجا کہ در جمال تو رسد
گیرم کہ تو پردہ بر گرفتی ز جمال   آں روح کجا کہ در جلال تو رسد

شیخ الاسلام ایک دن رات اسی رباعی کو سن کر سماع کا ذوق حاصل کرتے رہے۔

حُبِ دنیا خطاؤں کی جڑ ہے

بعد ازاں شیخ الاسلام بختیار اوشی کے بارے میں بات شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ شیخ قطب الدین اور شیخ جلال الدین تبریزی قدس اللہ سرہما جب آپس میں ملے تو سیاحی کی بابت گفتگو شروع ہوئی۔ میں بھی حاضر خدمت تھا۔ شیخ جلال

الدین تبریزی قدس اللہ سرہ نے بات یوں شروع کی کہ ایک مرتبہ میں قرش کی طرف مسافر تھا میں نے بہت سے بزرگوں سے ملاقات کی۔ الغرض ایک بزرگ کی خدمت میں پہنچا جو شہر کے نزدیک ایک غار میں رہتا تھا۔ اس وقت وہ نماز میں مشغول تھا۔ جب فارغ ہوا تو میں نے سلام کیا۔ سلام کے جواب میں کہا: علیکم السلام یا شیخ جلال الدین! میں حیران رہ گیا کہ اسے میرا نام کس طرح معلوم ہو گیا۔ اس نے کہا: جو تجھے یہاں لایا ہے۔ اسی نے تیرا نام بتایا ہے۔ میں آداب بجا لایا۔ حکم ہوا۔ بیٹھ جا! میں بیٹھ گیا۔ اس نے یوں حکایت شروع کی۔

ایک مرتبہ میں نے ایک درویش ۱½ سو سال کا نہایت باعظمت دیکھا جو خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کے مریدوں سے تھا' جو مسلمان وغیرہ کسی مہم کے لئے اس بزرگ کی خدمت میں آتے ابھی پہنچ نہ چکتے کہ وہ سرانجام ہو چکتی۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے ایک ہزار سات سو پیروں کی خدمت کی ہے ہر ایک نے کچھ نہ کچھ نصیحت کی ہے آخری مرتبہ خواجہ شمس العارفین نے مجھے یہ نصیحت فرمائی کہ اے درویش! اگر تو خدا رسیدہ اور اس کے نزدیک ہونا چاہتا ہے تو دُنیا اور اہل دُنیا سے بیزار ہو اور ان سے دور ہو درویش دنیاوی تعلقات کی وجہ سے عاجز رہ جاتا ہے کیونکہ دنیا کی محبت ہی تمام خطاؤں کی جڑ ہے جو اہل دنیا سے بیزار ہو وہی خدا رسیدہ ہو گیا۔ پس اے جلال الدین! مردانِ خدا نے سب سے قطع تعلق کیا ہے تب کہیں خدا رسیدہ ہوئے ہیں پھر شیخ جلال الدین نے فرمایا میں رات وہیں رہا۔ افطار کے وقت کیا دیکھتا ہوں کہ جَو کی دو روٹیاں عالم غیب سے نمودار ہوئیں اس بزرگ نے ایک میرے آگے رکھی کہ افطار کر! جب افطار کیا تو فرمایا کہ گوشے میں جا کر یادِ الٰہی میں مشغول ہو۔ رات کا تیسرا حصہ گزرا تھا کہ میں نے ایک صوف پوش مرد کو جس کے ہمراہ سات شیر تھے دیکھا۔ اس نے آ کر سلام کیا۔ اور اس بزرگ کے سامنے آ بیٹھے اور کبھی اس کے گرد پھرتے تھے میں دیکھ کر کانپ اٹھا کہ الٰہی! یہ کیسے آدمی ہیں کہ شیروں سے محبت لگا رکھی ہے الغرض کلام اللہ شروع کیا اور پہر کے اخیر تک دس مرتبہ ختم کیا۔

خواجہ خضر علیہ السلام سے ملاقات

تلاوت کے بعد اُٹھے اور تازہ وضو کر کے پھر تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ جب صبح ہوئی تو میں نے بھی ان کے ہمراہ نماز ادا کی۔ اس بزرگ نے مجھے فرمایا کہ یہ میرا بھائی خضر ہے اس کے دیکھنے کی مجھے آرزو تھی۔ جب یہ بات کہی۔ تو میں نے دوبارہ مصافحہ کیا۔ مجھ پر کمال شفقت فرمائی۔ بعد ازاں وہ بزرگ اور شیر آداب بجا لا کر واپس چلے گئے۔ پھر میں نے وداع ہونا چاہا تو اس بزرگ نے فرمایا کہ جلال الدین! تو جاتا تو ہے لیکن بندگانِ خدا کی خدمت کرنا اور اپنے تئیں ان کے حوالے کرنا اور اللہ تعالیٰ کے کام میں سستی نہ کرنا۔ پھر تو کسی مقام پر پہنچ جائے گا۔ لیکن اس راہ میں ایک دریا ہے۔ اس کے کنارے دو شیر رہتے ہیں تو وہاں پہنچے گا تو وہ تجھے تکلیف پہنچانا چاہیں گے تو میرا نام لینا تو سلامتی سے گزر جائے گا۔

بعد ازاں شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں آداب بجا لا کر واپس چلا آیا جب وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دونوں شیر غراتے ہوئے میری طرف پھاڑنے کو آئے جب نزدیک آئے تو میں نے انہیں للکارا کہ میں فلاں بزرگ کے پاس سے آ رہا ہوں! جونہی انہوں نے بزرگ کا نام سنا دوڑ کر میرے قدموں پر سر ملنے لگے اور پھر واپس چلے گئے میں صحیح سلامت اپنے مقام پر پہنچ گیا۔

پھر شیخ الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا کہ جب شیخ جلال الدین حکایت ختم کر چکے۔ تو شیخ قطب الدین نے اپنے سفر کی حکایت یوں شروع کی۔ کہ ابتدائے حال میں ایک شہر میں پہنچا۔ جہاں پر ایک درویش اُجڑی ہوئی مسجد میں رہتا تھا۔ کہتے ہیں کہ ابتداء میں اس مسجد کے سات مینارے تھے۔ اب وہاں پر ایک ہے۔ اس درویش کی خدمت میں ایک دعا پہنچی۔ جسے ہفت دعا کہتے ہیں۔ دوگانہ نماز میں جو اس دُعا کو پڑھے۔ اسے خضر علیہ السلام کی ملاقات نصیب ہوتی ہے۔ شیخ قطب الدین نے فرمایا کہ ماہِ رمضان کی ایک رات جب میں اس مسجد میں گیا اور دوگانہ ادا کر کے اس مینارے پر چڑھا اور یہ دعا پڑھی اور نیچے اتر کر تھوڑی دیر ٹھہرا تھا۔ وہاں کسی کو نہ پا کر نا اُمید ہو کر واپس آیا۔ جب دروازے سے باہر ہوا تو اچانک ایک شخص نے للکارا کہ اس مکان میں کیوں آیا تھا؟ کہا: اس واسطے کہ خضر علیہ السلام سے ملاقات ہو۔ دوگانہ ادا کر کے دعا بھی پڑھی۔ لیکن یہ دولت نصیب نہ ہوئی۔ اب میں گھر جا رہا ہوں۔ اس نے کہا: خضر کو کیا کرے گا؟ وہ بھی تیری طرح مارا مارا پھرتا ہے۔ اس کے دیکھنے سے کیا ہو سکتا ہے۔ شاید تو دُنیا طلب کرتا ہے۔ کہا: نہیں۔ کہا: اس شہر میں ایک آدمی رہتا ہے۔ جس کے دروازے پر خضر آیا کرتا ہے۔ بارہ مرتبہ گیا۔ مگر اندر جانے کی اجازت نہیں ملی۔ میں اور وہ یہی باتیں کر رہے تھے کہ ایک نورانی مرد سبز پوش ظاہر ہوا۔ وہ بڑی تعظیم سے اس کے پاس گیا اور اس کے پاؤں پر گر پڑا۔ جب وہ پھر میرے پاس آیا تو اس مرد کی طرف اشارہ کر کے کہا: کیا تو اس درویش کو جانتا ہے؟ کہا: وہ دُنیا طلب کرتا ہے یا زر؟ کہا نہ دُنیا نہ زر۔ لیکن میری اور تیری ملاقات کی آرزو رکھتا ہے۔ یہی بات کر رہے تھے کہ نماز کی اذان سنی۔ ہر طرف سے درویش اور صوفی آئے۔ تکبیر کہہ کر ایک امام بنا اور نماز ادا کر کے تراویح میں بارہ پارے ختم کیے۔ میرے دِل میں آیا۔ اگر زیادہ پڑھا جاتا تو بہتر ہوتا۔ الغرض نماز ادا کر کے ہر ایک کسی طرف کو چلا گیا۔ میں اپنی جگہ چلا آیا جب دوسری رات ہوئی تو سویرے ہی وضو کر کے مسجد میں گیا۔ لیکن صبح تک کسی تنفس کو نہ دیکھا۔ جب شیخ الاسلام یہ فوائد ختم کر چکے تو نماز میں مشغول ہوئے اور خلقت اور دُعا گو واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

ماہِ رمضان کی فضیلت

پانچویں ماہ رمضان المبارک ۶۵۵ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اہلِ صفہ کے عزیز حاضر خدمت تھے۔ بات ماہ رمضان کے بارے میں ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ ماہ رمضان بڑی بزرگی والا مہینہ ہے۔ اس ماہ میں ابلیس لعین کو بند رکھا جاتا ہے۔ تا کہ اس سے مسلمان بے کھٹکے رہیں اور رحمت کے تمام دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اس مہینے میں ہر دن اور ہر رات ہر آدمی کے لئے آسمان سے فرشتے رحمت کے تھال لے کر نیچے اترتے ہیں حکم ہوتا ہے کہ جب بندے روزہ افطار کریں تو ان کے سر پر قربان کریں۔

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ روزہ مولیٰ اور بندے کے درمیان ایک بھید ہے۔ بندہ جو طاعت کرتا ہے۔ اس کا عوض مقرر ہے۔ لیکن روزے کا ثواب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ فرماتا ہے۔ ''الصوم لی وانا اجزابہ'' روزہ میرے لئے ہے اور میں اس کی جزا دوں گا۔ پھر فرمایا کہ اس مہینے کے تین حصے ہیں۔ پہلے کو عشرۂ رحمت دوسرے کو عشرۂ مغفرت اور تیسرے کو عشرۂ آزادی کہتے ہیں۔ پہلے عشرۂ میں دوزخ کی آگ بند کی جاتی ہے اس میں سراسر رحمت ہے اور آسمان سے بندے پر رحمت نازل

ہوتی ہے اور دوسرے عشرہ میں سب کو مغفرت عطا فرماتا ہے۔ اور معاف کرتا ہے اور کوئی ایسی گھڑی یا لحظہ نہیں گویا جس میں لاکھوں مسلمان نہ بخشے جائیں۔ تیسرے عشرہ میں تمام روزہ دار مسلمانوں کو دوزخ کی آگ سے آزادی حاصل ہوتی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص ماہِ رمضان کے آنے سے خوش ہو حق تعالیٰ اسے کبھی ناخوش و غم ناک نہیں کرتا اور اس کی روزی میں وسعت اور برکت عطا فرماتا ہے اور جو اس کے جاتے وقت غمناک ہو اللہ تعالیٰ اسے دونوں جہان کی خوشیاں عنایت کرتا ہے اور کبھی غم ناک نہیں کرتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ ماہ رمضان کے روزے رکھنے سے ہزار سال کا ثواب نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے اور اسی قدر بدیاں دور کی جاتی ہیں نیز فرمایا کہ شب قدر صرف اخیر کے عشرے میں پائی جاسکتی ہے اس مہینے میں ایک شب قدر ہے مرد کو اس رات سے غافل نہیں ہونا چاہیے تاکہ اس رات کی سعادت سے محروم نہ رہ جائے۔

پھر فرمایا کہ مردانِ خدا کے لئے سارے سال کی راتیں ہی شب قدر ہیں اور شب قدر کی نعمت ان میں پائی جاتی ہے ایسے لوگ شب قدر کی دولت ضرور حاصل کر لیتے ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ بزرگ اور خواجگان اس مہینے کی ہر تراویح میں قرآن شریف ختم کرتے تھے پھر فرمایا کہ شیخ عثمان ہارونی ہر رات تراویح میں دو مرتبہ قرآن شریف ختم کیا کرتے تھے یعنی ماہ رمضان میں ساٹھ مرتبہ قرآن شریف ختم کرتے۔

پھر فرمایا ایک مرتبہ سفر کرتے کرتے مغرب کی طرف امام حداوی کی مسجد میں ماہ رمضان میں اترا' وہاں پر ایک بزرگ با عظمت شیخ عبداللہ محمد باخرزی نام رہتا تھا جو امامت کرایا کرتا تھا' ہر رات تین مرتبہ قرآن شریف ختم کیا کرتا تھا' اور ان کے علاوہ چار سیپارے پڑھا کرتا تھا وہ مہینہ میں نے وہیں بسر کیا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے کی یہ سعادت حاصل کی پھر فرمایا کہ اس کام میں جب تک ایسا مجاہدہ اور اس قسم کی ریاضت نہ کمٔے گا کبھی کسی مقام کو نہ پہنچے گا اس واسطے کہ اہل صفہ کہتے ہیں کہ اس راہ میں مجاہدہ بہت ہے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ نے ستّر سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ ایک ایک دو دو سال تک نفس کو پانی تک نہیں دیا اور نفس کی کوئی آرزو پوری نہیں کی تب کہیں باریاب ہوئے ہیں۔ جب باریاب ہوئے تو غیب سے آواز آئی کہ تجھ میں دنیاوی آلائش موجود ہے۔ جب تک تو اسے نہ پھینکے گا۔ آگے نہیں آسکے گا۔ عرض کی۔ پروردگار! میرے پاس کچھ نہیں۔ آواز آئی۔ کہ اچھی طرح دیکھ بھال۔ دیکھا تو ایک پوستین اور کوزہ پانی والا تھا وہ بھی پھینک دیا۔ تب اس مقام میں پہنچے۔ جب شیخ الاسلام اس بات پر پہنچے تو زار زار روئے اور فرمایا کہ بایزید پوستین اور لوٹے کی وجہ سے باریاب نہ ہو سکے تو لوگ اس قدر تعلقات کے ہوتے ہوئے کس طرح باریاب ہوں گے۔ پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا یہ بھی ماہ رمضان ہے۔ کوئی ہے جو تراویح میں قرآن شریف ختم کرے۔ سب آداب بجا لائے اور عرض کی۔ زہے سعادت! آپ اس بات کے ذمہ دار ہوئے ہیں۔ پھر شیخ الاسلام ہر رات تراویح میں دو مرتبہ قرآن شریف ختم کرتے۔ ہر رکعت میں دس سیپارے پڑھتے پھر رات سے پہلے ختم بھی کر لیتے۔ اس مہینے میں مَیں بھی حاضر خدمت تھا۔

کشف وکراماتِ اولیاء

بعد ازاں کشف وکرامات کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اور شیخ جمال الدین ساکن اوچ ایک ہی جگہ تھے وہ صاحب قوت ونعمت درویش تھے ہم دونوں بیٹھے تھے کہ اتنے میں چند قلندر و درویش آہنی سیخیں کمر میں لٹکائے آپہنچے اور سلام کر کے شیخ صاحب کے پاس بیٹھ گئے ہر ایک قلندر سخت باتیں کرتا تھا اس وقت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جماعت خانہ میں چھاچھ موجود نہ تھی ان قلندروں نے چھاچھ مانگی۔ شیخ صاحب میرا منہ دیکھتے تھے اور میں ان کا۔ پوچھا کیا کروں؟ میں نے کہا: آپ کے جماعت خانہ کے سامنے پانی جاری ہے میں انہیں وہاں پہنچا آتا ہوں تا کہ چھاچھ پی لیں شیخ صاحب نے ان درویشوں کو کہا کہ اس ندی پر جا کر چھاچھ پی لو خیر چار ونا چار اُٹھ کر ندی کے کنارے پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ تمام پانی چھاچھ بنا ہوا ہے جس قدر ان سے ہو سکا پی لیا۔ شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان درویشوں سے کہا: اندر جا بیٹھو! آرام کرو۔

پھر شیخ صاحب کی بزرگی کی نسبت آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرد نے حج سے آکر سلام کیا اور کہا کہ میں نے حج کیا ہے۔ آپ طواف میں میرے ہمراہ تھے۔ شیخ صاحب نے للکارا کہ اے نادان! کیا مردوں کی بات فاش کرتا ہے۔ چپ رہ کہ مردانِ خدا گودڑی تلے ہوتے ہیں۔ یہ تو کوئی بڑی بات نہیں۔ کعبہ خود ہمارے پاس ہے۔ اگر مرد چاہیں تو مشرق سے مغرب تک کی ساری چیزیں دکھا سکتے ہیں اور پھر اپنے مقام میں آجاتے ہیں۔ ایک گھڑی نہ گزرنے پائی تھی کہ اس مرد کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ آنکھ بند کر۔ آنکھ بند کی تو اپنے تئیں مع شیخ صاحب کوہ قاف پر اس فرشتے کے پاس پایا۔ جو اس پہاڑ کا مؤکل ہے اور پھر اسی لحظہ اپنے مقام پر بھی آگئے۔ پھر اقرار ہوا اور کہا کہ واقعی درست ہے کہ مردان خدا کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ نماز کے وقت کوئی شخص شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ کو نہ دیکھتا۔ جب نماز کا وقت ہوتا۔ نظر سے غائب ہو جاتے۔ آخر معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ میں نماز ادا کرتے ہیں اور اسی وقت خانہ کعبہ میں موجود ہوتے ہیں۔ شیخ الاسلام یہی فرمارہے تھے۔ کہ ایک جوگی پیر مجاہدہ کیے ہوئے دور سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آداب بجالایا۔ آپ کے رعب کی وجہ سے سر زمین سے نہ اٹھا سکا۔ جب آپ کی نظر پڑی تو رعب سے فرمایا کہ سر اٹھا۔ سر اٹھوا کر آپ نے پوچھا۔ کہاں سے آیا ہے اور کس طرح؟ جوگی مارے ڈر کے کچھ نہ کہہ سکا۔ جب دو تین مرتبہ پوچھا تو آہستہ سے عرض کی۔ کہ آپ کی دہشت نے مجھ میں اس قدر اثر کیا ہے کہ منہ سے بات نہیں نکلتی۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ جوگی دعویٰ سے ہمارے پاس آیا تھا جب اس نے سر زمین پر رکھا تو دل میں خیال آیا کہ اس کا چہرہ زمین پر ہی رہے چنانچہ ویسا ہی ہوا۔ بہت چاہتا تھا کہ سر اُٹھائے' لیکن اُٹھا نہ سکا' اگر اس جوگی کو بخشا نہ جاتا۔ تو قیامت تک اسی حال میں رہتا۔ بعد ازاں شیخ الاسلام نے جوگی سے پوچھا کہ اپنے کام میں کہاں تک ترقی کی ہے؟ عرض کی۔ جوگی جب کمالیت کو پہنچتا ہے تو ہوا میں اڑنے لگتا ہے۔ فرمایا جلدی کر۔ تا کہ ہم دیکھیں جوگی اُڑا' آپ نے نعلین مبارک اس کے پیچھے پھینکی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نعلین جوگی کے سر پر بجیں۔ جس طرف جوگی اڑتا وہ نعلین مبارک اس کے سر پر پڑتیں۔ فوراً نیچے اتر آیا مان گیا اور کہنے لگا کہ جس شخص کی نعل میں یہ برکت ہے وہ خود کیسا ہوگا۔ فوراً مسلمان ہو گیا عارف باللہ

بنا۔ اس وقت جوگی نے بیان کیا کہ جہان میں جو نیک اور بد فرزند پیدا ہوتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ لوگ صحبت کرنا نہیں جانتے۔ الغرض ساری کیفیت اس نے بیان کی کہ ایک روز میں نے وہ ساری حقیقت شیخ الاسلام کی خدمت میں عرض کی۔ مسکرا کر فرمایا مولانا نظام الدین! یہ بات ہے تو اچھی لیکن تیرے کس کام کی؟ اس کو سلامت رہنے دو۔

بعد ازاں اسی موقعہ پر ایک درویش مع چند صوف پوش درویشوں کے بیت المقدس سے حاضر خدمت ہوا۔ آداب بجالایا۔ حکم ہوا کہ بیٹھ جا' بیٹھ گئے۔ جس وقت وہ بزرگ شیخ الاسلام کے چہرے مبارک کو دیکھتا۔ سر نیچا کر لیتا۔ جب اس میں صبر وقرار نہ رہا تو سر قدموں پر رکھ دیا اور عرض کی۔ اے فرید اجودھنی کے فرزند! جو آپ نے فرمایا ایسا ہی ہے۔ لیکن کیا تو وعدہ اپنا بھول گیا۔ یہ سن کر وہ شرمندہ ہوا کہ میں نے یہ کیا کیا۔ جب شرمسار ہوا تو شیخ الاسلام نے فرمایا۔ اے عزیز! مرد جہاں بیٹھے ہیں وہیں خانہ کعبہ ہوتا ہے۔ وہیں عرش اور کرسی اور تمام مخلوقات اس کے سامنے موجود رہتی ہے۔ اس درویش کو فرمایا کہ آنکھ بند کر۔ جب بند کی تو حکم ہوا کہ کھول۔ جب کھولی تو ٹھیک وہی ہوا۔ جیسا کہنے فرمایا تھا۔ وہ درویش نعرہ مار کر بیہوش ہوگیا۔ دیر بعد جب ہوش میں آیا تو اقرار کیا اور آپ سے کلاہ پائی اور اسے سیوستان کی خلافت عنایت فرمائی۔ وہاں چلا گیا۔ بعد ازاں خشکی وتری کے مسافروں سے معلوم ہوا کہ شیخ الاسلام ہر روز ایک مرتبہ بیت المقدس جایا کرتے تھے اور جھاڑو دیا کرتے تھے اور پھر اسی وقت چلے آتے۔

بعد ازاں اپنے حال کی حکایت بیان فرمائی کہ میں بیس سال فکر میں رہا' اس بیس سال کے عرصے میں ہمیشہ کھڑا رہا چنانچہ سارا خون پاؤں کی راہ رواں ہوگیا اور بیس سال میں یہ عہد کر لیا کہ کبھی نفس کو سرد پانی نہ دوں گا' اور نہ طعام کا لقمہ۔

شیخ الاسلام اسی حکایت میں تھے۔ کہ آپ کا ایک مرید شہاب الدین غزنوی آ کر آداب بجالایا۔ حکم ہوا۔ بیٹھ جا! اس درویش کو والیٔ لاہور نے تقریباً سو دینار دے کر شیخ الاسلام کی خدمت میں بھیجا تھا۔ فرمایا: لا۔ اس نے پچاس دینار دیئے اور باقی اپنے پاس رکھے۔ مسکرا کر فرمایا کہ شہاب تو نے اچھی تقسیم کی۔ درویشوں کے لئے ایسا کرنا اچھا نہیں۔ سخت شرمندہ ہوا اور باقی کے دینار بھی حاضر خدمت کیے۔ فرمایا: اگر میں اس کام میں تجھے ترغیب نہ دیتا تو تو اس کام میں شرمندہ نہ ہوتا اور آئندہ تو مردانِ خدا کے مقصد کو نہ پہنچ سکتا۔ فرمایا: از سر نو بیعت کر۔ کیونکہ اس بیعت میں خلل آ گیا ہے۔ جاؤ! جس کو کلاہ دینی ہے۔ دو۔ اب تیرا کام ختم ہو چکا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

عالم علوی اور عالم سفلی

پچیسویں ماہ شوال بروز دوشنبہ ۶۵۵ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ شیخ جلال الدین ہانسوی۔ شیخ بدر الدین غزنوی' مولانا بدر الدین اسحٰق اور دوسرے عزیز حاضر خدمت تھے۔ ایک جوگی شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس روز اس سے میں نے پوچھا کہ تم کس راہ جاتے ہو؟ اور تمہارے کام کا اصول کیا ہے؟ کہا: مجھے اسی قدر علم ہے کہ آدمی کے نفس کے لئے دو عالم ہیں۔ ایک عالم علوی۔ دوم عالم سفلی۔ چوٹی سے ناف تک عالم علوی۔ ناف سے قدموں تک عالم سفلی ہے۔

بعد میں شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا کہ واقعی ایسا ہی ہے جیسا کہ وہ بیان کرتا ہے لیکن عالم علوی میں صدق و صفاء اخلاق حمیدہ اور نیک معاملہ ہے اور عالمی سفلی میں تمام نگہداشت' پاکیزگی' پارسائی اور زہد ہے پھر آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ اس کی

یہ بات مجھے بہت پسند آئی ہے۔

پھر فرمایا جو اس راہ میں اللہ تعالیٰ کی دوستی کا دعویٰ کرے اور دُنیا کی محبت اس کے دل میں ہو۔تو وہ جھوٹا مدعی ہے۔

نزولِ رحمت کے اوقات

بعد ازاں فرمایا کہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ تواریخ میں لکھتے ہیں کہ تین وقت نزولِ رحمت ہوتا ہے اوّل سماع کے وقت۔ دوم طاعت کی نیت سے کھانا کھاتے۔ سوم درویشوں کے حالات دریافت کرتے وقت۔ یہ تقریر کر چکنے کے بعد آپ کی خدمت میں چھ سات درویش جو سب کے سب خوردسال، صاحبِ نعمت اور خواجگان چشت کے خانوادے سے تھے حاضر ہوئے عرض کی کہ ہم میں سے ہر ایک کی حقیقت ہے وہ لِلّٰہ سن لیں۔ مجھے اور مولانا بدرالدین کو فرمایا کہ ان کا ماجرا سن لو۔ انہوں نے بیان کرتے وقت تعظیم کے ایسے الفاظ استعمال کئے کہ ان کی خوش تقریری سے ہم دونوں آب دیدہ ہوئے اور آپس میں کہا کہ شاید یہ فرشتے ہیں جو ہماری تعلیم کے لئے آئے ہیں۔ تاکہ باہمی فیصلہ اس طرح کیا جائے بعد ازاں شیخ الاسلام نے یہ حکایت سنی تو آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ مردے سے کچھ ظاہر نہیں ہوتا یعنی ناراضگی کا اثر ظاہر نہیں ہوتا۔

بعد میں فرمایا ہے کہ جب لوگ کھانا کھائیں تو چاہیے کہ اطاعت کو ثابت کریں۔ کیونکہ اطاعت کے لئے کھانا کھانا بھی طاعت ہے اور ہوائے نفسانی کے لئے کھانا نہیں کھانا چاہیے۔

پھر فرمایا کہ راحۃ الارواح میں قاضی حمید الدین ناگوری قدس اللہ سرہ العزیز لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک درویش کی کٹیا دجلہ کے کنارے تھی۔ چند سال وہاں رہا۔ ایک درویش اس کے پاس آیا۔ پہلے درویش نے کھانا تیار کر کے اپنے اہل وعیال کو بلایا اور کہا کہ یہ کھانا اس درویش کو دو۔ اس عورت نے کہا: راہ میں کشتی تو ہے نہیں۔ میں پار کس طرح جاؤں گی؟ درویش نے کہا: کنارے پر پہنچ کر یہ کہنا ہے کہ اس درویش کی حرمت سے۔ جس نے ان تیس سالوں ہیں صحبت نہیں کی۔ مجھے راہ دے دے۔ وہ راستہ دے دے گا۔ وہ عورت یہ سن کر متعجب ہوئی کہ اتنے فرزند پیدا ہوئے ہیں۔ ایسی بات کیوں کہتا ہے۔ آخر کھانا باندھ کر روانہ ہوئی اور دریا کے کنارے پر پہنچ کر ویسا ہی کہا: پانی پھٹ گیا اور اس نے دریا کے اس پار جا کر کھانا درویش کے سامنے رکھا۔ درویش نے کھانا کھا کر کہا: جاؤ! عورت حیران ہوئی کہ اب واپس کس طرح جاؤں؟ درویش نے پوچھا کہ آئی کس طرح تھی؟ اس عورت نے سارا ماجرا بیان کیا۔ درویش نے کہا: اب دریا کے کنارے جا کر یہ کہنا کہ اس درویش کی حرمت سے جس نے ان تیس سالوں میں کھانا نہیں کھایا راہ دے۔ اس عورت نے دریا کے کنارے پہنچ کر ویسا ہی کہا: راستہ مل گیا اور پار اپنے خاوند کے پاس پہنچی۔ کہا کہ اس جھوٹ کی وجہ بیان کرو۔ اس نے کہا: ہم دونوں نے سچ کہا: اس واسطے کہ میں نے ہوائے نفسانی سے صحبت نہیں کی بلکہ حق ادائی کے لئے اور درویش نے بھی ہوائے نفسانی سے کھانا نہیں کھایا۔ بلکہ اطاعت کی قوت کیلئے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

بعد ازاں بات اس بارے میں شروع ہوئی کہ خواجہ عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ پست قد تھے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے بارے میں فرمایا ہے کنیفت العلم یعنی علم کا تھیلہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پست قد تھے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں شیخ الاسلام بختیار اوشی کی خدمت میں حاضر تھا میرا ایک ہم خرقہ رئیس نام آیا اور آداب بجالایا اور عرض کی ہم نے آج خواب میں دیکھا ہے کہ ایک گنبد ہے جس کے گرد لوگ جمع ہیں میں نے پوچھا کہ گنبد میں کون ہیں؟ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جو آمد ورفت کرتا ہے وہ خواجہ عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ ہے میں نے بڑھ کر کہا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں عرض کرنا کہ میں پابوسی کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ اندر جاکر باہر نکلے اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں تو اس قابل نہیں کہ میری زیارت کر سکے لیکن ہاں! بختیار کاکی کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ ہر رات جو تحفہ تم بھیجا کرتے تھے وہ پہنچتا تھا لیکن آج رات نہیں پہنچا خدا خیر کرے پھر شیخ الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا کہ شیخ الاسلام قطب الدین ہر رات تین ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتے تو پھر سوتے۔

بعد ازاں شیخ الاسلام قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے مجاہدہ کی بابت فرمایا کہ بیس سال تک عبادتِ الٰہی میں نہ سوئے اور نہ لیٹے۔ پھر فرمایا کہ درویش کے لئے نیند حرام ہے۔ اس واسطے کہ جب درویش ہے تو خواب و آرام حرام ہو جاتا ہے۔ ایک روز شمس دبیر نے مفصل لاکر پڑھنے کی اجازت مانگی۔ آپ نے فرمایا بیٹھ کر پڑھو۔ جوں جوں پڑھتا تھا۔ آپ اس کے معنی بیان فرماتے تھے اور بعض جگہ اصلاح بھی فرماتے تھے۔ جس سے شمس دبیر بہت خوش ہوا۔ اسی اثناء میں شیخ الاسلام نے پوچھا کہ تیرا مدعا کیا ہے؟ عرض کی کہ میری والدہ بوڑھی ہے۔ میں اس کی پرورش میں رہتا ہوں اور معاش کی تنگی ہے۔ آپ نے فرمایا: بازار سے شکر لے۔ الغرض شمس دبیر گیا اور چند چیتل لے آیا۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اسے بانٹ دو۔ ہر ایک کو ایک چیتل کے قریب ملا اور مجھے چار چیتل کے قریب عنایت فرمایا:

شیخ الاسلام نے دعاء فرمائی اس کے رزق میں وسعت ہوئی چنانچہ چند ہی روز میں سلطان غیاث الدین کے ہاں دبیر گیا اور اس کا کام بن گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

درویش طالب دنیا نہیں ہوتے

پندرہویں تاریخ ماہ مذکور ۶۵۵ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ والیٔ اجودھن نے اپنے نوکروں کے ہاتھ دو گاؤں کا حکم نامہ اور بائیس بوریاں نقدی کی شیخ الاسلام کی خدمت میں روانہ کیں۔ جب پہنچے تو فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گئے اور وہ مال وغیرہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ میں نے شروع سے اب تک اس قسم کا مال کسی سے قبول نہیں کیا اور نہ ہی ہمارے خواجگان کی یہ رسم ہے۔ اسے واپس لے جاؤ۔ کیونکہ اس کے طالب اور بہت ہیں۔ انہیں دو۔ بعد ازاں شیخ الاسلام نے مناسب حال یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ سلطان ناصر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان غیاث الدین بلبن کے ہاتھ جو ملتان کی طرف آرہا تھا۔ چار گاؤں کی ملکیت کا حکم نامہ اور کچھ نقدی میرے پاس بھیجی جن میں سے چاروں گاؤں میرے لئے تھے اور نقدی درویشوں کے لئے میں نے مسکرا کر کہا کہ اسے لے جاؤ! اس کے طالب اور بہت ہیں۔ انہیں دو۔ ہمارے مشائخ اور خواجگان نے اس قسم کی چیزیں قبول نہیں کیں۔ پھر آبدیدہ ہو کر فرمایا: اگر ہم اس قسم کی چیزیں لیں تو ہمیں درویش نہیں کہیں گے۔ بلکہ مالدار کہیں گے اور کہیں گے کہ یہ گاؤں کا مالک ہے۔ پھر یہ منہ درویشوں کو کس طرح دکھائیں گے؟ اور ان میں کس

طرح کھڑے ہوں گے۔ اسے لے جاؤ اور دوسروں کو دے دو۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں میں حاضر تھا کہ وزیر شمس الدین اناء اللہ برہانہٗ مع سلطانی لشکر آ پہنچا کہ بادشاہ نے چھ گاؤں کی ملکیت اور کچھ چیز بطور نذر بھیجی ہے۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ اگر ہمارے خواجگان قبول کر لیتے تو ہم بھی قبول کر لیتے اگر آج ہم ان کی متابعت نہ کریں تو قیامت کے دن انہیں کیا منہ دکھائیں گے بہر حال اسے لے جاؤ کیونکہ اس کے طالب اور بہت ہیں جو کلاہ پوش ہیں۔

پھر مشارق الانوار کی حدیثوں کی بابت ذکر شروع ہوا تو فرمایا کہ یہ حدیثیں مشارق الانوار میں لکھی ہیں اور تعداد میں تیس ہزار ہیں سب صحیح ہیں اس کتاب میں سب موافق لکھی ہیں قیامت کے دن ان کی تصحیح کی بابت میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان گفتگو ہوگی۔

مولانا رضی الدین صغانی رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی کی بابت فرمایا کہ اگر مولانا کو دو حدیثوں میں مشکل پیش آتی اور خلقت کے ساتھ نزاع ہوتی تو اس نزاع میں خواب کے اندر وہ حدیثیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیش کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی تصحیح فرماتے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ادا کرنی چاہی اس وقت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے سوا اور وہی موجود نہ تھا اسی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر کھڑا کیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر کہی۔ تو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنے مقام سے پیچھے ہٹ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز توڑ کر ان کا ہاتھ پکڑ کر برابر کر لیا اور پھر نماز شروع کی پھر عبد اللہ بن عباس پیچھے ہٹ گئے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ویسا ہی کیا چنانچہ دو تین مرتبہ ایسا ہی کیا۔ بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا تو پیچھے کیوں ہٹ جاتا ہے؟ عرض کہ میری کیا طاقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر کھڑا رہوں۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کا حسن ادب بہت پسند آیا اس کے حق میں دُعا کی۔ اے اللہ! اسے دین کا فقیہہ بنا دے۔

بعد ازاں کشف و کرامات کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی زبان مبارک سے فرمایا کرامت کو ظاہر نہیں کیا کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ کام حوصلے کے سبب سے ہے اور مشائخ طبقات نے اسے پسند فرمایا اس صورت میں چاہیے کہ مرد اپنے آپ کو کچھ نہ جانے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ حسن نوری نور اللہ مرقدہ نے دجلہ پر ایک ماہی گیر کو دیکھا جس نے دریا میں جال ڈالا ہوا تھا آپ نے فرمایا کہ اگر مجھ میں کچھ کرامت ہے تو جال میں ڈھائی سیر مچھلی آئے گی جب یہ بات خواجہ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے سنی تو فرمایا کاش! جال میں مچھلی کی جگہ سانپ نکلتا تاکہ اسے ڈستا اور شہید کی موت مرتا اب کسی کو کیا معلوم کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔

پھر شیخ سعد الدین حمویہ قدس اللہ سرہ العزیز کی حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ میں اور وہ ایک ہی جگہ تھے۔ کہا: جس نے اپنی کرامت ظاہر کی اس نے گویا فرض ترک کیا۔

ایک عجیب حکایت

پھر فرمایا کہ میرے بھائی سعد الدین حمویہ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ اس شہر کا حاکم میرا معتقد نہ تھا۔ ایک مرتبہ آیا اور

اپنے دربان کو میرے پاس بھیجا۔ کہ اس درویش کو میرے پاس لاؤ۔ تاکہ میں دیکھوں۔ جب دربان اندر آیا تو میں نماز میں مشغول تھا۔ میں نے توجہ نہ کی۔ خود آیا تو اُٹھ کر ہنسی خوشی ملاقات کی۔ جب دونوں بیٹھے تو میں نے اشارہ کیا کہ کچھ سیب لاؤ۔ میں نے ایک سیب کے دو ٹکڑے کیے ایک اسے دیا اور ایک آپ لیا۔ اس تھال میں ایک سیب بڑا تھا۔ بادشاہ کے دِل میں خیال آیا کہ اگر اس درویش کو باطنی صفائی حاصل ہے تو یہ بڑا سیب مجھے دے گا۔ جونہی اس کے دِل میں خیال گزرا میں نے ہاتھ بڑھا کر سیب پکڑ لیا اور بادشاہ سے مخاطب ہو کر کہا: ایک دفعہ میں سفر کرتے کرتے ایک شہر میں پہنچا۔ وہاں پر کچھ لوگ جمع تھے۔ درمیان میں ایک تماشہ بین بیٹھا تھا۔ اس تماشہ کرنے والے نے حاضرین میں سے ایک کو انگوٹھی دی اور گدھے کی آنکھیں بند کر کے کہا: جس کے پاس انگوٹھی ہو۔ اسے پہچانو! وہ ہر ایک کو سونگھتا تھا۔ آخر اس شخص کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ جس کے پاس انگوٹھی تھی۔ پھر تماشہ کرنے والے نے اس سے انگوٹھی لے لی۔ الغرض اس تقریر کے بعد میں نے بادشاہ کو کہا کہ اگر ہم اپنی کشف و کرامات کے متعلق کہیں تو گویا اس گدھے کی طرح ہیں۔ اگر نہ کہیں تو تمہارے دِل میں خیال آتا ہے کہ اس درویش میں صفائی نہیں۔ یہ کہہ کر وہ سیب اس کی طرف پھینک دِیا۔

پھر شیخ الاسلام زار زار روئے اور فرمایا کہ مردانِ خدا اپنے آپ کو پوشیدہ رکھتے ہیں۔ اور اپنی کرامت کسی کے پاس ظاہر نہیں کرتے شیخ الاسلام یہی فوائد بیان کر رہے تھے کہ نماز کی اذان ہوئی اور نماز میں مشغول ہوئے۔ میں اور خلقت واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

عدلِ فاروقی رضی اللہ عنہ

بیسویں ماہ مذکور ۶۵۵ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ شیخ بدر الدین غزنوی اور دوسرے عزیز حاضر خدمت تھے اور بات امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عدل کے بارے میں ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ آنجناب رضی اللہ عنہ کے عدل کے بارے میں مشہور ہے کہ جب اِسلام قبول کیا تو بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ مسجد (خانہ کعبہ کی دیوار) پر جا کر اذان دو۔ اور خود تلوار سونت لی۔ اِس روز ہزاروں کافروں کو معلوم ہوا کہ عمر بن الخطاب نے اِسلام قبول کیا۔ جس سے کفر کے کام میں خلل واقع ہوا ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایک راہ سے گزر رہے تھے۔ چھاچھ بیچنے والی راہ میں کھڑی رو رہی تھی۔ اس نے کہا: کیا یہ جائز ہے کہ تیرے عہد میں زمین میری چھاچھ پی جائے؟ فرمایا: اے زمین! اس بڑھیا کی چھاچھ دے دے۔ ورنہ اسی دُرّے سے تیری خبر لوں گا۔ ابھی یہ بات اچھی طرح کہنے بھی نہ پائے تھے۔ کہ زمین پھٹ گئی اور اس میں سے ساری چھاچھ باہر آ گئی۔ جسے اس چھاچھ بیچنے والی نے برتن میں ڈال لیا۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ صحن میں بیٹھ کر خرقہ سی رہے تھے۔ آپ کی پشت مبارک سورج کی طرف تھی۔ جب دھوپ نے اثر کیا تو پھر غضب کی نگاہ سے دیکھا فرشتوں کو حکم ہوا کہ سورج سے روشنی چھین لو۔ اس نے عمر کی پیٹھ کیوں گرم کی؟ فرشتوں نے روشنی لے لی تو سارا جہان تاریک ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے از حد غمناک ہو کر فرمایا: شاید قیامت برپا ہوئی ہے۔ جو آفتاب سے روشنی چھن گئی ہے۔ اسی اثناء جبرائیل نے آ کر عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم قیامت قائم نہیں ہوئی بلکہ آفتاب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پیٹھ گرم ہوئی تھی تو اُنہوں نے غضب کی نگاہ سے دیکھا

تھا۔ سواسی وقت سے روشنی ہم نے چھین لی۔ اگر اس کا قصور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ معاف کر دیں تو ہم روشنی واپس کر دیں گے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر سفارش کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ ہاں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے غضب کی نگاہ سے دیکھا تھا لیکن اب میں نے بخشا' فوراً آفتاب کو روشنی واپس ملی اور پہلے کی طرح روشن ہو گیا۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ قیصر روم کی طرف پیغام بھیجا کہ تو مال کیوں نہیں بھیجتا؟ اس نے عذر کیا کہ اگر قاصد جا کر لائق پائیں گے تو ہم بھیجیں گے' ورنہ نہیں جب قیصر روم کے قاصد مدینہ منورہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے۔ پوچھا: کہاں ہیں۔ جب خطیرہ میں پہنچے تو دیکھا کہ خرقہ کو بخیہ کر رہے ہیں انہوں نے سلام کیا آپ روشن ضمیری کے سبب معلوم کر گئے پوچھا: مال لائے ہو۔ انہوں نے کہا کہ وہ نہیں دیتا۔ درّہ پاس پڑا تھا اُٹھا کر فرمایا: سفیرو! میں نے قیصر روم کو پچھاڑا وہ رعب کھا کر چلے گئے۔

راستے ہی میں انہوں نے سنا کہ قیصر روم تخت پر بیٹھا دربار عام کر رہا تھا کہ دفعتہً دیوار پھٹی اور ایک ہاتھ مع درّہ نمودار ہوا جس سے قیصر کا سر کٹ گیا قاصدوں نے جو کیفیت دیکھی تھی۔ بیان کی پھر اسی قدر مال آیا جس کی کوئی انتہا نہ تھی اور کئی ہزار کافر مسلمان ہوئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

ترکِ دنیا

اکیسویں ماہ مذکور ۶۵۵ء ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ بات ترک دنیا کے بارے میں ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک مرتبہ بزرگانِ دین میں سے کوئی سطح آب پر مصلیٰ بچھا کر نماز ادا کر رہا تھا۔ نماز کے بعد دُعا کی کہ پروردگار! خضر علیہ السلام سے گناہ کبیرہ ہو رہا ہے۔ اسے توبہ نصیب کر! اتنے میں خضر علیہ السلام بھی آ موجود ہوئے۔ پوچھا: میرے بزرگوار بھائی! جو قصور مجھ سے ہوا ہے۔ اس کا پتہ دے تا کہ میں اس سے توبہ کروں! کہا: تو نے فلاں جنگل میں ایک درخت لگایا ہے۔ اور اس کے سائے میں آرام کرتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں یہ درخت لگایا ہے۔ خضر علیہ السلام کو اسی وقت اس بزرگ نے درحقیقت ترکِ دنیا کے معنی سمجھائے۔ خضر علیہ السلام نے پوچھا: تیری کیا حالت ہے اور کس طرح گزارتا ہے؟ کہا: میری تو حالت یہ ہے کہ اگر ساری دنیا بھی مجھے دے دیں اور کہیں کہ اس کا حساب تجھ سے نہیں لیا جائے گا اور یہ بھی کہیں کہ اگر تو دنیا کو قبول نہیں کرے گا تو تجھے دوزخ میں ڈالا جائے گا تو بھی میں دوزخ میں پڑنا قبول کروں گا لیکن دنیا کو قبول نہیں کروں گا خضر علیہ السلام نے پوچھا: کیوں؟ کہا اس واسطے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور جسے اللہ تعالیٰ دشمن رکھتا ہے۔ اسے میں بھی دشمن ہی سمجھتا ہوں اور اس کی بجائے دوزخ قبول کر لوں گا لیکن دُنیا قبول نہ کروں گا۔

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ انسان کو ہر حال میں یادِ الٰہی میں مشغول رہنا چاہیے شیخ الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک شخص نے صاحب نعمت درویش سے درخواست کی کہ جب اللہ تعالیٰ کو یاد کرے۔ اس وقت میرے حق میں بھی دعا کرنا اس نے کہا وہ ساعت بڑی عجیب ہو گی کہ مجھے تو یاد آئے۔

عقل اور علم

پھر عقل اور علم کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی کتاب مفصل پاس تھی اس میں لکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو بندوں سے دو طرح کی محبت ہے ایک ظاہری دوسری باطنی ظاہری تو پیغمبر ہیں اور باطنی عقل ہے اس واسطے کہ اگر عالم ہے اور عقل نہیں تو اسے علم کچھ فائدہ نہیں دے گا۔

پھر فرمایا کہ آثار تابعین میں لکھا ہے کہ جو حضرت آدم علیہ السلام پر نازل ہوا وہ موجودات عالم کا علم ہے جو جبرائیل علیہ السلام نے پہنچایا۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ۔ جب عقل اور علم دونوں ان کے پیش کئے گئے تو حضرت آدم علیہ السلام سوچ میں پڑ گئے کہ کون سی چیز قبول کروں پس انہوں نے عقل کو قبول کیا سوچا اس واسطے کہ اس سے علم بھی حاصل کروں گا۔

پھر فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو مصحف میں فرمان ہوا کہ تمام عاشقوں اور صالحین کو واجب ہے کہ چار گھڑیوں سے غافل نہ ہوں۔ اوّل وہ ساعت کہ اپنے پروردگار سے مناجات کرے نماز میں شروع سے لے کر اخیر تک غافل نہ رہے دوسرے اس وقت جب کہ اپنی طرف خیال کرے کہ کس قسم کے گناہ میں کرتا ہوں اور کیا کھا رہا ہوں اور کس کام میں مشغول ہوں تیسرے جس وقت اپنے بھائی کے پاس بیٹھے اور اس کا کوئی عیب دیکھے تو اس عیب کو لوگوں پر ظاہر نہ کرے چوتھے جس وقت نہ کچھ کھائے اور نہ سوئے اور نیک کام کرے اور بُرے آدمیوں کی صحبت میں نہ بیٹھے۔

پھر فرمایا حدیث میں آیا ہے کہ بے شک عقل اور علم ایک دوسرے کے شریک ہیں کیونکہ عقل کے لئے علم ضروری ہے اور علم کے لئے عقل پس آدمیوں میں سب سے اچھا وہی ہے جو اپنے تئیں پہچانے اس صورت میں عقل مختار ہے۔

پھر فرمایا کہ تواریخ میں قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ہر چیز کی انتہا ہے اور عبادت کی انتہا عقل ہے اس واسطے کہ بغیر علم کے عبادت کرنا فضول تکلیف ہے اور علم بغیر عقل کے مفت کی سردردی۔ قیامت کے دن کی حجت یہی عقل ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ ہر آیت اور حدیث سے ہزار مسئلہ استخراج کرتے ہیں یہ کس چیز کی مدد سے کرتے ہیں؟ فرمایا کہ عقل کی مدد سے اگر عقل نہ ہوتی تو شرع کا ایک مسئلہ بھی نہ اخراج کر سکتا۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ عقل سب سے شریف چیز ہے اس واسطے کہ اگر عقل نہ ہوتی تو معرفت الٰہی کا علم بھی نہ ہوتا۔

بعد ازاں نماز کی اذان ہوئی تو شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نماز میں مشغول ہوئے اور میں اور خلقت واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔

پچیسویں ماہ ذیقعد ۶۵۵ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا اس وقت علم اور عقل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزے، نماز اور حج وغیرہ سب سے افضل عبادت علم ہے پھر آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ علم وہ علم ہے جس کو اہل جہان نہیں جانتے اور زُہد وہ زُہد ہے۔ جس کی زاہدوں کو خبر نہیں کام ان دونوں سے باہر ہے مرد کو چاہیے کہ ان دونوں سے درگزر کرے اور دل ہٹائے۔

پھر فرمایا کہ اگر لوگوں کا علم درجہ معلوم ہو جائے تو تمام کام چھوڑ کر تحصیل علم میں مشغول ہو جائیں اس واسطے کہ علم ایک ایسا بادل ہے جو باران رحمت کے سوا کچھ نہیں برستا پس جو اس بادل کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ تمام گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اور شیخ جلال الدین تبریزی ؒ ایک ہی جگہ تھے فرمایا کہ علم ایک چراغ ہے جو پاک شیشے میں رکھا ہوا ہے اور جس سے عالم ناسوت اور عالم ملکوت روشن ہیں پس جو شخص علم میں مشغول ہے۔ اسے تاریکی کا کیا ڈر؟ کیونکہ اس کے جسم میں تمام جہان روشن ہے۔

پھر فرمایا کہ علماء علم سے غافل ہیں اس واسطے کہ انہوں نے دنیا کو اپنا قبلہ گاہ بنایا ہوا ہے اور شریعت کو کھیل سمجھ رکھا ہے پھر آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ اب وہ قوت و برکت کہاں رہی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ علماء کی بابت لکھا ہے کہ قیامت کے دن ان علماء کے لئے جو اہل دنیا میں مشغول تھے اور علم کا کام نہیں کرتے تھے۔ حکم ہوگا کہ ان کے گلوں میں آگ کے انگارے پہنا کر دوزخ میں لے جایا جائے۔

پھر فرمایا کہ علماء وہ ہیں جو ظاہر میں پارسا دکھائی دیتے ہیں لیکن باطن میں ان کا عمل ٹھیک نہیں اور مکر و حیلے سے دُنیا کو لوٹتے ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ راحتہ الارواح میں قاضی حمید الدین ناگوری ؒ لکھتے ہیں کہ جب کوئی علم کے کام میں سست نہ ہو جائے اور اس پر عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اسے اس قسم کی توفیق عنایت کرتا ہے کہ حق اور باطل میں تمیز کر سکے اور نیک و بد میں فرق کر سکے اور حلال اور حرام کو پہچان سکے۔

پھر فرمایا کہ علم کی کئی قسمیں ہیں درحقیقت عالم وہ شخص ہے جسے نبوی علم حاصل ہو اور نبوی علم آسمانی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو پہنچا۔

اہلِ معرفت کون؟

پھر معرفت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ جس کو اپنی شناخت حاصل نہیں وہ حرص و ہوا میں مبتلا ہو جاتا ہے اگر اپنے آپ کو پہچانے تو دوسروں سے الفت نہ کرے جس کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہے۔ اس کے پیش اگر اٹھارہ ہزار عالم بھی کئے جائیں تو بھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا۔ بعد ازاں میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اہلِ معرفت وہ لوگ ہیں اگر عرش سے تحت الثریٰ تک لاکھ مقرب فرشتے جبرائیل، اسرافیل اور میکائیل علیہم السلام جیسے ان کی نگاہوں میں لائے جائیں تو معرفت باری تعالیٰ کے سوا کسی کو موجود خیال نہ کریں۔ اور انہیں ان کے جانے کی خبر نہ ہو اگر اس کے برخلاف ہے تو وہ مدعی جھوٹا ہے نہ کہ اہل معرفت۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر تھا فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنا دوست بنانا چاہتا ہے تو اس پر ذکر کا دروازہ کھول دیتا ہے اور حیرت اور دہشت کی سرائے میں لاتا ہے جو اس کی عظمت اور بزرگی کا مقام ہوتا ہے پس وہ شخص اللہ تعالیٰ کی حمایت میں ہوتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک روز شیخ الاسلام سنجری قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر تھا فرمایا کہ اہل معرفت کو توکل ہوتا ہے اور وہ توکل علوی علم اور شوق کی وجہ سے ہوتا ہے پس جس وقت یہ مقام سَر ہوتا ہے اس وقت اگر آگ میں بھی جلا دیں تو اسے

خبر نہیں ہوتی بعد ازاں فرمایا کہ اہل معرفت کا گفتگو کا دعویٰ اس وقت درست ہوتا ہے کہ پہلے اپنے تئیں خلقت کو معرفت کا ثمرہ دکھائیں اور جو لوگ محبت کا دعویٰ کریں انہیں کرامت کی قوت سے قائل کریں۔

پھر شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی بابت حکایت بیان فرمائی کہ رحلت کے وقت آپ کی خدمت میں صرف ایک مرید حاضر تھا وہ مرید بیان کرتا ہے کہ جب آپ نے اس جہان سے رحلت فرمائی تو آپ مسکرا رہے تھے میں نے پوچھا کہ آپ تو مردہ ہیں مسکراتے کیوں ہیں؟ فرمایا: عارفوں کا یہی حال ہے

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے سنا ہے کہ عقل کے درخت کو سوچ بچار کا پانی دینا چاہیے۔ تا کہ خشک نہ ہو جائے اور پھلے پھولے اور غفلت کے درخت کو جہالت کا پانی دینا چاہیے تا کہ بڑھے۔ توبہ کے درخت کو ندامت کا پانی دیں تا کہ بڑھے اور محبت کے درخت کو خلوص کا پانی دیں تا کہ اس کی نشوونما ہو۔

پھر فرمایا کہ خواجہ معین الدین حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات کی نسبت بیان کرتے ہیں کہ جس رات آپ نے رحلت فرمائی۔ کئی سو مرتبہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو خواب میں دیکھا تھا جو فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا دوست معین الدین سنجری آئے گا اس کے استقبال کے لئے آیا ہوں۔ جب خواجہ صاحب انتقال فرما گئے تو آپ کی پیشانی پر لکھا تھا۔ حبیب اللہ مات فی حب اللہ۔ شیخ الاسلام اسی حکایت میں تھے کہ نماز کی اذان ہوئی۔ خواجہ صاحب نماز میں مشغول ہو گئے۔ خلقت اور دُعا گو واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

بعد ازاں فرمایا کہ عشق و محبت میں ٹھیک وہی شخص ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز اسے یاد نہ آئے۔

بزرگی ترکِ دنیا میں ہے

بارہویں ماہ ذیعقد ۶۵۵ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا اور مولانا بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ دُنیا کے ترک کرنے کی بزرگی کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس روز سے دُنیا کو پیدا کیا ہے۔ اسے دشمنی کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

پھر فرمایا کہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں دو چیزوں سے بڑا ڈرتا ہوں ایک درازی اہل سے دوسرے ہوائے نفسانی کی متابعت سے اس واسطے کہ نفس بندے کو یادِ حق سے باز رکھتا ہے اور درازیٔ اہل آخرت کو فراموش کرا دیتی ہے۔

پھر فرمایا کہ غزنی میں ایک بزرگ تھا اس سے پوچھا کہ دُنیا ہماری طرف پیٹھ کرتی ہے اور آخرت چہرہ ان میں سے کون سی چیز پسند کرنا چاہیے؟ فرمایا کہ آخرت کو بہت یاد کرو! تا کہ تمہارے کام آئے جو آج یہاں بناؤ گے وہ کل وہاں نہیں بنا سکو گے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ عبد اللہ سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا سارا مال راہ خدا میں صرف کر دیا خاندان اور دوسرے لوگوں نے طعن کیا کہ تو نے ضروریات کے لئے بھی نہ رکھا فرمایا ذخیرہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

پھر فرمایا کہ اسرار العارفین میں لکھا ہے کہ خواجہ یحییٰ معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حکمت آسمان سے نیچے اُترتی ہے تو اس دل میں قرار نہیں پکڑتی۔ جس میں یہ چار خصلتیں پائی جاتی ہوں۔ اوّل۔ دنیا کی حرص۔ دوسرے۔ اس بات کی فکر کہ کل کیا

کریں گے۔ تیسرے مسلمانوں کے ساتھ بغض اور حسد۔ چوتھے شرف و جاہ کی دوستی۔ اگر ان چاروں میں سے ایک بھی ہو تو بھی وہاں قرار نہیں پکڑتی۔

پھر فرمایا کہ میں اور بھائی بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ ایک ہی جگہ تھے۔ زُہد کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ فرمایا کہ زُہد اور درویشی تین چیزوں کا نام ہے۔ جس میں تین چیزیں ہیں۔ اُس میں زُہد ہے وہ یہ ہیں کہ اوّل دُنیا کو پہچاننا۔ اور اس سے دستبردار ہونا دوسرے اللہ تعالیٰ کی خدمت کرنا اور ملحوظِ خاطر رکھنا تیسرے آخرت کی آرزو کرنا اور اس کی طلب کی کوشش کرنا۔

بعد ازاں فرمایا کہ ہمارے خواجگان سے خواجہ فضیل عیاض رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بات پہنچی ہے کہ قیامت کے دِن دُنیا کو آراستہ کیا جائے گا اور وہ میدان میں ٹہلے گی اور اپنی خوبی اور زینت دکھائے گی اور کہے گی کہ پروردگار! مجھے اپنے کسی بندے کے لائق بنا اور آواز آئے گی کہ میں تجھے پسند نہیں کرتا اور انہیں بھی نہیں۔ جو تیری پیروی کرتے ہیں۔ پس دنیا کو ملیامیٹ کر دیا جائے گا۔ پھر میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ دُنیا کو ترک کر دے۔ تاکہ قیامت کو تو دوزخ میں نہ جائے۔

پھر فرمایا کہ میرے پاس اس قدر فتوح آتی ہیں کہ انہیں جمع کروں تو خزانے جمع ہو جائیں میں راہِ خدا میں صرف کرتا ہوں۔

پھر فرمایا کہ خواجہ مودود چشتی قدس اللہ سرہ العزیز شرح اولیاء میں لکھتے ہیں کہ تمام بدیوں کو ایک مکان میں جمع کر دیں تو اس کی چابی دنیا ہے۔ جو دانا ہے وہ اس گھر اور چابی کی پروا نہیں کرتا۔ کیونکہ تمام برائیاں دُنیا سے پیدا ہوتی ہیں۔ بعد ازاں امام زاہد رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر جو کہ پاس پڑی تھی، میں سے روایت دیکھی کہ نجی المخففون وھلك المثقلون کہ ہلکے بوجھ والے نجات پا جائیں گے اور بھاری بوجھ والے ہلاک ہوں گے۔

بعد ازاں اللہ تعالیٰ کی بزرگی کے بارے میں بات شروع ہوئی۔ فرمایا کہ حق تعالیٰ سب سے بڑھ کر بزرگ و برتر ہے۔ پس۔ جب یہ بات ہے تو پھر لوگ کیوں ایسی نعمت سے اپنے آپ کو محروم رکھتے ہیں اور کیوں اپنی ساری عمر اس کے فکر اور ذکر میں صرف نہیں کرتے۔

اہلِ اللہ اور ذکر اللہ

بعد ازاں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں۔ کہ دوست کا نام سنتے ہی اپنی جان و مال فدا کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اسرار تابعین میں آیا ہے کہ ایک دفعہ ایک درویش ساٹھ سال تک ایک جنگل میں عالم تفکر میں رہا۔ اچانک غیب سے آواز آئی۔ یا اللہ! درویش نے جب نام نامی سنا تو نعرہ مار کر گر پڑا جب دیکھا تو معلوم ہوا کہ جان خدا کے حوالے کی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اہل سلوک دم بھر بھی یادِ الٰہی سے غافل ہو جائیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم مردے ہیں اگر ہم زندہ ہوتے تو یادِ حق ہم سے فوت نہ ہوتی۔

پھر موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک بزرگ بغداد میں ہر روز ایک ہزار مرتبہ ذکرِ الٰہی کیا کرتا تھا ایک روز ناغہ ہو گیا تو عالم غیب سے آواز آئی کہ فلاں کا بیٹا فلاں نہیں رہا چنانچہ سب اہل شہر یہ آواز سن کر اس کے گھر آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ صحیح سلامت بیٹھا ہے حیران رہ گئے اور معافی مانگی اس بزرگ نے مسکرا کر فرمایا کہ دراصل تم سچے ہو واقعی ایسا ہی سمجھو جیسے آواز آئی تھی کیونکہ مجھ

سے میرے وظیفے میں ناغہ ہو گیا ہے اس لئے عالم غیب سے آواز آئی ہے کہ فلاں کا بیٹا فلاں نہیں رہا۔

پھر فرمایا کہ زبان پر ذکر مولا کا رکھنا ایمان کی نشانی' نفاق سے بیزاری' شیطان سے حفاظت اور دوزخ کی آگ سے بچاؤ کی صورت ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ شرحِ مشائخ میں لکھا ہے کہ جب مومن ذکر الٰہی کے لئے منہ کھولتے ہیں تو آسمان سے آواز آتی ہے کہ اُٹھ کر خوشی کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے گناہ بخش دیئے۔

پھر فرمایا کہ سیوستان میں مَیں نے ایک بزرگ کو دیکھا جو عالم سُکر میں سوائے ذِکر کے کچھ بات نہ کرتا تھا چونکہ سعادت ابدی ذکر میں رکھی گئی ہے۔ اس لئے انسان کو دن رات بیٹھے اٹھتے' سوتے' جاگتے' پاکیزگی اور پلیدی کی حالت میں یادِ الٰہی سے غافل نہیں رہنا چاہیے مگر قضائے حاجت کے وقت (ذکر نہ کرے)۔

ایک کنگھی دو بندے استعمال نہ کریں

بعد ازاں فرمایا کہ ایک بزرگ ایسا بھی تھا کہ اگر کسی کو حدیث میں مشکل پیش آ جاتی تو حل کر دیتا۔ ایک روز ڈاڑھی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ ڈاڑھی کو کنگھا کرنا سنتِ نبوی ہے اور نیز دوسروں پیغمبروں کی بھی سنت ہے۔ جو شخص رات کے وقت ڈاڑھی کو کنگھا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے کبھی مفلسی نہیں دیتا اور اس کی ڈاڑھی میں جتنے بال ہوتے ہیں۔ ہر بال کے بدلے ہزار غلام کی آزادی کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے اور اسی قدر بدیاں دور کی جاتی ہیں۔ جو ثواب کنگھا کرنے میں ہے اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے تو باقی تمام عبادتیں چھوڑ کر اسی میں مشغول ہو جائیں۔ پھر فرمایا کہ ایک ہی کنگھی دو شخصوں کو استعمال نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ اس سے جدائی پڑتی ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ پیغمبر خدا ﷺ کے زمانے میں ایک عورت نے دو بچے جنے۔ جو آپس میں جڑے ہوئے تھے۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کی گئی تو آپ نے سکوت فرمایا۔ جبرائیل نے حاضر ہو کر پیغام دیا۔ ایک ہی کنگھی دونوں کے لئے استعمال کرو۔ انشاء اللہ جدا ہو جائیں گے۔ فرمایا: جا کر ایسا ہی کرو۔ چند روز بعد وہ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

نمازِ باجماعت اور ذکر الٰہی

بعد ازاں نماز باجماعت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اس بارے میں بہت ہی غلو کیا فرمایا کہ اگر دو شخص بھی اکٹھے ہوں تو نماز باجماعت ادا کرنی چاہیے اگرچہ دو آدمیوں کی جماعت تو نہیں ہوتی۔ لیکن جماعت کا ثواب مل جاتا ہے۔ اگر صرف دو ہوں تو ایک صف میں کھڑے ہونا چاہیے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ میں لاہور جا رہا تھا کہ ایک بزرگ صاحبِ نعمت کو دیکھا۔ جب ملاقات ہوئی تو مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ لوگوں کو ذکرِ الٰہی چھ باتوں سے حاصل ہوتا ہے۔ اوّل ایسی حالت کو پہنچ جائے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ خیال کرے کہ وہ دِل کو دیکھ رہا ہے۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے گناہوں سے باز رکھتا ہے جو شخص ذکر کے وقت گناہوں کی فکر میں رہا۔ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ اسے دور پھینکتا ہے۔ تیسرے ذکرِ الٰہی کی کثرت کرے اور اللہ تعالیٰ کی دوستی کو دل میں محکم کرے۔ چوتھے جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو

دل میں یاد کرتا ہے تو وہ اسے دوست بنالیتا ہے۔ پانچویں جو ذکرِ الٰہی کثرت سے کرتا ہے۔ وہ دیو پری کے شر سے محفوظ رہتا ہے چھٹے قبر میں اللہ تعالیٰ اس کا مونس ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ کوئی کام ذکر الٰہی سے بڑھ کر نہیں اسے بڑھنا چاہیے کیونکہ اس کا پھل تمام طاعتوں سے بڑھ کر ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سنا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ تورات میں سورۃ ملک کا نام ماثور ہے اور فارسی میں ماثورہ کہتے ہیں اس سے قبر کا عذاب اٹھ جاتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ خبر میں مسطور ہے کہ جو شخص رات کو سورۃ یٰسین پڑھتا ہے گویا اس نے شبِ قدر پالی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ بغداد میں ایک بزرگ اللہ اللہ بہت کیا کرتا تھا ایک روز راستہ گزرتے ہوئے اس کے سر پر لکڑی لگی جس سے خون بہہ نکلا خون کے ہر قطرے سے زمین پر اللہ کا نقش بن گیا واقعی جو شخص جس طرح کسی کام میں مرتا ہے اسی کام میں اس کا حشر ہوتا ہے۔

فضیلتِ دعاء

بعد ازاں دعا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ فتاویٰ کبریٰ میں لکھا دیکھا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں۔ لَیْسَ شَیْءٌ اَکْبَرُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنَ الدُّعَاءِ۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ الاسلام معین الدین حسن سنجری خواجہ عثمان ہارونی قدس اللہ سرہما العزیز سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ قوت القلوب میں لکھتے ہیں: اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُسْلِمِیْنَ فِی الدُّعَآءِ یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو دعاء بہت کرتے ہیں۔

بعد ازاں فرمایا ایک مرتبہ میں اور بھائی بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ ملتان میں اکٹھے تھے۔ ایک بزرگ صاحب نعمت بھی وہاں موجود تھا۔ دعا کے بارے میں جب گفتگو شروع ہوئی تو اس بزرگ نے فرمایا: جو شخص چار چیزیں اٹھالیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے چار چیزیں اٹھالیتا ہے۔ اوّل: جو زکوٰۃ اٹھالے۔ اللہ تعالیٰ اس سے مال اٹھالیتا ہے جو صدقہ اور قربانی نہ دے۔ اللہ تعالیٰ اس سے آرام اٹھالیتا ہے جو نماز کو ترک کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی موت کے وقت اس سے ایمان چھین لیتا ہے جو دُعا نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول نہیں کرتا۔

اسم اعظم

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ بغداد میں ایک شخص کو ہلاکت کے لئے شیر کے آگے ڈالا گیا۔ سات روز اسی شیر کے پاس رہا۔ لیکن حکمِ الٰہی سے بالکل صحیح سلامت نکل آیا۔ اس کی سلامتی کا باعث یہ تھا کہ اس کے پاس اسم باری تعالیٰ تھا۔ اسم اعظم یہ تھا۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یَا دَائِمٌ بِلاَ فَنَاءٍ یَا قَائِمٌ بِلاَ زَوَالٍ وَیَا اَمِیْرُ بِلاَ وَزِیْرٍ۔

پھر شیخ الاسلام نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ تیرا دشمن یہی تیرا نفس امارہ ہے اور شیطان بھی۔ اتنے میں نماز کی اذان سنائی دی شیخ

الاسلام نماز میں مشغول ہوئے اور میں اور خلقت واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

ماہِ ذوالحجہ کی فضیلت اور نوافل

دوسری ذوالحجہ ۶۵۵ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ماہ ذوالحجہ کی فضیلت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کے ارادہ میں ابو ہریرہ کی روایت کے مطابق لکھا ہے کہ جو شخص ماہ ذوالحجہ کی پہلی رات دو رکعت نماز حسب ذیل طریقہ سے ادا کرے۔ یعنی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ انعام کی تین آیتیں اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ ایک مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ حج کرنے والوں کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھواتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک دفعہ کوئی فاسق و بدکار اور گنہگار مر گیا لوگوں کو اس کے حال پر افسوس تھا کہ تنگ و تاریک قبر میں اس کی کیا حالت ہوگی اسی موقعہ پر ایک بزرگ نے اس کو خواب میں دیکھا' اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے کیا سلوک کیا؟

جواب دیا کہ جب لوگ مجھے قبر میں چھوڑ کر چلے گئے اور فرشتوں نے گرز لیکر مجھے عذاب کرنا چاہا۔ تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اس سے ہاتھ اٹھالو! میں نے اسے بخش دیا اور اسے بہشت میں جگہ دی ہے۔ فرشتوں نے عرض کی کہ یہ جوان بدکار اور گنہگار تھا اس سے ایسی کون سی نیکی ہوئی ہے جس کے سبب تو نے اسے بخشا حکم ہوا کہ جو کچھ تم کہتے ہو ٹھیک ہے! لیکن وہ ہر سال ماہ ذوالحجہ کی پہلی رات دو رکعت نماز ادا کیا کرتا تھا اس لئے میں نے اسے بخش دیا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ کو ہدیہ بھیجا۔ جسے جبرائیل علیہ السلام لے کر آئے۔ اے موسیٰ علیہ السلام جو شخص ذوالحجہ کے پہلے عشرے میں یہ کلمات کہے گا۔ گویا اس نے بارہ ہزار مرتبہ تورات پڑھی اور ان کلمات کے لکھنے والے کو دس ہزار نیکیاں ملیں گی اور اس کی دس ہزار بدیاں دور کی جائیں گی اور ہزار فرشتے درود پڑھیں گے اور اس کا عمل اہلِ زمین سے افضل ہوگا۔

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ الاسلام شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز کے معارف میں فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق لکھا ہے کہ یہ کلمات انجیل میں نازل ہوئے تو ان کی برکت سے نابینا بینا ہو گئے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص ان کلمات کی حرمت و تعظیم کرے' انشاء اللہ اس کا اثر دیکھے گا۔ پہلے روز سو مرتبہ پڑھے۔

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ لہ الملك ولہ الحمد یحیٖ ویمیت وھو حی لا یموت بیدہ الخیر وھو علٰی کل شیء قدیر دوسرے روز سو مرتبہ یہ کلمات کہے۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریك لہ واحد احد صمد فردا وترا لم یتخذ صاحبۃ ولا ولدا تیسرے روز یہ کلمات کہے۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریك لہ احد صمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد چوتھے روز سو مرتبہ یہ کلمات کہے۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ لہ الملك ولہ الحمد یحیٖ ویمیت وھو حی لا یموت بیدہ الخیر وھو علٰی کل شیء قدیر ۔ پانچویں روز یہ کلمات حسبی اللہ و کفٰی وسمع اللہ لمن دعا لیس وراءہ المنتھٰی سبحان من لم یزل کریما ولا یزال رحیما پھر فرمایا کہ

چھٹے روز بھی اسی وقت اور اسی ترتیب سے پڑھے۔

پھر فرمایا کہ ذی الحج کے عشرہ متبرکہ میں وتروں کے بعد اور سونے سے پہلے دو رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور انا اعطینک اور اخلاص ایک ایک مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس قدر ثواب دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی تعداد کسی کو معلوم نہیں اس نماز کا ادا کرنے والا مرنے سے پہلے اپنی جگہ بہشت میں دیکھ لیتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ الاسلام شیخ سعد الدین حمویہ رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ کیا حالت ہے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور ہر ساعت کے بدلے اسی اندازے کے موافق ثواب دیا لیکن جو دو رکعت نماز ذی الحج کے عشرے میں ادا کرتا تھا اس کا ثواب اتنا ملا جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ جمعرات جو اس عشرے میں داخل ہے اور جمعہ۔ دو دن چھ رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور اخلاص پندرہ بار پھر سلام کہے اور یہ کلمات پڑھے۔ **لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین** تو حق تعالیٰ اسے اس قدر ثواب دیتا ہے۔ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ چوبیس ہزار پیغمبروں کا اسے ثواب ملتا ہے اور دوسرے سال تک اس کا گناہ نہیں لکھا جاتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ میرا ایک دوست نہایت صالح مرد تھا وہ نماز ادا کیا کرتا تھا۔ جب فوت ہو گیا تو خواب میں اسے پوچھا کہ حق تعالیٰ نے تجھ سے کیا سلوک کیا۔ کہا: شیخ الاسلام معین الدین حسن سنجری قدس اللہ سرہ العزیز کے اوراد میں لکھا دیکھا تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص ذی الحج کے ایام میں سورہ فجر پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اسے دوزخ کی آگ سے بچا لیتا ہے۔

پھر فرمایا کہ وفات کے بعد شیخ الاسلام معین الدین سنجری قدس اللہ سرہ العزیز کو خواب میں دیکھا اور موت، گور اور منکر نکیر کا حال پوچھا۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ کے فضل سے سب کچھ آسان ہو گیا لیکن جب مجھے عرش کے نیچے لے گئے تو میں نے سر سجدے میں رکھا آواز آئی معین الدین! سر اُٹھاؤ اُٹھایا حکم ہوا کہ تم اتنے کیوں ڈرے؟ عرض کی تیری جباری اور قہاری کے ڈر سے۔ حکم ہوا جو شخص ہمارے کام میں مشغول رہے۔ ہم اس کے کام میں مشغول ہیں اور جس نے ذوالحجہ کے عشرے میں سورۂ فجر پڑھی اسے ڈر سے کیا واسطہ؟ جا! ہم نے تجھے بخش دیا اور تجھے اپنا واصل بنایا۔

پھر فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص عرفہ کے روز چھ رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد **والعصر** ایک مرتبہ۔ دوسری میں فاتحہ کے بعد لایلاف ایک مرتبہ۔ تیسری میں فاتحہ کے بعد **سورہ الکفرون** ایک مرتبہ۔ چوتھی میں فاتحہ کے **اذاجاء نصر اللہ** ایک مرتبہ۔ پھر سلام کہے۔ بعد ازاں دو رکعت اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص تین مرتبہ پڑھے۔ اگر تمام خلقت بھی جمع ہو تو بھی اس نماز کا ثواب بیان نہیں کر سکتی۔

بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص ذوالحجہ کی شب عرفہ کو دو رکعت نماز ادا کرے اور ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد **آیۃ الکرسی** سو مرتبہ پڑھے تو حق تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ ہزار حج کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اجمیر میں کچھ مدت حضرت شیخ الاسلام خواجہ معین الدین سنجری قدس اللہ سرہ العزیز کے روضہ مبارک میں معتکف تھا تو مجھے یہ سعادت حاصل ہوئی۔ چنانچہ عرفہ کی ایک رات روضہ متبرکہ کے نزدیک نماز ادا کی اور وہیں کلام اللہ میں مشغول ہو گیا۔ تھوڑی رات گزری تھی کہ میں نے پندرہ سیپارے ختم کر لئے۔ مجھے ٹھیک یاد نہیں شاید سورۂ کہف میں

یا سورۂ مریم میں مجھ سے ایک حرف ترک ہو گیا۔ حضرت مخدوم کے روضہ مبارک سے آواز آئی کہ یہ حرف چھوڑ گئے ہو۔ اسے پھر پڑھو! دوبارہ آواز آئی کہ تو عمدہ پڑھ رہا ہے۔ خلف الرشید ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ جب میں قرآن شریف ختم کر چکا تو خواجہ صاحب کی پائنتی پر سر رکھ دیا اور رو کر مناجات کی۔ مجھے معلوم نہیں کہ میں کس گروہ سے ہوں یہی فکر تھی کہ روضہ مبارک سے آواز آئی کہ مولانا جو شخص نماز ادا کرتا ہے۔ درحقیقت وہ بخشے ہوؤں میں سے ہے۔ پھر خواجہ صاحب کے قدموں پر سر رکھ دیا تو معلوم ہوا کہ ٹھیک میں اسی گروہ سے ہوں۔ جیسا کہ فرمایا تھا کچھ دیر بعد وہاں سے نکلا اور بہت سی نعمتیں حاصل کر کے واپس چلا آیا۔

بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص عرفہ کے روز چار رکعت نماز ظہر کے بعد اور عصر سے پہلے اس طرح ادا کرتا ہے کہ ہر رکعت میں پچاس بار سورۂ اخلاص اور فارغ ہو کر ہزار بار سورۂ اخلاص پڑھے۔ تو اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مانگے' اسے مل جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ عرفہ کے روز یہ کلمات سو مرتبہ پڑھے ''بسم اللہ ماشاء اللہ لا یعطی الخیر الا اللہ بسم اللہ ما شاء اللہ الخیر کلمه بید اللہ بسم اللہ ما شاء اللہ لا یصرف السواء الا اللہ بسم اللہ ماھنا من نغمة فمن اللہ بسم اللہ ماشاء اللہ لا حول و لا قوة الا باللہ''۔ سرور کائنات ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص عرفہ کے روز آفتاب غروب ہونے سے پیشتر ان کلمات کو سو مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس بات کی منادی کراتا ہے کہ اے بندے! تو نے مجھے خوش کیا ہے۔ اب جو چاہتا ہے مجھ سے مانگ جو بندہ ان کلمات کو سوتے وقت یا بیدار ہوتے وقت پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اسے بلاؤں سے محفوظ رکھتا ہے اور وہ شیطان کے شر سے حفاظت میں رہتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ عید الاضحیٰ کی رات میں بارہ رکعت نماز ادا کرنے کا حکم آیا ہے ہر ایک رکعت میں فاتحہ ایک بار سورۂ اخلاص پانچ بار پڑھے' اس کا ثواب بے حد بے انت ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ عید الاضحیٰ کے روز نماز سے فارغ ہو جائے۔ تو خطبہ سنے اور خطبے کے بعد چار رکعت نماز اس طرح ادا کرے۔ کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد الم نشرح ایک مرتبہ دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد والمرسلات ایک مرتبہ تیسری میں فاتحہ کے بعد والضحیٰ ایک مرتبہ اور چوتھی میں فاتحہ کے بعد اخلاص ایک مرتبہ پڑھے۔

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ الاسلام شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز کے اوراد میں لکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص عید الاضحیٰ کے بعد دو رکعت نماز اپنے گھر میں ادا کرے۔ اور ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد والمرسلات پانچ مرتبہ پڑھے گا وہ حج' عمرہ اور حاجیوں کی دعا میں شامل ہو گا اور سمجھا جائے گا کہ اس نے طواف میں کوشش کی ہے اور حق تعالیٰ اس کے مال میں برکت دے گا۔

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ الاسلام عثمان ہارونی قدس اللہ سرہ العزیز نے لکھا دیکھا ہے کہ سال کے اخیر اور ذوالحجہ کے آخری روز جو شخص یہ دعا پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے سال بھر اپنی حفظ وامان میں رکھے گا۔ دعا یہ ہے۔ بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اللهم ما عمل من عملت فی هذه السنة مما نهیتنی عنه ولم ترضه ولم نسیة ولم تنه وحملت عنی بعد قدرتك علی عقبوتی دعوتنی الی التوبة بعد حرا الیٰ علیك اللهم انی فاستغفربك فیها یا غفور فاغفرلی و ما عملت من عمل رضاه عنی و عدتنی الثواب نتقلة منی و لا تقطع رجائی یا عظیم الرجاء اللهم ارزقنی خیر هذه النسة و ما فیها برحمتك یا رحم الرحمین۔

پھر فرمایا کہ میرے بھائی بہاؤالدین زکریا ملتانی فرماتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ذی الحج کے مہینے کے آخر میں دو رکعت نماز اس طرح ادا کرتا ہے کہ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد کچھ تھوڑا سا قرآن شریف اور سلام کے بعد یہ دعا سات مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے اس سال کے گناہ بخش دیتا ہے شیخ الاسلام ابھی انہی فوائد میں تھے کہ نماز کی اذان ہوئی آپ نماز میں مشغول ہوئے۔ اور میں اور خلقت واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

مذہبِ حنفی افضل ہے

ساتویں ماہ ذی الحج ۶۵۵ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مذہب کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ پہلا مذہب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا دوسرا مذہب امام شافعی رضی اللہ عنہ کا تیسرا مذہب امام مالک رضی اللہ عنہ کا اور چوتھا مذہب امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا۔ پس لوگوں کو چاہیے کہ ان چاروں مذہبوں میں شک نہ کریں۔ تاکہ سنی مسلمان ہوں اور اس بات کا یقین کریں کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب باقی تین سے افضل ہے۔ کیونکہ باقی تینوں سے پہلے یہی مذہب رائج تھا۔ والفضل للمتقدم۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حق مذہب ایک ہی ہے جس مذہب میں ہم ہیں وہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے۔ یہ مذہب بالکل درست ہے۔ اس میں خطاؤں کا احتمال تک نہیں۔ لیکن یہ جو بعض نے کہا کہ چاروں مذہب سنت اور جماعت پر تھے اور کوئی مجتہد ہوائے نفسانی اور بدعت کی طرف مائل نہ تھا۔ کیسے بندگانِ خدا گزرے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سنتِ نبوی کی متابعت کے برخلاف کام کیا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ فتاویٰ ظہیری میں صاحب فتاویٰ لکھتے ہیں کہ جب مسلمانوں کے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے آخری مرتبہ حج کیا تو دل میں سوچا کہ شاید پھر حج کرنے پر قادر نہ ہوسکوں خانہ کعبہ کے دربان کو فرمایا کہ دروازہ کھول دو اور اس بات کی اجازت دو کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرلوں کہا: آپ سے پہلے کسی کو نصیب نہیں ہوا اگر علم میں لوگ آپ کی اقتداء کریں تو میں دروازہ کھول دوں گا' آخر دروازہ کھولا گیا آپ اندر آ گئے اور دونوں ستونوں کے مابین بائیں پاؤں کو دائیں پاؤں پر رکھ کر آدھا قرآن شریف ختم کیا' سلام کے بعد دعاء کی کہ پروردگار! میں نے جیسا کہ حق ہے عبادت نہیں کی اور نہ ہی جیسا پہچاننے کا حق ہے۔ تجھے پہچانا ہے۔ میری خدمت کی کمی سے اپنے کمال معرفت کے سبب درگزر کر۔ ہاتف نے آواز دی اے ابوحنیفہ! واقعی تو نے میری عبادت کی اور مجھے پہچانا میں نے تجھے بخش دیا اور نیز ان کو جو قیامت تک تیرے مذہب کے پیرو ہوں گے۔ جب شیخ الاسلام یہ فوائد بیان ختم کر چکے تو فرمایا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہم آپ ہی کے مذہب میں ہیں۔

پھر فرمایا کہ صحیح روایت سے اسمٰعیل بخاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کو پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیسا سلوک فرمایا: کہا۔ مجھے بخش دیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر میں چاہتا تو تجھے عذاب کرتا بشرطیکہ تو علم بیان نہ کرتا۔ اسمٰعیل فرماتے ہیں میں نے پوچھا کہ امام اعظم کہاں تک ہیں۔ فرمایا: علیین میں۔

بعد ازاں مذہب کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ افسوس! میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا نام نہیں لے سکتا۔ لیکن آپ کا ایک شاگرد محمد شیبانی تھا (امام محمد بن حسن شیبانی)۔ جب وہ سوار ہوتا تو امام شافعی رکاب پکڑا کرتے اور امام محمد کے شاگرد تھے۔ بس یہیں سے معلوم ہو جاتا ہے کہ مذاہب میں کس قدر فرق ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک دفعہ قاضی حمید الدین ناگوری' شیخ قطب الدین بختیار اوشی شیخ جمال الدین تبریزی اور شیخ بدرالدین غزنوی (رحمۃ اللہ علیہم) دہلی کی جامع مسجد میں چند روز معتکف ہوئے ہر ایک نے دو ختم ہر روز وظیفہ مقرر کیا ایک رات ایک دوسرے کو کہا کہ اگر ہو سکے تو ہم ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر عبادت کریں یعنی دو رکعت میں ہی دن چڑھائیں۔ سب نے کہا: بہتر ہے چنانچہ قاضی حمید الدین ناگوری امام بنے اور باقی مقتدی سب ایک پاؤں پر کھڑے ہوئے قاضی صاحب نے ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر قرآن ختم کیا اور چار سیپارے اور دوسری رکعت میں دوسری مرتبہ قرآن مجید کا ختم پورا کیا پھر سلام کہہ کر التجا کی کہ پروردگار! جیسا عبادت کا حق ہے ویسے ہم سے ادا نہیں ہو سکا۔ پس ہمیں بخش اور ہماری خدمت سے اپنے کمال معرفت کے سبب درگزر کر۔ کونے سے آواز آئی کہ اے ہمارے دوستو! تم نے مجھے اچھی طرح پہچانا اور عمدہ طاعت کی پس تمہیں بخشا' اور جو تمہارا مطلوب ہے وہ تمہیں دیا' پھر وہاں سے جدا جدا ہو گئے۔ اور سفر اختیار کیا۔

شجرۂ مذہب

بعد ازاں اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ مذہب کے شجرے سے ضرور واقف ہونا چاہیے۔ پھر فرمایا کہ جس طرح مرید کو اپنے پیر کا شجرہ جاننا ضروری ہے۔ اسی طرح مذہب کا شجرہ جاننا بھی ضروری ہے کہ پروردگار سے کس طرح ملنا ہے۔

پھر فرمایا کہ اگر سوال کیا جائے کہ تو کس کے مذہب میں ہے۔ تو کہو کہ امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں۔ امام اعظم ابراہیم علقمہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں۔ علقمہ رحمۃ اللہ علیہ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں۔ امام نخعی رحمۃ اللہ علیہ امام عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مذہب میں۔ امام ابن مسعود' ابو ہریرہ کے مذہب میں۔ ابو ہریرہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب میں۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ابراہیم خلیل اللہ کے مذہب میں۔ ابراہیم خلیل اللہ حضرت نوح نجی اللہ کے مذہب میں۔ حضرت نوح حضرت شیث علیہ السلام کے مذہب میں۔ حضرت شیث آدم علیہ السلام کے مذہب میں۔ حضرت آدم علیہ السلام جبرائیل علیہ السلام کے مذہب میں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت میکائیل کے مذہب میں۔ حضرت میکائیل اسرافیل کے مذہب میں۔ اسرافیل حضرت عزرائیل کے مذہب میں اور حضرت عزرائیل حضرت احدیت صمدیت کے مذہب میں۔ آگے خدا ہی کو معلوم ہے اور کسی کو معلوم نہیں۔

قرآنی دعاؤں کی برکات

پھر ادعیہ قرآنی اور دُعائے ماثورہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ انسان کو دعاء اور آیات قرآنی سے خالی نہیں ہونا چاہیے ہمیشہ اسی کام میں لگا رہے' تا کہ اللہ تعالیٰ کی امان میں رہے۔

پھر فرمایا کہ تہجد کی نماز میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرض ہے اور ہمارے حق میں سنت اس میں آٹھ رکعت سحر کے قریب ادا کی جاتی ہیں ان رکعتوں میں جس قدر قرآن شریف جانتا ہو۔ پڑھے۔ البتہ قرأت دراز ہونی چاہیے۔ کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرأت دراز کیا کرتے تھے۔

پھر فرمایا کہ ایک بزرگ ابن شیخ قطب الدین نام کے جواز حد بزرگ تھے۔ اُن سے تہجد کی نماز ایک دفعہ فوت ہو گئی' آپ کو زانو میں درد شروع ہوا۔ چند روز اسی درد میں مبتلا رہے۔ آخر معلوم کرنا چاہا کہ درد کیوں ہے؟ آواز آئی' اے بزرگ! تو نے تہجد کی

نماز فوت کر دی اسی وجہ سے تو درد میں مبتلاء ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ الاسلام معین الدین حسن سنجری قدس اللہ سرہ العزیز کے اوراد میں عبد اللہ بن مسعود ؓ کی روایت کے مطابق لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص سورۂ بقر کی دس آیتیں اس ترتیب سے پڑھے کہ چار آیتیں آیۃ الکرسی سے پہلے کی اور چار بعد کی اور دو سورۂ بقر کی آخر کی تو اس گھر میں شام تک شیطان نہیں آتا۔

پھر فرمایا کہ جس کو مفلسی لاحق ہو وہ لاحول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم بکثرت پڑھے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر تھا ایک شخص نے آ کر سلام کیا۔ حکم ہوا۔ بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ گیا۔ عرض کی کہ معاش کی تنگی ہے۔ آپ نے فوراً فرمایا کیا تُو لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم نہیں پڑھتا۔ عرض کی نہیں! فرمایا پیغمبر خدا ﷺ سے روایت ہے کہ جو شخص یہ کلمہ بکثرت پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے مفلسی کی تکلیف سے بچائے رکھتا ہے۔

فرمایا کہ ختم المجتہدین ابو اللیث سمر قندی قدس اللہ سرہ العزیز کی کتاب بقیہ میں لکھا ہے کہ مجھے اس بات کا بڑا تعجب ہے کہ چار چیزوں سے چار گروہ غافل ہیں اوّل وہ گروہ۔ جو غم میں گرفتار ہو۔ اور لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین نہ کہے۔ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ فاستجبنا لہ نجیناہ من الغم کذلک نجی المؤمنین ۝

بعد ازاں فرمایا کہ جب حضرت ایوب صلوٰۃ اللہ علیہ کیڑوں کی بلا میں مبتلا ہوئے تو چالیس سال تک تکلیف اٹھائی جب نجات کا وقت قریب آیا تو مناجات کی۔ حکم ہوا'' لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین '' بہت پڑھا کر۔ چند روز یہ کلمہ پڑھا تو حق تعالیٰ نے آپ کو اس مصیبت سے نجات عنایت فرمائی۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک جوان کو ہارون الرشید نے کسی قصور کے سبب قید کر دیا۔ پھر اس کو ہلاک کرنا چاہا۔ ایک بزرگ نے اسے نہایت غمگین دیکھ کر حال پوچھا۔ اس نے حالِ غم عرض کیا۔ فرمایا کہ یہ آیت پڑھا کرو۔ چند روز پڑھی اور خلعت خاص سے مشرف ہوا۔

بعد ازاں فرمایا: وہ گروہ جو کسی سے ڈرتا ہے۔ لیکن ''حسبی اللہ و نعم الوکیل ''۔ نہیں کہتا۔ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: فانقلبوا بنعمۃ من اللہ و فضل اللہ لم یمسسھم سوء۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک عالم بادشاہ نے جو مجنون ہو گیا تھا۔ خدائی کا دعویٰ کیا۔ اس نے سوچا کہ میں حیلہ کروں۔ جو یہ فن مجھ سے مضبوط ہو جائے۔ ایک وزیر اس کا مکار تھا۔ اس کی طرف رخ کیا۔ وہ آداب بجا لایا۔ کہا: میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں! فرمایا: کہو۔ عرض کی۔ بشرطیکہ تو کر سکے۔ فرمایا: بیان کر۔ عرض کی کہ شہر میں بہت دانشمند ہیں۔ پہلے انہیں بیچ سے اُٹھا۔ جب وہ نہیں آئیں گے تو لوگ اسلام کو بھول جائیں گے۔ پھر جو مرضی ہے۔ آپ دعویٰ کریں۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا تو شہر کے مسلمان گمراہی میں مبتلا ہوئے اور اس نے دعویٰ خدائی کا کیا۔ اسی اثناء میں اہلِ کتاب میں خواجہ حسن بصری ؓ کے مریدوں میں سے ایک بزرگ گرفتار ہو کر آیا۔ تو یہ کلمہ بکثرت کہا کرتا تھا بادشاہ اسے دیکھتے ہی تخت سے اتر آیا اور معافی مانگی اور فرمایا۔

اسے چھوڑ دو! اور خلعت خاص سے مشرف کیا۔ اس بادشاہ نے کہا۔ کہ جب اس بزرگ کو لایا گیا تو اس کے دائیں بائیں دو اژدہا مجھے دکھائی دیئے۔ جن کا ایک ہونٹ زمین پر اور دوسرا آسمان پر اور منہ سے آگ کے پھنکارے مار رہے تھے انہوں نے مجھے نگلنا چاہا۔ میں نے عاجزی کی۔ کہا: اس بزرگ سے دستبردار ہو جا۔ نہیں تو ہم تمہیں ہلاک کر دیں گے۔ جب اس بزرگ سے پوچھا گیا کہ آپ کس طرح رہا ہوئے؟ تو فرمایا کہ میں **حسبی اللہ ونعم الوکیل نعم المولٰی ونعم النصیر** بہت دفعہ پڑھا کرتا تھا۔ جو شخص یہ کلمات بکثرت پڑھتا ہے اسے کوئی چیز ضرر نہیں دیتی۔

بعد ازاں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تیسرا گروہ وہ ہے جو لوگوں کے مکر سے ڈرے اور "**افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد**" نہ پڑھے۔ اس واسطے کے حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ **فوقہ اللہ سیئات مامکروا۔**

پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ جب حجاج بن یوسف کے پاس جاتے تو یہ آیت پڑھتے۔ حجاج بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ قسم کھا کر کہتا تھا کہ مجھے کسی سے اتنا ڈر نہیں لگتا۔ جتنا کہ خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ سے۔ جب رُخ ہی دکھاتے ہیں تو میں کانپ جاتا ہوں ان کے ہمراہ دو شیر آتے تھے۔ جو گویا مجھے ابھی پھاڑ کھائیں گے۔

بعد ازاں فرمایا کہ چوتھا گروہ وہ جو بہشت کی طرف مائل ہے۔ لیکن **ما شاء اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ** نہیں کہتا۔ **قولہ تعالیٰ معنی الی یوتین خیرا من جنتک۔**

بعد ازاں فرمایا کہ تابعین کے آثار میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک جوان نہایت فاسق ہمیشہ بدکاری میں مشغول رہتا۔ لیکن سوتے وقت یہ کلمات بہت دفعہ پڑھا کرتا تھا۔ الغرض: جب فوت ہو گیا تو کسی مرد خدا نے خواب میں دیکھا کہ بہشت میں ٹہل رہا ہے۔ متعجب ہو کر پوچھا تو کہا: اگرچہ میں یہ کام کیا کرتا تھا۔ لیکن صبح و شام یہ کلمات **ماشاء اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ** بکثرت کہا کرتا تھا جو سعادت مجھے نصیب ہوئی اسی کے سبب سے ہوئی۔

خوف و عذابِ قبر سے نجات کے لئے

بعد ازاں قبر کے ڈر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ ایک شخص نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ فرمایا کہ میں ایک ایسی چیز بتاتا ہوں اگر تو کرے گا تو نہیں ڈرے گا' فرمایا: جو شخص جمعرات کو دو رکعت نماز ادا کرے اور ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور اخلاص پچاس بار پڑھے تو منکر اور نکیر سے امن میں رہے گا۔

بعد ازاں فرمایا کہ اس شخص نے دو رکعت نماز ادا کرنے کی عادت مقرر کی۔ شرح اولیاء میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ جب وہ شخص مر گیا تو خواب میں اس سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے کیسا سلوک کیا اور منکر نکیر سے کس طرح رہائی پائی؟ کہا: جب منکر نکیر نے آ کر مجھ سے پوچھا اور میں جواب نہ دے سکا تو مجھے عذاب کرنا چاہا۔ حکم ہوا کہ اس بندے سے ہاتھ اٹھا لو! کیونکہ میں نے اسے بخش دیا ہے تو مجھ سے دست بردار ہوئے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک شخص نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ **ھل عندک ضغطۃ القبر۔ قال نعم** ۔یعنی تیرے پاس کوئی ایسی چیز ہے۔ جو قبر کے عذاب سے چھڑائے۔ فرمایا: ہاں! جو شخص دو رکعت نماز ادا کرے اور ہر رکعت میں الحمد ایک بار

اور اذا زلزلت الارض پندرہ مرتبہ پڑھے وہ عنایت الٰہی سے عذاب قبر سے رہا ہوگا۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک دفعہ میں شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھا تھا اور بہت سے بزرگ اور مشائخ حاضر خدمت تھے اور بات قبر کے خوف کے بارے میں ہو رہی تھی۔ مولانا شہاب الدین قریشی بھی جو دہلی کے مفتی تھے۔ حاضر تھے فرمایا: جو ان پانچ سورتوں کو لکھ کر ہر روز پڑھا کرے وہ قبر کے عذاب سے امن میں رہے گا۔ وہ پانچ سورتیں یہ ہیں:

المزمل۔ والشمس۔ والضحی۔ والليل۔ اور الم نشرح۔

بعد ازاں میں نے کہا کہ خاندان سلسلۂ چشتیہ کا ایک درویش فوت ہوگیا۔ جب اسے دفن کیا گیا تو اسی وقت فرشتوں نے آ کر سوال کیا۔ اس درویش نے صحیح جواب دیا اسی وقت اس کی قبر سے روشنی نمودار ہوئی اسے خواب میں دیکھ کر حال پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے کیسا سلوک کیا۔ کہا بخش دیا اور نہایت مہربانی کی جس کی کوئی انتہا نہیں۔ حکم ہوا کہ تجھے اس دعا کے عوض ہم نے بخش دیا۔

ایک آسان عمل اور فوائد کثیر

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ حدیثوں میں لکھا ہے کہ جو شخص نماز فریضہ کے بعد تین مرتبہ سورہ اخلاص اور تین مرتبہ درود شریف پڑھے۔ بعد ازاں ایک مرتبہ یہ آیت پڑھے: ومن يتق الله يجعل له مخرجا ويرزقه من حيث لا يحتسب ومن يتوكل على الله فهو حسبه ان الله بالغ امره قد جعل الله لكل شيء قدرا۔ اور آسمان کی طرف پھونکے تو حق تعالیٰ اس بندے کو تین نعمتیں عنایت کرتا ہے ایک درازی عمر۔ دوسرے زیادتی مال۔ تیسرے نجات کہ بہشت میں بے حساب داخل ہوگا۔

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ یہی حکایت بیان فرما رہے تھے کہ نماز کی اذان ہوئی آپ نماز میں مشغول ہوئے۔ میں اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔

درود شریف کی برکات وفوائد

بیسویں ماہ مذکور ۶۵۵ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ چاشت کے وقت مجلس خانہ میں بیٹھے تھے اور بہت سے درویش حاضرِ خدمت تھے۔ میں آداب بجالایا تو فرمایا کہ اے خدا کے دوست! بیٹھ جا۔ میں بیٹھ گیا۔ حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ اِلتجاء کی ہے کہ مولانا نظام الدین جو کچھ اللہ تعالیٰ سے طلب کریں۔ انہیں مل جائے۔

بعد ازاں درود کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ آثار مشائخ میں آیا ہے اور میں نے لکھا بھی دیکھا ہے کہ جو شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے وہ گناہوں سے ایسا پاک ہوتا ہے گویا ابھی ماں کے پیٹ سے نکلا ہے اور ایک لاکھ نیکی اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہے اور اسے اولیاء اللہ سے پکارا جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ صحابہ تابعین اور مشائخ میں سے ہر ایک نے اسے اپنا وظیفہ مقرر کیا اگر کسی رات اس وظیفے میں ان سے ناغہ ہو جاتا تو اپنے آپ کو مردہ تصور کرتے اور اپنا ماتم کرتے کہ آج رات ہم مردے ہیں اگر زندہ ہوتے تو خواجہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے درود

میں ہم سے ناغہ نہ ہوتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ یحیٰ معاذ رحمۃ اللہ علیہ سے درود کا وظیفہ فوت ہو گیا۔ ہر روز تین ہزار مرتبہ درود پڑھا کرتے تھے۔ الغرض۔ جب دن ہوا تو اپنا ماتم کیا اور جیسے کوئی مردے کے ماتم کے لئے بیٹھتا ہے اس طرح بیٹھے لوگوں نے آ کر حالت پوچھی کہ کیا سبب ہے؟ فرمایا: آج رات وظیفے میں مجھ سے ناغہ ہو گیا۔ یہ ماتم اسی وجہ سے ہے کیونکہ میں اس جہان کی سعادت سے محروم رہ گیا ہوں۔ خواجہ یحیٰ معاذ ذرازی یہی حکایت بیان کر رہے تھے کہ فرشتہ غیبی نے آواز دی کہ اے یحیٰ! جس قدر ثواب تجھے ہر رات کو ملا کرتا تھا۔ اس سے کئی سو گنا گزشتہ رات کا ثواب دیا اور تیرا نام درود بھیجنے والوں میں لکھا گیا۔ پھر شیخ الاسلام روئے اور فرمایا کہ خواجہ شائی رحمۃ اللہ علیہ نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ خواجہ صاحب سے چہرہ مبارک چھپا لیا۔ خواجہ صاحب نے دوڑ کر پاؤں مبارک پر بوسہ دیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری جان آپ پر فدا ہو کس واسطے چہرہ مبارک مجھ سے چھپایا بغل میں لے کر فرمایا کہ تو نے درود بھیج کر میری اس قدر مدح کی ہے کہ اب میں شرمندہ ہوں کہ میں کس طرح عذر خواہی کروں؟

بعد ازاں شیخ الاسلام زار زار روئے اور فرمایا: سبحان اللہ ! اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں کہ جن سے کثرت درود کے سبب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم شرمندہ ہیں۔ ان کی زبان پر ہزار ہا رحمت ہو۔ جو اس ثواب کو حاصل کرتے ہیں اور اسی حالت میں مرتے ہیں اور اسی حالت میں ان کا حشر ہوتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ یہودیوں کا ایک گروہ بیٹھا تھا ایک مسلمان درویش نے آ کر ان سے کچھ مانگا۔ انہوں نے بطور تمسخر کہا کہ اب شاہِ* جوانمرداں آ رہے ہیں۔ وہ تجھے کچھ دیں گے۔ اس نے آپ رضی اللہ عنہ کا دستِ مبارک پکڑ کر سلام کیا اور اپنی تنگی ظاہر کی جب آپ نے دیکھا تو کچھ نہ پایا۔ لیکن بسبب دانائی تاڑ گئے کہ یہودیوں نے اسے آزمائش کے لئے بھیجا ہے۔ الغرض اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کی ہتھیلی پر دس مرتبہ درود شریف پڑھ کر پھونکا اور فرمایا: مٹھی بند کر لے۔ جب وہ ان کے پاس آیا تو پوچھا کیا ملا؟ کہا: دس مرتبہ درود شریف پڑھ کر مٹھی پر پھونکا۔ انہوں نے کہا کھول! جب مٹھی کھولی تو دیناروں سے پُر تھی اس روز کئی یہودی مسلمان ہوئے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ ہارون الرشید تقریباً چھ مہینے تک بیمار رہ کر قریب المرگ ہوا۔ اتفاقاً شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ اس کے پاس سے گزرے۔ جب اس نے سنا تو کسی کے ہاتھ بلوا بھیجا۔ جب آپ نے دیکھا تو کہا: دیکھو! آج ہی بیماری رفع ہو جائے گی۔ ایک مرتبہ درود شریف پڑھ کر اس پر ہاتھ پھیرا تو فوراً تندرست ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ یہ صحت اسی درود شریف کی برکت سے حاصل ہوئی۔

بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص یہ درود پڑھے۔ بہتر ہے۔ لیکن نماز میں اور بھی بہتر ہے۔ گو سارے درود یکساں ہیں۔ لیکن فضیلت میں ذرا ذرا فرق ہے۔ وہ پنج درود یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ اللھم صلی علیٰ محمد بعد و من صلی علیہ وصل علیٰ محمد بعد ومن لم تیصل علیہ وصلی علیٰ محمد کما تحب و ترضی ان تصلی علیہ وصلی علیٰ محمد کما ینبغی الصلوٰۃ علیہ وصل علیٰ محمد کما امر تنا بالصلوٰۃ علیہ۔

*

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہی سبب ہے کہ مولانا الفقید الحسن زندوسی رحمۃ اللہ علیہ نے روضہ مبارک میں درود کے متعلق لکھا ہے کہ اوّل امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیسا سلوک فرمایا: کہا: پنج درود کی بابت بخش دیا۔ دوسری فضیلت یہ ہے کہ ایک روز سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے اور ساتھ اصحاب تھے اتنے میں ایک شخص آیا۔ فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اوپر بیٹھو! ابوبکر رضی اللہ عنہ سوچ میں پڑ گئے۔ یاروں نے خیال کیا کہ شاید حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں نہیں تو اور کسی کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہوسکتا ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ اس شخص نے مجھ پر اس قدر درود بھیجا ہے کہ کسی نے نہیں بھیجا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاید یہ کھاتا پیتا نہیں ہے اور نہ کسی اور کام میں مشغول ہوتا ہے فرمایا: کھاتا پیتا بھی ہے اور کام بھی کرتا ہے صرف ایک مرتبہ دِن کو اور ایک مرتبہ رات کو مذکورہ بالا درود بھیجتا ہے۔ شیخ الاسلام ابھی یہی فوائد بیان کر رہے تھے کہ اتنے میں پانچ درویش آ پہنچے آداب بجالائے۔ حکم ہوا بیٹھ جاؤ! بیٹھ گئے تو عرض کی کہ ہم مسافر ہیں۔ خانہ کعبہ کی زیارت کا اِرادہ ہے۔ لیکن خرچ نہیں۔ کچھ عنایت ہو۔ تا کہ فراخ دِلی سے ہم سفر کر سکیں۔ شیخ الاسلام یہ سن کر سوچ میں پڑ گئے۔ مراقبہ کر کے کھجوروں کی چند گٹھلیاں لیں اور کچھ پڑھ کر ان پر پھونکا اور دے دیں درویش حیران رہ گئے شیخ الاسلام نے فرمایا کہ دیکھو! جب دیکھا تو وہ دینار تھے۔ آخر شیخ بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے معلوم ہوا کہ شیخ الاسلام نے درود پڑھ کر ان پر دم کیا تھا۔ اس درود کی برکت سے وہ دینار ہو گئے تھے۔

آیۃ الکرسی کی فضیلت

پھر آیۃ الکرسی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جس روز آیۃ الکرسی نازل ہوئی تو ستر ہزار مقرّب فرشتے کرسی کے اردگرد مع حضرت جبرائیل علیہ السلام سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ اسے بڑی تعظیم و تکریم سے لو اور سر آنکھوں پر رکھو۔ حضرت جبرائیل نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حکمِ الٰہی یوں ہے کہ جو میرا بندہ مقررہ آیۃ الکرسی پڑھے گا۔ ہر حرف کے بدلے میں ہزار ہزار سال کا ثواب اس کے نام لکھا جائے گا اور اس کرسی کے گرد کے ہزار فرشتے اپنے ہزار ثواب اسے دیں گے اور اسے اپنا مقرب بنا لیں گے۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ فتاویٰ ظہیری میں لکھا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص آیۃ الکرسی پڑھ کر گھر سے نکلے تو اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ واپس آنے تک اس کی بخشش کے لئے اِلتجاء کریں۔

پھر فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سنا ہے کہ جو شخص آیۃ الکرسی پڑھ کر گھر میں داخل ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے گھر سے مفلسی دور کرتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جامع الحکایات میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ کوئی درویش گھر میں تھا ایک رات اس کے گھر میں دس آدمی گھس آئے اس درویش نے آیۃ الکرسی پڑھ کر باہر دم کیا ہوا تھا۔ وہ چور اندھے ہو گئے درویش نے اٹھ کر یہ حالت دیکھی تو پوچھا کہ کون ہو؟ کہا: ہم چور ہیں چوری کرنے کی غرض سے آپ کے گھر آئے تھے۔ اندھے ہو گئے اب دعا کرو کہ ہمیں آنکھیں مل جائیں۔ ہم نے اس کام سے توبہ کی اور آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ اس بزرگ نے مسکرا کے فرمایا۔ آنکھیں کھولو! اللہ

تعالیٰ کے حکم سے بینا ہو گئے۔ اور سب توبہ کر کے مسلمان ہو گئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

دعاؤں کے خزانے

ستائیسویں ماہ مذکور ۶۵۵ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا دعا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ محمد شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق پڑھا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جسے کوئی مہم یا غم پیش آئے یا کوئی ایسا کام درپیش ہو جو قابل اصلاح نہ ہو تو صبح کی نماز کے بعد سو مرتبہ **لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یا حیی یا قیوم یا فردیا و تریا احدیا صمد فان لم یصلح قدلنا علی الھدیٰ** پڑھے۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا: ایک دفعہ میں شیخ الاسلام قطب الدین اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ دُعا کے بارے میں فرما رہے تھے کہ جسے تنگی معاش ہو۔ وہ کشائش کے لئے یہ دُعا پڑھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یا دائم العز والملك والبقایا ذالمجد والعطا یا ودود ذوالعرش المجید الفعال لما یرید ۔

پھر فرمایا کہ جو شخص عاجزی کے وقت ان اسماء کو ہزار مرتبہ کہے تو اس کی وہ مہم ضرور بالضرور سرانجام ہو جاتی ہے اور وہ اسماء یہ ہیں۔ **اقوی معین واھدی دلیل بحق ایاك نعبد وایاك نستعین۔**

بعد ازاں فرمایا کہ امام زاہد رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر میں مَیں نے لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص چاہے کہ اس کے اعمال قبول ہوں وہ یہ دعا پڑھے۔ **ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم** جب دُنیا اور آخرت کی تنگی سے نجات چاہے اور دوزخ سے خلاصی تو یہ آیت پڑھے۔ **ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار** اور جب ہر حالت میں صابر ہونا چاہے اور ہر کام میں ثابت قدم ہونا چاہے اور دشمنوں پر فتح پانی چاہیے تو یہ آیت پڑھے: "**ربنا افرغ علینا صبر اوثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین**" جب چاہے کہ دِل امن وامان میں اور باایمان رہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اس پر نثار ہو تو یہ آیت پڑھے: **ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنك رحمۃ انك انت الوھاب۔**

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز تھے اور ساتھ صحابہ کرام بیٹھے تھے اور گزشتہ پیغمبروں کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی اسی اثناء میں ایک یار نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میرے دل میں ایمان کس طرح محفوظ ہو کہ میں باایمان ہو جاؤں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر عرض کی کہ میں یہ آیت لایا ہوں جو اسے ہمیشہ پڑھے گا اس کا دِل ایمان سے مطمئن رہے گا اور امید ہے کہ دنیا سے باایمان ہو کر جائے گا۔

شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی۔ جب صحابہ نے اِلتجاء کی تھی اس موقعہ پر فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے ملنا چاہے تو یہ آیت بکثرت پڑھے۔ **انك جامع الناس یوم لا ریب فیہ ان اللہ لا یخلف المیعاد۔**

بعد ازاں فرمایا کہ جب کوئی شخص اس آیت پر مداومت کرے وہ ضرور اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے ملتا ہے ایسی سعادت سے اپنے آپ کو محروم نہیں رکھنا چاہیے۔

پھر فرمایا کہ اگر کوئی نیک لڑکا لینا چاہیے۔ یا اس کا غلام بھاگ گیا ہو یا اسے کوئی مہم پیش آئی ہو تو یہ آیت پڑھے: رب ھب لی من لدنک ذریۃ طیبۃ انک سمیع الدعاء۔ بعد ازاں فرمایا کہ حضرت زکریا صلوٰۃ اللہ علیہ مناجات میں یہی آیت پڑھا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے دُعا قبول فرما کر یحییٰ جیسا فرزند عنایت فرمایا جو جوانی اور لڑکپن میں خوفِ خدا سے اس قدر روئے کہ آپ کے رخساروں کا سارا گوشت و پوست گل گیا۔ آپ کے والدین بھی روئے کہ بیٹا! تو ابھی بچہ ہے تو کیوں روتا ہے؟ عرض کی والدہ صاحبہ! جب آپ چولہے میں آگ جلانا چاہتی ہیں تو پہلے چھوٹی لکڑیاں رکھ کر اوپر بڑی رکھتی ہیں اس واسطے میں ڈرتا ہوں کہ شاید قیامت کے دِن دوزخ میں پہلے چھوٹوں کو ڈالا جائے اور بعد میں بڑوں کو۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ میں سیوستان کی طرف مسافر تھا۔ وہاں کے ولیوں اور بزرگوں سے ملاقات کی۔ ایک روز شیخ محمد سیوستانی کی خدمت میں حاضر تھا۔ جو صاحب ولایت بزرگ تھے سلوک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ درویش آپس میں بحث کر رہے تھے اتنے میں ایک شخص آ کر آداب بجالایا اور بیٹھ گیا۔ خواجہ محمد سیوستانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی طرف دیکھتے ہی درویشوں کو فرمایا کہ حاجت مند آیا ہے۔ اس شخص نے سجدہ کیا کہ واقعی: فرمایا: جاؤ! یہ آیت پڑھا کرو اللہ تعالیٰ تمہیں فرزند عنایت کرے گا رب ھب لی من لدنک ذریۃ طیبۃ انک سمیع الدعاء مدت کے بعد اس کے ہاں فرزند پیدا ہوا جس نے پابرہنہ ستر ۷۰ حج کیے اور صاحب سجادہ ہوا۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو جو مکاشفہ ہوا۔ اسی نیت میں وہ مر گیا۔

بعد ازاں فرمایا کہ کشاف میں مَیں نے لکھا دیکھا ہے کہ جب کوئی شخص نیک مردوں کے عہد میں پہنچنا چاہے اور عرصاتِ (زمانہ- فاصلہ- میدان وغیرہ) قیامت کو دیکھنا چاہے تو یہ آیت بکثرت پڑھے۔ ربنا اتنا ما وعدتنا علٰی رسلک ولا تخزنا یوم القیمۃ انک لا تخلف المیعاد۔

پھر ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک شخص بخارا میں نہایت مشہور بدکار تھا۔ جب مر گیا تو خواب میں اسے لوگوں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں اور اولیائے کرام میں کھڑا ہے حیران ہو کر وجہ پوچھی۔ کہا: تفسیر کشاف میں پڑھا ہے کہ جو شخص یہ آیت پڑھے۔ ربنا اتنا ما وعدتنا علٰی رسلک ولا تخزنا یوم القیمۃ ...... الخ اللہ تعالیٰ نیک مردوں سے ملاتا ہے۔ میں نے صدق نیت سے یہ آیت پڑھی تھی۔ اللہ تعالیٰ چونکہ اندک پذیر اور بسیار بخش ہے۔ اس نے میری یہ طاعت قبول فرمائی اور مجھے بخش دیا اور حکم ہوا کہ ان میں جا ملو۔

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا کہ جب کوئی ظالموں کی صحبت سے نجات حاصل کرنا چاہے تو اسے یہ آیت بکثرت پڑھنی چاہے۔ ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا واجعل لنا من لدنک نصیرا اس آیت کے پڑھنے والے کو اپنے دوستوں کی صحبت کی نعمت عنایت فرماتا ہے اور ہمیشہ فتح و نصرت اس کے نصیب کرتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ غولِ بیابانی کی جنگ میں عاجز آ گئے تو پیغمبرِ خدا ﷺ کی طرف لکھا کہ جو جنگ کی شرائط تھیں۔ میں سب بجا لا چکا ہوں جب یہ خط پہنچا تو آنحضرت ﷺ پریشان ہوئے۔ فوراً جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر آئے۔ ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا ...... الخ

آنحضرت ﷺ نے یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لکھ بھیجی کہ اسے ہمیشہ پڑھا کرو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی برکت سے

فتح ونصرت نصیب کی۔ چنانچہ اس غولِ بیابانی کو دوسرے روز ہی مدینے میں پکڑ لائے۔

پھر فرمایا کہ مولانا برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر میں "صاحبِ ہدایہ" لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص چاہے کہ اس پر برکت و رحمت نازل ہو۔ روزی فراخ ہو اور کسی کا محتاج نہ ہو تو یہ آیت پڑھے۔ ربنا انزل علینا مائدة من السمآء تکون لنا عید الاولنا واٰخرنا واٰیة منك وارزقنا وانت خیر الرازقین۔

بعدازاں فرمایا کہ یہ آیت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے حق میں تھی۔ سب بوجہ گمراہی ناشکر گزار ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں سؤر اور ریچھ کی صورت میں تبدیل کیا۔

بعدازاں فرمایا کہ جب کوئی شخص دُنیا و آخرت میں اہلِ ظلم سے نہ ملنا چاہے تو یہ آیت بکثرت پڑھے۔ ربنا لا تجعلنا فتنه للقوم الظالمین۔

پھر فرمایا جو شخص چاہے کہ اس کی زندگی خیر و سلامتی اور ایمان کے ساتھ گزرے تو یہ آیت پڑھے۔ ربنا افرغ علینا صبرا وثبت اقدمنا وانصرنا علی القوم الکافرین

بعدازاں فرمایا کہ ایک مرد کسی ظالم کے ہاتھ گرفتار ہوا اور اس نے یہ آیت پڑھی۔ ربنا لا تجعلنا فتنة للقوم الظالمین ونجنا برحمتك من القوم الکافرین ۔ جب چاہے کہ مسلمان ہو کر مرے اور اپنے آپ کو نیک مردوں میں ملائے تو یہ آیت پڑھے۔ فاطر السمٰوٰت والارض ﻣ انت ولیٖ فی الدنیا والاخرة توفنی مسلما والحقنی بالصالحین۔

پھر فرمایا کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام اکٹھے ہوئے تو کچھ دیر بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے سجدے میں گر کر یہ پڑھا۔ فاطر السمٰوٰت والارض انت وَلیٖ فی الدنیا والاخرة توفنی مسلما والحقنی بالصالحین اور زار زار روئے اور عرض کی کہ مجھے بادشاہی تو عنایت فرمائی ہے۔ لیکن یہ میری خواہش نہ تھی۔ یہ تیری مرضی پوری ہوئی ہے۔ پروردگار! قیامت کے دِن مجھے بادشاہوں میں نہ اُٹھانا۔ مجھ بیچارے میں یہ طاقت نہیں۔ کہ تو میرا حشر بادشاہوں میں کرے۔

اگر کوئی شخص دیو پری اور دشمنوں کے شر سے امن میں رہنا چاہے اور بت پرستی میں مبتلا نہ رہنا چاہے تو یہ آیت بکثرت پڑھے۔ رب اجعل هذا البلد اٰمنا واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام۔

بعدازاں فرمایا کہ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے یاروں کو پند و نصیحت فرما رہے تھے اسی اثناء میں اعرابی آیا اور آداب بجالایا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کوئی ایسی بات بتائیں جس کے سبب میں اور میری اولاد بت پرستی سے بچ جائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم! نے سکوت فرمایا اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لائے اور عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! حکم ہوا ہے کہ یہ آیت اس اعرابی کو دو تا کہ یاد کر کے بکثرت پڑھا کرے اللہ تعالیٰ اسے بت پرستی سے بچالے گا۔

بعدازاں فرمایا کہ جو شخص کافروں سے مغلوب نہ ہونا چاہے۔ وہ یہ آیت پڑھے۔ ''ربنا لا تجعلنا فتنة للذین کفروا واغفرلنا ربنا انك انت العزیز الحکیم'' اور جب چاہے کہ ایمانی نور اس کے دِل میں کامل ہو جائے تو یہ آیت بکثرت پڑھے۔ ''ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا انك علی کل شیءٍ قدیر''۔

بعد ازاں میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ سب کچھ تمہاری ترغیب کے لئے ہے۔ اس واسطے کہ پیر مرید کو سنوارنے والا ہوتا ہے۔ جب تک مرید کو کما حقہٗ ساری آلائشوں سے صاف نہ کرے اور طریقت کی راہ طے کرنے کے لئے اسے پاک نہ کرے سمجھے کہ وہ بیچارہ گمراہی میں رہے گا۔ کبھی بھی اس سے نہ نکل سکے گا۔

پھر فرمایا کہ رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص اس دُعا کو دِن میں ایک مرتبہ پڑھے۔ اگر کسی دِن مرجائے تو بہشتی ہوگا۔ اگر اس رات بھی مرے تو بہشتی ہوگا۔ دُعا یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لا الہ الا انت خلقتنی و انا عبدك و انا علٰی عھدك و وعدك ما اسطعت اعوذ بك من شرما صنعت استغفرك بذنبی فاغفرلی فانه لا یغفر الذنوب الا انت برحمتك یا ارحم الراحمین۔

بعد ازاں فرمایا کہ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے اس دعاء کی بابت پیغمبر خدا ﷺ سے سنا ہے ہر فریضہ نماز کے بعد بلا ناغہ پڑھتا ہوں۔

پھر فرمایا کہ وفات کے بعد لوگوں نے خواب میں دیکھ کر آپ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیسا سلوک کیا فرمایا بخش دیا اور اس دُعا کی برکت سے جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائی تھی بہشت عطاء فرمایا۔

بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص ہر روز رات تک یہ دعاء پڑھے تو اس کی برکت سے اس روز کی بلائیں اس سے دور رہیں گی۔ جب مصیبت آسمان سے نازل ہوتی ہے تو اس دعا کے پڑھنے والے سے دور ہی رہتی ہے۔ اگر اس شخص میں صدق اور اخلاص نہ ہو۔ تو دعا کو رد کر کے اس شخص پر نازل ہوتی ہے۔ میں نے یہ خواص شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سنے ہیں۔ کہ انسان کو کسی حالت میں دُعا کرنے اور شفیع بنانے سے خالی نہ رہنا چاہیے۔

پھر فرمایا کہ ابو طالب "قوت القلوب" میں لکھتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص اس دعاء کو پڑھے رات تک اسے کوئی مصیبت نہیں پہنچتی۔ دُعاء یہ ہے۔ **بسم اللہ الرحمن الرحیم انت ربی لا الہ الا انت علیك توکلت و انت رب العرش العظیم ماشاء اللہ کان ولم یشاء لم یکن اشھد ان لا الہ الا اللہ واعلم ان اللہ علی کل شی قدیر و ان اللہ قد احاط بکل شیء علما و احصی کل شئی عدوانی اعوذبك من شر نفسی ومن شر غیر ومن شر کل دابۃ الت اخذبنا صلیتھا ان ربی علٰی صراطٍ مستقیم۔**

بعد ازاں فرمایا کہ قاضی امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ اپنے کفایہ میں لکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک بزرگ کے ہاں ایک جوان لونڈی تھی اور وہ خود بڈھا تھا لیکن اس لونڈی نے اس سے عاجز آ کر بار ہا لوگوں سے شکایت کی کہ میں کیا تدبیر کروں جس کے سبب بڈھے سے خلاصی ہو اس کے پڑوس میں ایک بڑھیا رہتی تھی اس نے کہا میں اس مطلب کے لئے تجھے زہر ہلاہل دوں گی کوزے میں ڈال کر افطار کے وقت اسے دے دینا اس لونڈی نے زہر دے دیا لیکن ذرہ بھر اثر نہ ہوا لونڈی منتظر تھی کہ اب بڈھا زاہد مرتا ہے جب دن ہوا تو لونڈی نے بے تاب ہو کر ساری کیفیت زاہد کو سنائی کہ خواہ رکھ خواہ مار۔ میں نے تجھے زہر دیا تھا لیکن اس نے کچھ اثر نہ کیا زاہد نے مسکرا کر فرمایا میں ایک دعا پڑھتا ہوں جو اسے پڑھتا ہے وہ تمام بلاؤں سے بچا رہتا ہے وہ دعا یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم بسم اللہ خیر الاسماء بسم اللّٰہ رب الارض و رب السماء بسم اللہ

الذی لا یضر مع اسمہ شیء فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ دعا کی شرائط بہت ہیں اگر میں بیان کروں تو بیان طویل ہو جائے گا۔ لیکن پہلی شرط یہ ہے کہ شروع اللہ کے نام سے کرے۔ کیونکہ رسولِ خدا ﷺ فرماتے ہیں۔ ''کل امر ذی بال لم یبدا فیہ بہ بسم اللہ فھو ابتــــر''۔ پہلے بسم اللہ پڑھنی چاہیے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اپنے اہل کو خلخال (پائل۔ پازیب) کی بلند آوازی سے منع کرے۔ کیونکہ رسولِ خدا ﷺ فرماتے ہیں۔ ان اللہ لا یستجیب دعاء قوم یرضون من نسآء ھم یلبسون خالخال مع الصوت ۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اس کے شروع اور انجام میں صدقہ دے۔ چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت روایت ہے کہ آپ کو کچھ ضرورت تھی۔ جس کے واسطے آپ بادشاہ کے پاس گئے۔ ایک درویش کو صدقہ دے کر فرمایا کہ دعا کرو۔ میری حاجت پوری ہو۔ اس واسطے شرط یہ ہے کہ جو شخص بادشاہ کے پاس جائے۔ دربان کو کچھ دے۔ چونکہ درویش اللہ تعالیٰ کے دربان ہوتے ہیں۔ جب وہ خوش ہوں گے تو حاجت پوری ہو جائے گی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

یکم محرم ۶۵۶ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اجودھن کے تمام باشندے چھوٹے بڑے مشائخ درویش اور مسکین آکر آپ کے دستِ مبارک کو بوسہ دیتے۔ شیخ صاحب مصلّی کے نیچے ہاتھ ڈال کر جو کچھ کسی کی قسمت ہوتی دیتے۔ لوگ جو شیرینی لائے اس کا ڈھیر لگ گیا۔ اس میں سے تھوڑی تھوڑی درویشوں کو دیتے اس روز شہر کا کوئی غریب و مسکین خالی نہ گیا۔ آپ کی یہ عادت تھی کہ ہر ماہ کے آخر میں اسی طرح کرتے۔

بعد ازاں محمد احمد بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے جو واصل حق تھے۔ آکر سلام کیا اور بیٹھ گئے شیخ الاسلام مراقبہ میں تھے۔ اسی وقت ذکر کرنے لگے۔ اس قدر ذکر کیا کہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ شیخ قطب الدین بختیار اوشی کا خرقہ لا کر آپ پر ڈالا گیا۔ دیر بعد ہوش میں آئے اور حاضرین سربسجود ہوئے۔ لیکن مجھے معلوم نہ ہوا کہ یہ کیا ماجرا ہے اس نے بھی کہا کہ اسی وقت مر کر آؤ تا کہ نماز جنازہ ادا کریں پھر شیخ الاسلام اور حاضرین نے نمازِ جنازہ ادا کی۔

بعد ازاں فرمایا کہ رسولِ خدا ﷺ سے خبر ہے کہ غائب کی نماز جنازہ ادا کرنی روا ہے۔ کیونکہ جب امیر المؤمنین حمزہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے یار شہید ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے ہر ایک کے لیے علیحدہ علیحدہ نمازِ جنازہ ادا کی۔

عاشورۂ محرم کی فضیلت

پھر عاشورہ کے عزہ متبرکہ کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ اس عشرہ میں کسی اور کام میں مشغول نہیں ہونا چاہیے۔ صرف طاعت، تلاوت، دعا اور نماز میں۔ اس واسطے کہ اس عشرہ میں قہر ہوا ہے اور رحمت نازل ہوتی ہے۔

پھر فرمایا کہ اس عشرہ میں بہت سے مشائخ نے تفریح دُنیا کا عذاب اپنے سر لیا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اس عشرہ میں رسولِ خدا ﷺ پر کیا گزری؟ اور آنحضرت ﷺ کے فرزند کس بے رحمی سے شہید کیے گئے بعض پیاس کی حالت میں شہید ہوئے اور بے دینوں نے انہیں پانی کا ایک قطرہ بھی نہ دیا۔ جب شیخ الاسلام یہ فرما چکے۔ تو نعرہ مار کے بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا: کیسے سنگِ دل کافر بے عاقبت بے سعادت اور

نامہربان تھے۔ حالانکہ انہیں معلوم تھا کہ دین و دنیا اور آخرت کے بادشاہ کے فرزند ہیں۔ پھر بھی انہیں بڑی بے رحمی سے شہید کیا گیا۔ انہیں یہ خیال نہ آیا کہ قیامت کے دِن رسول اللہ ﷺ کو کس طرح منہ دکھائیں گے۔

پھر فرمایا کہ محرم کے غزہ میں اس دُعا کے لیے حکم ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم أللھم انت اللہ الابدی القدیم وھذہ سنة جدید اسئلك فیه العصمة من الشیطٰن الرجیم والامان من شیطن ومن کل شردین ومن البلایا والافات فذلك ونسئلك العون والعدل علٰی ھذہ النفس الا مارة بالسوء والاشتغال بما یقربنی الیك یا رحمٰن یا رَؤف یا رحیم یا ذوالجلال والاکرام برحمتك یا ارحم الراحمین۔

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ الاسلام معین الدین حسن سنجری قدس اللہ سرہ العزیز کے اوراد میں لکھا ہے کہ جو شخص ماہ محرم کی پہلی رات کو چھ رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور اخلاص دس بار۔ روایتِ صحیحہ کے مطابق دو رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور سورۃ یٰسین ایک بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے بہشت میں دو ہزار ایسے محل عنایت کرے گا۔ جن میں ہر ایک میں یاقوت کے دو ہزار دروازے ہوں گے اور ہر دروازے پر زبرجد کے تخت پر حور بیٹھی ہوگی اور اس نماز کے پڑھنے والے کی چھ ہزار بلائیں دور ہوتی ہیں اور چھ ہزار نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ امام شعبی علیہ الرحمۃ کے کفایہ میں لکھا ہے کہ جو شخص عاشورہ کے روز سو مرتبہ یہ کلمہ کہے۔ اللہ تعالیٰ اسے دوزخ کی آگ سے آزاد کر دیتا ہے۔ وہ کلمہ یہ ہے: **لا الٰہ الااللہ وحدہٗ لا شریك لهٗ لهٗ الملك وله الحمد یحیی ویمیت وھو لا یموت بیدہ الخیر وھو علٰی کل شیءٍ قدیر لا مانع بما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا راد لما قضیت ولا ینفع ذالجد منك الجد** اور پھر ہاتھ چہرہ پر ملے تو حق تعالیٰ اسے گناہوں سے اس طرح پاک کر دیتا ہے کہ گویا ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ شیخ الاسلام انہیں فوائد میں تھے کہ نماز کی اذان ہوئی آپ نماز میں مشغول ہوئے اور میں اور خلقت واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

دسویں ماہ مذکور ۶۵۶ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ شمس دبیر رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ جمال الدین ہانسوی۔ شیخ بدرالدین غزنوی اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ عاشورہ کے روزے کی فضیلت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ عاشورہ کے روزے میں جنگل کی ہرنیاں رسولِ خدا ﷺ کے خاندان کی دوستی کے سبب اپنے بچوں کو دودھ نہیں دیتیں۔ پس کیوں اس روزے کو ترک کیا جائے۔ جب حیوانوں کی یہ حالت ہے۔

خبرِ شہادتِ اہلِ بیتِ رسول ﷺ

پھر فرمایا: بغداد میں ایک بزرگ تھا۔ اس کے سامنے امیر المؤمنین حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے شہید ہونے کا حال بیان کیا گیا رسولِ خدا ﷺ کے خاندان کی محبت کے سبب اس قدر سر زمین پر مارا کہ خون جاری ہوا اور دیر تک زمین پر پڑا رہا۔ جب دیکھا تو مرا ہوا پایا۔ اسی رات اس بزرگ کو خواب میں دیکھا کہ امیر المومنین حسین رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑا ہے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے

تجھ سے کیا سلوک کیا؟ کہا مجھے بخش دیا اور حکم دیا کہ امیر المؤمنین حسین رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑا ہو۔

اسی موقعہ پر فرمایا کہ ایک مرتبہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم مع تمام صحابہ کرام بیٹھے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یزید پلید کو کندھے پر سوار کر کے جا رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا: سبحان اللہ! دوزخی بہشتی کے کندھے سوار ہے۔ یہ بات امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے سنی تو پوچھا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) یہ تو معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا بیٹا ہے۔ دوزخی کس طرح ہوسکتا ہے؟ فرمایا: اے علی! یہ یزید وہ بدبخت شخص ہے۔ جو حسن اور حسین اور میری تمام آل کو شہید کرے گا۔ حضرت علی نے اٹھ کر نیام سے تلوار نکلی۔ تا کہ اسے قتل کر دیں۔ لیکن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو! کیونکہ تقدیر الٰہی ایسی ہی ہے۔ حضرت علی روئے اور پوچھا: یا رسول اللہ! کیا آپ ہوں گے؟ فرمایا: نہیں۔ پوچھا: یارسول اللہ! ہم میں سے کوئی ہوگا؟ فرمایا: نہیں۔ پھر پوچھا: کیا میں ہوں گا؟ فرمایا: نہیں۔ پوچھا: کیا فاطمہ ہوں گی؟ فرمایا: نہیں۔ پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میرے غریبوں کا ماتم کون کرے گا۔ فرمایا: میری اُمت۔

بعد ازاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم زار زار روئے اور شہزادوں کو گود میں لے لیا اور فرمایا کہ اے غریبو! ہمیں معلوم نہیں کہ تمہارا حال اس جنگل میں کیا ہوگا۔

بعد ازاں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس روز امیر المؤمنین حسین رضی اللہ عنہ شہید ہونے کو تھے۔ اسی رات ایک بزرگ نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو خواب میں دیکھا کہ انبیاء علیہم السلام کی ساری عورتوں کے ہمراہ آ کر دامن کمر سے باندھے دشتِ کربلا میں جہاں پر امیر المؤمنین حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی تھی۔ آستین سے صاف کر رہی ہیں اور فرماتی ہیں کہ یہ وہ مقام ہے۔ جہاں پر ہمارے غریب حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک شہید ہوگا۔

بعد ازاں فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ جب ہم میں سے کوئی نہ ہوگا تو اِن کی ماتم داری کون کرے گا؟ عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی اُمت آپ کے فرزندوں کا اس قدر ماتم کرے گی۔ جس کا بیان نہیں ہوسکتا۔

شبِ عاشور کے نوافل

بعد ازاں شیخ الاسلام نے زبان مبارک سے فرمایا کہ عاشورہ کی رات چار رکعت نماز کا حکم ہے۔ ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار۔ آیۃ الکرسی تین بار اور اخلاق دس بار پڑھنی چاہیے۔ نماز سے فارغ ہو کر سو مرتبہ اخلاص پڑھنی چاہیے۔

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ الاسلام شیخ عثمان ہارونی قدس اللہ سرہ العزیز کے اوراد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق آیا ہے کہ عاشورہ میں سورج نکلتے وقت دو رکعت نماز ادا کرنی چاہیے اور جس قدر قرآن مجید ہو سکے ان رکعتوں میں پڑھنا چاہیے۔ اس کا ثواب بے حد ہے۔ بعد ازاں یہ دُعا پڑھنی چاہیے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم یا اوّل الاولین یا اخر الآخرین لا الٰہ الا انت اوّل ما خلقت فی ھذا الیوم و تخلق اخرما تخلق فی ھذا الیوم اعطنی فیہ خیرا ما اوّلیت ما فیہ بانبیائك واصفیائك من التوائب والبلایا واعطنی ما اعطنی فیہ من الکرامہ بحق محمد علیہ السلام۔

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کے اوراد میں آپ کے خط مبارک سے لکھا دیکھا

ہے کہ عاشورہ کے روز چھ رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور والشمس - انا انزلنٰہ - اذا زلزلت الارض - اخلاص اور معوذتین - سب ایک ایک بار پڑھے۔ نماز سے فارغ ہو کر سر بسجود ہو کر قل یایھا الکفرون پڑھے۔ جو حاجت مانگے گا پائے گا۔ بعد ازاں فرمایا کہ وہاں پر یہ بھی لکھا دیکھا ہے کہ عاشورہ میں ستّر مرتبہ حسبی اللہ ونعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر کہے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا اور اس کا نام اولیاء اور مشائخ کبار میں لکھے گا۔

کفن چور کی توبہ اور احوال قبر

پھر اسی موقعہ پر فرمایا کہ پہلے زمانے میں ایک شخص کفن چور تھا۔ جس نے تقریباً دو ہزار آدمیوں کے کفن چوری کیے۔ الغرض! جب اس کام سے توبہ کی تو خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ تائب ہوا۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ جن کے تو نے کفن چرائے۔ ان کی حالت بیان کر۔ عرض کی: اگر ساروں کا حال بیان کروں تو داستان لمبی ہو جائے گی۔ البتہ چند ایک کا حال عرض کیے دیتا ہوں۔ عرض کی: جب ایک کی قبر میں نے کھودی تو اس میں کالے چہرے والا آدمی تھا کہ اس کے پاؤں میں آگ کی ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ہیں اور اس کی زبان سے خون اور ریم جاری ہے اور اس کے پیٹ سے گندگی کی اس قدر بو آتی ہے کہ لوگ نفرت کرتے ہیں۔ جب میں وہاں سے لوٹا تو اس مردنے آواز دی کہ جاتے کہاں ہو ذرا میرا حال سنتے جانا کہ میں کیا کیا کرتا تھا کہ جس کے سبب اس مصیبت میں گرفتار ہوا ہوں۔ میں لوٹ کر گیا تو فرشتے عذاب کی زنجیریں لگائے بیٹھے تھے میں نے اس کا حال پوچھا کہ تو کون ہے؟ کہا: میں مسلمان ہوں لیکن زانی اور شراب خور تھا۔ چونکہ دُنیا میں مست رہتا تھا۔ اس لیے میری یہ حالت ہے۔ پھر میں نے ایک اور قبر کھودی تو مردے کو دیکھا۔ کہ کالا منہ لیے کھڑا ہے اور اس کے اردگرد آگ ہے۔ جس میں اسے جلا رہے ہیں اس کی زبان نکلی ہوئی تھی اور اس کی گردن میں زنجیریں پڑی ہوئی تھیں جونہی مجھے دیکھا۔ کہا: خواجہ! مجھے تھوڑا بہت پانی دینا۔ کہ میں پیاس کے مارے تنگ آ گیا ہوں۔ میں نے مدد کرنی چاہی۔ فرشتوں نے للکارا۔ کہ خبردار! اسے پانی نہ دینا۔ یہ تارك الصلوٰۃ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اسے پانی نہ دیا جائے پھر میں نے اس سے پوچھا کہ دُنیا میں تو کیا کام کرتا تھا۔ کہا: تھا تو مسلمان لیکن میں نے کبھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کی تھی۔ اسی طرح اور مردوں کو بھی میں نے عذاب میں گرفتار دیکھا۔ اس کے بعد ایک اور قبر کھودی تو ایک نہایت خوبصورت جوان دیکھا۔ جس کے اردگرد سبزہ اُگا ہوا ہے اور پانی کی نہریں جاری ہیں اور اس کے روبرو بہشتی حوریں تخت پر بیٹھی ہیں۔ میں نے پوچھا: اے جوان! تو کون ہے؟ اور دُنیا میں تو کیا کیا کرتا تھا؟ اور یہ درجہ تجھے کس کے سبب سے نصیب ہوا؟ کہا: اے خواجہ! میں تیری طرح تھا۔ لیکن ایک ذاکر سے میں نے سنا کہ جو شخص ماہ محرم میں عاشورہ کے روز چھ رکعت نماز ادا کرے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے میں نے یہ نماز بعد ازاں ہمیشہ کی۔ سو اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے مجھے بخش دیا۔

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص عاشورہ کے دِن یا رات کو چار رکعت نماز اللہ تعالیٰ کے خوشنودی کے لیے ادا کرتا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ منکر نکیر کے سوالوں سے بچا لیتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

چوتھی ماہ صفر ۶۵۶ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ میں چند روز شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کے

اعلیٰ یار شیخ محمد ہانسوی ﷫ کی خدمت میں رہ کر حاضر ہوا۔ میں آداب بجالایا۔ حکم ہوا بیٹھ جا! بیٹھ گیا۔ جو خط شیخ برہان الدین نے دیا تھا اسے آپ نے مطالعہ فرمایا۔

بعد ازاں فرمایا کہ تو نے دیر کیوں کی؟ حکم ہوا کہ بندے کا جسم خاکی تو وہاں تھا اور دِل یہاں۔ مخدوم بندہ نواز ﷫ نے فرمایا۔ واقعی ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ تم کہتے ہو! ہمارا اشتیاق بار ہا تم پر غالب آیا ہے۔ تم کہتے تھے کہ اگر پر ہوں تو اُڑ کر چلا جاؤں اور خواجہ صاحب کی قدم بوسی حاصل کروں۔

پھر خلقت کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ مرید اور شیخ کا فرزند ایسا ہی ہونا چاہیے۔ جیسا کہ مولانا نظام الدین (﷫) نے فرمایا کہ ایک مکتوب بھی لکھا۔ جس میں پائبوسی کا اشتیاق ظاہر کیا اور ایک شعر بھی لکھا تھا۔ جسے میں نے یاد کر لیا تھا۔ جب تمہیں یاد کرتا تو اس شعر کو پڑھ لیا کرتا تھا۔ وہ شعر واقعی بے نظیر تھا اگر پڑھے تو سنوں! میں نے آداب بجالا کر وہ شعر پڑھا۔

زآنگاہ کر بندۂ تو دانند مرا ۔۔۔ بر مرد مک دیدہ نشانندرا
لطف عامت عنایتے فرمودہ است ۔۔۔ ورنہ کیم زکجا چہ دانند مرا

جب میں نے یہ شعر پڑھا: تو شیخ الاسلام ﷫ میں رقت پیدا ہوئی۔ اُٹھ کر رقص کرنے لگے۔ اس قدر رقص کیا کہ جس کی کوئی اِنتہا نہیں۔ چاشت سے لے کر دوپہر تک رقص کرتے رہے۔ جب فارغ ہوئے تو خاص کلاہ دعاگو کو عنایت فرمایا اور عصا بھی اسی روز مرحمت کیا اور مصلیٰ اور چوبی نعلین بھی بخشیں اور مجھے بغل میں لے کر فرمایا کہ مولانا نظام الدین اب وقت آ گیا کہ میں تجھے رُخصت کروں اور پھر تیرا دیدار نصیب نہ ہو۔ جاؤ! آج ہی تمہاری رُخصتی کا دِن ہے۔ ہاں! کچھ دِن اور ٹھہرو کیونکہ تیرا دیدار غنیمت ہے۔ بعد ازاں زار زار روئے اور یہ شعر پڑھا ۔

دیدار دوستاں موافق غنیمت است ۔۔۔ چوں یا قیم حیف دو گرہا کنیم

ماہِ صفر کی سختی کا بیان

بعد ازاں ملتان کی طرف سے مسافر آئے اور آداب بجالائے۔ حکم ہوا۔ بیٹھ جاؤ! کھانا موجود تھا۔

بعد ازاں صفر (اللہ تعالیٰ اسے خیر و ظفر سے ختم کرے) کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ یہ بڑا بھاری اور سخت مہینہ ہے۔ کیونکہ جب یہ مہینہ آتا تو رسولِ خدا ﷺ تنگ دِل ہوتے اور جب گزر جاتا تو خوش ہوتے آنحضرت ﷺ کا یہ تغیر اس مہینے کی گرانی کے سبب ہوتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ رسولِ خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص مجھے ماہِ صفر کے گزرنے کی خوشخبری دے گا۔ میں اسے بہشت میں جانے کی خوشخبری دوں گا۔ من بشرنی بخروج الصفر انا بشرتہ بدخول الجنۃ۔

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر سال دس لاکھ اسی ہزار بلائیں نازل فرماتا ہے۔ جن میں سے صرف اس مہینے میں نو لاکھ بیس ہزار بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ اس مہینے کو دُعا اور اطاعت سے بسر کرنا چاہیے۔ پھر کوئی بلا پیش نہیں آتی۔

بعد ازاں اسی موقعہ پر فرمایا: میں نے ایک بزرگ کی زبانی سنا ہے کہ جو شخص ماہِ صفر کی مصیبتوں سے بچنا چاہے۔ وہ ہر نماز

کے بعد یہ دُعا بکثرت پڑھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ اعوذ باللہ من شرھذہ الزمان واستعبدہ من شرور الازمان افی بجمال وجھك و کمال قدرتك ان تجیر نی من فتنۃ ھذا السنۃ وقنا شرما قضیت فیھا واکرمنی بالفقر باکرام النظر واختتمہ بالسلامۃ والسعادۃ لاھلی واولیائی واقربائی وجمیع امۃ محمدہ المصطفٰی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم۔

بعدازاں فرمایا کہ ایک ماہ صفر میں پہلی رات کوتمام مسلمانوں کے بچاؤ کے لیے چار رکعت نماز عشاء کے فریضہ کے بعد اس طرح ادا کرے کہ پہلی رکعت میں فاتحہ ایک بار اور **قل یایھا الکفرون** پندرہ بار اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد اخلاص گیارہ مرتبہ اور تیسری میں فاتحہ کے بعد **قل اعوذ برب الفلق** پندرہ بار اور چوتھی میں فاتحہ کے بعد **قل اعوذ برب الناس** پندرہ بار پڑھے اور سلام کہے۔ بعدازاں چند مرتبہ **ایاك نعبد و ایاك نستعین** کہے۔ پھر ستر مرتبہ درود شریف پڑھے۔ جب یہ نماز قبل از وقت ادا کی جائے تو اللہ تعالیٰ جو بلائیں اس روز تقدیر میں لکھتا ہے۔ ان سے اپنے فضل سے محفوظ رکھتا ہے۔

بعدازاں اسی موقعہ پر فرمایا کہ شیخ الاسلام معین الدین حسن سنجری قدس اللہ سرہ العزیز کی شرح میں لکھا دیکھا ہے کہ سارے ماہ صفر میں تین لاکھ بتیس ہزار بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ آخری چار شنبہ نہایت بھاری ہے۔ اس روز چار رکعت نماز ادا کرے۔ تاکہ حق تعالیٰ اسے بلاؤں سے محفوظ رکھے۔ دوسرے سال تک کوئی بلا اس پر نازل نہیں ہوتی۔ دُعا یہ ہے:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ یاشدید القوی ویا شدید المحال یا مفضل یا مکرہ یا لا الہ الا انت برحمتك یا ارحم الراحمین۔

بعدازاں فرمایا کہ جو شخص بلا میں گرفتار ہوتا ہے۔ اسی ماہِ صفر میں ہوتا ہے۔ آدم علیہ السلام نے جو گندم کھائی تو اسی مہینے کھائی۔ اسی ماہِ صفر میں بہشت سے نکل کر تین سو سال تک روتے رہے۔ جب آپ کے وجود میں گوشت و پوست نہ رہا تو حکم ہوا کہ توبہ کرو۔ ہم نے تمہاری توبہ قبول کی۔ یہ بھی ماہِ صفر میں ہوا۔

بعدازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ جب ہابیل اور قابیل دونوں بھائی ماہِ صفر میں شکار کے لیے نکلے تو حضرت آدم علیہ السلام نے انہیں منع کیا کہ ماہِ صفر میں باہر نہ نکلو! انہوں نے کچھ خیال نہ کیا۔ جب جنگل میں پہنچے۔ دونوں بھائیوں میں تکرار ہوئی اور قابیل نے ہابیل کو مار ڈالا اور پشیمان ہوا کہ یہ میں نے کیا کیا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام نے یہ بات سنی تو گھبرائے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر کہا۔ حکم الٰہی یوں ہے کہ ہابیل کی اولاد سے سارے سُنّی ہوں گے اور جو قابیل کی اولاد سے ہوں گے وہ یہودی اور کافر وغیرہ ہوں گے اس واسطے کہ اس نے ماہ صفر میں بھائی کو مارا۔

بعدازاں اسی موقعہ پر فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر ماہِ صفر میں طوفان کی بلا آئی اور ہلاک ہوئی اور ماہِ صفر کی پہلی تاریخ کو ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا۔ ماہ صفر میں ہی حضرت ایوب علیہ السلام کیڑوں کی مصیبت میں مبتلا ہوئے۔ ماہِ صفر میں حضرت زکریا علیہ السلام کے سر پر آرہ رکھا گیا۔ ماہِ صفر کے آخری چہار شنبہ کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حلق میں چھری گھونپی گئی۔ ماہ صفر ہی میں حضرت جرجیس علیہ السلام کے سات ٹکڑے کیے گئے۔ ماہِ صفر ہی میں حضرت یونس علیہ السلام

مچھلی کے پیٹ میں بند ہوئے۔

بعد ازاں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نعرہ مار کر بے ہوش کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا کہ ماہِ صفر ہی میں سلطان الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض موت لاحق ہوا اور اسی مہینے کے بعد وصال ہوا۔

پھر فرمایا کہ تمام انبیاء پر جو مصیبتیں نازل ہوئیں۔ سب ماہ صفر میں ہوئی ہیں۔ یہ مہینہ بہت بھاری ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمیں تمہیں اور تمام مسلمانوں کو ماہِ صفر کی گرانی سے بچائے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

مجاہدہ کی حقیقت

ستائیسویں ماہ مذکور ۶۵۶ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مجاہدہ کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ عزیز ان اہل سلوک حاضر خدمت تھے۔ چنانچہ شیخ برہان الدین تونسوی۔ ملہو لاہوری رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ اور خاندان چشت کے چند صوفی آئے ہوئے تھے اور مجاہدہ کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی فرمایا کہ جب خواجہ بایزید سے مجاہدہ کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ میں بیس سال تک عالم تفکر میں آسمان کی طرف آنکھیں لگائے کھڑا رہا اور اس بیس سال میں مجھے یاد نہیں کہ میں بیٹھا۔ اٹھا یا سویا ہوں۔ چنانچہ پاؤں میں سے خون بہہ نکلا اور پشت پا پھٹ گئی۔ بعد ازاں دو سال اور عالم محو میں رہا۔ اس دو سال میں نفس کو پیٹ بھر پانی نہ دیا۔ ہاں ہفتے یا مہینے بعد دو گھونٹ پانی دیتا۔ بعد ازاں جب اپنا کام کمال کو پہنچا تو دس سال تک پھر پانی پیٹ بھر نہ دیا۔ بعد ازاں نفس کو میٹھے انار کی خواہش ہوئی تو میں وعدے میں ٹالتا رہا۔ چنانچہ دس سال تک نفس یہی خواہش کرتا رہا اور فریاد کرتا رہا کہ مجھے اور کب تک مارے گا میں نے کہا: اپنے آخری دم تک۔ اگر میں اپنا مجاہدہ بیان کروں تو تم میں سننے کی طاقت نہیں۔ جو معاملات میں نے اپنے نفس سے کیے ہیں۔ وہ صرف کہنے سے ٹھیک بیان نہیں ہو سکتے۔ غرض یہ کہ جب ستر سال اسی طریق پر گزر گئے تو پھر حجاب درمیان سے اٹھ گیا۔ آواز آئی کہ اندر آ جاؤ! تو نے ہمارے کام میں کوئی کوتاہی یا کمی نہیں کی۔ اب ہم پر واجب ہے کہ تجھ پر تجلّی کریں۔ جب یہ آواز سنی تو نعرہ مار کر جان یار کے حوالے کی۔

بعد ازاں شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا کہ خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کے جان دینے کی کیفیت یہی تھی پھر فرمایا کہ جو مجاہدہ کرتا ہے وہ مشاہدہ بھی کرتا ہے بعد ازاں یہ شعر بھی پڑھا۔

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند　　　کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

بعد ازاں فرمایا کہ ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ مجاہدہ کیا ہے؟ فرمایا: نفس کو بری حالت میں ترسا ترسا کر مارنا یعنی جو اس کی خواہش ہو وہ اسے نہ دی جائے جو اس کی آرزو ہو وہ پوری نہ کی جائے بلکہ ترسایا جائے اور جس طاعت پر نفس راضی نہ ہو وہی طاعت کرے۔

بعد ازاں فرمایا کہ خواجہ یوسف چشتی قدس اللہ سرہ العزیز اپنے نفس کو کہا کرتے تھے کہ اے نفس! اگر تو آج کی رات میری بات مانے تو دو رکعت میں قرآنِ مجید ختم کر لوں۔ ایک روز نفس سے کہا۔ نہ مانا۔ دوسرے روز مناجات کی اور عہد کر لیا کہ بیس سال تک نفس کو پیٹ بھر پانی نہ دوں گا اس رات کا ہلی اس واسطے کی کہ نفس کو پیٹ بھر پانی دیا گیا تھا۔

پھر فرمایا کہ شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ چالیس سال تک نہ سوئے بعد ازاں ایک رات سوئے تو حضرت ذوالجلال کو خواب میں دیکھا۔ بعد ازاں جہاں جاتے۔ خواب کے کپڑے ساتھ لے جاتے اور سو جاتے کہ وہ دولت پھر نصیب ہو۔ غیب سے آواز آئی۔ اے شاہ شجاع! وہ چالیس سال کی بیداری کا ثمرہ تھا۔ جیسا پہلے کیا تھا۔ ویسا ہی کر۔ پھر تم کو یہ دولت نصیب ہوگی۔

بعد ازاں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ جب خواجہ شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت نزدیک پہنچا تو جس روز آپ کا اِنتقال ہونے والا تھا اس روز ہزار رکعت نماز ادا کی اور مصلی پر سو گئے اور حضرت ذوالجلال کا دوبارہ دیدار ہوا کہ شاہ شجاع (رحمۃ اللہ علیہ) ابھی آنا چاہتے ہو یا کچھ دِن ٹھہرنا چاہتے ہو؟ عرض کی: یاالٰہی! اب رہنے کی جگہ نہیں میں آنا چاہتا ہوں اسی اثناء میں آنکھ کھلی تو وضو کر کے دوگانہ ادا کیا عشاء کا وقت تھا۔ سر سجدے میں رکھ کر جاں بحق تسلیم ہوئے۔ شیخ الاسلام نعرہ مار کے بے ہوش ہو گئے جب ہوش آیا تو یہ شعر پڑھا۔

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بد ہند کانجا ملک الموت نگنجد ہر گز

بعد ازاں فرمایا کہ ایک دفعہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا کہ اپنے مجاہدہ کی بابت کوئی بات سنائیں! فرمایا: اگر میں اپنے مجاہدہ کے بارے، میں سب کچھ سناؤں تو سن نہیں سکو گے۔ البتہ جو معاملہ میں نے نفس سے کیا ہے اس میں سے تھوڑا سا سناتا ہوں وہ یہ کہ ایک رات نفس کو میں نے عبادت کے لیے کہا: تو اس نے سستی کی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس روز عادت سے زیادہ کھجوریں کھا گیا تھا۔ مختصر یہ کہ نفس نے کہنا نہ مانا۔ جب دِن ہوا تو میں نے عہد کر لیا کہ کچھ مدت کھجوریں نہیں کھاؤں گا۔ چنانچہ پندرہ سال تک نفس کو کچھ نہ دیا اور آرزو ہی میں رہا۔ بعد ازاں نفس نے کہا کہ جو کچھ تو فرمائے گا میں بجالاؤں گا! اس وقت میں نے کھجور اسے دی تو فرمانبردار ہو گیا۔ جو کچھ اسے کہا: بجالاتا۔ بلکہ اس سے زیادہ کرتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ خواجہ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کو لوگوں نے پوچھا کہ مجاہدہ میں آپ نے کہاں تک ترقی کی ہے؟ فرمایا: یہاں تک کہ دو دو تین تین سال تک نفس کو پانی نہ دیتا۔ دس سال گزر گئے کبھی نفس کو پیٹ بھر پانی نہیں دیا اور رات کو جب تک دو مرتبہ قرآن شریف ختم نہیں کر لیتا اور کسی کام میں مشغول نہیں ہوتا۔

خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا اندازِ وصال

بعد ازاں خواجہ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ کے متعلق فرمایا کہ خواجہ صاحب ایک روز مع اصحاب کے بیٹھے تھے۔ اور اولیاء کی موت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اتنے میں ایک خوبصورت جوان سبز پوش سیب لے آیا اور آداب بجالا کر بیٹھ گیا۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر بار فرماتے کہ ”خوش آمدی و نیکو آمدی و صفا آوردی“۔ کچھ دیر بعد وہ سیب خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیا۔ خواجہ صاحب نے دونوں ہاتھوں سے سیب لیا اور مسکرا کر فرمایا کہ تم چلے جاؤ! جب وہ چلا گیا تو لوگوں کو بھی رُخصت کیا کچھ دیر بعد رو بقبلہ ہو کر قرآن مجید پڑھنا شروع کیا۔ جونہی قرآن مجید ختم کیا اس سیب کو سونگھا اور جاں بحق تسلیم ہوئے۔ بعد ازاں آپ کا جنازہ مسجد کے پاس لائے۔ تاکہ نماز جنازہ ادا کر سکیں۔ اس وقت اذان ہو رہی تھی۔ جب مؤذن اشھد ان لا الہ الا اللہ پر پہنچا تو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کفن سے ہاتھ باہر نکال کر انگشت شہادت اٹھا کر فرمایا: اشھد ان محمد رسول اللہ انگشت مبارک کھڑی رہی لوگوں نے

بہت زور لگایا کہ کسی طرح نیچے ہو۔ لیکن نہ ہو سکی۔ آواز آئی کہ جس اُنگلی کو ذوالنون نے حضرت محمد ﷺ کے نام پر کھڑا کیا ہے جب تک آنحضرت ﷺ کا دستِ مبارک نہ پکڑ لے گی نیچے نہ ہو گی۔ بعد ازاں شیخ الاسلام زار زار روئے اور یہ شعر پڑھا:

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بد ہند   کانجا ملک الموت نگنجد ہر گز

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ جب خواجہ سہل عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فوت ہوئے تو جنازہ باہر لایا گیا۔ یہودیوں کے گروہ کا سردار جو نہایت منکر تھا۔ ننگے پاؤں جنازے کے نزدیک آیا اور کہا: جنازہ نیچے اُتارو تاکہ میں مسلمان بنوں جب جنازہ نیچے اتارا گیا تو وہ یہودی خواجہ صاحب کے پاس کھڑا ہوا اور عرض کی کہ خواجہ صاحب! مجھے تلقین کلمہ فرمائیں۔ تاکہ میں مسلمان ہو جاؤں۔ وہ سردار مع یہودیوں کے آیا تھا۔ یہ سن کر خواجہ صاحب نے کفن سے ہاتھ باہر نکالا اور آنکھ کھول کر فرمایا: اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداعبدہ ورسولہ کہو۔ جونہی اس نے کہا: پھر کفن میں ہاتھ کر لیا اور آنکھ بند کر لی۔ یہودی مسلمان ہو گیا۔ لوگوں نے اس سے وجہ پوچھی تو کہا: جس وقت تم جنازہ لیے باہر آ رہے تھے۔ میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو سخت آواز سنی میں نے کہا: یہ کیسی آواز ہے؟ جب آسمان کی دوسری طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ آسمان کے سارے فرشتے نوری طبق ہاتھوں میں لیے گروہ در گروہ نیچے آ رہے ہیں اور خواجہ سہل عبداللہ تستری کے جنازے پر نثار کر رہے ہیں میں اس وجہ سے مسلمان ہوا ہوں۔ کیونکہ دین محمدی ﷺ میں ایسے لوگ بھی ہیں۔

پھر شیخ الاسلام زار زار روئے۔ عالم تفکر میں یہ شعر پڑھا۔

در کوئے تو عاشقاں چناں جان بد ہند   کانجا ملک الموت نگنجد ہر گز

خواجہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ عرشِ خدا ہے

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ میں عرش سر پر اٹھائے جا رہا ہوں۔ جب دن ہوا تو سوچنے لگے کہ یہ خواب کس کے آگے بیان کروں؟ پھر خیال آیا کہ خواجہ بایزید کے سوا اور کون ہے جو اس کی تعبیر کر سکے جب گیا تو دیکھا کہ محلہ میں کہرام برپا ہے۔ حیران ہو کر پوچھا۔ کہ کہرام کی وجہ کیا ہے؟ معلوم ہوا کہ خواجہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ انتقال فرما گئے ہیں۔ شیخ علی نعرہ مارتے ہوئے روانہ ہوئے۔ جب جنازے کے قریب آئے تو شہر سے باہر نکل چکا تھا اور خلقت عام تھی آپ بھیڑ کو چیرتے ہوئے آئے اور جنازے کو کندھا دیا اور عرض کی۔ یا خواجہ بایزید (رحمۃ اللہ علیہ) میں خواب کی تعبیر پوچھنے آیا تھا۔ فرمایا: اے علی! جو خواب تو نے دیکھا تھا۔ اس کی تعبیر یہی ہے۔ یہی بایزید کا جنازہ عرش خدا ہے۔ جو تو سر پر اُٹھائے جا رہا ہے۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ میں تیس سال عالم مجاہدہ میں رہا۔ مجھے دن رات کی کوئی تمیز نہ تھی۔ البتہ نماز کے وقت نماز ادا کر لیا کرتا تھا اور پھر اسی عالم میں مشغول ہو جاتا۔

خواجہ قطب الدین مودود چشتی کا وصال

پھر فرمایا کہ جس روز خواجہ قطب الدین مودود چشتی قدس اللہ سرہ العزیز نے انتقال فرمایا۔ اس روز آپ کا جسم مبارک لاغر ہو گیا تھا اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اتنے میں ایک شخص ریشمی کاغذ ہاتھ میں لیے حاضر خدمت ہوا اور سلام کہہ کر کاغذ

دکھایا۔ جونہی خواجہ صاحب ؒ نے بِسْمِ اللّٰہ لکھا دیکھا۔ فی الفور انتقال فرما گئے۔ شور برپا ہوا کہ خواجہ صاحب قطب الدین (ؒ) رحلت فرما گئے۔ الغرض غسل دے کر جنازہ تیار کیا کسی کی مجال نہ تھی کہ اٹھائے سب حیران تھے دیر بعد آواز آئی تو خلقت نے نماز ادا کی جب چاہا کہ جنازہ اٹھائیں تو حکم الٰہی سے خود بخود ہوا مین آگے آگے روانہ ہوا اور خلقت پیچھے پیچھے۔ جتنے بے دِین تھے۔ سب آ کر مسلمان ہوئے ان سے پوچھا گیا کہ کس سبب سے تم مسلمان ہوئے کہا: ہم نے بچشم خود دیکھا ہے کہ خواجہ صاحب کا جنازہ فرشتے اٹھائے لیے جا رہے ہیں۔ جب شیخ الاسلام نے یہ حکایت ختم کی نعرہ مار کر گر پڑے اور یہ شعر پڑھا۔

در کوئے تو عاشقاں چناں جان بد ہند کانجا ملک الموت نگنجد ہر گز

اسی اثناء میں مؤذن نے اذان دی۔ آپ نماز میں مشغول ہوئے اور میں اور خلقت واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

دوسری ماہ ربیع الاوّل ۶۵۶ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا اس بندے کو خلعت خاص سے مشرف فرمایا اور اہل صفہ عزیز حاضر خدمت تھے زبان مبارک سے فرمایا کہ مولانا نظام الدین! تم کو ہم نے ہندوستان کی ولایت دی اور صاحب سجادہ کیا۔ جونہی یہ فرمایا: میں نے دوبارہ قدم بوسی کی۔ حکم ہوا۔ اے جہانگیر عالم! سر اُٹھا۔ آپ نے شیخ قطب الدین ؒ کی جو دستار سر پر رکھی ہوئی تھی۔ عنایت فرمائی اور عصا دیا اور خرقہ اپنے ہاتھ سے پہنایا اور فرمایا: دوگانہ ادا کر جب میں رو بہ قبلہ ہوا تو ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف کر کے فرمایا کہ تجھے خدا کو سونپا۔

بعد ازاں فرمایا کہ یہ سب کچھ میں تجھے دیتا ہوں اس واسطے کہ تو آخری وقت میرے پاس نہیں ہوگا فرمایا کہ میں بھی اپنے شیخ قطب الدین بختیار اوشی ؒ کے انتقال کے وقت حاضر نہیں تھا اس وقت میں ہانسی میں تھا۔ الغرض پھر شیخ بدر الدین اسحٰق کو حکم ہوا کہ مثال لے کر چلو! جب میں نے مثال لی تو میرا سر بغل میں لے کر فرمایا کہ تجھے خدا رسیدہ کیا پھر فرمایا کہ آج رسول خدا ﷺ کا عرس ہے۔ آج ٹھہرو! کل چلے جانا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا رفیق اعلیٰ سے وصال

بعد ازاں فرمایا کہ امام شافعی ؒ نے اپنے کفایہ میں امیر المؤمنین حضرت علی ؓ کی صحیح روایت سے لکھا ہے۔ کہ پیغمبرِ خدا ﷺ نے دوسری ماہ ربیع الاول کو انتقال فرمایا: دوسرا دِن معجزے کے لیے رکھا تھا۔ آنحضرت ﷺ کے وجود مبارک سے نہایت عمدہ خوشبو آتی تھی گویا سارے جہان کے عطریات وجود مبارک میں سمائے ہوئے تھے شکل وصورت میں ذرّہ بھر تفاوت نہ تھا۔ جیسی زندگی کی حالت میں تھی۔ ویسی ہی وفات کے بعد۔ اس روز کئی یہودی کافر مسلمان ہوئے دس روز آپ کا وجود مبارک رکھا گیا۔ یہ صرف معجزے کے لیے تھا۔ آنحضرت ﷺ کے نو حجرے تھے۔ جب نو حجرے ہو چکے تو دسویں روز امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے طعام دیا۔ چنانچہ سارے اہلِ مدینہ نے کھایا۔ جب بارھواں دِن ہوا تو شہرت ہوئی۔ اسی واسطے مسلمان بارہویں کو عرس کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پیغمبرِ خدا ﷺ کا عرس کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ کا عرس مبارک بارہویں تاریخ کو ہوتا ہے لیکن صحیح روایت کے مطابق آنحضرت ﷺ کا وصال دو ربیع الاوّل کو ہوا۔ (صحیح تحقیق کے مطابق ۱۲ ربیع الاوّل ہے)

بعد ازاں فرمایا کہ جب تکلیف حد سے زیادہ ہوگئی تو سرورِ کائنات ﷺ تین روز تک مسجد میں تشریف نہ لا سکے۔ تیسرے

روز حضرت بلال رضی اللہ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے کے دروازے پر آئے۔ آواز دی۔ الصلوٰۃ یا رسول اللہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے اور فرمایا: بلال ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) آئیں تا کہ مجھے مسجد میں لے جائیں۔ ابوبکر۔ عثمان اور علی رضی اللہ عنہم اجمعین آئے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان کے کندھوں پر دستِ مبارک رکھ کر مسجد میں تشریف لائے امامت کرنی چاہی لیکن نہ کر سکے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر آگے کھڑا کیا یہ حالت دیکھ کر اصحاب نعرہ مارنے لگے۔ قریب تھا کہ اصحاب کا زہرہ آب آب ہو جائے۔ الغرض رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم واپس حجرے میں تشریف لائے اور سیاہ گودڑی لے کر لیٹ گئے۔ اتنے میں ایک اعرابی نے دروازے پر دستک دی جس سے در و دیوار کانپ اٹھے فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا باہر نکلیں اور فرمایا کہ اس وقت موقع نہیں ہر چند معذرت کی۔ لیکن اس نے ایک نہ سنی یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سنی۔

فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو بلایا اور فرمایا: اے جانِ پدر! یہ اعرابی نہیں۔ بلکہ یہ وہ ہے کہ اگر دروازہ بھی بند کر دو گی تو یہ دیوار کی راہ اندر آ جائے گا اگر دیوار بند کر دو گی تو یہ سوراخ کے راہ آ جائے گا یہ بچوں کو یتیم کرتا ہے یہ تیرے والد ہی کی عزت ہے کہ اجازت طلب کرتا ہے اسے کہو کہ اندر آ جائے یہ حکماً آیا ہے۔ حجرے سے نعرہ اٹھا۔ کہ ملک الموت آیا ہے آداب بجا لایا۔ بیٹھنے کا حکم ہوا۔ بیٹھا پوچھا: کہو ملک الموت! کہاں سے آنا ہوا۔ عرض کی۔ آپ کی زیارت کا حکم ہوا ہے اور نیز یہ فرمائیں کہ جان قبض کروں؟ یا واپس چلا جاؤں؟ فرمایا: ذرا صبر کرو جبرائیل کو آ لینے دو۔ اسی وقت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر پوچھا۔ بھائی صاحب! کیا حالت ہے؟ اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آسمانوں کے فرشتے نور کے تھال ہاتھوں میں لیے جناب کی جان پاک کے منتظر ہیں اور بہشت اور آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور انبیاء کی ارواح منتظر ہیں۔ بہشتی حوریں دیدار کی منتظر ہیں۔ رضوان نے بہشت آراستہ کیا ہوا ہے تا کہ آپ تشریف لائیں فرمایا: یہ نہیں پوچھا: یہ کہو کہ میرے اِنتقال کے بعد میری اُمت کا کیا حال ہوگا؟ عرض کی مجھے حکم ہوا ہے کہ آپ اپنی اُمت کو خدا تعالیٰ کے سپرد کریں۔ فرمایا: میرا مقصد بھی یہی تھا۔

بعد ازاں ملک الموت کو فرمایا کہ اب اپنا کام شروع کرو! جونہی ملک الموت نے پائے مبارک کے تلوے پر ہاتھ رکھا پاؤں پھٹ گیا ہاتھ اندر ڈال کر جان قبضہ کر لی پانی کا بھرا ہوا پیالہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پڑا تھا اس وقت دست مبارک اس سے تر کر کے سینہ پر پھیرتے تھے اور فرماتے تھے اللھم ھون سکرات الموت۔ اے پروردگار! موت کی تلخی کو آسان کر جب وقت بالکل قریب آ گیا تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم لب مبارک ہلاتے تھے فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کان لگا کر سنا تو فرما رہے تھے کہ پروردگار محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے جان دینے کی حرمت سے میری امت پر رحم فرما' آخری وقت تک یہی فرما رہے تھے۔

جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ یہ ختم کر چکے۔ تو شمس دبیر رحمۃ اللہ علیہ آداب بجا لائے اور عرض کی کہ خواجہ نظامی کی نظم یاد ہے اگر اجازت ہو تو پڑھوں؟ فرمایا: پڑھ! جب نظم پڑھی تو شیخ الاسلام میں جان سی آ گئی ایک پہر تک یہی حالت رہی اس روز خاص بارانی (جُبّہ) شمس دبیر کو عنایت ہوئی۔

نظم کے بعد تلاوت میں مشغول ہوئے میں نے لوگوں سے سنا ہے کہ پھر تا زیست کسی سے مشغول نہ ہوئے صرف یادِ الٰہی میں مصروف رہے۔ واللہ اعلم۔ نظم جو شمس دبیر نے پڑھی یہ ہے:

نظم

جہاں چیست بگور زنیرنگ او　　رہائی بچنگ آراز چنگ او

---------☆---------

مقیمے نہ بینی دریں باغ کس　　تماشا کند ہر یکے ہر نفس

---------☆---------

دریں چار سو ہیچ بیگانہ نیست　　کہ کیسہ بر مرد خود کامہ نیست

---------☆---------

درد ہر دمے نو برے میر سد　　یکے میر دو دیگرے میر سد

---------☆---------

جہاں گرچہ آرام گاہے خوش است　　شتابندہ رانعل در آتش است

---------☆---------

دو در دار و ایں باغ آراستہ　　درد بند ایں ہر دو برخاستہ

---------☆---------

دگر آ از درے باغ وبنگر تمام　　نہ دیگر درے باغ بیروں خرام

---------☆---------

وگر زیر کی باگلے خود مگیر　　کہ باشد بجاماندنش ناگزیر

---------☆---------

دریں دم کہ داری بشادی بسیج　　کہ آئندہ ورفتہ ہیچ است و ہیچ

---------☆---------

یکے را در آرد بہ ہنگامہ تیز　　دگر راز ہنگامہ گوید کہ خیز

---------☆---------

نظامی سبک باش یاراں شد ند
تو ماندی بغم غم گساراں شدند

......تمام شد......

(اُردو ترجمہ)

فوائدُ الفواد

یعنی

ملفوظات

سلطان المشائخ، فخر الاولیاء، سیّد الاتقیاء حضرت محبوب الٰہی

خواجہ محمد نظام الدین اولیاء بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امیر حسن علی سنجری رحمۃ اللہ علیہ

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر نزد مسلم ماڈل ہائی سکول ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-7246006

فہرست

فوائد الفواد (حصہ اوّل)

فوائد الفواد (حصہ دوم)

فوائد الفواد (حصہ سوئم)

فوائد الفواد (حصہ چہارم)

فوائد الفواد (حصہ پنجم)

فوائد الفواد

حصہ اوّل

خواجہ راستین الملقب بمرحمۃ للعلمین ملک الفقراء والمساکین شیخ نظام الحق والشرع والہدیٰ والدین (اللہ تعالیٰ انہیں دیر تک زندہ رکھے اللہ مسلمانوں کو آپ سے مستفیض کرے) کے یقین کے نہاں خانے اور تلقین کے خزانے سے یہ غیبی جواہرات اور لاریب پھول جمع کیے گئے ہیں جو کچھ آپ کی زبان مبارک سے سنا بعینہٖ انہیں لفظوں میں یا اس کا مطلب کسی اور عبارت میں اپنے مختصر فہم کے مطابق لکھا گیا ہے چونکہ اس مجموعے سے دردمند دلوں کو فائدہ پہنچتا ہے اس لیے اسکا نام فوائد الفواد رکھا۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان

نماز چاشت شام کی نماز کے بعد چھ رکعتوں کے بیان میں

اتوار کے روز تیسری ماہ شعبان ۷۰۷ ہجری کو بندہ گنہگار امیدوار حسن علا سنجری کو جو ان معانی کا جمع کرنے والا ہے اس شاہ فلک جاہ ملک دستگاہ کی قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اسی وقت اس قطب آفتاب ضمیر کی بے نظیر نظروں میں معزز ہوا اور چار ترکی کلاہ عنایت ہوئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ۔

اسی روز مقررہ نمازوں، چاشت کی نماز شام کی نماز کے چھ رکعتوں اور ایام بیض کے روزوں کو لازم جانا۔

تائب اور متقی

زبان مبارک سے فرمایا کہ توبہ کرنے والا متقی یعنی پرہیزگار کے برابر ہوتا ہے متقی تو وہ ہے جس سے عمر بھر میں کوئی گناہ ظاہر نہ ہو۔ یا اس نے ساری عمر شراب نہ پی ہو لیکن توبہ کرنے والا وہ ہے جس نے گناہ کیا ہو اور پھر اس نے توبہ کر لی ہو۔

بعد ازاں فرمایا کہ اس حدیث کے مطابق دونوں برابر ہیں حدیث- التائب من الذنب کمن لاذنب لہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے شخص کی طرح ہے جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔

پھر فرمایا جس نے گناہ اور نافرمانیاں کی ہوں اور نافرمانیوں سے حظ اٹھایا ہو جب وہ توبہ کر کے طاعت کرے گا۔ تو اس کو طاعت میں بھی حظ آئے گا۔ ممکن ہے کہ طاعت کی راحت کا ایک ذرہ اس کی نافرمانیوں کے سارے کھلیان کو جلا دے۔

تھوڑی دیر بعد اس کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ مردانِ خدا اپنے تئیں چھپائے رکھتے ہیں اور حق تعالیٰ انہیں ظاہر کرتا ہے فرمایا کہ خواجہ ابوالحسن نوری نور اللہ مضجعہ مناجات میں عرض کیا کرتے تھے کہ: الٰھی استرنی فی بلادک بین عبادک ۔اے پروردگار! مجھے اپنے شہر میں اپنے بندوں کے مابین پوشیدہ رکھ۔ غیب سے آواز آئی۔ یا ابا الحسن الحق لا یسترہ شیٔ ۔یعنی اے ابوالحسن! حق کو کوئی چیز نہیں چھپا سکتی اور حق کبھی پوشیدہ نہیں رہتا۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ناگور کے علاقے میں حمید الدین نام ایک

بزرگ تھے ان سے سوال کیا گیا اس کی کیا وجہ ہے کہ بعض مشائخ جب تک زندہ رہتے ہیں تب تک تو مشہور رہتے ہیں لیکن مرنے کے بعد ان کا کوئی نام نہیں لیتا اور بعض وفات کے بعد مشہور ہو جاتے ہیں۔ فرمایا: جو زندگی میں شہرت کی کوشش کرتے ہیں وفات کے بعد ان کا نام ونشان مٹ جاتا ہے اور جو زندگی کی حالت میں اپنے تئیں پوشیدہ رکھتے ہیں وفات کے بعد مشہور ہو جاتے ہیں۔

مشائخ کا مرتبہ

پھر تھوڑی دیر بعد مشائخ کبار کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ ان کا مرتبہ ابدال سے بڑھ کر ہوتا ہے زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک شخص شیخ عبدالقادر گیلانی قدس اللہ سرہ العزیز کی خانقاہ پر آیا تو دروازے پر ایک شخص کو پڑے ہوئے پایا جو خستہ حال اور ٹوٹے ہوئے پاؤں والا تھا اس شخص نے شیخ صاحب کی خدمت میں عرض کی اور دُعا کی درخواست کی۔ فرمایا اس نے بے ادبی کی ہے! پوچھا: کون سی بے ادبی؟ فرمایا کہ وہ ابدال میں سے ہے فرمایا: کل ایک یہ اور دو اس کے ہمراہی ہوا میں اڑتے جا رہے تھے جب ہماری خانقاہ کے برابر آئے تو اس کا ایک یار خانقاہ سے منحرف ہو گیا اور ادب کی وجہ سے بائیں طرف ہو کر گزر گیا دوسرا دائیں طرف سے مگر یہ بے ادبی کر کے اوپر سے گزرا جس کی وجہ سے یہ گر پڑا۔

پھر اسی موقعہ پر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ عید کی رات اپنی خانقاہ میں بیٹھے تھے اور مردان غیب سے چار آدمی حاضر خدمت تھے ان میں سے ایک کو مخاطب کر کے پوچھا کہ تم صبح عید کی نماز کہاں ادا کرو گے اس نے کہا مکہ مبارک میں بعد ازاں دوسرے سے پوچھا اس نے کہا مدینہ معظم میں تیسرے سے پوچھا اس نے کہا بیت المقدس مطہر میں۔ چوتھے سے پوچھا: اس نے کہا کہ بغداد ہی میں خواجہ صاحب کی خدمت میں چوتھے کے بارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: انت ازھدھم و اعلمھم و افضلھم تو ان سب سے بڑھ کر زاہد، عالم اور افضل ہے۔

پھر تھوڑی دیر کے لیے تزکیہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ مرد کا کمال چار چیزوں سے ہوتا ہے کم کھانا' کم بولنا' لوگوں سے کم میل جول کرنا اور کم سونا۔

پھر وجد اور اجتہاد کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو اس بارے میں دو شعر پڑھے:

گرچہ ایزد دہد ہدایت دیں — بندہ را اجتہاد باید کرد
نامہ کاں را بکشر خواہی خواند — ہم ازیں جا سواد باید کرد

مختلف مسائل میں

جمعہ کے روز آٹھویں ماہ شعبان ۷۰۷ ہجری کو نماز کے بعد قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا میرا غلام ملیح نام تھا۔ اسے میں نے خواجہ صاحب کے روبرو ارادت کے سلسلے (یعنی مرید ہونے کے شکرانے) میں آزاد کیا اس کے حق میں دُعائے خیر کی۔ اسی وقت اس غلام نے جناب کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ اور بیعت سے مشرف ہوا۔ اس اثناء میں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ اس راہ میں خواجگی اور غلامی کی کوئی تمیز نہیں جو عالم محبت میں راست (قلبی سچائی کے ساتھ) آتا ہے اسی کا کام بن جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ غزنی میں ایک پیر کا ایک غلام زیرک تھا وہ غلام نہایت صادق اور صالح تھا جب اس پیر کا آخری وقت نزدیک آ پہنچا تو مریدوں سے پوچھا

کہ میرا قائم مقام کون ہو گا؟ سب نے کہا: زیرک۔ اس پیر کے چار لڑکے تھے۔ اختیار' اجلد' احیاء اور اجلا۔ زیرک نے عرض کیا کہ اے خواجہ! مجھے آپ کے فرزند آپ کا قائم مقام نہیں ہونے دیں گے انہیں ضرور مجھ سے دشمنی ہو جائیگی پیر نے کہا: تو اطمینان سے بیٹھ۔ اگر وہ تجھ سے جھگڑا کریں گے تو میں ان کی شرارت تجھ سے رفع کر دوں گا الغرض جب پیر کا وصال ہو گیا تو زیرک اس کا قائم مقام ہوا۔ پیر کے لڑکوں نے جھگڑا شروع کیا کہ تو ہمارے باپ کا غلام ہو کر ہمارا قائم مقام بنتا ہے جب معاملہ حد سے گزر گیا تو زیرک پیر کے روضہ پر آیا اور کہا اے خواجہ! آپ نے کہا تھا کہ اگر میرے لڑکے تجھ سے جھگڑا کریں گے تو میں ان کا شر تجھ سے رفع کر دوں گا اب وہ میرے ایذا کے درپے ہیں سو آپ کو اپنا وعدہ پورا کرنا چاہیے یہ کہہ کر اپنے مقام پر واپس آ گیا۔

انہیں دنوں کافر غزنی پر حملہ آور ہوئے لوگ لڑائی کے لیے باہر نکلے وہ چاروں لڑکے بھی لڑائی میں شامل تھے۔ سو چاروں مارے گئے اور وہ مقام بلا روک ٹوک زیرک کو ہی ملا۔ شیخ مذکور کو مرید کرنے کے بعد دوگانہ نماز کیلئے فرمایا: آنجناب سے پوچھا کہ اس دوگانے کی نیت کیسے کرنی چاہیے؟ فرمایا: نفی ماسوائے اللہ کیلئے۔

عام لوگوں میں خاص کا ہونا

پندرہویں ماہِ شعبان ۷۰۷ ہجری مذکور کو نماز کے بعد قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا ایک جوالق (ملنگ) آ کر تھوڑی دیر بیٹھ کر چلا گیا خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اسی وجہ سے ایسے لوگوں کو شیخ الاسلام شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا تھا لیکن شیخ الاسلام فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ہر قسم کے درویش وغیرہ حاضر ہوا کرتے تھے پھر فرمایا کہ عام لوگوں ہی میں خاص بھی ہوا کرتے ہیں اس بارے میں ایک حکایت بیان فرمائی کہ شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ بہت سیر کیا کرتے تھے ایک دفعہ جوالقیوں کے ایک گروہ کے پاس جا نکلے ان کے درمیان بیٹھ گئے وہاں پر نور جمع ہو گیا جب اچھی طرح غور کیا تو معلوم ہوا کہ انہیں میں سے ایک سے نور نکل رہا ہے اس کے پاس جا کر آہستہ سے پوچھا کہ ان لوگوں میں تو کیا کرتا ہے؟ جواب دیا: اس واسطے کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ عام لوگوں میں خاص بھی ہوا کرتے ہیں پھر اسی بارے میں ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ ایک بزرگ نے ایک گروہ میں اسی بابت پوچھا: ایک کو دیکھا جو دو رکعت میں قرآن شریف ختم کرتا تھا وہ بزرگ حیران رہ گیا اور دل میں کہا کہ اس مسکن میں کہ یہ مرد رہتا ہے اس قسم کی عبادت واقعی تعجب کے قابل ہے اس کام میں کس طرح مستقیم رہ سکتے ہیں الغرض جب ان سے آگے چلا گیا تو پھر دس سال بعد انہیں لوگوں کے پاس آیا تو پھر اس شخص کو ویسا ہی پایا تو پھر کہا کہ اب مجھے حقیقۃً معلوم ہو گیا ہے کہ عام لوگوں میں خاص بھی ہوا کرتے ہیں۔

ایام بیض کے روزوں اور نوافل اوابین کے بارہ میں

جمعہ کے روز بائیسویں ماہ شعبان ۷۰۷ ہجری کو نماز کے بعد قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے پوچھا کہ عشاء کے مابین جو چھ رکعت کے لیے کہا ہوا ہے ادا کرتا ہے؟ عرض کی جناب کرتا ہوں بعد ازاں ایام بیض کے روزوں کی بابت پوچھا کہ روزے رکھتا ہے؟ عرض کی جناب رکھتا ہوں پھر چاشت کی نماز کی بابت پوچھا: عرض کی ادا کرتا ہوں بعد چار رکعت صلوٰۃ السعادت کی بابت فرمایا۔ اس روز سعادت پر اور سعادت مل گئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

جمعہ کے روز پانچویں ماہ رمضان المبارک ۷۰۷ ہجری کو نماز سے پہلے قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ نماز سے پہلے بر خلاف قاعدہ آنے کی کیا وجہ تھی۔ عرض کی کہ تراویح کی نماز مولانا ظہیر الدین حافظ سلمہ اللہ تعالیٰ پڑھایا کرتے تھے وہ ہر روز تین سیپارے ختم کرتے ہیں میرے خواہش ہے کہ متواتر دس راتیں ان کے پیچھے نماز تراویح ادا کروں تا کہ قرآن مجید کے ختم کا ثواب ملے۔ اگر اجازت ہو تو جمعہ کی نماز کے بعد واپس آؤں تا کہ تراویح ادا کی جائے۔ فرمایا: بہتر۔

بعد ازاں اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک رات شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے حاضرین کو مخاطب کر کے پوچھا کیا تم میں سے کوئی ہے جو آج دو رکعت نماز ادا کرے اور ہر رکعت میں ایک مرتبہ قرآن مجید ختم کرے حاضرین میں سے کوئی متکفل نہ ہوا تو خود امام بن کر پہلی رکعت میں ایک ختم اور چار سیپارے اور پڑھے اور دوسری میں سورۂ اخلاص پڑھ کر نماز ختم کی۔

پھر ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ورد اور نماز وغیرہ جو کچھ میں نے سنا کیا لیکن ایک چیز مجھ سے نہ ہو سکی وہ یہ کہ میں نے سنا کہ ایک بزرگ صبح سے لے کر سورج نکلنے تک قرآن مجید ختم کرتا تھا بہت زور مارا لیکن مجھ سے نہ ہو سکا۔

ایک دن میں سات سو مرتبہ ختم قرآن

اسی موقعہ کے مناسب ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کعبہ مبارک کا طواف کر رہے تھے ایک شخص کو دیکھا اور اس کے پیچھے پیچھے طواف کرنا شروع کیا جہاں پر وہ قدم رکھتا وہیں آپ قدم رکھتے اس مرد کو یہ بات معلوم ہو گئی۔ کہا ظاہری متابعت کیا کرتا ہے اگر کرنی ہے تو باطنی کر۔ قاضی صاحب نے پوچھا آپ کیا کرتے ہیں؟ کہا میں ہر روز سات سو مرتبہ قرآن مجید ختم کرتا ہوں۔ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہایت متعجب ہوئے اور خیال کیا کہ شاید قرآن کے معانی اس کے دل پر گزرتے ہوں گے اور خیال میں پڑھتا ہو گا اس مرد نے مڑ کر دیکھا اور کہا: لفظاً نہ کہ خیالاً جب خواجہ صاحب نے یہ حکایت ختم فرمائی تو اعز الدین علی شاہ سلمہ اللہ تعالیٰ نے جو آپ کا ایک خاص مرید تھا سوال کیا کہ شاید یہ کرامت ہے فرمایا: ہاں! جو بات عقل میں نہیں آ سکتی وہ کرامت ہی میں ہوتی ہے۔

پھر اطاعتِ مشائخ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کی بابت جو کچھ مجھے پہنچا وہ سب میں نے کیا یہاں تک مجھے معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے معکوس نماز ادا کی۔ میں نے بھی جا کر اپنے پاؤں رسی سے باندھے اور سرنگوں ایک کنوئیں میں لٹک گیا اور اسی طرح نماز ادا کی۔ جب یہ حکایت ختم کی تو میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ جو شخص کسی مرتبے پر پہنچا ہے وہ حسن عمل سے پہنچا ہے فضل الٰہی تو ہوتا ہے لیکن اپنی طرف سے کوشش کرنا بھی ضروری ہے۔

ترک اور تجرید کے بارے میں

جمعہ کے روز پانچویں ماہ شوال ۷۰۷ ہجری کو نماز کے بعد قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا اس وقت ترک تجرید کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا ایک درویش نہایت مفلس اور مسکین مارے بھوک کے پیٹ پکڑ کر راہ چل رہا تھا خواجہ محمد (یا محمود) پتوہ نے جو میرا

یار ہے اس نے ایک دانگ (کم قیمت سکہ) اس کے سامنے رکھا۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے آج بھوسی پیٹ بھر کر کھائی ہے کھانے کی طرف سے بے پرواہوں آج مجھے اس دانگ کی کوئی ضرورت نہیں۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے اس کے صبر کی وقعیت کے بارے میں تعجب کیا اور فرمایا کہ واہ کیا ہی قناعت قوت اور صبر ہے۔

پھر اسی موقعہ پر قناعت اور غیر حق سے طمع نہ کرنے کے بارے میں فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک بزرگ شیخ علی نام اپنا خرقہ سی رہا تھا پاؤں دراز کیے ہوئے تھے اور ان پر خرقہ ڈال کر بخیہ کر رہا تھا اسی اثناء میں اسے کہا گیا کہ خلیفہ وقت آ رہا ہے اس نے ذرا پروانہ کی اور اسی طرح بیٹھا رہا اور کہا آنے دو! خلیفہ نے آ کر سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ شیخ نے سلام کا جواب کہا: مگر دربان نے جو خلیفہ کے ہمراہ تھا درویش کو کہا کہ پاؤں سمیٹ لو۔ شیخ نے اس بات کی ذرا پروانہ کی۔ چنانچہ دو تین مرتبہ دربان نے کہا: غرض جب خلیفہ واپس جانے لگا تو شیخ نے ایک ہاتھ دربان کا اور ایک خلیفہ کا پکڑ کر کہا کہ میں نے اپنے ہاتھ سمیٹ لیے ہیں اس لیے جائز ہے اگر میں پاؤں نہ سمیٹوں یعنی مجھے تم سے کسی قسم کی طمع نہیں اور نہ میں کچھ لیتا ہوں چونکہ میں نے اپنے ہاتھ سمیٹ لیے ہیں اس لیے اگر میں پاؤں نہ سمیٹوں تو کوئی حرج کی بات نہیں۔

پھر سلوک کے اصول کی بابت گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ ایک شخص خواجہ اجل شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا اور مرید ہو کر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کا منتظر تھا۔ کہ اب مجھے نماز یا ورد بتلاتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے صرف یہ کہا کہ جو بات اپنے لیے پسند نہیں کرتا اوروں کے لیے بھی پسند نہ کر اور اپنے لیے اسی بات کی خواہش کر جس کی اوروں کے لیے خواہش کرتا ہے مدت بعد جب وہ شخص پھر حاضر خدمت ہوا تو عرض کی کہ میں فلاں روز آپ کا مرید ہوا تھا اور منتظر ہوا کہ آپ مجھے نماز یا ورد کی بابت فرمائیں گے لیکن آپ نے کچھ نہ بتایا اب بھی اسی بات کا منتظر ہوں خواجہ صاحب نے فرمایا اس روز میں نے کہا تھا کہ جو بات اپنے لیے پسند نہیں کرتا وہ دوسرے کے لیے بھی نہ کر۔ اور اپنے لیے اسی بات کی خواہش کر جس کی اوروں کے لیے کرتا ہے چونکہ تو نے پہلا سبق یاد نہیں کیا اب میں دوسرا سبق کس طرح سکھلاؤں؟

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک پارسا بزرگ بارہا کہا کرتا تھا کہ نماز' روزہ ورد اور وظیفہ تو بمنزلہ مصالحہ (مسالہ) ہے دیگ میں اصلی چیز تو گوشت ہے جب گوشت ہی نہ ہو گا تو مصالحہ (مسالہ) کس کام کا؟ پوچھا گیا کہ آپ یہ بارہا فرماتے ہیں لیکن اس کی تشریح نہیں فرماتے۔ فرمایا: گوشت دُنیا کا ترک کرنا ہے اور نماز، روزہ، ورد اور تسبیح سب کچھ مصالح ہے مرد کو چاہیے کہ تارک الدنیا ہو اور کسی سے تعلق نہ رکھے خواہ اس میں نماز روزہ وغیرہ پایا جاتا ہو یا نہ کچھ ڈر نہیں۔ لیکن جب دِل میں دُنیا کی دوستی ہو تو ورد وظیفے وغیرہ فائدہ نہ دیں گے بعد ازاں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ اگر گھی' مرچ مصالحہ دیگ وغیرہ میں ڈالا جائے اور صرف پانی ڈال کر شوربہ پکایا جائے تو اسے شوربائے زُور یعنی جھوٹا شوربہ کہتے ہیں اصلی شوربہ وہی ہوتا ہے جو گوشت سے تیار کیا جائے خواہ اس میں مصالحہ ہو یا نہ ہو۔

ترک دنیا

بعد ازاں ترک دنیا کی دوستی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ دنیا کی ترک سے یہ مراد نہیں کہ

انسان اپنے تئیں ننگا رکھے۔ اور لنگوٹا باندھ کر بیٹھ جائے۔ بلکہ دنیا کی ترک اس بات کا نام ہے کہ لباس بھی پہنے اور کھائے بھی۔ لیکن جو کچھ اسے ملے۔ اس کی طرف راغب نہ ہو۔ اور نہ اس سے دل لگائے۔

تصوف کے آداب میں

جمعہ کے روز انیسویں ماہ شوال سنہ مذکور کو نماز کے بعد قدمبوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس وقت تصوف کے آداب' مشائخ کے ارشادات اور ان کے حالات و اصطلاحات کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ شیخ جمال الدین بسطامی شیخ الاسلام دہلی تھے۔ اہل صفہ کی رسموں اور ان کے آداب اچھی طرح جانتے تھے یہاں تک کہ جس لوٹے کو آپ استعمال کرتے۔ اس کے چار کونے تھے یعنی چار مقام سے اسے پکڑ سکتے تھے وہاں پر ایک بزرگ تھا اس نے کہا اس لوٹے کو لقمانی لوٹا کہتے ہیں شیخ جمال الدین بسطامی علیہ الرحمہ نے پوچھا کیسے؟ کہا: اسے ایک بزرگ شیخ لقمان خرفسی نام تھا اس کے مناقب بے شمار ہیں ایک مرتبہ اس سے جمعہ کی نماز یا کوئی اور شرعی کام فوت ہو گیا تو اس شہر کے تمام امام اس کا محاسبہ کرنے کے لیے باہر آئے اسے کہا گیا کہ شہر کے امام تجھ سے بحث کرنے کے لیے آئے ہیں شیخ نے پوچھا سوار آرہے ہیں یا پیدل؟ کہا سوار۔ اس وقت شیخ صاحب دیوار کے اوپر بیٹھے تھے دیوار کو کہا اللہ تعالیٰ حکم سے چل دے دیوار فوراً روانہ ہوئی مقصود یہ کہ ایک مرتبہ شیخ لقمان نے مرید سے پانی کا لوٹا مانگا اس نے لا دیا لیکن پکڑنے کے لیے اس میں کوئی مقام نہ تھا شیخ نے فرمایا کہ کوزہ ایسا ہونا چاہیے جس میں پکڑنے کی جگہ ہو مرید نے ایک گوشہ کوزہ تیار کیا اور پکڑ کر شیخ صاحب کو دیا فرمایا یہ تو تُو نے پکڑا ہے میں کہاں سے پکڑوں؟ مرید دو گوشہ کوزہ تیار کر کے لایا ایک گوشہ اپنے ہاتھ میں رکھا اور دوسرا شیخ صاحب کی طرف کیا شیخ صاحب نے فرمایا کہ یہ دونوں تو تیرے پکڑنے کے لیے ہیں میں کہاں سے پکڑوں؟ جاؤ سہ گوشہ بنا کر لاؤ مرید نے سہ گوشہ بنایا دو گوشے اپنے ہاتھ سے پکڑ لیے اور تیسرا اپنے سینے کی طرف رکھا شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر فرمایا کہ چار گوشہ بنا کر لاؤ چار گوشہ بنا کر لایا اس واسطے اس قسم کے کوزے کو لقمانی کوزہ کہتے ہیں۔

حضور امام کے بارے میں

جمعہ کے روز چھبیسویں ماہ شوال سن ہجری مذکور کو نماز کے بعد قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا اس وقت نماز اور امام اور مقتدیوں کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی فرمایا کہ حضور کا شروع یہ ہے کہ نماز جو کچھ پڑھے دل میں اس کے معنوں کا خیال کرے بعد ازاں فرمایا کہ شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید حسن افغان تھا جو صاحب ولایت اور نہایت بزرگ تھا چنانچہ شیخ بہاؤالدین فرمایا کرتے تھے کہ اگر قیامت کو مجھ سے پوچھا جائے گا کہ ہماری بارگاہ میں کیا لایا ہے؟ تو میں کہوں گا کہ حسن افغان کو لایا ہوں۔ ایک دفعہ یہی حسن افغان گلی میں سے گزر کر مسجد گیا۔ مؤذن نے اذاں کہہ کر تکبیر کہی اور امام بنا لوگ مقتدی بنے خواجہ حسن رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اقتداء کیا جب لوگ نماز سے فارغ ہو کر واپس چلے گئے تو آہستہ سے امام سے پوچھا کہ جب تو نے نماز شروع کی تو میں تیرے ساتھ تھا تو یہاں سے دہلی پہنچا اور غلام خریدے اور واپس آیا میں تیرے پیچھے پیچھے مارا مارا پھرا ہوں اور پھر ان غلاموں کو خراسان لے گیا آخر تم ہی کہو کہ نماز اسی کو کہتے ہیں؟

بعد ازاں اس کی بزرگی کی شرح کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک گاؤں میں ایک مسجد بنائی خواجہ حسن وہاں پہنچے تو اہل

عمارت کو کہا کہ محراب اس سمت رکھو! کیونکہ قبلہ اس طرف ہے وہاں پر ایک دانش مند تھا۔ اس سے اس بارے میں جھگڑا ہو پڑا۔ اس نے کہا قبلہ اور طرف ہے آخر دیر کے جھگڑے کے بعد خواجہ حسن نے فرمایا اچھا جس طرف میں کہتا ہوں ادھر ذرا نگاہ تو کرو اس دانش مند نے غور سے نظر کی تو کعبہ دیکھا۔ بعد ازاں اس کے احوال کی نسبت فرمایا کہ وہ بالکل ان پڑھ تھا۔ لوگ آ کر تختی یا کاغذ اس کے سامنے رکھتے جن پر کچھ نثر، نظم، کچھ عربی اور کچھ فارسی میں لکھی ہوتی اور ان سطروں میں ایک سطر قرآن شریف کی لکھتے اور اس سے پوچھتے کہ ان سطروں میں قرآن شریف کی سطر کونسی ہے؟ تو وہ بتا دیا کرتا پوچھتے کہ تو نے قرآن شریف تو پڑھا نہیں پھر کس طرح تمیز کر لیتے ہو؟ کہتے کہ اس طرح میں مجھے دینی نور دکھائی دیتا ہے جو اور سطروں میں نہیں پایا جاتا۔

پھر نماز میں استغراق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کو ایک مرد خواجہ کریم نام سے پہلے دہلی میں حال نویس تھا اور آخر تارک الدنیا ہو کر واصل بنا۔ وہ بارہا کہا کرتا تھا کہ جب تک میری قبر دہلی میں ہے کوئی کافر اس پر غالب نہیں آئے گا۔

دراستغراق نماز

اس کی نماز کے حضور کی بابت فرمایا ایک روز دروازہ کمال کے پاس شام کی نماز میں مشغول تھا ان دنوں میواتیوں کی دھوم تھی کوئی شخص بے وقت اس دروازے کے اردگرد نہ بھٹکتا خواجہ صاحب نماز میں مشغول تھے آپ کے یار دروازے پر کھڑے آوازیں دے رہے تھے کہ جلدی شہر میں چلے آؤ دربانوں نے بھی غلبہ کیا الغرض جب خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نماز ادا کی اور وہاں سے واپس آئے تو آپ سے پوچھا گیا کہ کوئی آواز بھی سنی تھی؟ فرمایا۔ نہیں۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ ہم نے اتنا شور مچایا اور آپ نے سنا تک نہیں فرمایا: تعجب تو اس پر ہے جو نماز میں مشغول ہو اور کسی کا شور سنے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب سے خواجہ کریم اللہ کی طرف متوجہ ہوئے پھر عمر بھر درم و دینار کو ہاتھ نہ لگایا۔

ترک دُنیا

بعد ازاں خواجہ صاحب نے ترک دُنیا اور اس کی لذتوں کے بارے میں فرمایا کہ ہمت بلند رکھنی چاہیے اور دُنیا کی آلائشوں میں نہیں پھنسنا چاہیے حرص وشہوت چھوڑ دینی چاہیے۔ پھر یہ شعر پڑھا

یک لحظہ زشہوتے کہ داری برخیز تا بنشیند ہزار شاہد در پیش

پانچویں ماہ ذیقعد سن ہجری مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا پوچھا مقرر تو جمعہ کا دن تھا آج کیسے آنا ہوا میں نے عرض کیا کہ سعادت نے آج ہی رخ دکھلایا جس وقت سعادت ہوتی ہے یہ دولت نصیب ہوتی ہے فرمایا بہتر ہے جو غیب سے ہوتا ہے اچھا ہوتا ہے۔

اثرِ صحبت کے بارے میں

بعد ازاں صحبت کے اثر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ صحبت کا بڑا بھاری اثر پڑتا ہے بعد ازاں ترک دُنیا کے بارے میں غلو کرتے ہوئے فرمایا کہ جب کسی ادنیٰ چیز کو چھوڑا جاتا ہے تو ایک شریف چیز ضرور ملتی ہے۔

نفلی روزوں میں طعام

منگل کے روز دسویں ماہ ذیقعد سنِ ہجری مذکور قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا وجیہ الدین باہلی' مولانا حسام الدین حاجی اس کے یار مولانا تاج الدین' مولانا جمال الدین اور اصحاب حاضرِ خدمت تھے کھانا لایا گیا فرمایا جو روزہ دار نہیں وہ کھائے ان میں سے بہت سے ایام بیض کی وجہ سے روزے سے نہ تھے انہیں کھانا دیا گیا۔

پھر فرمایا کہ جب عزیز آئیں تو انہیں کھانا لا دینا چاہیے اور کسی سے یہ نہیں پوچھنا چاہیے کہ تو روزے سے ہے یا نہیں کیونکہ اگر روزے سے نہیں ہوگا تو خود کھالے گا نہ پوچھنے میں یہ حکمت ہے کہ اگر وہ کہے تو ریا پایا جاتا ہے اگر روزے سے ہے صادق اور راسخ ہے تو کہے گا کہ ہاں روزے سے ہوں اس وقت اس کی اطاعت اعلانیہ دفتر میں لکھی جائیگی۔ اگر کہے کہ میں روزے سے نہیں جھوٹ بولتا ہے تو سائل کی تحقیر پائی جاتی ہے۔

ہفتے کے روز اکیسویں ماہ مذکورہ سنِ ہجری مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا نیک مردوں کے قدموں کی برکت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ جو مقام مروج ہے وہ بزرگوں کے یُمن قدم سے ہے جیسا کہ جامع مسجد دہلی بعد ازاں فرمایا کہ میں نے محمود کبیر سے سنا ہے وہ کہتا تھا کہ میں نے ایک صبح ایک بزرگ کو دیکھا کہ جامع مسجد کے ملمعی کنگروں پر جو محراب کے طاق پر ہیں چڑھتا جاتا اس قدر جلدی جیسے پرند۔ میں دور سے دیکھ رہا تھا جب صبح ہوئی تو کنارے سے اترا میں نے آگے جا کر سلام کیا۔ کہا دیکھا تھا۔ میں نے کہا ہاں۔ کہا کسی سے نہ کہنا۔ اسی اثناء میں عرض کیا کہ بہت سے بزرگ اپنے احوال کو پوشیدہ رکھتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا: اگر بھید ظاہر کریں تو محروم رہ جائیں اور بھید کے لائق نہ رہیں جب کسی سے راز کہا جائے اور وہ دوسرے کے پاس ظاہر کر دے تو اس سے اور کوئی بھید نہیں کہنا چاہیے میں نے عرض کی کیا بات ہے کہ خواجہ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ بار ہا غیبی باتیں فرمایا کرتے تھے۔ فرمایا: اس وقت اولیاء شوق کے غلبات میں آتے ہیں اور سکر کی وجہ سے کہہ دیتے ہیں لیکن جو کامل ہیں ان سے کسی قسم کا بھید ظاہر نہیں ہونے پایا بعد ازاں یہ مصرعہ پڑھا۔

مصرع

مرداں ہزار دریا خوردند و تشنہ رفتند

بعد ازاں فرمایا کہ حوصلہ وسیع ہونا چاہیے جو اسرار کے قابل ہو سکے اس بات والے سب اہل صحو (ہوش مند) ہوتے ہیں بندے نے پوچھا کہ آیا اصحابِ سکر (بے خود=بے ہوش) کا مرتبہ اعلیٰ ہے یا اصحاب صحو کا؟ فرمایا اصحاب صحو کا۔

قبولِ دُعاء

بدھ کے روز چودھویں ماہ ذوالحجہ سن ہجری مذکور قدم بوسی کی دولت حاصل ہوئی دُعاء کے قبول کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی زبان مبارک سے فرمایا کہ جو طاعت یا ورد کسی صاحب نعمت کی زبانی قبول کیا جائے اس کے ادا کرنے میں راحت ہوتی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ چند ورد ہیں جو میں نے اپنے اوپر لازم کر دیے ہیں اور چند اوراد مجھے اپنے پیر سے ملے ہیں دونوں وردوں

کے ادا کرتے وقت جو راحت حاصل ہوتی ہے ان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

بعد ازاں ترک اختیار کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی یعنی اختیار سے کوئی کام نہیں کرنا چاہیے زبان مبارک سے فرمایا کہ دوسرے کا محکوم ہونا اپنا خود حاکم بننے کی نسبت بہتر ہے۔

پھر فرمایا کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ جمعہ کے روز کیلئے خانقاہ سے نکلے تو مریدوں کو پوچھا کہ جامع مسجد کی راہ کونسی ہے؟ اور وہاں کس طرح جانا چاہیے حاضرین میں سے ایک نے کہا یہ راستہ ہے! آپ سے پوچھا کہ اتنی مرتبہ جمعہ کی نماز کے لیے گئے ہیں اور راستہ معلوم نہیں فرمایا جانتا تو ہوں لیکن اس واسطے سے پوچھا ہے تاکہ میں کسی کا محکوم ہو جاؤں۔ بعد ازاں ترک وطن اور محبت محل کی بابت وعظ و نصیحت فرمائی: اور یہ شعر پڑھے ۔

دشت و کہسار گیر ہچو وُحُوش — خانماں رابجاں بگر بہ و موش

قوت عیسیٰ چواز آسماں سازند — ہچو بداں جاش خانہ بردارند

خانہ راگر برائے قوت کنند — مور و زنبور و عنکبوت کنند

طاعت کے بارے میں

اتوار کے روز تیسری ماہ محرم سنِ ہجری مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا طاعت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ طاعت لازمی اور متعدی ہے لازمی وہ ہے جس کا نفع صرف کرنے والے کی ذات کو پہنچے اور یہ نماز' روزہ' حج' وِرد اور تسبیح ہے متعدی وہ جس سے اوروں کو فائدہ پہنچے اتفاق، شفقت غیر کے حق میں مہربانی کرنا وغیرہ اسے متعدّی کہتے ہیں اس کا ثواب بے شمار ہے لازمی طاعت میں اخلاق کا ہونا ضروری ہے تاکہ قبول ہو لیکن متعدی طاعت خواہ کسی طرح کی جائے ثواب مل جاتا ہے۔ واللہ الموافق۔

ولایت کے بارے میں

جمعرات کے روز ساتویں ماہ مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اس وقت ولایت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ شیخ میں وِلایت اور وَلایت دونوں ہوتی ہیں وَلایت تو یہ ہے کہ مریدوں کو خدا رسیدہ کرے اور طریقت کے ادب سکھلائے اور جو کچھ اس کے اور خلقت کے مابین ہے اسے ولایت کہتے ہیں لیکن جو اس کے اور مولا کے مابین ہے وہ وَلایت ہے اور وہ خاص محبت ہے اور جب شیخ دُنیا سے اِنتقال کر جائے تو وَلایت اپنے ساتھ نہ لے جائے اس بارے میں ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک بزرگ نے اپنے مرید کو کسی اور بزرگ کے پاس بھیجا اور پوچھا کہ اس رات جہان میں کیا گزرا۔ کہلا بھیجا کہ گزشتہ رات شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ سرہ العزیز مہینہ میں انتقال فرما گئے ہیں پھر اس بزرگ نے پچھوا بھیجا کہ اس رات ولایت کسے دی گئی ہے؟ کہا: اس کی مجھے خبر نہیں جو کچھ مجھے معلوم ہوا اس کی اطلاع دے دی ہے بعد ازاں معلوم ہوا کہ وہ ولایت شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ کو دیدی گئی ہے۔ وہ شمس العارفین کے دروازے پر آئے تو انہوں نے گفتگو کرنے سے پہلے ہی کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کے کئی شمس العارفین ہیں معلوم نہیں کہ کس شمس العارفین کو ولایت دی گئی ہے بعد ازاں شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے بھائی شیخ نجیب الدین متوکل کی حکایت بیان فرمائی کہ جب وہ مدرس کے پاس تحصیل علم کیلئے گئے تو مدرس نے پوچھا کہ نجیب الدین متوکل آپ ہی ہیں؟ جواب دیا

میں نجیب الدین متاکل ہوں متوکل کون ہو سکتا ہے۔ بعد ازاں مدرس نے فرمایا کیا تم شیخ الاسلام فرید الدین کے بھائی ہو؟ کہا: ہاں ظاہری تو ہوں لیکن معلوم نہیں باطنی بھی ہوں یا نہیں۔

پھر تھوڑی دیر اصحاب نعمت کی بخشش کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی جو اصحاب خدمت کے حق کو ملحوظ رکھتے ہیں فرمایا کہ ایک خواجہ صاحبِ نعمت اور جوانمرد بھی تھا کبھی کبھی قاضی عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس خرچ بھیجا کرتا تھا ایک مرتبہ قاضی صاحب نے کسی دوسرے سے کوئی چیز اپنی غرض کے لیے مانگی جب اس خواجہ نے سنا تو ناراض ہوا اور قاضی صاحب پر بھی ناراضگی ظاہر کی کہ آپ کسی اور سے کیوں مانگتے ہیں اور یہ دولت کیوں اوروں کے نصیب کرتے ہیں؟ قاضی صاحب نے لکھا کہ رنج نہ کر یہ سعادت دوسروں کے لیے بھی چھوڑ تا کہ دوسرے بھی یہ دولت حاصل کر سکیں تو اس شخص کی طرح نہ بن جو کہا کرتا تھا کہ اے پروردگار تو مجھ پر رحم کر اور اس وقت کسی اور پر رحم نہ کر۔ اور نہ ہی ان جیسوں میں سے ایک ہو جن میں سے ایک نے کہا ہے:

اے باغبان بیار در باغ باز کن   چوں من درایم و بت من دو فراز کن

شیخ عثمان سیوستانی کو عطائے کلاہ

اسی روز میرا (مؤلف کتاب) بھتیجا مرید ہوا اسی روز اس کا بھائی شمس الدین محلوق (سر منڈا ہوا) بنا۔ اسی روز شیخ جمال الدین کا دوہتا بھی مرید ہوا۔ مولانا برہان الدین غریب سلمہ اللہ تعالیٰ از سر نو محلوق ہوئے اور شیخ عثمان سیوستانی رحمۃ اللہ علیہ نے کلاہ کی درخواست کی اور پائی۔ شمس الدین کو خرقہ ملا۔ وہ دن بہت ہی آرام کا دِن تھا اسی روز شیخ بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت بیان فرمائی کہ جب وہ شیخ کی خدمت میں آتے تو سر جھکا لیتے۔ اس وقت صاحب فرماتے

بحقیقت چراغ کشتہ شود   چوں بروں رفت از سرش روغن

مردانِ غیب کے بارے میں

بدھ کے روز چھٹی ماہ جمادی الاوّل سنِ ہجری مذکور کو خضر آباد کے لشکر سے آ کر قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا مردانِ غیب کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی کہ جس کو عالی ہمت قابل اور صاحبِ طاعت و مجاہدہ دیکھتے ہیں لے جاتے ہیں۔ اسی اثناء میں زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک جوان نصیر نام بداؤں میں رہتا تھا اس سے میں نے سنا وہ کہتا تھا کہ میرا باپ ایک واصل مرد تھا ایک رات اسے آواز دی گئی۔ تو باہر گیا اندر سے میں نے صرف سلام علیکم کی آواز سنی اور یہ بھی سنا جو میرا باپ کہتا تھا کہ میں فرزندوں اور اہل بیت کو وداع کر لوں۔ انہوں نے کہا فرصت نہیں بعد ازاں ہمیں کچھ معلوم نہیں ہوا کہ وہ اشخاص اور میرا باپ کہاں گئے۔

اسی موقعہ پر شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت بیان فرمائی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب لکھی ہے اس میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانے میں ایک جوان قرونی نام تھا۔ جس کے گھر میں مردانِ غیب اکٹھا ہوا کرتے تھے چنانچہ نماز کے وقت خلقت صف باندھ کر کھڑی ہوتی اور ایک شخص امامت کراتا اور قرأت بڑی اونچی آواز سے سنائی دیتی اور بھی سب کچھ لیکن کوئی آدمی دکھائی نہ دیتا۔ صرف قرونی انہیں دیکھ سکتا تھا۔ شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ انہیں مردانِ غیب سے ایک نے قرونی کے ہاتھ ایک مہرہ بھیجا اور وہ میرے پاس ہے اسی موقعہ پر ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ ایک شخص علی نام تھا اس کے دروازے پر مردانِ غیب ہر

دفعہ آیا کرتے تھے السلام وعلیکم خواجہ علی! چند مرتبہ اس نے یہی آواز سنی ایک دن وہ سب مل کر آئے اور سلام علیک کہا خواجہ نے کہا: مردو! تم سلام علیک ہی کہو گے یا کبھی دکھائی بھی دو گے۔ اس کے بعد پھر اس نے آواز سنی میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی شاید خواجہ علی نے گستاخی کی۔ فرمایا: بے شک۔ خوش طبعی کی تو اس دولت سے بھی محروم رہ گیا بعد ازاں فرمایا کہ مردانِ غیب آواز دیا کرتے ہیں اور باتیں سناتے ہیں اور بعد ازاں ملاقات کرتے ہیں اور پھر لے جاتے ہیں اس حکایت کے اخیر پر زبان مبارک سے فرمایا وہ کونسا مقام اور راحت ہے جہاں پر اس بندے کو نہیں لے جاتے۔

سلوک کے بارے میں

سوموار کے روز انیسویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا سلوک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ چلنے والا کمال کا امیدوار اور متلاشی ہوتا ہے یعنی سالک جب تک سلوک میں ہے کمالیت کا اُمیدوار ہے بعد ازاں فرمایا کہ ایک سالک ہوتا ہے اور ایک واقف اور ایک راجع۔

ذکر سالک، واقف و راجع

سالک وہ ہے جو صرف راستہ چلے واقف وہ ہے جو وقفہ پڑھے۔ میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی کہ سالک کو بھی وقفہ پڑتا ہے فرمایا بے شک! جس وقت سالک سے طاعت میں کچھ فتور آ جاتا ہے اور وہ طاعت کے ذوق سے رک جاتا ہے تو اسے وقفہ پڑتا ہے اگر جلدی اس سے واقف ہو تو توبہ کرے تو پھر سالک بنتا ہے ورنہ اسی حالت میں رہتا ہے اور اس بات کا بھی اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں اسے رجعت لاحق نہ ہو اس کی راہ کی لغزش سات قسم کی ہوتی ہے اعراض، حجاب، تفاصل، سلب مزید، تسلی اور عداوت۔ پھر ان سات قسموں کی تفصیل یوں فرمائی کہ فرض کرو دو دوست ہیں جو آپس میں عاشق و معشوق ہیں اور ایک دوسرے کی محبت میں مستغرق ہیں اگر عاشق سے کوئی راحت یا روک ظاہر ہو جو اس کے دوست کو ناپسند ہو اور وہ اس سے منہ پھیر لے تو عاشق پر واجب ہے کہ فوراً معافی مانگ لے اگر ایسا کرے گا تو اس کا دوست راضی ہو جائے گا اور کدورت اور اعراض (روگردانی) جاتی رہے گی لیکن اگر وہ محب اسی خطاء پر اصرار کرے اور معافی نہ مانگے تو اعراض حجاب میں بدل جائے گا اور معشوق رخ نہ دکھائے گا۔ اس موقع پر خواجہ صاحب نے تمثیل کے لیے آستین مبارک اٹھا کہ چہرہ مبارک پر کر لی اور فرمایا کہ اس طرح حجاب کریگا اس وقت محب کو واجب ہے کہ عذر اور توبہ کرے۔ اگر نہ کرے گا تو حجاب تفاصل۔ (جدائی) میں بدل جائے گا پس پہلے اعراض تھا جو معافی نہ مانگنے پر حجاب ہوا اور پھر آہستہ آہستہ جدائی میں بدل گیا۔ اگر پھر بھی معافی نہ مانگے تو سلب مزید ہو جاتا ہے یعنی طاعت اور اوراد وغیرہ کی لذت اس سے چھین لی جاتی ہے اگر پھر بھی معافی نہ مانگے تو سلب مزید سلب قدیم میں بدل جائے گا یعنی سلب مزید سے پہلے جو طاعت اور راحت اس میں تھی وہ بھی لے لی جاتی ہے پس اگر پھر بھی توبہ نہ کرے اور معافی نہ مانگے تو پھر سلب قدیم تسلی میں بدل جاتا ہے یعنی پھر اس کے دل کو اس کی طرف سے اطمینان ہو جاتا ہے اس کا کچھ خیال ہی نہیں کرتا اگر پھر بھی معافی نہ مانگے تو عداوت پیدا ہو جاتی ہے یعنی محبت دشمنی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔

کھانا کھلانے کی فضیلت میں

سوموار کے روز پچیسویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا کھانا کھلانے کی فضیلت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی زبان مبارک سے فرمایا کہ لوگوں کو کھانا کھلانا بڑی اچھی بات ہے اسی اثناء میں فرمایا کہ خواجہ بزرگ شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند خواجہ علی تاتاری کافروں کی جنگ میں گرفتار ہوئے اور چنگیز خان کے پاس لائے گئے اس خاندان کا ایک مرید وہاں پر تھا جب خواجہ علی کو گرفتار دیکھا تو حیران رہ گیا دِل میں ان کی رہائی کی تدبیریں سوچنے لگا کہ کس طرح چنگیز کے روبرو ان کا ذکر کروں اگر یہ کہوں کہ وہ بزرگ خاندان سے ہے تو وہ نہیں مانے گا اسے کیا معلوم۔ اگر ان کی اطاعت اور عبادت کا ذکر کروں تو اس کا اثر بھی نہ ہوگا۔ آخر بہت سوچ بچار کے بعد چنگیز خان کے پاس گیا اور کہا کہ اس کا باپ بہت بزرگ مرد تھا وہ لوگوں کو کھانا کھلایا کرتا تھا اس کو رہا کر دینا چاہیے۔ چنگیز خان نے کہا کہ گھر کے لوگوں کو کھانا کھلایا کرتا تھا یا باہر کے لوگوں کو؟ کہا: گھر والوں کو تو ہر ایک کھلاتا ہے انسان اسے سمجھو! جو دوسروں کو کھانا کھلائے۔ فوراً حکم دیا کہ اسے چھوڑ دو اور خلعت دے کر معافی مانگو۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ کھانا کھلانا تمام مذاہب میں پسندیدہ ہے۔

خطرہ۔عزیمت۔فعل

بعد ازاں خطرہ، عزیمت اور فعل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ اوّل خطرہ ہے یعنی وہ چیز جو دِل میں گزرے اور بعد ازاں عزیمت ہے یعنی اسی اندیشے پر دِل لگے اور پھر فعل ہے یعنی وہ ارادہ فعل میں بدلتا ہے بعد ازاں فرمایا کہ عوام جب تک فعل نہ کریں مواخذہ نہیں کیا جاتا لیکن خواص کو خطرہ کی صورت میں ہی مواخذہ کر لیتے ہیں اس واسطے ضروری ہے کہ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اس واسطے کہ خطرہ، عزیمت اور فعل سب اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی پناہ ڈھونڈتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو خیال میرے دِل میں گزرا اس کے فعل کی مجھے تہمت لگی خواہ وہ فعل میں نے نہ ہی کیا چنانچہ ایک مرتبہ جب ایک صادق درویش آپ کی خانقاہ میں آیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے درویش کی حرمت کی۔ افطار کے وقت اپنی لڑکی کو فرمایا کہ اس کے واسطے پانی کا کوزہ لائے لڑکی نے نہایت ادب وعزت سے درویش کے سامنے پانی کا کوزہ رکھا شیخ ابوسعید کو لڑکی کا ادب نہایت پسند آیا دِل میں خیال کیا کہ وہ کیسا ہی نیک بخت ہوگا جس کی یہ لڑکی منکوحہ بنے گی جب یہ خیال دِل میں آیا تو حسن موذن کو جو خانقاہ کا خادم تھا بازار بھیجا دریافت کرو کہ شہر میں کیا ہو رہا ہے اس نے واپس آ کر کہا کہ آج بازار میں ایسی بات سنی ہے جس کے سننے کی تاب کان نہیں لا سکتے۔ شیخ صاحب نے فرمایا: کہو! عرض کی زبان زیب نہیں دیتی۔ فرمایا جو سنا ہے کہہ دے حسن نے کہا کہ بازار میں ایک آدمی دوسرے کو کہہ رہا تھا کہ شیخ ابوسعید اپنی لڑکی کا نکاح کیا چاہتا ہے۔ شیخ صاحب ہنس پڑے اور فرمایا کہ صرف دِل میں یہ بات گزری تھی تو مجھے مواخذہ کیا گیا ہے جب خواجہ صاحب نے یہ حکایت بیان فرمائی تو میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی کہ اس حکایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے سب سے نیک آدمی تھے فرمایا: بے شک۔ اور میری تعریف کی۔

پھر استقامت توبہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ اگر کوئی شخص شراب سے توبہ کرے تو اس کے پہلے ساتھی ضرور اس کی مزاحمت کریں گے اور ہر مرتبہ اس مقام میں جہاں شراب نوشی کے مزے اڑائے ہوں گے اسے بلائیں گے اور اسے پھر شراب پلانے کی کوشش کریں گے لیکن بات اسی وقت ہوسکتی ہے جب کہ اس کے دِل میں پہلے کی کچھ رغبت باقی ہو لیکن اگر توجہ سے اس کا دِل بالکل صاف ہوگیا تو کوئی ساتھی اس کی مزاحمت نہیں کرسکتا۔

بعدازاں فرمایا کہ جس شخص کو لوگ بدکار کہیں ضرور اس کا دِل اسی بدی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ لیکن جب توبہ کر کے دِل کو اس سے ہٹالے اور پھر اسے بھولے سے بھی یاد نہ کرے تو یہ استقامتِ توبہ کی علامت ہے یعنی توبہ کرنے والا توبہ پر پکا ہے نہ اسے گنہگار کہہ سکتے ہیں اور نہ فاسق لیکن اگر وہ گناہ کی طرف مائل ہو تو اس کی مزاحمت کریں گے اور زبانی بھی اس کے فسق کا ذکر کریں گے۔

فقرائے حیدریہ اور طوقِ آہن

پھر حیدریہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ وہ ترک بچہ اور صاحبِ حال درویش تھا جب چنگیز خان نکلا تو کافروں نے ہندوستان کا رخ کیا۔ اور یوں اس نے یاروں کی طرف رخ کیا اور کہا بھاگ چلو! وہ ضرور غالب آئیں گے۔ پوچھا تجھے کس طرح معلوم ہے؟ فرمایا وہ ایک درویش کو اپنے ہمراہ لائے ہیں اور خود اس درویش کی پناہ میں ہیں۔ میں اس درویش سے کشتی لڑا لیکن اس نے مجھے پچھاڑ لیا اب حقیقتِ حال یہ ہے کہ وہ غالب آئیں گے تم بھاگ جاؤ گے بعدازاں خود غار میں چھپ گئے اور نظر سے غائب ہوگئے انجام ویسا ہی ہوا جیسا کہ کہا تھا بعدازاں اس حکایت کی تقریر میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی کہ حیدریہ فقراء جو لوہے کے کڑے اور طوق ہاتھوں اور گلے میں پہنتے ہیں کیا اس کی متابعت کرتے ہیں؟ فرمایا: ہاں! لیکن اس پر تو ایک حالت طاری ہوئی تھی جس میں وہ گرم لوہا پکڑ کر اپنے ہاتھ سے کبھی طوق بناتا تھا اور کبھی کڑے اور لوہا اس کے ہاتھ میں موم کی طرح تھا یہ گروہ اب کڑے اور طوق تو پہنتے ہیں لیکن وہ حالت نہیں۔

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ زندگی اس بات کا نام ہے کہ درویش ذکرِ حق میں مشغول رہے بعدازاں فرمایا کہ ایک درویش میرک گرامی نام تھا ایک اور درویش کو اس کی زیارت کا اشتیاق ہوا اس بزرگ میں یہ کرامت تھی کہ جو خواب دیکھتا سچ ہوتا اس کی تعبیر عین وہی ہوتی جو وہ دیکھتا تھا جب اسے اشتیاق غالب ہوا تو زیارت کے لیے روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں ایک منزل پر خواب میں سنا کہ میرک گرامی فوت ہوگیا ہے صبح اُٹھ کر کہا کہ افسوس! میں نے اتنی راہ اس کی زیارت کے لیے قطع کی اور وہ بھی مرگیا اب کیا کرنا چاہیے چلو! وہاں چل کر اس کی قبر کی ہی زیارت کریں گے وہاں پہنچ کر پوچھنا شروع کیا کہ میرک گرامی کی قبر کہاں ہے؟ سب نے کہا کہ وہ تو زندہ اور صحیح سلامت ہے اور تم قبر کی بابت پوچھتے ہو۔ وہ درویش حیران رہ گیا کہ میرا خواب جھوٹ کس طرح ہوگیا الغرض میرک گرامی کے پاس جا کر سلام کہا اس نے وعلیکم السلام کہا۔ فرمایا: خواجہ تیرا خواب فی الوقع ٹھیک تھا اس واسطے کہ میں ہمیشہ یادِ خدا میں رہا کرتا تھا آج اس کے سوا کسی اور چیز میں مشغول تھا سو جہان میں ڈھنڈورا پٹوا دیا کہ میرک گرامی مرگیا ہے۔

ذِکر صوم و آداب درویشی

جمعرات کے روز تیرہویں ماہ جمادی الثانی مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی روزے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو

زبان مبارک سے فرمایا روایت ہے کہ رسول خداﷺ تین مہینے روزے رکھتے لیکن یہ معلوم نہیں کہ وہ تین مہینے کون سے ہیں؟ بعد ازاں فرمایا کہ درویشی کے آداب تو یہ ہیں کہ سال کا تیسرا حصہ روزوں میں گزارا جائے یعنی سال میں چار مہینے روزے رکھنے چاہئیں بعد ازاں فرمایا کہ جو لوگ تین مہینے روزے رکھتے ہیں وہ ان کے علاوہ دس محرم کے' ۳ ذوالحجہ کے' اور دس اور متفرق روزے رکھتے ہیں جو مل کر سال کا تیسرا حصہ بنتے ہیں بعد ازاں فرمایا کہ اس قسم کو اور طرح پر مقرر کیا ہے یعنی ہفتے میں دو روزے سوموار اور جمعرات کے رکھے جائیں تو بھی سال کا تیسرا حصہ ہو جاتا ہے پھر صائم الدہر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا: رسول خداﷺ فرماتے ہیں: من صائم الدهر كله لا صام ولا افطر ۔ جس نے ساری عمر روزہ رکھا اس نے نہ رکھا نہ افطار کیا۔ ایک اور حدیث ہے۔ من صائم الدهر تضيق عليه جهنهم وعقد ايستعين ۔ جس نے ہمیشہ روزہ رکھا۔ اس پر دوزخ اور نوے گرہ تنگ ہو جاتی ہے یعنی وہ شیخ نہ دوزخ میں جاتا ہے اور نہ نوے گرہ اس پر اثر کرتی ہیں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جو شخص ہمیشہ روزہ رکھتا ہے وہ روزے کا عادی ہو جاتا ہے اس لیے اسے روزے کی چنداں تکلیف محسوس نہیں ہوتی پس ایسے روزے میں اور بھی زیادہ ثواب ہوتا ہے جس میں نفس کو تکلیف ہو اور یہ داؤدی روزہ ہے کہ ایک روزہ روزہ رکھے اور دوسرے روز افطار کرے۔

نمازِ ظہر

بدھ کے روز انیسویں ماہ مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا جب میں آداب بجالایا تو فرمایا: ظہر کی نماز کے بعد ۱۰ رکعت نماز پانچ سلام سے ادا کیا کرو اور ان دس رکعتوں میں قرآنِ شریعت کی آخری سورتیں پڑھا کرو۔

صلوٰۃ الخضر

بعد ازاں فرمایا کہ اس نماز کو صلوٰۃ الخضر کہتے ہیں دراصل یہ نماز حضرت خضر علیہ السلام کی ہے جو شخص اس نماز کو ہمیشہ ادا کرتا ہے اسے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات حاصل ہوتی ہے۔

سنتوں میں سورتوں کا تعین

بعد ازاں نماز سنت میں سورتوں کو مقرر فرمایا کہ صبح کی سنتوں میں فاتحہ کے بعد الم نشرح اور الم تر کیف ظہر کی سنتوں میں سورۂ قُل یاایها الکفرون سے لے کر قُل هُو اللهُ اَحَد تک اور دوسری رکعتوں میں ایۃ الکرسی اور امن الرسول عصر کی سنتوں میں اذا زلزلت الارض سے لے کر سورۃ التکاثر تک شام کی سنتوں میں سورۃ کافرون اور سورۂ اخلاص عشاء کی سنتوں میں آیۃ الکرسی' امن الرسول' شهد الله' قل اللّٰهم مالك الملك اور وتر کی نماز میں انا انزلنه' سوره الکفرون اور سورۃ اخلاص پڑھنی چاہیے۔

صبر جمیل در وفات وغیرہ

جمعرات کے روز ستائیسویں ماہ مذکور کو قدم بوسی کی سعادت نصیب ہوئی صبر جمیل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی یعنی جو شخص

اپنے عزیزوں کے انتقال پر صبر کرے تو واقعی وہ عجیب کام کرتا ہے اور بر خلاف اس کے جو روتے پیٹتے ہیں اور اس کا نام لے کر پکارتے ہیں یہ جائز نہیں اس بارے میں فرمایا کہتے ہیں کہ بقراط کے بیس لڑکے تھے۔ ایک ہی دن بیسوں مر گئے۔ شائد ان پر چھت گر پڑی یہ خبر حکیم نے سنی۔ تو ذرّہ بھر بھی اس کے مزاج میں تغیر نہ آیا پھر اسی موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی۔ مجنوں کو کہا گیا کہ لیلیٰ مر گئی ہے کہا شرمندگی میرے لیے ہے کہ میں نے ایسی چیز سے دوستی کو جو قابل فنا ہے۔

نیک عورتوں کا ذکر پہلے

بعدازاں جب رات ہوئی تو جمعرات تھی ایک عورت نے بیعت کی کہ اندیدیت میں ایک عورت تھی جو نہایت پاکدامن تھی جس کی بابت شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز بارہا فرمایا کرتے تھے کہ یہ عورت مرد ہے جو عورت کی صورت میں پیدا کیا گیا ہے بعدازاں فرمایا کہ درویش دُعا کرتے ہیں اس واسطے کہ عورتیں غریب ہوا کرتی ہیں پہلے نیک عورتوں کی حرمت کرنی چاہیے اور بعد میں نیک مردوں کی پہلے نیک عورتوں کو یاد کیا کرتے تھے اور پھر نیک مردوں کو بعدازاں فرمایا کہ جب کوئی شیر جنگل سے نکلتا ہے تو اس کی بابت یہ کوئی نہیں پوچھتا کہ نر ہے یا مادہ یعنی یہ بات ضروری ہے کہ خواہ مرد ہو یا عورت طاقت اور تقویٰ میں مشہور ہونا چاہیے بعدازاں پارساؤں کی فضیلت اور ان کی حکایت میں یہ دو مصرعے فرمائے

گر نیک ایم مرا ازیشاں گیرند　　　　در بد باشم مرا بدیشاں بخشند

لیلۃ الرغائب، نماز اویس قرنیؓ

منگل کے روز تیرہویں ماہ رجب سن ہجری مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا مجھ سے پوچھا کہ کس سے میل جول رکھتے ہو میں نے آپ کے بعض بڑے بڑے یاروں کے نام لیے فرمایا: انہیں کی خدمت میں رہا کرو اور میری تعریف کی اور یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا:

با عاشقاں نشین و غم عاشقی گزیں　　　　باہر کہ نیست عاشق کم کن ازو قریں

بعدازاں فرمایا کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کا فرمایا ہوا ہے کہ مشائخ کا طریق یہ ہے کہ جب انہیں کسی حال کی اطلاع ہوا کرتی ہے تو پوچھا کرتے ہیں کہ وہ کن لوگوں سے میل جول رکھتا ہے اسی سے معلوم کر جاتے ہیں کہ وہ کس قسم کا ہے۔

پھر لیلۃ الرغائب کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ رغائب، رغیب کی جمع ہے یعنی اس رات میں بہت سی چیزیں (نیکیاں) ہیں زبان مبارک سے فرمایا کہ جو نماز لیلۃ الرغائب میں آئی ہے جو اسے ادا کرتا ہے وہ اس سال نہیں مرتا۔ بعدازاں فرمایا کہ ایک شیخ ہمیشہ وہ نماز ادا کرتا تھا جس سال اس نے مرنا تھا اس سے وہ نماز ادا نہ ہو سکی اسی روز فوت ہو گیا پھر حضرت خواجہ اویس قرنیؓ کی نماز کے بارے میں فرمایا کہ یہ نماز تیسرے چوتھے اور پانچویں ماہ رجب کو ادا کی جاتی ہے بعدازاں فرمایا کہ تیرہویں چودھویں اور پندرھویں بھی آئی ہے اور ایک روایت کے مطابق تیئسویں چوبیسویں اور پچیسویں تاریخیں ہیں بعدازاں اس نماز کی فضیلت کے بارے میں بڑا غلو فرمایا اسی اثناء میں ایک حکایت بیان فرمائی کہ معزی مدرسہ میں ایک عالم مولانا زین الدین نام ایک نہایت عجب مرد تھے جو آپ سے مسئلہ پوچھا جاتا اس کا شافی جواب دیتے۔ اور مباحثہ میں نہایت عالمانہ گفتگو کرتے آپ کی تعلیم

کی بابت آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ میں نے کچھ نہیں پڑھا اور نہ کسی کی شاگردی کی ہے جب میں بڑا ہوا تو ایک مرتبہ خواجہ اویس قرنی ؓ کی نماز ادا کی اور دُعا کی کہ پروردگار! میں بڑا ہو گیا ہوں اور کچھ نہیں سیکھا مجھے علم عنایت کر۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے علم کا دروازہ مجھ پر کھول دیا۔ اب مشکل سے مشکل مسئلہ کی شرح بخوبی کر سکتا ہوں۔

نماز درازئ عمر

بعد ازاں فرمایا کہ رجب کے آخر میں بھی ایک نماز آئی ہے۔ جو درازئ عمر کیلئے پڑھی جاتی ہے اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ بدرالدین غزنوی علیہ الرحمۃ والغفران یہ نماز ادا کیا کرتے تھے۔ بعد ازاں فرمایا کہ شیخ ضیاء الدین پانی پتی ؒ کے فرزندِ رشید نظام الدین سے میں نے سنا ہے کہ شیخ بدرالدین غزنوی علیہ الرحمۃ والغفران فوت ہونے کو تھے اس سال یہ نماز ادا نہ کی فرمایا: اب میری عمر باقی نہیں۔ چنانچہ اسی سال وفات پائی۔

کعبہ کی آبادی و بربادی میں

منگل کے روز تیئیسویں ماہ رجب سنِ ہجری مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ کعبہ کی آبادی و بربادی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی زبان مبارک سے فرمایا کہ کعبہ کو دو مرتبہ برباد کیا گیا رسولِ خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ دو مرتبہ کعبہ خراب کیا جائے گا تیسری مرتبہ آسمان پر لے جایا جائے گا اور یہ آخری زمانے میں ہوگا بعد ازاں قیامت قائم ہوگی جب قیامت نزدیک ہوگی تو بتوں کو لا کر کعبے میں رکھیں گے اور اسی نام قبیلے کی عورتیں ان بتوں کے سامنے ناچیں گی اس وقت کعبے کو آسمان پر لے جایا جائے گا۔

طاعت وعبادت میں

بدھ کے روز پندرھویں ماہ شعبان سنِ ہجری مذکور کو قدمبوسی کی سعادت نصیب ہوئی مجھے پاس بلا کر فرمایا کہ ہمیشہ طاعت اور اوراد میں مشغول رہنا مشائخ کی کتابوں کا مطالعہ بھی کرنا بے کار ہرگز نہ رہنا پھر کلاہ اور چوغہ عنایت فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

تلاوت قرآن وقیام شب میں

بدھ کے روز پچیسویں ماہ مذکور کو قدم بوسی کی سعادت نصیب ہوئی قرآن پڑھنے اور قیام شب اور جو لوگ مسجد میں قیام فرماتے ہیں ان کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی میں نے عرض کی کہ اگر اپنے گھر میں قیام کریں فرمایا: اپنے گھر میں ایک سیپارہ پڑھنا مسجد میں ختم قرآن سے بہتر ہے۔

بعد ازاں ایک شخص کی بابت فرمایا کہ وہ دمشق کی جامع مسجد میں ہمیشہ رات کو جاگا کرتا تھا اور شیخ الاسلامی کے شغل کی اُمید پر رات کو قیام کرتا خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ پہلے شیخ الاسلامی کو جلاؤ اور پھر خانقاہ کو اور بعد ازاں اپنے تئیں پھر یہ حکایت بیان فرمائی ایک نبی پچیس برس تک روزہ رکھتا رہا لیکن کسی کو اس کے حال کی خبر نہ تھی یہاں تک کہ اس کے گھر والوں کو بھی معلوم نہ تھا کہ وہ روزہ رکھتا ہے۔ اگر گھر جاتا تو ظاہر کرتا کہ دکان سے کچھ کھا آیا ہے اگر دکان میں ہوتا تو ظاہر کرتا کہ گھر سے کچھ کھا آیا ہے پھر فرمایا کہ نیت درست اور نیک رکھنی چاہیے اس واسطے کہ خلقت کی نگاہ عمل پر ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی نظر نیت پر ہوتی ہے جب نیت

للہ ہو گی تو تھوڑا عمل بھی کافی ہوگا اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ دمشق کی جامع مسجد سے متعلق وقف بہت ہے۔ سو وہاں کا متولی قوی حال ہوتا ہے گویا دوسرا بادشاہ ہے یہاں تک کہ اگر بادشاہ کو مال کی ضرورت پڑے تو متولی مسجد سے قرض لیتا ہے الغرض ایک درویش نے ان اوقاف کی طمع پر مسجد میں طاعت اور عبادت کرنی شروع کی جو شخص شہرت پاتا اس کو متولی بنایا جاتا تھا وہ مدت تک طاعت میں لگا رہا لیکن کوئی شخص اس کا نام زبان تک نہ لایا۔

نیت خالص یابد

ایک رات اس دکھاوے کی عبادت سے پشیمان ہوا اور اللہ تعالیٰ سے عہد کر لیا کہ تیری پرستش خالص تیری ہی خاطر کروں گا نہ کہ اس عہدہ کے شغل کی طمع سے چنانچہ نیک نیتی اور خلوص سے عبادت کرنی شروع کی انہیں دنوں اسے متولی ہونے کے لیے بلایا گیا اس نے کہا نہیں میں نے اسے ترک کر دیا ہے میں نے پہلے اس کی بہت طلب کی لیکن نہ ملی اور اب میں اس کا تارک ہوا تو مجھے یہ عہدہ ملتا ہے الغرض وہ اسی طرح اللہ کی یاد میں مشغول رہا اور اس شغل سے آلودہ نہ ہوا۔

جمعہ کے روز نویں ماہ رمضان ہجری مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا حاضرین میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرد نہایت صالح درویشوں کی خدمت کا بڑا شوق رکھتا تھا اسے میں نے کہا کہ خواجہ صاحب کی خدمت میں کیوں حاضر نہیں ہوئے کہا: میں ایک مرتبہ بیعت کی نیت سے وہاں گیا تو دستر خوان بچھے ہوئے تھے اور مشعلیں جلتی ہوئی دیکھیں میرا اعتقاد بدل گیا اور واپس چلا آیا۔ خواجہ صاحب نے جب یہ بات سنی تو حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہاں دستر خوان اور مشعلیں کب دیکھی ہیں بعد ازاں مسکرا کر فرمایا کہ چونکہ اس کے نصیب میں بیعت کی دولت نہ تھی اس لیے اسے اس طرح دکھائی دی میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی کہ اگر دستر خوان اور مشعلیں ہوں بھی تو بھی اعتقاد نہیں بگڑنا چاہیے۔ فرمایا: بعض کا اعتقاد تھوڑی سی بات سے بگڑ جاتا ہے اور بعض کا اور بھی مضبوط ہو جاتا ہے۔

نگہداشت فرمانِ پیر

پھر تھوڑی دیر کے بعد پیر کے فرمان کی نگہداشت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ الاسلام حضرت شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے دُعا کے لیے ہاتھ اٹھا کر فرمایا کہ کوئی شخص ہے جو اسے یاد رکھے۔ میں نے معلوم کیا کہ آپ کا مقصد یہ ہے کہ میں یاد رکھوں میں نے عرض کی کہ آپ کی خدمت میں ایک بار پڑھوں تو مجھے دعا یاد ہو جائیگی۔ فرمایا: پڑھ! جب میں نے پڑھی تو اعراب صحیح فرمائے کہ اس طرح پڑھ میں نے اسی طرح پڑھی اگرچہ جس طرح میں نے پڑھی تھی وہ بھی بامعنی تھی الغرض وہ دعاء اسی وقت یاد ہو گئی میں نے عرض کی کہ دعاء مجھے یاد ہو گئی ہے فرمایا: پڑھ! میں نے آپ کے فرمان کے مطابق با اعراب پڑھی۔ جب وہاں سے چلا آیا۔ تو مولانا بدر الدین اسحٰق علیہ الرحمۃ والغفران نے مجھے کہا کہ تم نے بہت اچھا کیا جو شیخ صاحب کے فرمائے ہوئے اعراب کے مطابق پڑھی۔ میں نے کہا: اگر سیبو یہ جو اس علم کا واضع ہے اور ان قواعد کے اور بانی بھی مجھے آ کر کہیں کہ یہ اعراب اس طرح ٹھیک نہیں جس طرح تو نے پڑھے ہیں تو بھی میں اسی طرح پڑھوں جس طرح کہ شیخ صاحب نے فرمایا: مولانا بدر الدین نے فرمایا کہ جیسے تو آداب کو ملحوظ رکھتا ہے ہم میں سے کوئی نہیں رکھ سکتا۔

پھر خدمت پیر کے آداب کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سنا ہے کہ میں نے عمر بھر میں ایک جرأت کی تھی یعنی اپنے پیر حضرت قطب العالم خواجہ قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز سے یہ اجازت طلب کی کہ میں ایک چلہ بھر گوشہ نشینی اور تنہائی اختیار کروں۔ قطب العالم شیخ قطب الحق والشرح بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا کہ کوئی ضرورت نہیں اس سے شہرت حاصل ہوتی ہے ہمارے خواجگان نے ایسا نہیں کیا اور نہ ہی میں شہرت کے لیے ایسا کرنا چاہتا ہوں حضرت قطب العالم شیخ قطب الحق والشرح والدین قدس اللہ سرہ العزیز خاموش ہو گئے۔ بعد ازاں ساری عمر اس بات کا افسوس ہی کرتا رہا اور استغفار کرتا رہا کہ کیوں میں نے اس بات کا جواب دیا جو آپ کے حکم کے موافق نہ تھا جب یہ حکایت ختم ہوئی تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے بھی ایک مرتبہ اپنے شیخ کی خدمت میں بے قصد جرأت کی۔ وہ یہ کہ ایک روز عوارف کا نسخہ آپ کی خدمت میں تھا اس سے فوائد بیان فرما رہے تھے چونکہ باریک قلم سے لکھا ہوا تھا اس میں کچھ کچھ الفاظ غلط تھے اس لیے تھوڑی دیر کے لیے رک جاتے تھے میں نے اور نسخہ شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لکھا ہوا دیکھا مجھے یاد آ گیا میں نے عرض کی کہ شیخ نجیب الدین کے پاس صحیح نسخہ ہے شاید یہ بات آپ کو ناگوار گزری۔ ایک گھڑی کے بعد فرمایا کہ مجھ میں غلط نسخے کی تصحیح کی قوت نہیں یہ الفاظ دو مرتبہ دہرائے پہلے تو مجھے کچھ خیال نہ ہوا پھر میں نے سوچا کہ یہ الفاظ میرے حق میں فرمائے ہیں میں اٹھ کر ننگے سر آپ کے قدموں پر پڑا۔ اور عرض کی نعوذ باللہ ! اگر میرا یہ مطلب ہو۔ میں نے واقعی صحیح نسخہ دیکھا تھا سو میں نے عرض کیا لیکن میرے دل میں ہرگز کوئی اور خیال نہ تھا میں نے بہت معذرت کی لیکن ناراضامندی کے آثار ظاہر تھے۔ جب میں وہاں سے اٹھا تو مجھے کچھ نہ سوجھا کہ میں کیا کروں؟ مجھے اس روز غم بہت ہوا میں روتا ہوا گھبرایا اور حیران باہر نکلا ایک کنوئیں پر جا کر اپنے تئیں اس میں گرانا چاہا پھر دل میں سوچا فرض کیا۔ اگر میں مر گیا تو شاید یہ بدنامی کسی اور کو ہو اسی خیال میں روتا ہوا جنگل سے آیا اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ اس وقت میری کیا حالت تھی الغرض شیخ صاحب کے فرزند شہاب الدین نام سے میری دوستی تھی۔

اسے میں نے اس حال کی خبر کی وہ شیخ صاحب کی خدمت میں گیا اور میری حالت اچھی طرح بیان کی شیخ محمد کو میرے بلانے کے لیے بھیجا جب میں گیا تو سر قدموں پر رکھ دیا پھر خوش ہوئے دوسرے روز مجھے بلا کر نہایت شفقت وعنایت سے پیش آئے کہ یہ سب کچھ میں نے تیرے حال کے کمال کے لیے کیا تھا اس روز میں نے آپ کی زبان مبارک سے سنا تھا کہ پیر مرید کا سنوارنے والا ہوتا ہے پھر مجھے خاص لباس عنایت فرمایا: الحمد للہ علی رب العلمین۔

طاعت کی کوشش کے بارے میں

بدھ کے روز تیئسویں ماہ مذکورہ کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ طاعت کی کوشش کے بارے میں بات شروع ہوئی فرمایا کہ لوگ جب پہلے پہل کوئی طاعت شروع کرتے ہیں تو بے شک نفس کو ناگوار گزرتی ہے لیکن جب صدق اسے کرتا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ توفیق عنایت کرتا ہے اور وہ کام آسان ہو جاتا ہے ہر ایک کام پہلے دشوار معلوم ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ توفیق عنایت کرتا ہے اور وہ کام آسان ہو جاتا ہے ہر ایک کام دشوار معلوم ہوتا ہے لیکن جب انسان شروع کرتا ہے تو آسان ہو جاتا ہے۔ بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ نے بارہا یہ چاہا کہ جامع الحکایات کو لکھیں۔ وجہ معاش تنگ تھی اور کتابت اور نساخ کی اُجرت بہت مشکل سے

ادا ہوتی تھی اگر کاتب ہوتا تو کتاب کی اُجرت نہ ملتی اگر اُجرت ملتی تو کاغذ اور دوسرے اسباب حاصل نہ ہوتے الغرض ایک روز نساخ حمید نام آپ کی خدمت میں آیا شیخ صاحب نے فرمایا کہ دیر سے میری یہ خواہش ہے کہ جامع الحکایات لکھواؤں لیکن کسی طرح یہ تمنا بھر نہیں آتی۔ حمید نے پوچھا: اب اس وقت کچھ موجود ہے فرمایا: ایک درم حمید نے اس درم کا کاغذ خریدا اور کتابت شروع کی ابھی وہ کاغذ لکھنے نہ پایا تھا کہ کچھ اور فتوح مل گئی کاغذ کی دوسری جز کی قیمت اور کتابت کی اجرت ادا کی بعد ازاں متواتر فتوح پہنچتی رہی اور وہ کتاب جلدی ہی بخوبی ختم ہوئی اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جب کوئی کام شروع کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے انجام کو پہنچا ہی دیتا ہے۔

پھر شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب کے حقائق کے بارے میں فرمایا کہ ایک روز میں آپ کی خدمت میں بیٹھا تھا اس روز میری چھٹی تھی میں نے آپ کو کہا: میرے لیے دعا کریں کہ میں قاضی ہو جاؤں۔ آپ خاموش رہے پھر میں نے دوبارہ کہا کہ شاید آپ نے سنا نہ ہو لیکن پھر بھی خاموش رہے پھر تیسری مرتبہ کہا تو مسکرا کر فرمایا: تو قاضی نہ بن اور کچھ بن آپ اس کام سے شاید کسی قدر متنفر تھے جو اس کے لیے دُعاء بھی نہ کی۔

بخشش و معافی

پھر بخشش اور معافی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی حدیث میں آیا ہے کہ اگر کسی مرد کی جیب میں ایک درم ہو اور وہ بوقتِ ضرورت اسے نکالنا چاہے لیکن وہ جیب کے اندر ہی میں گھسا رہے اور اسے یہ خیال ہو جائے کہ کہیں گر پڑا ہے تو وہ ضرور مغموم ہو گا اور حق تعالیٰ اسے بخش دے گا کہ حدیث اس شخص کے بارے میں ہے جس کے پاس صرف ایک ہی درم ہو لیکن اگر کسی کے پاس بہت سے درم ہوں اور ایک گم ہو جائے تو وہ غم نہیں کرے گا لیکن جس کے پاس ایک ہی درم ہو اور وہی گم ہو جائے تو وہ ضرور غم کرے گا اور اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا ان معنوں کی کشف اس روز ہوئی اسی روز خلعت اور خاص پاپوش مرحمت ہوئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

ایک ہی در پکڑنے کی تاکید

بدھ کے روز دسویں ماہ محرم کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا آپ چھت پر بیٹھے تھے پاس ہی ایک سیڑھی رکھی تھی جب میں آداب بجالایا تو فرمایا کہ اسی جگہ سیڑھی کے پاس بیٹھ جا میں۔ بیٹھ گیا۔ ہوا سے دروازہ بار بار بند ہوتا تھا میں نے طاق کو ایک ہاتھ سے پکڑے رکھا تا کہ بند نہ ہو ایک گھڑی بعد مجھے دروازہ پکڑے ہوئے دیکھ کر فرمایا۔ چھوڑتا کیوں نہیں۔ میں نے آداب بجالا کر عرض کی کہ میں نے پکڑا ہوا ہے مسکرا کر فرمایا: یہ دروازہ تو نے پکڑا ہے اور مضبوطی سے پکڑا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ بارہا فرمایا کرتے تھے کہ ہر دروازے اور ہر شخص کے پاس نہیں جانا چاہیے۔ صرف ایک دروازہ پکڑنا چاہیے اور مضبوط پکڑنا چاہیے۔

بعد ازاں حکایت بیان فرمائی کہ ایک دیوانہ صبح کے وقت ایک دروازے پر کھڑا تھا جب دروازہ کھلا تو لوگ باہر نکلے کوئی دائیں طرف گیا اور کوئی بائیں اور کوئی سیدھا یہ دیکھ کر دیوانے نے کہا کہ یہ پریشان اور مخالف چلتے ہیں اسی واسطے کہیں نہیں پہنچ سکتے اگر سارے ایک ہی راہ چلیں تو ضرور مقصود تک پہنچ جائیں۔

قلت طعام کے فوائد

پھر تھوڑی دیر کے لیے کھانا کم کھانے اور اس کے فوائد اور کھانے پر کھانے اور اس کے نقصان پر گفتگو شروع ہوئی فرمایا جب ایک دفعہ پیٹ بھر جائے تو پھر اور نہیں کھانا چاہیے اور البتہ دو شخصوں کو کھانا جائز ہے۔ ایک وہ شخص جس کے ہاں مہمان آئے ہوئے ہوں اور وہ ان کی خاطر ان کے ساتھ مل کر اور کچھ کھائے اور دوسرے وہ جو روزہ رکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ سحری کے وقت شاید کچھ نہ مل سکے اگر وہ کھائے ہوئے پر کھالے تو جائز ہے۔

دُعائے ماثورہ برائے دفع وباً

پھر دعائے ماثورہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ اگر کوئی شخص ایسے رنج میں مبتلا ہو جو کسی طرح علاج پذیر نہ ہو تو جمعہ کے روز عصر کی نماز سے لے کر شام تک اور کوئی کام نہ کرے فقط ان تین اسماء کو پڑھتا رہے وہ اسماء یہ ہیں۔ یا اللہ' یا رحمٰن' یا رحیم ضرور بالضرور اس رنج وبلا سے نجات پائیگا۔

ہفتے کے روز اٹھائیسویں ماہ شوال سنِ ہجری مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا تو میں (مؤلف کتاب) نے ان معانی کے جمع کرنے کا حال بیان کیا وقت نیک اور خلوت باراحت تھی میں نے آداب بجالا کر التماس کی کہ حکم ہو تو کچھ عرض کروں؟ فرمایا: کہو میں نے عرض کی کہ سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا ہے میں جناب کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں جناب سے فوائد کے بارے میں کچھ نہ کچھ سنتا ہوں خواہ وعظ ونصیحت خواہ حکایات مشائخ اور ترغیب طاعت یہ تمام میں نے لکھ لیے ہیں جس سے میری یہ غرض ہے کہ میرا دستور الحال اور دستور العمل ہو۔ میں نے اپنی فہم کے مطالعہ سے لکھا ہے کیونکہ جناب کی زبان مبارک سے میں نے بارہا سنا ہے کہ مشائخ کی باتوں اور اشارات جو انہوں نے سلوک کے بارے میں لکھی ہوں مطالعہ کرتے رہنا چاہیے پس کوئی مجموعہ میرے لیے جناب کے جان بخش اقوال سے بڑھ کر نفیس نہیں اس واسطے میں نے جو کچھ جناب کی زبانی سنا۔ سب قلمبند کرلیا ہے اور اب تک اس واسطے ظاہر نہیں کیا کہ میں فرمان کا منتظر تھا جب خواجہ صاحب نے التماس سن لی تو فرمایا کہ جب میں شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کا مرید ہوا تو میں نے دِل میں ٹھان لی کہ جو کچھ آپ کی زبان مبارک سے سنوں گا۔ اسے قلمبند کرتا جاؤں گا پہلے روز ہی جب قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا تو جناب کی زبان مبارک سے سنا۔

اے آتشِ فراقت دِل ہا کباب کردہ سیلاب اشتیاقت جاں ہا خراب کردہ

بعد ازاں میں نے قدم بوسی کا اشتیاق آپ کی خدمت میں ظاہر کرنا چاہا لیکن جناب کی دہشت کے سبب صرف اس قدر عرض کیا کہ قدم بوسی کا اشتیاق نہایت غالب ہوگیا ہے شیخ صاحب نے جب مجھ میں دہشت کے آثار دیکھے تو فرمایا کہ ہر ایک داخل ہونے والے پر رعب چھایا ہی کرتا ہے الغرض اس روز خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جو کچھ میں نے اپنے شیخ سے سنا اسے قلمبند کیا جب اپنے ڈیرے آیا تو کتاب بند رکھی بعد ازاں جو کچھ سنتا اسے لکھتا رہتا یہاں تک کہ شیخ صاحب کی خدمت میں اس بات کی اطلاع بھی کردی پھر جب کبھی کوئی حکایت یا اشارت بیان فرماتے تو پوچھ لیتے کہ تو حاضر ہے یہاں تک کہ اگر میں غیر حاضر ہوتا تو میری غیر حاضری میں جو فوائد بیان فرماتے۔ جب میں واپس آتا تو پھر انہیں فوائد کا اعادہ کرتے۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے ایک کرامت دیکھی کہ انہیں دنوں ایک شخص نے مجھے سفید کاغذ دیا میں نے اس کی ایک جلد بنائی اور شیخ صاحب کے بیان کردہ فوائد اس پر لکھتا رہا اس کے اوپر لکھا: سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ پھر نیچے فوائد لکھنے شروع کیے اب تک وہ مجموعہ میرے پاس ہے بعدازاں بندے (مؤلف کتاب) کو فرمایا کہ کاغذ لائے ہو؟ عرض کی! جناب لایا ہوں فرمایا دکھاؤ! میں نے چھ کاغذ پیش کیے آپ نے مطالعہ فرمائے اور تعریف کی کہ اچھے لکھے ہیں ایک دو مقام پر خالی جگہ چھوڑ گئے ہو؟ عرض کی کہ باقی حروف مجھے اچھی طرح یاد نہ تھے سو آپ نے کمال شفقت سے انہیں مکمل فرمایا یہ تھی آنجناب کی شفقت اور حمیت اور شکستہ پروری۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

فضل ورحمت باری تعالیٰ

پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل کے بارے میں فرمایا کہ وہ خلقت کے اندیشے کے برعکس کارسازی کرتا ہے پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ کسی خلیفہ بغداد نے ایک جوان کو قید کر لیا پھر اس کی ماں نے خلیفہ کے پاس آکر آہ وزاری کی کہ میرے بیٹے کو رہا کردے۔ خلیفہ نے کہا: میں نے حکم دیا ہے کہ اسے ہمیشہ کے لیے قید میں رکھا جائے جب تک خلیفوں کی اولاد سے کوئی باقی رہے گا تیرا فرزند قید ہی رہے گا بڑھیا نے یہ سن کر آنکھوں میں آنسو بھر کر آسمان کی طرف منہ کر کے کہا کہ خلیفہ نے تو اپنا یہ حکم کیا ہے اب تو کیسا حکم کرتا ہے؟ خلیفہ نے جب یہ بات سنی تو اس کا دل پسیجا حکم دیا کہ اس کے لڑکے کو چھوڑ دو اور پھر اسے ایک قیمتی گھوڑا بھی مرحمت کیا کہ اس جوان کو گھوڑے پر سوار کر کے بغداد میں پھرائیں اور ساتھ ہی یہ منادی کرتے پھریں کہ یہ خلیفہ کے خیال پر ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔

ذکر بخشش پیر وقابلیت مرید

پھر پیر کی بخشش اور مرید کی قابلیت کی بابت گفتگو ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ شیخ الاسلام فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید یوسف نام اپنے شیخ کی خدمت میں کہہ رہا تھا کہ میں آپ کی خدمت اتنے سال سے کر رہا ہوں ہر شخص کو آپ نے مستفیض کیا مجھے ان سے زیادہ مستفیض کرنا چاہیے تھا وغیرہ وغیرہ باتیں کرتا رہا شیخ الاسلام نے فرمایا کہ میری طرف سے کوئی کوتاہی نہیں ہوئی تجھ میں قابلیت اور استعداد چاہیے۔ اگر تجھ میں قابلیت اور استعداد ہوتی تو میں بھی کچھ کرتا اگر خدائے تعالیٰ ہی نہ دے۔ تو میں کیا کر سکتا ہوں؟ مرید اسی طرح کہے گیا۔ اسی اثناء میں شیخ صاحب کی نگاہ ایک چھوٹے لڑکے پر پڑی اسے فرمایا کہ میرے لیے اینٹوں کے ڈھیر سے ایک اینٹ لا۔ وہ عمدہ سی اینٹ اٹھا لایا۔ پھر یوسف کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس کے واسطے بھی ایک اینٹ لا وہ آدھی اینٹ ٹوٹی پھوٹی لایا شیخ صاحب نے فرمایا اس میں میں کیا کروں؟ کیا میں نے یہ کام خود کیا ہے؟ چونکہ تیرا نصیب ہی ایسا ہے اس لیے میں کچھ نہیں کر سکتا اور نہ ہی میرا قصور ہے۔

شیخ عثمان خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں

جمعرات کے روز آٹھویں ماہ شوال سن ہجری مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا شیخ عثمان خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا

کہ وہ بہت بزرگ آدمی تھا اس نے ایک تفسیر بھی تیار کی ہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ وہ غزنی میں رہا کرتا تھا اور شلغم اور چقندر وغیرہ کی سبزی پکایا کرتا تھا اور فروخت کیا کرتا تھا پھر عنایت غیبی کے بارے میں یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ۔

حق بشباں تاج نبوت دہد ورنہ نبوت چہ شناسد شیاں

بعد ازاں فرمایا کہ اگر کوئی شخص اسے کھوٹا پیسہ دے جاتا تو جو کچھ اس نے پکایا ہوتا خریدتا تو وہ دیدہ دانستہ اس کے کھوٹے پیسے رکھ لیتا گویا اسے کھوٹے اور کھرے کی تمیز ہی نہیں بہت سے آدمی کھوٹے پیسے لا کر کھرے بدل لے جاتے اور کھانا خرید لے جاتے جب وہ فوت ہونے لگا تو آسمان کی طرف منہ کر کے کہا: اے پروردگار! تو اچھی طرح جانتا ہے کہ لوگ مجھے کھوٹے پیسے دے جایا کرتے تھے اور میں انہیں قبول کرتا تھا اور کبھی نہیں لوٹاتا تھا اگر مجھ سے بھی کوئی کھوٹی طاعت ہوئی ہو۔ تو اپنے فضل وکرم سے رد نہ کرنا۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک صاحب حال درویش نے اس کی دیگ سے کھانا طلب کیا شیخ عثمان نے چمچہ دیگ میں ڈالا جب باہر نکالا تو سب مروارید اور موتی تھے اس درویش نے کہا کہ میں اسے کیا کروں پھر شیخ عثمان نے دوبارہ چمچہ ڈالا تو تمام سونا ہی سونا نکلا اس درویش نے کہا یہ پتھر اور کنکر ہیں ایسی چیز نکالو جو میں کھا سکوں تیسری مرتبہ جب چمچہ ڈالا تو سبزی پکی ہوئی نکلی۔ درویش نے جب یہ حال دیکھا تو کہا کہ اب تجھے یہاں نہیں رہنا چاہیے انہیں چند دنوں میں وہ فوت ہو گیا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جب درویش کو ان باتوں کی کشف ہوتی ہے تو وہ رہ نہیں سکتا حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

آں جمال تو چیست مستی تو وآں سپند تو چیست ہستی تو

بعد ازاں زبانِ مبارک سے فرمایا کہ اولیاء اللہ جو کچھ ظاہر کر دیتے ہیں وہ ان کی مستی کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ اصحاب سکر ہیں بر خلاف ان کے انبیاء علیہم السلام اصحابِ صحو ہوتے ہیں حکیم سنائی اسے مستی کہتے ہیں یعنی کوئی ہر ظاہر کر دیا ہے تو دیر نہیں کرنی چاہیے اسے اس عبارت میں ادا کیا ہے ۔

آں جمال تو چیست مستی تو واں سپند تو چیست و ہستی تو

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ مرد کے لیے کشف وکرامات بمنزلہ حجاب ہیں اور استقامت کا کام محبت ہے۔

بزرگی مسلم ہے

سوموار کے روز تیئسویں ماہ ذوالقعدہ سن ہجری مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا ایک جوان آیا تو خواجہ صاحب نے اس سے پوچھا کہ تیرے جد بزرگوار کس پیر کے مرید تھے؟ جواب دیا کہ شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے خواجہ صاحب نے فرمایا کہ شیخ جلال الدین کسی کو بہت کم مرید کیا کرتے تھے قاضی حمید الدین ناگوری' مولانا برہان الدین غریب حاضر تھے'' پوچھا کہ ایسے بزرگ اور شیخ ہو کر کیوں لوگوں کو مرید نہیں کرتے خواجہ صاحب نے فرمایا خواہ مرید کریں یا نہ کریں ان کی بزرگی اور شیخی میں کوئی فرق نہیں آتا اس کی مثال ایسی ہے جیسے دو آدمی ہوں اور دونوں میں قوت رجولیت ہو ایک کے ہاں تو اولاد پیدا ہو اور دوسرے کے ہاں نہ ہو تو اس سے لازم نہیں آتا کہ اس کے نہ ہونے میں کچھ فرق ہے لیکن ایسا بہت کم دیکھا گیا ہے انبیاء علیہم السلام بھی اسی طرح گزرے ہیں چنانچہ قیامت کے دِن ایک پیغمبر اپنی امت کو ہمراہ لائے گا کسی کے ساتھ کم ہو گی کسی کے ساتھ زیادہ ایک پیغمبر آئے گا کہ اس کے

ہمراہ صرف ایک آدمی ہوگا' لیکن اس سے یہ لازم تو نہیں آتا کہ ان کی نبوت کا قصور ہے اس طرح شیخ اور مرید سمجھ لو۔

ذکر سماع و وجد

اتوار کے روز انیسویں ماہ و سنِ ہجری مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا سماع کے وقت جو وجد ہوتا ہے اس کی بابت گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ ننانوے نام میں الواجد الماجد بھی شامل ہیں واجد بمعنی معطی (عطا کرنے والا) بعدازاں فرمایا کہ واجد وجد سے نکلا ہے یعنی بخشش کرنے والا جیسا کہ شکور کے معنی شکر کرنے والے کے ہیں لیکن اسمائے الٰہی میں اس کے معنی شکر قبول کرنے والے کے ہیں اس طرح واجد کے معنی وجد عطا کرنے والے کے ہیں۔

بعدازاں شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر شروع ہوا کہ وہ سماع نہیں سنا کرتے تھے زبان مبارک سے فرمایا کہ شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ والرضوان فرمایا کرتے تھے کہ زیادہ سے زیادہ نعمت جو ہوسکتی ہے وہ شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کو دی گئی تھی مگر سماع کا ذوق عطاء نہیں فرمایا گیا تھا بعدازاں شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے استغراق شغل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ اوحد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے تو شیخ صاحب نے اپنا مصلے لپیٹ گھٹنے تلے دبا لیا۔ یہ بات مشائخ کے نزدیک اعلیٰ درجہ کی تعظیم ہے الغرض جب رات ہوئی تو شیخ اوحد نے سماع طلب کیا شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے قوالوں کو بلایا اور سماع ترتیب دیا اور خود کونے میں چلے گئے اور طاعت اور ذکر میں مشغول ہو گئے شیخ اوحد اور دوسرے لوگ اہل سماع میں مشغول ہوئے۔ جب صبح ہوئی تو خادم خانقاہ نے شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی کہ رات سماع تھا ان لوگوں کو کھانا کھلانا چاہیے شیخ صاحب نے پوچھا کہ کیا رات کو سماع تھا خادم نے عرض کی بے شک! فرمایا: مجھے اس کی مطلق خبر نہیں۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس سے شیخ شہاب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کا استغراق وقت معلوم ہوسکتا ہے کہ آپ ذکر میں اس طرح مشغول ہوئے کہ سماع کے غلبہ کی آپ کو مطلق خبر نہ تھی جب سماع بند کر دیتے تو شیخ صاحب قرآن مجید سنتے شیخ صاحب نے ان کا سماع باوجود اس قدر غلبہ کے بالکل نہ سنا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ آپ کس حد تک یادِ الٰہی میں مشغول تھے۔

پھر لاہور کے مزاروں کی بابت گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ وہاں پر بہت سے بزرگ مدفون ہیں بعدازاں مجھ سے پوچھا کہ تو نے لاہور کو دیکھا ہے؟ عرض کی جناب! دیکھا ہے اور بعض بزرگوں کی زیارت کی ہے۔ مثلاً شیخ حسین زنجانی رحمۃ اللہ علیہ اور علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ دونوں ایک ہی پیر کے مرید تھے اور وہ اپنے زمانے کے قطب تھے حسین زنجانی رحمۃ اللہ علیہ مدت سے لاہور میں رہتے تھے کچھ مدت بعد ان کے پیر نے خواجہ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا کہ لاہور میں سکونت اختیار کرو علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی کہ حسین زنجانی رحمۃ اللہ علیہ جو وہاں ہیں فرمایا: تو جا شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرمان کے مطابق لاہور پہنچے تو رات تھی دوسری صبح شیخ حسین کا جنازہ اُٹھا۔

پھر نظم کے متعلق گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ مشائخ نے بہت عمدہ نظمیں کہی ہیں مثلاً اوحد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے بزرگ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین خاص کر شیخ سیف الدین باخرزی جنہیں تقریباً سارے علوم یاد تھے ایک مرتبہ مریدوں نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ ہر ایک شخص نے کوئی نہ کوئی کتاب تالیف کی ہے آپ کیوں نہیں لکھتے؟ جواب دیا کہ ہمارا ہر ایک شعر کتاب ہی سمجھو! اسی روز مجھے (مؤلف کتاب) نماز اشراق کی بابت فرمایا کہ دو رکعت نماز اس طرح ادا کیا کرو کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد

آیۃ الکرسی خالدون تک اور دوسری رکعت میں امن الرسول سے سورہ کے آخیر تک اور اللہ نور السموٰت والارض سے علیھم تک پڑھو اس کے بعد دو رکعت اور نماز استعاذہ (پناہ) اس طرح ادا کرو کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ فلق اور دوسری رکعت میں والناس پڑھا کرو۔

بعد ازاں دو رکعت نماز استخارہ کی بابت فرمایا کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ کافرون اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص پڑھنا اس کے بعد دوگانہ اور ادعیہ۔ پھر فرمایا کہ دو رکعت نماز اور میں تجھے بتاؤں گا کہ جس روز شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے مجھے اشراق کی بابت چھ رکعت کا حکم دیا اور فرمایا کہ کچھ اور بھی کہوں گا۔

آدابِ مجلسِ پیر

جمعرات کے روز گیارہویں ماہ ذوالحج سنِ ہجری مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا آدابِ مجلسِ پیر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ آداب اس بات کا نام ہے کہ جب مجلس میں آئیں تو جو جگہ خالی دیکھیں، وہیں بیٹھ جائیں یعنی جب پیر کی خدمت میں حاضر ہوں تو اوپر یا نیچے بیٹھنے کا خیال نہ کریں بلکہ جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جائیں کیونکہ آنے والے کی جگہ وہی ہوتی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ایک مقام پر بیٹھے تھے اور یار گرد حلقہ باندھے بیٹھے تھے تین شخص آئے ایک اس حلقے میں خالی جگہ دیکھ کر بیٹھ گیا دوسرے کو حلقہ میں جگہ نہ ملی وہ پیچھے بیٹھ گیا تیسرا واپس چلا گیا۔ ایک گھڑی بعد رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت جبرائیل علیہ السلام نے آکر مجھے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص حلقہ میں بیٹھ گیا اسے ہم نے اپنی پناہ میں لے لیا ہے اور جو پیچھے بیٹھ گیا ہم اس سے شرمندہ ہیں قیامت کے دِن ہم اِسے رسواء نہیں کریں گے اور جو شخص چلا گیا ہے وہ ہماری رحمت سے دور ہو گیا ہے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا: ادب اس کا نام ہے کہ جو شخص مجلس میں آئے جہاں پر خالی جگہ دیکھے وہیں بیٹھ جائے اگر مجلس میں خالی جگہ نہ پائے تو پیچھے ہٹ کر بیٹھ جائے لیکن درمیان میں نہ بیٹھنا چاہیے کیونکہ جو درمیان بیٹھتا ہے وہ ملعون ہے۔

تلاوت قرآن مجید

اتوار کے روز اکیسویں ماہ ذوالحج سنِ ہجری مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تلاوت قرآن کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ جب پڑھنے والے کو کسی آیت کے پڑھنے سے ذوق اور راحت حاصل ہو تو اسے بار بار پڑھنا چاہیے بعد ازاں فرمایا کہ تلاوت اور سماع کی حالت میں جو سعادت حاصل ہوتی ہیں۔ اس کی تین قسمیں ہیں:

ذکر حالت وقت سماع

انوار و احوال اور آثار اور وہ تین عالم یعنی ملک، ملکوت اور جبروت سے نازل ہوتی ہے اور وہ تین مقامات ارواح، قلوب اور جوارح پر نازل ہوتی ہیں انوار ملکوت سے ارواح پر، احوال جبروت سے قلوب پر اور آثار ملک سے جوارح پر۔ پہلی حالت سماع میں عالم ملکوت سے ارواح پر نازل ہوتے ہیں بعد ازاں جو کچھ دِل میں پیدا ہوتا ہے اسے احوال کہتے ہیں اور وہ عالم جبروت سے قلوب پر نازل ہوتا ہے بعد ازاں جو حرکت جنبش اور آہ و بکا ظاہر کرتا ہے اسے آثار کہتے ہیں اور یہ عالم ملک سے جوارح پر نازل ہوتا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

صدقے کی شرائط

پھر تھوڑی دیر کے لیے صدقے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ جب صدقے میں پانچ شرطیں ہوں تو بے شک صدقہ قبول ہوتا ہے ان میں سے دو عطاء سے پہلے دو عطا کے وقت اور ایک بعد میں ہوتی ہے عطاء سے پہلے کی دو شرطیں ہیں کہ جو کچھ دے وہ حلال کی کمائی ہو دوسرے کسی نیک مرد کو دے جو اسے برے کام میں خرچ نہ کرے عطاء کے وقت کی دو شرطیں یہ ہیں کہ اوّل تو اضع اور ہنسی خوشی سے دے دوسرے پوشیدہ دے بعد کی شرط یہ ہے کہ جو کچھ دے۔ اس کا نام نہ لے بلکہ بھول جائے۔

فرق درمیان صَدقہ وصُدقہ

بعد ازاں فرمایا کہ ایک صَدقہ اور دوسرا صُدقہ ہے صَدقہ کے معنی تو معلوم ہو گئے اب رہا صُدقہ سو وہ مہر کا دَین ہے اور دونوں کے معنی صدقِ محبت کے مقتضی ہیں یعنی جس سے نکاح کرنا چاہتا ہے اس سے سچی محبت پیدا کرنی چاہیے۔ پس وہ درمیان میں دَینِ مہر لاتا ہے اور جو چیز راہِ حق میں دی جاتی ہے اس سے بھی حق تعالیٰ سے محبت پیدا ہوتی ہے اس کا نام صدق محبت کی وجہ سے صدقہ ہوا ہے۔

بعد ازاں امیر المؤمنین ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حکایت بیان فرمائی کہ آپ چالیس ہزار دینار حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔

شکرانہ چہل ہزار دینار دہند　　　　با میخ و گلیم عشق را بار دہند

یہ اس طرح ہوا کہ اس روز ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس چالیس ہزار دینار تھے وہ سب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بال بچے کے لیے بھی کچھ رکھا ہے؟ عرض کی خدا اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کافی ہیں بعد ازاں عمر خطاب رضی اللہ عنہ آئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نصف مال لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ گھر والوں کے لیے بھی کچھ رکھا ہے؟ عرض کی نصف لایا ہوں اور نصف رکھ آیا ہوں! بعد ازاں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی لائی ہوئی چیز کے مطابق حکم کیا۔

بعد ازاں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بابت حکایت بیان فرمائی کہ جس روز چالیس ہزار دینار لائے اور گودڑی پہن کر اس پر میخ ٹھونک کر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اسی وقت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گودڑی پہن کر اور میخ ٹھونک کر آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ کیسا لباس ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آج تمام فرشتوں کو حکم ہوا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی موافقت سے گودڑی پہنو! اور اس پر میخ ٹھونکو بعد ازاں خواجہ صاحب نے یہ شعر پڑھا

شکرانہ چہل ہزار دینار دہند　　　　با میخ و گلیم عشق را بار دہند

صدق کی حقیقت

یہاں سے صدق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ ایک مرد کے پاس پچاس دینار تھے اس نے دِل میں سوچا کہ میں کعبہ کی زیارت کر آؤں اور یہ روپیہ کعبہ کے مجاوروں اور وہاں کے رہنے والوں کو دوں یہ نیت کر کے روانہ ہوا اثنائے راہ میں ایک عیار

اسے ملا اور اس نے تلوار سونت لی تو مرد نے ہمیانی نکال کر اس کے آگے پھینک دی اور کہا مجھے کیوں مارتا ہے یہ لے پچیس دینار ہمیانی میں ہیں۔ عیار نے ہمیانی اٹھالی اور پچیس دینار نکال کر اس شخص کے سامنے رکھ دیئے لے تیری سچائی نے میرے قہر کو ٹھنڈا کر دیا۔

تصدق کی حقیقت

بعد ازاں تصدق کے بارے میں حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو گھوڑا بخش دیا تھا وہ گھوڑا اس کے پاس لاغر ہو گیا امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے قیمتاً اس سے خریدنا چاہا جب یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی تو جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا کہ دی ہوئی چیز کو پھر نہیں خریدنا چاہیے خواہ ایک دانگ (درہم کا چوتھائی حصہ۔ کسی شے کا چھٹا حصہ) کو ملے۔

کھانا کھلانے اور کھانے کی فضیلت

بعد ازاں کھانا کھلانے کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ بیس درہم صدقہ کرنے کی نسبت ایک درہم کا کھانا یاروں کو کھلانا بہتر ہے پھر اسی بارے میں لیک اور حکایت بیان فرمائی کہ ایک درویش صاحب حال بخارا میں امیر کے پاس آیا اور کہا: مجھے بادشاہ شہر سے کچھ کام ہے ذرا میری سفارش کر دینا' پوچھا۔ تیرا کیا حق ہے؟ جو میں سفارش کروں کیا تیرا مجھ پر حق ہے؟ کہا ایک مرتبہ تو نے کھانا پکایا تھا اور میں نے تیرے دستر خوان پر بیٹھ کر کھایا تھا یہ ہے تجھ پر میرا حق جب یہ سنا تو فوراً اُٹھ کر بادشاہ کے ہاں جا کر میرا کام بنوایا۔

فقراء اور معاملاتِ لین دین

بعد ازاں فقراء کے معاملات میں اور لین دین کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ شیخ بدر الدین اسحٰق علیہ الرحمۃ والغفران نے ایک شخص کو شطرنجی (دری۔ ایک طرح کا سوتی کپڑا) دے کر فرمایا کہ بازار جا کر فروخت کر آؤ اور ساتھ ہی فرمایا کہ درویشانہ طور پر بیچنا۔ پوچھا اس کا کیا مطلب؟ فرمایا: جو ملے سو لے آنا۔

ذکر مناقب ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ

سوموار کے روز انتیسویں ماہ ذوالحج ۷۰۸ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب اور مراتب کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ آپ نو سال ایک غار میں رہے اس غار میں ایک چشمہ تھا جس پر آپ رہتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے ایک رات نہایت سردی تھی چنانچہ ہلاکت کا اندیشہ تھا اس تاریکی میں آپ کے ہاتھ ایک پوستین لگی اسے پہن کر گرم ہوئے۔ جب دِن چڑھا تو پوستین دور پھینک دی جب دور پھینکی اور غور سے دیکھا تو پوستین دراصل اژدہا تھا جس نے آنکھیں کھولی ہوئی تھیں اور پھن پھیلائے حرکت کر رہا تھا آپ حیران رہ گئے اتنے میں آواز آئی نجیناك من التلف بالتلف کہ تجھے ہلاک کرنے والے سے ہلاک کرنے والے کے ذریعے بچالیا سردی اور سانپ دونوں ہلاک کرنے والے تھے سو سردی سے سانپ کے ذریعے تجھے بچالیا۔

ذکر کرامت اولیاء

بعد ازاں فرمایا کہ ایک درویش کنوئیں میں گر پڑا رسی نہ تھی جو باہر نکلتا اب مرنے پر ٹھان لی کہ اتنے میں ایک رسی اوپر سے لٹکتی ہوئی اسے دکھائی دی سمجھا کہ یہ نجات کا سبب ہے اسے پکڑ کر باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ شیر ہے جو نیچے دُم لٹکائے بیٹھا تھا منے یہی آواز سنی۔

نجیناك من التلف بالتلف۔

یہاں سے اولیاء کی کرامت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ ایک مجوب ولی تھا ایک مدعی اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور آزمائش کرنی چاہی دِل میں خیال کیا کہ جو آنکھ ظاہر میں نابینا ہو واجب ہے کہ عالمِ باطن میں بھی اس کی بینائی میں کچھ فرق ہو پس اس نے مجوب کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا کہ ولایت کی کیا علامت ہے..... ؟ اسی اثناء میں ایک مکھی آ کر اس کے ناک پر بیٹھی اس نے تین مرتبہ اڑائی پھر آ بیٹھی اسی اثناء میں پھر اس نے پوچھا کہ ولایت کی کیا علامت ہے؟ ایک علامت تو یہ ہے کہ اولیاء پر مکھی نہیں بیٹھتی۔

پھر لقمہ کی نگہداشت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ ایک جوان شیخ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہوا جو کثیر الطاعۃ تھا چنانچہ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کو اس کو طاعت اور عبادت سے تعجب ہوا اپنے نفس کو جھڑکا کہ یہ جوان جو مرید بنا ہے اس قدر طاعت کرتا ہے اور تو اس قدر نہیں کر سکتا بعد ازاں نورِ ضمیر سے معلوم کیا کہ یہ سب کچھ شیطانی ہے کیونکہ وہ جوان مشتبہ لقمہ کھایا کرتا تھا اس لیے شیطان ہی اس سے وہ طاعت کرایا کرتا تھا جب ابراہیم ادھم کو یہ حال معلوم ہوا تو نوجوان کو کہا کہ جہاں سے میں کھانا کھاتا ہوں وہیں سے کھایا کرو جوان نے لکڑیاں بیچ کر کھانا شروع کیا تو وہ بے اصل طاعت کا غلبہ جاتا رہا اور پھر تھوڑی عبادت کرنے لگا یہاں تک کہ نماز فریضہ بھی بڑی مشکل سے ادا کرتا اور اس جوان کا کام بن گیا اور اپنے اصل پر آ گیا۔

ذکر ثمرہ مجاہدہ

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ سرّ جو تمام اَسرار کی سعادت ہے ظاہر کر دیا فرمایا: شیخ کو یہی کام کرنا چاہیے بعد ازاں اسی بارے میں فرمایا کہ طاعت خواہ تھوڑی ہو صدق زیادہ ہونا چاہیے۔

پھر مجاہدے کے ثمرے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ چالیس سال نہ سوئے چالیس سال بعد ایک رات خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا اس دِن کے بعد جہاں کہیں جاتے سونے کے کپڑے ہمراہ لے جاتے اور سو جاتے تاکہ پھر خواب میں وہ دولت نصیب ہو ایک روز آواز آئی کہ وہ دولت اس بیداری کا نتیجہ تھا۔

ذکر جمع خرچ دُنیا

پھر دُنیا کے جمع خرچ کے بارے میں فرمایا کہ یہ بات دو طرح پر بیان کی گئی ہے اوّل یہ کہ حلال کا حساب ہوگا اور حرام کا عذاب یعنی جو حلال کی روزی سے جمع کیا جائے اس کا حساب ہوگا اور جو حرام کی کمائی ہوگی اس کے واسطے عذاب کیا جائے گا' دوسرے یہ کہ حلال حرام دونوں کے لیے عذاب ہوگا وہ اس طرح کہ آفتاب قیامت تلے کھڑا کر کے پوچھا جائے گا کہ کہاں سے حاصل کیا اور کہاں

خرچ کیا۔

بعدازاں فرمایا کہ بعض کہتے ہیں کہ یہ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے کہ حلالھا حساب و حرامھا عذاب و شبھا تھا عقاب دُنیا کے حلال کا حساب ہوگا حرام کا عذاب اور شبہات (مشتبہ چیزوں پر) عتاب۔

مشائخ سونا چاندی قبول نہیں کرتے

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ بعض مشائخ سونا چاندی قبول نہیں کرتے فرمایا کہ اس کے لینے اور خرچ کرنے کی شرائط ہیں لینے والے کو چاہیے کہ جو کچھ لے حق سے لے اس بارے میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی کو علوی سمجھ کر کچھ دے کہ وہ رسول خدا ﷺ کا فرزند ہے اور دراصل وہ علوی نہ ہو تو اس کے لیے لینا حرام ہے۔

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ کسی مرد کو کسی سے کوئی چیز لینی نہیں چاہیے اور نہ ہی یہ خیال کرنا چاہیے کہ فلاں شخص فلاں چیز دے تو بہتر ہوگا اگر بغیر طلب اور بغیر سوچ مل جائے تو جائز ہے۔

اسی اثناء میں ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ میں کسی سے کوئی چیز نہیں مانگتا اور نہ ہی کسی چیز کی طمع کرتا ہوں ہاں! اگر کوئی مجھے کچھ دیتا ہے تو لے لیتا ہوں خواہ وہ دینے والا شیطان ہی کیوں نہ ہو خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ اس بزرگ نے جو یہ کہا ہے تو اس سے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص مجھے کوئی چیز دیتا ہے مجھے معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کیسی ہے اور کہاں سے لایا ہے اس لیے میں خود نہیں مانگتا۔

پھر انبیاء کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ ہر ایک پیغمبر کو رحلت کے وقت اختیار دیا گیا تھا کہ اگر کچھ دُنیا میں ٹھہرنا ہو تو ٹھہرو! اگر نہیں تو چلے آؤ۔ جب رسول خدا ﷺ کے وصال کا وقت قریب آیا تو خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کے دِل میں خیال آیا کہ رسولِ خدا ﷺ کو یہ بات معلوم ہی ہے اب دیکھنا چاہیے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں کچھ مدت اور رہنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ یہ خیال دِل میں لا کر آنحضرت کی طرف دیکھنا شروع کیا سرور کائنات ﷺ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ مع النبین والصدیقین والشھدآء والصّٰلحین یہ فوائد تھے جو شروع شعبان ۷۰۷ ہجری سے لے کر آخر ذوالحج ۷۰۸ ہجری تک لکھے گئے جو ایک سال اور پانچ ماہ ہوتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہے تو اور بھی لکھے جائیں گے۔

جلد اوّل ختم شد

فوائد الفواد

جلد دوم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یہ صفحات عالیہ اور نفحات عالیہ خواجہ راستین قطب الاقطاب فی الارضین ختم المشائخ فی العٰلمین شیخ نظام الحق والشرع والدین (اللہ تعالیٰ دیر تک آپ کو زندہ رکھ کر مسلمانوں کو مستفیض کرے) کی زبان مبارک سے سن کر جمع کیے ہیں اس طرح کی چند چیزیں پہلے بھی لکھی ہیں اس کا نام فوائد الفواد رکھا گیا ہے اُمید ہے کہ انشاء اللہ اس کے پڑھنے سننے والے کو دونوں جہان کی جمعیت حاصل ہو گی۔

صفحے کہ جمع کردم تحفہ است پیش یاراں حسن علاء سنجری یکے از امیدواراں

ذکر زیارت پیر

اتوار کے روز دوسری ماہ شوال ۷۰۹ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا خلقت کے میل جول کے ترک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ جوانی کے دنوں میں مَیں لوگوں سے مل جل کر بیٹھتا تھا لیکن ہمیشہ دِل میں یہی خواہش رہتی کہ کب خلاصی ہو گی اگر وہ لوگ پڑھے لکھے اور خدا کی یاد والے ہوتے تو پھر بھی بحث کے وقت میرے دِل میں ضرور نفرت آ جاتی چنانچہ میں نے بارہا اپنے یاروں کو کہا کہ میں تم میں نہیں رہوں گا میں تمہارے پاس چند روز بطور مہمان ہوں میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی کہ آیا شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے مرید ہونے سے پہلے یہ فرمایا کرتے تھے؟ فرمایا: ہاں!

سوموار کے روز دسویں ماہ ذوالحج سنِ ہجری مذکورہ کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا گفتگو اس بارے میں شروع ہوئی کہ پیر کی زیارت کرنی چاہیے خواہ بحالت زِندگی خواہ بحالت وفات فرمایا کہ میں نے اپنے پیر کی زِندگی میں تین مرتبہ زیارت کی اور وصال کے بعد چھ سات مرتبہ لیکن اغلب ہے کہ سات مرتبہ۔

ساری عمر میں اب تک دس پندرہ مرتبہ زیارت کی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ جمال الدین سات مرتبہ ہانسی سے زیارت کے لیے گئے۔

پھر فرمایا کہ شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ جب پہلی مرتبہ گئے تو روانہ ہوتے وقت شیخ صاحب سے دُعا کے لیے التماس کی کہ جس طرح اب کی مرتبہ حاضر خدمت ہوا ہوں پھر بھی ہوں اور قدمبوسی حاصل کروں۔ شیخ صاحب نے فرمایا کوئی ضرورت نہیں تم کئی مرتبہ آؤ گے چنانچہ اس کے بعد اٹھارہ مرتبہ آئے اٹھارہویں مرتبہ واپس ہوئے تو پھر اسی نیت سے التماس کی تو شیخ صاحب خاموش ہو گئے شیخ نجیب الدین نے یہ خیال کیا کہ شاید سنا نہیں پھر التماس کی پھر بھی کچھ جواب نہ دیا پھر وہ چلے گئے۔ بعد میں ملاقات نصیب نہ

ہوئی۔

شیخ بہاؤ الدین زکریا شیخ شہاب الدین سہروردی ؒ کی خدمت میں

بعد ازاں شیخ بہاؤ الدین زکریا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ جب شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروری ؒ کے مرید ہوئے۔ تو سترہ روز سے زیادہ خدمت ہے سترہویں روز شیخ شہاب الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے نعمتیں عنایت فرمائیں جب شیخ بہاؤ الدین زکریا ؒ ہندوستان آئے تو پھر شیخ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا جب روانہ ہوئے تو شیخ جلال الدین تبریزی ؒ سے ملے جنہوں نے آپ کو واپس لوٹایا اور کہا کہ شیخ الشیوخ کا فرمان یہی ہے کہ آپ واپس چلے جائیں۔

بعد ازاں آپ کی بزرگی کے بارے میں فرمایا کہ آپ نے سترہ روز میں وہ نعمتیں حاصل کیں جو باقی یاروں کو سالوں میں بھی حاصل نہ ہوئیں یہاں تک کہ اس بات سے قدیمی یار بھی برگشتہ مزاج ہوئے کہ ہم نے کئی سال محنت کی اور ہمیں کچھ نصیب نہ ہوا اور ایک ہندوستانی آ کر چند روز میں شیخیت لے گیا جب شیخ الشیوخ نے یہ بات سنی تو فرمایا کہ تم گیلی لکڑیاں لاتے ہو گیلی لکڑیوں میں کس طرح آگ لگ سکتی ہے؟ وہ خشک لکڑی لایا تھا جس میں ایک ہی پھونک سے آگ لگ گئی۔

طاعت و مشغولی حق تعالیٰ

جمعرات کے روز تیرہویں ماہ ذوالحج سنِ ہجری مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا بات طاعت و مشغولی حق تعالیٰ کے بارے میں شروع ہوئی تو فرمایا کہ جو موجود ہے وہ دو عدموں کے مابین ہے۔ اور جو وجود عدموں کے مابین ہوا سے بھی معدوم ہی جاننا چاہیے جیسا کہ حیض کے دنوں میں کوئی عورت پہلے روز خون کا نشان دیکھے دوسرے روز کوئی نشان نہ ہو اور تیسرے روز پھر نشان ظاہر ہو تو بیچ کے دن کو پاک خیال نہ کرنا چاہیے۔

بعد ازاں فرمایا کہ "الوجود بین العدمین کا لمطهر المتخال بین الامین" خلاصہ یہ کہ جو عمر بمنزلہ عدم ہے اس پر کیا اعتبار ہو سکتا ہے اور ایسے کم عرصے کو کیوں غفلت اور بیکاری میں برباد کرنا چاہیے بعد ازاں ایک بزرگ کی بابت فرمایا کہ وہ ہمیشہ یادِ الٰہی میں مشغول رہتا اور خلقت سے بالکل میل جول نہ کرتا لوگوں نے وجہ پوچھی جواب دیا کہ اس سے پیشتر کئی ہزار سال میں معدوم رہا اس کے بعد بھی معدوم ہو جاؤں گا سو جو عمر مجھے ملی ہے وہ کیوں ضائع کروں اسے یادِ حق ہی میں کیوں نہ بسر کروں؟

ذکر بزرگی کہ بحق مشغول بود

اس وقت مولانا محمود داؤدھی نے جو حاضر الوقت تھے اسے پوچھا کہ رہتے کہاں ہو؟ کہا: مولانا برہان الدین غریب کے ہاں۔ فرمایا۔

مرد سرہٗ باش ہر کجا خواہی باش

بعد ازاں فرمایا کہ زمین کے بعض قطعہ زبان حال سے بعض قطعوں کو پوچھتے ہیں کہ کیا آج تم پر کوئی ذاکر گزرا۔ یا کوئی دردمند یا

عمناک گزرا۔ اگر وہ کہے نہیں تو جس طرح پر گزرا ہو اس پر اپنے تئیں فائق اور اشرف خیال کرتا ہے۔

مختلف بیانات

منگل کے روز بیسویں ماہ ذوالحج سنِ ہجری مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا اس روز آپ کسی عزیز کی نماز جنازہ ادا کر کے آئے تھے اس کے احوال کی بابت فرمایا کہ نیک مرد اور خوش خلق تھا نیک و بد کسی سے اسے سروکار نہ تھا یہاں تک کہ کسی کا ہاتھ نہ پکڑا تھا۔

بعدازاں فرمایا کہ مرد جب علم سیکھتا ہے تو اسے شرف ہوتا ہے اور جب کام کرتا ہے تو اس کے کام کی بہتری ہوتی ہے اس موقعہ پر پیر کو چاہیے کہ جو دونوں کو توڑ دے یعنی علم اور عمل دونوں کو اس کی نظر سے گرادے۔ تاکہ خود پسندی میں مبتلا نہ ہو جائے اور مشہور نہ ہو جائے پھر اس متوفی کے بارے میں فرمایا کہ سنا گیا ہے کہ وہ رحلت کے وقت تنہا تھے کوئی اپنا پرایا ان کے پاس نہ تھا صرف ذاتِ حق تھی اور وہ یہ بڑی سعادت ہے۔

یہاں پر شیخ شہاب الدین خطیب ہانسوی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ وہ مناجات کیا کرتے تھے کہ میں نے تیرے بہت سے اقرار پورے کیے ہیں اب میں اُمیدوار ہوں کہ تو بھی میرا اقرار پورا کرے گا وہ یہ کہ مرتے وقت میرے پاس کوئی نہ ہو نہ ملک الموت اور نہ کوئی اور فرشتہ صرف میں ہوں یا تیری ذات۔

بعدازاں فرمایا کہ یہ شہاب الدین بہت ہی خدا کا پیارا تھا ہر رات سورۂ بقرہ پڑھ کر سوتا تھا وہ بیان کرتا ہے کہ ایک رات جب میں نے سورۂ بقرہ پڑھی تو گھر کے کونے سے یہ آواز سنی ۔

ما دوست کشتیم و تو نداری سر ما   داری سر ما وگرنہ دور از بر ما

گھر والے سوئے ہوئے تھے میں حیران تھا کہ یہ کون کہہ رہا ہے نیز گھر میں بھی کوئی آدمی ایسا نہ تھا جس سے یہ بات صادر ہوتی ہے پھر دوسری مرتبہ یہی آواز سنی ۔

ما دوست کشتیم و تو نداری سر ما   داری سر ما وگرنہ دور از بر ما

خواجہ صاحب جب اس بات پر پہنچے تو گریہ اس قدر غالب ہوا کہ ساری حکایت بیان نہ کر سکے روتے تھے اور یہی فرماتے تھے کہ یہ مولانا شہاب الدین کو خطاب ہوا اس پر بلائیں اور مصیبتیں نازل ہوئیں اور ٹھیک اسی حالت میں گزرا جس حالت میں وہ چاہتا تھا۔

ذکر سماع و اہلِ سماع

پھر تھوڑی دیر کے لیے سماع اور اہل سماع کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ سماع مریدوں کے لیے جائز ہے۔

ذکر ایمان

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ ایمان کتنی قسم کا ہے فرمایا کافر موت کے وقت عذاب کو دیکھ لیتے ہیں پھر ایمان لاتے ہیں لیکن وہ ایمان محسوب نہیں ہوتا اس واسطے کہ وہ ایمان بالغیب نہیں۔ اگر مومن مرتے وقت توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول ہو جاتی ہے

لیکن کافر کا ایمان بھی مرتے وقت قبول نہیں ہوتا۔

بدھ کے روز گیارہویں ماہ محرم ۷۱۰ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا اس وقت کتب مشائخ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی ایک عزیز حاضر خدمت تھا اس نے عرض کی کہ مجھے ایک شخص نے کتاب دکھلائی اور کہا یہ آنجناب کی لکھی ہوئی ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس نے غلط کہا ہے میں نے کتاب نہیں لکھی۔

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے جب کشف المحجوب لکھی تو شروع کتاب میں اپنا نام لکھا اور دو تین جگہ اور بھی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ پہلے آپ عربی اشعار کہا کرتے تھے لیکن ان میں اپنا نام نہیں لایا کرتے تھے ایک شخص نے وہ شعر اپنے نام کر لیے تو مرتے وقت بے ایمان مرا جب یہ حکایت ختم ہوئی پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ موت کا وقت سخت ہوتا ہے۔

علامت سلامتیٔ ایمان

اور یہ کہ مرتے وقت کس طرح معلوم ہو سکتا ہے؟ کہ بے ایمان گیا ہے یا با ایمان فرمایا کہ ایمان کی سلامتی کی یہ علامت ہے کہ مرتے وقت چہرہ زرد پڑ جائے اور پیشانی پر پسینہ ہو پھر فرمایا کہ جب میری والدہ صاحبہ نے انتقال فرمایا تو یہی علامات ظاہر تھیں۔

بعد ازاں حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ دو رکعت نماز ہے جو ایمان کی نگہداشت کے لیے مغرب کی نماز کے بعد ادا کی جاتی ہے جس میں پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سات مرتبہ سورۂ اخلاص اور ایک مرتبہ سورۂ فلق۔ اور دوسری رکعت میں سات مرتبہ سورہ اخلاص اور ایک مرتبہ سورۂ الناس بعد ازاں سجدے میں سر رکھ کر تین مرتبہ: یا حی یا قیوم ثبتی علی الایمان کہے۔ پھر اس نماز کی برکتیں بیان فرمائیں خواجہ احمد دین نے شیخ معین الدین قدس اللہ سرہ العزیز سے سنی اور انہوں نے خواجہ احمد عظیم سے جنہوں نے بیان کیا کہ میرا ایک دوست تھا جو ہمیشہ یہ نماز ادا کیا کرتا تھا جب ایک دفعہ اجمیر کی حدود میں تھے تو شام کا وقت تھا وہاں پر چوروں کا ڈر تھا ہم تو تین فرض اور دو سنت ادا کر کے چلے آئے لیکن اس یار نے باوجود اس خوف کے یہ دو رکعت نماز بھی ادا کی الغرض جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو مجھے خبر ملی میں حالت پوچھنے کے لیے اس کے پاس گیا تو اس کا انتقال اسی طرح ہوا جیسے ہونا چاہیے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ خواجہ احمد نے اس جوان کی حکایت ایسے الفاظ میں بیان کی ہے کہ اگر مجھے قضاء کی کرسی کے پاس بھی لے چلیں تو میں گواہی دونگا کہ وہ با ایمان گیا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

بعد ازاں دو رکعت نماز کا ذکر کیا جو شام کی نماز کے بعد ادا کی جاتی ہے میرا ایک یار تھا جس کے ہم سبق مولانا تقی الدین تھے وہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص صالح اور دانش مند تھا ہمیشہ مغرب کی نماز کے بعد دو رکعت نماز ادا کرتا پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد والسماء ذات البروج اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ والسماء والطارق پڑھا کرتا۔ جب وہ مر گیا تو خواجہ صاحب نے اسے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے کیا معاملہ کیا؟ کہا جب میرا انتقال ہوا تو فرمان آیا کہ میں نے اسے ان دو رکعت نماز کے بدلے بخشا۔

ذکر صلوٰۃ النور

حاضرین میں سے ایک نے سوال کیا کہ اسے صلوٰۃ النور کہتے ہیں؟ فرمایا نہیں اسے صلوٰۃ البروج کہتے ہیں وہ دو رکعتیں جن

میں سورۂ انعام کا شروع پڑھتے ہیں پہلی رکعت میں یستھزؤن پر ختم کرتے ہیں اور دوسری رکعت الم یروا کم اھلکنا سے شروع کر کے یستھزؤن ہی پر ختم کرتے ہیں اسے صلوٰۃ النور کہتے ہیں۔

وقت طلوع وغروبِ آفتاب اور ترغیبِ نماز

بعد ازاں اس وقت طلوع وغروب کی ترغیب کے بارے میں فرمایا کہ جب دِن نکلتا ہے تو کعبہ کی چھت پر فرشتہ آواز دیتا ہے کہ اے بندگانِ خدا اور اے امتانِ محمد ﷺ! اللہ تعالیٰ نے تمہیں روزی بخشی اور ایک روز تم پر آنے والا ہے یعنی قیامت کا دِن اس کے لیے دُنیا ہی میں کچھ ذخیرہ کرلو وہ یہ کہ دو رکعت نماز ادا کرو ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد پانچ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھو!

بعد ازاں جب رات ہوتی ہے تو وہی فرشتہ کعبہ کی چھت پر یہ آواز دیتا ہے کہ اے بندگانِ خدا! اور اے امتانِ محمد مصطفیٰ ﷺ! تمہیں اللہ تعالیٰ نے رات عنایت فرمائی ہے اور ایک رات تمہارے درپیش ہے یعنی قبر کی رات۔ سو اس رات کے لیے کچھ ذخیرہ جمع کرلو اور کچھ کام کرو وہ یہ کہ جب رات ہو تو شام کی نماز کے بعد دو رکعت نماز ادا کرو اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد پانچ مرتبہ سورۃ الکافرون پڑھو۔

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی روایت کی ہے لیکن حدیث کے الفاظ یاد نہیں رہے البتہ مطلب وہی ہے جو اوپر بیان کر دیا ہے۔

احوال بعد از موت

پھر موت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی نیز اس حال کے بارے میں جو موت کے بعد واقعہ ہوتا ہے تو زبان مبارک سے فرمایا کہ اولیاء اللہ رحلت کے وقت ایسے ہوتے ہیں جیسے کوئی خواب میں ہو اور اس کا معشوق اس کے بستر پر ہو موت کے وقت وہ ایسے شخص کی مانند ہوتے ہیں جو اچانک جاگ پڑے اور اپنی عمر کے بچھڑے معشوق کو بستر پر دیکھے۔ تم اندازہ کر سکتے ہو کہ ایسے شخص کو اس وقت کیسی خوشی ہوتی ہوگی۔ حاضرین میں سے ایک نے سوال کیا کہ بعض اولیاء کو یہیں مشاہدہ کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔ فرمایا: بے شک! لیکن یہ نعمت اس گھڑی دیکھتا ہے جب وہ نعمت بدرجہ کمال پاتا ہے تو ٹھیک ایسے سوئے ہوئے کے مشابہ ہوتا ہے جو بیدار ہو تو اپنے معشوق کو بستر پر پائے حدیث الناس نیام فاذا ماتوا اینتبوا۔ یعنی سب لوگ سوئے ہوئے ہیں جب مرتے ہیں تو جاگتے ہیں یعنی جو شخص دُنیا میں جس چیز میں مشغول ہے جب مرے گا تو اسے وہی چیز دی جائیگی۔

ذکر موت اولیائ

بعد ازاں اولیاء کی موت کے بارے میں فرمایا کہ بداؤں میں احمد نام کا میرا ایک دوست نہایت صالح معتقد اور ابدال صفت تھا اگرچہ لکھا پڑھا نہ تھا۔ لیکن سارا دِن شرعی احکام اور مسائل کی تحقیق میں لگا رہتا اور ہر شخص سے اس بارے میں سوال کرتا جب میں دہلی آیا تو وہ بھی آرہا تھا جب مجھ سے ملاقات ہوئی تو وہ بڑے تپاک سے ملا اور میری والدہ صاحبہ کا حال پوچھا اسے ان کی رحلت کا حال معلوم نہ تھا جب میں نے بتایا تو تھوڑی دیر مضطرب اور متغیر رہ کر رونا شروع کیا جب خواجہ صاحب اتنی حکایت بیان فرما چکے تو گریہ اس قدر غالب ہوا کہ جو کچھ فرماتے وہ پورے طور پر سنائی نہ دیتا اثنائے گریہ میں شعر زبان مبارک سے فرمایا یہ معلوم نہیں اپنا تھا یا احمد کا۔

افسوس دِلم کہ ہیچ تدبیر نکرد شبہائے وصال رابز بخیر نکرد
کہ گر وصل تو یاری کنند یا نکند یارے کہ فراق ہیچ تقصیر نکرد

بعد ازاں فرمایا کہ تھوڑے عرصے بعد احمد دُنیا سے انتقال کر گیا میں نے ایک روز خواب میں دیکھا کہ مجھ سے حسب عادت مسائل اور احکام شرعی پوچھ رہا ہے میں نے اسے کہا کہ جو کچھ تو پوچھ رہا ہے وہ تو بحالتِ زندگی کام آتا ہے یا کہ موت کے بعد؟ کہا: کیا آپ اولیاء اللہ کو مردہ خیال کرتے ہیں؟ یہ حکایت بیان کرتے وقت ایک جوالق (ملنگ) آیا اور سخت سست کہنا شروع کیا جیسا کہ ان کی عادت ہوئی ہے خواجہ صاحب نے اس کو کچھ نہ کہا جس طمع کے لیے وہ آیا تھا اسے پورا کیا۔

بعد ازاں حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ایسا بھی ہونا چاہیے بہت لوگ آ کر ان کے قدموں پر سر رکھتے ہیں اور کچھ بطور نظر لاتے ہیں پس ایسے لوگوں کو بھی آنے دینا چاہیے اور جو چاہیں کہہ دیں خواہ وہ کفر کی باتیں ہی کیوں نہ ہوں پھر فرمایا ایک دفعہ اسی گروہ کا ایک آدمی آیا اور مجھے بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا میں نے کچھ جواب نہ دیا کہا جب تک جہان میں رہے جرم ہمارا ہو اور گمان تمہارا۔

بعد ازاں فرمایا کہ اسی گروہِ ناشائستہ کا ایک شخص شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں آیا اور کہنا شروع کیا کہ تو نے اپنے تئیں بت خانہ بنا رکھا ہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ میں نے نہیں بنایا اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔ پھر کہا نہیں تو نے بنایا ہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا: جو کچھ بنایا اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے وہ یہ سن کر کھسیانا ہو کر واپس ہو گیا۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ چند ایک جوالقی شیخ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور کچھ مانگا۔ آپ نے نہ دیا باہر جا کر لڑائی شروع کی۔

چنانچہ مارنے کے لیے اینٹیں اٹھائیں۔ آپ نے فرمایا دروازہ بند کرو اس نے اینٹیں مارنی شروع کیں ایک گھڑی بعد شیخ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں یہاں خود تو نہیں بیٹھا مجھے مرد خدا نے یہاں بٹھایا ہے دروازہ کھول دو جب دروازہ کھولا گیا تو انہوں نے سر قدموں پر رکھ دیئے اور واپس چلے گئے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ پہلے خانقاہ کا دروازہ بند کر دینا بشریت کی وجہ سے تھا لیکن بعد میں بھروسے پر دروازہ کھول دیا۔

پھر فرمایا کہ جنگِ اُحد میں جب بہت سے اصحاب شہید ہوئے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ یا محمد صلی اللہ علیک وسلم آپ بھی ایک مرتبہ ان شہیدوں میں لیٹ جائیں تا کہ غضب کی ساعت گزرے۔

خزانے جمع کرنے والے کا بیان

بدھ کے روز چھبیسویں ماہ محرم ۷۱۰ھ ہجری کو قدم بوسی کی سعادت نصیب ہوئی تو ان لوگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی جو خزانے جمع کرتے ہیں زبان مبارک سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف طبیعتوں کے لوگ پیدا کیے ہیں بعض ایسے ہیں کہ اگر خرچ سے کچھ زیادہ مل جائے تو جب تک اسے خرچ نہیں کر لیتے انہیں چین نہیں پڑتا اور بعض ایسے ہیں کہ جس قدر زیادہ انہیں ملتا ہے وہ اور

زیادہ کی خواہش کرتے ہیں یہ ازلی قسمت ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ سونے چاندی سے آرام اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب اسے خرچ کیا جائے جب تک اسے خرچ نہ کیا جائے آرام حاصل نہیں ہوتا مثلاً اگر کوئی شخص آرزو کھانے پینے یا کپڑے وغیرہ کی کرے تو جب وہ روپیہ خرچ نہیں کریگا حاصل نہیں کر سکے گا پس معلوم ہوا کہ اگر روپے سے راحت حاصل ہو سکتی ہے تو خرچ کرنے سے ہوتی ہے نہ کہ جمع کرنے سے۔

بعد ازاں فرمایا کہ روپیہ جمع کرنے سے مطلب یہ ہے کہ دوسروں کو آرام پہنچے اسی اثناء میں فرمایا کہ میرے پاس خود اوائلِ حال میں جمع کرنے کے لیے نہ تھا اور نہ کبھی میں نے دُنیا کی خواہش کی۔

بعد ازاں جب شیخ الاسلام فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہوا۔ تو اور بھی طبیعت نے پلٹا کھایا۔ کیونکہ آپ نے دُنیا کو باوجود ملنے کے ترک کر دیا۔ بعد ازاں فرمایا کہ اس سے پہلے میری روزی تنگ تھی اور وقت خوشی سے بسر نہیں ہوتا تھا ایک روز بے وقت میرے پاس کوئی آدمی آدھی بوری لایا میں نے کہا: آج بے وقت ہو گیا ہے اور ضروریات کی چیزیں صرف ہو چکی ہیں اسے صبح خرچ کروں گا جب رات ہوئی اور یادِ الٰہی میں مشغول ہوا تو اس آدھی بوری نے میرا دامن پکڑا اور مجھے کھینچا جب میں نے یہ حالت دیکھی تو بارگاہِ الٰہی میں عرض کی کہ بار خدایا! کب دِن ہو گا۔ اور میں اسے خرچ کروں گا۔

ذکر اصحاب ولایت

ہفتے کے روز پانچویں ماہ صفر سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا اصحاب ولایت کے قدم کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ ان کو ہوا میں اڑنا حاصل ہوتا ہے تو زبان مبارک سے فرمایا کہ بداؤں میں ایک ذاکر رہتا تھا جس کا منبر دِیوار کے ساتھ تھا اس دِیوار میں منبر سے اوپر قد آدم کے برابر اونچا ایک طاق تھا طاق پر محراب تھی جس پر کوئی نہیں بیٹھ سکتا تھا جب تذکیر کے وقت اس پر حالت طاری ہوتی تو اڑ کر طاق میں جا بیٹھتا۔

پھر ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ ایک جوگی اور راجہ شیخ صفی الدین کی خدمت میں بطور دعویٰ آئے اور بحث شروع کی شیخ صاحب کو کہا: کوئی کرامت دکھاؤ شیخ صاحب نے فرمایا: دعویٰ تم ہی کرتے ہو تم ہی دکھاؤ جوگی زمین پر سے ہوا میں اڑا اور پھر اپنی جگہ پر آ بیٹھا پھر کہا کہ تم بھی کچھ دکھاؤ۔ شیخ صفی الدین گاذرونی نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا: اے پروردگار! تو نے بیگانوں کو یہ مرتبہ عنایت فرمایا ہے مجھے بھی یہ مرتبہ عنایت فرما بعد ازاں شیخ صاحب اپنی جگہ سے قبلہ رخ اڑے پھر شمال کی طرف پھر جنوب کی طرف اور پھر اپنی جگہ پر آ بیٹھے۔ جوگی یہ دکھ کر حیران رہ گیا۔ قدموں پر گر پڑا اور عرض کی ہم سے اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ سیدھے اوپر کی طرف کو اڑیں اور پھر اپنی جگہ آ بیٹھیں لیکن آپ نے جس طرح چاہا پرواز کیا واقعی یہ حق اور ہم باطل ہیں اس ارادی حرکت کی نسبت ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ ایک حکیم خلیفہ کے پاس اپنی کتاب لایا کہ خلیفہ کو راہِ حق سے برگشتہ کرے خلیفہ کو بھی اس علم سے رغبت ہوئی۔ جب یہ خبر شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز نے سنی تو فرمایا کہ جب خلیفہ اس فلسفہ کی طرف راغب ہو گا تو جہان میں تاریکی اور گمراہی پھیل جائیگی یہ کہہ کر اٹھے اور خلیفہ کے دروازے پر پہنچے اندر خبر کی گئی کہ شیخ صاحب آئے ہیں۔ بلایا گیا تو دیکھا کہ حکیم اور خلیفہ اس علم و بحث میں مشغول ہیں پوچھا: اس وقت کیا کر رہے ہو؟ کہا: خاص معاملہ ہے۔

جب بار بار پوچھا تو حکیم نے کہا کہ ہم اس وقت یہ بحث کر رہے ہیں کہ آسمان کی حالت طبعی ہے اور یہ حرکت کی تین قسمیں ہیں طبعی، ارادی اور قسری طبعی وہ حرکت ہے جس میں جسم طبعاً متحرک ہو جیسا کہ ہاتھ سے چھوڑے پتھر کی حرکت زمین کی طرف۔ ارادی وہ ہے جو اپنی خواہش سے جس طرح چاہے کرے۔ قسری وہ ہے جو کسی اور کے جسم کے وسیلے سے ہو جیسا ہوا میں پھینکا ہوا پتھر جب اس کی حرکت کم ہو جائے گی تو پھر وہ زمین کی طرف حرکت کرے گا اس حرکت کو طبعی کہیں گے اب ہم یہ بحث کر رہے ہیں کہ آسمان کی حرکت طبعی ہے شیخ صاحب نے فرمایا کہ آسمان کی حرکت قسری ہے پوچھا: کس طرح؟ فرمایا: ایک فرشتہ اس شکل وصورت اور ہیئت کا جو اسے حرکت دیتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے حکیم یہ سن کر ہنس پڑا۔

بعد ازاں شیخ صاحب خلیفے اور حکیم کو باہر لائے اور کہا: آسمان کی طرف دیکھو اور خود دعاء کی کہ پروردگار! جو کچھ تو اپنے خاص بندوں کو دکھاتا ہے انہیں بھی دکھا۔ جب انہوں نے نگاہ کی تو واقعی دیکھا کہ ایک فرشتہ آسمان کو حرکت دے رہا ہے یہ دیکھ کر خلیفہ اس مذہب سے پھر گیا اور پھر دینِ اسلام میں راسخ الاعتقاد ہو گیا۔

ذکر احوال شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

سوموار کے روز ساتویں ماہ ربیع الاوّل سن مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی زبان مبارک سے فرمایا کہ آپ کا افطار اکثر شربت کے ایک پیالے سے ہوتا جس میں آپ قدرے ستو ڈالتے جس میں سے آدھا یا تیسرا حصہ حاضرین کو تقسیم فرماتے اور تھوڑا سا ایک برتن میں ڈالتے اور باقی کا خود استعمال کرتے اس بقیہ میں سے بھی جس کو چاہتے عنایت فرماتے بعد ازاں نماز سے پہلے دو روٹیاں چپڑ کر لاتے جو ایک سیر سے کم وزنی ہوتیں ان میں سے ایک کے ٹکڑے کر کے حاضرین پر استعمال کرتے اس خاص روٹی میں سے بھی جس شخص کو خواہش ہوتی دے دیتے شام کی نماز کے بعد یادِ حق میں مشغول ہوتے۔ اس مشغولی کے بعد دستر خوان لایا جاتا جس میں ہر قسم کا کھانا ہوتا جو تقسیم کیا جاتا اس کے بعد پھر کھانا نہ کھاتے جب تک کہ دوسرے دِن افطار کا وقت نہ ہوتا بعد ازاں فرمایا کہ آپ کو خلہ کا مرض تھا اور اسی مرض سے وفات پائی۔

خواجہ صاحب نے فرمایا: ایک مرتبہ تندرستی کی حالت میں میں حاضر خدمت تھا کہ ایک گودڑی تیار کی جس پر دِن کو بیٹھتے اور رات کو وہی اوڑھتے جو پاؤں تک نہ پہنچ سکتی جہاں پر پاؤں ننگے رہتے وہاں ٹکڑا لا کر ڈالتے اگر اس ٹکڑے کو اوپر کی طرف سرکاتے تو بستر خالی رہتا ایک عصاء تھا جو شیخ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ سے ملا تھا اسے سر کی طرف لا کر رکھتے۔ شیخ صاحب اس پر تکیہ لگاتے اور آرام فرماتے جتنی مرتبہ اس عصاء کو چھوتے ہاتھ کو چومتے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک روز اسی بیماری میں مجھے اور چند اور یاروں کو فرمایا کہ فلاں خطیرہ (مقبرے) میں جا کر میری صحت کے لیے دُعا کرو اور رات بھر جاگتے رہو۔ ہم نے ویسا ہی کیا چنانچہ اور چند یار اس کی خدمت میں گئے اور کھانا ہمراہ لیتے گئے رات وہیں رہے ہم نے دُعا کی جب دِن ہوا تو شیخ صاحب کی خدمت میں آ کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ رات فرمان کے مطابق ہم بیدار رہے اور دُعاء کی۔ شیخ صاحب نے تھوڑا تامل کر کے فرمایا کہ اس تمہاری دعا کا میری صحت پر کچھ اثر نہیں پڑا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں جواب دینے میں تو متامل تھا لیکن ایک یار علی بہاری نے جو پیچھے کھڑا تھا کہا کہ ہم ناقص ہیں اور آپ کامل ناقصوں کی دُعا کاملوں کے

حق میں کب مفید ہو سکتی ہے۔ آپ نے یہ بات نہ سنی۔ میں نے یہ سن کر خدمت میں عرض کی بعد ازاں میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ خواہش کی ہے کہ جو کچھ تو اللہ تعالیٰ سے مانگے، پائے۔

بعد ازاں مجھے اپنا عصاء عنایت فرمایا اسی اثناء میں (مؤلف کتاب) نے کہا کہ کیا آپ شیخ صاحب کی رحلت کے وقت موجود تھے آبدیدہ ہو کر فرمایا نہیں۔ مجھے شوال میں دہلی بھیجا اور آپ نے پانچویں محرم کو وفات پائی رحلت کے وقت مجھے یاد کیا اور فرمایا کہ فلاں شخص دہلی میں ہے اور یہ بھی فرمایا کہ میں بھی شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی رحلت کے وقت حاضر نہ تھا اس وقت میں ہانسی میں تھا۔ جب یہ حکایت بیان کر چکے تو اس طرح رونے لگے کہ تمام حاضرین پر اس کا اثر ہوا۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب شیخ صاحب پر بیماری غالب آئی تو ماہِ رمضان میں افطار کیا کرتے تھے ایک روز خربزہ لائے اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے ایک ٹکڑا مجھے عنایت فرمایا مجھے خیال آیا کہ اس کے بعد کے دو مہینے پے در پے اس روزے کے کفارے میں روزے رکھ لوں گا یہ دولت پھر کب نصیب ہو گی میں کھانے ہی کو تھا کہ فرمایا ایسا نہ کرنا مجھے تو شریعت کی طرف سے اجازت ہے تجھے نہیں کھانا چاہیے میں نے عمر پوچھی۔

ذکر مدت شیخ فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز

تو فرمایا کہ ترانوے سال۔ اسی روز تقریر فرمائی جس کے سننے سے اس قدر ذوق حاصل ہوا جو بیان نہیں ہو سکتا جب رات ہوئی تو عشاء کی نماز کے بعد خاص مصلّٰے مجھے عنایت فرمایا۔

دُعاء قبل نزولِ بلا

ہفتے کے روز دسویں ماہ ربیع الآخر سنِ مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ دعاء کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ بلا نازل ہونے سے پہلے ہی دعاء کرنا چاہیے اس صورت میں جب بلا نازل ہوتی ہے تو راہ میں دُعا اور بلا آپس میں ملتی ہیں جو زیادہ قوی ہوتی ہے وہ دوسری کو واپس لوٹاتی ہے۔ اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب تاتاری کافروں کی بلا نازل ہوئی اور کافر نیشاپور پہنچے تو وہاں کے بادشاہ نے کسی کو فریدالدین عطار کی خدمت میں بھیجا کہ دُعاء کرو جواب دیا کہ اب دعاء کا وقت گزر گیا ہے اب تو رضاء کا وقت ہے یعنی بلا خدا کی طرف سے نازل ہو چکی ہے اب راضی رہنا چاہیے۔

بعد ازاں فرمایا کہ بلا کے نازل ہونے کے بعد بھی دُعا کرنی چاہیے اگرچہ بلا تو دفع نہیں ہو جاتی، لیکن اس کی سختی کم ہو جاتی ہے۔

ذِکر صبر و رِضا

یہاں سے پھر صبر و رضاء کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا صبر اس بات کا نام ہے کہ جب کوئی خلاف طبع بات بندے کو پہنچے تو اس کی شکایت نہ کرے اس بات کا نام رضا ہے کہ اس مصیبت سے کسی طرح کی اسے کراہت نہ ہو۔ ایسا معلوم ہوا کہ گویا اس پر مصیبت نازل ہی نہیں ہوئی بعد ازاں فرمایا کہ متکلم اس بات کے منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ کسی پر مصیبت پڑے اور ناگوار نہ گزرے فرمایا: اس کے جواب تو بہت ہیں ایک یہ ہے فرض کرو کہ ایک شخص راستہ چل رہا ہے اس کے پاؤں میں کانٹا چبھ گیا

ہے جس کے سبب خون بہہ نکالیکن وہ اتنی جلدی جا رہا ہے کہ اسے اس کی کچھ خبر نہیں ایک ساعت بعد اسے معلوم ہوتا ہے یہ اکثر ہوتا ہے کہ جب کوئی جنگ میں مشغول ہوتا ہے اور اسے کوئی زخم لگے تو اسے خبر بھی نہیں ہوتی جب اپنے مقام پر واپس آتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے۔ جب معمولی مشغولی سے زخموں کی خبر نہیں رہتی تو مشغولِ حق سے کس طرح مصیبتوں کی خبر ہو سکتی ہے۔

معشوق کی نظر کیمیا اثر

بعد ازاں فرمایا کہ ایک جگہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک شخص کو تہمت دے کر گرفتار کر لیا گیا اور ہزار بید لگایا گیا لیکن ذرّہ بھر آہ و فریاد نہ کی اور نہ اس میں درد کی علامت پائی گئی سزا دینے کے بعد اس سے پوچھا گیا کہ سزا کا اثر تم پر کیوں نہ ہوا کہا جب مجھے سزا دے رہے تھے تو میرا معشوق میری نظروں میں تھا اور وہ مجھے دیکھ رہا تھا اس کی نظر کے سبب مجھے کسی قسم کی تکلیف محسوس نہیں ہوئی بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ جب مجازی معشوق کی نظر کا یہ اثر ہے تو حقیقی کا تو اس سے بدر جہا بہتر ہونا چاہیے۔

ذکرِ توکل

پھر توکل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا توکل کے تین مرتبے ہیں پہلا مرتبہ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی آدمی کو اپنے دعویٰ کے لیے وکیل کرے اور وہ وکیل اس شخص کا دوست بھی ہو اور عالم بھی تو وہ مؤکل بالکل بے کھٹکے ہوگا کہ میں ایسا وکیل رکھتا ہوں جو دعوے کے کاموں میں بھی دانا ہے اور میرا دوست بھی ہے اس صورت میں توکل بھی ہوگا اور سوال بھی چنانچہ وہ بھی کبھی کبھی وکیل سے کہے گا کہ اس دعوے کا جواب اس طرح دینا اور یہ کام اس طرح سرانجام کرنا یہ توکل کا پہلا درجہ ہے کہ توکل بھی ہو اور سوال بھی دوسرا مرتبہ توکل کا یہ ہے کہ ایک شیر خوار بچہ ہو جس کی ماں اسے دودھ پلاتی ہو اسے توکل ہی ہوگا سوال نہ ہوگا بچہ یہ نہیں کہتا کہ مجھے فلاں وقت دودھ دینا۔ صرف روتا ہے۔ لیکن تقاضا نہیں کرتا اور نہ ہی کہتا ہے کہ مجھے دودھ دے دو اس کے دِل میں شفقتِ مادری کا پورا بھروسہ ہوتا ہے توکل کا تیسرا درجہ ہے کہ جیسے مردہ نہلانے والے کے ہاتھ کہ وہ مردہ نہ حرکت کرتا ہے نہ سوال جس طرح نہلانے والا چاہے اسے حرکت دے اور دھوئے یہ درجہ بہت بلند اور اعلیٰ ہے۔

مجلس مذکور میں کھانا لایا گیا حاضرین میں سے ایک نے بطور خوش طبعی کہا کہ میں فلاں مقام میں تھا...... اگرچہ میرا پیٹ بھرا ہوا تھا لیکن جب تتماج (ایک قسم کی آش) لائے تو مجھ سے رہا نہ گیا کھا ہی لیا خیر خوش طبعی کی باتیں ہوئیں خواجہ صاحب نے اس موقعہ کے مناسب فرمایا کہ میں ایک مرتبہ شیخ جمال الدین خطیب ہانسوی کے پاس گیا اشراق کا وقت اور سردی کا موسم تھا شیخ نے میری طرف دیکھ کر یہ شعر پڑھا ؎

نیکو باشد ہریسہ و نان تنک   با روغن گاؤ اندریں خنک

میں نے کہا: غائب کا ذکر کرنا غیبت ہے شیخ جمال الدین نے کہا میں انہیں لے آیا ہوں تبھی تو کہتا ہوں پس جو کچھ کہا تھا اسی وقت لا موجود کیا اور طعام حاضر تھا اور دستر خوان بچھا ہوا تھا اس کی نسبت یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ ایک شخص محمد نام شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں بیٹھا تھا جب کھانا لایا گیا تو دستر خوان موجود نہ تھا شیخ صاحب نے فرمایا کہ زمین پر

روٹیاں رکھ دو حاضرین کے دِل میں خیال آیا اگر دستر خوان ہوتا تو بہتر ہوتا شیخ صاحب نے: دو انگلیوں سے زمین پر ایک گول لکیر کھینچی اور فرمایا کہ محمد اسی کو دستر خوان سمجھو بعد ازاں فرمایا کہ یہ حال کے شروع کی بات ہے۔

جمعہ کے روز تیئسویں ماہ ربیع الآخر سن مذکور کو قدمبوسی کی دولت نصیب ہوئی اس ہفتہ میں کاتب بہ سبب دیری تنخواہ دِل تنگ تھا جب حاضر خدمت ہوا۔ تو فرمایا کہ اس سے پہلے ایک مرد نہایت بزرگ سے میری چند مرتبہ ملاقات ہوئی۔

آسمان سے عیدی کا ملنا

اس نے بہت سی باتیں کیں۔ فرطِ شکوہ کے سبب اس کا نام اور لقب نہ پوچھا گیا جب کبھی مجھ سے ملتا کوئی نہ کوئی حکایت بیان کرتا جب پہلی مرتبہ مجھ سے ملا تو کہا کہ انشاء اللہ تو ویسا ہی ہوگا جیسا لوگوں کا اعتقاد تیری نسبت ہے بعد ازاں خواجہ صاحب نے اس بات کی بڑی تعریف کی فرمایا کہ دوسری مرتبہ جب اس سے ملاقات ہوئی تو کہا کہ لاہور میں ایک شخص شیخ وندول نام نہایت بزرگ تھا عید کے روز جب خلقت واپس آئی تو اس شخص نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا آج عید ہے ہر ایک غلام اپنے آقا سے عیدی لیتا ہے مجھے بھی عیدی دے جب یہ بات کہی تو آسمان سے ریشمی کپڑے کا ایک ٹکڑا گرا جس پر لکھا تھا کہ ہم نے تری جان کو دوزخ کی آگ سے نجات دی جب خلقت نے دیکھا تو اس کے ہاتھ پاؤں چومنے شروع کیے اور بڑی عزت اور آؤ بھگت کرنی شروع کی اسی اثناء میں اس شیخ کا ایک دوست آیا اس نے کہا کہ تُو نے تو اللہ تعالیٰ سے عیدی لی ہے تُو مجھے دے۔ شیخ نے جب یہ بات سنی تو وہ ریشمی کپڑا اسے دے دیا اور کہا: جاؤ! یہ تمہاری عیدی ہے قیامت کو میں اور دوزخ آپس میں نپٹ لیں گے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ پھر ایک مرتبہ اس سے میری ملاقات ہوئی تو کہا کہ مجھ سے یہ حکات سن کہ ایک شہر میں کوئی مالدار برہمن رہتا تھا۔ شاید اس پر شہر کے حاکم نے جرمانہ کیا اس کا سارا مال اور اسباب لے لیا بعد ازاں ایک روز وہی برہمن مفلس اور مضطرب کسی راستے پر چل رہا تھا سامنے سے اسے دوست ملا پوچھا: کیا حال ہے برہمن نے کہا: اچھا اور بہت عمدہ ہے اس نے کہا: ساری چیزیں تو تم سے چھین گئیں اب کیا خاک ہوگا کہا: میرا جنیئو (وہ بٹا ہوا دھاگہ جسے ہندو لوگ ہار کی طرح گلے میں ڈالے رہتے ہیں) تو میرے پاس ہے یہ حکایت بیان کر کے خواجہ صاحب نے میری طرف مخاطب ہو کر پوچھا کہ اس تقریر سے کیا معلوم ہوتا ہے؟ عرض کی باطنی مدد۔ میں نے معلوم کیا کہ یہ میری تسکینِ خاطر کے لیے حکایت بیان فرمائی ہے یعنی مال و اسباب دُنیوی ہونے یا نہ ہونے کی خوشی یا غم نہیں کرنا چاہیے اگر سارا جہان بھی جاتا رہا تو کچھ ڈر نہیں ذاتِ حق کی محبت دِل میں ہونی چاہیے۔

الحمد للہ! کہ بندے نے بھی وہی معلوم کیا جو خواجہ صاحب کا مدعاء تھا۔

خواب کا بیان

جمعہ کے روز چودھویں جمادی الاوّل سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا میں نے جمعرات کو خواب دیکھا عرض کی! وہ خواب یہ تھا کہ گویا امیر عالم والواجی علیہ الرحمۃ والغفران کاتب کو کچھ مٹھائی تقسیم کر رہے ہیں خواجہ صاحب صاحب نے فرمایا کہ کبھی اس سے تیری رشتہ داری تھی عرض کی نہیں فرمایا: مجھے غیب سے کچھ ملے گا دوسرے ہفتے غیب سے کچھ مجھے ملا جس کا وہم و گمان تک نہ تھا یعنی ہفتے کے روز ۲۴ ماہ مذکور کو خواب دیکھنے کے گیارھویں دِن بعد غیب سے مجھے کچھ ملا۔ الغرض اس روز امیر عالم والواجی علیہ الرحمۃ

والغفر ان کی بزرگی کے بارے میں بہت کچھ آپ نے فرمایا: اس کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک بزرگ صاحب نعمت تھے۔ جس نے خواجہ اجل شیرازی سے نعمت حاصل کی تھی ایک مرتبہ اس بزرگ نے منبر پر کھڑے ہو کر کہا: اے مسلمانو! تمہیں واضح ہو کہ میں نے خواجہ اجل شیرازی رحمۃ اللہ علیہ سے نعمت حاصل کی ہے۔ آج رات میں نے وہ نعمت اپنے لڑکے کو عنایت کرنی چاہی تو حکم ہوا کہ یہ نعمت امیر عالم والوالجی کو دو بعد ازاں امیر عالم کو منبر پر بلایا اور اپنے دہن مبارک کا پانی اس کے منہ میں ڈالا۔

فضیلت ماہ رجب

اتوار کے روز نویں جمادی الاوّل ۷۱۰ ہجری کو دست بوسی کا شرف حاصل ہوا ماہ رجب کی فضیلت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی فرمایا کہ اس مہینے میں دعائیں قبول ہوتی ہیں اور یہ کہ اس مہینے میں چار راتیں بہت ہی بزرگ ہوتی ہیں یعنی پہلی رات، پہلی جمعرات، پندرہویں رات اور ستائیسویں جو معراج کی رات ہے۔

قضاء نمازیں اور نفل

بعد ازاں نفلی نمازوں کے بارے میں فرمایا کہ جو شخص قضاء شدہ فریضہ نمازوں کے عوض نفل ادا کرے تو وہ محسوب ہو جاتے ہیں بعد ازاں امام ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت بیان فرمائی کہ آپ قضا شدہ نماز کو پانچ مرتبہ ادا کرتے۔

ذکر استقرار توبہ

اتوار کے روز تیرہویں ماہ رجب سن مذکور کو قدمبوسی کی دولت نصیب ہوئی استقرار توبہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی زبان مبارک سے فرمایا کہ سالک جب پیر کی بیعت میں مستقیم ہو تو جو کچھ اس سے پہلے کر گزرا ہو اس کے لیے اس سے مواخذہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

اسی اثناء میں ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ قصبہ ابوہر میں سراج الدین نامی ایک شخص رہتا تھا جب میں وہاں جا کر اس کے مکان پر ٹھہرا وہ اور اس کے ہم قوم شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے مرید تھے اس روز وہاں کے بعض باشندے سراج الدین اور اس کے ہم قوم لوگوں سے لڑائی کرنے لگے اور لڑائی میں نامناسب باتیں کہیں جن سے تہمت پائی جاتی تھی اس کی عورت نے جواب دیا کہ جو کچھ تم کہتے ہو میرے بارے میں سوچو کہ بیعت سے پہلے تھے یا بعد میں بھی جب یہ بات کہی تو فرمایا اس عورت نے کیا اچھی بات کہی۔

ذکر کشائش رزق

منگل کے روز انتیسویں ماہ مذکور سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا ایک نے آ کر اپنے احوال کے انتظام کے لیے مدد طلب کی۔ فرمایا: تنگی معاش دور کرنے کیلئے ہر رات سورۂ جمعہ پڑھا کرو بعد ازاں فرمایا کہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے ہر جمعرات کو پڑھنی چاہیے لیکن میں کہتا ہوں کہ ہر رات پڑھنی چاہیے میں نے اپنے لیے کبھی نہیں پڑھی کسی اور کے لیے پڑھتا ہوں۔

ذکر لباسِ صوفیاء

اسی اثناء میں ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ میرا گزر چند ایسے اشخاص کی مجلس کے پاس سے ہوا جو صوفیوں کے لباس میں تھے ان میں سے ایک دوسرے کو کہہ رہا تھا تیرا روزگار اچھا ہو جائے گا اور تیرے لیے اسباب مہیا ہوں گے اور تیری روزی فراخ ہو جائیگی میں نے چاہا کہ کہوں کہ خواجہ صاحب! جس لباس میں آپ ہیں اس لباس والے ایسی تعبیر نہیں کیا کرتے پھر خیال آیا کہ میری کیا ہستی ہے جو جواب کہوں بغیر کچھ کہے میں پاس سے گزر گیا جب خواجہ صاحب نے یہ حکایت ختم کی تو جو شخص مدد طلب کرنے کے لیے آیا تھا اس نے عرض کی اے مخدوم! لوگوں کے لیے فراخ روزی اور اسباب کا مہیا ہونا ضروری ہے خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ یہ حکایت میں نے اپنے حال کی بابت بیان کی ہے نہ کہ تیرے حال کی بابت۔

تجدید بیعت

جمعرات کے روز چھٹی ماہ رجب سن مذکور کو قدم بوسی کی دولت حاصل ہوئی اس روز میں نے مع چند اور یاروں کے از سرِ نو بیعت کی اس حال کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب پیغمبر خدا ﷺ نے مکے کا ارادہ کیا تو فتح سے پہلے امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ کو بطور قاصد اہل مکہ کے پاس بھیجا اسی اثناء میں رسولِ خدا ﷺ کو خبر دی گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ہیں یہ خبر سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلایا کہ آ کر پھر بیعت کرو تا کہ ہم اہل مکہ سے لڑائی کریں یاروں نے بیعت کی اس وقت رسول خدا ﷺ درخت کے تنے پر تکیہ لگائے بیٹھے تھے اس بیعت کو بیعت رضوان کہتے ہیں اسی اثناء میں ایک صحابی الاکوع نام آیا اور بیعت کی آنحضرت نے پوچھا کہ تو نے اس سے پہلے تو بیعت نہیں کی؟ عرض کی۔ کی ہے۔ اس وقت از سرِ نو پھر بیعت کرتا ہوں آنحضرت ﷺ نے اسے بیعت فرمایا بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ تجدید بیعت وہیں سے شروع ہوئی۔

ذکر بیعت بجامۂ شیخ

بعد ازاں فرمایا کہ اگر کوئی مرید از سرِ نو بیعت کرنا چاہے اور شیخ موجود نہ ہو تو شیخ کا جامہ سامنے رکھے اور اس کپڑے سے بیعت کرے اسی اثناء میں فرمایا کہ تعجب نہیں کہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے بھی بارہا ایسا کیا ہو اور میں نے تو بارہا ایسا کیا ہے۔

ذکر حُسنِ اعتقاد

پھر اعتقاد کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ میں نے شیخ رفیع الدین کی زبانی سنا ہے جو شیخ الاسلام اودھ تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اس سے قرابت تھی کیونکہ وہ خواجہ اجل شیرازی کا مرید تھا ایک دفعہ اس مرید کو کوئی تہمت لگا کر گرفتار کیا گیا اور قتل کرنے لگے قاتل نے اسے قبلہ رخ کھڑا کیا جس کے سبب اس کی پیٹھ اپنے پیر کی قبر کی طرف ہوتی تھی فوراً اس نے رُخ پھیر لیا اور اپنے پیر کی طرف رُخ کیا۔ قاتل نے کہا کہ اس موقعہ پر تو رو بقبلہ ہونا چاہیے تو کیوں رُخ پھیرتا ہے اس نے کہا: میں نے اپنے قبلہ کی طرف رُخ کیا ہے تو اپنا کام کر۔ اس حکایت کو لے کر ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ میں سفر پر جا رہا تھا ایک روز ایک

منزل میں سخت تکلیف پائی اگرچہ میں سوار تھا لیکن پیاس نے بڑی سخت تکلیف دی پانی کے کنارے پہنچ کر گھوڑے سے اُتر کر پانی پینا چاہا میرے دِل کو سخت پیاس لگی اور صفراء کا زور ہوا اس حالت میں مَیں بیہوش ہو گیا تو زبان سے شیخ شیخ کی آواز نکلی ایک گھڑی بعد میں نے ہوش سنبھالی الغرض اس کے بعد مجھے اپنے کام کے انجام پر وثوق ہو گیا اُمید ہے کہ انشاء اللہ ان کی یاد پر میرا خاتمہ ہوگا۔

اتوار کے روز تیئسویں ماہ مذکور سنِ مذکور کو قدم بوسی کی سعادت نصیب ہوئی قبروں کی زیارت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ جب میری والدہ صاحبہ کو بیماری لاحق ہوئی تو کئی بار مجھے فرمایا کہ فلاں شہید کی زیارت کے لیے جاؤ اور فلاں بزرگ کے مزار پر جاؤ میں فرمان کے مطابق جاتا جب آتا تو فرماتیں کہ بیماری میں تخفیف ہے اور تکلیف کم ہے۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز بیمار تھے تو مجھے ایک مرتبہ وہاں کے شہیدوں کی زیارت کے لیے بھیجا جب میں واپس آیا تو فرمایا کہ تیری دُعا نے مجھ پر اثر نہیں کیا مجھے کوئی جواب بن نہ آیا ایک یار علی بہاری نام نے جو پیچھے کھڑا تھا کہا کہ ہم ناقص ہیں اور شیخ کی ذاتِ مبارک کامل ناقصوں کی دعائیں کاملوں کے حق میں کس طرح اثر کر سکتی ہیں؟ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ بات شیخ صاحب نے نہ سنی پھر میں نے عرض کی تو فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ خواہش کی ہے کہ اس کی جو خواہش ہو پورے کرے پھر مجھے عصاء عنایت کر کے فرمایا کہ تم اور بدر الدین اسحٰق (رحمۃ اللہ علیہ) جاؤ اور اسی مقبرہ میں جا کر مشغول رہو ہم دونوں گئے اور رات بھر یادِ الٰہی میں مشغول رہے جب واپس حاضر خدمت ہوئے تو فرمایا کہ اب کچھ اثر ہوا۔

ختم سورۂ فاتحہ

اسی اثناء میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ مجھے فرمایا مناسب ہے کہ تم اور باقی کے تمام یار مل کر ایک لاکھ مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھو اور یاروں کو اس بات کی اطلاع کرو! میں نے اطلاع کی ہر ایک نے کچھ مقدار منظور کی ایک نے پانچ ہزار مرتبہ دوسرے نے چار ہزار کسی نے کم کسی نے زیادہ بار پڑھنا منظور کیا میں نے دس ہزار مرتبہ پڑھنا منظور کیا تقریباً ایک ہفتے کے اندر ختم کر لیا۔

بعد ازاں مَیں (مؤلف کتاب) نے عرض کی کہ یہ سب کچھ حالتِ مرض میں ہوا۔ فرمایا۔ نہیں اس سے پہلے کا ذکر ہے معلوم نہیں کوئی اور غرض ہوگی۔

ذکر سکتہ اِمام ناصری

ہفتے کے روز ساتویں ماہ ذیقعد سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا امام ناصری کی تفسیر پاس پڑی تھی وہاں سے صاحب تفسیر کی حکایت بیان فرمائی کہ امام کو ایک دفعہ کوئی بیماری لاحق ہوئی اور اس بیماری میں سکتہ لاحق ہوا لواحقین نے خیال کیا کہ وہ مر گیا ہے۔ چنانچہ دفن بھی کر آئے جب رات ہوئی اور ہوش آیا تو معلوم ہوا کہ مجھے تو قبر میں ڈال گئے ہیں اسی حیرانگی اور اضطراب کی حالت میں اسے یاد آیا کہ جو شخص اضطراب کی حالت میں چالیس مرتبہ سورۂ یٰسین پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس تنگی سے اسے فرحت عنایت کرتا ہے او رکوئی راہ نکل آتی ہے۔ سو سورۂ یٰسین پڑھنی شروع کی جب انتالیس مرتبہ پڑھ چکا تو کشادگی کے آثار ظاہر ہونے لگے اور وہ اس طرح کہ کفن چور نے کفن کی طمع سے قبر کھودی امام کو معلوم ہو گیا کہ یہ کفن چور ہے۔ سورۂ یٰسین آہستہ آہستہ پڑھنی شروع کی تا کہ مراد کے مطابق قبر کھودے مختصر یہ کہ جب چالیس مرتبہ سورۂ یٰسین ختم کی تو امام ناصر آہستہ سے قبر سے باہر نکلے جب کفن چور نے دیکھا تو

مارے خوف کے وہیں ہلاک ہوا۔ اِمام کو اُس کی موت کا بڑا افسوس ہوا کہ مجھے چپ رہنا چاہیے تھا تا کہ وہ کفن لے جاتا جب باہر نکلے تو سوچا کہ اگر لوگ مجھے یکبارگی دیکھیں گے تو خوفزدہ ہو جائیں گے پس شہر میں آ کر آہستہ آہستہ کہنا شروع کیا میں سکتہ کی بیماری میں مبتلا تھا مجھے غلطی سے قبر میں ڈال آئے تھے خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اِس واقعہ کے بعد تفسیر لکھی تھی۔

پھر ان لوگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی جو ہمیشہ دِین میں مستغرق رہتے ہیں اور کھانے پینے کی سدھ بدھ نہیں ہوتی جو کچھ کرتے ہیں اسی کے لیے کرتے ہیں فرمایا کہ ایک بزرگ شیخ دریا کے کنارے رہا کرتا تھا اس کی ایک عورت تھی ایک روز عورت کو کہا کھانا لے کر دریا کے پار جا کر جو فقیر بیٹھا ہے اسے دے آ عورت نے کہا پانی گہرا ہے عبور کس طرح کروں گی شیخ نے کہا: دریا کے کنارے جا کر کہنا کہ میرے شوہر کی حرمت سے جس نے مجھ سے کبھی صحبت نہیں کی راہ دے عورت حیران رہ گئی اور اپنے دِل میں کہا کہ اس سے میرے ہاں اتنے بال بچے پیدا ہوئے اور یہ کہتا ہے کہ میں نے صحبت ہی نہیں کی آخر شوہر کے فرمان کے مطابق دریا کے کنارے پر پہنچی اور وہی کہا تو دریا نے راستہ دیا اور پار ہو گئی۔ وہاں پہنچ کر درویش کے سامنے کھانا رکھا۔ اس نے کھا لیا تو عورت نے سوچا کہ آتی مرتبہ تو اس طرح آئی اب جاؤں گی کس طرح؟ درویش نے پوچھا کہ کس طرح آئی تھی عورت نے ساری بات کہہ سنائی درویش نے کہا: اچھا اب جا کر یہ کہنا کہ اے دریا! اس شیخ کی حرمت سے جس نے تیس سال سے کسی قسم کا کھانا نہیں کھایا مجھے رستہ دے عورت حیران رہ گئی کہ میرے سامنے ابھی اس نے کھایا ہے اور ابھی اس طرح کہتا ہے خیر اس نے جا کر دریا کے کنارے ایسا ہی کہا رستہ مل گیا اور اپنے شوہر کے پاس پہنچی تو کہا کہ مجھے ان دونوں باتوں کا بھید بتلاؤ کہ تو نے کئی سال مجھ سے صحبت کی اور اس درویش نے بھی میرے سامنے کھانا کھایا یہ دونوں جھوٹ کہہ کر دریا سے رستہ لیا اور اس میں کیا حکمت ہے؟ شیخ نے کہا: تجھے واضح رہے کہ میں نے ہوائے نفسانی سے کبھی تجھ سے صحبت نہیں کی اسی طرح اس درویش نے بھی کبھی نفسانی طمع سے کھانا نہیں کھایا بلکہ محض عبادت اور طاعت کی خاطر۔ اس لحاظ سے اس نے کبھی کھانا نہیں کھایا ان دونوں باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ مردانِ خدا کرتے ہیں وہ خدا کے لیے کرتے ہیں ان کی نیت سب حق کی خاطر ہوتی ہے اس موقعہ پر شیخ قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز کی بابت فرمایا کہ آپ کے فرزند توام (جوڑے) تھے ایک تو چھوٹی عمر میں فوت ہو گیا اور دوسرا بڑا ہوا جو بڑا ہوا اس کے احوال کو شیخ صاحب کے احوال سے کچھ مناسبت نہ تھی اور آپس میں شکل وصورت میں ملتے جلتے تھے پھر فرمایا کہ شیخ قطب الدین کے فرزند شیخ الاسلام نور اللہ مرقد ہما تھے۔ القصہ فرمایا کہ جب شیخ صاحب کا چھوٹا لڑکا فوت ہوا اور اسے دفن کر کے واپس آئے تو آپ کے حرم فرزند کی وفات پر جزع وفزع کر رہے تھے جو شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے سنا تو ہاتھ پر ہاتھ مار کر افسوس کرنا شروع کیا۔ شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو حاضرِ خدمت تھے پوچھا کہ یہ افسوس کیسا؟ فرمایا کہ اب مجھے افسوس آتا ہے کہ میں نے کیوں اللہ تعالیٰ سے التجاء نہ کی کہ میرا فرزند بڑی عمر کا ہوتا اگر میں خواہش کرتا تو ضرور منظور ہو جاتی تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ دیکھو! ان کا استغراق کس درجے کا تھا کہ اپنے فرزند کے جینے تک کی خبر نہیں۔

طریقۂ دُعاء

پھر دُعا کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ دُعا کے وقت کیے ہوئے گناہوں کا خیال دِل میں نہیں لانا چاہیے اور

نہ ہی کی ہوئی طاعت اور عبادت کا اگر ایسا کرے اور دُعا قبول نہ ہو تو بڑے تعجب کی بات ہے اگر گناہ کا خیال دِل میں لائے تو دعاء کے ایقان میں سُستی پیدا ہوتی ہے پس دُعا کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت پر نظر رکھنی چاہیے اور یقین رکھنا چاہیے کہ یہ دُعا ضرور ہی قبول ہو جائیگی نیز فرمایا کہ دونوں ہاتھ دعاء کے وقت کھلے رکھنے چاہئیں اور سینے کے برابر۔ یہ بھی آیا ہے کہ دونوں ہاتھ ملا کر رکھنے چاہئیں اور بہت اوپر ایسی شکل اِختیار کرنی چاہیے کہ ابھی کوئی چیز ملے گی اس موقعہ کے مناسب فرمایا کہ دُعاء دِل کی تسلی کے لیے ہوتی ہے بہتر اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کیا کرنا چاہیے؟

ذکر عقیدۂ مریداں

پھر مریدوں کے عقیدہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا اس سے پہلے میرا ہمسایہ محمد نام تھا جو ہر سال ناروے کی بیماری میں مبتلا ہوتا اور اس بیماری میں سخت تکلیف اٹھاتا جب میں شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں زیارت کے لیے روانہ ہوا تو اس نے کہا کہ شیخ صاحب سے میرے لیے تعویذ لانا جب میں شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس مرد کا حال بیان کیا اور تعویذ مانگا فرمایا کہ تو ہی لکھ لے خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے تعویذ لکھا اور خواجہ صاحب کے ہاتھ دیا آپ نے دیکھ کر پھر مجھے واپس کر دیا اور فرمایا: اسے دے دینا جب میں شہر پہنچا تو اسے تعویذ دیا پھر کبھی اس بیماری میں مبتلا نہ ہوا حاضرین میں سے ایک نے پوچھا کہ تعویذ میں کیا لکھا تھا خواجہ صاحب نے فرمایا: ''اللہ شافی اللہ الکافی اللہ المعافی'' اور کچھ اور بھی جو اس وقت مجھے یاد نہیں۔

نیز حسنِ اعتقاد کے بارے میں فرمایا کہ ایک روز میں شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں بیٹھا تھا آپ کی ریش مبارک سے ایک بال آپ کی گود میں گرا میں نے عرض کی کہ کچھ التماس کیا چاہتا ہوں اگر آپ اِجازت عنایت فرمائیں۔ پوچھا کیا ہے' میں نے عرض کی جناب کی ریش مبارک سے ایک بال آپ کی گود میں آگرا ہے اگر حکم ہو تو اُسے بجائے تعویذ نگاہ میں رکھونگا فرمایا: بہتر وہ بال بڑی تعظیم وتکریم سے لے کر کپڑے میں لپیٹا اور اپنے ساتھ لے کر شہر میں آیا خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ اس ایک بال کی بہت بڑی تاثیریں دیکھیں جب کوئی بیمار تعویذ کے لیے میرے پاس آتا میں وہی بال اسے دیتا جو چند روز رکھنے سے اسے صحت ہو جاتی میرا ایک دوست تاج الدین مینائی تھا اس کا چھوٹا لڑکا بیمار ہو گیا تو اس نے آکر تعویذ مانگا بہتیرا میں نے اس بال کو ڈھونڈا نہ ملا نامراد واپس چلا گیا اسی بیماری میں اس کا لڑکا مر گیا جب کچھ دِنوں کے بعد ایک اور شخص تعویذ کے لیے آیا تو جہاں پہلے رکھا تھا وہیں پڑا پایا خواجہ صاحب نے فرمایا چونکہ اس لڑکے کی عمر پوری ہو چکی تھی اس واسطے تعویذ غائب ہو گیا۔

نظم ونثر کے بارے میں

بدھ کے روز سولہویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا اس وقت نظم ونثر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ جو اچھی بات سنی جائے اس سے ضرور حظ آتا ہے اور جو مطلب نثر میں ادا کیا جائے اگر نظم میں کیا جائے تو پہلے کی نسبت اس کا حظ بڑھ جاتا ہے اسی طرح جو عمدہ بات عمدہ آواز میں سنی جائے تو اس کا حظ بھی اور زیادہ ہو جاتا ہے اسی اثناء میں مَیں (مؤلف کتاب) نے عرض کی کہ مجھے کسی چیز میں ایسی رقت طاری نہیں ہوتی جیسی سماع میں فرمایا: اصحابِ طریقت اور مشتاقوں کا یہی ذوق

ہے کہ آگ لگاتے ہیں اگر یہ نہ ہوتا تو بقاء بھی نہ ہوتی اور بقاء میں ذوق ہی کیا ہوتا۔

اسی اثناء میں آبدیدہ ہو کر آہ بھر کر فرمایا کہ مجھے ایک مرتبہ خواب میں کچھ دکھلایا گیا تو میں نے یہ مصرع پڑھا

اے دوست بہ تیغ انتظارم کشتی

اور پھر خواب میں یہ مصرع پڑھا۔ مصرع

اے دوست بزخم انتظارم کشتی

جب میں جاگا تو مجھے یاد آیا کہ یہ مصرع اس طرح ہے۔ مصرع

اے دوست بہ تیغ انتظارم کشتی

بیان صدقِ اِرادت

منگل کے روز تیرہویں ماہ ذوالحج کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ صدقِ ارادت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کا ایک مرید لشکر میں ملازم تھا۔ جسے محمد شاہ کہتے تھے وہ جو ارادہ کرتا خواب میں شیخ صاحب کو دیکھتا اور جس حالت میں دیکھتا ویسی ہی اس خواب کی تعبیر کرتا ایک دفعہ اس نے ہندوستان آنے کا ارادہ کیا رات کو خواب میں دیکھا کہ شیخ صاحب اجودھن جا رہے ہیں جب جاگا تو دِل میں کہا کہ مجھے بھی اسی طرف جانا چاہیے نہ شیخ سے کوئی بات سنی نہ اشارہ دیکھا صرف اس قدر دیکھا کہ اجودھن جا رہے ہیں اس نے ہندوستان کا ارادہ فسخ کر کے اجودھن جانے کا ارادہ کیا الغرض اس سفر میں اسے آرام و آسائش بہت حاصل ہوئی خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ شاہ محمد غور کا رہنے والا تھا جو آخری عمر میں کعبہ کی زیارت کو گیا اور پھر اس کی خبر نہ سنی۔

ایک شخص کا مرید ہونا

ہفتے کے روز پندرہویں ماہ محرم ۷۱۱ھ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک شخص نہایت بزرگ تھا ایک شخص آ کر اس کا مرید ہوا اور خرقہ پایا جیسا کہ اس کام کی رسم ہے کچھ مدت بعد شیخ کو معلوم ہوا کہ مرید نے بُرے کام اختیار کیے ہیں تو شیخ اس کے گھر گیا اور کہا کہ میرے گھر میں آ کر رہ تو مجھے کیوں مشہور کرتا ہے آ میں تیری پردہ پوشی کروں گا مرید نے یہ سن کر شیخ کے قدموں پر سر رکھا اور پھر بیعت اور توبہ کی: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

جب یہ حکایت ختم ہو چکی تو میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی کہ یہ امر مسلمہ ہے کہ پیر مرید کے احوال کو زیادہ تر دیکھے اگر مریدوں کے احوال کو نہ دیکھے گا تو ان کے اعمال کو کیونکر دیکھ سکے گا لیکن اگر مریدوں کے اعتقاد کی طرف نگاہ کرے اور انہیں درست اعتقاد پائے تو مرید کو کچھ اُمید ہو سکتی ہے فرمایا: بے شک اس بارے میں اصل اعتقاد ہے جس طرح ظاہر میں اِیمان ہے اس طرح باطن میں یقین ہے مرید کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور پیغمبر خدا ﷺ کی رسالت پر اس کا ایمان درست ہو اسی طرح مرید کو بھی چاہیے کہ پیر کے حق میں اعتقاد درست رکھے جس طرح درستی اِیمان کے سبب مومن گناہ سے کافر نہیں ہو سکتا اس طرح مرید درستی کے سبب لغزش سے نا اُمید نہیں جاتا اگر اس کا اعتقاد درست ہے۔ تو پھر اصلاح کی اُمید ہو سکتی ہے۔

ذکر تلاوت قرآن پاک

پھر تلاوت قرآن پاک اور اس کے حفظ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی میں نے عرض کی اگر یاد نہ ہو سکے تو دیکھ کر پڑھنا کیسا ہے؟ بہت اچھا ہے دیکھ کر پڑھنے میں بھی حظ آتا ہے بعد ازاں فرمایا کہ شیخ صاحب جس کو قرآن شریف حفظ کرنے کے لیے فرماتے۔

برائے حفظ قرآن اوّل سورۂ یوسف

پہلے سورۂ یوسف یاد کرنے کا حکم دیتے جو شخص سورۂ یوسف یاد کر لیتا ہے۔ اس کی برکت سے اسے سارا قرآن مجید یاد ہو جاتا ہے اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ پیغمبر خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص قرآن شریف حفظ کرنے کی نیت کرے اور حفظ کے بغیر فوت ہو جائے تو جب اسے قبر میں رکھتے ہیں فرشتہ آ کر اسے ایک بہشتی تُرنج (چکوترا - ایک قسم کا بڑا لیموں) دیتا ہے جس کے کھانے سے سارا قرآن شریف حفظ ہو جاتا ہے اور قیامت کے دن وہ حافظ قرآن ہو کر اُٹھے گا۔

ذکر دانشمندان درویش صفت

پھر ان لوگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی جو درویش صفت ہوتے ہیں اور ان میں نیک مردوں کے سے اخلاق پائے جاتے ہیں فرمایا کہ میں نے اس صفت کے آدمی مولانا شہاب الدین میرٹھی مولانا احمد اور مولانا کیتھلی دیکھے ہیں مولانا احمد کی بابت فرمایا کہ وہ مرد حافظ قرآن تھا ایک دفعہ میں نے شیخ کبیر کی زیارت کا ارادہ کیا آپ کی وفات کے بعد حدود سرستی میں میری ملاقات مولانا احمد سے ہوئی مجھے کہا کہ جب روضہ شیخ پر پہنچو تو میرا اسلام پہنچا دینا اور کہنا کہ مجھے دُنیا کی طلب نہیں اس کے طالب اور بہت ہیں اور نہ ہی آخرت طلب کرتا ہوں میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بحالت مسلمانی فوت کرے اور نیک لوگوں سے ملائے۔

پھر مولانا کیتھلی کے بارے میں فرمایا کہ وہ بہت ہی بابرکت بزرگ تھا اگرچہ کسی سے اسے علاقہ نہ تھا لیکن مردانِ خدا کا دیدار اس نے بہت کیا تھا پہلی مرتبہ جب میں نے اسے دیکھا تو اس کی تقریر سے معلوم ہوا کہ وہ مرد واصل ہے کوئی بات میرے دِل میں تھی وہ میں نے اس سے پوچھی۔ جواب دیا وہ اس طرح ہے۔ خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا اگر وہ مشکل سو مجتہد عالموں سے بھی پوچھی جاتی تو بھی وہ حل نہ ہوتی نیز اس کے اخلاق کی بابت فرمایا کہ ایک مرتبہ میرے پاس آیا ہوا تھا اسی اثناء میں میرے خدمت گار بشیر نے جولڑکا ہی تھا کچھ بے ادبی کی میں نے اسے چھڑی ماری تو مولانا کیتھلوی کو ایسا درد ہوا کہ گویا وہ لکڑی انہیں ماری گئی ہے رونے لگے اور فرمایا کہ یہ میری شامت کی وجہ ہے کہ اسے تکلیف پہنچی خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس وقت اس کی شفقت دیکھ کر مجھ پر رقت طاری ہوئی۔

اس کی بزرگی کی بابت ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ اس کی زبانی میں نے سنا کہ ایک سال دہلی میں قحط پڑا جن دنوں کہ ملک قتلغ الدین حسن کا واقعہ گزرا ہے میں کرپاسی بازار میں کھانا خریدنے کے لیے گیا جب خریدا تو خیال کیا کہ اسے اکیلے نہیں کھانا چاہیے کسی کو اپنا ہم لقمہ بنانا چاہیے، ایک گدڑی پوش فقیر کو دیکھا جو میرے پاس سے گزرا میں نے اسے کہا: صاحب! آپ بھی درویش ہیں اور میں بھی درویش ہوں میں غریب الوطن ہوں اور آپ بھی مسافر معلوم ہوتے ہیں آؤ! کچھ کھانا مل کر کھالیں وہ درویش مان گیا

ہم نانبائی کی دکان پر گئے اور کھانا کھایا اسی اثناء میں میں نے آپ کی طرف دیکھ کر کہا کہ میرے پاس بیس تھیلیاں پیسوں کی ہیں میں انہیں ذخیرہ رکھنا چاہتا ہوں درویش نے کہا: فراخ دِلی سے کھانا کھاؤ میں تجھے تھیلیاں دوں گا میرے دِل میں یہ خیال آیا کہ یہ پھٹے پرانے کپڑوں والا مجھے کس طرح اتنے دام دے گا الغرض کھانے سے فارغ ہو کر مجھے نماز گاہ کی طرف لے گیا نماز گاہ کے پیچھے ایک قبر تھی اس پر کھڑے ہو کر کچھ پڑھا اور چھڑی جو ہاتھ میں تھی آہستہ سے دو تین مرتبہ اس پر لگائی اور کہا کہ اس درویش کو بیس تھیلیاں داموں کی دینی ہیں اسے دے۔ یہ کہہ کر آسمان کی طرف منہ کیا اور کہا: جاؤ مولانا! آپ کو مل جائیں گی یہ سن کر ہاتھ کو بوسہ دے کر واپس چلا آیا میں اسی حیرت میں تھا کہ مجھے کہاں سے ملیں گی میرے پاس ایک خط تھا جو کسی کے گھر پہنچانا تھا میں اسی روز وہ خط پہنچانے گیا میں دروازہ کمال کے پاس پہنچا تو ایک ترک کو اپنے گھر کے چھجے پر بیٹھا دیکھا۔ اس نے مجھے دیکھ کر آواز دی اور غلاموں کو میرے پیچھے دوڑایا آخر مجھے اوپر لے گئے اور وہ ترک بڑی خندہ پیشانی اور خوش خلقی سے پیش آیا میں نے بہت کوشش کی لیکن اسے پہچان نہ سکا ترک بھی کہنے لگا تو وہ عالم تو نہیں جس نے فلاں مقام پر میرے ساتھ یہ نیکی کی تھی میں نے کہا: میں نے تو کوئی نیکی نہیں کی اس نے کہا: میں تجھے پہچانتا ہوں تو کیوں اپنے تئیں چھپاتا ہے الغرض بیس تھیلیاں داموں کی لاکر معذرت سے میرے ہاتھ میں دے دیں۔

خواجہ صاحب نے اس مولانا کیتھلی کی زندگی کے بارے میں فرمایا کہ تنہا کھانا نہ کھانے کی جو عادت ان میں تھی وہی اس کے راستے کو نیک بناتی ہیں دوسرے اخلاق کا کیا ہو گا۔

پھر فرمایا کہ میں سفر کرتے کرتے سرستی کی حدود میں پہنچا تو میں نے سنا کہ کل اس راہ میں ڈاکہ پڑا اور بہت سے مسلمان ہندوؤں کے ہاتھ سے مقتول ہوئے ایک ان میں عالم تھا جسے کیتھلی کہتے تھے وہ قرآن شریف پڑھ رہا تھا اسی حالت میں شہید ہوا خواجہ صاحب نے فرمایا: میرے دِل میں خیال گزرا کہ ہو نہ ہو وہ مولانا کیتھلی ہوں گے جب لاشوں کو جا کر دیکھا اور فاتحہ پڑھ کر غور سے دیکھا تو آپ ہی تھے۔

بدھ کے روز تیسری ماہ ربیع الاوّل سن مذکور کو قدمبوسی کی دولت نصیب ہوئی اس دفعہ ایک مہینے بعد حاضر ہوا تھا کبھی اس قدر غیر حاضری نہیں ہوئی تھی آپ نے فرمایا کہ اس وقت فاضلوں کا ذکر ہو رہا تھا کہ تو آ پہنچا میں دوبارہ آداب بجالایا۔

بعدازاں فرمایا کہ خواجہ شمس الملک رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادت تھی کہ اگر کوئی شاگرد ناغہ کرتا یا کوئی دوست دیر کے بعد آتا تو فرماتے کہ میں نے ایسا کونسا کام کیا ہے؟ کہ تو نہیں آتا۔

بعدازاں مسکرا کر فرمایا کہ اگر کسی کو دِل لگی کرتے تو بھی یہی فرماتے کہ میں نے کیا کیا ہے؟ جو تو نہیں آتا تا کہ میں وہی کروں بعدازاں فرمایا کہ اگر میں ناغہ کرتا یا دیر بعد حاضر خدمت ہوتا تو میرے دِل میں بھی یہی خیال آتا کہ مجھے بھی یہی کہیں گے ؎

آخر کم ازانکہ گاہ گاہے آئی و بما کنی نگاہے

خواجہ صاحب یہ شعر پڑھ کر آبدیدہ ہوئے چنانچہ حاضرین پر رقت طاری ہوئی حاضرین میں سے ایک نے پوچھا میں نے سنا ہے کہ جن دنوں آپ شمس الملک کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے تو آپ کی بڑی تعظیم کیا کرتے تے اور چھجہ میں اپنے خاص مقام

میں بٹھایا کرتے تھے فرمایا ہاں! جہاں پر وہ بیٹھا کرتے تھے فرمایا: وہاں پر قاضی فخر الدین ناقلہ یا مولانا برہان الدین بیٹھا کرتے تھے اور جب کبھی مجھے وہاں پر بیٹھنے کا حکم ہوتا تو کہتا کہ یہ آپ کا مقام ہے میں بہت عذر کرتا لیکن ایک نہ مانتے آخر مجھے بھی وہاں بٹھاتے۔ حاضرین میں سے ایک نے پوچھا کہ ایک مرتبہ وہ ملازم بھی ہو گئے تھے خواجہ صاحب نے فرمایا ہاں! ایک مرتبہ وہ مستوفی (محاسب اعلیٰ) مقرر ہوئے تھے خواجہ تاج الدین ریزہ نے آپ کے بارے میں یہ شعر پڑھا ہے:

صدر اکنوں بہ کام دِل دوستاں شدی مستوفی ممالک ہندوستاں شدی

میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی کہ خواجہ شمس الملک کی بزرگی ان کے وفورِ علم سے ظاہر ہے لیکن کون جانتا ہے کہ درویشوں سے علاقہ تھا یا ان سے محبت تھی خواجہ صاحب نے فرمایا کہ عقیدہ بہت خوب تھا میری تعظیم جو کرتے تھے اسی سے ان کے عقیدے کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

بدھ کے روز چوبیسویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا اسی روز کئی یاروں نے اکٹھے ہی قدمبوسی کی۔ پوچھا۔ کیا ایک ہی مقام سے آئے ہو؟ عرض کی جدا جدا مقام سے یہاں آکر اکٹھے ہوئے ہیں فرمایا: الگ الگ آنا بہتر ہے کیونکہ شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز یہی فرمایا کرتے تھے کہ الگ الگ آیا کرو کہ نظر، حق ہے۔

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ نظر اور جادو کا اثر برحق ہے تو فرمایا کہ یہ وہ حق نہیں جو غیر باطل ہے یعنی اس کا اثر ضرور ہوتا ہے معتزلہ تو اس بات کے قائل ہیں کہ نظر اور جادو کا اثر ہوتا ہی نہیں فرمایا وہ غلطی پر ہیں یہاں سے معونت کرامت اور استدراج کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ معجزہ انبیاء کا کام ہے جن کا علم اور عمل کامل ہوتا ہے اور وہ صاحب وحی ہوتے ہیں جو کچھ ان سے ظاہر ہوتا ہے وہ معجزہ ہے۔ کرامت وہ ہے جو اولیاء سے ظاہر ہوتی ہے انہیں بھی علم اور عمل بدرجہ کمال ہوتا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ جو کچھ ان سے ظاہر ہوتا ہے وہ کرامت کہلاتا ہے معونت کا یہ مطلب ہے کہ بعض دیوانوں سے جنہیں نہ علم ہوتا ہے نہ عمل کبھی کبھی خلاف عادت کوئی بات ظہور میں آتی ہے اسے معونت کہتے ہیں استدراج اسے کہتے ہیں کہ جو ایک گروہ سے جسے ایمان کا مَس بھی نہیں جیسے اہلِ سحر وغیرہ کی کوئی بات دیکھی جائے۔

ذکر اطوار

پھر اطوار کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ اطوار تین طرح کے ہوتے ہیں ایک حسی دوسرے عقلی تیسرے قدسی حسی جیسے کھانا سونگھنا وغیرہ جو حس سے معلوم ہوتے ہیں عقلی دو قسم کے ہوتے ہیں کسبی اور بدیہی۔ لیکن جو عالم قدس میں پہنچ چکا ہو وہ کسبی کو بدیہی جانتا ہے پھر فرمایا کہ بدیہی علم قدس نہیں یہ اولیاء اور انبیاء کا کام ہے بعد ازاں فرمایا کہ اس شخص کی علامت کیا ہوتی ہے جس پر عالم قدس کا دروازہ کھلا ہو یہی ہے اس شخص کے بارے میں جس پر عقل کا دروازہ کھلا ہو اور اس پر بدیہی یا کوئی اور بات ظاہر ہو جائے تو اس ، اسے فرحت حاصل ہوتی ہے اور عالم قدس کی راہ نہیں ملتی۔

اسی اثناء میں ایک عالم کی بابت حکایت بیان فرمائی۔ وہ کہا کرتا تھا کہ جو چیز غیب سے دِل پر گزرے گی انشاء اللہ تعالیٰ اسے لکھ سکوں گا اس نے بہت کچھ لکھا اخیر میں لکھا کہ جو کچھ مقصود تھا وہ نہیں لکھ سکا۔

ذکر معتزلہ

پھر معتزلہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ وہ کہتے ہیں کہ اہل کفر اور اہل کبار ہمیشہ عذاب میں رہیں گے فرمایا: یہ ان کی غلطی ہے اصل یوں ہے کہ کافر ہمیشہ عذاب میں رہیں گے اس واسطے کہ وہ بتوں کی پرستش پر اعتقاد رکھتے ہیں اور وہی ان کے معبود ہیں چونکہ ان کا دائمی اعتقاد ہے اور ہمیشہ کفر پر جمے رہتے ہیں اس لیے ان کا عذاب بھی دائمی ہوگا لیکن جو لوگ کبیرہ گناہ کرتے ہیں وہ ہمیشہ نہیں کرتے کبھی گناہ کے ارتکاب سے فارغ بھی ہوتے ہیں اور جانتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے کیا ہے۔ بُرا کیا ہے۔ بُرا کیا ہے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا پس چونکہ ہمیشہ کے لیے کبیرہ گناہوں پر راسخ نہیں ہوتے اس لیے انہیں عذاب بھی ہمیشہ نہیں ہوگا۔

بعد ازاں فرمایا کہ گنہگار کسی حالت میں تین باتوں کا مطیع ہوتا ہے اوّل یہ کہ وہ جانتا ہے کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں وہ ٹھیک نہیں ہے دوسرے وہ یہ جانتا ہے کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں اسے اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور دیکھتا ہے تیسرے اسے بخشش اور معافی کی امید ہوتی ہے اور یہ تینوں کام فرمانبرداروں کے ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ اشعریہ مذہب میں بھی یونہی ہے کہ جس کافر کا خاتمہ ایمان پر ہوگا وہ مومن ہے اور جس مومن کا خاتمہ کفر پر ہوگا وہ کافر ہے اس موقعہ پر یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ حمید الدین ﷫ نے ناگور میں ایک ہندی کو کئی مرتبہ کہا کہ یہ ولی ہے اسی اثناء میں ابوحنیفہ ﷜ کی حکایت شروع ہوئی تو فرمایا کہ جب آپ سے پوچھا گیا کہ قیامت کے دِن کافر دوزخ میں رہیں گے فرمایا نہیں پوچھا کیوں؟ فرمایا: قیامت کے دِن جب کافر اِیمان وغیرہ دیکھیں گے تو اِیمان لائیں گے لیکن وہ اِیمان انہیں کچھ فائدہ نہ دے گا اس واسطے کہ اِیمان وہ ہے جو بالغیب ہو۔ وہ سب دوزخ میں جائیں گے۔ **اگرچہ** مومن ہوں گے پھر یہ فرمایا کہ اس آیۃ **وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون۔** میں ابن عباس ﷠ کے اس قول کے موافق الالیوحدون ہے یعنی جنّ وانسان سب موحد ہوں گے جو اِیمان پر موحد ہے اس کا اِیمان بالغیب ہے اور فرمایا جب کافر اِیمان دیکھیں گے تو اللہ تعالیٰ کی یگانگت کا اقرار کریں گے۔ پس **لیوحدون** ٹھیک ہوگا۔

بعد ازاں فرمایا: جس کو آنکھیں دیکھتی ہوں...... اس کو اپنی نسبت اچھا خیال کرنا چاہیے خواہ دیکھنے والا مطیع ہو یا نافرمانبردار اور گنہگار اس واسطے کہ شاید اس شخص کی طاعت آخری طاعت ہو اور اس کا گناہ آخری گناہ ہو۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ حسن بصری نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ میں جس کسی کو دیکھتا تھا اپنے سے اچھا خیال کرتا تھا مگر ایک دِن ایک شخص نے اپنے تئیں اچھا خیال کیا اور یہ اس طرح ہوا کہ ایک روز حبشی کو دریا کے کنارے بیٹھا دیکھا جس کے پاس صراحی تھی اس میں سے ہر گھڑی تھوڑا تھوڑا پانی نکال کر پیتا تھا اور اس کے پاس ایک عورت بیٹھی تھی میرے دِل میں خیال آیا کہ گو میں کیسا ہی ہوں پھر بھی اس سے تو اچھا ہوں اسی اثناء میں ایک کشتی پانی میں غرق ہوئی اس میں سات آدمی تھے ساتوں ڈوبنے لگے حبشی فوراً دریا میں کودا اور چھ کو بچا لایا پھر مجھ سے کہا کہ اے حسن! ایک کو تو بچالا۔ میں حیران رہ گیا پھر مجھے کہا کہ اس صراحی میں پانی ہے اور یہ عورت میری ماں ہے۔ میں صرف تیری آزمائش کے لیے یہاں بیٹھا تھا جا! ابھی تو ظاہر بین ہے۔

ذکر تلاوتِ قرآن

پھر قرآن شریف کی تلاوت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ قرآن شریف باترتیل اور باتردید پڑھنا چاہیے حاضرین میں سے ایک نے سوال کیا۔ کہ تردید کسے کہتے ہیں فرمایا کہ جب پڑھنے والے کو کسی آیہ کے پڑھنے سے ذوق حاصل ہو تو اسے بار بار پڑھنا چاہیے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول خدا ﷺ نے کچھ پڑھنا چاہا تو بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ہی پڑھنے سے مبارک دِل کو حالت ہو گئی چنانچہ بیس مرتبہ بِسۡمِ اللّٰهِ شریف پڑھی۔

پھر فرمایا کہ قرآن شریف کے آٹھ قسم کے مراتب ہیں: پانچ قسم کے بیان فرمائے اوّل یہ کہ قاری کا دِل حق کی طرف لگا ہو اگر یہ نہ ہو سکے تو اتنا تو ہونا چاہیے کہ دِل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا خیال ہو حاضرین میں سے ایک نے کہا کہ اس کے معنی یہی تو دِل کی طرف لگنا ہے فرمایا: نہیں وہ حق کی ذات سے تھا اور یہ صفات سے اگر یہ دونوں باتیں حاصل نہ ہوں تو اس کے معنوں کا ضرور خیال رکھنا چاہیے چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ پڑھتے وقت خیال دِل پر غالب ہو کہ میں کہاں اس دولت کے لائق ہوں اور میں کون ہوں کہ یہ سعادت مجھے حاصل ہو اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اتنا تو خیال کرے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے پڑھ رہا ہوں اس کا ثواب مجھے ملے گا اتنے میں مَیں (مؤلف کتاب) نے عرض کی کہ جب میں قرآن شریف پڑھتا ہوں تو پہلے ہی دِل میں خیال گزر جاتا ہے اگر اثنائے تلاوت میں میرا خیال کسی اور طرف جا لگتا ہے تو دِل میں کہتا ہوں کہ یہ کیسا خیال اور وہم ہے پھر میں دِل کو پورے طور پر اس میں مشغول کرتا ہوں اور اسی وقت کسی آیت پر جو اس بات کی مانع ہو خیال میں آ جاتی ہے یا ایسی آیت نظر آتی ہے جس میں وہ مشکل حل ہو جاتی ہے خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ بات بہت اچھی ہے اسے اچھی طرح کرتے رہنا۔ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ۔

ذکر ترکِ دُنیا

بدھ کے روز تیسری ماہ ربیع الآخر سن مذکور کو قدم بوسی کی سعادت حاصل ہوئی ترک دُنیا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ اصل دانائی یہ ہے کہ دُنیا کو ترک کیا جائے فرمایا: اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ میرے مرنے کے بعد میرے مال کا تیسرا حصہ ایسے مرد کو دینا جو سب سے عقلمند ہو تو اس کا فیصلہ کس طرح کرنا چاہیے۔ فرمایا کہ یہ مال ایسے شخص کو دینا چاہیے جو تارک الدنیا ہو حاضرین میں سے ایک نے کہا کہ جب وہ تارک الدنیا ہو گا تو مال کیسے لے گا؟ فرمایا کہ بات تو خرچ کرنے کی ہے سو خرچ کرنا ایسا ہی ہے پھر فرمایا کہ دُنیا سے مراد سونا چاندی اسباب وغیرہ نہیں بلکہ ایک بزرگ کے قول کے موافق پیٹ میں درد ہے جو تھوڑا کھاتا ہے وہ بھی تارک الدنیا ہے اور جو پیٹ بھر کر کھاتا ہے وہ تارک الدنیا نہیں۔

ذکر شیطان خناس

پھر فرمایا شیطان کہتا ہے کہ جو آدمی پیٹ بھر کر نماز ادا کرتا ہے میں اس کے گلے ملتا ہوں چنانچہ جب وہ نماز پڑھ کر باہر نکلتا ہے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ اس پر میرا غلبہ ہے اور جو بھوکا سویا ہوا ہے اس سے میں دور بھاگتا ہوں پس جب یہ بھوکا نماز میں مشغول ہو گا تو تم

اندازہ کر سکتے ہو کہ مجھے اس سے کس قدر نفرت ہے۔

یہاں سے شیطان اور شیطانی وسوسوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ خناس وہ دیو ہے جو ہمیشہ فرزند آدم کے دِل پر ہوتا ہے جب اِنسان یادِ الٰہی میں مشغول ہوتا ہے وہ دفع ہو جاتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ مولانا ترمذی نوادر الاصول میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام بہشت سے دُنیا میں آئے تو ایک روز حوا بیٹھی ہوئی تھیں اتنے میں ابلیس آیا اور خناس کو ساتھ لایا اور حوا کو کہا یہ میرا بیٹا ہے اسے اپنے پاس رکھنا جب آدم علیہ السلام آئے تو انہوں نے پوچھا یہ کون ہے؟ حوا نے کہا؟ یہ شیطان کا بیٹا ہے فرمایا: وہ تو ہمارا دشمن ہے یہ کہہ کر خناس (ایک دیو ہے) کے چار ٹکڑے کیے اور چاروں پہاڑوں پر رکھ دیئے۔ یہ سن کر شیطان نے آواز دی۔ او خناس او خناس! اسی وقت پہلی صورت پر آ موجود ہوا۔

جب شیطان چلا گیا اور آدم علیہ السلام آئے تو خناس کے ٹکڑے دیکھ کر پوچھا کیا حالت ہے حوا نے سارا حال بیان کیا حضرت آدم علیہ السلام نے پھر خناس کو مار ڈالا اور جلا دیا اور راکھ بہتے ہوئے پانی میں پھینک دی جب آدم علیہ السلام چلے گئے تو شیطان نے آ کر حوا سے خناس کی بابت پوچھا انہوں نے سارا ماجرا بیان کیا ابلیس نے پھر خناس کو حاضر کیا پھر جب آدم علیہ السلام آئے تو خناس کو موجود پایا پھر مار کر خود کھا گئے شیطان نے آ کر آواز دی۔ او خناس! او خناس! تو آدم علیہ السلام کے دِل سے آواز آئی۔ شیطان نے کہا: یہیں رہ میرا ابھی مقصود یہی تھا۔

قرآن شریف سے فال لینے پر

بدھ کے روز تیرہویں ماہ ربیع الاوّل سن مذکور کو قدم بوسی کی سعادت حاصل ہوئی قرآن شریف سے فال لینے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ میں نے عرض کی کہ قرآن شریف سے جو فال لیتے ہیں ان کا کہیں ذکر بھی آیا ہے؟ فرمایا: ہاں! اس بارے میں حدیث شریف ہے بعد ازاں فرمایا کہ جب قرآن شریف کو فال کی خاطر کھولیں تو دائیں ہاتھ سے کھولنا چاہیے بائیں ہاتھ سے بالکل نہیں کھولنا چاہیے۔

بعد ازاں اس بارے میں حکایت بیان فرمائی کہ میں نے شیخ بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں جب غزنی سے لاہور آیا تو ان دنوں لاہور بالکل آباد تھا کچھ مدت میں وہاں رہا پھر وہاں سے میرا ارادہ سفر کا ہوا ایک تو دِل یہ چاہتا تھا کہ دہلی جاؤں اور کبھی چاہتا تھا کہ غزنی واپس جاؤں میں شش و پنج میں تھا لیکن دِل کی کشش غزنی کی طرف زیادہ تھی کیونکہ وہاں ماں، باپ بھائی اور خویش و اقرباء رہتے تھے اور دہلی میں ایک داماد کے سوا اور کوئی نہ تھا مختصر یہ کہ میں نے قرآن شریف سے فال دیکھنے کا ارادہ کیا ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا پہلے غزنی کی نیت سے دیکھا تو عذاب کی آیت نکلی پھر دہلی کی نیت سے دیکھا تو بہشت کی ندیوں اور بہشت کے اوصاف کی آیت نکلی اگرچہ دِل تو غزنی کی طرف جانے کو چاہتا تھا لیکن فال کے مطابق دہلی آیا جب شہر میں پہنچا تو سنا کہ میرا داماد قید ہے میں بادشاہ کے دروازے پر آیا تا کہ اس کے حال کی اطلاع دوں میں نے دیکھا تو وہ محل سے نکلا ہی تھا ہاتھ میں کچھ روپے لیے تھا مجھ سے بغل گیر ہوا اور نہایت خوش ہوا مجھے اپنے گھر لے گیا اور روپے میرے سامنے لا رکھے میرا دِل جمع ہوئی انہیں دنوں میں نے سنا کہ غزنی سے خبر آئی ہے کہ مغلوں نے آ کر اس ولایت کو تاخت و تاراج کیا اور میرے والدین اور بہن

بھائی اور خویش و اقرباء کو شہید کیا۔

بعد ازاں میں نے عرض کی کیا بدرالدین غزنوی جب یہاں آئے تو شیخ قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز کے مرید ہوئے فرمایا: ہاں! یہاں سے شیخ الاسلام فرید الدین کا ذکر شروع ہوا فرمایا: ان کا کام اور تھا آپ نے خلقت کی ترک اختیار کی اور جنگل بیابان میں رہنا شروع کیا یعنی اجودھن میں جا کر رہے اور درویشانہ روٹی اور ان چیزوں پر گزارہ کیا جو اس علاقے میں ملتی تھی مثلاً پیلو وغیرہ اسی پر آپ نے قناعت کی لیکن پھر بھی خلقت کی آمد و رفت کی کوئی حد نہ رہی گھر کا دروازہ کہیں آدھی رات کو بند ہوتا یعنی ہمیشہ دروازہ کھلا رہتا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہر قسم کی نعمتیں لوگ لے آتے اور آنے جانے والوں کو ملتیں کوئی شخص ایسا نہ آتا جسے کچھ نہ ملتا جو آتا کچھ لے کر جاتا آپ کی زندگی اور قوت عجیب قسم کی تھی جو کسی اور فرد بشر کو حاصل نہ ہوئی نیا آیا ہوا اور سالوں کا خدمت کرنے والا آپ کی نظروں میں یکساں تھے اور مہربانی اور توجہ کے وقت دونوں مساوی ہوتے۔

بعد ازاں فرمایا کہ بدرالدین اسحٰق سے میں نے سناوہ کہتے ہیں میں محرم راز خادم تھا۔ جو ہوتا مجھ سے ضرور بیان فرماتے اور ہر کام میں مجھ سے مشورہ لیتے خلا و ملا (خَلوَت و جَلوَت) میں میرے ساتھ یک سخن تھے کوئی کام ایسا خلوت میں نہ فرمایا جو جلوت میں فرمانے کے قابل نہ تھا یعنی ظاہر و باطن میں آپ کی روش ایک سی تھی ایسا شخص عجائبِ روزگار ہوتا ہے۔

فاتحہ کے بارے میں

منگل کے روز بارہویں ماہ جمادی الآخر سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا فاتحہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ حاجت براری کے لیے اکثر فاتحہ پڑھتے ہیں فرمایا کہ جسے کوئی مہم یا مشکل کام پیش آئے۔

حاجت کے لئے فاتحہ پڑھنے کا طریقہ

تو وہ اس طرح فاتحہ پڑھے پہلے بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ پڑھے۔ الرحیم کے میم کو الحمد سے ملا کر پڑھے اور جب یہاں پر آ پہنچے تو الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ تین مرتبہ کہے اور جب سورۂ ختم کرے تو آمین تین مرتبہ کہے تو اللہ تعالیٰ اس کام کو سرانجام کر دے گا نیز فاتحہ کے ذکر میں فرمایا کہ جو کچھ قرآن مجید میں ہے وہ دس چیزیں ہیں جن میں سے آٹھ سورۂ فاتحہ میں ہیں وہ دس چیزیں یہ ہیں ذات، صفات، افعال، ذکر معاد، تزکیہ، تجلیہ، ذکر اولیاء، ذکر اعداء، محاربہ کفار اور احکام شرعی۔

بعد ازاں فرمایا کہ ان میں سے آٹھ سورۂ فاتحہ میں ہیں: ذات ربّ العلمین۔ افعال الرحمٰن الرحیم صفات مالك یوم الدین۔ ذکر معاد ایاك نعبد تزکیہ ایاك نستعین۔ تجلیہ اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیهم ذکر اولیاء غیر المغضوب ذکر اعداء و لا الضآلین پس دس چیزوں میں سے جو قرآن میں ہیں یہ آٹھ سورۂ فاتحہ میں پائی جاتی ہیں صرف محاربہ کفار اور احکام شرعی نہیں پھر حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر شروع ہوا تو فرمایا کہ ان کا بیان بالکل محققانہ ہے پھر فرمایا کہ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں "الصوم نصف الصبر والصبر نصف الایمان" روزہ صبر کا نصف ہے اور صبر ایمان کا نصف ہے۔

بعد ازاں فرمایا الصوم الصبر کا کیا مطلب ہے پہلے صبر کی حقیقت یوں بیان فرمائی کہ جو غلبہ حرص و ہوا سے پیدا ہوا اس پر حق کے سبب جو غلبہ پیدا ہو غالب آ جائے۔

بعد ازاں فرمایا کہ حرص و ہوا کے غلبے کی دو وجہیں ہیں ایک غصہ، دوسرے شہوت، روزہ شہوت کو مغلوب کر لیتا ہے پس یہاں سے معلوم ہوا کہ روزہ نصف صبر ہوتا ہے اور صبر ایمان کا نصف ہوتا ہے اس کے بارے میں فرمایا کہ ایمان میں دو چیزیں ہیں ایک عقائد۔ دوسرے اعمال۔

ذکر عوارف شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ

پھر شیخ شہاب الدین کے عوارف کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ میں نے عوارف کے پانچ باب شیخ کبیر فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز کے پیش کیے بعد ازاں فرمایا کہ یہ کیا بیان تھا جو آپ کرتے تھے ایسا کسی اور سے نہیں سنا گیا بارہا آپ کے بیان کے ذوق میں لوگ ایسے محو ہوتے تمنا کرتے کہ اگر اسی وقت مر جائیں تو بہتر ہو۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب یہ کتاب شیخ صاحب کی خدمت میں لائی گئی تو اسی روز آپ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام شہاب الدین رکھا۔

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ جو بات کسی صاحب نعمت بزرگ سے سنی جائے اس میں اور ہی لذت ہوتی ہے وہی بات کسی اور سے سنی جائے تو اس قدر لذت حاصل نہیں ہوتی۔ گویا جس مقام سے وہ بات نکلتی ہے۔

کلمات واحوالِ مشائخ کی لذت

وہ نورِ عزت سے آراستہ ہوتی ہے اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک صالح اور صاحب نعمت بزرگ مرد مسجد میں امامت کیا کرتا تھا نماز کے بعد مشائخ کے کلمات اور ان کے احوال بیان کرتا تھا جس کے سننے سے سامعین کو راحت حاصل ہوتی ان میں سے ایک اندھا تھا اسے بھی ان کلمات سے حظ آتا۔

ایک روز وہ امام غیر حاضر تھا۔ اس کی جگہ مؤذن اسی طرح مشائخ کے کلمات اور ان کے احوال بیان کرنے لگا۔ اس اندھے نے پوچھا کہ آج کون حکایات بیان کر رہا ہے؟ اس اندھے نے کہا۔ ہم ہر ایک گنہگار سے یہ کلمات نہیں سننا چاہتے۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ جس شخص کا معاملہ نیک نہ ہو۔ اس کی بات کا کچھ مزا نہیں آتا۔

بعد ازاں شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھا

بزبان ہر کہ جز من رود خدیث عشقت
چو معاملہ ندارد سخن آشنا نباشد

منگل کے روز اٹھارہویں ماہ رجب سن مذکور کو قدم بوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ گزشتہ رات میں نے جو خواب دیکھا تھا۔ وہ عرض خدمت کیا۔ خواب یہ تھا کہ گویا صبح کا وقت ہے۔ اور میں نماز کے لئے وضو کر رہا ہوں۔ اور نماز کا وقت تنگ ہو رہا ہے۔ بڑی جلدی سے وضو کر کے سنت ادا کی۔ اور مجھے معلوم ہوا کہ ابھی ابھی جماعت ہونے والی ہے۔ میں جلدی روانہ ہوا تا کہ جماعت مل جائے۔ چلتے چلتے معلوم ہوا کہ سورج نکل آیا ہے۔ میں ڈرا۔ ایسا نہ ہو کہ وقت گزر جائے۔ اس وقت میں نے آفتاب کو ہاتھ سے اشارہ کیا۔ اور کہا کہ شیخ صاحب کی حرمت کے سبب ابھی باہر نہ نکلنا۔ اتنا کہنے سے خواب ہی میں خوش وقتی حاصل ہوئی۔ تو میری نیند

کھل گئی ابھی رات کا کچھ حصہ باقی تھا۔ خواجہ صاحب نے یہ سن کر آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہ ایک نقیب محمد نام نیشا پوری نہایت نیک اعتقاد اور خدا کا پیارا تھا۔ اس سے میں نے سنا کہ میں ایک دفعہ گجرات جا رہا تھا۔ ان دنوں ہندوؤں کا قبضہ تھا۔ راستے میں دو آدمی میرے ہمراہ ہوئے۔ ہمارے پاس کوئی اوزار نہ تھا۔ اچانک ایک ہندو آ نکلا۔ جس کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی۔ اس حالت میں وہ ہمارے پاس آیا۔ جب میرے پاس آیا تو میں نے کہا۔ شیخ صاحب حاضر ہو جئے گا۔ اسی وقت ہندو نے ہاتھ سے تلوار پھینک دی۔ اور کہا کہ مجھے پناہ دو۔ ہم نے کہا۔ تمہیں پناہ دی۔ اور اس نے اپنی راہ لی۔ اور ہم نے اپنی راہ لی۔ خواجہ صاحب نے یہ حکایت ختم کر کے فرمایا کہ اس ہندو نے کیا دیکھا تھا۔ اور اسے کیا دکھایا گیا۔

منگل کے روز دوسری ماہ شعبان سن مذکور کو قدم بوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ کھانا کھلانے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا درویشی اسی بات کا نام ہے کہ جو شخص آئے۔ سلام کے بعد اس کے سامنے کھانا رکھنا چاہیے۔ اور خود حکایتوں اور باتوں میں مشغول ہونا چاہیے۔ بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا۔ پہلے سلام پھر طعام پھر کلام۔

سوموار کے روز آٹھویں ماہ مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ کھانا لایا گیا۔ اور کھانا شروع کیا گیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ ایک بزرگ نے کہا ہے کہ جو لوگ کھانا میرے روبرو کھاتے ہیں۔ اسے میں اپنے حلق میں پاتا ہوں۔ گویا وہ طعام میں کھا رہا ہوں۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ شیخ ابوسعید ابوالخیر ؒ کے روبرو کسی شخص نے بیل کو سانٹے سے مارا۔ شیخ ابوسعید نے فرمایا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا درد مجھے محسوس ہوا ہے۔ وہ شخص پاس ہی تھا۔ اس نے اسے مکر سمجھا۔ شیخ ابوسعید نے پیٹھ دکھا دی جس پر سانٹے کے نشان تھے۔

بعد ازاں اس حکایت کے بیان کرنے والے نے خواجہ صاحب کی طرف رُخ کر کے کہا کہ یہ حکایت اس سے ملتی جلتی ہے کہ ایک کی حالت کا اثر دوسرے پر ہو جائے۔ لیکن مجھے یہ معلوم نہیں کہ اس کی حقیقت کس طرح ہے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ روح طاقتور ہوتی ہے اور کمال کو پہنچ جاتی ہے تو قلب کو جذب کرتی ہے۔ اور قلب جب قوی ہوتا ہے تو قالب کو کھینچتا ہے۔ پس اس اتحاد کے بموجب جو بات قلب پر اثر کرتی ہے۔ اس کا اثر قالب پر پڑتا ہے۔ میں (مولف کتاب) نے عرض کی کہ یہ حالت معراج کے مشابہ ہے۔ فرمایا بجا ہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ ایک بزرگ کا قول ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ معراج کی رات رسولِ خدا ﷺ کو وہاں لے گئے ہوں۔ جہاں عرش' کرسی' بہشت اور دوزخ ہے۔ اور جو کچھ دیکھا۔ یا ان چیزوں کو وہاں لایا گیا۔ جہاں آنحضرت ﷺ تھے بعد ازاں فرمایا کہ اگر ان چیزوں کو وہاں لے جایا گیا ہوں جہاں رسول اللہ مقبول ﷺ تھے تو اس صورت میں رسول ﷺ کا مرتبہ اور بڑا معلوم ہوتا ہے۔

طریقہء بیعت

پھر ان لوگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی جو بیعت کا طریقہ نہیں جانتے بعض پہلے ایک کی بیعت کر کے دوسرے کی جا کرتے ہیں بعض مشائخ کے مزار کے مرید بن جاتے ہیں میں نے عرض کی کہ بعض جو مشائخ کی قبر کی پائنتی جا کر سر منڈوا کر مرید بن جاتے ہیں کیا یہ بیعت درست ہے فرمایا: نہیں۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کا ایک بیٹا جو سب سے بڑا تھا شیخ الاسلام قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز کی قبر کی پائنتی جا کر سر منڈا کر مرید ہوا جب یہ خبر شیخ فرید الدین نے سنی تو فرمایا کہ گو شیخ قطب الدین طیب اللہ ثراہٗ ہمارے صاحب اور مخدوم ہیں لیکن یہ بیعت درست نہیں مرید ہونا اسی طرح ہوتا ہے کہ شیخ کا ہاتھ پکڑے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ذکر رؤیا

بدھ کے روز اکیسویں ماہ شوال سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ رویا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا: پہلے زمانے میں کوئی ترک تھا جسے تکلش کہتے تھے وہ اللہ والا تھا ایک رات اس نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا صبح وہی خواب شیخ نجیب الدین متوکل کی خدمت میں بیان کی لیکن پہلے سخت قسم دِلائی کی جو کچھ میں کہتا ہوں۔ عمر بھر کسی پر ظاہر نہ کرنا شیخ صاحب نے قبول کیا بعد ازاں اس نے کہا کہ آج رات میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا ہے اور اس کے انوار و حال بیان کیے شیخ نجیب الدین متوکل فرماتے ہیں کہ وہ ترک خواب دیکھنے کے بعد چالیس سال زندہ رہا لیکن میں نے اس خواب کا بیان اس کی زِندگی میں کسی سے نہ کیا جب اس کی وفات کا وقت قریب آیا۔ تو میں اس کے پاس گیا جب مجھے دیکھا تو کہا وعدہ یاد ہے؟ یعنی خواب والا۔ میں نے کہا: ہاں یاد ہے میں نے پوچھا ہاں تو بتاؤ اب کیا حالت ہے کہا: اب اسی حالت میں مستغرق دُنیا سے رخصت ہوں۔

یہاں سے شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ کے احوال کا ذکر شروع ہوا اور شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے مناقب بیان فرمائے فرمایا کہ ایک ترک نے دہلی میں ایک مسجد بنوائی جس کی امامت شیخ نجیب الدین متوکل کو دے رکھی تھی اور اس کے لیے گھر بھی مہیا کر دیا۔ اس ترک نے اپنی لڑکی کا نکاح کیا جس میں ایک لاکھ چیتل (سکے کا نام) بلکہ زیادہ صرف کر دیا شیخ صاحب نجیب الدین متوکل نے اسے ایک دفعہ کہا۔ کہ کامل مومن وہ شخص ہوتا ہے جس کے دِل میں اولاد کی محبت سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی محبت ہو تو نے اپنے فرزند کے حق میں ایک لاکھ چیتل (سکہ) بلکہ زیادہ صرف کر دیئے ہیں اب اگر تو اس سے دو چند راہ خدا میں صرف کرے تو پورا مومن ہوگا۔ ترک اس بات سے ناراض ہوا۔ امامت اور گھر شیخ صاحب سے چھین لیے۔ شیخ صاحب وہاں سے اجودھن آئے اور سارا حال شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں بیان کیا شیخ صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ما ننسخ من اٰیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا یعنی جو آیت ہم نے منسوخ کی ہے اس کے بدلے اور آیت نازل کی ہے اس سے بہتر اس کام پر توجہ نہیں ہو سکتی۔ شاید اس ترک کا نام ایتمر ہے شیخ صاحب نے فرمایا کہ اگر ایک ایتمر گیا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ اب کوئی اور ایتمر لائے گا انہیں دنوں ایتمر نام ایک بادشاہ اس ولایت میں آیا جس نے شیخ الاسلام فرید الدین اور اس معزز خانوادے کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔

پھر شیخ بدر الدین کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ نظام الدین خریطہ دار نے آپ کے لیے خانقاہ بنوائی۔ جب شیخ بدر الدین اس خانقاہ میں بیٹھے تو انہیں دنوں نظام الدین کے کام میں خلل واقع ہوا۔ شیخ بدر الدین نے شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں سارا حال عرض کر بھیجا کہ ایک شخص نے ہمارے لیے خانقاہ تیار کی۔ اب وہ بری حالت میں ہے جس کے سبب میری

حالت بھی پریشان ہے شیخ صاحب نے کہلا بھیجا کہ جو شخص اپنے پیروں کے طریق پر نہیں چلتا اس کی یہی حالت ہوتی ہے یعنی ہمارے پیروں کی رسم خانقاہ نہ تھی جو خانقاہ بنا کر بیٹھے گا وہ ایسی ہی باتیں دیکھے گا پھر شیخ صاحب قطب الدین بختیار رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی کی بابت گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ آپ نے آخری عمر میں قرآن شریف حفظ کیا جب حفظ کر چکے تو انتقال ہو گیا۔

پھر اولیاء اللہ کی وفات کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ حاضرین میں سے ایک نے کسی بزرگ کی وفات کے بارے میں سوال کیا کہ جب وہ فوت ہونے لگا تو اللہ تعالیٰ کا نام آہستہ آہستہ اس کی زبان پر جاری تھا خواجہ نے آبدیدہ ہو کر یہ رباعی ارشاد فرمائی۔

رُباعی

آیم بسرِ کوئے تو پویاں پویاں	رخسارۂ بآب دید شویاں شویاں
بیچارہ رہِ وصل تو جویاں جویاں	جاں میدہم و نام تو گویاں گویاں

یادِ حق میں استغراق کا عالم

جمعہ کے روز چھبیسویں ماہ ذیقعد سن مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی کیلوکھری کی جامع مسجد کے سامنے کے مکان میں نماز سے پہلے عالم طریقت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی اور ان لوگوں کی بابت جو یادِ حق میں مستغرق رہتے ہیں اور نیز ان لوگوں کے بارے میں جو محبت اور تکرار میں مشغول رہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اپنے تئیں انہیں لوگوں کی طرح ظاہر کریں تو یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک متعلم شرف الدین نام جو قابلیت رکھتا تھا ایک روز شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں بیٹھا تھا شیخ صاحب نے اس سے پوچھا کہ تعلیم کا کیا حال ہے؟ عرض کی۔ اب تو سب کچھ بھول گیا ہوں شیخ صاحب اس بات سے ناراض ہوئے۔ جب وہ چلا گیا تو حاضرین کو فرمایا کہ اس مرد نے بہت فخر کیا ہے الغرض خواجہ صاحب نے یہ حکایت ختم کی اور آبدیدہ ہو کر ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ ایک پیرِ طریقت کا ایک لڑکا محمد نام۔ علم میں بڑا ماہر ہوا تو عالم طریقت میں آنا چاہا۔ اپنے باپ کو کہا میں درویش بننا چاہتا ہوں۔ باپ نے کہا: بیٹا! پہلے یہ چلہ کرو۔ جب چلہ کر کے باپ کے پاس آیا تو باپ نے اس سے مسائل پوچھے جن کا جواب اس نے بخوبی دیا۔ باپ نے کہا: بیٹا! ابھی چلے کا اثر تجھ پر نہیں ہوا جاؤ! ایک اور چلہ کرو جب دوسرا چلہ کر کے آیا تو پھر چند مسائل پوچھے جس کے جواب میں اس نے لغزش کھائی پھر تیسرے چلے کے لیے کہا: جب تیسرا چلہ کر کے آیا تو پھر چند مسائل پوچھے لیکن اس وقت لڑکا یادِ الٰہی میں اس قدر مستغرق تھا کہ کچھ عالمِ طریقت کے بارے میں جواب نہ دے سکا۔

خواب اور تعبیر

پھر اس خواب اور اس کی تعبیر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے یاروں کو خواب میں دیکھا کہ ہر ایک نے پیراہن پہنا ہوا ہے لیکن ایک یار کا پیراہن صرف سینے تک ہے دوسرے کا ناف تک تیسرے کا گھٹنے تک مگر عمر رضی اللہ عنہ کا زمین پر پڑتا ہے یاروں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اس کی تعبیر فرمائیے۔ فرمایا: ہر ایک کے پیراہن کو اس کا

دین سمجھو۔

ابن سیرین کی تعبیریں حضرت نظام الدین اولیاء ﷫ امام غزالی کی تصریحات ذکر تعبیر خواب ابن سیرین ﷫

پھر ابن سیرین کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ ان کی تعبیریں کس قدر درست تھیں فرمایا کہ ایک دفعہ کوئی شخص ان کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے سفر جل خواب میں دیکھا ہے کہا: تو سفر کرے گا پوچھا: وجہ؟ کہا: سفر جل کے پہلے سفر ہے دوسرے نے کہا: میں نے رات خواب میں سوسن دیکھی ہے۔ کہا: تجھے برائی پہنچے گی۔ پوچھا کس طرح کہا: سوسن کے پہلے سوء ہے۔ جس کے معنی بدی یا برائی کے ہیں میں (مصنف کتاب) نے پوچھا کہ ابن سیرین کیسا آدمی ہے فرمایا بزرگ مرد اور عالم شخص تھا۔ جو حضرت خواجہ حسن بصری ﷫ کے زمانے میں گزرا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ امام محمد غزالی طیب اللہ ثراہ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ ان دو خوابوں کی جو تعبیریں ابن سیرین نے کی ہیں وہ واقعی عجائب روزگار ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ ایک دفعہ کوئی شخص ماہ رمضان میں اس کے پاس آیا اور کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے ہاتھ میں انگوٹھی ہے جس سے مردوں کے منہ اور عورتوں کی اندام نہانی پر مہر لگاتا ہوں کہا: شاید تو مؤذن ہے۔ جواب دیا۔ ہاں! فرمایا کہ اذان بہت سویرے کیوں دیتے ہو؟ دوسرے شخص نے آ کر کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ لوگ تلوں سے تیل نکالتے ہیں اور میں پھر ان میں بھرتا جاتا ہوں فرمایا: جو عورت تیرے گھر ہے۔ ذرا تحقیق کر کہ کہیں تیری ماں نہ ہو۔ جب اس نے اس تحقیق کی۔ تو اس کی والدہ ہی تھی۔

پھوڑے پھنسی وغیرہ

پھر پھوڑے پھنسی اور ناروے کی بیماری کے بارے میں فرمایا جو شخص نماز عصر کی سنتوں میں سورۃ البروج پڑھے اللہ تعالیٰ اسے پھوڑے پھنسی سے محفوظ رکھتا ہے چونکہ ناروا بھی اس قسم سے ہے اس لیے امید ہے کہ اس سے بھی محفوظ رکھے گا۔ پھر فرمایا کہ جو شخص عصر کی نماز کے بعد سورۃ النازعات پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبر میں نہیں چھوڑتا مگر ایک نماز کی مقدار پھر آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ جو شخص قبر میں نہیں رہتا اس کی کیا حالت ہوتی ہے۔ فرمایا: جب روح کمال کو پہنچ جاتی ہے تو قالب کو کھینچ لیتی ہے۔

ذکر ترک دُنیا

جمعہ کے روز پانچویں ماہ مبارک ذوالحجہ ۷۱۱ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا جمعہ کی نماز سے پہلے اس مکان میں جو کیلوکھری مسجد کے سامنے واقع ہے ترک دُنیا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا: ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ اپنے یاروں کو فرما رہے تھے کہ ایک درویش کو اس بات کا اِختیار دیا گیا کہ خواہ تو دُنیا و مافیہا کو پسند کر۔ خواہ عاقبت کو۔ درویش نے کہا: جو کچھ آخرت میں میرے لیے تیار کیا گیا ہے۔ میں اسے پسند کرتا ہوں جب یہ حکایت ختم ہوئی تو امیر المؤمنین ابوبکر ﷜ نے رونا شروع کیا صحابہ نے پوچھا: کیا حالت ہے؟ فرمایا کہ جس درویش کا ذکر رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے وہ خود آنحضرت ﷺ ہی ہیں۔ جب خواجہ صاحب اس مقام پر پہنچے تو شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا کہ ایسی باتیں رسول اللہ ﷺ نے بارہا فرمائی ہیں۔ چنانچہ جب کبھی یہ

فرماتے کہ ایک درویش نے ایسا بیان کیا اس کی حالت یہ تھی۔ میں سمجھ جاتا کہ اپنا حال بیان کر رہے تھے پھر تارک الدنیا ہونے کا سبب بیان کیا فرمایا کہ ایک بزرگ نے پانی پر مصلیٰ بچھایا ہوا تھا اور نماز ادا کر رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا کہ پروردگار خضر اس وقت کبیرہ گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے اسے توبہ کی توفیق عنایت کر۔ اتنے میں خضر علیہ السلام بھی آ گئے پوچھا کونسا کبیرہ گناہ کرتا ہوں تا کہ میں اس سے توبہ کروں اس بزرگ نے کہا کہ آپ نے جنگل میں درخت لگا رکھا ہے جس کے سائے میں آرام کرتے ہو اور کہتے ہو کہ یہ کام اللہ کے لیے کیا ہے بعد ازاں اس بزرگ نے خضر علیہ السلام کو کہا کہ ایسے تارک الدنیا ہو جیسا میں ہوں۔ خضر علیہ السلام نے پوچھا تیری کیا حالت ہے؟ کہا: میری حالت یہ ہے کہ اگر ساری دُنیا بھی مجھے دے دیں اور کہیں کہ قبول کر لے اور تجھ سے حساب نہیں لیا جائے گا اور ساتھ ہی یہ بھی کہیں کہ اگر قبول نہیں کرے گا تو تجھے دوزخ میں ڈالا جائے گا تو میں دوزخ قبول کروں گا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے پوچھا: کیوں؟ کہا: اس واسطے کہ دُنیا پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے پس جس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہے اسے قبول کرنے کی نسبت میں دوزخ کو قبول کر لینا بہتر خیال کرتا ہوں۔

فوائد الفواد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پیش کرنا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خوش ہونا

بدھ کے روز تیئسویں ماہ محرم سن مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی اس روز میں نے لکھے ہوئے فوائد آپ کی خدمت میں حاضر کیے تو آپ نے بڑی تعریف کی اور شاباش دی۔ اسی روز از سرِ نو بیعت کی آپ نے اپنے سر کی کلاہ اتار کر میرے سر پر رکھی۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ۔ کلاہ رکھتے وقت آپ نے یہ شعر پڑھا ۔

در عشق تو کار خویش ہر روز   از سر گیرم زہے سروکار

فرمایا: مشائخ نے جو کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں روح الارواح بہت عمدہ ہے فرمایا: قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کو وہ کتاب حفظ تھی۔ منبر پر اکثر اسی میں سے بیان فرمایا کرتے اور عربی کتابوں میں قوۃ القلوب بھی عمدہ کتاب ہے اور فارسی میں روح الارواح۔ میں نے عرض کی کہ عین القضاۃ کے مکتوبات بھی عمدہ ہیں جن پر پورے طور پر ضبط نہیں ہو سکتا فرمایا: وہ حال سے لکھے گئے ہیں بعد ازاں فرمایا کہ ابھی پچیس سال کا تھا کہ اسے جلایا گیا۔ یعنی عین جوانی میں حق تعالیٰ سے اس قدر شغل اور تعلق پیدا کیا جو واقعی عجیب بات ہے فرمایا کہ عین القضاۃ نے اپنے والد کی نسبت لکھا ہے کہ وہ ایک رشوت لینے والا حرام خور قاضی تھا۔ میں نے پوچھا کہ ایسے لکھنے سے اس کا کیا مطلب تھا فرمایا: یہ بھی لکھا ہے کہ اس کو کشف کا مادہ بھی تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ کہیں سماع ہو رہا تھا اور درویش اور خدا کے پیارے وہاں پر حاضر تھے عین القضات کا باپ بھی وہیں موجود تھا اس نے کہا: میں نے شیخ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے۔ جو ایک مجمع میں آیا تھا۔ اس روز اس مقام میں جہاں شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ رہتے تھے۔ بڑا فاصلہ تھا ایسی جمعیت کسی اور شہر میں نہیں ہوئی۔ وہ دوسرے شہر میں تھا غرض یہ کہ جب اچھی طرح جانچ پڑتال کی گئی تو ٹھیک ویسا ہی نکلا جیسا اس نے کہا تھا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ عین القضاۃ کا مقصود اس حکایت سے یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں نماز اور درودوں سے حاصل نہیں ہوتیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی جو مرضی ہے اس کی بجا آوری سے حاصل ہوتی ہیں۔ اس عرصے میں سوال کیا گیا کہ کیا عین القاضات کا پیر شیخ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ فرمایا نہیں۔ اس واسطے کہ مکتوبات میں شیخ احمد غزالی کا بھی ذکر کیا ہے اور اپنے پیر کا بھی۔ اور یہ

بھی لکھا ہے کہ میں ایسا ہوں اور میرا شیخ ایسا۔ اگر اس کا شیخ شیخ احمد غزالی ہوتا تو وہاں پر اس کا ذکر ضرور کرتا اور اپنا شیخ کہہ کر لکھتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ عین القضاۃ ابھی بچے ہی تھے اور لڑکوں میں کھیل رہے تھے شیخ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا اور آپ کے والدین سے مانگا۔ انہوں نے عین القضات کو چھپالیا اور کہہ دیا کہ وہ مر گیا ہے شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم جھوٹ بولتے ہو جو نعمتیں اسے ملنی ہیں جب تک اسے مل نہ رہیں گی۔ وہ مر کس طرح سکتا ہے بعد ازاں فرمایا کہ شیخ احمد کو تہمت لگائی تھی۔ اس واسطے عین القضات کے والدین نے انہیں چھپالیا تھا۔

ذکر شیخ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا برہان الدین غریب سلمہ اللہ تعالیٰ حاضر تھے انہوں نے پوچھا کہ کیا یہ شیخ احمد کی آزمائش تھی فرمایا: نہیں وہ خود چاہتے تھے کہ ہمیں تہمت لگائی جائے اور ملامت کی جائے لیکن دراصل وہ بہت پاک اور پارسا تھے۔ کہتے ہیں کہ جب آپ کو قصائی کے لڑکے کی تہمت لگائی گئی تو وہ قصائی ہر ایک سے یہی گلہ کرتا ایک رات جب لڑکا شیخ صاحب کے پاس تھا قصائی نے حجرے کے سوراخ سے دیکھا کہ شیخ صاحب نماز ادا کر رہے ہیں اور لڑکا پاس بیٹھا ہے نماز سے فارغ ہو کر اسے وعظ و نصیحت کی پھر دوگانہ ادا کیا پھر وعظ و نصیحت کی پھر دوگانہ ادا کیا پھر وعظ و نصیحت کی۔ غرض ساری رات اسی طرح گزار دی صبح قصائی کی بدظنی جاتی رہی اور دونوں باپ بیٹا مرید ہو گئے۔

ذکر جوگی

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ بات ہر ایک سے نہیں ہو سکتی جو ایسا کرتے ہیں وہ نہایت ہی پاک دامن اور صاحب حوصلہ ہوتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ اجودھن میں شیخ کبیر کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک جوگی آیا اس سے میں نے پوچھا کہ تم کونسی راہ چلتے ہو اور تمہارے کام کا اصول کیا ہے؟ کہا ہمارے علم میں یوں ہے کہ آدمی کے نفس میں دو عالم ہیں ایک علوی' دوسرا سفلی ہے چوٹی سے ناف تک عالم علوی ہے اور ناف سے قدم تک عالم سفلی ہے عالم علوی میں صدق و صفاء عمدہ اخلاق اور نیک معاملہ ہے اور عالم سفلی میں نگہداشت پاکیزگی اور پارسائی ہے خواجہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے اس کی یہ بات بہت پسند آئی۔

ذکر ترک دُنیا

پھر دُنیا کے ترک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو اس بارے میں بہت ہی غلو فرمایا کہ اگر کوئی شخص دِن کو روزہ رکھے اور رات کو جاگتا رہے اور حاجی ہو تو بھی اصل اصول یہ ہے کہ دُنیا کی راستی اس کے دِل پر نہ ہو۔

بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی دوستی کا دعویٰ کرے۔ اور دنیاوی محبت اس کے دِل میں ہو تو وہ شخص اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

خواجہ عثمان حب آبادی کی بزرگی

جمعہ کے روز بائیسویں ماہ ربیع الاوّل سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا خواجہ عثمان حب آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی کے بارے

میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ آپ مدت تک خلقت سے قطع تعلق کیے رہے پھر لوگوں میں بیٹھنا اور ان سے ملنا جلنا شروع کیا عالم غیب سے آپ کو آواز آئی کہ خلقت کو بلاؤ لیکن اس شرط پر کہ ہزار مصیبتوں کی برداشت کرو۔ بعد ازاں ایک راہ چلنی شروع کی تو ایک نے گُدّی پر آ کر تھپڑ رسید کیا۔ دوسرے نے بھی تیسرے نے بھی اسی طرح جب ہزار مصیبتیں پوری ہو چکیں تو آواز آئی کہ منبر پر چڑھ کر لوگوں کو حق کی طرف بلاؤ عرض کی پروردگار! میں نے علم نہیں پڑھا اور نہ کامل ہوں۔ خلقت کو تیری طرف کس طرح بلاؤں؟ فرمان ہوا کہ منبر پر پاؤں رکھنا تیرا کام ہے اور بخشش ہمارا کام ہے۔

پھر لوگوں میں میل جول قطع کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ شیخ احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ سفید باف تھے۔ مدت تک لوگوں سے الگ رہے جب لوگوں میں آئے تو بول چال بالکل قطع کر دی۔ ایک محرم نے آ کر پوچھا کہ جب لوگوں میں آ گئے ہو تو پھر بول چال کیوں قطع کر رکھی ہے فرمایا پیدا کرنے والے کی بات کروں یا پیدا شدہ کی؟ پیدا کرنے والے کا تو بیان نہیں ہو سکتا اور پیدا شدہ ذکر کے قابل نہیں اور دوست سے تنہا ملنے کے بارے میں یہ رباعی بھی آپ نے ہی کہی ہے۔

رباعی

تابمن بمیان رسول نیابم باتو ‎ ‎ ‎ تنہا زہمہ جہان من و تنہا تو
خورشید نخواہم کہ برآید باتو ‎ ‎ ‎ آئی برمن سایہ نبا شد ماتو

بعد ازاں ان لوگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی جو روزے اور طے (وہ روزہ جو تیسرے دن افطار کیا جائے) رکھتے ہیں لیکن محض دکھاوے اور خود پسندی کے لیے۔ ان کے بارے میں زبان مبارک سے فرمایا:

لنگہنت گر کندا ترا فربہ ‎ ‎ ‎ سیر خوردن ترا از لنگہن بہ

درویشوں کے بارے میں گفتگو

منگل کے روز چھبیسویں ماہ مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ درویشوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ مشائخ رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ تین وقتوں میں نزول رحمت ہوتا ہے ایک سماع کی حالت میں دوسرے وہ کھانا کھاتے وقت جو طاعت کی قوت کی نیت سے کھایا جائے تیسرے درویشوں کے حالات بیان کرتے وقت۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں ایک مرتبہ خواجہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر تھا کہ چھ سات درویش آئے جو سب کے سب نوجوان اور صاحب جمال تھے مگر خواجگانِ چشت کے مرید تھے انہوں نے شیخ صاحب کی خدمت میں عرض کی۔ کہ ہم میں کچھ ماجرا ہے آپ وہ سن لیں۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ سن لو! اور نیز بدر الدین اسحٰق کو۔ انہوں نے آپس میں اس ماجرے کو نہایت نرم اور شائستہ الفاظ میں بیان کیا یعنی آپ نے ایسا فرمایا میں نے یوں عرض کی۔ پھر آپ نے ایسا فرمایا: میں نے غلط فہمی سے یہ جواب دیا اس نے کہا: آپ نے فرمایا: کچھ مجھ سے غلطی ہوئی۔ نہیں آپ حق بجانب تھے یہ میری ہی خطا تھی۔

غرض یہ کہ اس قسم کی گفتگو کی کہ میں اور بدر الدین اسحٰق ان کی تقریر سن کر رو دیئے اور کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ نے ہماری تعلیم کے لیے

فرشتے بھیجے ہیں کہ معاملہ آپس میں اس طرح کرنا چاہیے۔

ذکر تحمل و بردباری

بعدازاں مبارک سے فرمایا کہ معاملہ کے وقت اس قسم کی گفتگو کرنی چاہیے جس سے گردن کی رگیں نمودار نہ ہوں۔ یعنی تعصب اور غضب کی علامت نہ پائی جائے بعدازاں تحمل اور بردباری کے بارے میں غلو فرمایا کہ ایک کا ظلم سہنا چاہیے اور اس کا بدلہ لینے کی نیت بھی نہیں کرنی چاہیے یہ مصرع زبان مبارک سے فرمایا۔

مصرع

ہر کہ مارا رنجہ دار دراحتش بسیار باد

بعدازاں یہ شعر پڑھا

ہر کہ او خارے نہددرراہ ما از دشمنی ہر گلے کز باغ عمرش بشگفد بی خار باد

پھر فرمایا کہ اگر کوئی کانٹا رکھے اور تو بھی اس کے عوض کانٹا رکھے تو کانٹے ہی کانٹے ہو جائیں گے عام لوگوں میں تو یہ دستور ہے کہ نیک کے ساتھ نیک اور بد کے ساتھ بد ہوتے ہیں لیکن درویشوں کا یہ دستور نہیں' یہاں نیک و بد دونوں کے ساتھ نیک ہونا چاہیے۔

یارانِ دین کی دوستی کے بارے میں

بدھ کے روز ساتویں ماہ رجب سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا یاران دِین کی دوستی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ دوستی دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک نسبتی۔ دوسری دینی جن میں سے دینی زیادہ مضبوط ہے اس واسطے کہ اگر دو نسبتی بھائی ہوں ایک مومن اور ایک کافر تو مومن کا وَرثہ کافر بھائی کو نہیں مل سکتا۔ پس معلوم ہوا کہ ایسا بھائی ہونا کمزور ہے لیکن دینی زیادہ مضبوط ہے اس واسطے کہ جو پیوند دو دینی بھائیوں میں ہوگا۔ وہ دُنیا اور آخرت میں برقرار رہے گا اسی اثناء میں اس آیت کا ذکر ہوا: الاخلاء یومئذٍ بعضهم لبعض عدوًا الا المتقین ۔جن لوگوں کی دوستی بندوبست کی وجہ سے ہوگی وہ ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ لیکن پرہیزگار آپس میں دشمن نہیں ہوں گے۔ پھر یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ۔

ترا دشمناں نداں دوستاں کہ یارند دربادہ و بوستاں

نماز کی تین اقسام

اتوار کے روز دِن پچیسویں سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا نماز کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ جو کچھ پیغمبر خدا ﷺ نے ادا کیا ہے اس کی تین قسمیں ہیں: ایک وہ جو وقت کے متعلق ہے دوسرے جو سبب کے متعلق ہے تیسرے جو نہ وقت کے متعلق ہے نہ سبب کے اب نمازوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو وقت کے متعلق ہے امام غزالی طیب اللہ ثراہٗ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ جو

نمازیں وقت کے متعلق ہیں وہ مکررات ہیں اس واسطے کے بعض نمازیں جو ہر روز ادا کی جاتی ہیں۔ بعض ایسی ہیں جو ہفتے میں ایک مرتبہ اور بعض ایسی ہیں جو مہینے میں ایک مرتبہ اور بعض ایسی ہیں جو سال میں ایک مرتبہ ادا کی جاتی ہیں جو نمازیں ہر روز ادا کی جاتی ہیں وہ آٹھ ہیں پانچ پانچویں وقت کی چھٹی چاشت کی ساتویں بیس رکعت نماز جو شام (مغرب) کی نماز کے بعد ادا کی جاتی ہے آٹھویں تہجد کی نماز مذکورہ بالا نمازیں دِن رات میں ایک مرتبہ ادا کی جاتی ہیں۔ وہ نماز جو ہفتے ہفتے میں ادا کی جاتی ہیں۔ وہ ہر روزہ نماز ہے۔ جو ہفتے اور اتوار کو ادا کی جاتی ہے وہ نماز جو مہینے میں ایک دفعہ ادا کی جاتی ہے وہ بیس رکعت ہے جو پیغمبر خدا ﷺ ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو ادا کیا کرتے تھے وہ نمازیں جو سال میں ایک مرتبہ ادا کی جاتی ہیں وہ چار ہیں دو عیدوں کی تیسری تروایح۔ چوتھی شب برأت کی اب ان نمازوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو سبب کے متعلق ہیں وہ دو ہیں ایک نماز استسقاء جو قلت باراں کے وقت ادا کی جاتی ہے دوسری چاند گرہن اور سورج گرہن کے وقت ادا کی جاتی ہے یعنی جب سورج چاند کو گرہن لگتا ہے۔ تو یہ نمازیں ادا کی جاتی ہیں مگر وہ نماز جس کا تعلق نہ وقت سے ہے نہ سبب سے وہ صلوٰۃ تسبیح ہے۔

ذکر ——— نوافل با جماعت

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ آیا نفل با جماعت ادا کر سکتے ہیں یا نہیں فرمایا: کر سکتے ہیں چنانچہ بعض مشائخ نے ایسا کیا ہے پھر فرمایا شب برأت تھی کہ شیخ الاسلام حضرت فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے مجھے فرمایا کہ جس نماز کا حکم اس رات ہے اسے با جماعت ادا کرو۔ اور امام تم بنو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

ذکر نماز محافظت نفس

پھر ان نمازوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی جو نفس کی حفاظت کے لیے کی جاتی ہیں فرمایا کہ جو شخص گھر سے باہر نکلے اور دو گانہ ادا کرے تو جب تک وہ باہر رہے گا اللہ تعالیٰ اسے ہر بلا سے بچائے گا جب گھر آئے گا تو پھر دو گانہ ادا کرے تا کہ ان بلاؤں سے محفوظ رہے جو گھر سے اُٹھتی ہیں ان دو گانوں میں بہت خیر و برکت ہے۔

ذکر آیۃ الکرسی برائے محافظت نفس

بعد ازاں فرمایا کہ اگر کوئی شخص یہ نماز ادا نہ کر سکے تو گھر سے نکلتے وقت اور داخل ہوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھے تو وہی مطلب حاصل ہو جاتا ہے اگر آیۃ الکرسی پڑھے تو چار دفعہ کلمہ تمجید بھی پڑھے۔ اگر کوئی شخص تنگ وقت میں مسجد پہنچے اور مسجد کی تحیت ادا نہ کر سکے تو یہ کلمہ چار مرتبہ پڑھے۔ وہی مطلب حاصل ہو جائے گا۔

حالت نماز میں بلغم یا لعاب دہن کا مسئلہ

ہفتے کے روز تیرہویں ماہ شوال سن مذکورہ کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ خواجہ نوح رحمۃ اللہ علیہ جو شرف قرأبت سے مشرف ہیں پاس بیٹھے تھے اور مشارق الانوار پڑھ رہے تھے اس حدیث پر پہنچے کہ اگر کوئی شخص نماز ادا کر رہا ہو اور اس کے منہ میں لعاب یا بلغم آئے اور اسے باہر پھینکنا چاہے تو قبلہ رخ نہ پھینکے اور نہ ہی دائیں طرف کیونکہ فرشتے کی طرف ہے بلکہ بائیں طرف قدم کے نزدیک آہستہ

پھینک دے تاکہ عمل کثیر نہ ہو اتنے سے نماز میں کچھ بگاڑ نہیں آتا۔

ذکر عدم نجاست جنب

نیز یہ بیان فرمایا کہ مومن کبھی ناپاک نہیں ہوتا چنانچہ رسول اللہ ﷺ ایک راستے پر جا رہے تھے ابو ہریرہ سامنے سے آ ملے آنحضرت ﷺ آپ سے دِل لگی فرماتے تھے آنحضرت ﷺ نے دستِ مبارک مصافحہ کے لیے بڑھایا لیکن ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ پیچھے ہٹا لیا رسول خدا ﷺ نے وجہ پوچھی عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ابھی ابھی اپنی عورت سے ہم بستر ہو کر آیا ہوں اور نہایا نہیں اب میں آپ ﷺ جیسے پاک شخص کا دست مبارک کس طرح چھو سکتا ہوں؟ فرمایا: مومن کبھی ناپاک نہیں ہو سکتا' گو جنبی ہو۔ ناپاک نہیں ہوتا۔ اگر جنبی کا پس خوردہ پانی کوئی پی لے تو کوئی ڈر نہیں۔ نیز فرمایا کہ اگر کوئی عورت شیطان کی صورت میں مرد کے پاس آئے یعنی شیطان اگر کسی عورت کی صورت میں مرد کو دکھائی دے اور اس کا دِل اس کی طرف مائل ہو تو مرد کو چاہیے کہ اپنی بیوی سے ہم بستری کرے تاکہ وسوسہ اس سے دور ہو جائے متاہل آدمی کے لیے یہ بھی بہتری کی ایک صورت ہے خواجہ نوح رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فوائد سنے تو اُٹھ گئے۔ خواجہ صاحب نے اس کی طرف اشارہ کر کے حاضرین کو فرمایا۔ کہ اس شخص کی عزت کیا کرو کیونکہ یہ نیک آدمی ہے جب وہ اُٹھ کر چلا گیا تو اس کے تزکیہ کی بابت غلو فرمایا کہ اسے قرآن شریف یاد ہے اور ہر جمعرات کو ختم کرتا ہے اور علم کے سیکھنے کا بڑا مشتاق ہے اور حاصل بھی بہت کچھ کیا ہے کسی سے دشمنی ہے نہ کسی سے دوستی نہایت صالح مرد ہے چنانچہ ایک روز میں نے اس سے پوچھا کہ تو جو اتنی اطاعت اور عبادت کرتا ہے کس لیے کرتا ہے؟ کہا: میرا مقصود آپ کی زندگی ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ بات اسے کس نے بتائی؟ یہ اس کی سعادت کی دلیل ہے۔

مسئلہ اس کے عالم سے پوچھا جائے

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ جس سے کسی چیز کی بابت پوچھا جائے وہ اس چیز کا عالم ہو یعنی ان احوال سے جو وہ رکھتا ہے۔ اس بارے میں فرمایا کہ ایک عالم ضیاء الدین نام منار کے نیچے درس کیا کرتا تھا اس سے میں نے سنا کہ ایک دفعہ میں شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں گیا۔ اور مجھے فقہ نحو اور دوسرے علوم کی بالکل خبر نہ تھی صرف علم خلافی سیکھ رہا تھا میرے دِل میں خیال آیا کہ اگر شیخ صاحب فقہ' نحو اور دوسرے علوم کی نسبت پوچھیں گے تو کیا جواب دونگا؟ یہی خیال دِل میں لے کر حاضر خدمت ہوا۔ سلام کر کے بیٹھ گیا مجھے فرمایا کہ مناظرہ کی تنقیح کیا ہوتی ہے؟ میں یہ سن کر خوش ہوا اور نفی اثبات جو اس بارے میں آئی ہے بہت عمدگی سے بیان کی خواجہ صاحب نے فرمایا کہ کمال کشفی کے سبب اس سے وہی چیز پوچھی جس کا وہ عالم تھا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یہ تین سال کے فوائد کا مجموعہ ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ جو کچھ اور سنوں گا۔ وہ قلمبند کروں گا۔

☆☆☆☆☆

☆☆

فوائد الفواد

حصہ سوئم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

یہ اَنوارِ الٰہی اور اَسرارِ الٰہی کے اشارات ہیں جو خواجہ راستین ختم المجتہدین ملک المشائخ فی الارضین خواجہ نظام الحق والدین ادام اللہ میامن انفاسہٗ کی زبان گوہرفشاں سے سنے گئے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

مجموعہ کہ بندہ حسن نو بنا نہاد   ہم وقت پاک شیخش را جمیعتے دہاد

ذکر طبقات ہرج ومرج

سوموار کے روز ساتویں ماہ ذیقعد ۷۱۲ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا طبقات کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ پیغمبر خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے بعد میری اُمت کے پانچ طبقات ہوں گے اور ہرایک طبقہ کی مدت چالیس سال ہوگی پہلا طبقہ علم اور مشاہدہ کا ہوگا۔ دوسرا نیکی، پرہیزگاری کا تیسرا تواصل اور تراحم کا چوتھا تقاطع اور تدابر کا۔ اور پانچواں ہرج مرج کا۔

فرمایا پہلا طبقہ صحابہ کرام کا تھا دوسرا تابعین کا تیسرا تواصل اور تراحم کا۔ تواصل کا یہ مطلب ہے کہ جب دُنیا ان کی طرف آئے اور وہ دونوں میں مشترک ہو تو ایک طرف اگر سختی کرے تو دوسری طرف نرم ہو جائے اس تو تواصل کہتے ہیں اور تراحم سے یہ مراد ہے کہ اگر ساری دُنیا ان کی طرف آئے تو بغیر شرکت اِسے راہِ حق میں صرف کریں چوتھا طبقہ تقاطع اور تدابر کا ہوگا۔ تقاطع کا یہ مطلب ہے کہ اگر دُنیا مشارکت کے طور پر ان کی طرح رخ کرے تو وہ آپس میں لڑنے جھگڑنے لگیں اور تدابر کے یہ معنی ہیں کہ اگر دُنیا انہیں ملے تو اس میں سے کسی کو کچھ نہ دیں بلکہ اوروں کی طرف پیٹھ کرلیں۔ پانچواں طبقہ ہرج مرج کا ہے وہ یہ کہ ایک دوسرے کی نکتہ چینی اور عیب گوئی کریں یہ پانچوں طبقے دوسو سال کے عرصے میں گزر جائیں گے جب دوسو سال کا عرصہ گزر جائے گا تو اس کے بعد فرزند آدم سے کتیا کے بچے اچھے ہوں گے۔ جب خواجہ صاحب اس بات پر پہنچے تو آبدیدہ ہوکر فرمایا کہ یہ حکم رسول اللہ ﷺ کے بعد دوسو سال تک کا ہے۔ اب کی خلقت کا کیا حال ہوگا۔

ذکر مشغول حق

پھر مشغول حق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ اصل کام یادحق ہے اور اس کے سوا جو ہے سب یادحق کا مانع ہے فرمایا کہ جو کتابیں میں نے پڑھی ہیں اگر کسی وقت ان کا مطالعہ کرتا ہوں تو وحشت سی پیدا ہو جاتی ہے اور خود بخود کہنے لگتا ہوں کہ میں کہاں جا پڑا۔

پھر ایک حکایت بیان فرمائی کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ جب حال کے کمال کو پہنچے تو جو کتابیں پڑھی تھیں کونے میں رکھ دیں بعض

کہتے ہیں کہ دھو ڈالیں پھر فرمایا کہ دھونے کا کہیں ذکر نہیں آیا البتہ ایک جگہ محفوظ رکھیں ایک روز ان کتابوں کا مطالعہ کر رہے تھے کہ غیب سے آواز آئی کے اے ابوسعید! ہمارا عہد نامہ واپس کر دے۔ کیونکہ تو دوسری چیزوں میں مشغول ہو گیا ہے۔ جب خواجہ صاحب اس مقام پر پہنچے تو روئے اور یہ شعر پڑھا:

جائے کہ خیال دوست زحمت باشد　　تو سایہ دشمنی کجا در گنجی

یعنی جہاں پر فقر اور احکام کی شرعی کی کتابیں بمنزلہ حجاب ہیں وہاں دوسری چیزوں کا کیا حال ہوگا۔

طعام میں خیانت

منگل کے روز بارہویں ماہ ذوالحجہ سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا اور بہت سے لوگ حاضر خدمت تھے بعض کے لیے سائے میں جگہ نہ تھی اس لیے دھوپ میں بیٹھے تھے۔ دوسروں کو فرمایا کہ ذرا پاس ہو بیٹھو تا کہ وہ بھی سائے میں بیٹھیں کیونکہ دھوپ میں بیٹھے تو وہ ہیں اور جلتا میں ہوں اس حال کی بابت حکایت بیان فرمائی کہ بداؤں میں ایک شیخ شاہی موئے تاب نام بزرگ رہتے تھے ایک مرتبہ یار انہیں سیر کے لیے باہر لے گئے اور کھیر پکائی جب کھانا سامنے رکھا گیا تو خواجہ شاہی موئے تاب نے کہا اس طعام میں خیانت ہوئی ہے شاید دو آدمیوں نے دودھ لانے سے پیشتر کچھ کھا پی لیا ہے جو درویشوں میں بڑی بھاری خطا بیان کی جاتی ہے جب خواجہ شاہی نے کہا کہ جس طعام سے پہلے کچھ کھایا گیا ہو وہ کیوں یاروں کے رو برو کھایا جائے۔ تو انہوں نے کہا کہ جوش کے سبب دیگ سے دودھ باہر ابل آیا تھا جو باہر نکلتا رہا ہم اسے پیتے رہے فرمایا خیر وہ پینا حرام تھا اسے گرنے دینا چاہیے تھا غرض کہ وہ عذر کسی طرح نہ سنا گیا۔ انہیں سزا دی گئی کہ تم دھوپ میں کھڑے رہو۔

دھوپ میں کھڑے کھڑے پسینا بہنا شروع ہوا پھر خواجہ شاہی نے کہا حجام کو بلاؤ پوچھا کیا کرو گے۔ فرمایا: جتنا خون میرے یاروں کے جسم سے نکلا اتنا میرے جسم سے نکال دے۔ خواجہ صاحب جب اس بات پر پہنچے تو فرمایا شاباس محبت اسی کا نام ہے۔ اور اِنصاف اسے ہی کہتے ہیں۔

پھر اس کی بزرگی کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ شیخ نظام الدین ابوالموید رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے تو شاہی موئے تاب کو بلایا اور کہا: دُعا کرو تا کہ یہ بیماری رفع ہو جائے خواجہ شاہی نے عذر کیا کہ آپ بزرگ ہیں پھر مجھ سے اس بات کی خواہش کرتے ہیں میں بازاری آدمی ہوں مجھ سے ایسی بات نہ کہیں لیکن شیخ صاحب نے ایک نہ مانی فرمایا: ضرور دُعا کرنی چاہیے تا کہ میں بھی صحت یاب ہوں کہا بہتر تو میرے دو یاروں کو بلاؤ ایک کا نام شرف ہے۔ جو نیک بخت آدمی ہیں اور دوسرا ایک درزی غرض یہ کہ دونوں کو بلایا گیا خواجہ شاہی نے انہیں کہا کہ شیخ نظام الدین صاحب نے مجھے یوں فرمایا ہے۔ اب تم میرے یار بنو اور اس کام میں میری مدد کرو یعنی شیخ صاحب کے سر سے لے کر سینے تک میرے متعلق رہا اور سینے سے لے کر ایک پاؤں تک ایک کے متعلق اور دوسرا پاؤں دوسرے کے متعلق۔ مختصر یہ کہ تینوں مشغول ہوئے۔ فوراً بیماری صحت میں بدل گئی۔ اس بزرگ کی کرامت کے بابت ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ وہ بارہا کہا کرتے تھے کہ میرے مرنے کے بعد اگر کسی کو کوئی مہم پیش آئے۔ تو میری قبر پر آئے اگر تین دِن میں یہ کام سرانجام نہ ہو تو چوتھے روز آئے۔ اگر چوتھے روز بھی سرانجام نہ ہو تو میری قبر کی اینٹ سے اینٹ بجادے۔

ذکر عصمت اولیاء

پھر اولیاء اللہ کی پاک دامنی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ انبیاء واجب العصمۃ ہیں اور معصوم ہیں اور فقراء کے نزدیک اولیا بھی واجب العصمۃ اور معصوم ہیں لیکن انبیاء واجب العصمۃ ہیں اور اولیاء جائز العصمۃ۔

قرآن شریف حفظ کے کرنے کے بیان میں

جمعہ کے روز بائیسویں ماہ ذوالحج سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا ایک شخص نے آ کر دُعا کے لیے التماس کی کہ مجھے قرآن شریف حفظ ہو جائے۔ پوچھا کس قدر یاد ہے عرض کی تیسرا حصہ فرمایا کہ باقی بھی تھوڑا تھوڑا کر کے یاد ہو جائے گا پہلے ثلث کو بار بار پڑھو۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک رات میں نے خواب میں شیخ بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن شریف یاد کرنے کی نیت سے دُعا کے لیے اِلتماس کی۔ جب دِن ہوا۔ تو کسی اور بزرگ کی خدمت میں جا کر اسی بارے میں دُعا کا ملتجی ہوا کہ جس طرح انہوں نے جواب میں دُعا کی ہے آپ بیداری میں دُعا کریں تا کہ آپ کی دُعا کی برکت سے قرآن شریف حفظ ہو جائے اس بزرگ نے دُعا دے کر کہا:

کہ جو شخص رات کو سوتے وقت یہ دو آیتیں پڑھ کر سوئے۔ اسے ضرور قرآن شریف حفظ ہو جاتا ہے۔

آیت: **الھکم اللہ واحدٌ لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم۔ ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف اللیل تا یعقلون۔**

اصحاب کہف کا دینِ محمدی ﷺ میں آنا

پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی اس کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ رسول خدا ﷺ نے اصحابِ کہف کو دیکھنے کی آرزو کی۔ حکم ہوا کہ ہم نے کہہ دیا ہے کہ آپ دُنیا میں نہ دیکھ سکیں گے البتہ قیامت کو دیکھ سکو گے لیکن اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ وہ آپ کے دِین میں آ جائیں تو یہ ہم کر سکتے ہیں بعد ازاں رسول اللہ ﷺ ایک گودڑی لائے۔ اور چار آدمیوں ابوبکر صدیق، عمر خطاب، علی ابن ابی طالب اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم اجمعین کو فرمایا کہ اس کا ایک ایک کونا مضبوط پکڑ لو پھر رسول مقبول ﷺ نے اس ہوا کو جسے حضرت سلیمان علیہ السلام کام میں لایا کرتے تھے بلایا اور اسے فرمایا کہ اس گودڑی کو مع چاروں آدمیوں کے اصحاب کہف کی غار کے دروازے پر پہنچا دے۔ یاروں نے باہر ہی سے سلام کہا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کیا اور سلام کا جواب انہوں نے دیا۔

بعد ازاں یاروں نے دِین نبوی ان کے پیش کیا جسے انہوں نے قبول کیا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ خواجہ صاحب نے یہ تقریر کر کے فرمایا کہ کونسی بات ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں نہیں۔

نفلوں اور درودوں کے بارے میں گفتگو

سوموار کے روز ماہ صفر کی پہلی تاریخ ۷۱۳ھ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ نفلوں اور درودوں کے بارے میں گفتگو شروع

ہوئی فرمایا کہ میں نے ایک رات شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کو خواب میں دیکھا تو مجھے فرمایا کہ ہر روز سو (۱۰۰) مرتبہ یہ دعا پڑھا کرو: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

جب میں بیدار ہوا تو اس دعا کو ہمیشہ کے لیے اختیار کیا میں نے اپنے دِل میں کہا کہ اس فرمان میں کوئی نہ کوئی مقصود ہو گا بعد ازاں مشائخ کی کتابوں میں لکھا دیکھا کہ جو شخص سو مرتبہ یہ دعا پڑھے وہ بغیر اسباب خوش رہے گا اور اس کی زندگی خوشی سے گزرے گی تب مجھے معلوم ہوا کہ شیخ صاحب کا مقصود یہی ہے۔

پھر اسی دعا کی فضیلت کے بارے میں فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد دس مرتبہ یہ دعا پڑھے گویا ہزار غلام اس نے آزاد کیا۔

سورۃ النباء بعد از عصر پڑھنے کا حکم

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ اور مجھے خواب میں فرمایا کہ عصر کی نماز کے بعد پانچ مرتبہ سورۃ النباء پڑھا کرو جب میں بیدار ہوا تو یہ حکم بجا لایا پھر میرے دِل میں خیال آیا کہ اس فرمان میں خوشخبری ضرور ہو گی چنانچہ تفسیر میں لکھا دیکھا کہ جو شخص عصر کے بعد ہر روز پانچ مرتبہ سورۃ النباء پڑھتا ہے وہ اسیر حق ہو جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت اس کے دِل میں جاگزیں ہو جاتی ہے یہ دو فائد سے ختم کر کے حاضرین کو فرمایا کہ تم انہیں ہمیشہ کیا کرو۔

منگل کے روز دوسری ماہ صفر سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا حاضرین میں سے ایک نے عرض کی کہ بعض آدمیوں نے جناب کو ہر موقع پر بُرا کہا: وہ آپ کی شان میں ایسی باتیں کہتے ہیں۔ جن کی سننے کی ہم تاب نہیں لا سکتے خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے سب کو معاف کیا۔ تم بھی معاف کرو اور کسی سے دُشمنی نہ کرو۔

بعد ازاں فرمایا کہ چھجو ساکن اندیپ ہمیشہ مجھے برا بھلا کہا کرتا اور میری برائی کے در پے رہتا برا کہنا سہل ہے لیکن برا چاہنا اس سے برا ہے الغرض جب وہ مر گیا تو میں تیسرے روز اس کی قبر پر گیا اور دعا کی کہ پروردگار جس نے میرے حق میں برا بھلا کہا: میں نے اسے معاف کیا۔ تو میری وجہ سے اسے عذاب نہ کرنا اِس بارے میں فرمایا کہ اگر دو شخصوں کے مابین رنجش ہو تو دور کر دینی چاہیے اگر ایک شخص دور کر دے گا تو دوسرے شخص سے اسے کم تکلیف ہو گی۔

بعد ازاں فرمایا کہ لوگ ان بدگوئیوں سے ناراض ہوتے ہیں کہا گیا ہے کہ صوفی کا مال سبیل ہے اور اس کا خون مباح جب یہ حالت ہے تو پھر کسی کی بدگوئی کا کیا شکوہ و شکایت اتنے میں ایک شخص نے آ کر ایک جماعت کی بابت بیان کیا کہ ابھی فلاں مقام پر آپ کے یار جمع ہوئے ہیں۔

ذکر مزامیر وغیرہ در سماع

اور بانسریاں رکھی ہیں خواجہ صاحب یہ سن کر ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ میں نے بانسریوں اور حرام چیزوں سے منع کر دیا ہے اور جو کچھ انہوں نے کیا ہے ٹھیک نہیں کیا اس بارے میں نہایت غلو فرمایا یہاں تک فرمایا کہ اگر اِمام کوئی غلطی کر جائے تو اس غلطی کو جتانے کے لیے مقتدی مرد کو سبحان اللہ کہنا چاہیے۔ اور عورت کو تالی بجا کر لیکن دونوں ہتھیلیوں سے نہیں بلکہ ایک ہتھیلی اور ایک پشت سے

کیونکہ ہتھیلیوں سے تالی بجانا کھیل میں شامل ہے غرض یہ کہ یہاں تک کھیل کود کی باتیں منع ہیں سماع میں اس سے بڑھکر احتیاط کرنی چاہیے جب تالی بجانے میں اس قدر احتیاط کی جاتی ہے تو بانسری بجانے کی بابت کس قدر ممانعت ہوگی۔

بعد ازاں فرمایا کہ اگر کوئی مقام سے گر پڑے تو شرع میں گرے اگر شرع سے باہر گرے تو کچھ بھی نہیں رہتا۔

اہل درد کے لئے سماع جائز ہے

بعد ازاں فرمایا کہ مشائخ کبار نے سماع سنا ہے اور جو اس کام والے ہیں اور جو صاحب ذوق و درد ہیں انہیں قوال کا ایک ہی شعر سن کر رقت طاری ہو جاتی ہے خواہ بانسری ہو یا نہ ہو لیکن جنہیں ذوق کی خبر نہیں ان کے روبرو خواہ کتنا گایا بجایا جائے انہیں کچھ فائدہ نہ ہوگا پس معلوم ہوا کہ یہ کام درد کے متعلق ہے نہ کہ بانسری وغیرہ کے۔

بعد ازاں فرمایا کہ لوگوں کو سارا دن کہاں حضور حاصل ہوتا ہے اگر دن بھر میں کسی ایک وقت بھی خوش وقتی نصیب ہو تو باقی وقت اسی کی پناہ میں ہوتا ہے اگر کسی جماعت میں ایک شخص صاحب ذوق اور صاحب نعمت ہو۔ تو باقی کے آدمی اسی ایک پناہ میں ہوں گے

بعد ازاں فرمایا کہ پچھلے زمانے میں ایک قاضی اجودھن میں تھا جو ہمیشہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز سے جھگڑتا رہتا یہاں تک کہ ایک مرتبہ ملتان میں جا کر اماموں کو کہا کہ یہ کب جائز ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص مسجد میں بیٹھ کر سماع سنے انہوں نے کہا: ہم تو اسے کچھ نہیں کہہ سکتے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے جتنی مرتبہ سماع سنا ہے ہر بار خرقہ شیخ کی قسم اسے شیخ صاحب کے اوصاف اور اخلاق پر محمول کیا ہے۔ ایک مرتبہ شیخ صاحب کی زندگی میں سماع کے وقت قوال نے یہ شعر گایا:

مخرام بدیں صفت مبادا کز چشم بدت رسد گزندے

تو اس وقت مجھے شیخ صاحب کے اوصاف پسندیدہ' کمال بزرگی اور فضل و لطافت یاد آئے اس وقت مجھ پر ایسی حالت طاری ہوئی جس کا بیان نہیں ہو سکتا قوال نے اور شعر گانے چاہے لیکن میں نے اسی شعر کیلئے بار بار کہا: خواجہ صاحب اس بات پر پہنچے۔ تو رو دیئے اور فرمایا کہ اس کے بعد مدت گزرنے نہ پائی کہ شیخ صاحب کا وصال ہو گیا۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ قیامت کے دن کسی سے پوچھا جائے گا کہ تو نے دنیا میں سماع سنا وہ کہے گا ہاں! سنا۔ پوچھا جائے گا۔ وہ شعر تو نے سنا۔ ان اوصاف کا ہم پر گمان کیا۔ کہے گا۔ ہاں! پوچھا جائے گا کہ ان حادث اوصاف کا ہماری قدیم ذات پر کس طرح احتمال ہو سکتا ہے کہے گا پروردگار! میں نے محبت کی زیادتی کے سبب یہ کہا تھا حکم ہوگا چونکہ تو نے ہم سے محبت کی ہم تجھ پر مرحمت کرتے ہیں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ جو شخص اس کی محبت میں مستغرق ہے اسے یہ عتاب ہے۔ تو دوسروں کی کیا حالت ہوگی۔ وہ کیا جواب دیں گے؟

ذکر معجزاتِ رسول ﷺ

پھر رسول خدا ﷺ کے معجزوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ حیوانات اور جمادات آنجناب ﷺ کے فرمانبردار تھے اس

بارے یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب رسولِ خدا ﷺ مبعوث ہوئے تو معاذ جبل کو یمن کی طرف بھیجا اور اسے فرمایا کہ اس ولایت عین الرعاف نام چشمہ ہے جسے عین الوعات بھی کہتے ہیں اس چشمے کی یہ خاصیت ہے کہ اگر اس میں سے تھوڑا سا بھی پانی پی لیا جائے تو انسان فوراً ہلاک ہو جاتا ہے جب اس چشمے پر پہنچو تو کہنا کہ ''میں مبعوث ہوا ہوں'' جب وہاں پہنچے تو پیغمبر خدا ﷺ کا پیغام پہنچایا اور نبوت کی حکایت ظاہر کی وہ چشمہ رسولِ خدا ﷺ کی رسالت پر ایمان لایا۔ اور اپنی خاصیت کھودی۔

ذکر اسمِ اعظم

پھر اسم اعظم کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ اگر آپ کو اسم اعظم یاد ہے تو فرمایئے گا۔ جواب دیا پیٹ کو حرام لقمے سے پاک رکھو اور دل سے دُنیا کی محبت دور کر دو تو جو اسم الٰہی پڑھو گے وہی اسم اعظم ہوگا اسی اثناء میں کھانا لایا گیا جب نمک رکھا گیا تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ شروع نمک سے کرنا چاہیے لیکن انگلی منہ سے تر کر کے جو نمک اٹھاتے ہیں اس کا کہیں ذکر نہیں آیا اگر انگلی تر کر کے نہ رکھیں تو نمک اس کے ساتھ نہیں چھوتا۔ اس لیے دو انگلیوں سے چٹکی بھر کر اٹھا کر کھانا چاہیے میں نے اسی اثناء میں اس فائدے کے شکر میں کہا: الحمد للہ کہ نمک کا حق از سرِ نو معلوم ہو گیا خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ اچھا کہا ہے۔

اچھا جواب

مولانا محی الدین کاشانی موجود تھے۔ انہوں نے میری بات کا تزکیہ فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے خواجہ شمس الملک علیہ الرحمۃ والغفر ان کی خدمت میں آ کر کسی چیز کی توقع کی لیکن آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا مگر وہ سائل اسی طرح کھڑا رہا شمس الملک نے فرمایا: جاتا کیوں نہیں۔ اس سائل نے کہا: جواب چاہیے فرمایا: جواب دے دیا ہے۔ سائل نے عرض کی۔ جواب چاہیے۔ فرمایا: اس سے اچھا جواب اور میں کیا دے سکتا ہوں۔

ذکر حج اور دیدار پیر بے ارادت

جمعہ کے روز چھبیسویں ماہ صفر سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا' میں نے عرض کی کہ اب کی مرتبہ اس طرف خویش و اقرباء کو دیکھنے آیا ہوں بعض یاروں نے یہ کہا کہ جب کوئی شخص اس طرف کسی اور کام کی نیت سے آئے نہ اس نیت سے کہ وہ جناب کی خدمت میں آئے اسے پاس نہیں آنا چاہیے میں نے اپنے دِل میں کہا: اگرچہ طریقہ تو یہی ہے لیکن میرا دِل نہیں چاہتا کہ حاضر خدمت ہوئے بغیر اس حدود سے واپس جاؤں میں ایک بے رسمی کروں گا اس خیال میں ئیں گیا اور حاضر خدمت ہوا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا: تو نے اچھا کیا۔ پھر یہ شعر پڑھا ۔

در کوئے خرابات و سرائے اوباش   منعی نبود بیا و بنشیں و بباش

بعد ازاں فرمایا کہ مشائخ کی رسم ہے کہ کوئی ان کی خدمت میں اشراق کے پہلے اور عصر سے پیچھے آنے نہیں پاتا۔ لیکن میرے لیے ایسا نہیں میں جس وقت چاہوں آؤں جاؤں۔

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ بعض لوگ حج سے واپس آ کر سارا دن یادِ الٰہی میں مشغول رہتے ہیں اور ہر جگہ اسی کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔ یہ اچھا نہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک شخص نے کہا: میں فلاں جگہ ہو آیا ہوں! کسی بزرگ نے کہا: اے خواجہ! وہاں ہو آنے سے کیا فائدہ جب کہ خودی اسی طرح تجھ میں باقی ہے۔

خدمت اور رضا

پھر خدمت اور رضا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا جو خدمت کرتا ہے وہ مخدوم بن جاتا ہے خدمت کے بغیر کس طرح مخدوم ہوسکتا ہے پھر فرمایا: مَنْ خَدَمَ خُدِمَ: جس نے خدمت کی اس نے خدمت کرائی۔

پھر حسن معاملہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی ایک شخص نے دس طریقوں کو جن میں سے پانچ سر میں ہیں اور پانچ بدن میں ہیں نظم میں بیان کیے ہیں جس کا آخری شعر یہ ہے اور کیا ہی عمدہ ہے

کارکن کارکیں ہمہ سخنست　　　　ده سخن وز دو بیت آوردی

بادشاہ کی پیشکش قبول نہ کرنا

بدھ کے روز انیسویں ماہ جمادی الاوّل سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا لیکن ان دنوں بادشاہ نے باغ زمین اور بہت سا اسباب اور اس کی ملکیت کا کاغذ خواجہ صاحب کی خدمت میں بھیجا تھا خواجہ صاحب نے یہ سب چیزیں قبول نہ کیں اور اس بارے میں فرمایا کہ میں باغ، زمین اور کھیتی باڑی کے لائق نہیں' مسکراتے اور فرماتے کہ اگر میں یہ قبول کرلوں تو لوگ کیا کہیں گے۔ کہ شیخ باغ جا رہا ہے۔ اور اپنی زمین اور کھیتی باڑی دیکھنے جاتا ہے۔ کیا یہ کام کرنے کے لائق ہے؟ آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ ہمارے خواجگان اور مشائخ میں سے کسی نے قبول نہیں فرمایا۔

بعد ازاں حکایت بیان فرمائی کہ جن دنوں سلطان ناصر الدین انار اللہ برہانہ ملتان کی طرف جاتے ہوئے اجودھن (پاک پتن) سے گزرا۔ ان دنوں سلطان غیاث الدین طالب اللہ سرہ وہاں کا حاکم تھا شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زیارت کے لیے آیا اور کچھ نقدی اور چار گاؤں کی ملکیت کا حکم نامہ لایا۔ نقدی درویشوں کے لئے اور ملکیت کا حکم نامہ جناب کے نام۔ مسکرا کر فرمایا: نقدی مجھے دو اور میں اور درویش مل کر خرچ کرلیں گے۔ مگر یہ ملکیت کا حکم نامہ اٹھالے۔ اس کے طالب اور بہت ہیں۔ ان کو دینا اس حکایت کے اثناء میں اس حدیث کی روایت فرمائی کہ پیغمبر خدا ﷺ فرماتے ہیں: **ما دخل بیتا الادخل ذلا** ۔ بعد ازاں فرمایا کہ یہ حدیث کسی خاص موقعہ پر فرمائی گئی تھی وہ یہ کہ ایک مرتبہ رسول خدا ﷺ ایک گھر میں آئے جہاں دو لکڑیاں پڑی دیکھیں جن سے کھیتی کرتے اور جوڑی ہنکاتے ہیں جب اسے دیکھا تو فرمایا: **وما دخل بیت الادخل ذلا** ۔ یعنی یہ لکڑیاں اس گھر میں آتی ہیں جہاں خواری آنے والی ہوتی ہے یہاں سے شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر شروع ہوا فرمایا: آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ بہاؤ الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی طرف عربی خط لکھا ہے جسے میں نے بچشم خود دیکھا ہے اس میں لکھا ہے: **ومن احب افتخار النساء لا یفلح ابدا** ۔ جو عورتوں کے آوردہ مال سے محبت کرتا ہے۔ اس کی کبھی بہتری نہیں ہوتی نیز ضیعہ کا بھی اس میں لکھا ہے ضیعہ کے معنی زمین

گاؤں وغیرہ ہے۔ مختصر یہ کہ عربی لفظ تو یاد نہیں البتہ ان کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ضیعہ (زمین وغیرہ) پر دِل لگا تا ہے۔ وہ گویا دُنیا اور اہلِ دُنیا کا بندہ بن جاتا ہے شیخ نور اللہ قبرہ کی بابت پوچھا کہ وہ کس کے مرید تھے فرمایا: شیخ ابوسعید تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔

ذکر حدیث تارک الورد ملعون

پھر اوراد کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی حاضرین میں سے ایک نے پوچھا کہ یہ حدیث کس طرح پر ہے؟ **صاحب الورد ملعون تارك الورد ملعون** ۔فرمایا: یہ حدیث اہل کتاب کے بارے میں ہے۔ یہ بات اس طرح ہوئی کہ رسول خدا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی گئی کہ فلاں یہودی یا آتش پرست بہت ورد کرتا ہے اور اسے دِن کی اصطلاح میں تخشیا کہتے ہیں پیغمبر خدا علیہ السلام نے فرمایا: صاحب الورد ملعون۔ جب یہ خبر اس نے سنی تو وہ چھوڑ بیٹھا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سنا تو فرمایا: تارک الورد ملعون۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ حدیث عام ہے اس کی تاویل اس طرح کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر ورد کو چھوڑتا ہے تو وہ وِرد کا ترک ہے۔ ایسے شخص کو کہتے ہیں: تارک الورد ملعون۔ اگر کوئی شخص قوم کا سردار ہے جس کے پاس لوگوں کی آمد ورفت ہے۔ اور مسلمانوں کی مصلحت اس کی بات سے وابستہ ہو۔ پھر وہ وِرد میں مشغول ہو۔ تو ایسے شخص کے حق میں کہتے ہیں کہ: صاحب الورد ملعون۔ اس موقعہ پر میں نے عرض کی کہ اگر کوئی شغل یا عذر کے سبب وردِ معہودہ کو نہ کر سکے۔ اور بجائے دِن کے رات کو کرے۔ تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا: بہتر ہے کہ رات کو کرے۔ اگر رات کے ورد میں ناغہ ہو جائے تو دِن کو کرے۔ رات دِن کا خلیفہ ہے اور دِن رات کا خلیفہ بالکل ناغہ نہ کرے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جس ورد میں بغیر کسی عذر کے ناغہ ہو جائے وہ تین حالتوں سے خالی نہیں یا اسے شہوت کی رغبت ہوگی یا حرام کی یا غصے کی اور یا اس پر کوئی مصیبت پڑی ہوگی۔

اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ مولانا عزیز زاہد رحمۃ اللہ علیہ ایک روز گھوڑے پر سے گر پڑے آپ سے وجہ پوچھی گئی فرمایا: میں ہر روز سورۂ یٰسین پڑھا کرتا تھا۔ آج نہیں پڑھی۔

ذکر عمل نظم

بدھ کے روز چوتھی ماہ جمادی الآخر سن مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ نظم اور تخیلات کے بارے میں اور غزل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا ایک مرتبہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے یہ شعر پڑھا۔

نظامی آنچہ اسرار است کہ از خاطر عیاں کر دی
کسے سرش نمید اند زباں در کش زباں در کش

اس دِن صبح سے پہلے یہی شعر پڑھتے پڑھتے شام کا وقت آ گیا افطار کے وقت بھی یہی شعر زبان مبارک پر تھا سحر کے وقت بھی یہی شعر پڑھ رہے تھے اور جتنی مرتبہ پڑھتے۔ چہرے پر تغیر کے آثار نمایاں ہوتے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ معلوم نہیں آپ کے دِل میں کیا خیال تھا اور کون سی بات آپ سے یہ شعر بار بار پڑھواتی تھی۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر کے اندر دروازے پر کھڑے تھے ایک ہاتھ ایک کواڑ پر اور دوسرا دوسرے پر رکھے ہوئے یہ شعر بار بار پڑھتے تھے

کردی صنما بر سرِ ما بارِ دگر ما ہیچ نکر دیم خدا میداند

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا: معلوم نہیں وہ کون بات تھی جو آپ سے بار بار یہ شعر پڑھواتی تھی اور یہ کہ آپ کے دِل میں کیا خیال تھا۔

ذکر توکل

پھر توکل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا: حق تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہیے اور اس کے سوا کسی سے اُمید نہ رکھنی چاہیے پھر فرمایا کہ آدمی کا بیان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا۔ جب تک اس کی نگاہ میں تمام خلقت مچھر سے بھی کم حقیقت نہ معلوم ہو۔

بعد ازاں اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کعبہ جا رہے تھے ایک لڑکا آپ کے ہمراہ تھا اسے پوچھا: کہاں جا رہے ہو کہا: کعبہ کی زیارت کرنے۔ پوچھا: سامان سفر کہاں ہے؟ کہنے لگا: اللہ تعالیٰ بندے کو بغیر اسباب زندہ و قائم رکھتا ہے تو بغیر سامان و سواری مجھے ضرور کعبے تک پہنچا بھی سکتا ہے۔ القصہ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کعبہ پہنچے تو دیکھا کہ لڑکا پہلے ہی پہنچ چکا ہے اور کعبے کا طواف کر رہا ہے۔ جب اس کی نگاہ آپ رحمۃ اللہ علیہ پر پڑی تو کہنے لگا اے ضعیف الیقین! تو نے جو کچھ مجھے کہا تھا کیا اس سے توبہ کی؟

اسی موقعہ پر اس بارے میں ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ ایک کفن چور خواجۂ خواجگان بایزید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا اور اس فعل سے توبہ کی خواجہ بایزید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا کہ تو نے کتنے مردوں کے کفن چرائے ہیں؟ کہا: ایک ہزار مردوں کے پوچھا: ان میں سے کتنوں کو روبقبلہ پایا۔ کہا: صرف دو کا۔ باقی سب کا رُخ قبلہ سے پھرا ہوا تھا حاضرین نے خواجہ بایزید سے پوچھا کہ اس کا کیا سبب ہے؟ فرمایا: ان دو شخصوں کو حق تعالیٰ پر بھروسہ تھا اور دوسروں کو بھروسہ نہیں تھا۔

ذکر اقسام رزق

بعد ازاں خواجہ صاحب ذکر بالخیر نے فرمایا کہ مشائخ کا قول ہے کہ رزق چار قسم کا ہوتا ہے رزق مضمون، رزق مقسوم، رزق مملوک اور رزق موعود۔ رزق مضمون وہ ہے جو کھانے پینے وغیرہ کی چیزیں اور آمدنی سے ہو اسے رزق مضمون کہتے ہیں یعنی اس رزق کا اللہ تعالیٰ ضامن ہوتا ہے: قولہ تعالیٰ۔ وما من دابۃ فی الارض الاعلیٰ اللہ رزقھا۔ کوئی حیوان روئے زمین پر ایسا نہیں جس کے رزق کا خدا ضامن نہ ہو رزق مقسوم وہ ہے جو ازل میں اس کے حصے میں آچکا ہے اور لوح محفوظ میں لکھا جا چکا ہے۔

رزق مملوک وہ ہے جو ذخیرہ کیا جائے مثلاً روپیہ پیسہ اور کپڑا اور اسباب۔ رزق موعود وہ ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے نیک بندوں سے کیا ہے قولہ تعالیٰ۔ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب۔ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے آمدنی کا ذریعہ بناتا ہے اور اس طرح رزق پہنچاتا ہے جس کا اسے وہم و گمان تک نہیں ہوتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ رزق مضمون میں توکل ہے دوسرے رزقوں میں نہیں ہوتا کیونکہ جو رزق مقسوم ہے اس میں توکل کا کیا کام؟

اسی طرح باقی کے اقسام سمجھ لو تو کل صرف رزق مضمون میں ہے۔ یعنی یہ جان لے کہ جو میری آمدنی ہے وہ ضرور مجھے مل کر ہی رہے گی۔

ذکر فضیلت نماز

ہفتے کے روز انتیسویں ماہ مذکور کو قدم بوسی کی سعادت نصیب ہوئی نماز کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ نماز با جماعت ہونی چاہیے میں نے عرض کی کہ میرے گھر کے نزدیک ہی مسجد ہے۔ لیکن جہاں پر میں رہتا ہوں اگر اسے چھوڑ کر آؤں تو کاغذ کتاب کا کوئی رکھوالا نہیں۔ اس لیے گھر میں ہی با جماعت نماز ادا کی جاتی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ نماز باجماعت ادا کرنی چاہیے لیکن مسجد میں ادا کرنا افضل ہے پھر فرمایا کہ پہلے انبیاء کے زمانے میں نماز کے لیے مسجد ہی مقرر ہوا کرتی تھی اور کہیں نماز جائز ہی نہ ہوتی لیکن رسول خدا ﷺ کے عہد مبارک میں یہ آسانی ہوگئی کہ جہاں کہیں چاہو۔ نماز ادا کرو نیز پہلے پیغمبروں کے وقت زکوٰۃ مال کا چوتھا حصہ ہوا کرتی تھی مگر رسول خدا ﷺ کے عہد مبارک میں مال کا چالیسواں حصہ ہوگئی۔

ذکر سخی و بخیل

بعد ازاں فرمایا کہ یہ چالیسواں حصہ دیا جاتا ہے وہ بھی اس واسطے کہ اسے بخیل نہ کہیں اور بخیل کا نام اس سے دور ہو جائے لیکن اسے سخی بھی نہیں کہتے سخی اسے کہتے ہیں جو زکوٰۃ سے زیادہ دے۔ اسی اثناء میں میں نے عرض کی کہ یہ حدیث کس طرح ہے؟ اَلسَّخِیُّ حَبِیْبُ اللّٰہِ وَاِنْ کَانَ فَاسِقًا ۔ سخی حبیب خدا ہوتا ہے خواہ فاسق ہی ہو فرمایا: کہتے تو اسی طرح ہیں حاضرین میں سے ایک نے کہا کہ اربعین میں یہ حدیث آئی ہے خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جو صحیحین میں ہوتی ہے وہ صحیح ہوتی ہے۔

سخی و جواد کا فرق

پھر سخی اور جواد کا فرق یوں بیان فرمایا کہ سخی وہ ہوتا ہے جو زکوٰۃ سے زیادہ دے۔ لیکن جواد وہ ہے جو بہت ہی زیادہ بخشش دے۔ مثلاً اگر دو سو درہم ہوں تو ان میں سے صرف پانچ رکھے اور باقی ایک سو پچانوے راہِ خدا میں خرچ کرے۔ بعد ازاں فرمایا کہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ کی تین قسمیں ہیں ایک زکوٰۃ شریعت۔ دوسری زکوٰۃ طریقت۔ تیسری زکوٰۃ حقیقت۔ شریعت کی زکوٰۃ یہ ہے کہ دو سو درہم میں سے پانچ راہِ خدا میں دے۔ طریقت کی زکوٰۃ یہ ہے کہ دو سو میں سے اپنے لیے صرف پانچ رکھے۔ اور باقی راہِ خدا میں خرچ کرے۔ حقیقت کی زکوٰۃ یہ ہے کہ دو سو ہی راہ خدا میں صرف کرے اور اپنے پاس کچھ نہ رکھے۔

پھر زکوٰۃ کی نسبت یہ حکایت بیان فرمائی کہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے علماء کو فرمایا کرتے تھے: یا علماء السوء ادوز کوة العلم ۔ اے بد عالمو! اپنے علم کی زکوٰۃ دو۔ پوچھا گیا اس زکوٰۃ سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا: یہ کہ دو سو مسئلے جو سیکھے ہیں ان میں سے پانچ پر عمل کرو اور دو سو حدیثوں میں سے پانچ کو اپنا معمول بناؤ۔

پھر مولانا رضی الدین صنعانی ؒ صاحبِ مشارق الانوار کے بارے میں گفتگو ہوئی کہ آپ نے جو لکھا ہے کہ یہ کتاب میرے اور اللہ تعالیٰ کے مابین حجت ہے اگر کسی حدیث میں مشکل پیش آ جاتی ہے۔ تو رسول خدا ﷺ کو خواب میں دیکھ کر صحیح کرتے۔

بعد ازاں فرمایا کہ وہ بداؤں کے رہنے والے تھے پھر کول[1] میں آئے اور نائب مشرف ہوئے مشرف جس کے آپ نائب تھے وہ بھی بالیاقت آدمی تھا ایک روز مشرف بات کرتا اور مولانا رضی الدین مسکراتے تھے۔ مشرف نے دوات آپ کی طرف بھیجی اور وہ منحرف ہو گیا۔ ڈرا۔ وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا ہمیں جاہلوں میں نہیں بیٹھنا چاہیے پھر اور بھی آمدنی کا ذریعہ بڑھ گیا۔ کول کے مالک کے لڑکے کو پڑھایا کرتے تھے۔ اور سو اشرفیاں وہاں سے ملتیں اسی پر قناعت کرتے وہاں سے حج کے لئے گئے اور بغداد پہنچ کر پھر دہلی پہنچے ان دنوں دہلی میں بڑے بڑے عالم موجود تھے علوم میں ان سب کے مساوی تھے اور علم حدیث میں سب سے ممتاز کوئی شخص آپ کے مقابلے کا نہ تھا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ آپ کا کام ایک حدیث نے ہی بنا دیا وہ اس طرح وقوع میں آیا کہ جب آپ کول سے حج کیلئے روانہ ہوئے تو ایک پاپوش خرید کر پہنی جب ایک منزل طے کی تو تھک گئے۔ تب جانا کہ پا پیادہ تو نہیں جا سکتے۔ اسی اندیشے میں تھے کہ والیٔ کول کا لڑکا آپ کو گھوڑے پر سوار واپس لانے کے لئے آیا۔ جب مولانا نے اسے گھوڑے پر سوار دیکھا تو دِل میں خیال آیا کہ اگر یہ گھوڑا مل جائے تو آسانی سے سفر طے ہوگا اسی فکر میں تھے کہ اس نے بہت منت و سماجت کی کہ آپ واپس چلیں۔ آخر جب آپ نے نہ مانا تو عرض کی گھوڑا تو قبول فرمائیں۔ آپ نے وہ گھوڑا لے لیا اور روانہ ہوئے۔ الغرض جب حج کر کے بغداد پہنچے۔ ایک محدث تھا جسے ابن زہری کہتے تھے اس کے لئے لوگوں نے منبر بنوایا ہوا تھا جس پر چڑھ کر وہ حدیثیں بیان کرتا اور لوگ گردا گرد حسب لیاقت حلقے باندھے سنتے ایک دِن مولانا رضی الدین اس مجمعے میں گئے اور سب سے دور کے حلقے میں بیٹھے اس وقت ابن زہری یہ حدیث بیان کر رہے تھے کہ مؤذن سے موافقت کرنی چاہیے یعنی جس طرح مؤذن کہے۔ اس وقت سننے والے کو بھی وہی الفاظ کہنے چاہئیں۔ حدیث کا آغاز اسی لفظ سے کیا۔ اذا سکب المؤذن سکوب (پانی بہانے کو کہتے ہیں) یعنی مؤذن کی آواز جب تمہارے کانوں میں پہنچے تو تم بھی اسی طرح کہو جس طرح وہ کہے جب ابن زہری نے یہ حدیث بیان کی تو مولانا رضی الدین نے جہاں پر بیٹھے تھے آہستہ سے دوسروں کو کہا کہ: اذا سکت المؤذن یعنی جب مؤذن کلمہ کہہ کر چپ ہو جائے تو پھر اسی طرح کہو جس نے یہ سنا اس نے دوسرے کو دوسرے نے تیسرے کو ہوتے ہوتے ابن زہری نے سنا' تو آواز دی کس نے ایسا کہا ہے۔ مولانا رضی الدین نے کہا کہ میں نے کہا ہے۔ پھر ابن زہری نے کہا کہ دونوں باتوں کے کچھ معنی ہیں اب کتاب کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ دونوں باتیں باوجہ تھیں جب اس مجلس سے اُٹھتے تو پھر کتابوں میں دیکھا۔ دونوں باتیں بادلائل تھیں لیکن اذا سکت زیادہ صحیح تھا جب یہ خبر خلیفہ نے سنی تو مولانا رضی الدین کو بلا کر بڑی عزت کی اور کچھ آپ سے پڑھا۔ القصہ جب وہاں سے دہلی آئے۔ بداؤں (بدایوں) میں آپ کا اُستاد صاحب ولایت اور بزرگ آدمی تھا اس کے پاس حدیث کی ایک کتاب ملخص نام تھی۔ جو مولانا رضی الدین نے مانگی تھی لیکن نہ دی تھی اب جب علم حاصل کر کے دہلی آئے تو ایک یار کو کہا کہ ایک مرتبہ اُستاد صاحب نے مجھے حدیث کی کتاب ملخص نہ دی تھی۔ اب اگر اس کتاب کے لکھنے والے بھی آ جائیں تو میں انہیں بھی پڑھا سکتا ہوں۔ یہ بات کسی نے آپ کے استاد تک پہنچا دی۔ اس نے کہا کہ مولانا رضی الدین کا حج قبول نہیں ہوا اگر قبول ہو جاتا تو ایسی بات نہ کہتے۔ خواجہ صاحب یہ بیان کر

[1] علی گڑھ

کے رو دیئے اور اس بزرگ کے اعتقاد کی تعریف کی بعد ازاں کھانا لایا گیا فرمایا مل کر کھاؤ پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ کچھ درویش شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھے کھانا لایا گیا تو شیخ صاحب ہر ایک سے ہم پیالہ و ہم نوالہ ہوئے ان میں سے ایک کو دیکھا جو روٹی کو شوربے میں چور کر کھا رہا تھا (یعنی ثرید بنا کر جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ کھانا ہے) فرمایا: **سبحان اللہ** درویشوں میں صرف یہ درویش کھانا جانتا ہے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ثرید (شوربے میں روٹی کے ٹکرے بھگوئے ہوئے) کو دوسرے کھانوں پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی مجھے تمام پیغمبروں پر اور عائشہ صدیقہ کو تمام عورتوں پر۔

نماز باجماعت

اتوار کے روز چودھویں ماہ رجب سن مذکور کو قدم بوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ نماز باجماعت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی اس بارے میں بہت غلو فرمایا کہ اگر دو شخص ہوں تو بھی نماز باجماعت ادا کرنی چاہیے۔ گو دو آدمیوں سے جماعت نہیں ہوتی۔ لیکن جماعت کا ثواب مل جاتا ہے۔ ان دونوں آدمیوں کو ایک قطار میں کھڑے ہونا چاہیے۔

ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کا حسنِ ادب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعاء

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کرنی چاہی' مگر وہاں سوائے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اور کوئی نہ تھا اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر کھڑا کر لیا' جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ میں مشغول ہوئے تو عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما پیچھے ہٹے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز توڑ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ برابر کھڑا کیا جب پھر نماز شروع کی تو عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما پھر پیچھے ہٹ آئے بعد ازاں سرور کائنات حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ پیچھے کیوں ہٹتے ہو؟ عرض کی مجھ میں کیا طاقت ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کھڑا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کا حسن ادب بہت پسند آیا آپ نے حق میں دُعاء فرمائی **اللھم فقھہ فی الدین** پروردگار! دِین میں اسے فقیہ بنا۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کے بعد آپ ہی فقیہ تھے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

بعد ازاں عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا کہ عبد اللہ ابن مسعود کو عباد اللہ ثلثہ کہتے ہیں وہ یہ ہیں عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما' عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پھر عبد اللہ مسعود رضی اللہ عنہ کی بابت فرمایا کہ آپ اوائل میں گزرے ہیں ایک روز آپ جہاں بکریاں چرا رہے تھے وہاں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہوئے آپ سے کچھ دودھ طلب کیا آپ نے عرض کی: میں امین ہوں میں کس طرح دودھ دے سکتا ہوں؟ پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ جناب حضرت رسالت مآب ہیں۔ میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا یار ہوں۔ اگر ایک بکری کا تھوڑا سا دودھ درویش کو دے گا تو کوئی بڑی بات نہیں عرض کی: میں امانتدار ہوں۔ مجھے دودھ دینے کی اِجازت نہیں میں کیا کروں؟ بعد ازاں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی گابھن بکری لاؤ جب بکری لائی گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پشت پر دست مبارک پھیرا۔ جس سے اس میں دودھ آ گیا اور دوہ لیا۔ پھر جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن مسعود کو فرمایا کہ آؤ ہماری صحبت میں رہو۔ خواجہ صاحب نے فرمایا یہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوتاہ قد تھے جن کے حق میں

پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا: کنفیة العلم یعنی خریطۂ علم۔ (علم کی تھیلی)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ پست قد تھے۔

بعد ازاں فرمایا کہ درویش جو چھوٹی تھیلی لیتے ہیں اور جسے کنف کہتے ہیں غلط ہے وہ کنیف ہے بعد ازاں آنحضرت ﷺ عبد اللہ بن مسعود کو کنیفة العلم پکارا کرتے پھر ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ ایک شخص رئیس نامی شیخ قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز کا مرید ہوا اس نے ایک رات خواب میں ایک گنبد دیکھا جس کے اِرد گرد بڑا ہجوم ہے ایک شخص پست قد اندر باہر آتا جاتا ہے یہ رئیس بیان کرتا ہے میں نے پوچھا: یہ گنبد میں کون ہے؟ اور اندر اور باہر جو آمدورفت کرتا ہے وہ کون ہے؟ معلوم ہوا کہ گنبد میں جناب سرورِ کائنات ﷺ ہیں اور وہ پست قد عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں جو لوگوں کی پیغام رسانی کرتے ہیں میں نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر کہا کہ اندر میری طرف سے جا کر عرض کرنا کہ میں زیارت کا مشتاق ہوں اندر جا کر یہ جواب لائے کہ ابھی تجھ میں اس بات کی قابلیت نہیں بختیار کاکی کو سلام کے بعد کہنا کہ جو تحفہ درود ہر رات بھیجا کرتے تھے وہ آج تین رات سے نہیں پہنچتا خیر تو ہے جب میں جاگا تو شیخ الاسلام قطب الدین نور اللہ مضجعہ کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کی رسولِ خدا ﷺ نے سلام بھیجا ہے شیخ الاسلام سن کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور پوچھا کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ نے کہا ہے۔ کچھ اور بھی فرمایا ہے۔ عرض کی کہ یہ فرمایا ہے کہ جو تحفہ ہر رات بھیجا کرتے تھے آج تین رات سے نہیں پہنچتا' کیا سبب ہے؟ خیر تو ہے شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے اسی وقت اپنی منکوحہ کو بلا کر مہر اس کے حوالے کیا اور چھوڑ دیا کیونکہ وہ تین راتیں آپ نے نکاح وغیرہ میں صرف کی تھیں جس کے سبب وہ تحفہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں نہ بھیج سکے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ شیخ قطب الدین طلب اللہ ثراہ ہر رات تین ہزار مرتبہ درود پڑھ کر سویا کرتے تھے شیخ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی کی بابت فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ، شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ اجمعین ملتان میں تھے۔ کافروں کا لشکر ملتان کے قریب آ پہنچا۔ ان دنوں ملتان کا حاکم قباچہ تھا شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے ایک رات تیر قباچہ کو دیا اور فرمایا کہ اس تیر کو دشمنوں کی طرف پھینک دو۔ قباچہ نے ویسا ہی کیا جب دِن چڑھا تو ایک بھی کافر نہ رہا سب راتوں رات بھاگ گئے۔

ذکر تفسیرِ کشّاف

بدھ کے روز چوبیسویں ماہ رجب سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا تفسیر کشاف کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا: الحمد للہ۔ تفسیر کرتے ہوئے لکھا کہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ الحمد للہ کو دال کی زیر سے پڑھا کرتے تھے (اَلْحَمْدِ لِلّٰهِ) اور یہ دال کی زیر للہ کے ملنے کے سبب ہے کیونکہ اس لام کی حرکت مبنی ہے لیکن ابراہیمی قرأت کے مطابق دال پر پیش ہے اور لام پر بھی پیش ہے (اَلْحَمْدُ لُلّٰهِ) یہ معلوم نہیں کہ یہ ابراہیم نخعی ہے یا اور کوئی واللہ اعلم بالصواب۔ الغرض صاحب کشاف کی رائے ہے کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی قرأت سے ابراہیمی قرأت اچھی ہے اس واسطے کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ دال کی زیر للہ کے لام کی وجہ سے پڑھتے ہیں یعنی لام کی زیر مبنی ہے اور نیز الحمد کا دال بھی مکسور ہے لیکن ابراہیم الحمد کے دال پر پیش ہونے اور للہ کے لام کے اُس سے متصل ہونے کی وجہ سے لام پر بھی پیش لگاتے ہیں۔ کیونکہ الحمد کے دال کی حرکت عامل کے سبب سے ہے اور جس اعراب کو عامل بدل دے وہ مبنی اعراب کی نسبت زیادہ قوی

ہوتا ہے خواجہ صاحب نے اپنی تقریر کے بعد فرمایا کہ میں نے یہاں سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ الحمد کی دال ایسے شخص کی طرح ہے جس کا کوئی پیر ہو اور وہ اسے کہے کہ یوں کہو اور اس طرح ہو اور للہ کا لام ایسے شخص کی طرح ہے جس کا کوئی پیر نہیں وہ جس طرح ہو اسی طرح رہتا ہے۔

یہاں سے صاحبِ تفسیر کشاف کے عقیدے کی بات گفتگو شروع ہوئی خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ افسوس اِس قدر علوم اور روایات کے عقیدہ اس کا باطل تھا' بعد ازاں فرمایا کہ ایک کفر ہوتا ہے اور ایک بدعت اور ایک نافرمانی یا گناہ' بدعت نافرمانی سے بڑھ کر ہوتی ہے اور کفر بدعت سے بڑھ کر بدعت کفر کے زیادہ نزدیک ہے

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ میں نے مولانا صدر الدین قرنی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مولانا نجم الدین سنامی کے ہاں تھا مجھ سے پوچھا کہ آج کل کس شغل میں ہو میں نے کہا کہ تفسیر کا مطالعہ کیا کرتا ہوں پوچھا کونسی تفسیر؟ کہا: کشاف' اِیجاد اور عمدہ مولانا نجم الدین نے فرمایا: کشاف اور اِیجاد کو جلا دے۔ عمدہ ہی پڑھا کرو مولانا صدر الدین فرماتے ہیں: کہ مجھے یہ امر ناگوار گذرا۔ پوچھا' کیوں؟ فرمایا: شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ یوں فرماتے ہیں۔ مجھے یہ بات بھی ناگوار گزری جب رات ہوئی تو تینوں کتب چراغ کے سامنے رکھ کر پڑھ رہا تھا اِیجاد اور کشاف نیچے تھیں اور عمدہ اوپر اسی اثناء میں سو گیا اچانک شعلہ پیدا ہوا میری آنکھ کھلی۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ کشاف اور اِیجاد تو جل گئی اور عمدہ سلامت ہے۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ صدر الدین چاہتے تھے کہ نحو مفصل پڑھیں اِس بارے میں اپنے والد بزرگوار سے عرض کی: شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: آج کی رات صبر کرو۔ جب رات ہوئی۔ تو شیخ صدر الدین واقعہ میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کو زنجیروں میں جکڑے لیے جا رہے ہیں پوچھا: یہ کون ہے؟ کہا: یہ زمخشری صاحبِ مفصل ہے۔ اُسے دوزخ میں لیے جا رہے ہیں۔ **واللہ اعلم۔**

بیان قبر حضرت لوط علیہ السلام

منگل کے روز ساتویں ماہِ شعبان سن مذکور کو دست بوسی کی سعادت حاصل ہوئی حاضرین میں سے ایک نے یہ حکایت بیان کی کہ ایک مرتبہ میں سفر کرتے کرتے اس سرزمین میں جا نکلا جہاں حضرت لوط علیہ السلام کی قبر ہے وہ بہت عظیم الشان اور بلند تھی۔ وہاں کے لوگ ہماری زبان نہیں سمجھ سکتے تھے اور نہ ہم اُن کی زبان سے آشنا تھے۔ الغرض چند روز بھوکے رہ کر جب وہاں پہنچے۔ تو انہوں نے جوار کی قسم کی کوئی چیز ہمارے لیے پکائی اور اس پر دودھ ڈالا ہم بھوکے تو تھے ہی بڑے شوق سے کھائی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا: کہ ایسے آدمی ایسے مقام پر ایسی قوم سے تنگ آتے ہیں اس حکایت کا بیان کرنے والا کچھ حلوا گزر کے لیے لایا تھا اس کی نسبت یہ حکایت بیان فرمائی کہ میں نے مولانا عزیز زاہد رحمۃ اللہ علیہ سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ میں اور مولانا برہان الدین کابلی جو اُن دنوں دہلی کے نائب قاضی تھے ابتداء میں ایک ہی جگہ تعلیم حاصل کیا کرتے تھے ایک دفعہ مولانا برہان الدین کو دو اشرفیاں ملیں۔ کہا: ایک اشرفی سے میں قرآن شریف خریدتا ہوں اس نیت سے کہ میں صاحب نصاب ہو جاؤں یعنی دولت مند ہو جاؤں انہوں نے ویسا ہی کیا۔ ایک اشرفی کا قرآن شریف خرید لیا شاید اسی دن جمال الدین نیشاپوری سپہ سالار کے ہاں جو اس وقت دہلی کے کوتوال

تھے۔ کھانا لایا گیا تو اس میں حلوا گزر بھی تھا۔ کوتوال نے وہ حلوہ مولانا برہان الدین کے سامنے رکھ دیا اور پوچھا کہ یہ حلوا کیسا ہے؟ مولانا برہان الدین نے فرمایا کہ طالب علم خشک روٹی کو اس طرح کھاتے ہیں جیسا حلوا گزر کو آپ یہ فرمائیں کہ حلوا گزر کھایا کس طرح جاتا ہے؟ کوتوال کو یہ بات بہت ہی اچھی معلوم ہوئی۔ ایک شخص کو حکم دیا کہ بیس تا تیس اشرفیاں لا کر مولانا برہان الدین کو دے دو۔ غرض مولانا کے ہاں اس کے بعد بہت سا مال جمع ہو گیا اور دہلی کے نائب قاضی بھی بنے۔

جمعہ کے روز ماہِ رمضان کی آخری تاریخ سن مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی عدل اور ظلم کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ خلقت کے ساتھ دو طرح کا ہے۔ اور خلقت کا معاملہ آپس میں تین طرح کا۔ اللہ تعالیٰ کا معاملہ خلقت سے یا عدل ہے یا فضل لیکن خلقت کا آپس میں یا عدل ہے یا فضل ہے یا ظلم اگر آپ آپس میں عدل یا فضل یا لیکن خلقت کا آپس میں یا عدل ہے یا فضل ہے یا ظلم اگر لوگ آپس میں عدل یا فضل کریں تو اللہ تعالیٰ ان پر اپنا فضل کرتا ہے لیکن اگر آپس میں ظلم کریں تو اللہ تعالیٰ ان سے عدل سے پیش آتا ہے وہ عذاب میں گرفتار ہوتا ہے خواہ پیغمبر وقت ہی کیوں نہ ہو اس بات پر بندے نے عرض کی: کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے بھائی عیسیٰ علیہ السلام کو دوزخ میں بھیج دے۔ تو عدل ہی کریگا۔ فرمایا: بے شک! تمام جہان اس کی ملکیت ہے جو اپنی ملکیت میں تصرف کرتا ہے وہ ظلم نہیں کرتا۔ ظلم تو اسے کہتے ہیں جو غیر کی ملکیت میں تصرف کیا جائے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اشعریہ مذہب میں اسی طرح ہے کہ یہ بات جائز ہے کہ حق تعالیٰ مومن کو ہمیشہ کیلئے دوزخ میں رکھے یا کافر کو ہمیشہ کیلئے بہشت میں رکھے کیونکہ وہ اپنی ملکیت میں تصرف کرتا ہے۔ لیکن ہمارے مذہب میں ایسا نہیں اس واسطے کہ حق تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ نادان دانا کے برابر نہیں اور اندھا بینا کے برابر نہیں اسی طرح اور مثالیں بیان فرمائی ہیں اب اس کی حکمت سے یہ واجب ہے کہ مومن بہشت میں جائے اور کافر دوزخ میں اس واسطے کہ وہ حکیم ہے حکمت کے موافق کام کرتا ہے جیسے کسی شخص کے پاس مال ہو تو جس طرح وہ چاہے خرچ کرے اگر وہ اپنے مال کو کنوئیں میں بھی پھینک دے تو بھی حکمت سے خالی نہ ہو گا۔

بعد ازاں فرمایا: اگر کوئی مومن بغیر توبہ کیے مر جائے تو تین باتوں کا احتمال ہو سکتا ہے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان کی برکت سے اُسے بخش دے یا اپنے فضل سے بخش دے یا کسی شفاعت سے اُسے بخش دے اگر دوزخ میں بھی ڈالے گا تو اس کے گناہوں کے مطابق اُسے عذاب کر کے آخر کار اسے بہشت میں بھیج دے گا لیکن ہمیشہ کے لیے دوزخ میں نہیں رکھے گا کیونکہ وہ دنیا سے با ایمان گیا ہے۔

مختلف حکایتیں

ہفتے کے روز گیارھویں ماہ شوال سن مذکور کو قدم بوسی کی سعادت نصیب ہوئی اس روز میں اپنا غلام بشیر نام ہمراہ لے گیا۔ اور عرض کی کہ یہ نماز ادا کرتا ہے اور مدت سے مجھے کہہ رہا ہے کہ مجھے خواجہ صاحب کی خدمت میں لے چلو تا کہ بیعت کی دولت نصیب ہو چونکہ خواجہ صاحب کی مہربانی اور شفقت عام تھی یہ بات قبول فرمائی بعد ازاں پوچھا کہ کیا تو اسے مرید ہونے کی اجازت دیتا ہے میں نے عرض کی: جناب میں اجازت دیتا ہوں۔ بعد ازاں اسے دست بیعت فرمایا اور کلاہ عنایت فرمائی۔ اور اسے حکم دیا کہ جا کر دوگانہ

ادا کر آؤ۔ جب یہ غلام چلا گیا تو خواجہ صاحب نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ اس سے پہلے ایک درویش نہایت مکلّف خرقہ پہنے شیخ علی سنجری ﷫ کی خانقاہ میں آیا مگر وہ درویش ہر جگہ دروازہ کھٹکھٹاتا تھا شیخ علی نے اُسے فرمایا کہ چونکہ تو اس خانقاہ میں رہتا ہے لہٰذا بھیک نہ مانگا کر میں تجھے دوں گا جس سے تو فارغ البالی سے زندگی بسر کرے گا یہ کہہ کر اسے پانچ سو چیتل عنایت فرمائے۔

اس درویش نے اس پانچ سو چیتل سے سودا کیا اور تھوڑے عرصے میں تیس اشرفیاں بن گئیں پھر تیس اشرفیوں کا مال خریدا تو سو ہو گئیں ان سو سے ایک غلام خریدا شیخ علی ﷫ نے فرمایا کہ ان غلاموں کو غزنی لے جاؤ۔ تاکہ تجھے زیادہ فائدہ ہو۔ درویش نے ایسا ہی کیا۔ اس کے پاس نہایت معتبر ایک غلام تھا۔ اسے کہا کہ تو میرا مرید ہو جا۔ غلام اس کا مرید بن گیا درویش نے اس کا سر مونڈا اور کلاہ اس کے سر پر رکھ کر کہا کہ یہ کلاہ سیّدی احمد ﷫ کی ہے۔ شاید اس درویش کا تعلق اس خاندان سے ہو گا الغرض جب غزنی پہنچا تو غلاموں کو فروخت کر دیا باقی وہ غلام رہ گیا اس کے خریدار بھی تھے درویش نے کہا: میں اسے کس طرح بیچوں یہ تو میرا مرید ہے الغرض اس کے خریدنے میں لوگوں نے بہت غلو کیا قیمت چوگنی ہو گئی۔ درویش کی نیت بدل گئی۔ اور اس کے بیچنے پر راضی ہو گیا جب سوداگروں نے غلام کو خریدنا چاہا تو اس نے آبدیدہ ہو کر درویش کو کہا کہ خواجہ جس دن میں تیرا مرید ہوا تھا اور تو نے میرے سر پر کلاہ رکھی تھی تو یہ کہا تھا کہ یہ کلاہ سیّدی احمد کی ہے اب تو مجھے فروخت کرتا ہے سو قیامت کے دِن میرے اور سیّدی احمد کے مابین جھگڑا ہو گا جب غلام نے یہ کہا: تو خواجہ نرم دِل ہو گیا حاضرین کو کہا: آپ گواہ رہیں۔ میں نے اس غلام کو آزاد کیا جب خواجہ صاحب یہاں تک بات ختم کر چکے تو میں نے عرض کی: میں نے اس غلام کو آزاد کیا خواجہ صاحب نے نہایت خوش ہو کر فرمایا کہ بہت اچھا کیا ایسا ہی واجب تھا جیسا تو نے کیا ہے۔ بعد ازاں نہایت شفقت اور مرحمت سے اپنے مبارک سر سے کلاہ اتار کر میرے سر پر رکھی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

جمعرات کے روز ستائیسویں ماہ مذکور و سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا خرچ کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ جب کسی کے پاس دُنیا کا زر و مال آئے تو اسے خرچ کرنا چاہیے اور جب اس سے منہ پھیرے تو بھی راہِ خدا میں صرف کرے کیونکہ اس نے تو چلے ہی جانا ہے بہتر ہے کہ اسے اپنے ہاتھ سے صرف کرے۔

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ نجیب الدین متوکل ﷫ نے انہیں معنوں کو اس عبارت میں بیان کیا ہے کہ جب آئے تو وہ کیونکہ کم نہیں ہو جائے گا اور جب جانے لگے تو محفوظ نہ رکھو کیونکہ ہاتھ نہیں آئیگا۔

مردانِ خدا کا کلام

منگل کے روز پندرہویں ماہ ذوالحجہ سن مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی بات اس بارے میں شروع ہوئی کہ مردان خدا جو کھانا کھاتے ہیں ان کی نیت حق کی ہوتی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ شہاب الدین قدس اللہ سرہ العزیز "عوارف المعارف" میں لکھتے ہیں کہ ایک درویش کھانا کھاتے وقت جو لقمہ اُٹھاتا یہ کہتا و اخذت باللہ میں نے اللہ کے نام سے یہ لقمہ اُٹھایا ہے۔

سوموار کے روز اکیسویں ماہ مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا پوچھا شہر سے آئے ہو یا چھاؤنی سے؟ میں نے عرض کی: چھاؤنی

سے اب تو رہتا بھی وہیں ہوں پوچھا کبھی شہر بھی جاتے ہو عرض کی بہت کم دس بارہ دن کے بعد جاتا ہوں زیادہ تر چھاؤنی میں رہتا ہوں، اور جمعہ کی نماز بھی کیلوکھری کی مسجد میں ادا کرتا ہوں فرمایا بہتر ہے کیونکہ چھاؤنی کی آب و ہوا شہر کی نسبت اچھی ہوتی ہے شہر کی آب و ہوا گندی اور بدبودار ہوتی ہے اس بارے میں زبان مبارک سے فرمایا کہ جس طرح بعض وقتوں کو بعض وقتوں پر فوقیت حاصل ہوتی ہے جیسا کہ عید کے دنوں کو باقی دنوں پر۔ اسی طرح مکان مکان میں فرق ہوتا ہے بعض میں راحت زیادہ ہوتی ہے بعض میں کم لیکن درویش کو چاہیے کہ ان باتوں کا خیال نہ کرے نہ خوشی سے خوش ہو نہ غمی سے غمناک یہ حالت اس شخص کی ہوتی ہے جو دُنیا و مافیہا کو ترک کر دے۔ بات کرتے وقت درویش کا دِل حق کی طرف مائل ہونا چاہیے اور زبان دِل سے مدد طلب کرے اور دِل حق سے مدد طلب کرے۔

بعد ازاں زبانِ مبارک سے فرمایا کہ میں نے یہ کلمات شروع شروع میں مولانا عماد الدین سنامی رحمۃ اللہ علیہ سے سنے۔ ایک دفعہ میں سلطان کے حوض کی طرف گیا۔ وہ بھی وہاں موجود تھے ایک ہی جگہ بیٹھے اور اس بارے میں گفتگو کی مجھے خوش وقتی حاصل تھی۔ اس کے تین یا چار سال بعد پھر ایک ہی مقام میں اکٹھے ہوئے لیکن پھر دیکھا تو اس میں اس بات کا مس تک نہ تھا اس کی وجہ یہ فرمائی کہ وہ خلقت میں مشغول ہو گیا تھا۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب شیخ جلال الدین تبریزی قدس اللہ سرہ العزیز دہلی آئے اور تھوڑی مدت قیام کر کے جب روانہ ہوئے تو فرمایا کہ جب میں اس شہر میں آیا تو خالص سونے کی طرح تھا اب یہاں سے چاندی ہو کر چلا ہوں۔

پھر سماع کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی میں نے عرض کی کہ میں اپنے کام میں حیران ہوں اس واسطے کہ جو طاعت اور عبادت چاہیے وہ میں نے کی نہیں اور نہ درویشوں کے سے اوراد اور شغل مجھ میں پائے جاتے ہیں لیکن جب کبھی سماع سنتا ہوں تو تھوڑی دیر راحت ہوتی ہے یا جس وقت جناب کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں اس وقت دُنیا و مافیہا سے دِل خالی ہوتا ہے فرمایا: کیا اس وقت دِل تعلقاتِ دنیوی سے خالی ہوتا ہے عرض کی جناب! اس وقت تو ہوتا ہے فرمایا: سماع کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ہاجم دوسرے غیر ہاجم۔ ہاجم اسے کہتے ہیں کہ جب سماع کے وقت کوئی آواز یا شعر سنا جائے اس سے بدن کو جنبش ہو اسے ہاجم کہتے ہیں اس کی تشریح نہیں ہو سکتی۔ غیر ہاجم وہ ہے کہ جب سماع کا اثر ہو جائے تو اسے برداشت کرے خواہ حضرت حق پر یا اپنے پیر پر یا کسی اور چیز پر جس کا خیال دِل میں گزرے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فوائد الفواد

حصہ چہارم

یہ اوراق نور کی سطور اور یہ الواح سُرور وحروف خواجہ بندہ نواز سلطان دارالملک راز' ملک المشائخ قطب الاقطاب عالم بالاتفاق نظام الحق والھدیٰ والدین (اللہ تعالیٰ آپ کو دیر تک زندہ رکھے اور مسلمانوں کو مستفیض کرے) کے اشاراتِ شاملہ اور کلماتِ کاملہ سے محرم ۷۱۴ھ ہجری سے لے کر جمع کیے ہیں

لفظ متین خواجہ راحبل المتین گرفتہ ام	کس نرسد بچاہ غم جز لسببی ایں رسن
گفتہ شیخ کردہ رشد جمع امید آں کہ حق	در گزر انداز کرم گفتہ وگر دکردۂ حسن

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وحفظِ اَحادیث

بدھ کے روز چوبیسویں محرم ۷۱۴ھ ہجری کو قدم بوسی کی سعادت حاصل ہوئی اس روز بندہ فوائد الفواد کی پہلی جلد حسب الحکم لایا جب مطالعہ فرمایا تو بہت سراہا فرمایا: بہت اچھا لکھا ہے۔ درویشانہ لکھا ہے۔

بعدازاں یہ حکایت بیان فرمائی: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فتح خیبر میں ایمان لائے تھے۔ جس کے بعد تین سال سے زیادہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت حیات میں نہ رہے ان سالوں میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس قدر حدیثیں جمع کیں کہ سارے یاروں کی جمع کردہ حدیثوں سے کہیں زیادہ ہیں۔

بعدازاں فرمایا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ کو کس طرح اتنی تھوڑی مدت میں اتنی حدیثیں یاد رہیں اور یاروں کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں رہتے تھے یاد نہ رہیں۔ فرمایا: پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شخص کو ایک خاص کام پر لگایا ہوا تھا میرا فرض یہ تھا کہ جو حدیث سنوں۔ اسے یاد رکھوں۔

بعدازاں فرمایا ایک روز ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں جو کچھ آپ کی زبان مبارک سے سنتا ہوں یاد کر لیتا ہوں لیکن بعض حدیثیں یاد نہیں رہتیں۔ فرمایا: اگر تو ساری حدیثیں یاد رکھنی چاہتا ہے تو جب میں یاد کرا رہا ہوں تو دامن پھیلا دیا کر۔ اور جب میں ختم کر چکوں تو آہستہ سے دامن لپیٹ کر اپنے سینے پر رکھ۔ اس طرح جو کچھ مجھ سے سنے گا تجھے یاد رہیگا۔

بعدازاں فرمایا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی عمر میں صرف تین یا چار حدیثوں کی روایت کی ہے اور عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے دس سے کم کی عبداللہ بن مسعود نے باوجود ایسا فقیہ ہونے کے اپنی ساری عمر میں صرف ایک حدیث کی روایت کی ہے اور وہ بھی جس دن کہ مارے ہیبت کے رنگ زرد پڑ گیا اور رونگٹے کھڑے ہو گئے اور دونوں کندھے مارے خوف کے تھر تھر کانپنے لگے بعدازاں کہا: وسمعت رسول اللہ الخ حدیث بیان کرنے کے بعد کہا: ھذا اللفظ اور معناہ یہ وہیں سے شروع ہوا ہے۔

یہاں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا: صحابہ کرام چار ہیں: اور عبادلہ ثلثہ پھر علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب کے بارے میں فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول خدا ﷺ نے یاروں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ذکر بایں الفاظ فرمایا کہ: افضلکم علی اقضٰی تم میں سے افضل اور سب سے بڑھ کر قاضی علی ہے سب سے بڑھ کر بڑا قاضی وہی ہو سکتا ہے جسے سب سے زیادہ علم ہو۔

نسبت موافقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

بعد ازاں صحابہ کرام کی موافقت کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مجمع میں ایک صحابی حاضر تھا اور ایک شخص اس کے پیچھے بیٹھا تھا وہ ہر مرتبہ یہ کہتا تھا کہ میں نے رسول خدا ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ ایک روز میں فلاں مقام پر تھا اور میرے ساتھ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ اسی طرح چند مرتبہ اس نے یاد کیا۔ کہ چند مرتبہ اس نے یاد کیا کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا کہ فلاں مقام پر تھا۔ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ میرے ہمراہ تھے اس صحابی نے مڑ کر دیکھا کہ کون یہ حکایت بیان کر رہا ہے جب غور کیا تو معلوم ہوا کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ تھے۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کاش میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سینے کا ایک بال ہوتا۔

ایک درویش کی حکایت

اتوار کے روز آٹھویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ایک درویش کے بارے میں یہ فرمایا کہ وہ خدا کا پیارا ہے اگر کوئی خدا کا پیارا دُنیا سے ملوث ہو تو وہ خدا کا پیارا نہیں رہتا بعد ازاں یہ شعر پڑھا

تا پاک نگر دی بتو آتش نہ دہند تا خاک نگر دی بتو آبش نہ دہند

رویتِ ہلال اور لاہور کی خرابی

بعد ازاں تاریخ وغیرہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ آج چاند کی اٹھائیسویں ہے نہ کہ انتیسویں یہاں سے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ لاہور میں ستائیسویں رمضان کو چاند دیکھا گیا اور یہ اس طرح ہوا کہ اس سال تین مہینے پے در پے انتیس دن کے تھے بادل اور غبار کی وجہ سے چاند دکھلائی نہ دیا۔ اہلِ شہر نے ہر مہینہ تیس دن کا شمار کیا جب تین مہینے گزر گئے تو ستائیسویں یا اٹھائیسویں ہی کو چاند دکھائی دیا پھر معلوم ہوا کہ ہم غلطی پر تھے بعد ازاں فرمایا کہ اس کی خرابی لاہور پر پڑی اور دوسری شامت یہ آئی کہ انہیں دنوں لاہور کے بعض سوداگر گجرات کی طرف گئے۔ ان دنوں گجرات ہندوؤں کے قبضے میں تھا۔ الغرض جب ہندوؤں نے ان سوداگروں کا اسباب خریدنا چاہا تو انہوں نے دُگنی قیمتیں بتائیں لیکن فروخت کرتے وقت بتائی ہوئی قیمت کا نصف کیا وہاں کے ہندوؤں کی یہ عادت تھی کہ جو اسباب فروخت کیا کرتے تھے اس کی قیمت ٹھیک بیان کرتے تھے اور اسی ایک ہی بھاؤ فروخت کیا کرتے۔ الغرض جب انہوں نے سوداگروں کا یہ معاملہ دیکھا تو ایک نے پوچھا کہ تم کس شہر کے ہو؟ کہا لاہور کے۔ اس ہندو نے پوچھا کیا وہ شہر آباد ہے؟ کہا: ہاں۔ ہندو نے کہا: جس شہر میں ایسا ہو وہ تو آباد نہیں رہ سکتا۔ القصہ جب سوداگر گجرات سے لوٹے تو اثنائے راہ میں انہوں نے سنا کہ کافروں نے لاہور کو برباد کر ڈالا ہے۔

دعویٰ کرامت کرنے والوں کے بیان میں

منگل کے روز بارہویں صفرسن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا ان لوگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی جو کرامت کا دعویٰ کرتے ہیں اور اپنے تئیں کشف میں مشہور کرتے ہیں فرمایا: اس بات کی کچھ وقعت نہیں: **فرض اللہ تعالیٰ علیٰ اولیائہ کتمان الکرامت کما فرض علیٰ انبیاء اظہار المعجزۃ۔**

اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء پر کرامت کا پوشیدہ رکھنا ایسا ہی فرض کیا ہے جیسا نبیوں پر معجزوں کا ظاہر کرنا پس اگر کوئی ولی اپنی کرامت کو ظاہر کرے۔ تو گویا اس نے فرض کو ترک کیا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ سلوک کے سو (۱۰۰) مراتب مقرر کیے ہیں جن میں سترواں (۱۷) مرتبہ کشف و کرامت کا ہے اگر سالک بھی اس مرتبے میں رہ جائے تو باقی کے تراسی (۸۳) مراتب کس طرح حاصل کرے گا؟

آدابِ مہمان نوازی

پھر خدمت کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا۔ رسولِ خدا ﷺ فرماتے ہیں: **ساقی القوم اخرھم شربا** ۔ یعنی جو لوگ قوم کو پانی دیتے ہیں انہیں خود سب سے پیچھے پینا چاہیے پھر فرمایا کہ کھانے میں بھی ایسا ہی کرنا واجب ہے دوسروں سے پہلے نہیں کھانا چاہیے۔

بعد ازاں فرمایا کہ میزبان کو واجب ہے کہ اپنے مہمان کے ہاتھ دھلانے سے پہلے اپنے ہاتھ دھوئے کیونکہ پہلے اپنے ہاتھ صاف ہوں پھر دوسرے کے ہاتھ دھلائے اور پانی پیتے وقت پہلے دوسروں کو پلائے اور بعد میں آپ پیے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اس بارہ میں بزرگوں نے کہا ہے کہ جو ہاتھ دھلائے کھڑے ہو کر دھلائے بعد ازاں فرمایا کہ ایک شخص شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ہاتھ دھلانے کے لیے حاضر ہوا اور بیٹھ گیا جب بیٹھا تو شیخ صاحب خود اٹھ کھڑے ہوئے پوچھا: کیوں؟ فرمایا: اس پر واجب تھا کہ کھڑا ہو کر ہاتھ دھلاتا چونکہ وہ بیٹھ گیا ہے اب مجھے واجب ہے کہ کھڑا ہو جاؤں۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بطور مہمان وارد ہوئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ دھلائے۔ بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کسی دوست کے ہاں بطور مہمان وارد ہوئے اس دوست نے جو کھانا تیار کرنا تھا۔ اس کی چیزوں کی فہرست کاغذ پر بنائی۔ اور لونڈی کو کہا کہ جو کھانا میں نے اس کاغذ پر لکھ دیا ہے وہ ضرور تیار کرنا یہ کہہ کر خود کسی کام کے لیے باہر چلا گیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے لونڈی سے کاغذ لے کر اپنے حسب منشاء اور اس میں کھانے درج کر دیئے۔ جب لونڈی نے کاغذ دیکھا تو جو کھانے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اور لکھ دیئے تھے وہ بھی پکائے جب گھر کا مالک آیا اور کھانا چنا گیا تو کھانا بہت دیکھ کر جا کر لونڈی سے وجہ پوچھی اس نے کاغذ دکھلایا۔ جب اس نے دیکھا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے خود اپنے حسبِ منشا اور کھانے اس میں درج کر دیئے ہیں تو بہت خوش ہوا اور اس لونڈی کو مع چھوٹے چھوٹے غلاموں کے آزاد کر دیا۔

پھر ضیافت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ بغداد میں ایک درویش تھا جس کے دستر خوان پر ہر روز ایک ہزار دو سو پیالے کھانے کے خرچ ہوتے اور جس کے اٹھارہ باورچی خانے تھے۔

الغرض ایک روز خدمت گاروں کو پوچھا کہ کھانا تقسیم کرتے وقت کسی کو بھول تو نہیں جاتے ہو؟ کہا نہیں ہم سب کو کھانا دیتے ہیں پھر شیخ نے پوچھا کہ سوچو کہا ہم کسی کو نہیں بھولتے۔ سب کو کھانے کے وقت بلا لیتے ہیں اور جسے دینا ہوتا ہے دیتے ہیں۔ پھر شیخ نے کہا کہ اس کام میں فروگزاشت نہیں کرنی چاہیے۔ خدمت گاروں نے کہا: شیخ صاحب کو یہ بات کیسے معلوم ہوگئی فرمایا: آج تین دن سے مجھے کھانا نہیں ملا۔ چونکہ باورچی خانے زیادہ تھے اس لیے وہ اس خیال میں رہتے کہ شاید دوسرے باورچی خانے سے شیخ صاحب کو کھانا پہنچ گیا ہوگا ہر ایک یہی جانتا تھا کہ کسی اور باورچی خانے سے شیخ صاحب کو گیا ہوگا۔ جب تین دن اس طرح گزر گئے تو شیخ صاحب نے یہ بات ظاہر کی۔

پھر سلطان کے حوض کے پانی کی بابت گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہتے ہیں کہ سلطان شمس الدین کو وفات کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے کیسا سلوک کیا۔ کہا: مجھے اس حوض کے عوض بخش دیا۔

شیخ نصیر الدین کی حاضری

بدھ کے روز ستائیسویں ماہ مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی اس سے ایک دن پہلے یعنی منگل کو نصیر الدین محمود سے جو مرید خوش اعتقاد تھے مشورہ کیا کہ کل آخری بدھ ہے جسے لوگ منحوس خیال کرتے ہیں آؤ ہم خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوں کہ وہاں تمام نحوستیں سعادت میں بدل جائیں گی۔

القصہ بدھ کو میں اور وہ حاضر خدمت ہوئے اور منگل کا واقعہ بیان کیا مسکرا کر فرمایا ہاں لوگ اس دن کو منحوس خیال کرتے ہیں لیکن یہ نہیں جانتے کہ یہ دن بہت ہی باسعادت ہے اور اس قدر مسعود ہے کہ اگر کوئی بچہ اس روز پیدا ہو تو وہ بہت ہی بزرگ ہوتا ہے۔

ذکر تغیر مزاج

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ بعض کا مزاج جلدی بگڑ جاتا ہے فرمایا جس کی طبع لطیف ہو۔ وہ جلدی برہم ہو جاتا ہے۔ ان معنوں کے مناسب مولانا فخر الدین رازی کی یہ رُباعی پڑھی۔

رُباعی

آنم کہ بہ نیم ناخوش گردم — وزنیمۂ نیم ذرّہ دِل کش گردم
از آب لطیف تر مزاجے دارم — دریاب مرا وگرنہ آتش گردم

ذکر تغیر قلوب الملوک

پھر بادشاہوں کے مزاج کے تغیر کے بابت فرمایا کہ کلمات قدسی میں سے ایک یہ ہے کہ "قلوب الملوک بیدی" رسولِ خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بادشاہوں کے دِل میرے ہاتھ میں ہیں۔ یعنی جب خلقت اللہ تعالیٰ سے راہِ راست پر ہوتی ہے تو میں ان کے دِلوں کو نرم کر دیتا ہوں اور جب راستے پر نہ ہو۔ تو ان کے دِلوں کو سخت کر دیتا ہوں۔

بعد ازاں فرمایا کہ نظر وہاں پر رکھنی چاہیے اور ہر چیز وہاں سے کرنی چاہیے ان معنوں کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ جن دنوں قباچہ ملتان کا حاکم تھا اور سلطان شمس الدین دہلی کا بادشاہ۔ ان میں باہم دشمنی ہوگئی شیخ بہاؤالدین زکریا ؒ اور ملتان کے قاضی نے سلطان شمس الدین کی طرف خط لکھے وہ خط قباچہ کے ہاتھ لگے جنہیں دیکھ کر وہ بہت برافروختہ ہوا۔ قاضی کو مروا ڈالا۔ اور شیخ صاحب کو گھر بلایا شیخ صاحب بے دھڑک اندر چلے گئے اور قباچہ کے دائیں طرف بیٹھ گئے قباچہ نے آپ کا خط آپ کے ہاتھ میں دے دیا شیخ صاحب نے مطالعہ کر کے فرمایا ہاں! میں نے ہی لکھا ہے اور سچ لکھا ہے جو تیری مرضی ہے کر۔ تو خود کر ہی کیا سکتا ہے۔ قباچہ نے جب یہ سنا تو سوچ میں پڑ گیا اشارہ کیا کہ کھانا لاؤ۔ معمول یہ تھا کہ شیخ صاحب کسی کے ہاں کھانا نہیں کھایا کرتے تھے قباچہ کا نشانہ یہ تھا جس وقت کھانا نہیں کھائیں گے اس وقت تکلیف دوں گا جب کھانا لایا گیا تو سب نے کھانا شروع کر دیا شیخ صاحب نے بِسْمِ اللہ کر کے کھانا شروع کیا۔ یہ دیکھ کر قباچہ کی ناراضگی دور ہوگئی۔ اور شیخ صاحب سلامت گھر آئے میرے دِل میں (مؤلف کتاب) مدت سے ایک بات تھی جس کے عرض کرنے کا موقعہ نہیں ملتا تھا وہ یہ تھی کہ اگر کوئی مرید ہو جو پانچ وقت کی نماز ادا کرتا ہو لیکن درود وغیرہ بہت کم کرتا ہو مگر شیخ کی محبت اس کے دِل میں بہت ہو اور پیر پر اس کا اعتقاد نہایت پکا ہو اور دوسرا مرید طاعت و تسبیح اور اوراد وغیرہ بہت کرتا ہو اور اس نے حج بھی کیے ہوں لیکن اس کا اعتقاد پیر کے حق میں درست نہ ہو تو ان میں سے مرتبے میں کون افضل ہے؟

بعد ازاں فرمایا کہ جو پیر کا محبّ اور معتقد ہے اس کا ایک وقت دوسرے کے سارے وقتوں کے برابر ہے۔

نفس سے جھگڑا

بعد ازاں فرمایا کہ بعض کا تو یہ مذہب ہے کہ اولیاء کو انبیاء پر فضیلت حاصل ہے۔ اس واسطے کہ انبیاء تو لوگوں میں مشغول رہتے ہیں۔ لیکن یہ مذہب باطل ہے کیونکہ اگرچہ انبیاء لوگوں میں مشغول رہتے ہیں پھر بھی جس وقت حق میں مشغول ہوتے ہیں وہ وقت اولیاء کے تمام وقت پر شرف رکھتا ہے اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ بنی اسرائیل میں ایک زاہد تھا جس نے ستر سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ستر سال بعد اسے کوئی ضرورت پیش آئی وہ حاجت اللہ تعالیٰ سے طلب کی لیکن پوری ہوئی۔

بعد ازاں ایک گوشے میں جا کر نفس سے جھگڑنا شروع کیا کہ اے نفس تو نے ستر سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی بے شک تیری اطاعت میں اخلاص نہ ہوگا اگر اخلاص ہوتا تو ضرور حاجت پوری ہو جاتی جب وہ اپنے نفس سے جھگڑ رہا تھا۔ تو پیغمبر وقت کو حکم ہوا کہ اس زاہد کو کہو کہ تیرا نفس کے ساتھ جھگڑنا اس ستر سالہ عبادت سے بڑھ کر ہے۔

معانی عرس و بزرگ مشائخ

منگل کے روز سترہویں ماہ ربیع الاوّل سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا حاضرین میں سے ایک نے عرس کے معنی پوچھے فرمایا: عرس کے معنی عروس کرنے کے ہیں اور عرس کے معنی رات کے وقت قافلے کا ڈیرا جمانا ہے۔ پھر مشائخ کی بزرگی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی اور نیز ان کے صدق اور نگہداشت فرمانِ پیر اور طلب حق کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی۔ ایک دفعہ شیخ نجیب الدین متوکل نے شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز سے سوال کیا کہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ جس وقت آپ نماز ادا

کرتے ہیں اور اس کے بعد یا ربّ کہتے ہیں تو ''لبیك عبدی'' کی آواز سنتے ہیں؟ فرمایا نہیں بعد ازاں فرمایا کہ ''الاذاجات افواہ مقدمة السکون'' جھوٹی خبریں اڑائی ہوئی خاموشی کا پیش خیمہ تھیں یعنی جھوٹ ہے بعد ازاں شیخ نجیب الدین نے پوچھا کہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام بھی آپ کے پاس آتے ہیں فرمایا نہیں بعد ازاں شیخ نجیب الدین نے پوچھا کہ کہتے ہیں کہ آپ کے پاس مردان غیب آتے ہیں اس کا بھی جواب نفی ہی میں دیا صرف اتنا فرمایا کہ تو بھی ابدالوں میں سے ہے۔ یہاں سے شیخ فرید الدین نور اللہ مرقدہٗ کی بزرگی اور آپ کی والدہ کی بزرگی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ والدین کی صلاحیت بچے پر بڑا اثر کرتی ہے۔

ذکر بزرگی والدہ بزرگوار شیخ کبیر (بابا فرید) رحمۃ اللہ علیہ

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ کبیر کی والدہ صاحبہ بہت ہی بزرگ تھیں ایک رات کوئی چور آپ کے گھر آیا سب سوئے ہوئے تھے صرف شیخ صاحب کی والدہ صاحبہ جاگتی تھیں۔ اور یادِالٰہی میں مشغول تھیں جب چور آیا' تو اندھا ہو گیا باہر نہیں جا سکتا تھا آواز دی کہ اگر کوئی مرد گھر میں ہے تو وہ میرا باپ ہے اگر عورت ہے تو میری ماں بہن ہے جو بھی ہے اس کے خوف نے مجھ پر اثر کیا ہے اور میں اندھا ہو گیا ہوں اب جب تک میں زندہ رہوں گا چوری نہیں کروں گا شیخ صاحب کی والدہ صاحبہ نے دعا کی وہ بینا ہو گیا اور چلا گیا جب دِن ہوا تو شیخ صاحب کی والدہ نے کسی سے اس بات کا ذکر نہ کیا ایک گھڑی بعد اس شخص کو دیکھا کہ سر پر چھاچھ کا مٹکا دھرے اپنی بیوی کو ہمراہ لیے آیا۔ اس سے پوچھا: تو کون ہے؟ کہا: میں اس رات اس گھر چوری کرنے آیا تھا ایک بزرگ عورت یہاں بیدار تھی میں اس کی ہیبت سے اندھا ہو گیا۔ پھر اس نے دعا کی تو میں بینا ہو گیا میں نے عہد کر لیا تھا کہ جب بینا ہو جاؤں گا تو پھر کبھی چوری نہیں کروں گا اب میں خود بھی آیا ہوں اور اپنی بیوی کو بھی ہمراہ لایا ہوں تاکہ ہم مسلمان ہو جائیں۔ الغرض اس عورت کی برکت سے سارے مسلمان ہوئے اور چوری سے بالکل توبہ کی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

بعد ازاں ایک اور حکایت اسی بارے میں بیان فرمائی کہ جن دنوں شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز اجودھن میں سکونت پذیر تھے ان دنوں شیخ نجیب الدین کو والدہ صاحبہ نے وہاں بلانے کے لیے بھیجا۔ شیخ نجیب الدین جا کر لائے تو اثنائے راہ میں درختوں کی چھاؤں میں بیٹھے۔ پانی کی ضرورت ہوئی شیخ نجیب الدین پانی کی تلاش میں گئے۔ جب واپس آئے تو والدہ صاحبہ کو نہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ دائیں بائیں دیکھ بھال شروع کی بہت کوشش کی لیکن پتہ نہ ملا حیران ہو کر شیخ کبیر کی خدمت میں آ کر ماجرا بیان کیا شیخ صاحب نے فرمایا کہ کھانا پکاؤ اور صدقہ دو مدت بعد جب شیخ نجیب الدین کو پھر اس مقام پر جانے کا اِتفاق ہوا تو درختوں تلے آ کر خیال آیا کہ یہاں دیکھوں تو سہی شاید والدہ صاحبہ کا نشان مل جائے ویسا ہی کیا ڈھونڈتے ڈھونڈتے آدمی کی چند ہڈیاں ملیں۔ دِل میں خیال کیا شاید یہی والدہ صاحبہ کی ہڈیاں ہیں شیر یا کسی اور درندے نے ہلاک کر ڈالا ہو گا ساری ہڈیاں جمع کر کے تھیلے میں ڈالیں اور شیخ فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں لا کر سارا ماجرا بیان کیا۔ شیخ صاحب نے فرمایا: تھیلی مجھے دکھاؤ جب تھیلی جھاڑی تو ایک ہڈی بھی نہ ملی خواجہ صاحب جب اس پر پہنچے تو آبدیدہ ہو کر فرمایا یہ بات عجائب روزگار سے ہے۔

ذکر ملاقات حضرت خضر با حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز

پھر مردان غیب کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی خواجہ صاحب نے فرمایا کہ شروع میں کبھی کبھی میرے دِل میں خیال آتا کہ لوگوں سے مل جل کر بیٹھوں پھر سوچتا کہ یہ کیسی خواہش ہے کسی اور مصلحت کے در پے ہونا چاہیے یہاں پر ایک حکایت بیان فرمائی کہ شیخ قطب الدین بختیار کاکی ؒ شروع حال میں جب اوش میں تھے (اس شہر کے کنارے پر ایک غیر آباد مسجد تھی اس مسجد کے ایک مینار کو ہفت منارہ کہتے تھے) تو آپ کو معلوم ہوا کہ ایک دعا ہے جو اس مینار پر پڑھی جائے تو حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوتی ہے یہ دعا تو ایک تھی لیکن اسے ہفت دعا کہتے تھے ساتھ ہی اس کے ایک دوگانہ ادا کرنا پڑتا تھا جو دوگانہ اس مسجد میں ادا کرے اسے حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات نصیب ہوتی ہے الغرض شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کو اشتیاق ہوا کہ حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھیں۔ ماہِ رمضان کی ایک رات مسجد میں جا کر دوگانہ ادا کیا اور اس منارے پر دعاء پڑھی نیچے اُترے تو ایک گھڑی ٹھہرے رہے لیکن کوئی آدمی دکھائی نہ دیا نا اُمید ہو کر مسجد سے نکلے تو ایک آدمی کو کھڑے دیکھا اس نے آپ کو بلایا کہ ایسے بے وقت یہاں کیوں آئے تھے؟ فرمایا: میں یہاں خضر علیہ السلام کی ملاقات کے لیے آیا تھا دوگانہ ادا کر کے دعاء بھی پڑھی لیکن یہ دولت نصیب نہ ہوئی۔ اب گھر جاتا ہوں اس مرد نے پوچھا: تو خضر علیہ السلام کو کیا کرے گا؟ وہ تو تیری طرح مارا مارا پھرتا ہے تو اسے دیکھ کر کیا کرے گا؟

اسی اثناء میں پوچھا کہ تو دنیا طلب کرتا ہے شیخ صاحب نے فرمایا نہیں پھر پوچھا کیا تو مقروض ہے؟ فرمایا: نہیں اس نے کہا: پھر خضر کو کیا کرے گا؟ پھر اس مرد نے پوچھا کہ اس شہر میں ایک مرد ہے کہ خضر اس کے دروازے پر بارہ مرتبہ گیا ہے لیکن اندر جانا نصیب نہیں ہوا وہ انہیں باتوں میں تھے کہ ایک مرد نورانی صورت پاکیزہ لباس پہنے نمودار ہوا اس مرد نے اس کی بڑی تعظیم کی اور اس کے پاؤں پر گر پڑا۔ قطب الدین طیب اللہ ثراہ نے فرمایا کہ جب وہ مرد میرے پاس آیا تو پہلے مرد کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ درویش مقروض نہیں اور نہ دُنیا طلب کرتا ہے۔ صرف آپ کی ملاقات کا خواہش مند ہے اسی اثناء میں نماز کی اذان سنی۔ ہر طرف سے درویش سے اور صوفی ظاہر ہوئے اور تکبیر تحریمہ کہہ کے جماعت کی۔ ایک نے امام بن کر تراویح میں بارہ سیپارے پڑھے۔ میرے دِل میں خیال آیا کہ اگر اور بھی زیادہ پڑھے تو بہتر ہو گا۔ الغرض جب نماز ختم ہوئی اور انہوں نے اپنی اپنی راہ لی میں اپنی جگہ پر آ گیا جب دوسری رات ہوئی۔ تو میں سویرے ہی وضو کر کے اس مسجد میں جا بیٹھا۔ کوئی آدمی نمودار نہ ہوا۔

تحمل

جمعہ کے روز بیسویں ماہ ربیع الاوّل سن مذکور کو دست بوسی کی سعادت نصیب ہوئی تحمل، تجربے اور لڑائی سے دور رہنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا: دو چیزیں ہیں۔ ایک قلب دوسرے نفسؔ جب کوئی نفس سے پیش آئے۔ تو اس سے قلب سے پیش آنا چاہیے یعنی نفس میں دشمنی غوغا اور فتنہ ہے اور قلب میں سکوت و رضا اور نرمی یعنی جب کوئی لڑے تو اس سے نرمی سے پیش آئے۔ تاکہ نفس مغلوب ہو جائے لیکن اگر کوئی شخص نفس سے پیش آئے اور دوسرا بھی نفس سے پیش آئے تو پھر دشمنی کی کوئی حد نہیں رہتی پھر تحمل اور حلم کی فضیلت میں یہ شعر پڑھا

اگر کو ہی بکاہی ہم نہ نہ زی ۔۔۔ زہر بادے چو کاہے گر بلرزی

فتوح قبول کرنے کے بارے میں

جمعرات کے روز ماہ جمادی الآخر سن مذکور کو قدم بوسی کی سعادت نصیب ہوئی فتوح کے قبول کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی میں نے عرض کی کہ میں نے کبھی کسی سے کوئی چیز نہیں مانگی اگر کوئی بغیر مانگے کچھ دے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ لے لینی چاہیے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول خدا ﷺ نے کوئی چیز عمر خطاب رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے پاس کچھ ہے جناب! یہ کسی فقیر کو عنایت فرمائیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو چیز بغیر مانگے تجھے ملے۔ اسے کھا بھی اور صدقہ بھی کر۔

اتوار کے روز انتیسویں ماہ رجب سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس بارے بات شروع ہوئی کہ میری تنخواہ مدت سے رکی ہوئی تھی جو مجھے ملی۔ جب خواجہ صاحب کو میری تنخواہ اور ثابت قدمی معلوم ہوئی تو فرمایا کہ کاموں میں ثابت قدمی اور انہیں ہمیشہ کرتے رہنا بڑے کام کی چیز ہے۔

بعد ازاں فرمایا: شیخ الاسلام کے نواسے کبیر ملک نظام الدین کو قوال کے گھر آیا جایا کرتے تھے یہاں تک کہ نظام الدین کو قوال اس بات سے تنگ آ گیا۔ اور کہہ دیا کہ آئندہ اس گھر میں نہ آنا لیکن وہ کسی طرح نہ رکا۔ انہیں دنوں نظام الدین نے چھ اشرفیاں میرے پاس بھیجیں جو میں نے نامنظور کیں۔ اور واپس بھیج دیں جب واپس آیا تو نظام الدین نے کبیر کو دے دیں۔

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ ہر ایک کام کی ملازمت پھل دیتی ہے پھر میری تنخواہ کے بارے میں فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک زاہد نے اللہ تعالیٰ کی بہت سال طاعت کی۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اس وقت پیغمبر کے پاس وحی بھیجی کہ اس شخص کو کہہ دے کہ طاعت کے لیے تو اس قدر تکلیف کیوں اٹھاتا ہے ہم نے تو تجھے ماتم پرسی (عذاب) کے لیے پیدا کیا ہے جب پیغمبر نے یہ پیغام پہنچایا تو مارے خوشی کے چکر لگانے لگا۔ پیغمبر نے پوچھا: خوشی کا یہ کونسا موقعہ ہے۔ کہا: بارے مجھے یاد تو کیا ہے

من بہ ہمیں خوش کہ سخن میکند　　　او سخن از کشتنی من می کند

بعد ازاں تحمل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو اسی اثناء میں شیخ الاسلام فرید الحق قدس اللہ سرہ العزیز کی حکایت بیان فرمائی کہ آپ دشمنوں کی بیخ کنی کرنے میں بڑے متحمل اور بردبار تھے بعد ازاں زبانِ مبارک سے فرمایا کہ جو قتل کرتا ہے کرنے دو' آخر قتل کرنے والا قاتل ہی ہے۔

بعد ازاں میں نے عرض کی لوگ جو دعاء پڑھتے ہیں: **اعینونی عباد اللہ رحمکم اللہ** ۔ یہ کس طرح ہے میری اصلی غرض اس سے یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کے غیر سے مدد طلب کرنا روا ہے یا نہیں فرمایا: دعا تو اس طرح ہے لیکن اس میں **عباد اللہ المسلمین و مخلصین** مضمر ہے۔ جائز ہے کہ یہ دعا پڑھی جائے اور بزرگوں نے یہ دعا پڑھی ہے بعد ازاں فرمایا کہ شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ یہ دعاء پڑھا کرتے تھے۔

شیخ نجیب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی اور مسبعات عشر کا پڑھنا

یہاں سے شیخ نجیب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ میں نے اس جیسا کوئی آدمی اس شہر میں

نہیں دیکھا۔ اسے یہ معلوم نہ ہوتا کہ آج دن کونسا ہے یا مہینہ کون سا ہے یا غلہ کس بھاؤ بکتا ہے۔ یا گوشت کس نرخ پر بیچتے ہیں غرض کہ کسی چیز کی اسے واقفیت نہ تھی صرف یادِ الٰہی میں مشغول رہتا بعد ازاں اس دعاء کے بارے میں فرمایا کہ حاجت برآری کے لیے مسبعاتِ عشر کا پڑھنا بھی آیا ہے میں نے عرض کی کہ کیا ہر روز وقت مقررہ پر پڑھنا چاہیے؟ فرمایا کہ اگر کوئی دِینی یا دُنیاوی مشکل پیش آئے۔ تو اس نیت سے علیحدہ پڑھنی چاہیے انشاء اللہ بفضل خداوہ مہم سرانجام ہوگی۔

تراویح میں

بدھ کے روز چوبیسویں ماہ مبارک رمضان کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تراویح کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی اور نیز لوگوں کے بارے میں جو قرآن شریف ختم کرتے ہیں فرمایا کہ ایک دفعہ ایک درویش خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں رات کو آیا شاید ماہِ رمضان کی پہلی رات تھی اس نے التماس کی کہ تراویح کی کہ نماز میں امامت کرتا ہوں شیخ صاحب نے اِجازت دی۔ الغرض تیس راتوں میں تیس ہی مرتبہ قرآن شریف ختم کیا شیخ صاحب ہر رات اس کے حجرے میں ایک روٹی اور ایک پانی کا کوزہ بھجوا دیتے جب تراویح ختم ہوئی اور عید ہوئی تو شیخ صاحب نے اسے الوداع کیا جب وہ چلا گیا تو حجرے میں آکر دیکھا کہ تیس روٹیاں پڑی ہیں صرف پانی کے کوزے پر گزارا کرتا رہا۔

ذکرِ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ ماہِ رمضان میں تراویح میں ایک مرتبہ قرآن شریف ختم کرتے اور ایک دن اور ایک رات کو کرتے جو مل کر اکسٹھ ختم ہو جاتے یعنی ایک تراویح کا تیس دن کے اور تیس رات کے۔

عید نوروز کے بیان میں

ہفتے کے روز گیارہویں ماہ ذوالحج سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا ان دنوں ایام تشریق تھے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ جمعہ کے دِن عید تھی کہ آپس میں مبارکباد دی کی ہے میں نے عرض کی کہ اس سے چار روز پہلے نوروز تھا میں نے ایک شعر کہا ہے: اس میں اس نوروز اور عیدوں دونوں کا ذکر کیا ہے یہ شعر سن کر بہت محظوظ ہوئے اور فرمایا کہ ایک مرتبہ شمس دبیر شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوا اور شیخ کی مدح میں کچھ شعر بنا کر لایا اور پڑھنے کے لیے اِجازت مانگی، شیخ صاحب نے فرمایا: پڑھو اس نے اٹھ کر پڑھے پھر فرمایا بیٹھ جا۔ فرمایا: پھر پڑھو۔ شمس دبیر نے پھر پڑھے بعد ازاں شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ العزیز نے ہر ایک شعر کو بیان فرمایا: خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ مشائخ کم شعر سنا کرتے ہیں خاص کر وہ اشعار جن میں ان کی مدح ہو۔ شیخ کے احوال کی کمالیت دیکھو کہ سنے اور پھر تعریف بھی کی الغرض یہ شعر سن کر فرمایا کہ تیرا مطلب کیا ہے۔ شمس دبیر نے عرض کی کہ تنگی ہے میری ماں بوڑھی ہے اس کی پرورش کرتا ہوں شیخ صاحب نے فرمایا: جاؤ! شکرانہ لاؤ۔ یہاں پر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جس کام میں شیخ الاسلام کسی کو فرمایا کرتے کہ جاؤ۔ شکرانہ لاؤ وہ کام ضرور ہو جاتا الغرض شمس دبیر چلا گیا اور چند چیتل لایا ان دنوں چیتل تیروں کے ہوتے تھے الغرض پچاس یا کم و بیش لا کر حاضر خدمت کیے شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا کہ بانٹ دو ان میں سے چار میرے حصے بھی آئے تب شیخ صاحب نے دعا کی اور شمس دبیر کو فراخی اور منزلت حاصل ہوئی چنانچہ

سلطان غیاث الدین کے بیٹے کا دبیر (منشی - محرر - سیکرٹری وغیرہ) مقرر ہوا اور اس کا کام بن گیا اگرچہ شیخ صاحب انتقال فرما گئے تھے۔ لیکن اس نے شیخ صاحب کے فرزندوں اور اہلِ بیت کی اتنی خدمت نہ کی شاید اسے کسی نے بتلایا نہیں۔

بعد ازاں شمس الدین دبیر کے اخلاق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو میں نے عرض کی کہ میری اس سے رشتہ داری ہے خواجہ صاحب نے پوچھا کبھی اس سے مل کر بھی رہے ہو میں نے عرض کی کہ جن دنوں سلطان غیاث الدین لکھنوتی گیا تو اس سفر میں لشکر کے ساتھ میں اور وہ خشکی اور تری میں اکٹھے سفر کر رہے تھے شیخ صاحب نے پوچھا کیا وہ تمہارا اہم قوم تھا۔ میں نے عرض کی جناب! وہ میرا اہم قوم تھا بعد ازاں فرمایا کہ شمس دبیر نے قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح شیخ کبیر قدس اللہ سرہ العزیز سے پڑھے۔

پھر فرمایا کہ شمس دبیر اور شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ اکٹھے ہی شیخ صاحب کی خدمت سے روانہ ہوئے اور چند منزلیں طے کیں اور پھر ایسے مقام پر پہنچے جہاں سے ایک راستہ سنام کو جاتا تھا اور دوسرا سرستی کو جب ایک دوسرے کو وداع کیا تو شیخ جمال الدین نے شمس دبیر کی طرف دیکھ کر یہ مصرع کہا:

مصرع

اے یار قدیم راست مے روی

اس وقت اس مصرعے سے ہم تینوں کو بڑا ذوق حاصل ہوا۔

ہفتے کے روز انتیسویں ماہ مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا اس سے مجھے کچھ فکر دامنگیر تھی کہ شاید کسی نے آپ کی خدمت میں میری طرف سے بدظنی پیدا کی ہے جب حاضر خدمت ہوا تو آپ نے پہلے ہی یہ بات فرمائی کہ اگر کوئی کسی کے پاس کسی کی بدی کرے تو ہمیں اس بات کی تمیز حاصل ہے کہ وہ بات سچی ہے یا جھوٹی یا اس میں کچھ لگاؤ رہا ہے۔ جب میں نے یہ بات سنی تو میرا دِل خوش ہوگیا میں نے عرض کی کہ ہم خدمت گاروں کو اسی بات پر بھروسہ ہے کہ آنجناب کا باطن ہی حاکم ہے۔

ذکر کرامت اولیاء

پھر اولیاء کی کشف و کرامت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو شیخ سعد الدین حمویہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا کہ آپ پیر بزرگ تھے لیکن وہاں کا حاکم آپ کا چنداں معتقد نہ تھا ایک روز وہ حاکم شیخ صاحب کی خانقاہ کے پاس سے گزرا تو دربان کو اندر بھیجا کہ اس صوفی بچے کو باہر لاؤ۔ تاکہ میں اسے دیکھوں۔ دربان نے اندر جا کر پیغام پہنچایا شیخ نے اس بات پر توجہ بھی نہ کی نماز میں مشغول ہوئے دربان نے باہر آ کر صورت حال بیان کی بادشاہ کی ناراضگی جاتی رہی اندر آیا تو شیخ صاحب تعظیم کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے اور بشاشت ظاہر کی دونوں ایک ہی جگہ بیٹھے پاس ہی ایک باغ تھا۔ شیخ سعد الدین نے فرمایا کہ تھوڑے سے سیب لاؤ جب سیب لائے گئے تو شیخ صاحب خود بھی کھاتے رہے اور بادشاہ کو بھی دیتے رہے اس تھال میں ایک سیب بہت بڑا تھا بادشاہ کے دِل میں خیال آیا کہ اگر شیخ میں کچھ کرامت اور صفائی ہے تو وہ سیب اٹھا کر مجھے دے گا جونہی اس کے دِل میں خیال آیا تو شیخ صاحب نے ہاتھ بڑھا کر وہ سیب اٹھا لیا اور بادشاہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں ایک مرتبہ سیر کرتے کرتے ایک شہر میں جا نکلا وہاں پر کیا دیکھتا ہوں کہ لوگوں کا مجمع ہے اور ایک شخص کھیل رہا ہے اس کھیل میں ایک گدھا ہے جس کی آنکھیں ایک کپڑے سے بند ہیں اسی

اثناء میں کھلاڑی نے اپنی انگوٹھی ناظرین میں سے ایک کو دی اور حاضرین کو مخاطب ہو کر کہا کہ یہ گدھا اب بتا دے گا کہ انگشتری کس کے پاس ہے پھر گدھے کو اسی طرح آنکھیں باندھے ہوئے اس مجمع میں پھرایا وہ ہر ایک کو سونگھتا تھا۔ حتیٰ کہ اس شخص کے پاس جا کر ٹھہر گیا جس کے پاس انگوٹھی تھی کھلاڑی نے آ کر اس شخص سے انگوٹھی لے لی۔ الغرض شیخ سعد الدین نے اس قدر تقریر کے بعد بادشاہ کو فرمایا کہ اگر لوگ کرامت یا کشف دکھائیں تو اس گدھے کی طرح ہیں اور اگر نہ دکھائیں تو تمہارے دِل میں خیال گزرتا ہے کہ اس میں صفائی اور کرامت ہی نہیں یہ کہہ کر سیب اس کی طرف پھینک دیا۔

بعد ازاں شیخ سعد الدین کی وفات اور شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ کی بابت حکایت بیان فرمائی کہ ایک رات شیخ سعد الدین حمویہ رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دکھایا کہ شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ کی جا کر ملاقات کی جب شیخ سعد الدین حمویہ بیدار ہوئے۔ تو اپنے مقام سے روانہ ہوئے۔

ذکر الہام شیخ سعد الدین بملاقات سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ

وہاں سے شیخ سیف الدین کے مقام تک تین مہینے کا راستہ تھا۔ نیز شیخ سیف الدین -------کو بھی خواب میں جتلا دیا کہ شیخ سعد الدین حمویہ (رحمۃ اللہ علیہ) کو ہم نے تمہارے پاس بھیجا ہے الغرض جب تین منزلیں رہ گئیں تو کسی کو شیخ سیف الدین کے پاس بھیجا کہ میں نے تین مہینے کی راہ طے کی ہے۔ آپ تین منزلیں آ کر میرا استقبال کریں جب یہ پیغام شیخ سیف الدین نے سنا تو فرمایا کہ وہ فضول ہے۔ وہ مجھے نہیں دیکھ سکے گا چنانچہ اسی منزل پر اِنتقال فرمایا۔ اور شیخ سیف الدین کا دیدار نصیب نہ ہوا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید کی زبانی سنا ہے کہ ایک روز شیخ بہاؤ الدین اپنے مقام سے باہر نکلے اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہا۔ پوچھا: کیوں؟ فرمایا: شیخ سعد الدین حمویہ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا ہے تھوڑے دنوں بعد معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی وقت شیخ سعد الدین کا اِنتقال ہوا تھا بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ پہلے شیخ سعد الدین حمویہ رحمۃ اللہ علیہ نے انتقال فرمایا اس کے تین سال بعد شیخ سیف الدین باخرزی نے اور اس کے تین سال بعد شیخ بہاؤ الدین زکریا نے اور اس کے تین سال بعد شیخ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے۔

ذکر صفت دُنیا

جمعرات کے روز پندرہویں ماہ محرم ۷۱۵ھ ہجری کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا دنیا کی صفت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ کس چیز میں دُنیا ہے اور کس میں نہیں فرمایا کہ ایک لحاظ سے صورت و معنی میں دُنیا ہے اور ایک لحاظ سے نہ صورت میں ہے نہ معنی میں اور ایک لحاظ سے صورت میں ہے معنی میں نہیں اور ایک لحاظ سے صورت میں نہیں لیکن معنی میں ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جو چیز خرچ سے زیادہ ہے وہ صورت و معنی میں دُنیا ہے اور جو صورت و معنی میں دُنیا نہیں وہ با اخلاص طاعت ہے اور ظاہر میں دُنیا نہیں لیکن حقیقت میں ہے۔ وہ ایسی طاعت ہے جو نفع اُٹھانے کی خاطر کی جائے۔ اور جو ظاہر میں دُنیا ہے لیکن حقیقت میں نہیں کیونکہ وہ اپنے حرم کی حق ادائی ہے یعنی اپنی بیوی سے اس نیت سے ہمبستری کرنا کہ اس کا حق ادا ہو جائے اگر چہ یہ ظاہر میں فعل دنیا ہے۔ لیکن حقیقت میں دُنیا نہیں۔

ذکر اوراد وادعیہ

اتوار کے روز پانچویں ماہ صفر سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا اور اوراد وادعیہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی مجھ سے پوچھا کہ کونسا ورد آج کل کیا کرتے ہو۔ میں نے عرض کی کہ جو جناب کی زبان مبارک سے سنا ہے پانچوں وقت کی نماز کے بعد جو صورت فرمائی ہے وہ بھی پڑھتا ہوں عصر کی نماز کے بعد پانچ مرتبہ سورہ نباء اور مقررہ سورتیں جو سنتوں میں فرمائی ہیں اور دو وقت مسبعات عشر اور سو بار لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک وھو علیٰ کل شیءٍ قدیر پڑھتا ہوں۔

بعد ازاں فرمایا کہ دس تسبیحیں اور ہیں جن میں سے ہر ایک سو مرتبہ پڑھنی چاہیے تاکہ ہزار بار ہو جائے اگر کوئی سو مرتبہ نہ پڑھ سکے تو دس مرتبہ پڑھے جن کا مجموعہ سو مرتبہ ہو جائے گا۔ وہ دس تسبیحیں یہ ہیں: اوّل: لا الـه الا الله وحده لا شريك له له الملك ولـه الـحـمـد يحيى ويميت وحى لا يموت ذو الجلال والا كرام بيده الخير وهو علىٰ كل شىء قدير ۔دوسری سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم ۔تیسری سبحان اللهؕ بحمده سبحـان الله الـعلى العظيم و بحمده استغفر الله من كل ذنب واتوب اليه ۔چوتھی استـغفر الله الذى لا اله الا هو الـحـى الـقـيـوم واسالة التوبة استغفر الله من كل ذنب اذنبة عمدا اوخطاء سرا او علانية واتوب اليه ۔پانچویں سبحان الملك القدوس سبوح قدوس ربنا وربّ الملئكة والروح ۔چھٹی اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطى لما منعت ولا راد لما قضيت ولا ينفع ذالجد منك الجد ۔ساتویں، اللّٰهم اغفر لى ولوالدى والاستاذى والجميع الـمـؤمـنيـن والـمؤمنات والمسلمين والمسلمات الاحياء منهم والاموات ۔آٹھویں، اللّٰهم صل علىٰ (سيّدنا) مـحـمد وعلىٰ ال محمد وبارك وسلم وصل علىٰ جميع الانبياء والمرسلين ۔نویں، اعوذ بالله السميع العليم من الشيطٰن الرجيم اعوذ بك من همزات الشيطٰن واعوذ بك ربّ ان يحفرون ۔دسویں، بسم الله خير الاسماء بسم الله الذى لا يضرمع اسمه شىء فى الارض ولا فى السماء وهو السميع العليم۔

عشق وعقل کے بارے میں

اتوار کے روز گیارہویں ماہ مذکور سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا عشق اور عقل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا یہ ایک دوسرے کی ضد ہیں علماء اہل عقل ہیں اور درویش اہل عشق علماء کی عقل درویشوں کے عشق پر غالب ہے اور درویشوں کا عشق علماء کی عقل پر۔ انبیاء میں دونوں حالتیں تھیں بعد ازاں غلبہ عشق کے بارے میں یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا۔

عقل رابا عشق کارے نیست زودش پنبہ کن
تاچہ خواہی کردآں اشتر دِل جولاہ را

ان معنوں کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ ملتان میں ایک شخص علی کھوکھری نام ہو گزرا ہے وہ جس میں عشق اور درد نہ ہوتا اس کا معتقد نہ ہوتا خواہ وہ کیسا ہی زاہد اور عابد کیوں نہ ہوتا اور کہا کرتا کہ فلاں شخص کچھ بھی نہیں۔ اسے تو اشک (عشق) نہیں اس کی زبان سے بات تک درست نہیں نکلتی تھی عشق کو اشک کہتا تھا۔ اسی بارے میں فرمایا کہ یحییٰ معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محبت کا ایک

ذرّہ تمام آدمیوں اور پریوں کی عبادت سے کہیں بڑھ کر ہے پھر فرمایا کہ شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز بارہا ایک شخص کو فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تجھے درد عطا کرے وہ حیران تھا کہ یہ کیسی دعا ہے اس وقت اسے معلوم ہوا کہ اس دعا کا کیا مطلب ہے۔

پھر شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ آپ بداؤں پہنچے ایک روز گھر کی دہلیز پر بیٹھے تھے کہ ایک شخص چھاچھ کا مٹکا سر پر رکھے پاس سے گزرا وہ شخص مواسی کا رہنے والا تھا۔ جو بدایوں کے پاس ہی ایک گاؤں ہے جسے کھیتر بھی کہتے ہیں۔ وہاں پر راہزن اور لٹیرے اور ڈاکو بہت رہتے تھے۔ وہ چھاچھ فروش بھی انہیں میں سے ایک تھا۔ الغرض جب اس کی نگاہ شیخ جلال الدین کے روئے مبارک پر پڑی تو دیکھتے ہی اس کا دل پھر گیا جب پھر غور سے دیکھا تو کہا دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسے مرد بھی ہوتے ہیں فوراً ایمان لے آیا شیخ صاحب نے اس کا نام علی رکھا جب وہ مسلمان ہو گیا تو گھر سے ایک لاکھ چیتل (نام سکہ) شیخ صاحب کی خدمت میں لایا۔ شیخ صاحب نے قبول فرمایا اور کہا کہ اسے اپنے پاس رکھو جہاں میں کہوں گا صرف کرنا مختصر یہ کہ وہ روپیہ ہر ایک کو دینا شروع کیا کسی کو سو درم کسی کو کم و بیش اور جس کو کم سے کم ملتے اسے بھی پانچ ملتے اس سے کم کسی کو نہ ملتے تھوڑی مدت میں سارا روپیہ ختم ہو گیا۔ صرف ایک درہم باقی رہ گیا علی کہتا ہے کہ میرے دِل میں خیال گزرا کہ اب صرف ایک درہم باقی رہ گیا ہے اور کم از کم پانچ درہم دیئے جاتے ہیں اب اگر کسی کو دینے کے لیے فرمائیں گے تو کیا کروں گا؟ اسی سوچ میں تھا کہ ایک سائل آیا شیخ صاحب نے فرمایا کہ اسے ایک درہم دے دو۔

شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب میں فرمایا کہ جب آپ بدایوں سے لکھنوتی کی طرف روانہ ہوئے تھے تو علی بھی پیچھے روانہ ہوا فرمایا واپس چلا جا عرض کی میں کس کے پاس جاؤں آپ کے سوا میں کسی کو جانتا بھی نہیں۔ پھر فرمایا واپس چلا جا۔ عرض کی میں کس کے پاس جاؤں؟ آپ کے سوا میں کسی کو جانتا نہیں۔ پھر فرمایا: واپس چلا جا۔ عرض کیا: آپ ہی میرے پیر اور مخدوم ہیں میں آپ کے بغیر یہاں کیا کروں گا؟ شیخ صاحب نے فرمایا: واپس جا۔ کیونکہ یہ شہر تیری حمایت میں ہے۔

ذکر احوال متعبدان

پھر متعبدوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی جو طاعت بہت کرتے ہیں لیکن ان کے دِلوں میں دُنیاوی خیالات ہوتے ہیں فرمایا: خلقت کی چار قسمیں ہیں۔ اوّل وہ جن کا ظاہر آراستہ لیکن باطن خراب ہوتا ہے دوسرے جن کا ظاہر خراب اور باطن آراستہ ہوتا ہے تیسرے وہ جن کا ظاہر و باطن دونوں خراب ہوتے ہیں چوتھے وہ جن کا ظاہر و باطن دونوں آراستہ ہوتے ہیں۔ وہ لوگ جن کا ظاہر آراستہ اور باطن خراب ہوتا ہے وہ متعبد ہوتے ہیں جو طاعت بہت کرتے ہیں لیکن ان کے دِل دُنیا میں مشغول ہوتے ہیں وہ گروہ جن کے باطن آراستہ اور ظاہر خراب ہوتے وہ دیوانے ہوتے ہیں جو باطن میں یادِ الٰہی میں مشغول رہتے ہیں اور ظاہر میں ان کا سرو سامان نہیں ہوتا وہ لوگ جن کا ظاہر و باطن خراب ہوتا ہے وہ عام لوگ ہیں اور جن کا ظاہر و باطن درست ہے۔ وہ مشائخ ہیں۔

فقیر کا بادشاہ کی لڑکی پر عاشق ہونا

بدھ کے روز بائیسویں ماہ ربیع الاوّل سن مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی تو فرمایا کہ راہِ حق میں جس طرح اور جس لباس

میں چاہے آئے۔ انجام صدق پر ہی ہوتا ہے اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ ایک فقیر کی نگاہ بادشاہ کی لڑکی پر پڑی۔ دیکھتے ہی ہزار جان سے عاشق ہو گیا ادھر لڑکی بھی عاشق ہو گئی لڑکی نے کہلا بھیجا کہ درویش صاحب! موجودہ صورت میں میل جول ناممکن ہے لیکن ایک طریقہ ہے اگر وہ تو کرے تو شاید میل ہو جائے۔

وہ یہ کہ تو اپنے تئیں متعبد بنائے اور مسجد میں بیٹھ کر طاعت وعبادت کرے اور تیرا شہرہ ہو جائے پھر میں باپ سے اجازت لے کر تیرے دیدار کو آ سکتی ہوں اس نے ویسا ہی کیا ایک مسجد میں جا کر مشغول ہو گیا۔ جوں جوں ذوق وطاعت زیادہ ہوتی گئی اس قدر زیادہ عبادت کرتا گیا پھر اس کا شہرہ ہو گیا تو بادشاہ کی لڑکی اجازت لے کر دیدار کے لیے آئی تو درویش بھی وہی تھا اور جمال بھی وہی لیکن لڑکی نے اس میں خواہش یا حرکت کے آثار نہ دیکھے تو کہا: آخر میں نے ہی تجھے یہ طریقہ سکھایا تھا اب تو میری طرف متوجہ بھی نہیں ہوتا۔ درویش نے کہا: تو کون ہے میں تجھے کیا جانوں تو ہے کون؟ میں تو تجھے نہیں پہچانتا۔ الغرض اس سے روگرداں ہو کر یادِ الٰہی میں مشغول ہو گیا۔

خواجہ صاحب جب اس بات پر پہنچے تو آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ جس کو یہ ذوق حاصل ہو جائے تو اسے غیر کی کیا پروا ہے۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ عبداللہ مبارک جوانی کے ایام میں ایک عورت پر عاشق ہوئے ایک رات اس کی دیوار تلے آ کر اس سے جوں باتیں کرنی شروع کیں کہ دن کر دیا۔ جب صبح کی اذان ہوئی۔ تو آپ نے سمجھا شاید عشاء کی اذان ہے لیکن تھی صبح کی۔ اسی اثناء میں غیب سے آواز آئی کہ اے عبداللہ! تو نے ایک عورت کے عشق میں ساری رات کھڑے کھڑے گزار دی کبھی ہمارے لیے بھی ایسا کیا ہے؟ یہ سن کر توبہ کی۔ اور حق تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہو گئے آپ کی توبہ کا سبب یہی بات تھی۔

اسی اثناء میں کھانا لایا گیا ایک آدمی آیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ ابوالقاسم نصیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ جو شیخ ابوسعید ابوالخیر کے پیر تھے۔ یاروں کے ہمراہ کھانے میں مشغول تھے۔ کہ امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ جو امام غزالی کے اُستاد تھے آئے اور سلام کہا: شیخ ابوالقاسم اور ان کے یاروں نے بالکل توجہ نہ کی جب کھانا کھا چکے تو امام الحرمین نے فرمایا کہ میں نے آ کر سلام کیا لیکن تم نے جواب تک نہیں دیا۔ یہ کیا باعث ہے۔ شیخ ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: رسم رہی ہے کہ جو کسی جماعت میں آئے جو کھانے میں مشغول ہو تو آ کر سلام نہ کرے۔ آتے ہی بیٹھ کر کھانا شروع کر دے جب کھانے سے فارغ ہوں تو ہاتھ دھو کر سلام کہے۔ امام الحرمین نے پوچھا کہ یہ ازروئے عقل کہتے ہو یا ازروئے نقل۔ فرمایا: ازروئے عقل پوچھا: کس طرح؟ فرمایا: جو کھانا طاعت کی قوت کے لیے رکھا جاتا ہے اس وقت وہ اِنسان عین طاعت میں ہوتا ہے پس جو اللہ تعالیٰ کی طاعت میں ہو۔ مثلاً نماز وغیرہ میں وہ کس طرح وعلیکم السلام کہے۔ حاضرین میں سے ایک نے پوچھا کہ جو ہندو کلمہ پڑھے اور اللہ تعالیٰ کو ایک جانے اور پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا بھی قائل ہو لیکن جب مسلمان آئیں تو چپ کر جائے اس کا انجام کیسے ہو گا؟ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس کا معاملہ حق سے ہے۔ خواہ اسے بخش دے یا عذاب کرے۔

پھر فرمایا کہ بعض ہندوؤں کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ اِسلام سچا ہے لیکن پھر مسلمان نہیں ہوتے۔

یہاں سے ابوطالب کی حکایت شروع ہوئی کہ جب وہ بیمار ہوئے تو پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پاس جا کر فرمایا کہ آپ ایک مرتبہ تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے قائل ہو جائیں۔ خواہ زبان سے خواہ دِل سے تا کہ میں اللہ تعالیٰ کو کہہ سکوں کہ اِیمان لائے۔ بہت سمجھایا لیکن

کچھ اثر نہ ہوا اسی طرح کفر کی حالت میں فوت ہو گئے۔ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! آپ کا چچا گمراہی میں مرا ہے فرمایا: اسے غسل دو کفن میں لپیٹ کر بغیر لحد اوپر سے گرا دو یعنی اسے خاص وضع سے نہ رکھو۔

خراج جزیہ کے بیان میں

ہفتے کے روز نویں جمادی الاول سن مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی ان لوگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی جو خراج جزیہ اور قسطوں کے لینے میں خلقت سے زیادتی کرتے ہیں فرمایا کہ لاہور کے علاقے میں ایک گاؤں میں کوئی درویش رہتا تھا اور کھیتی باڑی کیا کرتا تھا اور اس سے اپنا گزارہ کیا کرتا تھا کوئی آدمی اس سے کوئی چیز نہ لیا کرتا تھا ایک مرتبہ ایک کوتوال مقرر ہوا۔ اس نے درویش سے حصہ مانگا اور کہا کہ اتنے سالوں سے غلہ پیدا کر رہے ہو یا تو گزشتہ سالوں کا جزیہ دے یا کوئی کرامت دکھا درویش نے کہا: کرامت کیا چیز ہوتی ہے؟ میں مسکین آدمی ہوں کوتوال نے کہا: جب تک کوئی کرامت نہ دکھائے گا تجھے نہیں چھوڑوں گا درویش گھبرایا اور تھوڑی دیر ٹھہر کر کوتوال کی طرف دیکھا اور کہا: کیا کرامت دیکھنا چاہتا ہے؟ گاؤں کے پاس ندی تھی اس نے کہا کہ پانی پر چلو! درویش پانی پر پاؤں رکھ کر اس طرح گزر گیا جیسے کوئی خشکی پر چلتا ہے جب پار پہنچا تو کشتی طلب کی تاکہ واپس آئے اسے کہا گیا جس طرح گیا۔ اسی طرح واپس آجا۔ کہا: نہیں نفس موٹا ہو جاتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ میں کچھ ہو گیا ہوں۔

ذکر مراعات طعام و مہمان

پھر کھانے اور مہمانوں کی خاطر تواضع کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا: اس بارے میں یہ حدیث وارد ہے۔ من زار حیا ولم یذق منه شیئا فکانما زار میتا۔ جس نے کسی زندہ کی زیارت کی اور اس کی کوئی شے نہ چکھی گویا اس نے مردہ کی زیارت کی پھر شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا کہ آپ میں یہ عادت نہ تھی۔ آپ کے پاس خلقت آتی تو بغیر کھائے پیئے واپس چلی جاتی ایک نے آپ سے پوچھا کہ رسول خدا ﷺ کی حدیث ہے: من زار حیا ولم یذق منه شیء فکانما زار میتا۔ شیخ صاحب نے فرمایا: ہاں اس نے پوچھا پھر آپ اس پر عمل کیوں نہیں کرتے شیخ صاحب نے فرمایا لوگ اس حدیث کے معنی نہیں جانتے لوگ دو قسم کے ہیں ایک عوام اور دوسرے خواص مجھے عوام سے کچھ سروکار نہیں اور جو خواص ہیں وہ خود اس حدیث کے معنی جانتے ہیں میں خدا اور رسول ﷺ اور سلوک کے بارے میں ان سے باتیں کرتا ہوں ان کو فائدہ ہوتا ہے۔

خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ جب رسول خدا ﷺ کی خدمت میں یار حاضر ہوتے تو کوئی نہ کوئی چیز کھاتے پھر واپس جاتے کھانے کی چیز خواہ کھجور روٹی یا کچھ اور ہوتا - بعد ازاں فرمایا کہ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اگر کچھ نہ ہوتا تو فرماتے کہ پانی ہی لادو۔

پھر شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی بابت یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک خدا کا پیارا شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا اور کہا: کہ میں نے ایک مرتبہ شیخ شہاب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں سماع سنایا ہے شیخ بہاؤالدین نے فرمایا کہ چونکہ شیخ شہاب الدین نے سماع سنا ہے اس لیے زکریا کو بھی سننا چاہیے بعد ازاں اس عبداللہ کو اپنے پاس رکھا رات ہوئی۔ تو ایک شخص کو کہا کہ عبداللہ کو حجرے میں لے چلو اور ایک اس کے یار کو تیسرا شخص کوئی نہ تھا وہ آدمی وہ اور آپ یہ عبداللہ کہتا ہے کہ مجھے اور میرے یار کو

حجرے میں لے گئے جب عشاء کی نماز ادا کی اور شیخ صاحب وردوں سے فارغ ہوئے تو تنہا حجرے میں آئے۔ یا دو شخص ہم تھے یا آپ۔ شیخ صاحب بیٹھ گئے اور پھر ورد میں مشغول ہو گئے تقریباً آدھ سیپارہ پڑھا۔ بعد ازاں حجرے کی زنجیر لگا دی اور مجھے فرمایا کہ کچھ کہو میں نے سماع شروع کیا شیخ صاحب جنبش کرنے لگے اٹھ کر چراغ گل کیا۔ اندھیرا ہو گیا ہم اسی طرح سماع کیے گئے صرف اس قدر معلوم ہوتا تھا کہ شیخ صاحب گھوم رہے ہیں۔ جب پاس آتے تھے تو دامن دکھائی دیتا تھا اس سے معلوم ہوتا تھا کہ شیخ صاحب جنبش اور حرکت کر رہے ہیں لیکن تاریکی کی وجہ سے یہ معلوم نہ ہوتا کہ ضرب پر حرکت کرتے ہیں یا بغیر ضرب الغرض جب سماع ختم ہوا تو شیخ صاحب نے دروازہ کھول دیا اور اپنے مقام پر آ بیٹھے میں اور میرا یار وہیں رہے ہم کو کھانا وغیرہ کچھ نہ دیا رات گزری اور دن ہوا تو ایک خادم آیا اور ایک عمدہ کپڑا اور بیس اشرفیاں لائے اور مجھے دے کر کہا کہ شیخ صاحب نے کہہ دیا ہے یہ لے اور واپس چلا جا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہی عبد اللہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں آیا اور یہ حکایت بیان کی۔ مدت بعد پھر اس عبد اللہ نے ملتان جانے کا اِرادہ کیا شیخ الاسلام کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میں ملتان جانے کا اِرادہ رکھتا ہوں۔ لیکن راستہ پر خطر ہے آپ دعا کریں تاکہ میں صحیح سلامت پہنچ جاؤں شیخ صاحب نے فرمایا: یہاں سے فلاں گاؤں تک جو اس قدر فاصلے پر ہے وہاں پر ایک حوض ہے وہاں تک میرا علاقہ ہے وہاں تک تو سلامت جائے گا وہاں سے ملتان تک شیخ بہاؤ الدین کا علاقہ ہے یہ عبد اللہ کہتا ہے کہ یہ بات شیخ صاحب سے سن کر میں روانہ ہوا جب اس حوض کے نزدیک پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہاں پر ڈاکہ پڑتا ہے مجھے شیخ صاحب کی بات یاد آ گئی میں بے دھڑک چلا گیا اللہ تعالیٰ نے اس ڈاکو کو اس راہ سے دور پھینک دیا وہ راستہ بھول گئے اور میں صحیح سلامت اس حوض تک پہنچا وہاں پہنچ کر وضو کر کے دوگانہ ادا کیا بعد ازاں شیخ بہاؤ الدین ﷫ کو یاد کیا اور کہا یہاں تک تو شیخ فرید الدین کی حد تھی سلامت پہنچ گیا ہوں اب آگے آپ کی حد ہے اب آپ ذمہ دار ہیں جب میں حوض سے آگے بڑھا تو بغیر کسی تکلیف کے صحیح سلامت ملتان پہنچ گیا جب حاضر خدمت میں ہوا تو میں گودڑی پہنے ہوئے تھا' جب شیخ صاحب نے مجھے گودڑی پہنے دیکھا تو جھنجھلا کر فرمایا جو کچھ تو نے پہن رکھا ہے۔ یہ شیطانی لباس ہے اور بھی بہت کچھ کہا میں نے بھی تند ہو کر کہا کہ اگر میں نے گودڑی پہن لی تو کونسا عیب کیا ہے لوگوں کے پاس اس قدر دُنیاوی مال اور سونا چاندی ہے میں کچھ نہیں کہتا اگر میں نے گودڑی پہن لی تو کیوں اس قدر ناراض ہوتے ہیں شیخ صاحب نے دیکھا کہ میں (عبد اللہ) یکبارگی آپے سے باہر ہو گیا ہوں۔ تو فرمایا کیوں اس قدر باتیں بناتا ہے آخر وہ حوض یاد کر زکریا نے تیرے حق میں کونسی بات کہی ہے۔

ذکر خشم و شہوت

بدھ کے روز سولھویں ماہ جمادی الآخر سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا غصے اور شہوت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا جس طرح بے موقعہ شہوت رانی کرنا حرام ہے اسی طرح بے موقعہ ناراض ہونا بھی حرام ہے بعد ازاں فرمایا کہ اگر کوئی شخص دوسرے پر ناراض ہو اور وہ برداشت کر جائے تو نیکی اسے حاصل ہو گی جو برداشت کرتا ہے نہ کہ اس کو جو ناراض ہوتا ہے۔

ذکر کلاہِ لاطیہ و ناشزہ

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ اگر کوئی شخص کسی کو نصیحت کرے تو برملا نہ کرے کیونکہ اس طرح اس کی رسوائی ہوتی ہے

ملامت یا نصیحت جو کچھ کرے۔ خلوت میں کرے پھر فرمایا کہ ابو یوسف قاضی رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے تھے یاروں کو سبق پڑھا رہے تھے اور صوفیہ کلاہ سر پر رکھی تھی وہ کلاہ سفید نہ تھی سیاہ تھی۔ اور لاطیہ نہ تھی بلکہ ناشزہ تھی لاطیہ کلاہ وہ ہوتی ہے جو سر کے ساتھ ملی رہے ناشزہ وہ جو قدرے سر سے اونچی رہے الغرض اسی اثناء میں ایک شخص نے آ کر ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ کیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی ٹوپی سر پر رکھی ہے؟ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہاں! پھر فرمایا: سیاہ کلاہ پہنی ہے یا سفید؟ سفید ۔لاطیہ تھی۔ یا ناشزہ؟ ابو یوسف نے فرمایا: لاطیہ سائل نے پوچھا تو پھر آپ نے ناشزہ اور سیاہ ٹوپی سر پر پہن رکھی ہے اس صورت میں گویا آپ نے دو باتیں خلافِ سنت کی ہیں پھر آپ حدیثیں کیوں بیان کرتے ہیں؟ قاضی صاحب نادم ہوئے اسے فرمایا کہ یہ بات جو تو نے کی ہے دو حال سے خالی نہیں یا حق کیخاطر ہے اس صورت میں چونکہ برملا نصیحت کی ہے اس لیے تجھے اس کا ثواب نہیں ملے گا اگر میری تکلیف کے لیے ہے۔ تو تجھ پر افسوس ہے۔ افسوس ہے افسوس ہے۔

توبہ کے بارے میں

بدھ کے روز ساتویں ماہ رجب سن مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ توبہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی توبہ تین قسم کی ہے۔ حال ماضی اور مستقبل۔ حال وہ ہے کہ پشیمان ہو اور کیے ہوئے گناہ سے شرمندگی حاصل ہو ماضی وہ ہے کہ دشمنوں کو خوش کرے اگر کسی سے ایک درم چھین لے اور ساتھ ہی یہ کہے کہ توبہ توبہ ایسی توبہ توبہ نہ شمار ہو گی توبہ یہی ہے کہ اس کا درم واپس کر دے۔ اور اسے خوش کرے پھر اس کی توبہ، توبہ تصور ہو گی۔ اور اگر کسی کو برا بھلا کہا ہے تو معافی مانگے اور اسے خوش کرے اور اگر وہ شخص جسے برا بھلا کہا ہے فوت ہو جائے تو اسے جتنا برا بھلا کہا ہے اس سے زیادہ نیکی کرے اگر کسی کو مار ڈالا ہے اور اس کا کوئی رشتہ دار یا والی زندہ نہ ہو۔ تو غلام آزاد کرے یعنی مردے کو زندہ تو نہیں کر سکتے اس لیے غلام آزاد کرنا چاہیے جو شخص اس صورت میں غلام آزاد کرتا ہے وہ گویا مردے کو زندہ کرتا ہے اگر کوئی شخص کسی کی منکوحہ یا لونڈی کیساتھ زنا کرے تو ان سے معافی نہ مانگے بلکہ خدا کی پناہ ڈھونڈے۔

اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ اگر شرابی توبہ کرے تو میٹھا شربت اور ٹھنڈا پانی لوگوں کو پلائے ان معانی کے بیان سے مقصود یہ ہے کہ توبہ کرتے وقت ہر گناہ کے مناسب معذرت کرنی چاہیے۔

مستقبل توبہ یہ ہے کہ نیت کرے کہ آئندہ ایسا گناہ نہیں کرے گا۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب میں شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کا مرید ہوا اور کئی مرتبہ توبہ کی تو کئی مرتبہ زبان مبارک سے فرمایا کہ دشمنوں کو خوش کرنا چاہیے اور صاحب حق کے راضی کرنے کے بارے میں نہایت غلو فرمایا: مجھے یاد آ گیا کہ میں نے بیس جیتل دینے ہیں اور ایک کتاب کسی سے مستعار لی ہوئی تھی اور مجھ سے گم ہو گئی تھی جس وقت شیخ کبیر قدس اللہ سرہ العزیز نے دشمنوں کے خوش کرنے کے بارے میں ذکر بلیغ فرمایا تو میں سمجھ گیا کہ مخدوم کو عالم اسرار کا کشف حاصل ہے میں نے دل میں کہا کہ اب کی مرتبہ دہلی جاؤں گا تو انہیں خوش کروں گا جب میں اجودھن سے دہلی آیا تو جس کے بیس درم دینے تھے وہ بزاز تھا جس سے میں نے کپڑا خریدا تھا۔ نہ بیس جیتل جمع ہوتے نہ میں ادا کرتا وہ معاش تنگ تھی کبھی پانچ جیتل ہاتھ لگتے کبھی دس ایک مرتبہ جب دس جیتل ہاتھ لگے تو میں بزاز کے گھر گیا اسے آواز دی باہر آیا تو اسے کہا کہ تیرے بیس جیتل میں نے دینے ہیں وہ ایک وقت میں تو ادا

نہیں کر سکتا سو دس لایا ہوں یہ لو باقی دس بھی انشاء اللہ جلدی ادا کر دوں گا جب اس نے یہ سنا تو کہا ہاں! تو مسلمانوں کے پاس سے آ رہا ہے یہ کہہ کر مجھ سے دس جیتل لے لیے اور کہا کہ باقی کے دس میں نے تجھے بخشے بعد ازاں میں دوسرے شخص کے پاس گیا تو اس نے پوچھا تو کون ہے؟ میں نے کہا: جناب! آپ سے میں نے ایک کتاب مستعار لی تھی سو مجھ سے کھوئی گئی ہے اب میں ویسی کتاب لکھوا کر آپ کی خدمت میں حاضر کروں گا جب اس نے یہ بات سنی تو کہا: ہاں! جہاں سے تو آ رہا ہے اس کا ثمرہ یہی ہے پھر کہا کہ وہ کتاب میں نے تجھے بخشی۔

پھر توبہ کے بارے میں فرمایا کہ جو شخص گناہ کرتا ہے اس کا رخ گناہ کی طرف ہوتا ہے اور پیٹھ حق کی جانب اور جب اس وقت توبہ کرے تو چاہیے کہ اس کی پیٹھ گناہ کی طرف ہو اور اس کا چہرہ پورے طور پر حق کی طرف ہو۔

پھر فرمایا کہ جو تائب ہوتا ہے اسے طاعت سے پورا ذوق حاصل ہوتا ہے اور جو پھر گناہ میں مشغول ہو جاتا ہے اسے طاعت سے ذوق حاصل نہیں ہوتا۔

پھر خرچ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنے رفیقوں پر ایک درم خرچ کرنا دس درم خرچ کرنے سے بہتر ہے۔ اگر دس درم رفیقوں میں خرچ کیے جائیں تو سو درہم خرچ کرنے سے بہتر ہیں اگر رفیقوں میں سو درم خرچ کرے تو گویا اس نے غلام آزاد کیا۔

خُلق کے بارے میں

بدھ کے روز ستائیسویں شعبان سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا' معاملہ خلق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ نیک کون ہیں؟ فرمایا کہ ہمارے زمانے میں اگر کسی کو کہیں کہ برا نہیں' تو اسے اسی قدر نیک کہہ سکتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی کی غیبت نہ کرے اور نہ کسی کو برا کہے اگر چہ وہ بد بھی ہو تو بھی اسے نیک کہیں گے بعد ازاں یہ شعر پڑھا ؎

گر با عیبی و عیب نہ جوئی نیکی ۔۔۔ در بد باشی و بد نہ گوئی نیکی

پھر فرمایا کہ اگر کوئی شخص برا ہوا اور خلق خدا بھی اسے برا کہے۔ تو اس سے برائی کی کوئی حد نہیں پھر میری طرف مخاطب ہو کر پوچھا کہ چھاؤنی میں رہتے ہو؟ میں نے عرض کی۔ چھاؤنی میں رہتا ہوں۔ بعد ازاں فرمایا کہ شہر میں راحت نہیں رہی اور نہ ہی ہو گی پھر اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ قدیم ایام میں میرا بھی دِل شہر میں رہنے کو نہیں چاہتا تھا ایک دن میں قتلغ خاں کے حوض پر تھا ان دنوں قرآن شریف حفظ کیا تھا۔ وہاں پر ایک درویش دیکھا جو یادِ الٰہی میں مشغول تھا اسے جا کر پوچھا کہ آپ اسی شہر کے رہنے والے ہیں۔ فرمایا: ہاں! میں نے پوچھا: کیا آپ کا دِل شہر میں رہنے کو چاہتا ہے۔ فرمایا: دِل نہیں چاہتا لیکن مجبور ہوں۔ بعد ازاں درویش نے یہ حکایت بیان کی۔ کہ ایک دفعہ میں نے ایک درویش کو دروازہ کمال کے باہر اس قبرستان میں دیکھا جو خندق کے کنارے واقع ہے اور دروازے کے قریب ہی واقع ہے اس قبرستان میں بہت سے شہید مدفون ہیں الغرض اس درویش نے مجھے کہا کہ اگر ایمان کی سلامتی چاہتے ہو تو اس شہر سے نکل جاؤ اسی وقت میں نے ارادہ کر لیا کہ اس شہر سے باہر چلا جاؤں لیکن ایسے

مواقعات پیش آتے رہے کہ میں جا نہ سکا۔ اب اس بات کو پچیس سال کا عرصہ گزرا ہے۔ اس عرصہ میں میرا اِرادہ یہی ہے لیکن جا نہیں سکتا۔

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جب میں نے یہ بات درویش سے سنی تو دِل میں ٹھان لی کہ اب اس شہر میں نہیں رہوں گا کئی مقامات پر جانے کو میرا دل چاہتا کبھی تو قصبہ پٹیالی میں جانے کو جی چاہا وہاں پر ایک ترک رہتا تھا اس ترک سے آپ کی مراد امیر خسرو ﷫ تھی اور کبھی جی چاہتا کہ شفالے جاؤں جو ایک منزہ مقام ہے چنانچہ میں وہاں تین دن رہا بھی لیکن کوئی مکان قیمتاً یا کرائے پر نہ ملا بطور مہمان تین شخصوں کے ہاں تین دن گزارے پھر واپس چلا آیا لیکن دِل یہی چاہتا تھا ایک مرتبہ باغ میں رانی کے حوض پر آیا تو بارگاہِ الٰہی میں دُعا کی (وقت خوش تھا) کہ میں اس شہر سے جانا تو چاہتا ہوں۔ اب میں کوئی مقام تو مقرر نہیں کرتا جہاں تیری مرضی ہو بھیج دے اسی اثناء میں میں نے غیاث پور کی آواز سنی میں نے غیاث پور کا کبھی نام بھی نہیں سنا تھا کہ کہاں ہے جب یہ آواز سنی تو ایک دوست کے ہاں گیا جو نیشاپوری نقیب تھا تو وہاں سے سنا کہ وہ غیاث پور گیا ہوا ہے میں نے اپنے دِل میں کہا یہ شاید وہی غیاث پور ہے الغرض میں غیاث پور آیا ان دونوں یہ مقام چنداں آباد نہ تھا ایک نامعلوم مقام تھا اور آبادی کم میں نے وہاں سکونت اختیار کی جب کیقباد آ کر کیلوکھری میں رہا تو ان دنوں یہاں بہت لوگ آباد ہوئے اور امراء وغیرہ آنے شروع ہوئے میں نے کہا: اب یہاں سے بھی چلنا چاہیے اسی اثناء میں میرا استاد شہر میں فوت ہو گیا میں نے کہا: کل اس کا تیسرا ہے اس کی زیارت کے لیے جاؤں گا اور شہر ہی میں رہوں گے، یہ اِرادہ کر لیا تو اسی روز ایک اور جوان آیا جو نہایت خوبصورت لیکن خستہ حال اور لاغر تھا واللہ اعلم مردان غیب سے تھا یا کون تھا الغرض! جب وہ آیا تو سب سے پہلے مجھ سے یہ بات کی ۔

آں روز کہ مہ شدی نمیدانستی کانگشت نمائے جہاں خواہی شد

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ چند اور باتیں بھی اس نے کیں جو میں نے اور جگہ لکھ دی ہیں القصہ پھر اس نے یہ کہا کہ پہلے ہی اتنا مشہور نہیں ہونا چاہیے اگر مشہور ہو جائیں تو ایسا ہونا چاہیے کہ قیامت کے دِن رسول خدا ﷺ کے روبرو شرمندہ نہ ہونا پڑے پھر یہ بات کہی کہ یہ کیا قوت اور حوصلہ ہے کہ خلقت سے گوشہ نشینی اختیار کر کے یادِ الٰہی کی جائے۔

یعنی حوصلہ اور قوت اس قسم کی ہونی چاہیے کہ خلقت میں رہ کر یادِ الٰہی کی جائے خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جب وہ یہ باتیں ختم کر چکا تو میں تھوڑا سا کھانا لایا لیکن اس نے نہ کھایا میں نے اسی وقت نیت کر لی کہ یہیں رہوں گا جب یہ نیت کر لی تو اس نے تھوڑا کھایا اور چلا گیا پھر اسے میں نے نہیں دیکھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ذکر فضیلت سورۂ اخلاص

ہفتے کے روز دسویں ماہ مبارک رمضان سن مذکور کو قدم بوسی کی سعادت نصیب ہوئی سورۂ اخلاص کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی زبان مبارک سے فرمایا کہ پیغمبر خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ سورۂ اخلاص قرآن شریف کا ثلث ہے۔ قرآن شریف ختم کرنے کے بعد جو تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھی جاتی ہے اس میں یہ حکمت ہے کہ اگر قرآن شریف ختم کرتے وقت کوئی کمی رہ گئی ہو تو یہ تین مرتبہ سورۂ اخلاص کا پڑھنا اسے مکمل کر دے بعد ازاں فرمایا کہ قرآن شریف ختم کرنے کے بعد سورۂ الحمد پڑھتے ہیں اور چند

آیتیں سورۂ بقرہ کی بھی یہ اس واسطے کہ ایک مرتبہ رسولِ خداﷺ سے پوچھا گیا کہ آدمیوں میں سے نیک کون ہے؟ فرمایا: الحال المرتحل۔ حال اسے کہتے ہیں جو کسی مقام میں آ کر اترے اور مرتحل اس شخص کو کہتے ہیں۔

جو کسی مقام سے روانہ ہو یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ جو شخص قرآن مجید ختم کرتا ہے وہ گویا منزل میں اترتا ہے پھر جب شروع کرتا ہے تو وہ گویا مرتحل ہے۔ اسی واسطے رسولِ خداﷺ نے فرمایا ہے: ''الحال المرتحل''۔

ذکر نماز بر جنازہ غائب

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ بعض لوگ غائب جنازے کی نماز ادا کرتے ہیں یہ کس طرح ہے خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جائز ہے حضرت رسالت پناہﷺ نے نجاشی پر بھی نماز ادا کی تھی ان کا انتقال کہیں اور ہوا تھا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس بات کو جائز قرار دیا ہے اگر مردے کا کوئی عضو مل جائے تو اسی پر نماز ادا کرے۔ پھر شیخ جلال الدین تبریزی قدس اللہ سرہ العزیز کی حکایت بیان فرمائی جب شیخ نجم الدین صغری رحمۃ اللہ علیہ کو جو دلی کے شیخ الاسلام تھے ان سے عداوت ہوئی تو شیخ جلال الدین کو ہندوستان کی طرف روانہ کیا الغرض جب شیخ جلال الدین نور اللہ مرقدہ بداؤں پہنچے تو ایک روز دریائے سوتھ (ندی) کے کنارے بیٹھے تھے اُٹھ کر تازہ وضو کیا اور حاضرین کو کہا کہ آؤ شیخ الاسلام دہلی کی نماز جنازہ ادا کریں کیونکہ اسی گھڑی ان کا اِنتقال ہوا ہے واقعی ایسا ہی ہوا جیسا شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا نماز سے فارغ ہو کر حاضرین کو فرمایا کہ اگر شیخ الاسلام نے ہمیں دہلی سے نکالا ہے۔ تو ہمارے شیخ نے اُسے دُنیا سے نکال دیا ہے۔

اہل تحیر

پھر ان متحیروں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی جو یادِ حق میں اسی طرح مشغول ہوتے ہیں کہ کسی طرح کسی فرد و بشر کی ان کو اطلاع نہیں ہوتی حاضرین میں سے ایک نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ میں ایک مرتبہ ایسے مقام پر پہنچا جہاں پر ایسے سات آٹھ متحیر تھے جو آسمان کی طرف ٹکٹکی لگائے دِن رات حیرت میں کھڑے تھے۔ نماز کے وقت نماز ادا کر کے پھر متحیر ہو جاتے خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہاں! انبیاء معصوم ہیں اور اولیائے محفوظ واقعی ایسے ہی ہوتے ہیں جیسا کہ تو نے بیان کیا ہے اگر چہ دِن رات متحیر رہتے ہیں لیکن نماز میں ناغہ نہیں ہوتا اس تحیر کی نسبت شیخ الاسلام حضرت قطب العالم خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی بابت یہ حکایت بیان فرمائی کہ آپ چار روز تک اسی عالم تحیر میں رہے اور نیز وفات کے وقت بھی یہ اس طرح پر ہوا کہ شیخ علی سنجری رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں سماع تھا اور شیخ الاسلام قطب العالم حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز حاضر تھے۔ قوال ایک قصیدہ کہہ رہا تھا جب اس شعر پر پہنچا ؎

کشتگان خنجر تسلیم را ہر زماں از غیب جان دیگراست

تو شیخ الاسلام قطب العالم حضرت خواجہ قطب الدین نور اللہ مرقدہ کو حالت ہوئی جب وہاں سے اپنے مقام پر آئے تو مدہوش اور متحیر تھے فرمایا: یہی شعر پڑھو۔ چنانچہ یہی شعر پڑھا گئے اور آپ اسی طرح متحیر رہے جب نماز کا وقت ہوتا تو نماز ادا کر لیتے اور پھر یہی شعر کہلواتے جس سے حالت اور حیرت پیدا ہوتی۔ چار دِن رات اسی حالت میں رہے۔ پانچویں رات رحلت فرمائی شیخ بدر

الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اس رات حاضر تھا جب حضرت قطب العالم کی رحلت کا وقت قریب پہنچا تو مجھے کچھ غنودگی سی آئی۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ گویا شیخ الاسلام حضرت قطب العالم خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز خود اس مقام سے نکل کر اوپر کی طرف جا رہے ہیں اور مجھے فرما رہے ہیں کہ دیکھ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو موت نہیں آتی جب میں جاگا تو آپ رحلت فرما چکے تھے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

صحبت مشائخ میں

سوموار کے روز پندرہویں ماہ شوال سن مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی مشائخ کی خدمت میں لوگوں کے رغبت کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ جن دنوں کیلئے کی لڑائی ہو رہی تھی میں چند روز اس شہر میں رہا جمعہ کے روز مسجد میں جاتا۔ اور خلقت میری مزاحم ہوئی۔ ایک روز میں مسجد سے نکلا ہی تھا اور ایک کوچے میں جا رہا تھا کہ ایک مرد نے پیچھے سے آ کر پوچھا کیا تو تنگ آ گیا ہے؟ کہا: ہاں! بعد ازاں اس مرد نے کہا کہ امیر خسرو شیخ الاسلام حضرت شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کا مرید تھا جن دنوں آپ دہلی میں تھے تو جمعہ کی نماز سے پہلے ہی روانہ ہوتا تا کہ خلقت مزاحمت کم ہو جائے لیکن خلقت اسی طرح آ کر دست بوسی کرتی۔ یہاں تک کہ خلقت کا ہجوم ہو جاتا اور حلقہ سا بن جاتا شیخ صاحب اس حلقے سے آگے بڑھتے تو پھر اور حلقہ بندھ جاتا۔ یہاں تک کہ تنگ آ گئے بعد ازاں امیر خسرو نے عرض کی کہ آپ کیوں تنگ آتے ہیں؟ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اس موقعہ کے مناسب یہ زبان مبارک سے فرمایا کہ جن دنوں سلطان ناصر الدین اوچ اور ملتان کی طرف روانہ ہوا تو اجودھن پہنچ کر سار الشکر شیخ صاحب کی زیارت کے لیے روانہ ہوا شیخ صاحب انبوہ کثیر دیکھ کر حیران رہ گئے شیخ صاحب کی آستین گلی کی طرف لٹکائی گئی۔ لوگ آ کر بوسہ دیتے اور چلے جاتے۔ وہ آستین بھی ٹکڑے ہو گئی۔ پھر مسجد میں آ کر مریدوں کو حکم دیا کہ میرے گرد حلقہ باندھو تا کہ کوئی آدمی اندر نہ آ سکے دور ہی سے سلام کر کے چلے جائیں مریدوں نے ویسا ہی کیا ایک بوڑھا فراش آ کر مریدوں کے حلقے سے گزر کر شیخ صاحب کے قدموں پر گر پڑا اور پاؤں مبارک کو بوسہ دینے کے لیے کھینچا۔ شیخ صاحب تنگ آ گئے اس فراش نے کہا: یا شیخ المشائخ حضرت فرید الدین! آپ کیوں تنگ آتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اس سے بھی اچھا شکریہ ادا کریں جب فراش نے کہا: تو شیخ صاحب نے نعرہ مارا اور فراش کے حال پر نوازش فرمائی اور اس سے معافی مانگی۔

پھر اس بارے گفتگو شروع ہوئی کہ نرم دِل ہونا چاہیے اور خلقت کے ساتھ شفقت سے پیش آنا چاہیے پھر فرمایا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا "وَاِنَّ اَبَا بَکْرٍ اَسِیْفٌ" یعنی ابا بکر اسیف ہے اسیف اسے کہتے ہیں جو جلدی رو دے۔ نیز خوش خلقی اور تواضع کے بارے میں فرمایا کہ عمرو بن عاص نے زمانہ جاہلیت میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو بارگاہِ الٰہی میں عرض کی' اے پروردگار! عاص کے بیٹے نے میری ہجو کی میں شاعر تو نہیں ہوں میری طرف سے تو ہی اس کی ہجو کر دے۔

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عمرو بن عاص کی لفظ حریرہ سے پہلے ہجو کی حریرہ اس شخص کو کہتے ہیں جو مکار ہو یعنی عمرو بن عاص لوگوں میں مکار مشہور ہو گیا اگر چہ وہ بعد میں ایمان لائے لیکن ہجو کی مکاری میں مشہور ہو گئے اور قیامت کے دِن تک رہیں

گا‘ پس جب کہ ہجو کرنا مکر اور مکاری ہے تو مدح کرنا خوش خلقی اور تواضع ہے۔ واللہ اعلم۔

مختلف معاملات میں

سوموار کے روز ستائیسویں ماہ ذی قعد سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا ایک عزیز کسی کا بھیجا ہوا آیا تھا یہ معافی مانگنے کے لیے کہ خواجہ صاحب نے کسی کی سفارش کیلئے فرمایا تھا اور اس میں دیر ہوگئی تھی جب اس آدمی نے بھیجنے والے کی زبانی معافی مانگی تو خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے معاف فرمادیا‘ اور زبان مبارک سے فرمایا کہ اگرچہ ناراض ہونے کا مقام ہے‘ لیکن میں ناراض نہیں ہوتا بلکہ معاف کرتا ہوں بعد ازاں فرمایا کہ جب کوئی شخص کسی پیر کا مرید بنتا ہے تو اس فعل کو تحکیم کہتے ہیں‘ یعنی اپنے پیر کو اپنا حاکم کہتے ہیں پس جو کچھ پیر کہے اور مرید نہ سنے وہ تحکیم نہ ہوئی پھر فرمایا اگرچہ ناراضگی کا موقعہ ہے۔ لیکن میں نے (مؤلف کتاب نے) عرض کی کہ پیر اگرچہ بہ سبب اپنی عنایت کے مرید کی خطا معاف کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ تو اس بات کو پسند نہیں کرتا۔ وہ کس طرح معاف کرسکتا ہے فرمایا پیر کا معاف کرنا حق تعالیٰ کے فرمان سے ہوتا ہے پھر فرمایا کہ جو کچھ پیر فرمائے مرید کو وہی کرنا چاہیے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایسا ہی آیا ہے کہ اگر پیر نامشروع بات بھی فرمائے تو کیا کرنا چاہیے اس کا انکار کردے یا نہ فرمایا کہ پیر بھی ایسا ہونا چاہیے جو شریعت طریقت اور حقیقت کے احکام کا عالم ہو۔ جب خود ایسا ہوگا تو کوئی نامشروع بات مرید کو کرنے کے لئے نہ کہے گا اگر کچھ کہے گا بھی تو مختلف فیہ ہوگی یعنی بعض کے نزدیک ناجائز پس مرید کو وہی کرنا چاہیے جو پیر کہے کیونکہ وہ بھی کسی قول کے موافق حکم کرتا ہے اگرچہ بعض اس سے مخالف رائے ہوں پھر بھی اسے پیر کا فرمان بجالانا چاہیے۔

پھر اسی بارے میں فرمایا کہ فرض کرو ایک شخص دوسرے کو کوئی بات کہے یا سفارش کرتا ہے اور وہ اسے مانتا نہیں تو اس بات کو اس پر متحمل کرنا چاہیے کہ وقت نہ تھا فرمایا اپنی ہی خطا خیال کرنا چاہیے۔ شاید ایسا ہی ہو۔

پھر فرمایا کہ اجودھن میں ایک عامل تھا جسے والیٔ اجودھن تکلیف دیا کرتا تھا اس عامل نے شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں آکر سفارش کے لئے التماس کی شیخ نے کسی آدمی کو والی اجودھن کے پاس اس عامل کی بات کہلا بھیجی لیکن والیٔ اجودھن اپنی بات پر اڑا رہا بعد ازاں شیخ صاحب نے اس عامل کو فرمایا کہ میں نے تو کہا تھا مگر وہ نہیں مانتا شاید موقعہ مناسب نہ تھا یا تیرے پاس کسی نے سفارش کی اور تو نے نہ سنی ہو تب وہاں کے حاکم نے آکر معافی مانگی تو شیخ صاحب نے معاف کردیا پھر معاف کرنے اور کئے ہوئے جرم کو نہ کیا ہوا خیال کرنے کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ الاسلام حضرت فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کا ایک مرید ممن نام ایک گاؤں میں رہا کرتا تھا۔ اس کی نسبت کسی نے شیخ صاحب کو کہا کہ وہ شراب خوری کرتا ہے جب وہ شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا کہ میں نے سنا ہے تم شراب پیتے ہو اس نے کہا نہیں یہ کسی نے جھوٹی خبر دی ہے شیخ صاحب نے فرمایا شاید ایسا ہی ہوا ہے جیسا تو کہتا ہے انہوں نے ہی جھوٹ کہا ہو الغرض اس سے بڑی خوشی سے باتیں کرنے لگے اور اس کا عذر قبول کرلیا۔

بعد ازاں مشائخ کے حکم کرنے اور مریدوں کے قبول کرلینے کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بڑھیا آکر کئی مرتبہ شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں جھاڑو دیتی۔ کئی مرتبہ جب ایسا کرچکی۔ تو شیخ صاحب نے اس سے پوچھا کہ اس خدمت سے

تیرا کیا مطلب ہے؟ بیان کر! تا کہ میں پورا کروں اس نے کہا مطلب تو ہے لیکن وقت پر بتاؤں گی القصہ وہ بڑھیا یہ خدمت بجالاتی رہی ایک روز ایک خوبصورت جوان شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس بڑھیا نے آکر شیخ صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ اب مدعا کے اظہار کا وقت ہے فرمایا: بیان کر۔ عرض کی۔ اس جوان کو حکم کرو کہ مجھ سے شادی کر لے شیخ صاحب سوچ میں پڑ گئے اور دِل میں کہنے لگے کہ یہ عورت ایک بدصورت اور بڑھیا ہے اور وہ مرد خوبصورت اور نوجوان ہے۔ خلوت میں چلے گئے۔ تین دن رات نہ کچھ کھایا نہ پیا اس کے بعد اس جوان اور بڑھیا دونوں کو بلا کر جوان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس بڑھیا سے نکاح کرے اس جوان نے چارونا چار قبول کر لیا بعد ازاں اس بڑھیا نے التماس کی کہ شیخ صاحب حکم دیں تا کہ عورتوں کی طرح مجھے جلوہ دیں شیخ صاحب نے فرمایا ایسا ہی کرو ضیافت کی رسم بجالائے۔ اور کھانا دو چند پکایا گیا۔ پھر بڑھیا نے عرض کی کہ شیخ! اس جوان کو فرمائیے کہ مجھے اپنے ہاتھ سے زمین سے اٹھا کر تخت پر بٹھائے شیخ کے فرمان کے مطابق اس جوان نے ایسا ہی کیا پھر بڑھیا نے شیخ صاحب کی خدمت میں التماس کی کہ اس جوان کو حکم دیں کہ مجھے زمین پر نہ دے پٹکے۔ یعنی اس کام میں وفادار رہے پیٹھ نہ دکھا جائے۔ القصہ شیخ صاحب نے حکم کیا اور اس جوان نے قبول کیا فرمایا: دراصل یہ حکایت اس بارے میں ہے۔ کہ مرید اپنے پیر کا حکم مانیں۔

پھر شیخ الاسلام حضرت شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے بارے میں فرمایا کہ میں تقریباً دس بارہ سال آپ کی خدمت میں رہ چکا ہوں نعت پڑھا کرتا تھا ایک شخص ابوبکر خراط نامی جسے ابوبکر قوال بھی کہتے ہیں میرے استاد کی خدمت میں حاضر ہوا کہ وہ ملتان سے آیا تھا اس نے کہا کہ شیخ بہاؤالدین زکریا کو میں سماع سنایا کرتا تھا ایک مرتبہ یہ شعر میں نے پڑھے۔

بِكُلِّ صُبْحٍ وَكُلِّ اِشْرَاقِ ‏ ‏ تُبْكِيْكَ عَيْنِيْ بِدَمْعٍ مُشْتَاقِ

قَدْ لَسَعَتْ حَيَّةُ الْهَوٰى كَبِدِيْ ‏ ‏ فَلَا طَبِيْبَ لَهَا وَلَا رَاقِ

دو مصرعے باقی کے مجھے یاد نہ تھے سو شیخ صاحب نے فرمایا: کہ وہ یہ ہیں۔

اِلَّا الْحَبِيْبُ الَّذِيْ شَغِفْتُ بِهٖ ‏ ‏ فَعِنْدَهٗ رُقْيَتِيْ وَ تِرْيَاقِ

از مار غمش گزیدہ دارم جگرے ‏ ‏ کو رانکند ہیچ فسونی اثرے

جز دوست کہ من شیفتۂ عشق ایم ‏ ‏ افسونِ علاج من چہ داند گرے

پھر شیخ بہاؤالدین زکریا ﷫ کے مناقب بیان کرنے شروع کیے کہ وہاں پر ذکر اس طرح ہوتا ہے اور عبادت اس طرح اور اوراد اس طرح کہ وہاں پر جو لونڈیاں پنہاریاں ہیں وہ بھی ذکر کرتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ بہت سی باتیں کہیں لیکن ان باتوں کا میرے دِل پر اثر نہ ہوا پھر کہا کہ میں وہاں سے اجودھن آیا۔ وہاں پر ان اوصاف سے موصوف ایک بزرگ دیکھا' الغرض جب شیخ الاسلام حضرت شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے مناقب میں نے سنے تو میرے دِل میں محبت ارادت اور صدق قائم ہو گئے چنانچہ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ شیخ فرید الدین ﷫ کہا کرتا۔ پس وہ محبت بہت ہی بڑھ گئی یاروں کو بھی معلوم ہو گیا۔ اگر مجھ سے کوئی بات پوچھتے یا قسم دلانی چاہتے تو کہتے کہ شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی قسم کھاؤ!

القصہ بعد ازاں دہلی کا ارادہ کیا۔ ایک بوڑھا عوض نام میرے ہمراہ ہوا۔ اثنائے راہ میں اگر کہیں شیر وغیرہ یا چوروں کا ڈر ہوتا تو وہ کہتا یا پیر حاضر ہوجیو۔ اے ہمارے پیر! ہم آپ کی پناہ میں ہیں میں نے پوچھا کہ اس پیر سے کون سا پیر امراد ہے؟ کہا حضرت فرید الدین نور اللہ مرقدہ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس کے سننے سے اور ہی ذوق شوق پیدا ہو گیا اس راہ میں ایک اور مرد ہمارے ہمراہ ہو لیا۔ جسے مولانا حسین ہنس مکھ کہتے تھے اور جو ایک نیک مرد تھا۔ جب ہم دہلی پہنچے تو اتفاقاً شیخ نجیب الدین متوکل کے گھر کے پاس ہی اترے۔ اس حکایت سے مقصود یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ دولت دینی منظور تھی۔ اس واسطے ایسے اسباب مہیا کئے۔

پھر شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ آپ کو سماع سے کمال درجہ کا حظ حاصل ہوتا تھا چنانچہ ایک مرتبہ جب آپ نے سماع سننا چاہا تو قوال موجود نہ تھا۔ بدر الدین اسحٰق علیہ الرحمۃ والرضوان کو فرمایا کہ قاضی حمید الدین ناگوری (رحمۃ اللہ علیہ) نے خط بھیجا ہے۔ اسے لاؤ! آپ نے تمام خطوط جمع کر کے تھیلی میں ڈال رکھے تھے بدر الدین اسحٰق نے جب تھیلی میں ہاتھ ڈالا۔ تو وہی خط ہاتھ آیا جو شیخ صاحب کی خدمت میں لایا گیا فرمایا: کھڑے ہو کر پڑھو! بدر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھنا شروع کیا مکتوب کی عبارت یہ تھی فقیر حقیر نحیف ضعیف محمد عطا کہ بندہ درویشان است داز سر و دیدہ خاک قدم ایشاں۔ شیخ صاحب نے جب اس قدر سنا تو حالت اور ذوق طاری ہوئے پھر اسی مکتوب کی یہ رباعی پڑھوائی۔

رُباعی

آں عقل کجا کہ در کمال تو رسد   وآں روح کجا کہ در جلال تو رسد
گیرم کہ تو پردہ بر گرفتن زجمال   آں دیدہ کجا کہ در جمال تو رسد

اس مکتوب کو خیال میں رکھ کر یہ فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ صاحب کی خدمت میں خط لکھا تھا جس میں کچھ نظم بھی درج تھی خواجہ صاحب نے دو چار شعر سنائے جس میں سے مجھے (مؤلف کتاب) کو صرف دو شعر یاد رہے۔

رُباعی

فریدِ دین و ملت یارِ مہتر   کہ بادش در کرامت زندگانی
دریغا خاطرم گر جمع بودی   بمدحش کردی شکر فشانی

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ شیخ قطب الدین اوشی اور شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہما کی آپس میں ملاقات کس طرح ہوئی۔ فرمایا کہ ایک دفعہ شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الاسلام قطب العالم حضرت خواجہ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے ہاں بطور مہمان وارد ہوئے۔ تو چاہا کہ حضرت شیخ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ میرا استقبال کریں۔ اپنے گھر سے نکل آئے۔ شیخ صاحب کا مکان کیلو کھری کے پاس تھا وہاں سے نکل کر تنگ کوچوں میں چلنا شروع کیا۔ شارع عام کی راہ نہ گئے۔ شیخ جلال الدین قدس اللہ سرہ العزیز بھی شاہراہ عام سے نہ آئے انہوں نے بھی تنگ کوچوں میں چلنا شروع کیا اسی طرح دونوں بزرگوں کی باہم ملاقات ہوئی۔ نیز فرمایا کہ ایک مرتبہ ملک عزیز الدین بختیار رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں جو اس کے حمام کے بالمقابل ہے یہ دونوں بزرگوار آپس میں ملے۔

عید پر بارش کی حالت میں لوگوں کا بھاگ جانا

اتوار کے روز پندرہویں ماہ ذوالحجہ سن مذکور کو ایام تشریق میں شرف مصالحت حاصل ہوا۔ نماز کے حال کی بات پوچھا۔ اس عید پر بارش سخت ہوئی اور قدرے اولے بھی پڑے بہت سے لوگ نماز میں بھی شامل نہ ہوئے۔ چنانچہ میں بھی شامل نہ ہو سکا۔

القصہ جب خواجہ صاحب کو اس بات کی اطلاع دی گئی کہ میں نہیں گیا تھا فرمایا: ہاں! بہت لوگ نہیں آ سکے تھے پھر فرمایا کہ میں نے بھی ایک ہی رکعت ادا کی تھی دوسری رکعت کے وقت بارش ہونے لگی۔ جب نماز ختم ہوئی تو خطیب اور میں رہ گئے۔ باقی سارے لوگ گھروں کو واپس آ گئے میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی کہ اگر اس عید کی نماز اس روز ادا نہ ہو سکے تو کیا دوسرے روز ادا کرنی جائز ہے۔ لیکن عید الفطر کی قضا ہو جائے تو دوسرے روز ادا نہیں کرنی چاہیے۔ (فرمایا: ہاں۔ عید الاضحیٰ کی نماز تو دوسرے بلکہ تیسرے روز بھی ادا کرنی جائز ہے۔)

پھر زبان مبارک سے فرمایا کہ اس عید پر میرے دل میں خیال تھا کہ اگر یار بہت ہو جائیں اور نماز ادا نہ کی جائے تو دوسرے روز ادا کریں لیکن چونکہ سب لوگ آئے ہوئے تھے اور خطیب نماز ادا کر چکا تھا۔

بعد ازاں فرمایا کہ نماز استخارہ جو ہر روز ادا کی جاتی ہے۔ وہ ہر روز کی خیریت اور ہر جمعے کی خیریت کے لئے بھی ادا کی جاتی ہے نیز اس ہفتے اور عید کی خیریت کے لئے بھی ادا کی جاتی ہے۔ نیز سارے سال کی خیریت کے لئے بھی۔ میں نے پوچھا: عید الاضحیٰ کے روز عید الفطر کے دن؟ فرمایا: دونوں دن ادا کرنی چاہیے۔

بچے کے لئے تختی لکھنا

ہفتے کے روز سولہویں محرم ۷۱۶ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ میں اس روز اپنے عزیزوں میں سے ایک چھوٹے لڑکے کو ہمراہ لایا تھا۔ عرض کی کہ اسے قرآن پڑھنے کے لئے بھیجنا ہے۔ پہلے آپ کی خدمت میں لایا ہوں۔ تاکہ جناب کی برکت سے اللہ تعالیٰ قرآن شریف کا پڑھنا اس کے نصیب کرے۔ آپ نے دعاء کی۔ اور پھر تختی دست مبارک میں لے کر اس پر یہ عبارت لکھی۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم رب یسر و لا تعسر۔ اب ت ث ج۔ اور زبان مبارک سے یہ حروف اسے پڑھوائے۔ پھر فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ ایسے لوگ بھی ہوں گے، جن کو جبراً کھینچ کر بہشت میں لایا جائے گا۔ بعد ازاں فرمایا کہ اس حدیث کی نسبت تین قول مشہور ہیں۔ ایک یہ کہ وہ لوگ یہ بچے ہوں گے۔ جو جبراً معلم کے پاس لائے جاتے ہیں جو بتدریج حروف کے معنی کو پہنچتے ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ غلام ہوں گے۔ جن کو دار الحرب سے دار السلام میں زنجیر ڈال کر لایا جاتا ہے اس وقت خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ تیسرا قول یہ ہے کہ وہ لوگ ہوں گے جو محبان حق ہیں قیامت کے دن انہیں بہشت میں جانے کا حکم ہو گا لیکن وہ کہیں گے کہ ہم نے بہشت یا دوزخ کے لئے تیری پرستش نہیں کی۔ ہم نے محض تیری محبت کی خاطر تیری پرستش کی ہے۔ حکم ہو گا کہ واقعی ایسا ہی ہے۔ لیکن دیدار اور وصال کا وعدہ بہشت میں پورا ہو گا۔ وہاں چلو۔ وہ پھر بھی نہیں جائیں گے۔ پھر فرشتوں کو حکم ہو گا کہ انہیں نوری زنجیروں سے جکڑ کر بہشت میں لے جاؤ۔

ذکر طلب دُنیا

منگل کے روز ماہ صفر سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا قناعت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی دُنیا کے طلب نہ کرنے کے بارے میں فرمایا کہ مولانا حافظ الدین نے جو کتابیں کافی اور شافی لکھی ہیں ان میں لکھا ہے کہ کتے کو شکار کرنا سکھایا جاتا ہے۔ جب تین مرتبہ شکار پکڑ لیتا ہے اور مالک کو لا دیتا ہے۔ تو اسے معلم کہتے ہیں۔ واقعی اسے استاد پکڑنا چاہیے۔ چیتے کو بھی شکار پکڑنا سکھایا جاتا ہے۔ لیکن چیتے کو اس وقت چھوڑا جاتا ہے جب شکار بالکل نزدیک آجاتا ہے تو وہ اچھل کر اس پر جا پڑتا ہے اگر نہیں ملتا۔ تو اس کے پیچھے نہیں بھاگتا برخلاف اس کے کتا شکار کے پیچھے مارا مارا پھرتا ہے القصہ اس بزرگ نے یہاں پر یہ بھی لکھا ہے کہ لوگوں کو چاہیے کہ چند خصلتیں چیتے سے سیکھیں ایک یہ کہ رزق کے پیچھے پیچھے کتے کی طرح مارے مارے نہ پھریں اگر کچھ مل جائے تو اس پر قابض ہو جائیں دوسرے یہ کہ جب چیتا شکار پر حملہ آور ہوتا ہے اگر شکار مل جاتا ہے۔ تو بہتر۔ ورنہ اس کا پیچھا نہیں کرتا۔ اسی طرح لوگوں کو بھی چاہیے کہ اگر دنیا طلب کریں تو تھوڑی کریں نہ کہ اس کی خاطر پریشان خاطر رہیں تیسرے یہ کہ اگر چیتا شکار کرنے میں سستی کرے تو کتے کو لا کر اس کے روبرو پیٹا جاتا ہے تا کہ چیتا ڈر جائے۔ لوگوں کو بھی ایسے ہی کرنا چاہیے کہ دوسروں کو دیکھ کر عبرت پکڑیں۔

ایک چھری والے کو چھڑایا اور سفر خرچ دیا

ہفتے کے روز بیسویں ماہ ربیع الاوّل ۱۶ ۷ ہجری کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ ایک آدمی پکڑا تھا جس کے ہاتھ میں چھری تھی۔ واللہ اعلم۔ وہ کون تھا جب خدمت گار اسے پکڑ کر خواجہ صاحب کی خدمت میں لائے اور حال بیان کیا تو خواجہ صاحب نے اس بات کی اجازت نہ دی کہ اسے تکلیف پہنچائی جائے۔ پاس بلا کر فرمایا کہ آئندہ اس بات کا اقرار کرو کہ کسی مسلمان کو ضرر نہ دو گے اس نے عہد کیا تو خواجہ صاحب نے اسے چھوڑ دیا اور راستے کا خرچ بھی دیا جب اس روز میں حاضر خدمت ہوا تو اسی بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا: ایک روز شیخ الاسلام فریدالدین قدس اللہ سرہ العزیز صبح کی نماز ادا کر کے زمین سر پر رکھ کر یادِ الٰہی میں مشغول تھے۔ اکثر اسی طرح یاد الٰہی میں مشغول ہوا کرتے تھے اس دن شاید سردی کی وجہ سے پوستین اوپر ڈال رکھی تھی اور وہاں میرے سوا کوئی اور خادم موجود نہ تھا اتنے میں ایک شخص نے آکر بلند آواز میں سلام کیا۔ جس سے شیخ صاحب یاد الٰہی سے رک گئے شیخ صاحب نے اسی طرح زمین پر سر رکھے ہوئے اور پوستین اوڑھے ہوئے فرمایا کہ یہ شخص جو آیا ہے۔ وہ ایک میانہ قد زرد رنگ کا ترک ہے میں نے اسے دیکھا تو واقعی اسی شکل وصورت کا تھا۔ میں نے عرض کی کہ ہاں! ہے۔ پھر فرمایا کہ اس کے کان میں کوئی چیز ہے میں نے عرض کی کہ اس کے کان میں بالے ہیں۔ اس سوال وجواب سے اس ترک کا رنگ متغیر ہو گیا شیخ صاحب نے کہا کہ اسے کہو چلا جائے۔ ورنہ زیادہ رسوا ہو گا یہ سن کر وہ غائب ہو گیا۔ اسی مجلس میں یہ حکایت بھی بیان فرمائی کہ ایک شخص مولانا حسام الدین بنہ نام غزنی میں رہتا تھا۔ جو شمس العارفین کی اولاد سے تھا۔ اور خواجہ اجل شیرازی کا مرید تھا وہ اور ایک اور یار دونوں کھڑے تھے کہ خواجہ صاحب نے پہلے ان کی طرف دیکھا پھر آسمان کی طرف دیکھا پھر ان کی طرف دیکھ کر زبان مبارک سے فرمایا کہ اس وقت تم میں ایک کے لئے شہادت کی خلعت تیار کی گئی ہے جب دونوں خواجہ صاحب سے روانہ ہوئے تو آپس میں کہا۔ دیکھئے یہ دولت کس کو نصیب ہوتی ہے۔ مولانا

حسام الدین ذاکر تھے اسی دن تذکیر کر کے منبر سے جب اترے تو بہت لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے اور دست بوسی کرنے لگے ان میں سے ایک نے چھری نکال کر آپ کو شہید کر دیا۔ جب گھر لائے گئے تو کوئی دم باقی تھا کسی کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ وہ خلعت مجھے ملی ہے۔

ذکر برکات قرآن وحفظ قرآن

اتوار کے روز ستائیسویں ماہ ربیع الاوّل سن مذکور کو بھی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا قرآن شریف کی برکت اور اس کے حفظ کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا بداؤں میں ایک شخص قرآن شریف ساتوں طرح کی قرأت سے پڑھ سکتا تھا۔ اور نہایت صالح مرد صاحب کرامت اور ایک ہندو کا غلام تھا جسے شادی مقری کہتے ہیں۔ اس کی ایک کرامت تو یہی تھی کہ جو شخص اس سے قرآن شریف کا ایک ورق پڑھ لیتا۔ اللہ تعالیٰ اسے سارا قرآن شریف نصیب کرتا میں نے بھی اس سے ایک سیپارہ پڑھا اس کی برکت سے سارا قرآن شریف حفظ ہو گیا الغرض اس شادی مقری کا ایک آقا تھا جو لاہور میں رہتا تھا اور جسے خواجگی مقری کہتے تھے۔ وہ بھی بہت ہی بزرگ تھا القصہ ایک دفعہ کوئی شخص لاہور سے آیا شادی مقری نے اس سے پوچھا کہ میرا آقا راضی خوشی تو ہے اس کا آقا مر چکا تھا۔ لیکن اس شخص نے وفات کی خبر نہ کی اور کہا کہ ہاں سلامت ہے پھر لاہور کے حالات بیان کرنے شروع کیے کہ برسات بڑے زور کی تھی جس سے کئی گھر برباد ہو گئے اور ایک مرتبہ آگ بھی لگی جس سے کئی گھر جل کر راکھ ہو گئے۔ جب وہ شخص اتنی باتیں بیان کر چکا تو شادی مقری نے کہا شاید میرا آقا زندہ نہیں۔ کہا: ہاں! وہ اس سے پہلے ہی انتقال کر گیا تھا۔ واللہ اعلم۔

ذکر زیارت مکہ معظمہ

اتوار کے روز بیسویں ماہ ربیع الآخر سن مذکور کو قدم بوسی کی سعادت حاصل ہوئی سست اعتقاد گروہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ نیز ان لوگوں کے بارے میں جو کعبہ کی زیارت کو جاتے ہیں اور جب واپس آتے ہیں تو پھر دنیاوی کاموں میں مشغول ہو جاتے ہیں میں نے عرض کی کہ مجھے تو ان لوگوں پر تعجب آتا ہے جو آپ کے مرید ہو کر پھر کسی طرف جائیں جس وقت میں نے یہ عرض کی۔ اس وقت میرا یار ملیح نام خدمت میں حاضر تھا۔ میں نے عرض کی کہ بندے نے ایک مرتبہ اس ملیح سے ایک بات سنی جس نے میرے دل پر بڑا گہرا اثر کیا وہ بات یوں بیان کی کہ حج کو وہ شخص جائے جس کا پیر نہ ہو۔ خواجہ صاحب نے جب یہ بات سنی تو آبدیدہ ہو کر یہ مصرع فرمایا:

مصرعہ

آں رہ بسوئے کعبہ برد و ایں بسوئے دوست

بعد ازاں فرمایا شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی وفات کے بعد مجھے حج کا شوق عظیم پیدا ہوا۔ میں نے کہا: پہلے اجودھن جا کر شیخ صاحب کی زیارت کروں جب زیارت کی تو میرا مقصود حاصل ہو گیا اور کچھ اور بھی مل گیا' دوسری مرتبہ جب پھر حج کی خواہش پیدا ہوئی' تو پھر بھی شیخ کی زیارت کی اور مطلب حاصل ہو گیا۔

رسول کریم ﷺ کا خواب

اتوار کے روز گیارہویں ماہ جمادی الاوّل سن مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی حضرت رسالت پناہ ﷺ کی بابت فرمایا کہ ایک رات رسول خدا ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ ایک نیا کھدا ہوا کنواں ہے اور اس پر ڈول پڑا ہے اس میں پانی تو تھا لیکن اس کی عمارت تیار نہ تھی یعنی اینٹوں وغیرہ سے تیار نہ کیا گیا تھا صرف گڑھے کی طرح تھا ایسے کنوئیں کو قلیت کہتے ہیں۔ اور جس کی عمارت وغیرہ ہر طرح سے تیار ہوا سے طوی کہتے ہیں۔ مختصر یہ کہ آنجناب ﷺ نے ڈول سے تھوڑا پانی کھینچا پھر دست مبارک اٹھالیا۔ اتنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے دو تین ڈول کھینچے تو تھک گئے۔ پھر عمر خطاب رضی اللہ عنہ نے آ کر بارہ ڈول کھینچے تو وہ ڈول بڑا ہو گیا جس کے سبب بہت سی زمین سیراب ہوئی۔

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس حکایت سے مقصود یہ ہے کہ کنوئیں سے اصل مراد پانی ہے خواہ کنوئیں پر عمارت بنائیں یا نہ بنائیں۔ تکلف کریں یا نہ کریں ہر حال اصلی مقصد تو پانی ہے یعنی ہر کام میں کوئی نہ کوئی علت نمائی ہوتی ہے۔

اسی اثناء میں حاضرین سے ایک نے محمد گوالیوری مرید کا سلام پہنچایا خواجہ صاحب نے فرمایا: ہاں! میں جانتا ہوں' وہ خدا کا پیارا ہے اس نے ایک مرتبہ مجھ سے پوچھا تھا کہ مجرّد رہنا بہتر ہے یا شادی کر لینی بہتر ہے؟ میں نے کہا کہ بہتر تو تجرید ہے' لیکن شادی کی بھی اجازت ہے' اگر کوئی شخص یادِ الٰہی میں اس طرح مشغول ہو کہ اسے اس بات کی خبر نہ ہو اور نہ ہی جانتا ہو کہ یہ بات کیا ہے تو اس کے تمام اعضاء آنکھ زبان وغیرہ بے شک محفوظ رہیں گے' ایسے شخص کو مجرد رہنا چاہیے لیکن جس کے دِل میں اس بات کا خیال گزرے' اسے شادی کر لینی چاہیے، اس بارے میں اصل کام نیت ہے جب نیت حق کی مشغولی ہوگی۔ تو سارے اعضاء پر اس کا اثر پڑے گا۔ جب اس کا باطن اور طرح کا ہو جائے گا تو اس کے اعضاء پر بھی وہی اثر پڑے گا۔

پھر محمد گوالیوری کی عمر کی بابت فرمایا کہ وہ اتنے سال کا ہے یہاں سے سلطان شمس الدین کی تاریخ وفات یاد آ گئی تو یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا:

بسال ششصدوسی چہار از ہجرت　　　　نماند شاہجہان شمس الدین عالمگیر

پیر سے وداع ہونے کے بعد

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ جب مرید پیر سے وداع ہوتے ہیں تو پھر حاضرِ خدمت نہیں ہوتے مگر اس کے بعد کہ جب کسی مہم یا سفر سے واپس آ جائیں۔ اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب علی مکی کو شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے وداع کیا تو دوسرے روز ہی اجودھن کے گردونواح میں آنے کا اتفاق ہوا' اسی روز پھر شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا شیخ صاحب نے پوچھا کہ کل تو تُو رُخصت ہو کر چلا گیا تھا آج پھر آ نکلا عرض کی کہ آج ساتھیوں نے یہیں مقام کیا ہے میں حاضر خدمت ہو گیا شیخ صاحب نے فرمایا: مرحبا۔ جب رات ہوئی تو پھر جا کر قافلے میں رہا۔ تیسرے روز پھر مقام وہیں تھا پھر شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو شیخ صاحب نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ دو روٹیاں لا کر اسے دو جب رخصت کیا تو پھر نہ آیا۔

پھر اسی علی مکی کے بارے میں فرمایا کہ وہ نیک اور بابرکت آدمی تھے بار بار دعاء کیا کرتے تھے کہ پروردگار! مجھے ایسی جگہ موت

آئے کہ میں اپنے شہر میں نہ ہوں یعنی راستے میں جہاں مجھے کوئی پہچان نہ سکے کہ کون ہے۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ بدایوں کی طرف روانہ ہوئے تو اثنائے راہ میں بیمار ہوئے جب قصبہ بجلانہ سے باہر نکلے تو بیماری اور بھی بڑھ گئی حتیٰ کہ اسی حدود میں اپنے رب سے جاملے اور بدایوں نہ پہنچ سکے۔

رقصِ درویش

پھر اسی کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ میں نے اس سے سنا ہے وہ کہتا تھا کہ میں ایک مرتبہ کرمان میں بطور مسافر وارد ہوا تھا کرمان میں ایک قاضی تھا جس نے ایک روز شہر کے بڑے بڑے رؤساء اور مشائخ کو بلایا اور مجلس آراستہ کی ایک لاغر وناتوان زرد رُو درویش بھی اس مجلس میں حاضر تھا اگرچہ اسے بلایا نہیں گیا تھا لیکن اس نے سنا تھا کہ آج قاضی کے ہاں دعوت ہے۔ آکر ایک کونے میں بیٹھ رہا جب سماع شروع ہوا تو اس درویش میں جنبش شروع ہوئی اٹھ کر رقص کرنا چاہا قاضی اس بات سے ناراض ہوا وہ چاہتا تھا کہ پہلے صاحب صدر یا کوئی اور بزرگ رقص کرے یہ درویش کیوں اُٹھ کھڑا ہوا اسے آواز دی کہ اے درویش! بیٹھ جا۔ درویش ناراض ہو کر بیٹھ گیا۔ ایک گھڑی بعد جب سماع شروع ہوا تو قاضی اٹھا اٹھتے ہی درویش نے کہا قاضی صاحب! بیٹھ جائیے۔ درویش نے یہ الفاظ کچھ ایسے لہجے میں کہے کہ حاضرین دم نہ مار سکے۔ قاضی اپنی جگہ بیٹھ گیا القصہ جب مجلس برخواست ہوئی تو اور لوگ بھی واپس چلے گئے اور وہ درویش بھی لیکن قاضی اپنی جگہ پر بیٹھا رہا چند مرتبہ اٹھنا چاہا' لیکن نہ اٹھ سکا' چنانچہ سات سال اسی حالت میں رہا' آخر سات سال بعد درویش واپس آیا' اسے معلوم تو تھا ہی کہ کارروائی کیا ہوئی ہے قاضی کو آکر دیکھا کہ لاغر ہو گیا ہے پاس کھڑے ہو کر کہا: قاضی اُٹھ! لیکن قاضی نہ اٹھا پھر دوسری مرتبہ کہا: قاضی صاحب اسی طرح بیٹھے رہے تیسری مرتبہ کہا بھلا اسی طرح بیٹھا رہ اور اسی طرح مر جانا یہ کہہ کر چلتا بنا۔ بعد ازاں قاضی نے آدمیوں کو دوڑایا کہ اسے واپس لائیں لیکن اس کا پتہ نہ ملا اور قاضی صاحب پھر اسی حالت میں مر گئے۔

بدھ کے روز اٹھائیسویں ماہ جمادی الاوّل سنہ مذکور کو قدم بوسی کی سعادت نصیب ہوئی مجھ سے پوچھا کہ جمعہ کی نماز کہاں ادا کرتے ہو؟ عرض کی کیلوکھری کی جامع مسجد میں' لیکن میں آنجناب کا مزاحم نہیں ہوتا اس واسطے کہ اس دن عوام کا ہجوم بہت ہوتا ہے' فرمایا: میں نے کہا ہوا ہے کہ جو خاص یار گھر پر میرے پاس آتے ہیں انہیں ضرورت نہیں کہ وہ انبوہ میں میرے مزاحم ہوں۔

پھر اس بارے میں کہ ایسے موقعوں پر مزاحم نہیں ہونا چاہیے ایک حکایت بیان فرمائی کہ مولانا برہان الدین نسفی عالم کامل تھے۔ اگر کوئی شخص آپ کی خدمت میں کچھ پڑھنے کے لئے آتا' تو آپ اسے فرماتے کہ پہلے مجھ سے تین شرطیں کر لو پھر میں پڑھاؤں گا وہ شرائط یہ ہیں: اوّل ایک وقت کھانا کھانا جو کھانا مرغوب اور پسند طبع ہو صرف ایک دفعہ کھانا۔ تاکہ علم کے لئے بھی جگہ رہے۔ دوسرے یہ کہ ناغہ نہ کرنا اگر ایک روز بھی ناغہ کرو گے تو دوسرے روز سبق نہیں دوں گا تیسرے یہ کہ جب راستے میں مجھے ملے تو سلام کر کے گزر جانا۔ ہاتھ پاؤں پڑنے اور زیادہ تعظیم کی کوئی ضرورت نہیں ہے جب یہ حکایت ختم ہوئی۔ تو بعد ازاں فرمایا کہ خلقت میرے پاس آتی ہے اور سجدہ کرتی ہے چونکہ شیخ الاسلام فرید الدین اور شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے منع نہیں فرمایا تھا میں بھی منع نہیں کرتا۔ اسی اثناء میں بندے نے عرض کی کہ جب آکر جناب کو تعظیمی سجدہ کرتا ہوں۔ تو ایسا کرنے میں مجھ سے کچھ زیادتی ہو جاتی ہے اور

نفس شکنی ہوتی ہے لیکن آپ کو اللہ تعالیٰ ہی نے بڑائی عنایت کر رکھی ہے کچھ مریدوں کی خدمت پر منحصر نہیں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ انہیں گزشتہ دنوں میں ایک بزرگ شخص شام و روم کی سیر کر کے آئے۔ جب بیٹھے تو اتنے میں وحید الدین قریشی نے حسب معمول سجدہ کیا اس بزرگ نے اسے منع کیا کہ سجدہ نہ کرو۔ سجدہ کرنا جائز نہیں۔ اس بارے میں مجھ سے بحث کرنے لگے میں نے جواب دینا نہ چاہا۔ لیکن جب حد سے بڑھ گئے تو میں نے صرف اس قدر کہا کہ سنو! اتنا جوش نہ دکھاؤ جب کوئی امر فرض اور بعد میں اس کی فرضیت جاتی رہے تو وہ مستحب رہ جاتا ہے جیسا کہ ایام بیض اور ایام عاشورہ جو پہلی اُمتوں پر فرض تھے مگر رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ان کی فرضیت جاتی رہی۔ صرف استحباب (مستحب ہونا) باقی رہ گیا اب رہا سجدہ سو پہلی امتوں کے لئے مستحب تھا۔ جیسے رعیت بادشاہ کو یا شاگرد اُستاد کو یا اُمت پیغمبر کو تعظیماً سجدہ کیا کرتے تھے یہ بات رسول اللہ ﷺ کے عہد میں بالکل جاتی رہی صرف مباح رہ گیا ہے۔ مستحب نہیں سو مباح کے لئے نفی اور منع کا کہاں ذکر ہوا ہے؟ ایک بھی ایسی مثال بتا دو! صرف یہ انکار کس کام کا جب میں نے اس قدر کہا تو کوئی جواب نہ دے سکا۔ خواجہ صاحب جب یہ حکایت ختم کر چکے تو فرمایا کہ میں یہ کہہ کر پشیمان ہوا۔ ایک اس واسطے کہ کیوں اسے یہ بات کہی جس سے وہ نادم ہوا۔ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا میں دو وجہ سے پشیمان ہوا ایک اس واسطے کہ کیوں اسے یہ بات کہی جس سے وہ ملزم بنا دوسرے چونکہ وہ مسافر تھا مجھے چاہئے تھا کہ اسے روپیہ یا کپڑا دیتا۔ ان باتوں سے مجھے پشیمانی ہوئی بعد ازاں پیش آنے کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص میرے پاس آئے اسے کچھ نہ کچھ دینا چاہئے اس مباحثہ کی نسبت یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ کوئی بوڑھا شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میں شیخ قطب الدین بختیار طیب اللہ ثراہ کی خدمت میں تھا میں نے آپ کو وہاں دیکھا تھا شیخ صاحب نے اسے نہ پہچانا' جب سارے نشان بتائے تو پہچان لیا الغرض وہ بوڑھا ایک چھوکرا بھی ہمراہ لایا تھا' اسی اثناء میں گفتگو شروع ہوئی تو لڑکا بے ادبوں کی طرح بحث کرنے لگا چنانچہ اونچی آواز سے باتیں ہونے لگیں۔ لیکن شیخ صاحب بھی بلند آواز سے بولنے لگے خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں اور مولانا شہاب الدین جو شیخ صاحب کے فرزند تھے باہر دروازے پر بیٹھے تھے جب غلبہ دیکھا تو ہم اندر آئے وہ لڑکا اسی طرح گستاخانہ گفتگو کئے گیا مولانا شہاب الدین نے اندر آ کر اسے تھپڑ مارا تو اس لڑکے نے بے ادبی کرنی چاہی میں نے اس لڑکے کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اسی اثناء میں شیخ کبیر قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا کہ باہم صفائی کرو۔ مولانا شہاب الدین نے کچھ روپیہ لا کر اس لڑکے اور اس کے باپ کو دیا جسے لے کر دونوں خوش ہو کر چلے گئے شیخ صاحب کی یہ عادت تھی کہ ہر رات افطار کے بعد مجھے اور مولانا رکن الدین کو پاس بلاتے اور کبھی کبھی مولانا شہاب الدین بھی موجود ہوتے پھر گزشتہ روز کے واقعات کی نسبت پوچھتے اس روز بھی حسب معمول مجھے اور مولانا رکن الدین کو بلایا اور اس دن کا ماجرا پوچھا' اس بوڑھے کے آنے اور لڑکے کے بحث کرنے اور مولانا شہاب الدین کے ادب کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی شیخ کبیر ہنسے خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ میں نے اس لڑکے کا ہاتھ پکڑا تھا جبکہ اس نے مولانا شہاب الدین کی بے ادبی کرنی چاہی تھی شیخ صاحب نے ہنس کر فرمایا کہ نیک نے نیک کام کیا۔

پھوڑے پھنسی کا علاج

بدھ کے روز چوبیسویں ماہ رجب سنہ مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی گزشتہ دنوں میں میرے پاؤں کی انگلی درد کرتی تھی اس لئے قدم بوسی حاصل نہ کر سکا' اس روز جو آیا تو سب سے پہلے بیماری کی بابت سارا حال عرض کیا پوچھا ناروا تھا؟ یا کوئی اور بیماری؟ میں نے عرض کی ناروا تو نہ تھا کیا یک پاؤں کی انگلی میں ورم ہوگئی اور سخت درد کرنے لگی پوچھا کبھی ناروے کی بیماری ہو چکی ہے میں نے عرض کی: جناب! پہلے تو ہو چکی ہے لیکن پانچ سال سے نہیں ہوئی جب پہلے ہوئی تو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی آپ نے فرمایا تھا پھوڑے پھنسی کے دفعیئے کے لئے آیا ہے کہ عصر کی سنتوں میں سورۂ بروج کا فضل رہا ہے کبھی پھوڑے پھنسی یا ناروے کی شکایت نہیں ہوئی۔ بعدازاں عرض کی کہ جناب کی زبان مبارک سے بھی سنا ہے کہ عصر کی سنتوں میں چار سورتیں پڑھنی چاہئیں۔ایک اذا زلـــزلة الارض اور تین اور جو اس کے ساتھ ہیں سو بندہ انہیں بھی پڑھتا ہے جب یہ عرض کی کہ پہلی رکعت میں سورۂ بروج اور بعدازاں اذا زلـــزلة الارض پڑھتا ہوں۔فرمایا: اچھا ہے۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ عصر کی سنتوں میں سورہ والعصر کا دس مرتبہ پڑھنا بھی آیا ہے پہلی رکعت میں چار مرتبہ دوسری میں تین مرتبہ تیسری میں دو مرتبہ اور چوتھی میں ایک مرتبہ۔

امام محلوق

بعدازاں پوچھا کہ کیا نماز با جماعت ادا کرتے ہو؟ میں نے عرض کی۔ جناب! با جماعت ادا کرتا ہوں۔ایک مخلص امام مل گیا ہے۔ جو آپ کا مرید ہے۔ اور صالح مرد ہے پوچھا: کیا محلوق ہے؟ میں نے عرض کی۔نہیں۔فرمایا: محلوق بہتر ہوتا ہے اس واسطے کہ غسل جنابت میں جس کے بال ہوں وہ مشکل سے احتیاط رکھ سکتا ہے کیونکہ اگر ایک بال بھی خشک رہ جائے تو جنابت باقی رہتی ہے لیکن محلوق (منڈا ہوا) بے شبہ غسل کر سکتا ہے۔

بعدازاں سر منڈانے کے فوائد کی بابت فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ تین چیزیں ہیں' جو خود کرنی چاہئیں اور دوسروں کو نہیں سکھلانی چاہئیں یعنی ان کا فائدہ صرف اسی شخص کو پہنچ سکتا ہے اوّل خود محلوق ہونا چاہیے' لیکن دوسرے کو محلوق ہونے کی بابت نہیں کہنا چاہیے۔ دوسرے کھانے سے پہلے شوربہ پینا۔تیسرے پاؤں کے تلوے کو چرب کرنا' بعدازاں فرمایا کہ یہ وہ باتیں ہیں جو لوگ کہتے ہیں لیکن ایسا ہونا نہیں چاہیے لوگوں کو ایسا ہونا چاہیے کہ خود بھی فائدہ اٹھائیں اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچائیں۔

اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک اعرابی ہمیشہ یہ دعا کیا کرتا تھا۔ اے پروردگار! مجھ پر اور محمد (ﷺ) پر رحم کر لیکن ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ کر جب یہ خبر رسالت پناہ ﷺ نے سنی تو اعرابی کو فرمایا کہ قـد تـحـجـرت واسـعـا۔ بعدازاں خواجہ صاحب نے اس کی شرح یوں فرمائی کہ اگر کوئی شخص جنگل میں اپنے لئے اپنا گھر بنائے تو اسے تجر کہتے ہیں یعنی چند پتھر بطور حد رکھے کہ اس قدر میرے گھر کی حد ہے پس رسول خدا ﷺ نے اسے تمثیل کے ذریعے آگاہ کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت عام ہے ایسی دعاء کیوں کرتے ہو کہ پروردگار مجھے اور محمد (ﷺ) کو بخش لیکن ہمارے ساتھ کسی اور کو نہ بخش گویا تو تجر کرتا ہے۔ اور تنگ کرتا ہے یہ الفاظ زبان مبارک سے فرمائے۔قد تحجرت واسعا۔

دھوپ میں بیٹھنے کی ممانعت

سوموار کے روز انتیسویں ماہ رجب ۷۱۶ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت خواجہ صاحب دھوپ سے چھاؤں میں آئے تھے زبان مبارک سے فرمایا کہ رسولِ خدا ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ دھوپ میں نہ بیٹھا کرو کیونکہ اس سے چہرے کی طراوت (تازگی) جاتی رہتی ہے۔

پھر شمس دبیر کی بابت گفتگو شروع ہوئی تو مجھ سے پوچھا کیا تو نے شمس دبیر کو دیکھا تھا میں نے عرض کی جناب! میرا رشتہ دار تھا فرمایا اس نے قاضی حمید الدین ناگوری کے سوانح شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز سے پڑھے تھے وہ بڑا نیک آدمی تھا' بعد ازاں فرمایا کہ جب شیخ کبیر (بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ) افطار کرتے تو بعد ازاں یادِ الٰہی میں مشغول ہوتے۔ یہاں تک کہ عشاء کی نماز کا وقت ہو جاتا شام سے عشاء تک شمس دبیر کھانا تیار کرتا اور دو تین یاروں کو بلا کر افطار کراتا میں بھی اس وقت موجود ہوتا پھر فرمایا کہ اوائل حال میں وہ مفلس تھا جب دولت مند ہوا تو اس کی وہ حالت نہ رہی بعد ازاں فرمایا کہ دنیاوی اقبال بھی ایک قسم کی آب ہے۔

پھر نماز تراویح کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو پوچھا کہ نماز مسجد میں ادا کرتے ہو یا گھر میں؟ میں نے عرض کی کہ گھر میں ادا کرتا ہوں' ایک امام صالح مل گیا ہے بعد ازاں پوچھا کہ جامع مسجد میں اس سے پہلے تراویح میں قرآن مجید ختم ہوا کرتا تھا عرض کہ مولانا شرف الدین ہر رات ایک سیپارہ پڑھا کرتے تھے خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے بھی ان کے پیچھے نماز ادا کی تھی۔ اگرچہ اس رات بارش ہوئی تھی گلیاں کیچڑ سے پُر تھیں لیکن پھر بھی میں گیا اور نماز ادا کی واقعی حروف کو بڑی خوبی اور وضاحت سے کما حقہ ادا کرتا تھا۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ملک شام کا رہنے والا ایک عالم مولانا دولت یار نامی بھی بہت عمدہ قرأت کرتا تھا' چنانچہ ویسی خوبی کی قرأت میں نے کسی سے نہیں سنی پھر فرمایا کہ میں نے شیخ کبیر (بابا فرید گنج شکر) قدس اللہ سرہ العزیز سے چھ سیپارے پڑھے ہیں اور تین کتابیں بھی۔ ایک سنی ہے اور دو پڑھی ہیں' جس روز میں نے شیخ کی خدمت میں التماس کی کہ میں آپ سے قرآن مجید پڑھنا چاہتا ہوں' اس روز فرمایا کہ پڑھو بعد ازاں جمعہ کے روز یا کسی اور فرصت کے وقت میں پڑھتا الغرض چھ سیپارے خواجہ صاحب سے پڑھے جب میں نے قرآن شریف پڑھنا شروع کیا تو فرمایا کہ الحمد للہ پڑھو! جب میں ولا الضالین پر پہنچا تو فرمایا ولا الضالین کا تلفظ اس طرح ادا کرو جس طرح میں کرتا ہوں۔

لفظِ "ضاد" کا تلفظ اور "رسول الضاد" ﷺ

خواجہ صاحب فرماتے ہیں سبحان اللہ! کیا ہی فصاحت اور بلاغت تھی جس طرح شیخ صاحب ولا الضالین کا تلفظ ادا فرماتے کوئی ادا نہ کر سکتا تھا پھر فرمایا کہ ضاد خاص رسولِ خدا ﷺ پر نازل ہوا جو دوسروں کے لئے نہ تھا پھر فرمایا کہ رسول خدا ﷺ کو الضاد کہتے ہیں پھر فرمایا کہ رسول الضاد سے یہ مراد کہ الضاد آنحضرت ﷺ پر نازل ہوا۔

تراویح کے بارے میں

اتوار کے روز دسویں ماہ رمضان سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا' تراویح کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ تراویح

سنت ہے اور تراویح میں قرآن شریف ایک مرتبہ ختم کرنا سنت ہے۔

پھر زبان مبارک سے فرمایا کہ تراویح سنت ہے اور جماعت بھی سنت ہے اور تراویح میں ایک ختم بھی سنت ہے میں نے عرض کی کہ یہ رسولِ خدا ﷺ نے ایک روایت کے مطابق صرف تین دن ادا کی ہے اور ایک روایت کے مطابق صرف ایک دن لیکن اس سنت کو ہمیشہ عمر خطاب رضی اللہ عنہ نے نباہا ہے حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ سے آپ کے عہد خلافت میں ایک شخص نے پوچھا کہ کیا سنت صحابہ رضی اللہ عنہم بھی سنت نبوی ﷺ ہے؟ فرمایا: ہمارے مذہب (حنفی) میں تو ہے۔ لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق وہی سنت ہے جو رسول اللہ ﷺ نے کیا۔

پھر امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا کہ آپ ماہ مبارک رمضان میں اکسٹھ مرتبہ قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے ایک تراویح میں اور تیس دنوں کو اور تیس راتوں کو بعد ازاں فرمایا کہ آپ نے چالیس سال عشاء کی نماز کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی ہے۔

پھر زبان مبارک سے فرمایا کہ اس قدر عالم گزرے ہیں کوئی جانتا ہے کہ وہ کہاں گئے اور کون تھے یہ شہرہ جو باقی رہ جاتا ہے یہ ان کے حسنِ معاملہ کے سبب رہ جاتا ہے اور یہی معنوی زندگی ہے یہ آسانی سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ کو گزرے کس قدر عرصہ ہو گیا ہے لیکن لوگ یہی جانتے ہیں کہ ابھی کل ان کا انتقال ہوا ہے۔ یہ سب کچھ ان کے حسن معاملہ کی وجہ سے ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بیان کلمات حضرت خواجہ صاحب

جمعہ کے روز پندرہویں ماہ مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی مجھ سے پوچھا کہ کیا وہ کلمات جو مجھ سے سنتے ہو لکھتے جاتے ہو؟ میں نے عرض کیا۔ جناب! لکھتا جاتا ہوں زبان مبارک سے فرمایا کہ تمہاری یادداشت کی نسبت متعجب ہوں میں نے عرض کی سب کچھ یاد رہتا ہے اگر نہیں رہتا تو جگہ خالی چھوڑ دیتا ہوں پھر دوبارہ لکھ لیتا ہوں جیسا کہ جناب نے گزشتہ مجلس میں فرمایا تھا کہ ایک مرتبہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا تھا کہ اے عائشہ! دھوپ میں نہ بیٹھا کرو۔ اس سے چہرے کی تر و تازگی جاتی رہتی ہے میں نے یہ بات دل میں رکھی کہ پھر اس حدیث کی نسبت پوچھوں گا کہ یہ کس طرح ہے؟ زبان مبارک سے فرمایا کہ میں نے یہ کسی کتاب میں لکھی نہیں دیکھی مولانا علاؤ الدین اصول رحمۃ اللہ علیہ سے جو میرے استاد تھے۔ بدایوں میں سنی وہ بہت بزرگ اور کامل مرد تھے یہاں سے مولانا علاؤ الدین کے مناقب کی بابت گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ آپ بہت ہی بزرگ مرد تھے، لیکن کسی کی بیعت نہ کی تھی۔ اگر کسی کے مرید ہو جاتے تو کامل حال شیخ بن جاتے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جس وقت آپ بچے تھے اور بدایوں کے ایک کوچے میں پھر رہے تھے اور شیخ جلال الدین تبریزی دہلیز پر بیٹھے تھے جب شیخ صاحب کی نگاہ مولانا علاؤ الدین پر پڑی تو آپ کو بلایا اور جو لباس خود پہنا ہوا تھا مولانا کو پہنایا خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ مولانا علاؤ الدین میں جو اخلاق حمیدہ اور اوصاف ستودہ پائے جاتے ہیں وہ سب اسی لباس کی برکت سے ہیں۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ مولانا علاؤ الدین کی ایک لونڈی نو آوردہ بوڑھی مواسی کی رہنے والی تھی جو بدایوں کے نزدیک ایک

گاؤں ہے جسے کانبھر کہتے ہیں ایک روزہ رو رہی تھی آپ نے وجہ پوچھی کہا: ایک میرا لڑکا ہے۔ اس سے جدا ہو گئی ہوں۔ مولانا نے کہا: اگر تجھے حوض تک جو شہر سے ایک کوس کے فاصلے پر ہے اور وہاں سے کانبھر کو راستہ جاتا ہے چھوڑ آؤں۔ تو پھر اپنے گاؤں چلی جائے گی کہا: ہاں!! اس سے آگے مجھے رستہ معلوم ہے چلی جاؤں گی۔ مولانا سحری کے وقت لے کر اسے گھر سے نکلے اور حوض پر جا کر اسے چھوڑ دیا۔ خواجہ نے جب یہاں تک بات ختم کی تو آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ علماء ظاہر اس بات کے منکر ہیں' لیکن یہ جان سکتے ہیں کہ اس نے کیا کیا۔

پھر مولانا علاؤ الدین کی علمیت' دانشمندی اور بحث میں انصاف کو مدنظر رکھنے کے بارے میں فرمایا کہ اگر کوئی مشکل لغت پیش آ جاتی۔ یا کسی مشکل مسئلے کو کافی طور پر حل نہ کر سکتے تو فرماتے کہ بھائی! میرا خود اطمینان نہیں ہوا۔ اسے کسی اور جگہ سے حل کراؤ اور بحث کرو۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ دیکھو۔ کیا اعلیٰ درجہ کا انصاف ہے نیز یہ بتایا کہ ایک دفعہ مولانا علاؤ الدین ایک کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے۔ ایک نسخہ آپ کے پاس تھا۔ اور ایک میرے پاس کبھی آپ پڑھتے تو میں سنتا۔ اور کبھی میں پڑھتا وہ سنتے۔ وہ کتاب ہدایہ تھی۔ پڑھتے پڑھتے ایک مصرعہ آیا جو ناموزوں اور بے معنی لکھا تھا۔ اس کی بابت دیر تک سوچتے رہے لیکن وہ مشکل حل نہ ہوئی اتنے میں مولانا ملک یار آئے مولانا علاؤ الدین نے فرمایا کہ اس مصرع کی صحت کی بابت مولانا ملک یار سے پوچھیں گے اس نے یہ مصرعہ موزوں اور با معنی پڑھا جس سے میرے دل کو تشفی ہوئی۔ بعد ازاں مولانا علاؤ الدین نے مجھے فرمایا: مولانا ملک یار نے یہ معنی ذوق کے سبب کہے ہیں خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس روز مجھے ذوق کے معنی معلوم ہوئے پیشتر اس کے میں ذوق کے معنی یہی مستی کے لئے کرتا تھا اس روز مجھے معلوم ہوا کہ معنوی ذوق کیا چیز ہوتی ہے۔

پھر فرمایا کہ مولانا ملک یار کچھ پڑھے لکھے زیادہ نہ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں خاص علم عنایت کر رکھا تھا بعد ازاں فرمایا کہ جب مولانا ملک یار کو بدایوں کی مسجد کی امامت ملی۔ تو بعض نے پوچھا کہ آیا مولانا ملک یار اس کام کے لائق بھی ہیں یا نہیں؟ جب یہ خبر مولانا علاؤ الدین نے سنی تو فرمایا کہ اگر اسے بغداد کی جامع مسجد کی امامت بھی دی جائے۔ تو بھی کم ہے کیونکہ اس کی لیاقت کہیں بڑھ کر ہے۔

ذکر صدقہ و مروت و وقایہ

بدھ کے روز چھبیسویں ماہ مذکور کو دست بوسی کا شرف حاصل ہوا' صدقے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ تین چیزیں ہیں صدقہ' مروت' اور وقایہ صدقہ یہ ہے کہ محتاجوں کو کوئی چیز دی جائے' مروّت اس بات کا نام ہے کہ کسی دوست کو کپڑا یا ہدیہ یا کوئی چیز دے اور وہ بھی اس کے مقابلہ میں کچھ دے۔ وقایہ یہ ہے کہ جو لوگوں کی طعن و تشنیع سے بچنے کے لئے خرچ کیا جائے یعنی اگر کسی کو کچھ نہ دیا جائے تو وہ کمینگی سے پیش آنا چاہے تو اپنے بچاؤ کے لئے اسے کچھ دیا جائے رسولِ خدا ﷺ نے یہ تینوں کام کئے۔

پھر فرمایا کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ شروع شروع میں تالیف قلوب کے لئے کچھ عنایت فرمایا کرتے تھے جب اسلام نے قوت پکڑی۔ تو پھر بند کر دیا۔ ان دنوں لشکر کے کوچ کے افواہ گرم تھی' (مؤلف کتاب) نے عرض کیا کہ کیا لشکر میں مصحف مجید لے جا سکتے ہیں کیونکہ اس کی محافظت مشکل ہوتی ہے۔ فرمایا: لے جانا چاہیے۔

پھر فرمایا کہ اسلام کے شروع شروع میں جب پیغمبر خداﷺ قرآن شریف ہمراہ نہیں لے جایا کرتے تھے ایسا نہ ہو کہ شکست ہو جائے۔ اور قرآن شریف کافروں کے ہاتھ آئے لیکن جب اسلام نے زور پکڑا اور لشکر کی تعداد میں اضافہ ہوا تو پھر قرآن شریف ہمراہ لے جایا کرتے میں نے عرض کی کہ خیمے میں مصحف کے رکھنے میں وقت پیش آتی ہے۔ فرمایا: اسے سر کی طرف رکھنا چاہیے۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ سلطان محمود غزنوی کی وفات کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیسا سلوک کیا۔ فرمایا: ایک رات میں ایسے گھر میں تھا۔ جہاں ایک طاق میں قرآن مجید رکھا تھا۔ میں نے اپنے دِل میں کہا جہاں مصحف مجید ہے وہاں میں کس طرح سو سکتا ہوں۔ پھر دِل میں کہا کہ اسے باہر بھیج دینا چاہیے۔ پھر خیال آیا کہ اسے اپنے آرام کی خاطر باہر بھیجوں۔ الغرض وہ رات بیٹھ کر کاٹی۔ جب موت کا وقت قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے اس قرآن شریف کے (احترام کے) عوض مجھے بخش دیا۔

پھر میں نے عرض کی کہ لوگ جب چڑھائی پر جاتے ہیں تو میرے دِل میں خیال آتا ہے۔ کہ اگر میری قضا وہیں آ جائے تو نوکروں کو وصیت کروں کہ مجھے یہیں دفن کر دینا کیونکہ دور دراز فاصلے سے مردے کو شہر میں لانا اچھا معلوم نہیں ہوتا فرمایا کہ وہیں دفن کرنا بہتر ہے جہاں فوت ہوا ہے یہ جو امانت رکھتے ہیں اور وہاں سے لاتے ہیں یہ ٹھیک نہیں زمین اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے امانت کس طرح ہو سکتی ہے ہاں! اگر دوسرے ملک میں مر جائے تو وہاں سے لانا جائز ہے لیکن جو شہر سے چھاؤنی میں مر جائے۔ تو وہاں سے لانا جائز ہے لیکن جو شہر سے چھاؤنی میں جائے اور مسافت بہت ہو۔ تو بہتر ہے کہ جہاں فوت ہو وہیں دفن کیا جائے۔

پھر فرمایا کہ جو شخص سفر میں جائے اور خویش و اقرباء سے دور غربت میں اسے موت آ جائے تو اسے وہیں دفن کر دینا چاہیے کیونکہ جتنا فاصلہ وہاں سے اس کے گھر تک ہے اس قدر زمین اسے بہشت میں ملے گی۔

پھر خوش اعتقاد بادشاہوں اور نیک امراء کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ ایک صاحب کشف اور صالح بادشاہ ایک روز اپنے جھروکے میں بیٹھا تھا اور ساتھ اس کا حرم (بیوی ملکہ) بھی تھا وہاں سے اس کی نگاہ نیچے بھی پڑ سکتی تھی۔ اس اثناء میں بادشاہ نے آسمان کی طرف دیکھا اور دیر تک نگاہ جمائے رہا پھر نیچے کی طرف دیکھا پھر آسمان کی طرف دیکھا۔ پھر اپنے حرم کی طرف دیکھا پھر آسمان کی طرف دیر تک دیکھتا رہا پھر اپنے حرم کی طرف دیکھ کر رو دیا۔ حرم نے پوچھ کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ پہلے تو دیر تک آسمان کی طرف دیکھتا رہا پھر نیچے کی طرف پھر میری طرف۔ پھر آسمان کی طرف اور پھر میری طرف دیکھ کے رو دیا بادشاہ نے کہا: تو نے بہت منت سماجت کی ہے اس لئے کہہ دیتا ہوں سن! اس وقت میری نگاہ لوح محفوظ پر تھی میں دیکھ رہا تھا کہ میرا نام زندوں میں سے کٹ گیا ہے مجھے معلوم ہو گیا کہ اب میں دنیا سے سفر کروں گا پھر میں نے دیکھا کہ میری جگہ کون ہو گا تو دیکھا کہ حبشی جو نیچے بیٹھا ہے وہ میرا قائم مقام ہو گا اور تو اس کے نکاح میں آئے گی جب حرم نے تو سنا پوچھا کہ اب تو کیا چاہتا ہے اور کیا کرے گا؟ اس نے کہا: میں کیا کر سکتا ہوں' جو کچھ اللہ تعالیٰ نے حکم کیا ہے وہی ہو کر رہے گا میں راضی ہوں پھر حبشی کو نیچے سے بلا کر اپنی پوشاک اسے دے دی اور اپنا ولی عہد بنایا پھر اسی حبشی کو لشکر دے کر ایک طرف چڑھائی کا حکم دیا اور راجاؤں اور امراء کو اس کے پیچھے روانہ کیا حبشی فرمان کے مطابق گیا۔ اور دشمن کو مار کر اس کا مال و اسباب لوٹ لایا اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا جس روز بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا دوسرے روز بادشاہ فوت ہو گیا۔ جب وہ حبشی چڑھائی پر گیا تھا تو لوگوں سے ایسا سلوک کیا کہ سب کے دِل اس کی طرف مائل ہو گئے

جب بادشاہ مر گیا تو ملک اس حبشی کو ملا اور اس کا حرم بھی اسی حبشی کے نکاح میں آیا۔

حکیم فاراب

پھر حکماء کے بارے میں بات شروع ہوئی تو فرمایا کہ ایک روز فاراب حکیم خلیفہ کی مجلس میں آیا اس وقت مختصر اور معمولی لباس پہنے ہوئے تھا وہ ترک بچہ تھا اس وقت خلیفہ سماع سن رہا تھا اس نے چنگ لے کر بجانا شروع کیا اس حکیم نے سماع کی تین قسمیں کی ہیں، اوّل مضحک یعنی ہنسانے والا، دوم مبکی یعنی رلانے والا، تیسرا منوم یعنی نیند لانے والا الغرض جب اس نے چنگ بجانا شروع کیا تو پہلے سب اہل مجلس نے خوب قہقہے لگائے پھر جب بجایا تو سب رونے لگے پھر جب بجایا تو سب بیہوش ہو گئے اس وقت حکیم نے ایک جگہ لکھ دیا کہ "حکیم فاراب آیا تھا اور چلا گیا" جب اہل مجلس ہوش میں آئے، اور یہ بات لکھی ہوئی دیکھی تو کہا کہ یہ حکیم فاراب تھا ہمیں معلوم نہ تھا۔

پھر فرمایا کہ یہی حکیم (دانا) تھا جس نے خلیفہ کو بد اعتقاد کرنا چاہا کہ آسمان کی حرکت ارادی ہے یہ اہلِ سنت و جماعت کے مذہب کے برخلاف ہے جب شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ معلوم ہوا کہ خلیفہ اس حکیم کے مذہب کی طرف مائل ہے تو اپنی کرامت سے خلیفے اور حکیم کو فرشتے دکھا کر جو آسمان کو پھراتا ہے اس فساد کو دور کیا الغرض خواجہ صاحب اسی حکایت میں تھے کہ ایک نے آ کر عرض کی رات میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے، خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اسکا نام عمر اور لقب شہاب الدین رکھنا، اس واسطے کہ شیخ شہاب الدین عمر کا ذکر ہو رہا تھا، حاضرین میں سے ایک نے اسے کہا: نام تو عمر رکھا ہے۔ لیکن اس نام کی تحقیر یا تصغیر نہ کرنا اس بارے میں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ کے دو لڑکے تھے۔ ایک کا نام محمد اور دوسرے کا نام احمد تھا۔

بارہا جب شیخ صاحب ان پر ناراض ہوتے تو عین غضب کے وقت اس طرح فرماتے کہ اے خواجہ محمد! تو نے ایسا کیوں کیا؟ اے خواجہ احمد! تو نے ایسا کیوں کیا؟ خواہ کیسے ہی ناراض ہوتے۔ ان کے نام اس طرح پکارتے نام پکارنے کے بارے میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتوں کے نام تبدیل فرمائے اگر کسی کا نام بُرا سا ہوتا تو اسے تبدیل فرماتے چنانچہ ایک مرتبہ کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا نام پوچھا۔ عرض کیا۔ قاضی۔ فرمایا: میں تیرا نام مطیع رکھتا ہوں۔ اسی طرح ایک اور آدمی آیا نام پوچھا تو عرض کیا، مضطجع (مضطجع اس شخص کو کہتے ہیں جو پہلو کے بل زمین پر بیٹھے) فرمایا: میں تیرا نام منبعث رکھتا ہوں (منبعث اسے کہتے ہیں جو زمین سے پہلو اٹھا لے اور اٹھ کھڑا ہو) ایک مرتبہ ایک عورت حاضر خدمت ہوئی نام پوچھا عرض کی شعب الضلالہ (گمراہی کی گھاٹی) فرمایا: تیرا نام شعب الہدیٰ (ہدایت کی گھاٹی) رکھتا ہوں، اسی طرح ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا نام جمل (اونٹ) رکھا اور یہ اس طرح ہوا کہ وہ مرد چونکہ طاقتور تھا ایک مرتبہ لوگ ایک منزل سے دوسری منزل کو جا رہے تھے ایک نے آ کر مطہرہ (لوٹا) اسے دیا کہ اسے منزل پر پہنچا دینا، دوسرے نے آ کر کپڑا دیا، تیسرے نے اور کوئی چیز اسی طرح کئی آدمیوں نے چیزیں دیں اس نے سب اٹھا کر دوسری منزل پر پہنچا دیں، اس واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام جمل رکھا۔

ذکر تسمیہ امیر المؤمنین امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب امیر المؤمنین حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو آنحضرت مبارکباد دینے کے لئے تشریف لائے،

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ نام کیا رکھا ہے؟ عرض کی حزن' فرمایا: نہ۔ اس کا نام حسن رکھو پھر جب امیر المؤمنین حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو پھر مبارکباد دینے کے لئے تشریف لائے' پوچھا اس کا نام کیا رکھا ہے عرض کی حرب فرمایا: نہ۔ اس کا نام حسین رکھو!

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ بہت سے لوگ پیروں کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور جب مرید ہو کر چلے جاتے ہیں تو مزاج وہ نہیں رہتا اسی موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ جس وقت کوئی میرے پاس آتا ہے اور جب واپس جاتا ہے تو ایک ستون کے حائل ہو جانے سے اس کا مزاج برقرار نہیں رہتا۔

پھر فرمایا کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اگر مجھے اس بات کا اختیار دیا جائے کہ یا تو تیری جان گھر کے دروازے کے اندر لے لی جائے' یا بیرونی دروازے پر شہادت دے دی جائے' خواجہ صاحب نے فرمایا کہ وہ دروازہ جو گھر کے اندر ہوتا ہے اسے باب البیت کہتے ہیں اور جو باہر ہوتا ہے' اسے باب الدار کہتے ہیں تو میں یہی کہوں گا کہ باب البیت پر جان با ایمان قبض ہو' کیونکہ کون جانتا ہے کہ باب البیت سے باب الدار تک ایمان سلامت جائے گا یا نہ۔

بعد ازاں فرمایا کہ لوگوں کے مزاج میں جو تغیر واقع ہوتا ہے وہ اسی زمانہ میں نہیں بلکہ قدیم الایام سے ہی ایسا ہوتا چلا آیا ہے' جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیائے فانی سے رحلت فرمائی تو کئی ہزار مسلمان مرتد ہو گئے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیغام بھیجا اگر تم مال کی زکوٰۃ نہ لو گے تو ہم اسلام پر قائم رہیں گے ورنہ نہیں آپ نے اس بارے میں یاروں سے مشورہ کیا بعض نے کہا: اگر آپ ان سے نرمی کریں' تو شاید وہ ایمان سے برگشتہ نہ ہوں بہتر ہے کہ انہیں معاف کر دیا جائے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تلوار سونت کر فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کا حق ہے اگر اس میں اونٹ کے گھٹنے باندھنے والی رسی کے برابر بھی کم دیں تو میں اس تلوار سے ان کے ساتھ لڑوں گا جب یہ خبر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سنی تو فرمایا کہ واقعی خلیفہ نے نیک حکم دیا ہے اگر وہ زکوٰۃ نہ دینے کا حکم دیتے تو دوسرے خلیفہ کے عہد میں نماز بھی معاف کرا لیتے اور اس طرح ہوتے ہوتے اسلام کے تمام احکام معاف کرا لیتے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا کہ ایک شخص میرا مرید ہوا جب وہ مجھ سے دور چلا گیا تو کچھ مدت بعد اس کا مزاج بدل گیا برقرار نہ رہا ایک اور شخص میرا مرید ہوا جب وہ مجھ سے دور چلا گیا تو اس کا دل اسی طرح تھا جیسے میرے پاس تھا اگرچہ مدت تک وہ دور رہا لیکن اس کے مزاج میں ذرا تبدیلی نہ آئی آخر کار عرصہ دراز کے بعد اس کا مزاج برقرار نہ رہا' پھر میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ مرد جب سے میرا مرید ہوا ہے اس کا مزاج اسی طرح ہے اس میں کسی قسم کا تغیر نہ ہوا۔

خواجہ صاحب اس بات پر پہنچے تو آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ آج تک آپ کی محبت دِل میں برقرار ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

خواجہ شاہی موئے تاب کے بارے میں

ہفتے کے روز دسویں ماہ ذیقعدہ ۷۱۶ھ کو دست بوسی کی سعادت حاصل ہوئی خواجہ موئے تاب کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی جو بدایوں میں رہتے تھے فرمایا کہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ آپ کو شاہی روشن ضمیر کہا کرتے تھے اس واسطے کہ ان دنوں آپ کو خرقہ دیا گیا کسی کے ہاتھ خواجہ موئے تاب کو کہلا بھیجا کہ ہم نے آج یہ کام کیا ہے کہ بادشاہ کو خرقہ دیا ہے کیا آپ اس بات پر راضی

ہیں شیخ محمود موئے تاب نے فرمایا کہ جو کچھ آپ نے کیا ہے ٹھیک کیا ہے۔

یہاں سے پھر آپ کے بھائی خواجہ ابوبکر موئے تاب کی بابت گفتگو شروع ہوئی تو مولانا سراج الدین حافظ بدایونی نے جو کہ خاص مرید ہیں یوں تقریر فرمائی کہ ایک رات اٹھ کر تازہ وضو کیا اور رکعتیں ادا کر کے وفات پائی خواجہ صاحب نے فرمایا **کما تعیشون و تموتون** جس طرح زندگی بسر کرتے ہیں اسی طرح انہیں موت آتی ہے۔

یہاں سے پھر خواجہ شاہی موئے تاب کی بابت ذکر ہوا کہ خلقت کا بڑا ہجوم آپ کے گرد رہتا جہاں جاتے خلقت آپ کے گرد جمع ہو جاتی انہیں دنوں بدایوں میں ایک درویش مسعود نخاسی رہتا تھا جب وہ اس ہجوم میں خواجہ شاہی موئے تاب کو دیکھتا تو کہتا کہ اے حبشی (کیونکہ خواجہ شاہی موئے تاب سیہ فام تھے) تو حمام گرم کر کے جل مرے گا خواجہ صاحب نے فرمایا کہ واقعی ایسا ہی ہوا جیسا اس درویش نے کہا تھا یعنی عین جوانی ہی میں انتقال ہوا۔

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ کرامت کا اظہار نہیں کرنا چاہیے فرمایا کہ کرامت پیدا کرنا تو کوئی بڑی بات نہیں مسلمان راست رو اور بیچارہ گدا ہونا چاہیے پھر خواجہ ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت بیان فرمائی کہ آپ نے دجلہ کے کنارے ایک مچھلیاں پکڑنے والے کو دیکھا' اسے فرمایا: جال دریا میں پھینکو اور مچھلیاں پکڑو' اگر میں صاحب ولایت اور کرامت ہوں تو اڑھائی سیر کی مچھلی تیرے جال میں آئے گی' نہ اس سے کم ہوگی نہ زیادہ اس نے جال پھینکا اور مچھلی پکڑی جب اس کا وزن کیا تو ٹھیک اڑھائی سیر نکلی نہ زیادہ تھی نہ کم القصہ جب یہ بات شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے سنی' فرمایا: کاش! اس جال میں مچھلی کی بجائے سیاہ سانپ ہوتا جو ابوالحسن کو ڈستا اور ہلاک کر دیتا پوچھا کیوں؟ فرمایا: اگر سانپ اسے ہلاک کرتا تو وہ شہید کی موت مرتا۔ اب چونکہ زندہ رہے گا معلوم نہیں۔ اس کا خاتمہ بالخیر ہو یا نہ ہو۔

یہاں سے ایک درویش کی بابت فرمایا: اگر کسی کو پیٹ میں درد ہوتا تو کہتا اسے شکنبہ (اوجھڑی) دو تا کہ کھائے۔ جس کے کھانے سے وہ تندرست ہو جاتا' کسی کے سر میں درد ہوتا تو کہتا اسے بھنی ہوئی سری کھلاؤ ٹھیک ہو جائے گا۔ غرض جو کچھ وہ کہتا تھا اسی طرح ہو جاتا تھا' شیخ علی شوریدہ نے اس کو کہا' ایسی باتیں نہ کیا کرو' اس سے نقصان ہوگا آخر کار ایسا ہی ہوا' چنانچہ وہ مصیبت میں گرفتار ہوا تو شیخ علی شوریدہ نے آ کر کہا: کیا میں نہیں کہتا تھا کہ ایسی باتیں نہ کیا کرو' نقصان دیں گی' تو نے میری بات نہ مانی تھی اس بلا میں پھنسا اس درویش نے کہا: میں نے برا کیا۔ اب دعا کرو تا کہ میں تندرست ہو جاؤں شیخ علی شوریدہ نے دعا نہ کی اور وہ اس بیماری میں مر گیا۔

پھر شیخ احمد نہروالی کی بابت فرمایا کہ اگر احمد نہروالی کی عبادت کا وزن کیا جائے تو ۵۰ صوفیوں کے برابر ہوگی۔ جب آپ جامع مسجد جایا کرتے تو یار ہمراہ ہوتے آپ اس انبوہ کے ساتھ مسجد جایا کرتے ایک اور درویش شیخ علی شوریدہ نام احمد علی کو منع کیا کرتے کہ اتنا ہجوم ساتھ لے کر مسجد نہ جایا کرو پھر ایک روز شیخ احمد علی یاروں کو لئے مسجد میں آئے اثنائے راہ میں ایک شخص دوسرے کو زدوکوب کر رہا تھا' شیخ احمد مع یاروں کے جا پہنچے اور گرداگرد حلقہ باندھ لیا۔ اور اس مظلوم کو چھڑایا اتنے میں شیخ علی شوریدہ آ پہنچا' شیخ احمد نے جب اسے دیکھا تو کہا کہ ایسے کاموں کے لئے یاروں کے ہمراہ گھر سے باہر نکلتا ہوں۔

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ شیخ احمد نہروانی مرید کس کے تھے؟ فرمایا: واللہ اعلم کس کا مرید تھا کہتے ہیں کہ انہیں یہ نعمت اجمیر کی جامع مسجد کے امام فقیہ مادھو سے حاصل ہوئی ایک روز شیخ احمد ہنڈولے گا (برسات کے گیت)' رہے تھے۔ آواز بہت عمدہ تھی جب فقیہہ مادھو نے سنی تو کہا کہ ایسی آواز اور ہنڈولے گانا' بڑے افسوس کی بات ہے تو قرآن شریف یاد کر شیخ احمد نے قرآن شریف یاد کیا' خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جس سماع میں شیخ قطب الدین بختیار رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہوا شیخ احمد بھی حاضر مجلس تھا اور شیخ قطب الدین بختیار کا حال لکھا جا چکا ہے۔

پھر بدایوں کے درویشوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا بدایوں میں ایک درویش عزیز بشیر نام رہتا تھا وہ بدایوں سے دہلی آیا اور قاضی حمید الدین ناگوری کے لڑکے مولانا ناصح الدین کی خدمت سے خرقہ حاصل کرنا چاہا اس نیت سے بہت درویش جمع کئے اور سلطان کے حوض پر مجلس آراستہ کی اسی اثناء میں ہر ایک نے حوض کے پانی کی مٹھاس کا ذکر کیا عزیز بشیر نے جو خرقہ کی طلب میں آیا تھا کہا: یہ حوض تو معمولی ہے بدایوں میں اس سے بھی اچھا حوض ہے خواجہ محمد کبیر بھی وہاں موجود تھے جب اس سے یہ بات سنی تو مولانا ناصح الدین کو کہا کہ اسے خرقہ نہ دینا کیونکہ یہ مبالغہ کرنے والا معلوم ہوتا ہے۔ مولانا ناصح الدین نے ویسا ہی کیا اسے خرقہ نہ دیا۔

پھر بدایوں کے کوتوال نے خواجہ عزیز کی بابت فرمایا کہ وہ درویشوں کا خدمت گزار اور شیخ ضیاء الدین ساکن بدایوں کا مرید تھا کبھی کبھی درویشوں کو یاد کرتا اور بارگاہ میں بلا کر بات چیت سنتا وہ عین جوانی میں بدایوں میں شہید ہوا' اس کے بارے میں فرمایا کہ میں ایک روز بدایوں کی امریوں (آموں کے باغوں) جسے لکھی آلو کہتے ہیں گیا یہ عزیز کوتوال درخت تلے دستر خوان بچھائے بیٹھا تھا' جب دور سے مجھے دیکھا تو کہا: مرحبا' آیئے تشریف لایئے' میں ڈرا کہ کہیں تکلیف نہ پہنچائے جب میں گیا تو مجھے بڑی تعظیم سے اپنے پاس بٹھایا کھانا کھا کر میں واپس چلا آیا مولانا سراج الدین حافظ بدایونی سلمہ تعالیٰ حاضر تھے' اس نے عرض کی۔

من لیس له شیخ فشیخه شیطان جس کا شیخ نہیں اس کا شیطان شیخ ہے۔ رسول کریم ﷺ کی حدیث ہے خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ مشائخ کا قول ہے پھر مولانا سراج الدین نے پوچھا کہ آیا من لم یر مفلحا لا یفلح ابدا جس نے کسی فلاح والے کو نہ دیکھا وہ کبھی فلاح نہ پائے گا حدیث ہے' فرمایا: یہ بھی مشائخ کا قول ہے۔

پھر ایک درویش کی بابت فرمایا کہ اگر وہ کسی ایسے شخص کو دیکھتا جو کسی کا مرید نہ ہوتا تو وہ کہتا کہ وہ کسی کے پلڑے میں نہیں بیٹھا میں نے پوچھا' کیا اس سے یہ مطلب ہے کہ اس کا وزن کچھ نہیں۔ فرمایا: نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی کا مرید بنتا ہے اس کے اعمال قیامت کے دن اس کے پیر کے پلڑے میں ڈالے جائیں گے' پس! جو شخص کسی کا مرید نہیں ہوتا۔ کہتے ہیں کہ وہ کسی کے پلڑے میں نہیں بیٹھا یعنی اس کا کوئی پیر نہیں۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

منگل کے روز گیارہویں ماہ ذوالحجہ سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہو چونکہ ایام تشریق تھے' لوگوں کی آمد و رفت بہت تھی' اس لئے گھڑی گھڑی کھانا لایا جاتا بطور خوش طبعی فرمایا کہ ایک درویش سے پوچھا گیا کہ تجھے کلام مجید کی کون سی آیت پسند ہے؟ کہا: اکلها دائم ۔اسے ہمیشہ کھاتے رہو۔ فرمایا یہ لفظ چار طرح پر ہے' اَکْلٌ اور اُکُلٌ اور اَکْلَۃٌ اور اُکْلَۃٌ بعد ازاں ان چاروں لفظوں کا بیان یوں فرمایا کہ اُکُلٌ مصدر ہے۔ اور اُکُلٌ جو چیز کھائی جائے۔ اَکْلَۃٌ ایک مرتبہ کی خوراک' اُکْلَۃٌ ایک لقمہ' اتنے میں ایک اور درویش ایک

چھوٹے لڑکے کو لایا' اور ایک تختی بھی اور عرض کی یہ میرا لڑکا ہے۔ اور اس کی تختی پر اپنے مبارک قلم سے لکھیں تاکہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ قرآن شریف اس کے نصیب میں کرے۔

خواجہ صاحب نے تختی دست مبارک میں لی' اور لکھا پھر فرمایا کہ جو شخص کسی کی کار برآری کے لئے لکھتا ہے اگر قلم آسانی سے چلے' اور قلم کی روانی میں دیر نہ لگے۔ تو وہ کام جلدی پورا ہو جاتا ہے اور قلم دقت سے چلے' تو اس کام میں بھی دیر پڑ جاتی ہے پھر فرمایا کہ یہ عقلی ڈھکوسلے ہیں جو کچھ ان سے از روئے عقل ظاہر ہو اس کا ظاہر کر دینا جائز ہے۔

پھر خواجہ شاہی کی حکایت شروع ہوئی آپ کو بدایوں میں شہرت حاصل ہوئی تمام خلقت رجوع کرنے لگی جہاں کہیں جاتے مجمع ہو جاتا خواجہ شاہی سیاہ رنگ کے آدمی تھے' اس عہد میں ایک درویش محمود نخاسی تھا اس نے ایک مرتبہ خواجہ شاہی کو کہا: اے حبشی! تو نے حمام خوب گرم کیا ہے لیکن اس میں جل جائے گا' چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جوانی کے دنوں میں ہی فوت ہو گیا۔

پھر ایک درویش کی بابت فرمایا کہ وہ گجرات گیا ہوا تھا اس نے بیان کیا کہ میں نے گجرات میں ایک دیوانہ دیکھا جو واصل اور صاحب کشف تھا میں' اور وہ دیوانہ ایک ہی گھر میں رہتے تھے اور ایک ہی حجرے میں لیٹا کرتے تھے ایک مرتبہ میں اس حوض کی طرف گیا جس میں کسی کو پاؤں رکھنے نہیں دیتے تھے وہاں کے محافظ میرے واقف تھے' انہوں نے اس حوض میں مجھے وضو کرنے کی اجازت دی بعض عورتیں جو پانی لینے آئی تھیں' انہیں انہوں نے پاؤں نہ رکھنے دیا ایک بڑھیا نے مجھے آکر کہا کہ میرا گھڑا بھر دو۔ میں نے گھڑا بھر دیا اس طرح چار اور عورتوں نے یکے بعد دیگرے گھڑے بھرنے کے لئے جو کہا جو میں نے بھر دیئے میں حجرے کی طرف آیا تو دیکھتا ہوں کہ دیوانہ سویا پڑا ہے نماز کا وقت قریب تھا میں نے بلند آواز سے تکبیر کہی تو دیوانہ جاگ پڑا' اور کہنے لگا کیسا شور مچا رکھا ہے کام وہی تھا جو تم نے اس عورت کو گھڑا پُر کر کے دیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

مختلف گفتگو

جمعرات کے روز بارہویں ماہ شعبان ۷۱۷ ہجری کو آٹھ ماہ بعد قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ میں دِلی گیر کی چھاؤنی گیا ہوا تھا' جب قدم بوسی کی تو نہایت مرحمت اور شفقت فرمائی اور راستے کی تکلیفوں کی بابت پوچھنا شروع کیا اور بہت بندہ نوازی فرمائی ملیح جو میرا پرانا یار ہے اسے کچھ بیماری کی تکلیف تھی وہ اسی طرح بیماری کی حالت میں میرے ہمراہ حاضر خدمت ہوا' اس کی بیماری کا حال پوچھا میں نے عرض کیا کہ میں اس کی بیماری کے سبب راستے میں ٹھیر گیا تھا فرمایا: کیا اچھا کیا یار کے ہمراہ ہوں' تو واجب ہے کہ بیماری کے وقت بھی اس کے ہمراہ رہیں اور اس کے ساتھ وفا سے پیش آئیں۔

پھر اس بارے میں حکایت بیان فرمائی کہ ابراہیم خواص ہمیشہ سفر میں رہا کرتے کسی شہر میں چالیس دن سے زیادہ نہ ٹھہرتے جہاں جاتے چالیس روز سے کم قیام کرتے پھر اور شہر میں چلے جاتے آپ کی عمر اسی طرح صرف ہوگئی ایک مرتبہ ایک جوان نے آپ کے ہمراہ رہنے کے لئے التماس کی فرمایا تو ہمارے ساتھ نہ رہ سکے گا میں کبھی اس شہر میں ہوتا ہوں اور کبھی دوسرے میں کبھی بے سامان ہوتا ہوں اور کبھی باسامان' لیکن جوان اپنی بات پر اڑا رہا کہ میں ضرور آپ کے ہمراہ رہوں گا جب بہت منت سماجت کی تو آپ بھی راضی ہو گئے القصہ آپ اس کے ہمراہ شہر بشہر پھرتے رہے جہاں جاتے چالیس روز سے زیادہ نہ ٹھہرتے ایک مقام پر وہ جوان بیمار

ہو گیا جس کے سبب آپ کو تین مہینے وہاں ٹھہرنا پڑا' بعد ازاں ایک روز اس جوان کو نان اور مچھلی کی خواہش پیدا ہوئی جو آپ پر ظاہر کی آپ کے پاس ایک گدھا تھا جس پر کبھی کبھی سوار ہوا کرتے تھے' اس کے سوا کوئی اور وجہ خرچ نہ تھی اسے بیچ کر اس جوان کی خواہش پوری کی جب کچھ عرصہ گزر گیا تو جوان تندرست ہو گیا آپ نے پھر سفر کا ارادہ کیا تو اس جوان نے کہا کہ اپنا گدھا مجھے دو تا کہ میں سوار ہو جاؤں آپ نے فرمایا کہ وہ تیری روٹی اور مچھلی کی خاطر فروخت کر دیا تھا' القصہ وہاں سے روانہ ہوئے اور تین دن آپ نے اس جوان کو گردن پر بٹھا کر سفر کیا اس حکایت کے بیان سے خواجہ صاحب کا مطلب یہ تھا کہ ہمیں سجنوں سے عمدگی کے ساتھ زندگی بسر کرنی چاہیے جب یہ حکایت ختم ہوئی تو اپنی بیماری کی حکایت بیان فرمائی' میں نے آپ کی ناسازی طبع کی خبر چھاؤنی ہی میں سنی تھی کہ کسی نے جادو کیا ہے۔

میں نے پوچھا تو فرمایا ہاں دو مہینے تک بیمار رہا ہوں' پھر ایک شخص کو بلایا جو سحر کو دور کرنے میں پوری طرح ماہر تھا' وہ آ کر گھر کے اردگرد کئی مرتبہ پھرا اور ہر مرتبہ تھوڑی سی مٹی زمین سے اٹھا کر سونگھتا جب ایک مقام کی مٹی سونگھی تو کہا کہ یہ جگہ کھودو' جب کھودی گئی تو جادو کی علامات ظاہر ہوئیں اسی اثناء میں اس مرد نے کہا کہ مجھے اس قدر مہارت ہے اگر چاہو تو میں ساحر کا نام بھی بتا دوں؟ جب خواجہ صاحب نے سنا تو فرمایا خبردار! اس کا نام ظاہر نہ کرنا میں نے اسے معاف کیا پھر کسی نے کہا کہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز پر بھی کسی نے جادو کیا تھا فرمایا: ہاں! وہ سحر نکل آیا اور جن لوگوں نے یہ حرکت کی تھی انہیں اجودھن کے حاکم نے شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں بھیجا تھا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ لیکن شیخ الاسلام نے انہیں معاف کر دیا تھا۔

پھر فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی سحر کیا گیا تھا جب معوذتین نازل ہوئیں تو نفاثات کا شر رفع ہو گیا' امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ اگر حکم ہو تو جس عورت نے جادو کیا ہے' اسے قتل کر دوں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت عطا فرمائی ہے میں اسے معاف کرتا ہوں۔

ذکر شہادت حضرت عمر رضی اللہ عنہ

پھر حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ آپ جمعہ کے روز منبر پر رونق افروز تھے اثنائے خطبہ فرمایا کہ تمہیں واضح رہے کہ میری موت اب نزدیک ہے' یہ میں از روئے کرامت نہیں کہتا بلکہ خواب دیکھا ہے کہ ایک پرند نے آ کر مجھے دو دفعہ چونچ ماری ہے اور خواب میں پرند کا دیکھنا موت ہے اس دلیل کی رو سے میں کہتا ہوں کہ میری موت قریب ہے چنانچہ دوسرے ہی ہفتے آپ نے شہادت پائی مغیرہ کے غلام ابو لولو نام نے آپ پر محراب میں تلوار کا وار کیا جب امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ گر پڑے تو غلام باہر نکل گیا اور نو (۹) آدمی اور قتل کئے' بعد ازاں اپنے تئیں قتل کیا' ابھی امیر المومنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ کا کوئی دم باقی تھا کہ آپ کو یہ خبر پہنچی کہ اس غلام نے نو آدمی قتل کئے ہیں اور بعد میں اپنے تئیں قتل کیا امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے سن کر فرمایا کہ الحمد للہ! اس نے اپنے تئیں خود قتل کیا میرے لئے قتل نہیں کیا گیا۔

ذکر شہادت حضرت علی کرم اللہ وجہہ

پھر امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بابت فرمایا کہ آپ کو عبد الرحمٰن ابن ملجم نے شہید کیا' اور یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ وہ مسلح ہو

کر حضرت علی کے پیچھے لگا' لیکن امیر المومنین حضرت علی ؓ کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا' دریا کے کنارے پر پہنچ کر پایاب پانی پر چلنا چاہا' پاس ہی قبرستان تھا' امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ نے قبرستان کی طرف رخ کر کے آواز دی تو اس نام کے ستر آدمیوں نے قبرستان سے آواز دی پھر نام لے کر آواز دی تو پھر سات آدمیوں نے آواز دی' جب تیسری مرتبہ آواز دی تو صرف ایک آدمی نے آواز دی' امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پوچھا کہ پایاب (کم پانی) کدھر ہے؟ کہا: جہاں آپ کھڑے ہیں آپ وہاں سے گزر گئے' عبدالرحمٰن ابنِ ملجم یہ سب کچھ سنتا رہا وہ بھی پار گیا۔ اس نے پوچھا: اے علی (ؓ)! کیا آپ کو سب مُردوں کے نام اور ان کے والدین کے نام یاد تھے؟ فرمایا: ہاں! جانتا تو تھا لیکن میں نے چاہا کہ تو میرے حال سے واقف ہو جائے۔ القصہ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو عبدالرحمٰن ابنِ ملجم نے آ کر تلوار کا وار کیا جب زخم کھایا تو فرمایا: فزت و رب الکعبۃ۔ یہ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کے آخری الفاظ تھے میں نے عرض کی کہ آیا عبدالرحمٰن مسلمان تھا فرمایا: ہاں! لیکن معاویہ ؓ کا طرف دار تھا پھر میں نے پوچھا کہ معاویہ ؓ کے حق میں کیسا اعتقاد رکھنا چاہیے؟ فرمایا: وہ مسلمان صحابی تھے اور رسول اللہ ﷺ کے خسر کا لڑکا تھا اس کی بہن ام حبیبہ ؓ نام رسول خدا ﷺ کی بیوی تھیں یہ حکایت ختم کر کے اشتیاق اور فراق کا ذکر کیا کیونکہ آٹھ مہینے بعد میں حاضر خدمت ہوا۔ نیز اور بہت سے عزیز چھاؤنی سے آ رہے تھے فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں عریضہ لکھا تھا جس میں یہ رباعی درج کی تھی۔

رُباعی

زاں روز کہ بندۂ تو خوانند مرا ۔۔۔ ہر مرد مک دیدہ نشانند مرا
لطف عامت عنایتی فرمود است ۔۔۔ ورنہ چہ کسم خلق چہ دانند مرا

بعد ازاں جب شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا' تو اس رباعی کا ذکر کر کے فرمایا کہ میں نے وہ رباعی یاد کر لی تھی' واللہ اعلم بالصواب۔

سوموار کے روز تیسری ماہ رمضان سن مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی جناب کے ایک مرید نے مجھے شش کانی تین چیتل دیئے تھے کہ جناب کی خدمت میں پہنچا دینا۔ میں نے وہ حاضر خدمت کئے اور سارا حال عرض کیا جناب نے دست مبارک سے پکڑ کر پاس رکھ لئے پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز حج کے سفر سے واپس آئے تو اہل بغداد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہر ایک کچھ نہ کچھ نقد جنس لایا ان میں ایک بڑھیا آئی جس نے پرانی چادر کے دامن سے ایک درم کھول کر شیخ صاحب کے سامنے رکھا' آپ نے وہ درم لے کر تمام تحفوں اور ہدیوں کے اوپر رکھا' پھر جو آدمی موجود تھے انہیں فرمایا کہ جو چیز چاہتے ہو۔ لو۔ ہر ایک نے جو چاہا لے لیا شیخ جلال الدین تبریزی طیب اللہ ثراہ بھی حاضر خدمت تھے انہیں بھی اشارہ کیا تم بھی لے لو' شیخ جلال الدین نے اُٹھ کر وہ درم جو سب سے اوپر رکھا تھا اٹھا لیا' شیخ شہاب الدین نے جب دیکھا تو فرمایا کہ تو سب کچھ لے گیا' میں (مؤلف کتاب) نے پوچھا کہ کیا شیخ جلال الدین شیخ شہاب الدین ؒ کے مرید تھے فرمایا: نہیں' وہ شیخ ابو سعید تبریزی کے مرید تھے' جب آپ کے پیر نے وفات پائی' تو شیخ شہاب الدین کی خدمت میں آئے تو وہ خدمات بجا لائے' جو کسی کو میسر

نہیں ہوسکتیں' اسی طرح کہتے ہیں کہ شیخ شہاب الدین ہر سال بغداد سے سفرج کو جایا کرتے جب بوڑھے ہو گئے توشہ جوان کے لئے ہمراہ لیا جاتا وہ مزاج کے موافق نہ ہوتا سرد کھانا آپ کی طبع کے موافق نہ تھا' کیونکہ بوڑھے ہو گئے تھے اس لئے جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ تبریزی انگیٹھی اور دیگچہ اس طرح سر پر اٹھائے رہتے کہ سر نہ جلتا اور کھانا بھی ہر وقت گرم رہتا جب شیخ صاحب کو ضرورت ہوتی گرما گرم کھانا دیا جاتا۔

یہاں سے شیخ جلال الدین تبریزی کے پیر ابو سعید تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی بابت فرمایا کہ آپ بزرگ شیخ اور اعلیٰ درجے کے تارک الدنیا تھے چنانچہ اکثر آپ پر قرض ہو جاتا۔ لیکن کسی سے کوئی چیز نہ لیتے ایسا بھی ہوا کہ ایک مرتبہ آپ کی خانقاہ میں کھانا پکا۔ آپ اور آپ کے یار تربوز سے ہی افطار کرتے رہے اور گزارہ کرتے رہے جب یہ خبر وہاں کے حاکم نے سنی تو کہا کہ وہ ہماری کوئی چیز قبول نہیں کرتے نقدی لے جاؤ' اور شیخ کے خادم کو دے دو اور خادم کو کہو کہ تھوڑا تھوڑا کر کے خرچ کر لے اور شیخ صاحب سے اس کا ذکر تک نہ کرے چنانچہ شاہی نوکر نے آ کر کچھ نقدی خادم کو دی اور کہا کہ مصلحت کے مطابق خرچ کرنا اور شیخ صاحب کو نہ جتانا القصہ جب روپیہ لایا گیا اور خرچ کیا تو اس روز شیخ صاحب کو طاعت میں جو ذوق اور آرام حاصل ہوا کرتا تھا نہ ہوا خادم کو بلا کر پوچھا کہ رات کو جو کھانا تو نے ہمیں دیا وہ کہاں سے آیا تھا؟ خادم چھپا نہ سکا۔ سارا حال بیان کر دیا پوچھا' کون شخص لایا تھا اور کہاں کہاں قدم قدم رکھا تھا؟ وہاں سے مٹی کھود کر پھینک دو اور اس خادم کو بھی اسی قصور کے عوض خانقاہ سے نکال دیا۔

پھر شیخ شہاب الدین کی نسبت فرمایا کہ آپ کو فتوح بہت حاصل ہوئی لیکن تقریباً سب خرچ کر دیتے۔ جب وفات کا وقت نزدیک آ پہنچا تو آپ کے فرزند عماد رحمۃ اللہ علیہ نے جس کا حال شیخ صاحب کے حال سے بالکل نہ ملتا تھا خادم سے چابی مانگی' خادم نے نہ دی اور کہا کہ واہ! اچھی بات ہے کہ شیخ صاحب حالت نزع میں ہیں اور تو چابی مانگتا ہے جب شیخ صاحب نے یہ بات سنی تو فرمایا کہ چابی اسے دے دو' جب اس نے خزانہ کھولا تو صرف چھ دینار نکلے' سو وہ بھی آپ کی تجہیز و تکفین پر خرچ ہو گئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

جمعرات کے روز چوتھی ماہ مبارک سنِ ہجری مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا' ایک طالب علم آیا جس سے آپ نے تعلیم کی حالت پوچھی عرض کی کہ میں نے تحصیل علم کر لی ہے' اب سرائے سلطانی میں آیا جایا کرتا ہوں تاکہ مجھے روٹی بفراغت مل جایا کرے جب وہ چلا گیا تو خواجہ صاحب نے یہ شعر زباں مبارک سے فرمایا۔

شعر در وصف حال بس سرہ ایست　　　چوں بخواہش رسید مسخرہ ایست

پھر فرمایا کہ شعر ایک لطیف چیز ہے' لیکن جب تعریف میں کہا جائے' اور کسی کے پاس لے جایا جائے تو سخت بے لطف ہوتا ہے اسی طرح علم بھی بنفسہٖ بہت شریف ہے' لیکن جب اسے حاصل کر کے در بدر پھریں تو اس کی عزت جاتی رہتی ہے اتنے میں ایک غلام مرید آیا' اور ہندوی کو ہمراہ لایا کہ یہ میرا بھائی ہے' جب دونوں بیٹھ گئے تو خواجہ صاحب نے اس غلام سے پوچھا کہ آیا یہ تیرا بھائی مسلمانی سے کچھ رغبت رکھتا ہے' عرض کی میں اسی مطلب کے لئے اسے یہاں لایا ہوں کہ جناب کی نظر التفات سے یہ مسلمان ہو جائے۔ خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا اس قوم پر کسی کے کہنے کا اثر نہیں ہوتا ہاں! اگر کسی صالح مرد کی صحبت میں آیا جایا کریں تو شاید اس کی برکت سے مسلمان ہو جائیں۔

بادشاہ کی عقلمندی

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب خلافت امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملی' اور بادشاہان عراق سے لڑائی چھڑی' تو جنگ میں بادشاہ پکڑا گیا' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا' آپ نے فرمایا: اگر تو مسلمان ہو جائے گا' تو عراق کا ملک تجھے دیا جائے گا اس نے کہا: میں اسلام قبول نہیں کرتا آپ نے فرمایا: یا تو اسلام قبول کر لے۔ ورنہ تجھے قتل کیا جائے گا' اس نے کہا: مجھے مار ڈالو' لیکن اسلام قبول نہیں کروں گا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تلوار لاؤ! اور جلاد کو بلاؤ! یہ بادشاہ بہت ہی دانا اور مذہب کا پکا تھا جب اس نے یہ حالت دیکھی' تو آپ سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں پیاسا ہوں۔ مجھے پانی پلاؤ! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ بادشاہ ہے اس کے لئے پانی سونے چاندی کے برتنوں میں لانا چاہیے انہوں نے ویسا ہی کیا' لیکن اس نے پھر بھی نہ پیا اور کہا کہ میرے لئے مٹی کے برتن میں پانی لاؤ' چنانچہ کوزہ بھر کر اسے دیا گیا' پھر اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ مجھ سے عہد کرو' کہ جب تک میں یہ پانی نہ پیوں گا' قتل نہ کیا جاؤں گا' آپ نے فرمایا: اچھا میں نے عہد کیا جب تک تو پانی نہ پیئے گا' میں تجھے قتل نہیں کروں گا' بادشاہ نے کوزہ زمین پر دے پٹکا' کوزہ ٹوٹ گیا اور پانی گر گیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہا میں نے یہ پانی نہیں پیا اور آپ کا اقرار یہ تھا کہ جب تک یہ پانی نہ پیوں گا' قتل نہ کیا جاؤں گا اب میری جان بخشی کی جائے' آپ اس کی عقلمندی سے حیران رہ گئے' فرمایا اچھا' تیری جان بخشی کی' بعد ازاں اسے ایک یار کے سپرد کر دیا' جو نہایت ہی صالح اور زاہد تھا جب کچھ مدت اس یار کے گھر میں رہا تو اس کی صلاحیت اور زہد نے بادشاہ میں اثر کیا' پھر اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا کہ مجھے اپنے پاس بلاؤ تاکہ ایمان لاؤں' آپ نے اسے پاس بلایا' اس نے اسلام قبول کیا' پھر فرمایا کہ تجھے عراق کا ملک دیا' اس نے کہا: مجھے ملک درکار نہیں' مجھے عراق کا اجڑا ہوا کوئی گاؤں دے دو' جسے میں آباد کروں' آپ نے چند آدمی ملک عراق میں بھیجے' انہوں نے بہت ڈھونڈا' لیکن کوئی اجڑا ہوا گاؤں نہ پایا' واپس آ کر سارا حال عرض کیا اور بادشاہ کو بھی مطلع کیا گیا' اس نے کہا: میرا مطلب یہ تھا کہ میں عراق اسی طرح آبادی کی حالت میں آپ کے سپرد کرتا ہوں اگر کوئی گاؤں غیر آباد ہو گیا' تو قیامت کے دن اس کے جواب دہ آپ ہوں گے' خواجہ صاحب اس حکایت پر آبدیدہ ہوئے' اور بادشاہ عراق کی عقلمندی کی بہت تعریف کی۔

بعد ازاں اسلام اور اہلِ اسلام کی دیانت داری اور صدق کی نسبت یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز کے پڑوس میں ایک یہودی کا گھر تھا جب بایزید علیہ الرحمۃ انتقال کر گئے' تو اس یہودی سے پوچھا گیا کہ تو کیوں مسلمان نہیں ہوتا؟ کہا: میں کیا مسلمان بنوں کیونکہ اگر اسلام وہ ہے جو بایزید کو حاصل تھا' تو وہ مجھ سے حاصل نہیں ہو سکتا اور اگر یہ اسلام ہے جو تمہیں حاصل ہے (جس کا تم نمونہ ہو) تو اس اسلام سے مجھے عار ہوتی ہے۔

منگل کے روز ستائیسویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ملیح جو میرا پرانا یار ہے تھوڑی سی مصری لایا' کیونکہ اس کی لڑکی کا نکاح ہوا تھا جب خواجہ صاحب کو معلوم ہوا کہ اس ملیح کے ہاں چار لڑکیاں ہیں الغرض مصری کو دیکھ کر پوچھا یہ کیسی ہے؟ میں نے عرض کی کہ اس کی لڑکی کا نکاح ہوا ہے خواجہ صاحب نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جس کے ہاں ایک لڑکی ہو اس کے اور دوزخ کے مابین حجاب ہوتا ہے' تیری تو چار لڑکیاں ہیں پھر زبان مبارک سے فرمایا' کہ ابوالبنات نے مرزوق کو کہا کہ بیٹیوں کا رزق فراخ ہوتا ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام کا بچے کو قتل کرنا

پھر حضرت خضر علیہ السلام کی حکایت بیان فرمائی کہ جب آپ نے لڑکے کو قتل کیا تو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طعن کیا کہ تو نے کیوں پاک نفس کو مار ڈالا؟ حضرت خضر علیہ السلام کو اس کے انجام کی خبر تھی' اس کا جواب دیا القصہ اس لڑکے کے باپ کے ہاں اس لڑکے کے قتل کے بعد ایک لڑکی پیدا ہوئی جس سے سات صاحب ولایت پیدا ہوئے۔

بعد ازاں مجھ سے پوچھا کہ نماز تراویح کہاں ادا کرتے ہو؟ میں نے عرض کی گھر میں ادا کرتا ہوں ایک امام ہے' پوچھا' کیا پڑھتے ہیں میں نے عرض کی' فاتحہ اور اخلاص فرمایا: اچھا ہے۔

پھر فرمایا کہ حضرت شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز بھی یہی پڑھا کرتے تھے شیخ صاحب چونکہ بوڑھے ہو گئے تھے اس لئے تراویح بیٹھ کر ادا کیا کرتے صرف فریضہ نمازیں کھڑے ہو کر ادا کرتے باقی سب بیٹھ کر پھر ایک بزرگ کا نام لیا وہ کہا کرتا تھا کہ میں اگر ایک لقمہ کھا کر سو جاؤں' تو اس سے بہتر ہے کہ پیٹ بھر لوں اور ساری رات کھڑے ہو کر گزار دوں' بعد ازاں فرمایا کہ شیخ کبیر اکثر کم افطار کیا کرتے اگر ارادہ بھی کرتے تو تپ وغیرہ کی شکایت ہو جاتی مگر ہاں! روزہ رکھتے۔

بعد ازاں شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا کہ آپ روزہ کم رکھا کرتے لیکن آپ طاعت اور عبادت بہت کیا کرتے' پھر یہ آیت پڑھی' **کلوا من الطیبات واعلموا صالحا**۔ پاک کھانا کھاؤ اور نیک عمل کرو' اور فرمایا کہ شیخ شہاب الدین ان لوگوں میں سے تھے جن کے حق میں یہ آیت صادق آتی ہے۔

ذکر محبت اطفال

ہفتے یا جمعے کے روز چودھویں ماہ شوال سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا' بچوں کی محبت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' فرمایا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے بڑی محبت کیا کرتے تھے اور ان کے ساتھ نرمی اور محبت سے پیش آیا کرتے تھے پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ بچوں میں کھیل رہے ہیں ایک ہاتھ ٹھوڑی تلے اور ایک سر پر رکھ کر بوسہ دیا' اسی اثناء میں مَیں نے عرض کی کہ کہتے ہیں ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المؤمنین حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی خاطر اونٹ کی سی آواز نکالی۔ فرمایا: ہاں! یہ تو عام مشہور ہے اور کتابوں میں درج ہے۔ پھر فرمایا: **نعم الجمل جملکما**۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں ایک یار کو کسی ولایت کا حاکم مقرر کر کے وہاں کی حکومت کا حکم نامہ لکھ کر اسے دیا' اثنائے راہ میں امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے ایک چھوٹے سے بچے کو گود میں لیا اور پیار کرنے لگے اس یار نے کہا میرے دس بچے ہیں لیکن مجھے ان سے الفت نہیں اور نہ میں انہیں پیار کرتا ہوں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ حکم نامہ مجھے دو' اس نے دیا' تو لیکر ٹکڑے کر دیا اور پھر فرمایا کہ جب تجھے چھوٹوں سے محبت نہیں تو بڑوں سے کب ہوگی' واللہ اعلم۔

بدھ کے روز پانچویں ماہ ذوالحج سن مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی' ایک شخص آیا اسے پوچھا کہ کہاں سے آ رہے ہو؟ عرض کی' دار الخلافہ سے لیکن وہ چھاؤنی سے جوسری میں تھی آیا تھا کیونکہ وہاں کا نام اب دار الخلافت ہو گیا تھا' اس لئے اس نے کہہ دیا کہ میں دار الخلافت سے آیا ہوں۔

ذکر تسمیہ بغداد بہ بغداد

یہاں سے بغداد کی حکایت شروع ہوئی فرمایا: بغداد کو پہلے منصور کہا کرتے تھے' اس واسطے کہ اس شہر کو شروع شروع میں خلیفہ منصور نے آباد کیا تھا پھر فرمایا کہ بغداد کو مدینۃ الاسلام بھی کہتے ہیں۔

اسی اثناء میں اولیائے حق اور ان کی محبت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا جب قیامت کے دن معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ آئیں گے تو اس طرح مست ہو جائیں گے کہ خلقت حیران ہو گی' اور پوچھے گی کہ یہ کون ہے؟ آواز آئے گی کہ یہ ہماری محبت کی مستی ہے اسے معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں پھر معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کو حکم ہو گا کہ بہشت میں آؤ آپ کہیں گے نہیں میں نے تیری عبادت بہشت کے لئے نہیں کی پھر فرشتوں کو حکم ہو گا کہ نوری زنجیریں ڈال کر اسے بہشت میں لے جاؤ' پھر کھینچ کر بہشت میں لے جائیں گے' حاضرین میں سے ایک نے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ تو نہایت عظیم اور پاک ہے اور فرزند آدم ادنیٰ مقام میں ہے محبت اور قربت کی کیا نسبت ہے؟ خواجہ صاحب نے فرمایا یہ زبان ٹھیک ٹھیک نہیں ادا کر سکتی۔ یہ بحثی مسئلہ نہیں' میں نے عرض کی کہ اس کے مناسب مجھے ایک شعر یاد آیا ہے

عشق را بو حنیفہ درس نہ گفت

جب میں نے یہ مصرعہ پڑھا' تو دوسرا مصرعہ خواجہ صاحب نے فرمایا:

شافعی را در روایت نیست

واللہ اعلم

ذکر فضیلتِ علم و عاصم قاری

ہفتے کے روز اٹھارہویں ماہ ربیع الاوّل ۷۱۸ ہجری کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی علم کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' فرمایا ایک بزرگ صفتِ حِلم سے موصوف تھا' اسے پوچھا کہ تو نے یہ نعمت کہاں سے پائی؟ کہا: میں نے اپنے استاد عاصم قاری رحمۃ اللہ علیہ سے۔ پوچھا کہ اپنے استاد کے حلم کی بابت کچھ بیان کرو کہا: ایک مرتبہ آبادی سے باہر جنگل میں آپ سے ایک کمینے نے کمینہ پن کرنا چاہا' اور بُرا بھلا کہنا شروع کیا لیکن آپ نے کچھ نہ کہا یہاں تک کہ شہر کے نزدیک آ پہنچے' لیکن وہ کمینہ اس طرح بُرا بھلا کہے گیا جب آدمی آ پہنچے تو قاری نے کہا صاحب! جانے دو۔ یہاں میرے آشنا بہت ہیں' ایسا نہ ہو کہ آپ کو تکلیف پہنچے' پھر آپ کے حلم کی بابت ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ میں آپ کی خدمت میں بیٹھا تھا چند شاگرد حدیث کا سبق پڑھ رہے تھے آپ گھٹنوں میں سر رکھے کپڑا لپیٹے بیٹھے تھے اس حالت میں سبق پڑھا رہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص نے آ کر کہا کہ آپ کے لڑکے کو قتل کیا گیا ہے پوچھا: کس نے قتل کیا؟ کہا: آپ کے چچا کے بیٹوں نے شاید ان میں دشمنی ہو گی' لڑائی میں مارا گیا قاری صاحب نے کہا: جاؤ! فلاں شخص کو کہو کہ اس کی نمازِ جنازہ ادا کرے۔ اور فلاں مقام پر دفن کر دو' اتنا کہہ کہ پھر شاگردوں سے پوچھا کہ تم کیا پڑھ رہے تھے' پڑھو! وہ بزرگ کہتا ہے کہ قاضی صاحب کے چہرے پر کوئی تغیر کے آثار نمودار نہ ہوئے اور جو کپڑا لپیٹے ہوئے تھے نہ اتارا' اور نہ ہی دوسری صورت اختیار کی۔ بلکہ اسی طرح سبق پڑھانے میں مشغول رہے۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ صحابہ میں سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حلم سے منسوب تھے ایک مرتبہ ایک فحش آدمی نے آپ کو تہمت لگائی۔ فرمایا: صاحب! جس قدر مجھ میں عیب ہیں' ان میں سے صرف تھوڑا سا ظاہر ہوا ہے جب خواجہ صاحب نے یہ حکایت بیان کی تو حاضرین کے واپس جانے کا وقت ہو چکا تھا میں نے پوچھا کہ میں پیر کی خدمت میں کم کم حاضر ہوتا ہوں۔ زیادہ تر گھر میں پیر کی یاد میں رہتا ہوں یہ بہتر ہے یا یہ کہ ہر روز پیر کی خدمت میں حاضر ہوا کروں' فرمایا: یہی بہتر ہے کہ پیر کی یاد میں رہا جائے خواہ ظاہر میں دور رہے بعدازاں یہ مصرعہ زبان مبارک سے فرمایا۔

مصرعہ

بیرونِ درون بہ کہ درونِ بیرون

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز ہفتے دو ہفتے بعد قطب العالم حضرت شیخ قطب الدین نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں بخلاف شیخ بدر الدین اور دوسرے عزیزوں کے جو ہر روز حاضر خدمت رہتے حاضر ہوا کرتے پھر فرمایا کہ جب حضرت قطب العالم شیخ قطب الدین کی رحلت کا وقت قریب پہنچا تو ایک بزرگ کا نام لیا جو شیخ قطب الدین کی پائنتی میں مدفون ہے اور اسے تمنا تھی کہ شیخ صاحب کے بعد قائم مقام بنے۔ شیخ بدر الدین کو بھی یہی آرزو تھی لیکن جس سماع میں شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہ العزیز کا انتقال ہوا ہے اس میں فرمایا کہ میرا جامہ' عصا' مصلا اور لکڑی کے نعلین شیخ فرید الدین کو دے دینا' خواجہ صاحب نے فرمایا میں نے وہ عصا اور جامہ دیکھا تھا' جامہ سوزنی دولائی تھی الغرض جس رات حضرت قطب العالم شیخ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہونے والا تھا' حضرت شیخ فرید الدین ہانسی میں تھے' اسی رات فرید الدین نے اپنے پیر کو خواب میں دیکھا کہ اسے بارگاہ میں بلاتے ہیں' دوسرے روز شیخ صاحب ہانسی سے روانہ ہوئے چوتھے روز شہر میں پہنچے' قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ زندہ تھے وہ جامہ وغیرہ شیخ الاسلام حضرت شیخ فرید الدین طیب اللہ ثراہ کی خدمت میں لائے آپ نے دوگانہ ادا کر کے جامہ پہن لیا اور جس گھر میں حضرت قطب العالم حضرت قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ رہا کرتے تھے تین دن سے زیادہ قیام نہ کیا' ایک روایت کے مطابق سات روز قیام کیا پھر ہانسی کی طرف چلے آئے آپ کے آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ جن دنوں آپ قطبِ العالم حضرت شیخ قطب الدین کے گھر میں رہے' سرہنگا نام ایک شخص ہانسی سے آپ کے دیدار کے لئے دو تین مرتبہ آیا لیکن دربان نے اندر نہ جانے دیا ایک روز جب آپ گھر سے باہر نکلے تو یہی سرہنگا آ کر پاؤں پڑا اور رونے لگا' شیخ صاحب نے پوچھا کیوں روتے ہو اس نے کہا اس واسطے کہ جب آپ ہانسی میں تھے' ہم آسانی سے دیدار کر لیتے تھے اب تو آپ کا دیدار مشکل ہو گیا' آپ نے اسی وقت یاروں کو فرمایا کہ میں پھر ہانسی جاؤں گا' حاضرین نے کہا کہ شیخ صاحب نے آپ کو یہیں ٹھہرنے کے لئے فرمایا ہے آپ کیوں اور جگہ جاتے ہیں فرمایا: جو نعمت مجھے ملنی ہے' وہ شہر و جنگل میں یکساں ہے' واللہ اعلم بالصواب۔

مریدوں کی خوش اعتقادی

ہفتے کے روز تیسری ماہ ربیع الآخر سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا مریدوں کی خوش اعتقادی اور پیر کے فرمان کی نگہداشت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ قاضی حمید الدین ناگوری کے پیر شرف الدین ساکن ناگور کے دِل میں خواہش پیدا ہوئی کہ

میں شیخ الاسلام حضرت شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کا مرید بنوں یہ نیت کر کے ناگور سے روانہ ہوئے ان کی ایک لونڈی تھی جس کی قیمت کم وبیش سواشرفی تھی اس نے کہا کہ جب آپ شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہوں' تو میرا اسلام عرض کر دینا' نیز ایک چھوٹی پگڑی کڑھی ہوئی تھی کہ یہ شیخ صاحب کی خدمت میں پہنچا دینا۔

جب مولانا شرف الدین شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے' پہلے تو عرض کی کہ میرے گھر میں ایک لونڈی ہے اُس نے آپ کو سلام عرض کیا ہے' اور یہ پگڑی بھیجی ہے وہ نکال کر شیخ صاحب کے روبرو رکھ دی شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے زبانِ مبارک سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اسے آزادی عطاء فرمائے جب مولانا شرف الدین سامنے سے اُٹھ کر کھڑے ہوئے تو دِل میں خیال کیا کہ چونکہ شیخ صاحب کی زبان مبارک سے نکلا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے آزادی عطا فرمائے ضرور ہے کہ وہ آزاد ہو جائے گی لیکن لونڈی قیمتی ہے میں اسے آزاد تو نہیں کر سکتا البتہ بیچوں گا' ممکن ہے کہ جو شخص اسے خریدے وہ آزاد کر دے' پھر دِل میں خیال آیا کہ جس کے گھر جا کر لونڈی آزاد ہوگی' اسے ثواب ملے گا' تو میں ہی کیوں نہ ثواب لوں' یہ نیت کر کے شیخ صاحب کی خدمت میں آئے اور عرض کی کہ میں نے اس لونڈی کر آزاد کیا۔ واللہ اعلم۔

دُنیا کی محبت وعداوت کے بارے میں

اتوار کے روز اٹھارہویں ماہ مذکور سن مذکور کو دست بوسی کا شرف حاصل ہوا' دنیا کی محبت اور عدالت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی زبان مبارک سے فرمایا کہ خلقت تین قسم کی ہوتی ہے ایک جو دنیا کو عزیز سمجھتے ہیں اور دن رات اسی کا ذکر کرتے ہیں اور طلب بھی ایسے لوگ بہت ہیں' دوسرے وہ جو اسے دشمن جانتے ہیں اور اسے برائی سے یاد کرتے ہیں اور بالکل اس کے مخالف ہوتے ہیں تیسرے وہ لوگ ہیں جو نہ اس سے دشمنی کرتے ہیں نہ دوستی ایسے لوگ پہلی دو قسموں کی نسبت اچھے ہوتے ہیں۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرد رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کی خدمت میں آ کر بیٹھا اور دُنیا کو برا بھلا کہنا شروع کیا' رابعہ رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ پھر میرے پاس نہ آنا کیونکہ تو دنیا کا دوست دار معلوم ہوتا ہے' اس واسطے کہ اس کا ذکر کرتا ہے۔

یہاں سے ترک دنیا کی نسبت ذکر چھیڑا' تو ایک درویش کی بابت فرمایا کہ ایک درویش شیخ بدھنی نام کیتھل اور کہرام کے علاقے میں رہا کرتا تھا' جو نہایت ہی تارک الدنیا تھا' چنانچہ کپڑے بھی نہیں پہنا کرتا تھا' میں نے پوچھا کہ آیا اس کا کوئی پیر بھی تھا' فرمایا نہیں' پھر فرمایا' اگر اس کا پیر ہوتا تو پردہ کیوں نہ ڈھانپتا' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کوئی پیر نہ تھا پھر فرمایا کہ وہ نماز بہت ادا کیا کرتا تھا۔ میں نے عرض کی اگر پیر خود دنیا دار ہو تو کیا اس کے لئے مناسب ہے کہ مریدوں کو دنیا کی محبت سے منع کرے' فرمایا' اگر منع کرے گا بھی تو اس کا اثر نہیں ہوگا' اس واسطے کہ زبان دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک زبان قال' دوسری زبان حال' پند ونصیحت زبان حال سے ہی اثر کرتی ہے' جب زبان حال نہ ہو تو زبان قال کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی بابت فرمایا کہ ایک دفعہ آپ کو اپنے شیخ صاحب سے پگڑی عطاء ہوئی' جسے آپ اپنے پاس رکھتے اور برکتیں حاصل کرتے ایک مرتبہ آپ سوئے تو وہ پگڑی پاؤں کی طرف ہو گئی اتفاقیہ پاؤں اس سے چھو گیا جب بیدار ہوئے تو نہایت قلق ہوا اور یہاں تک گھبرا کر فرمایا کہ قیامت کے دن میں افسوسناک اور اندوہگین اٹھوں گا۔

پھر فرمایا کہ مجھے جو خرقہ شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز سے حاصل ہوا' وہ گدڑی اب تک میرے پاس ہے جب میں اجودھن سے دہلی آ رہا تھا تو وہ خرقہ اپنے ہمراہ لایا' میرے ساتھ ایک اور ہمراہی تھا' راستے میں ہم ایسے مقام پر پہنچے جہاں لٹیروں کا خطرہ تھا' اس نے میرا دامن پکڑ لیا اور ہم ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو گئے اتنے میں چند ڈاکو ہمارے مقابل آ کھڑے ہوئے میرے دِل میں خیال آیا کہ یہ گدڑی مجھے شیخ صاحب نے عطا فرمائی ہے یہ کسی صورت بھی لے جا نہیں سکتے پھر خیال آیا کہ اگر لے بھی گئے تو میں آبادی کی طرف نہیں جاؤں گا ایک گھڑی بعد تمام ڈاکو متفرق ہو گئے اور ہمیں کچھ بھی نہ کہا' ہم صحیح سلامت چلے گئے۔

پھر دنیا کے جمع وخرچ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' فرمایا: دُنیا جمع نہیں کرنی چاہیے لیکن ہاں کپڑا وغیرہ جس سے پردہ ڈھانکا جائے' جائز ہے لیکن زیادہ نہیں ہونا چاہیے جو کچھ ملے' خرچ کر دینا چاہیے' اور جمع نہیں کرنا چاہیے پھر یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا:

زر از بہر دا دن بود اے پسر ز بہر نہادن چہ سنگ و چہ زر

پھر خاقانی صاحب کا یہ شعر پڑھا:

چوں خواجہ نخواہد راند از ہستی زرکانی
آں گنج کہ او دارد پندار کہ من دارم

اس اثناء میں ایک کو مسواک عنایت فرمائی پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک عالم نور ترک نام یہاں سے کعبے کی طرف گیا اور وہیں سکونت اختیار کی' اور گھر کے دروازے پر لکھ دیا کہ جس کے پاس مسواک نہ ہو اسے میرے گھر آنا حرام ہے۔

پھر درویشوں کے مکارم اخلاق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ اور بوعلی سینا نے آپس میں ملاقات کی' جب ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو بوعلی نے صوفی کو جو شیخ صاحب کی خدمت میں رہا کرتا تھا کہا کہ جب میں شیخ صاحب کی خدمت سے واپس چلا آؤں گا' تو جو کچھ شیخ صاحب میرے حق میں فرمائیں گے مجھے لکھ بھیجنا' جب واپس چلا آیا تو شیخ صاحب نے اس کے بارے میں نہ نیک نہ بد کچھ ذکر نہ کیا' جب اس صوفی نے شیخ صاحب سے بوعلی سینا کی بابت کچھ نہ سنا تو ایک روز خود ہی شیخ صاحب سے پوچھا کہ بوعلی سینا کیسا آدمی ہے؟ فرمایا: حکیم' طبیب اور عالم شخص ہے لیکن مکارم اخلاق نہیں رکھتا صوفی نے یہ الفاظ بوعلی کو لکھ بھیجے' بوعلی نے واپس خط لکھا کہ میں نے مکارم اخلاق میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں پھر شیخ صاحب کیوں کہتے ہیں کہ مجھ میں نیک اخلاق نہیں؟ شیخ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ میں نے یہ تو نہیں کہا کہ وہ نیک اخلاق کی بابت کچھ نہیں جانتا' میں نے تو یہ کہا ہے کہ اس کے اخلاق نیک نہیں۔

پھر قاضی منہاج الدین کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' تو فرمایا کہ میں نے دونوں ہفتے اس کا ذکر کیا' ایک روز اس کا ذکر کرتے کرتے یہ رباعی پڑھی:

رباعی

لب بر لب دلبراں مہوش کر دن و آہنگ سرِ زلف مشوّش کردن
امروز خوش است لیک فردا خوش نیست خود راچو خسے طعمۂ آتش کردن

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ شعر سنا تو از خود رفتہ ہو گیا' جب گھڑی بعد ہوش میں آیا تو پھر اس کے احوال بیان کئے' کہ وہ صاحب ذوق مرد ہو گزرا ہے ایک مرتبہ اسے شیخ بدر الدین غزنوی ؒ کے گھر بلایا گیا وہ دن سوموار کا تھا' اس نے وعدہ کیا کہ میں تذکیر (وعظ) سے فارغ ہو کر آؤں گا جب تذکیر سے فارغ ہو کر حاضر ہوا اور سماع سننے لگا تو دستار اور جامہ وغیرہ سب ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا' پھر شیخ بدر الدین غزنوی کی نظم کے دو تین شعر جس کی ردیف آتش گرفت ہے کہے' جن میں سے ایک شعر یاد رہ گیا ہے۔

نوحہ میکرد من نوحہ گر در مجمعے
آہ ازیں سوزم برآمد نوحہ گر آتش گرفت

پھر فرمایا کہ قاضی منہاج الدین شیخ بدر الدین کو شیر سرخ کہا کرتے تھے پھر شیخ نظام الدین ابوالموید ؒ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو میں نے پوچھا کہ کیا آپ نے اس کی تذکیر سنی ہے؟ فرمایا: ہاں! ان دنوں میں بچہ تھا' اس لئے میں معنوں کو اچھی طرح نہ سمجھ سکا ایک روز آپ کی تذکیر میں آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ مسجد میں آئے اور نعلین اتار کر ہاتھ میں پکڑ لیں اور پھر دوگانہ ادا کیا' نماز میں جو آپ کی شکل وصورت تھی وہ اور کسی کی نہ تھی دوگانہ ادا کر کے منبر پر چڑھے' ایک شخص قاسم نام خوش خوان تھا اس نے ایک آیت پڑھی' بعد ازاں شیخ نظام الدین ابوالموید ؒ نے فرمایا کہ میں نے اپنے بابا کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا ہے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ سارے لوگ رونے لگے' پھر یہ شعر پڑھا۔

بر عشق تو و بر تو نظر خواہم کرد جاں در غم تو زیر و زبر خواہم کرد

تو خلقت نعرے مار اٹھی۔ پھر دو تین مرتبہ یہ شعر پڑھا' پھر فرمایا: اے مسلمانو! اس شعر کے ساتھ کا دوسرا شعر مجھے یاد نہیں آتا میں کیا کروں؟ یہ بات کچھ ایسے عجز سے کہی کہ سب میں اثر کر گئی' پھر قاسم نے دوسرا شعر پڑھا اور رُباعی مکمل ہوئی' شیخ صاحب رباعی پڑھ کر نیچے اُتر آئے۔

تو پھر آپ کی بزرگی کی نسبت خواجہ صاحب نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ بارش کی قلت ہوئی تو آپ کو مجبور کیا گیا کہ بارش کے لئے دُعا کریں' منبر پر چڑھ کر بارش کی دعا کی' بعد ازاں آسمان کی طرف منہ کر کے کہا' پروردگار! اگر تو بارش نہیں بھیجے گا تو پھر میں آبادی میں نہیں رہوں گا' یہ کہہ کر منبر سے اتر آئے' اللہ تعالیٰ نے بارانِ رحمت بھیجا' بعد ازاں سیّد قطب الدین ؒ نے آپ سے ملاقات کی اور یہ کہا کہ ہمیں آپ کے حق میں پکا اعتقاد ہے' اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ سے کامل نیاز حاصل ہے پھر یہ الفاظ کیوں کہے کہ اگر بارش نہیں بھیجے گا تو میں آبادی میں نہیں رہوں گا' شیخ نظام الدین ابوالمؤید نے فرمایا کہ مجھے معلوم تھا کہ وہ ضرور بارش بھیجے گا' پھر سیّد قطب الدین نے پوچھا کہ آپ کو کس طرح معلوم تھا؟ فرمایا: ایک مرتبہ میرا سیّد نور الدین مبارک نور اللہ مرقدہ کے سلطان شمس الدین کے پاس نیچے اوپر بیٹھنے کے بارے میں جھگڑا ہوا تو میں نے ایسی بات کہہ دی' جس سے آپ (سیّد نور الدین) ناراض ہو گئے' جن دنوں مجھے بارش کی دعا کے لئے کہا گیا تو میں آپ (سیّد نور الدین) کے روضے مبارک پر گیا اور عرض کہ مجھے بارش کی دعا کے لئے کہا گیا ہے اور آپ مجھ سے ناراض ہیں اگر میرے ساتھ صلح کریں تو میں دعا کروں اگر نہ کریں تو نہ کروں' روضہ مبارک سے آواز آئی کہ میں راضی ہوں جا کر دعا کرو۔

نماز کے بارے میں

بدھ کے روز پانچویں ماہ جمادی الاوّل سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا' نماز کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' میں نے عرض کی کہ فرض ادا کر کے جو جگہ تبدیل کرتے ہیں یہ کس طرح پر ہے' فرمایا بہتر تو یہی ہے کہ جگہ تبدیل کر لیں' امام اگر جگہ نہ بدلے تو کوئی بات نہیں لیکن مقتدی کو ضرور بدل لینی چاہیے' جگہ بدلتے وقت بائیں طرف کو سرکنا چاہیے اور روبقبلہ رہنا چاہیے' واللہ اعلم بالصواب۔

درویشوں کے ہاتھ کو بوسہ دینے کے بیان میں

جمعہ کے روز تیرہویں ماہ مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا اور درویشوں کے ہاتھ کو بوسہ دینے اور اس سے برکت حاصل کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی زبان مبارک سے فرمایا کہ درویش اور مشائخ جو ہاتھ کو بوسہ دینے کی اجازت دیتے ہیں' تو ان کی نیت یہ ہوتی ہے کہ شاید ان کے ہاتھ میں کسی مغفور کا ہاتھ آ جائے۔

پھر درویشوں کی دُعاء کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا ایک مرتبہ خواجہ اجل شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے شیخ صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ میرا ایک ہمسایہ ہے جس کی نظر میرے گھر پر پڑتی ہے' میں بہتیرا اسے منع کرتا ہوں لیکن وہ باز نہیں آتا اور مجھے تکلیف دیتا ہے' خواجہ اجل رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کیا اسے یہ معلوم ہے کہ تو میرا مرید ہے عرض کی جناب! اسے معلوم ہے' فرمایا: تو پھر اس کی گردن کا مہرہ کیوں نہیں ٹوٹتا؟ جب خواجہ صاحب نے یہ فرمایا تو وہ مرید گھر آیا' اور ہمسائے کی گردن کا مہرہ ٹوٹا ہوا دیکھا' پوچھا کہاں سے گرا ہے؟ کہا: لکڑی کی جوتی پہنی ہوئی تھی' پاؤں پھسل گیا اور گر پڑا جس سے گردن کا مہرہ ٹوٹ گیا۔

پھر مردانِ حق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ اگلے وقتوں میں چار آدمی برہان نامی ملک بالا سے دہلی میں آئے' ان میں سے ایک برہان بلخی تھا' دوسرا برہان شانی اور دوسرے دو برہانوں کی بابت مجھے یاد نہیں' الغرض ان میں از حد موافقت تھی کھانا پینا اکٹھا کھایا پیا کرتے تھے اور تحصیل علم بھی ایک ہی جگہ کیا کرتے جن دنوں وہ دہلی آئے اس وقت شہر کا قاضی نصیر کا شانی تھا۔

اس نے برہان الدین کا شانی سے ایک مجلس میں مسئلہ پوچھا' یہ برہان کا شانی پست قد تھا' جب اس نے جواب دینا شروع کیا تو طالب علموں نے کہا: ریزہ کیا جواب دے گا' اس کا عرف ہی ریزہ ہو گیا یہ سن کر اٹھ کھڑا ہوا اس دن سے اسے ریزہ پکارنے لگے' یہ ریزہ عجیب مرد تھا آخر میں وہ ابدال بنا خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے اسے دیکھا ہے ہر روز صبح کے وقت پیادہ نکلتا باجود یکہ اس کے پاس دس گھوڑے تھے اور نہ ہی کوئی غلام اپنے ہمراہ لے جاتا حالانکہ سو سے زیادہ خدمت گار تھے اس کا ایک لڑکا نور الدین محمد نام تھا' اس نے ایک روز باپ کو کہا کہ آپ ہر روز اکیلے گھر سے باہر جاتے ہیں' اور ہمارے دشمن بہت ہیں' اگر آپ ایک غلام کو پانی کا کوزہ دے کر ہمراہ لے جائیں تو بہتر ہے' بیٹے کو جواب دیا کہ بابا محمد! جہاں میں جاتا ہوں اگر وہاں غلام کی گنجائش ہو تو پہلے میں تجھے لے جاؤں۔

رجب کی اوائل تاریخوں میں نماز کا بیان

اتوار کے روز انتیسویں ماہ جمادی الآخر کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی' چونکہ ماہ رجب نزدیک تھا میں نے عرض کی کہ خواجہ

اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نے ماہ رجب کی تیسری چوتھی اور پانچویں تاریخوں میں نماز کے لئے کہا ہے میرے دِل میں خیال آتا ہے کہ جس بزرگ نے کسی دعاء یا نماز کے لئے کہا ہے وہ یا تو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نے جن نمازوں کی بابت فرمایا ہے اور سورتیں مقرر کی ہیں' یہ کہاں سے سنی ہیں؟ خواجہ صاحب نے فرمایا: الہام ہوا تھا۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ اس سے پہلے جب میں دہلی سے اجودھن شیخ صاحب کی خدمت میں جایا کرتا تھا تو یہ تین اسم پڑھا کرتا تھا یا حافظ' یا ناصر' یا معین حالانکہ مجھے یہ کسی نے نہیں بتائے تھے پھر مدت بعد ایک بزرگ نے یہ دعا مجھے لکھ دی' دعا ئیا حافظ یا ناصر یا معین یا مالك یوم الدین ایاك نعبدو ایاك نستعین۔

پھر احوال مشائخ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی میں نے عرض کی کہ میں نے ایک بات سنی ہے اور کہتے بھی اسی طرح ہیں کہ خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ نے یہ کلمات کہے ہیں میں تو ان کلمات کی کوئی تاویل نہیں پاتا' اور نہ دِل مطمئن ہوتا ہے' پوچھا کون سے کلمات ہیں؟ میں نے عرض کی کہتے ہیں کہ وہ کلمات یہ ہیں ''محمد و من دونہ تحت لوائی یوم القیمۃ'' محمد اور اس کے سوا جتنے ہیں سب قیامت کے دن میرے جھنڈے تلے ہوں گے فرمایا: نہیں' خواجہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کلمات نہیں کہے' پھر فرمایا کہ ہاں! ایک مرتبہ اتنا ضرور کہا تھا کہ سبحانی ما اعظم شانی۔ سو بعد میں آخری عمر میں آ کر استغفار کی تھی کہ میں نے یہ بات ٹھیک نہیں کہی تھی میں یہودی تھا اب میں زنار توڑ کر مسلمان ہوتا ہوں اور کہتا ہوں' اشھد ان لا الـہ الا اللہ وحدہ لا شریك لـہ و اشھد ان محمدا عبدہٗ ورسولہٗ''۔

یہاں سے پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ مردانِ خدا اور مشائخ کو جو حالت ہو جاتی ہے یہ اس وجہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہو جایا کرتی تھی چنانچہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں آئے جس میں ایک کنواں تھا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کنویں کے کنارے پر بیٹھے اور پاؤں لٹکا دیئے' اور یادِ الٰہی میں مشغول ہوئے' ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہمراہ تھے' انہیں فرمایا کہ میری اجازت کے بغیر کسی کو اندر نہ آنے دینا اسی اثناء میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اطلاع دی' فرمایا: اندر بلا لو اور بہشت کی خوش خبری دو۔ ابوموسی رضی اللہ عنہ جا کر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اندر بلا لائے' آپ آ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف پیر کنویں میں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ بعد ازاں عمر خطاب رضی اللہ عنہ آئے۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اُن کی آمد کی خبر دی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو بھی اسی خوشخبری کے ساتھ اندر بلوالیا۔ وہ بھی آئے اور رسول علیہ السلام کے بائیں طرف اسی طرح بیٹھ گئے اس کے بعد جناب عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لائے اُن کو بھی اندر بلا لیا وہ بھی کچھ تامل کے بعد رسول کریم علیہ السلام کے سامنے اسی طرح بیٹھ گئے۔ بعد ازاں امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ تشریف لائے اجازت پا کر اندر آئے اور اسی طرح بیٹھ گئے۔ بعد ازاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح آج ہم یہاں اکٹھے ہیں اسی طرح وفات بھی ایک ہی جگہ ہوگی اور حشر بھی۔ جب یہ حکایت ختم ہوئی تو فقر اور خرقے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی خواجہ صاحب نے فرمایا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات خرقہ عطا ہوا تھا صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلا کر فرمایا' مجھے ایک خرقہ ملا ہے' جو ایک کو ملے گا۔ میں سب سے ایک سوال پوچھوں گا جس کا جواب مجھے یاد ہے' تم میں سے جو ٹھیک جواب دے گا' اسے خرقہ ملے گا' پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا کہ اگر یہ خرقہ آپ کو ملے تو کیا کرو گے؟ عرض کی: صدق اختیار کروں گا' اور طاعت اور عطاء کروں گا۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا' تو عرض کی میں عدل اور انصاف کروں گا' پھر عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو

عرض کی اتفاق اختیار کروں گا اور سخاوت کروں گا۔ بعد ازاں امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا' تو عرض کی کہ میں پردہ پوشی کروں گا اور بندگان خدا کے عیب چھپاؤں گا' فرمایا' خرقہ لے لو مجھے یہی فرمان تھا کہ جو صحابی یہ جواب دے گا اسے خرقہ دینا۔

پھر امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب کے بارے میں فرمایا کہ آپ کی زرہ جاتی رہی' ایک دن ایک یہودی کے ہاتھ میں وہی زرہ دیکھ کر اسے پکڑ لیا اور فرمایا کہ یہ میری زرہ ہے یہودی نے کہا: دعویٰ کر کے ثابت کرو' اور لے لو' ان دنوں جناب ہی خلیفہ تھے' کہنے گے کہ میں ہی خلیفہ اور میں ہی مدعی' یہ دعویٰ کس طرح ثابت ہو گا' پہلے شریح رضی اللہ عنہ کے پاس جانا چاہیے اور دعویٰ مکمل کرنا چاہیے چنانچہ ویسے ہی کیا' ان دنوں شریح رضی اللہ عنہ آپ کا نائب تھا القصہ جب شریح رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور زرہ کا دعویٰ کیا' تو شریح رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا اگرچہ آپ ہمارے خلیفہ ہیں لیکن اس وقت میں بحکم نیابت حاکم ہوں چنانچہ آپ مدعی بن کر آئے ہیں اس لئے آپ یہودی کے ساتھ کھڑے ہوں' امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے ویسا ہی کیا' یہودی کے برابر کھڑے ہوئے اور کہا کہ زرہ میری ہے جو یہودی کے ہاتھ ناحق لگی ہے' شریح رضی اللہ عنہ نے گواہ مانگا' آپ نے حسن رضی اللہ عنہ اور قنبر رضی اللہ عنہ بطور گواہ پیش کئے' شریح رضی اللہ عنہ نے کہا: حسن رضی اللہ عنہ آپ کا فرزند ہے اور قنبر رضی اللہ عنہ غلام' اس لئے میں ان کی گواہی نہیں لینا چاہتا آپ نے فرمایا کہ میں کوئی اور گواہ پیش نہیں کر سکتا شریح رضی اللہ عنہ نے یہودی کو کہا کہ زرہ اٹھا کر لے جاؤ' جب تک دو گواہ نہ ہوں گے زرہ نہ ملے گی جب یہودی نے یہ معاملہ دیکھا تو حیران رہ گیا' دِل میں کہا کہ واہ! دین محمدی کیسا دین ہے فوراً اِسلام قبول کیا اور امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کو زرہ دے کر کہا کہ یہ آپ ہی کا حق اور ملک ہے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے وہ زرہ بھی اور ایک گھوڑا اسے بخش دیا' اسی مجلس میں آ کر ایک مرید نے عرض کی کہ میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے خواجہ صاحب نے پوچھا' نام کیا رکھا ہے' عرض کی خیر (یعنی ابھی تک کوئی نام نہیں رکھا) فرمایا: اچھا خیر ہی رہنے دو' پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ خیر نساج رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ شہر سے باہر نکلے تو ایک بدو نے پکڑ لیا اور کہا کہ تو میرا غلام ہے خواجہ خیر نساج رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ نہ کہا' بلکہ تسلیم کر لیا اور مدت تک اسی کے گھر میں رہے اس بدو کا ایک باغ تھا جس کے مالی آپ بنے' مدت بعد جب وہ باغ میں آیا تو خواجہ خیر نساج رحمۃ اللہ علیہ کو کہا' ایک میٹھا انار لاؤ' خواجہ صاحب نے ایک انار لا کر اسے دیا جب اس نے چکھا تو کھٹا تھا' کہا: میں نے تو میٹھا انار لانے کے لئے تجھے کہا تھا خواجہ صاحب نے ایک اور انار لا کر دیا وہ بھی ترش نکلا' باغ کے مالک نے کہا میں نے میٹھا انار تجھ سے مانگا تھا اور ترش لایا ہے خواجہ صاحب نے کہا مجھے کیا خبر کہ میٹھا انار کون سا ہے اور کھٹا کون سا' اس نے کہا کہ مدت سے تو اس باغ کا مالی ہے تجھے کھٹے میٹھے انار کی بھی تمیز نہیں' خواجہ صاحب نے کہا میں باغبان ہوں اور امین ہوں میں انار چکھتا نہیں جو کھٹے میٹھے کی تمیز ہو' باغ کے مالک کو جو یہ بات معلوم ہوئی تو انہیں آزاد کر دیا خواجہ نساج رحمۃ اللہ علیہ کا نام اس سے پہلے کچھ اور تھا' اسی آقا نے آپ کا نام خیر رکھا جب خیر نساج رحمۃ اللہ علیہ آزاد ہوئے تو کہا کہ میرا نام یہی رہے گا جو اس مرد نے رکھا ہے۔

ایک حدیث کا بیان

ہفتے کے روز چھبیسویں ماہ رجب سن مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی میرے دِل میں ایک حدیث تھی اس کی تحقیق پوچھی' وہ حدیث یہ تھی: ''زر غبًا تزد د حبًا'' میں نے پوچھا کہ آیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے فرمایا: ہاں! ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا کہ ناغہ کر کے حاضر ہوا کرو تا کہ دوستی زیادہ ہو جائے کیونکہ آپ ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے خواجہ صاحب نے

فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک روز آنا اور ایک روز نہ آنا زرغباً کہلاتا ہے۔

پھر ان درویشوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی جو اہل وعیال میں گرفتار ہوتے ہیں فرمایا: صبر تین موقعوں پر کرنا چاہیے۔ اوّل: الصبر عنهن ۔ دوم: الصبر علیهن ' سوم: الصبر علی النار ۔ پھر بیان فرمایا کہ اوّل عورتوں سے صبر کرنا چاہیے کہ بالکل عورتوں کی طرف کشش میں وابستہ نہ ہو یہ صبر سب سے اچھا ہے یہ الصبر عنہن کہلاتا ہے الصبر علیہن کا یہ مطلب ہے کہ اگر عورت نہ ہو تو خرچ کرے' اور لونڈی خریدے پھر اس کے سبب جو مصیبتیں پیش آئیں' ان پر صبر کرے باقی رہا' الصبر علی النار' سو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان سے گزر جائے اور خطاء کرے' تو الصبر علی النار کہلاتا ہے پس صبر کی تین قسمیں ہوئیں' اوّل الصبر عنهن' دوم الصبر علیهن' سوم الصبر علی النار ۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ذکر مولانا نور ترک

منگل کے روز تیرہویں ماہ شعبان سنِ مذکور کو دست بوسی کی دولت نصیب ہوئی' مولانا نور ترک کی بابت گفتگو شروع ہوئی میں نے عرض کی کہ بعض علماء حضرات نے ان کے دین کے بارے میں کچھ کہا ہے' فرمایا: نہیں' آسمان سے جو پانی برستا ہے' وہ زیادہ پاکیزہ ہوتا ہے پھر میں نے عرض کی کہ میں نے طبقاتِ ناصری میں لکھا دیکھا ہے کہ اس نے علمائے شریعت کو ناجی اور مرجی کہا ہے۔ فرمایا: اسے علمائے شہر سے بڑا تعصب تھا اس واسطے کہ وہ انہیں دنیا کی آلودگی سے آلودہ دیکھتا تھا اور اسی واسطے علماء بھی اسے ان چیزوں سے منسوب کرتے تھے پھر میں نے عرض کی کہ مرجی اور ناجی کون ہوتے ہیں؟ فرمایا: مرجی رافضی کو کہتے ہیں اور مرجی ان لوگوں کو کہتے ہیں جو ہر جگہ سے اُمید رکھیں پھر فرمایا کہ ناجی دو قسم کے ہوتے ہیں' ایک خالص' دوسرے غیر خالص' خالص وہ ہے جو صرف رحمت کا ذکر کرے' اور ناجی غیر خالص وہ ہے جو رحمت کی بابت بھی کہے اور عذاب اور مذہب کی بابت بھی۔

بعد ازاں مولانا نور ترک کی بابت فرمایا کہ آپ پر تنگی حد درجہ کی تھی لیکن ہاتھ کسی کے آگے نہیں پھیلایا جو کچھ کہتے علم اور مجاہدہ کی قوت سے کہتے آپ کا ایک غلام تھا جو آپ کو ہر روز ایک درم دیا کرتا تھا' اور یہی آپ کی وجہ معاش تھی۔

پھر فرمایا کہ جب آپ مکہ گئے تو وہیں سکونت اختیار کی' اس ولایت کا ایک آدمی وہاں گیا' اور دو سیر چاول آپ کو دیئے' آپ نے دُعاء کی' ایک مرتبہ رضیہ سلطانہ نے کچھ سونا آپ کی خدمت میں بھیجا' آپ لکڑی اٹھا کر اس زر کو پیٹنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ کیا ہے اسے لے جاؤ' جب اس آدمی نے دو سیر چاول دیئے' آپ نے لے لئے تو اس کے دِل میں خیال آیا کہ ہو نہ ہو یہ وہی بزرگ ہے جس نے دہلی میں اس قدر زر کو رد کر دیا تھا اور اب دو سیر چاول قبول کرتا ہے مولانا ترک نے فرمایا کہ مکے کو دہلی جیسا قیاس نہ کرو' نیز میں ان دنوں جوان تھا اب وہ قوت اور تیزی کہاں رہی ہے' اب بوڑھا ہو گیا ہوں یہاں کا دانہ دنکا ہی عزیز ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا ترک نے ہانسی میں وعظ و نصیحت کی' میں نے شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سنا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارہا آپ کی وعظ و نصیحت سنی' جب آپ ہانسی پہنچے تو میں نے جا کر آپ کی وعظ و نصیحت سننی چاہی' میں اس وقت پھٹے پرانے رنگین کپڑے پہنے ہوئے تھا کبھی مجھ سے پہلے ملاقات نہ ہوئی تھی جب میں مسجد میں داخل ہوا تو مجھ پر نظر پڑتے ہی فرمایا کہ مسلمانو! اب سخن کا صراف آ گیا ہے بعد ازاں اس قدر تعریف کی کہ بادشاہ کی بھی نہ کی ہوگی۔

پھر تعویذ لکھنے اور دینے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے ایک مرتبہ شیخ الاسلام قطب الاقطاب قطب الدین بختیار نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں عرض کی کہ لوگ مجھ سے تعویذ مانگتے ہیں' آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں' کیا لکھ دوں یا نہ؟ شیخ الاسلام قطب الاقطاب حضرت شیخ قطب الدین نے فرمایا کہ یہ کام نہ میرے ہاتھ میں ہے نہ تیرے ہاتھ میں تعویذ اللہ تعالیٰ کا نام اور اس کا کلام ہے۔ لکھو اور دو۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میرے دِل میں بار ہا خیال آیا تھا کہ تعویذ لکھنے کی اجازت مانگوں' ایک مرتبہ بدر الدین اسحٰق جو آپ کے تعویذ لکھا کرتے تھے موجود نہ تھے اور لوگ تعویذ لینے آئے تھے' مجھے حکم دیا کہ لکھ دو' میں نے تعویذ لکھنے شروع کئے' لوگ بہت ہو گئے اس لئے مجھے بہت کچھ لکھنا پڑا' اور خلقت کی مزاحمت زیادہ ہوئی اسی اثناء میں شیخ صاحب نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا تو ملول ہو گیا ہے؟ میں نے عرض کی: جناب کو معلوم ہے فرمایا: میں تجھے اجازت دیتا ہوں کہ تعویذ لکھ کر دے' بعد ازاں فرمایا کہ بزرگوں کا ہاتھ سے چھونا بھی کچھ کام رکھتا ہے۔

خالی ہاتھ آنے کے بیان میں

سوموار کے روز گیارہویں ماہ رمضان سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا' جو شخص حاضر خدمت ہوتا' وہ کوئی نہ کوئی چیز بطور سلامی لاتا' ایک شخص کچھ بھی نہ لایا جب وہ واپس چلنے لگا' تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اسے کچھ دو۔

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ الاسلام حضرت شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص میرے پاس آتا ہے کچھ لاتا ہے اگر کوئی مسکین آئے اور کچھ نہ لائے تو مجھے ضرور اسے کچھ نہ کچھ دینا چاہیے۔

پھر فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جب رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے تو علم اور احکامِ شرعی کی طلب کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے اور جب واپس جاتے تو لوگوں کی رہنمائی کیا کرتے تھے یعنی ان فوائد سے جو حاصل کیا کرتے خلقت کی رہنمائی کیا کرتے جب واپس جاتے تو جب تک کچھ کھا پی نہ لیتے واپس نہ جاتے۔

پھر فرمایا کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے ایک روز خطبے میں فرمایا کہ مجھے یاد نہیں کہ شاید کبھی رسول مقبول ﷺ نے شام تک کوئی چیز اپنے پاس رکھی ہو صبح سے دوپہر تک جو کچھ ہوتا' دے دیتے' پھر دوپہر سے شام تک جو کچھ ہوتا وہ رات تک سب دے دیتے۔

اتنے میں میں نے عرض کی کہ اسراف کیا ہے؟ اور اس کی حد کیا ہے؟ فرمایا: جو بغیر نیت دیا جائے اور خدا کے لئے نہ دیا جائے' اگر ایک دانگ بھی بغیر نیت اور غیر راہ خدا میں صرف کیا جائے تو اسراف کہلاتا ہے اور رضائے حق کی خاطر اگر سارا جہان بھی دے دیا جائے تو بھی اسراف نہیں۔

پھر فرمایا کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کا خرچ بہت تھا' ایک شخص نے آپ کی خدمت میں یہ حدیث پڑھی' "لَا خَیْرَ فِی الْاِسْرَافِ" آپ نے جواب دیا "لَا اِسْرَافَ فِی الْخَیْرِ" یعنی نیکی اور خیرات کو اسراف نہیں کہتے۔

یہاں سے ہمت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا: ہمتیں مختلف ہیں ایک بزرگ تھا' جس کا ایک بیٹا تھا' اور ایک غلام

لیکن غلام زیادہ نیک تھا دونوں کو بلا کر پہلے بیٹے سے پوچھا کہ تیری ہمت کس کام کو چاہتی ہے اس نے کہا: میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے پاس بہت سے غلام اور گھوڑے ہوں تو پھر غلام سے پوچھا اس نے کہا: جتنے میرے غلام ہوں، سب کو آزاد کر دوں، اور آزادوں کو اپنا بندۂ احسان بناؤں، پھر فرمایا کہ بعض تو دُنیا کی خواہش کرتے ہیں اور بعض یہ چاہتے ہیں کہ دنیا ان کے پاس بھی نہ بھٹکے لیکن ان دونوں سے وہ لوگ اچھے ہیں جنہیں دنیا ملے تو بھی بہتر اور نہ ملے تو بھی بہتر، اور دونوں حالتوں میں خوش رہیں، وہ شخص جو کہتا ہے کہ میرے پاس دنیا نہ ہو اس کا یہ خواہش کرنا بھی آرزو ہے، مناسب اور ضروری تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کی خواہش کی جائے، اور اس پر خوش اور راضی رہے، اگر دنیا ملے تو اسے خرچ کرے اور اگر نہ ملے تو صبر کرے اور خوش رہے اسی اثناء میں میری طرف مخاطب ہو کر پوچھا کہ صدقہ فطر دیا کرتے ہو؟ عرض کی کہ مجھ پر واجب ہے، دیا کرتا ہوں، فرمایا: اگر نصاب کامل ہو جائے اور ضروریات مثلاً پہننے کا اسباب گھوڑے وغیرہ کے علاوہ نقدی کا نصاب کامل ہو، تو دینا چاہیے عرض کی نقد نہیں ہوتا، اس صورت میں کچھ نہ فرمایا، پھر فرمایا کہ اب تو میرے پاس بہت ہے جن دنوں میرے پاس دمڑی بھی نہ ہوتی تھی ایک ایک دام کر کے دیا کرتا تھا جب میں نے یہ سنا کہ ماہ رمضان کے روزے صدقہ فطر پر موقوف ہیں تو میں نے صدقہ دینا شروع کیا میں نے آداب بجالا کر عرض کی میں نے منظور کیا کہ اب صدقہ فطر دیا کروں گا فرمایا: اپنا صدقہ بھی دینا اور چھوٹوں کا بھی۔

پھر میں نے عرض کی میں دیوگیر میں تھا، تو میرے پرانے خدمت گار ملیح نے ایک لونڈی خریدی جو بچہ ہی تھی اور اس کی قیمت پانچ تنکے (سکے کا نام) ادا کی۔ جب لشکر شہر کی طرف واپس آنے لگا تو اس کنیز بچی کے والدین نے آ کر بہت آہ وزاری کی اور منت سماجت کی کہ دس تنکے لے لو، اور لڑکی ہماری ہمارے حوالے کر دو۔ مجھے ان پر رحم آیا میں نے اپنے پاس سے دس تنکے ملیح کو دے کر وہ بچی خرید لی اور اس کے والدین کو واپس کر دی، اور ان کے دس تنکے بھی واپس کر دیئے آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں فرمایا: بڑا اچھا کیا، پھر میں نے عرض کی کہ جب میں نے یہ کام کیا تو میں نے مولانا علاؤالدین کے فعل کو اصول بنا کر کیا جس کی حکایت جناب سے سن چکا ہوں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہاں اسی طرح تھا کہ مولانا علاؤالدین کے پاس ایک بڑھیا لونڈی تھی جو نئی نئی خریدی گئی تھی بدایوں میں سحر کے وقت جب مولانا بیدار ہوئے تو وہ لونڈی چکی میں آٹا پیس رہی تھی اور رو رہی تھی، مولانا نے وجہ پوچھی تو کہا کہ کاٹھیر میں میرا بیٹا ہے جس کی جدائی سے میں روتی ہوں مولانا نے فرمایا: اگر میں تجھے نماز گاہ تک چھوڑ آؤں تو آگے اپنے گاؤں میں چلی جائے گی؟ اس نے کہا: چلی جاؤں گی آپ اسے نماز گاہ (شاید عید گاہ ہو) تک چھوڑ آئے اور چند روٹیاں بھی دے دیں جب یہ حکایت ختم کی تو ایک عالم حاضر خدمت تھا اس نے کہا کہ رسول مقبول ﷺ نے حاتم طائی کی لڑکی اسیر کی تو اس نے اپنے باپ کی خوبیاں بیان کیں جنہیں سن کر آنحضرت ﷺ نے اسے آزاد کر دیا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ بدنی، مالی یا اخلاقی کوئی خدمت انسان کرے اگر ایک بھی قبول ہو جائے تو اس کے سارے کام اس کے عوض بن جاتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ سعادت کے تالے کی کئی چابیاں ہیں یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ کس چابی سے کھل جائے اس لئے اسے تمام چابیوں سے کھولنا چاہیے اگر ایک سے نہ کھلے تو شاید دوسری سے کھل جائے، اگر اس سے بھی نہ کھلے تو شاید اور چابی سے کھل جائے۔

احتیاطِ وضو کے بارے میں

ہفتے کے روز اکیسویں ماہ مذکور کو دست بوسی کی سعادت نصیب ہوئی' احتیاط وضو کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ اس قدر احتیاط ضروری ہے کہ انسان کا دِل مطمئن ہو جائے' بعض نے چند قدم شمار کئے ہیں بعض بار بار کرتے ہیں لیکن یہ ٹھیک نہیں پھر فرمایا کہ مولانا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بات مکان کے متعلق نہیں بلکہ زمانے کے متعلق ہے' جو چند قدم شمار کرتے ہیں وہ ٹھیک نہیں بہتر یہی ہے کہ جب دِل کی تسلی ہو جائے۔

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ اگر کسی کو پیشاب کا قطرہ جاری ہو یا ناف یا اور اس قسم کی کوئی بیماری ہو' تو کیا کرے؟ فرمایا کہ ایک عورت نے اپنا حال رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمیشہ خون جاری رہتا ہے' آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہر نماز کے لئے وضو کر لیا کرو' خواہ نماز ادا کرتے وقت مصلے پر خون بہہ نکلے۔

پھر نماز اور اس میں حضوری کی نسبت گفتگو شروع ہوئی' میں نے عرض کی سنا گیا ہے کہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز جس جگہ پر بیٹھے تھے' نماز کے علاوہ بار بار سجدہ کرتے فرمایا: ٹھیک ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک شیخ حجرے میں بیٹھا تھا جس کا دروازہ بند کر رکھا تھا' میں نے دیکھا کہ بار بار اٹھ کر سجدہ کرتا اور یہ مصرعہ پڑھتا۔

مصرعہ

از برائے تو میرم از برائے تو زیم

پھر ان کی وفات کی بابت فرمایا کہ آپ پر پانچویں ماہ محرم کو بیماری نے غلبہ کیا عشاء کی نماز با جماعت ادا کی' بعد ازاں بے ہوش ہو گئے جب ہوش میں آئے تو لوگوں سے پوچھا کہ کیا میں نے عشاء کی نماز ادا کی ہے۔ کہا کی ہے' فرمایا: ایک دفعہ اور ادا کر لوں کون جانتا ہے' کل کیا ہوگا' پھر نماز ادا کی اور پہلے کی نسبت زیادہ بیہوش ہو گئے' پھر جب ہوش میں آئے' تو پوچھا کہ کیا میں نماز ادا کر چکا ہوں؟ لوگوں نے کہا: دو مرتبہ فرمایا' ایک دفعہ اور بھی ادا کر لوں کون جانتا ہے کہ کیا ہوگا پھر تیسری مرتبہ جب نماز ادا کر چکے تو جاں بحق تسلیم ہوئے۔

اصحابِ شغل کے بارے میں

اتوار کے روز تیرہویں ماہ ذی القعدہ سن مذکور کو قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا' اصحابِ شغل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی اور نیز مردان چاکر پیشہ کے بارے میں بھی' زبان مبارک سے فرمایا کہ کام دینے اور نوکری کرنے سے بچنا چاہیے' تا کہ آخرت میں سلامتی نصیب ہو پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ پچھلے دنوں کا ذکر ہے ایک شخص حمید نام اوائل میں دہلی میں رہتا تھا' اور ایک فاتح کے لڑکے کا نوکر تھا' جو آخر میں لکھنوتی میں اپنے تئیں بادشاہ بنا بیٹھا تھا' القصہ حمید اس لڑکے کا نوکر تھا اور اس کی خدمت میں ہر وقت رہتا تھا ایک روز اس کے پاس کھڑا تھا ایک آدمی جس نے یہ کہا کہ اے حمید! تو کیوں اس مرد کے پاس کھڑا ہے؟ یہ کہہ کر غائب ہو گیا خواجہ حمید حیران رہ گئے کہ یہ کیا تھا جب دوسری مرتبہ اس لڑکے کے پاس کھڑے ہوئے دیکھا تو پھر اسی نے کہا کہ اے حمید! تو اس مرد کے پاس

کیوں کھڑا ہوتا ہے آپ پھر حیران رہ گئے حتیٰ کہ تیسری مرتبہ ایسا ہی ہوا' اس دفعہ خواجہ حمید نے کہا کیوں نہ کھڑا ہوں میں تو اس کا نوکر ہوں۔ اور وہ میرا آقا ہے مجھے تنخواہ دیتا ہے میں کیوں نہ کھڑا ہوں' اس نے کہا: تو عالم ہے' اور وہ جاہل ہے تو آزاد ہے' وہ تیرا غلام اور تو نیک مرد ہے اور وہ بدکار یہ کہہ کر نظر سے غائب ہو گیا خواجہ حمید نے جب اس بات کا معائنہ کیا تو اپنے بادشاہ کو جا کر کہا کہ میرا حساب فیصل کر دو' میں آئندہ آپ کی نوکری نہیں کروں گا بادشاہ نے کہا: کیسی باتیں کرتے ہو کہیں دیوانے تو نہیں ہو گئے' خواجہ صاحب نے جواب دیا دیوانہ تو نہیں لیکن نوکری نہیں کروں گا مجھے قناعت نصیب ہو گئی ہے' جب خواجہ صاحب اس بات پر پہنچے تو میں نے پوچھا شاید وہ صورت مردانِ غیب سے ہو گی' فرمایا: نہیں جب مرد کا باطن کدورتوں سے صاف ہو تو ایسی ایسی صورتیں اکثر دکھائی دیا کرتی ہیں ہوتا تو ہر شخص میں ہے لیکن بعض کو اندرونی کدورتوں کے سبب دکھائی نہیں دیتا جب باطن بالکل صاف ہو جاتا ہے تو ایسی صورتیں دکھائی دیا کرتی ہیں' پھر یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ۔

آں نافہ کہ مے جستی ہم با تو در گلیم است   تو از سیہ گلیمے بوئے ازاں نداری

پھر اس خواجہ کی بابت فرمایا کہ جب آپ نے بادشاہ کی ملازمت چھوڑ دی تو شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے مرید بنے' میں نے آپ کو دیکھا ہے' آپ لائق آدمی تھے کبھی کبھی وعظ بھی کیا کرتے' آپ مستقیم الاحوال درویش اور طاعت میں بڑے خبردار تھے پھر شیخ الاسلام فرید الدین نور اللہ مرقدہ نے آپ کو فرمایا کہ فلاں گاؤں میں جا کر رہو' کیونکہ اب تم ستارے کی طرح ہو گئے ہو' اور ستارہ چاند کے مقابلے میں روشنی نہیں دیتا' خواجہ حمید نے جب یہ سنا تو اس وقت تو مان لیا مگر اسی رات سات آدمیوں نے حج کا ارادہ کیا خواجہ حمید نے آ کر شیخ صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ میں ترک فرمان کرتا ہوں یعنی آپ نے فلاں گاؤں جانے کا حکم دیا ہے سو میں نے کئی مرتبہ دیکھا ہوا ہے لیکن میرا ارادہ حج کو جانے کا ہے کیونکہ میرے یار حج کو جا رہے ہیں آپ اجازت عنایت فرمائیں' تا کہ ان کے ہمراہ حج کر آؤں' شیخ صاحب نے فرمایا: جاؤ! القصہ آپ ان کے ہمراہ حج کو گئے' اور اس دولت سے مشرف ہو کر واپس آئے تو راستے ہی میں انتقال ہو گیا۔

ایک جوان نے اسی روز بیعت کی' شاید اسے انہیں دنوں میں کسی سے تکلیف پہنچی ہو گی' اس بارے میں یہ شعر فرمایا ۔

اے بسا شیر کاں ترا آہو است   اے بسا درد کان ترا دار واست

استقرارِ توبہ و استقامتِ بیعت کے بارے میں

سوموار کے روز اکیسویں ماہ ذی القعد کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا' تو استقرار توبہ اور استقامتِ بیعت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی زبان مبارک سے فرمایا کہ جو شخص پیر کا ہاتھ پکڑتا ہے اور بیعت کرتا ہے' تو گویا اللہ تعالیٰ سے عہد کرتا ہے' اس لئے چاہیے کہ اس پر ثابت قدم رہے اگر ثابت قدم نہ رہ سکے تو پھر بیعت کی کیا ضرورت ہے جس طرح ہے۔ اسی طرح رہے۔

پھر فرمایا کہ جب شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کا مرید بنا تو واپس آتے وقت راستے میں مجھے پیاس کا غلبہ ہوا' لُو چل رہی تھی' اور پانی دور تھا' اسی اثناء میں راہ میں نے ایک علوی کو دیکھا جسے میں پہچانتا تو نہ تھا' اسے سیّد عماد کہتے تھے وہ خوش طبع آدمی تھے' جب میں اس کے پاس پہنچا تو اس سے پوچھا کہ کہیں پانی کا پتہ بتلاؤ کیونکہ مجھے سخت پیاس ہے' ایک مشکیزہ پاس تھا' اس

نے کہا: بڑے اچھے موقعہ پر آئے' اس مشکیزے کو کھول کر پی جاؤ' شاید اس مشکیزے میں شراب تھی' یہ مجھے اشارتاً معلوم ہوا میں نے کہا: میں تو ہر گز ہر گز اسے نہیں پیوں گا اس نے کہا: نزدیک نزدیک کہیں پانی نہیں میں نے بھی پانی کے نہ ملنے کے سبب اُسے اٹھالیا' دور تک آگے پانی نہیں ملتا اگر اس کو نہ پیو گے تو مارے پیاس کے مر جاؤ گے میں نے کہا: صاحب زیادہ تو یہی ہوگا کہ مر جاؤں گا یہ کہہ کر میں آگے چل پڑا تو تھوڑی دور جا کر میں پانی کے کنارے جا پہنچا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ حمید سوالی حضرت شیخ معین الدین کے مرید اور حضرت قطب العالم خواجہ قطب الدین علیہم اجمعین کے ہم خرقہ تھے جب تائب ہو کر خرقہ حاصل کیا تو اقربا آئے کہ چلو چل کر گلچھرے اڑائیں۔ خواجہ حمید نے فرمایا کہ اب تو یہ بات نہیں ہوگی انہوں نے اصرار کیا تو فرمایا کہ جا کر گوشے میں بیٹھ جاؤ۔ کیونکہ یہ ازار بند میں نے اس طرح مضبوط باندھا ہے کہ قیامت کے دن حوروں پر بھی نہیں کھلے گا' واللہ اعلم بالصواب۔

ایام تشریق کے روزہ کے بارے میں

ہفتے کے روز گیارہویں ماہ ذوالحج سن مذکور کو دست بوسی کی سعادت نصیب ہوئی' میں نے عرض کی کہ کیا اس مہینے کی تیرہویں کو روزہ رکھا جاتا ہے ایام تشریق کی وجہ سے روزے کا کیا حال ہوگا۔ سولہویں کو روزہ رکھنا چاہیے' فرمایا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ چودھویں' پندرہویں اور سولہویں کو روزہ رکھنے کے لئے فرمایا ہے سو رکھنے چاہئیں ایام بیض کے روزے رکھنے چاہئیں لیکن اس مہینے میں اتفاق سے سولہویں کا روزہ رکھنا چاہیے اس اثناء میں کھانا لایا گیا چاول بھی پکائے گئے تھے میں نے عرض کی: کیا "الا رذ منی" چاول میرے ہیں' حدیث ہے' فرمایا یہ اس طرح پر ہوا کہ ایک دفعہ صحابہ کرام نے کھانا مہیا کرنا چاہا۔ ہر ایک نے ایک ایک چیز لانی منظور کی کسی نے کہا: اللحم منی۔ یعنی گوشت میں لاؤں گا' دوسرے نے کہا: میں حلوا لاؤں گا اسی طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "الا رذ منی" چاول میری طرف سے۔

کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھونا

سوموار کے روز بیسویں ماہ ذوالحج سن مذکور کو دست بوسی کی سعادت نصیب ہوئی کھانا لایا گیا جب کھانے سے فارغ ہوئے تو تھال اور لوٹا لایا گیا جو کھانے کے بعد ہاتھ دھلانے کی غرض سے لایا جاتا ہے' عرب میں کھانا کھانے کے بعد لوٹا اور تھال' لایا جاتا ہے اس لئے اسے ابوالیاس کہتے ہیں یعنی نا اُمیدی کا باپ' اس واسطے کہ تھال اور لوٹا جانے کے بعد کسی قسم کا کھانا نہیں لایا جاتا' پھر خوش طبعی کے طور پر فرمایا کہ ہندوستان میں تنبول گویا ابوالیاس کا کام دیتا ہے اس کے بعد کوئی کھانا نہیں لایا جاتا' بعد ازاں فرمایا کہ عرب میں تنبول کی کوئی رسم نہیں' اس واسطے آخری لوٹے اور تھال کو الیاس کہتے ہیں پھر فرمایا کہ نمک کو ابوالفتح (کھولنے' شروع کرنے والی شئے) کہتے ہیں۔

کھانا کھلانے کی فضیلت

سوموار کے روز ستائیسویں ماہ مذکور کو قدم بوسی کی سعادت حاصل ہوئی' کھانا کھانے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا

کہ رسول مقبول ﷺ کی حدیث ہے جو کھانا کھلایا جائے وہ پاکیزہ ہونا چاہیے اور جسے کھلایا جائے وہ بھی متقی ہونا چاہیے پھر فرمایا کہ کھانا پاکیزہ ہونا تو ممکن ہے لیکن جس کو کھلایا جائے۔ اس کا متقی ہونا معلوم کرنا بہت مشکل ہے' فرض کرو کہ دس آدمیوں کا کھانا لایا گیا ہے اب یہ کس طرح معلوم ہوسکتا ہے کہ فلاں متقی ہے یا نہیں بعد ازاں فرمایا کہ مشارق میں ایک حدیث کا ذکر ہے جس سے بہت کچھ اُمید ہوسکتی ہے اس میں لکھا ہے کہ جو شخص ہو' خواہ اسے پہچانو یا نہ پہچانو' کھانا کھلا دو۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ بدایوں میں ایک شخص ہمیشہ روزہ رکھا کرتا اور افطار کے وقت گھر کے دروازے پر بیٹھ جاتا اور غلام کھانا لے کر آجاتے' جو وہاں سے گزرتا اسے اندر بلا کر کھانا کھلاتا۔

بعد ازاں حضرت ابراہیم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت یہ حکایت بیان فرمائی کہ آپ مہمان کے ساتھ کھانا کھایا کرتے ایک روز ایک مشرک آپ کا مہمان بنا' آپ نے جب دیکھا کہ وہ بیگانہ ہے تو اسے کھانا نہ دیا حکم الٰہی ہوا کہ اے ابراہیم! ہم اسے جان دے سکتے ہیں اور تو روٹی نہیں دے سکتا۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ اس سے پہلے میں ایک شہر میں تھا' ایک مرتبہ شیخ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بازار سے چند درویش آئے جن میں سعید قریشی علی کھوکھری اور متعلقین تھے مجلس عمدہ تھی' کھانا لایا گیا سب رغبت سے کھانے لگے' میرے پڑوس میں ایک شخص تھا' جسے اشرف پیادہ کہتے تھے' وہ بھی آکر کھانے میں مشغول ہوا' لیکن اس اشرف پیادے کی چوٹی تھی' انہیں یہ بات ناگوار گزری اور اس کے ساتھ کھانا کھانا پسند نہ کیا' سعید قریشی تو مجلس ہی سے باہر نکل آئے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں میں حیران رہ گیا کہ انہیں ہوا کیا ہے' کھانا چھوڑ کر نکل آئے ہیں' میں نے سبب پوچھا تو کہا کہ یہ مرد جس نے ان کے ہمراہ کھانا شروع کیا ہے سر پر چوٹی رکھتا ہے خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ سن کر مجھے ہنسی آئی کہ کہاں لکھا ہے کہ چوٹی والے کے ساتھ کھانا نہیں کھانا چاہیے یہ عجیب قسم کی نفرت اور پرہیز ہے' اتنے میں میں نے عرض کی کہ میں نے سعید قریشی کو دیکھا اور اکثر مل کر ایک جگہ رہے ہیں جب میں نے اسے دیکھا تھا اس میں یہ بات نہیں پائی جاتی تھی۔ فرمایا: نہایت طلب (انتہا پسندی) کی نحوست کی وجہ سے ایسی باتوں میں مبتلا ہوا تھا۔

پھر معراج کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی ایک عزیز نے جو حاضر خدمت تھا عرض کی کہ معراج کس طرح ہوا تھا' فرمایا: مکے سے بیت المقدس تک اسریٰ اور بیت المقدس سے پہلے آسمان تک معراج اور پہلے آسمان سے قاب قوسین کے مقام تک اعراج تھا' پھر اس عزیز نے سوال کیا کہ کہتے ہیں قلب کو بھی معراج ہوا قالب کو بھی ہوا اور روح کو بھی ہر ایک کو کیونکر ہوسکتا ہے خواجہ صاحب نے پھر یہ مصرعہ زبان مبارک سے فرمایا

فظن خيرًا ولا تسئل عن الخبر۔

یعنی گمان نیک رکھ اور تحقیق نہ پوچھ ایسی باتوں کا یقین کر لینا چاہیے لیکن ان کی تحقیق اور تفتیش نہیں کرنی چاہیے' پھر یہ دو شعر پڑھے جو کسی نے ایک شخص کو مع محبوب اور شراب دیکھ کر بنائے تھے۔

جانی فی قمیص اللیل مستترًا   یقارب الخطو من خوف و من حذر

ترجمہ: رات کے کپڑے پہنے چھپا چھپا میرے پاس آیا' بحالیکہ خوف خطرہ اور ڈر اس پر طاری تھا۔

فکان ما کان لم یکن کنت اظھرہ — فظن خیراً ولا تسئل عن الخبر

ترجمہ: پس تھا جو تھا میں یہ ظاہر نہیں کروں گا' نیک گمان کرنا اور حقیقت نہ پوچھنا۔

سوموار کے روز اٹھارہویں ماہ محرم ۷۱۹ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا اس روز بداؤں (بدایوں) سے واپس آیا تھا' ان بزرگ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی جو اس شہر کے گردونواح میں مدفون ہیں میں نے عرض کی کہ جو راحت اس شہر میں دیکھی گئی وہ صرف ان بزرگوں کی زیارت تھی مثلاً مولانا علاؤ الدین اصولی کے والد بزرگوار مولانا سراج الدین ترمذی خواجہ شاہی موئے تاب خواجہ عزیز کوتوال' خواجہ شاہی لکھنوئی' اور خواجہ قاضی جمال ملتانی جب ان بزرگوں کے نام لیے تو خواجہ صاحب رو دیئے' اور ہر ایک کا بخوبی نام لیا جب قاضی جمال کا ذکر کیا گیا تو فرمایا کہ اس بزرگ نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ حضرت رسالت پناہ بدایوں کے گردونواح میں ایک مقام پر وضو فرما رہے ہیں تو فوراً اس مقام پر پہنچے' اور اس مقام کو گیلا پا کر کہا کہ میری قبر یہیں بنانا' جب وہ مر گئے' تو اسی مقام پر ان کی قبر بنائی گئی۔

روزے کی فضیلت

ہفتے کے روز چھبیسویں ماہ مذکور کو دست بوسی کی دولت نصیب ہوئی روزے کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی اور نیز اس حدیث کے بارے میں **للصائم فرحتان فرحة عند الافطار وفرحة عند لقاء الملك الجبار** روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں' ایک افطار کے وقت دوسری جبار بادشاہ (خدا) کے دیدار کے وقت۔ تو فرمایا کہ کھانا پینا فرحت نہیں یہ تو روزہ ختم ہونے پر ہوتی ہے الحمدللہ! کہ یہ اطاعت مجھ سے ختم ہوئی اب میں لقاء ربانی کا امیدوار ہوں بیشک ہر ایک روزے دار کو لقاء ربانی کی نعمت کی امید سے فرحت حاصل ہوتی ہے پھر اس حدیث کا ذکر ہوا۔ **الصوم لی وانا اجزی به**۔ روزہ میرے لئے ہے اور میں اس کی جزاء دوں گا حاضرین میں سے ایک نے عرض کی کہ یہ حدیث اس طرح سننے میں آئی ہے خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ **انا اجزی له** چاہیے پھر اس بات کی اصلاح فرمائی کہ بہ' بمعنی لام آئی ہے۔

پھر صبر کے بارے میں فرمایا کہ صبر بمعنی حبس ہے جیسا کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے: **اصبروا الصابر واقتلوا القاتل**۔ بعد ازاں فرمایا کہ یہ حدیث یوں وقوع میں آئی کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ایک شخص نے تلوار سونت کر دوسرے کا تعاقب کیا وہ بھاگ نکلا' راستے میں ایک تیسرے شخص نے اسے بھاگتے کو پکڑ لیا پہلے نے آ کر اسے قتل کیا' جب یہ معاملہ آنحضرت ﷺ کے روبرو پیش ہوا' تو فرمایا جس نے مقتول کو پکڑا تھا' اسے حبس کر دو' اور جس نے قتل کیا ہے اسے قتل کر دو' اسی حکم کو اس عبارت میں ظاہر کیا۔ **اصبر و الصابر و اقتل القاتل**۔

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ نے بہت دفعہ فرمایا ہے کہ جو شخص ایسا کام کرے گا وہ قیامت کو میرے ہمراہ بہشت میں ہوگا' اور یہ حدیث فرماتے وقت آنحضرت ﷺ نے دو انگلیوں سے اشارہ فرمایا ہے ایک انگشتِ شہادت' دوسری

انگشتِ سبابہ' خواجہ صاحب نے فرمایا کہ درجے کا اشارہ ہے یعنی ہمارا درجہ اس طرح ہوگا اس واسطے کہ عام لوگوں کی یہ انگلیاں چھوٹی بڑی ہوتی ہیں لیکن آنحضرت ﷺ کی یہ دونوں انگشت مبارک برابر تھیں۔

پاک دامنی اور توبہ کے بارے میں

اتوار کے روز آٹھویں ماہ صفر سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا' پاک دامنی اور توبہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' فرمایا کہ پیر ہری (حضرت عبداللہ انصاری) فرماتے ہیں کہ عنایت دو چیزوں سے ہے' جو یہ ہیں کہ یا شروع میں پاک دامنی رہ جائے یا اخیر میں توبہ کی جائے' یہاں سے توبہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا متقی وہ ہے جو کسی آلودگی سے آلودہ نہ ہوا ہو اور تائب وہ ہے جس نے گناہ کئے ہوں اور پھر توبہ کر لی ہو اس بارے میں لوگ مختلف الرائے ہیں' بعض کہتے ہیں کہ تائب اچھا ہے' بعض کہتے ہیں کہ متقی اور بعض کہتے ہیں کہ دونوں برابر ہیں پہلوں کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ تائب نے پہلے گناہ کی لذت چکھی ہوتی ہے جو شخص لذت اور حظ اٹھا کر پھر توبہ کرے وہ اس شخص سے بہتر ہے جس نے مس بھی نہ کیا ہو پھر اس بات کی صحت میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ دو شخصوں میں اسی بات پر بحث ہوئی ایک کہتا تھا کہ تائب اچھا ہے دوسرا کہتا تھا کہ نہیں متقی اچھا ہے' آخر دونوں پیغمبر وقت کے پاس گئے اور اس بارے میں دلیل طلب کی اس نے کہا میں خود تو کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا میں وحی کا منتظر رہوں گا' جو حکم ہوا وہ سنا دوں گا اتنے میں وحی نازل ہوئی کہ ان دونوں کو کہہ دو کہ اب چلے جائیں' رات گزار کر سویرے اٹھ کر پہلے جس شخص کو ملیں اس سے پوچھیں چنانچہ دونوں چلے گئے سویرے اٹھے تو پہلے ہی شخص سے انہوں نے اس بارے میں پوچھا' اس نے کہا: بھائی! میں عالم تو نہیں میں تو جولاہا ہوں میں اس مشکل کو کس طرح حل کروں لیکن ہاں! اس قدر جانتا ہوں کہ جب میں کپڑا بنتا ہوں' تو جو تار ٹوٹتا ہے میں اسے جوڑ دیتا ہوں' اور یہ تار ان ٹوٹے ہوئے تار کی نسبت مضبوط ہوتا ہے' وہ دونوں پھر پیغمبر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا بیان کیا' پیغمبر صاحب نے جواب دیا کہ تمہارا جواب یہی تھا یعنی تائب متقی کی نسبت اچھا ہے۔

پھر دنیا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی اور نیز اس بارے میں کہ لوگ اس پر مغرور ہو جاتے ہیں' تو یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک عورت دیکھی جو بڑھیا سیاہ رنگ اور بدشکل تھی' اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں دُنیا ہوں' عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: تو نے کتنے شوہر کئے۔ کہا: بے حد اور بے شمار' اگر کوئی محدود چیز ہو تو بیان بھی کروں پھر پوچھا کہ ان شوہروں میں سے کسی نے تجھے طلاق بھی دی' کہا: نہیں' سب کو میں نے مار ڈالا۔

پھر فرمایا کہ درویشی عین راحت ہے کام کا انجام ہی وہ درویشی ہے جس میں رات کو فاقہ ہو جو اس کا معراج ہے۔

پھر ان مالدار شخص کے بارے میں بات شروع ہوئی جو اپنے مال سے محبت کرتے ہیں تو فرمایا: ایک شخص نے شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں بیان کیا کہ اس زمانے میں ایک درویش کے پاس مال بہت تھا' لیکن وہ کہتا تھا کہ مجھے اس کے خرچ کرنے کی اجازت نہیں' شیخ الاسلام فرید الدین نے مسکرا کر فرمایا یہ اس کا بہانہ ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر وہ شیخ اپنے مال کا مجھے مختار کر دے' تو دو تین دن میں اس کا سارا خزانہ خالی کر دوں اور ایک درم بھی بغیر اذن نہ دوں۔

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ دینے والا خدا ہے جب اللہ تعالیٰ کسی کو کوئی چیز دے تو کون منع کر سکتا ہے اس بارے

میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ سلطان شمس الدین نے بدایوں میں ایک میدان بنا رکھا تھا جس میں گیند کھیلا کرتا تھا اور جس میں دو دروازے تھے ایک دن کھیلتے کھیلتے جب ایک دروازے کے قریب پہنچا تو ایک بوڑھے کو کھڑے دیکھا اس بوڑھے نے سوال کیا: لیکن بادشاہ نے اسے کچھ نہ دیا' جب دوسرے دروازے پر پہنچا تو ایک ہٹے کٹے جوان کو دیکھا بادشاہ نے بغیر مانگے اس جوان کو جیب سے نکال کر روپے دیئے اور کہا کہ جس نے مانگا' اسے نہ دیا اور جس نے نہ مانگا اسے دے دیا۔ دراصل اس میں اس کی مرضی نہ تھی یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی تھی اگر اس کی مرضی ہوتی۔ تو بڈھے کو دیتا نیز ایک مرتبہ شمس الدین کے پاس چند آم لائے گئے جو بداؤں میں بہت ہی اچھے ہوتے ہیں جب کھائے تو پوچھا' اس پھل کا کیا نام ہے۔ کہا: آنب۔ شاید ترکی زبان میں آنب کے معنی برے کے ہیں' اس لئے اس نے کہا اسے آنب نہ کہو بلکہ نغزک کہو۔ بعد ازاں آم کا نام نغزک پڑ گیا۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ سلطان شمس الدین نے شیخ بہاؤ الدین سہروردی اور شیخ اوحد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تھا ان میں سے ایک نے فرمایا تھا کہ تو بادشاہ ہوگا۔

پھر دنیا کے ترک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ کیتھل میں ایک شخص صوفی بدھنی نام رہتا تھا' جو نہایت اعلیٰ درجے کا تارک الدنیا تھا یہاں تک کہ پردہ بھی نہیں ڈھانکتا تھا' پھر فرمایا کہ اگر کوئی شخص اس قدر کھانا بھی نہ کھائے جو بھوک کو روک سکے' تو وہ ہلاک ہو جاتا ہے اور اس کے عوض اسے عذاب کیا جاتا ہے اسی طرح اگر کوئی ستر نہ ڈھانپے تو بھی اسے عذاب کیا جاتا ہے وہ اس سے بھی دور رہتا تھا۔

پھر شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے بارے میں فرمایا کہ آپ اس قدر تارک الدنیا تھے کہ جو کچھ آپ کے پاس آتا سب خرچ کر دیتے یہاں تک کہ جب آپ فوت ہو گئے تو تجہیز و تکفین کے لئے کچھ بھی نہ نکلا ۔

پنبہ حلاج را رسم کفن داری نبود   خانہ بردوش فنا سامان داری ہم نداشت

چنانچہ قبر کے لئے کچھ اینٹیں مطلوب تھیں' وہ بھی نہ نکلیں' آخر کار گھر کے دروازے کو گرا کر جو کچی اینٹوں کا بنا ہوا تھا' لحد میں خرچ کیں۔

اتوار کے روز اٹھائیسویں ماہ ربیع الاول سن مذکور کو دست بوسی کی دولت نصیب ہوئی' تو ان بادشاہوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی جنہیں شعر سننے کا شوق ہوتا ہے' فرمایا کہ سلطان شمس الدین نے ایک دفعہ عام اذن دے رکھا تھا' اس وقت ناصری شاعر شعر پڑھ رہا تھا جس کا مطلع یہ تھا۔

اے فتنہ از نہیب تو زنہار خواستہ   تیغِ تو مال و پیل زکفار خواستہ

سلطان شمس الدین یہ شعر سنتے وقت کسی اور شغل میں مصروف تھا' اتنے میں ناصری چند شعر پڑھ چکا تھا' پھر بادشاہ نے شعر سننے چاہے۔ فرمایا کہ پڑھو: تو اس نے یہ شعر پڑھا۔

اے فتنہ از نہیب تو زنہار خواستہ   تیغِ تو مال و پیل زکفار خواستہ

فرمایا یہاں سے پھر پڑھو' غرض یہ کہ اس کی قوت حافظہ بڑی طاقتور تھی' باوجود اس قدر اشغال کے مطلع یاد رہا بعد ازاں اس کے

عقیدے کی بابت فرمایا کہ خود راتوں کو جاگتا رہتا مگر دوسروں کو نہ جگاتا۔

سحری کے بارے میں

بدھ کے روز ربیع الآخر کی پہلی تاریخ سن مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی' روزے اور سحری کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ ایک شخص نے جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ ایک شخص سحری کھالیتا ہے لیکن روزہ نہیں رکھتا' اس کے بارے میں کیا حکم ہے' فرمایا سحری بھی کھاؤ شام کا کھانا بھی کھاؤ اور چاشت بھی یہ ضروری ہے کہ اس خوراک سے جو قوت حاصل ہو۔ اسے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں صرف کرے' اور گناہ نہ کرے' کلوا واشربوا من رزق اللہ من الطیبات وعملوا صالحًا۔ کے موافق۔ عرض کی کہ اصحاب کہف نے جو اَزْکٰی طعامًا (سب سے پاک کھانا) کہا' اس سے ان کا کیا مقصود تھا' فرمایا: وہ کھانا جس کی طرف طبع مائل ہو پھر فرمایا کہ بعض کے قول کے مطابق اس کھانے سے مراد چاول تھے۔

مشغول یادِالٰہی کے بارے میں

اتوار کے روز بارہویں جمادی الاوّل ۷۱۹ ہجری کو قدم بوسی کی سعادت نصیب ہوئی تو ان لوگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' جو ہمیشہ یادِالٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی ایک شخص نے کسی صاحب حال درویش سے درخواست کی کہ جس وقت آپ یادِالٰہی میں مشغول ہوں مجھے بھی یاد رکھنا' اور میرے حق میں دعا کرنا' اس نے کہا کہ ایسے وقت پر افسوس ہے جب تو مجھے یاد آئے۔

بعد ازاں خواجہ عزیز کرکی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا آپ بدایوں میں مدفون ہیں اس کی زندگی کے بارے میں بہت مبالغہ کیا' تو میں نے عرض کی کہتے ہیں کہ وہ چڑیوں کو زندہ ہی نگل جاتے اور پھر ایک ایک کر کے زندہ باہر نکالتے' خواجہ صاحب نے فرمایا میں نے دیکھا تو نہیں لیکن سنا ہے پھر فرمایا کہتے ہیں کہ جاڑے کے موسم میں رات کو گرم تنور میں بیٹھ جاتے اور صبح نکلتے' پھر فرمایا کہ آپ کرک کے باشندے تھے شروع میں فیروزے بیچا کرتے تھے اور ایک زیور جو عورتیں پہنا کرتی ہیں بیچا کرتے تھے اور ساتھ ہی یادِالٰہی میں مشغول رہتے وہاں کے حاکم نے آپ کو تکلیف پہنچائی اور قید کر دیا جب وہاں کے حاکم سے کہا گیا کہ یہ جوان تو نیک مرد ہے اسے چھوڑ دو۔ جب آپ سے کہا گیا کہ آپ کو شہر کے حاکم نے چھوڑ دیا ہے' باہر آیئے' آپ نے فرمایا کہ جب تک میں اس کے خاندان کو برباد نہ کرلوں گا باہر نہیں نکلوں گا القصہ آخر اس حاکم پر سخت مصیبت نازل ہوئی تو پھر آپ قید خانے سے نکلے۔

سفر اور زیارتِ کعبہ

جمعرات کے روز تیئسویں ماہ جمادی الاوّل سنِ مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی' اور زیارت کعبہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ جب لوگ زیارت مکہ سے واپس آتے ہیں تو اس کا ذکر ہر مقام پر کرتے ہیں' اور زیادہ تر اسی کی یاد میں رہتے ہیں لیکن بڑ..یک نہیں حاضرین میں سے ایک نے کہا کہ حج کو جاتے وقت راستے میں نماز کا وقت کبھی کبھی فوت ہو جاتا ہے کچھ تو پانی کی تنگی اور کچھ منزلوں کی مشقت کے سبب پھر خواجہ صاحب نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ لاہور میں ایک واعظ تھا نماز پڑھ کر وہ وعظ کیا

کرتا لوگوں کو اس کی وعظ و نصیحت سے فرحت حاصل ہوتی جب وہ حج سے واپس آیا تو اس کے کلام میں پہلی سی راحت نہ رہی اس سے وجہ پوچھی تو کہا: ہاں! میں ہی وجہ جانتا ہوں جس کے سبب وہ چاشنی نہ رہی وہ یہ ہے کہ اس سفر میں مجھ سے کئی نمازیں قضا ہوئیں۔

پیری اور مریدی کے بارے میں

جمعرات کے روز ساتویں ماہ رجب سن مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی' پیری اور مریدی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' فرمایا پیر کو مرید سے کسی قسم کا طمع نہیں کرنا چاہیے' پھر یہ حکایت بیان فرمائی ایک مرید پیر کی خدمت میں کھانا لایا پیر نے نہ لیا' واپس کر دیا' ایک نے پوچھا کہ آپ نے واپس کیوں کیا' فرمایا جس طرح پیر دینی کام میں مرید کا کسی طرح کا محتاج نہیں ہوتا اسی طرح دنیاوی کاموں میں بھی اسے مرید کا محتاج نہیں ہونا چاہیے۔

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ مرید پیر کی خدمت میں حاضر ہو کر سر بسجود ہوتے ہیں تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں تو چاہتا تھا کہ لوگوں کو ایسا کرنے سے روکوں لیکن چونکہ میرے شیخ نے منع نہیں فرمایا' اس لئے میں بھی منع نہیں کرتا پھر میں نے عرض کی جو مرید بنتے ہیں اس سے مراد پیر کی محبت اور عشق ہے جہاں پیر کی محبت اور عشق ہے' وہاں سر سجدے میں رکھنا کوئی بڑی بات نہیں۔

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سنا ہے کہ ایک مرتبہ شیخ ابوالخیر ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ سوار جا رہے تھے ایک پیدل مرید آیا اور آ کر شیخ صاحب کے گھٹنے پر بوسہ دیا شیخ صاحب نے فرمایا ذرا نیچے مرید نے پاؤں کو بوسہ دیا پھر فرمایا ذرا نیچے مرید نے گھوڑے کے سموں کو بوسہ دیا' پھر فرمایا' ذرا نیچے مرید نے زمین پر بوسہ دیا' پھر شیخ صاحب نے فرمایا کہ میں جو ہر بار تجھے کہتا تھا تو اس سے میری یہ مراد نہ تھی کہ تو مجھے چومے بلکہ تیرے درجے کی ترقی مراد تھی۔

ذکر خلفائے حضرت شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز

پھر ان درویشوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی جن کے خلاف شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز تھے' زبان مبارک سے فرمایا کہ انہیں میں ایک درویش عارف نام کو سیوستان کی طرف بھیجا' اور بیعت کی اجازت دی' وہ اوچہ اور ملتان کے علاقے میں امام تھے' الغرض اس علاقے کے بادشاہ نے اس عارف کے ہاتھ سو دینار شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں روانہ کئے جن میں سے پچاس اس عارف نے اپنے پاس رکھ لئے' اور پچاس شیخ الاسلام کو دیئے' شیخ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ تو نے برادرانہ تقسیم کی ہے' تب عارف نے شرمندہ ہو کر وہ پچاس بھی حاضر خدمت کئے اور بہت عذر و معذرت کی اور بیعت کی درخواست کی آپ نے اسے مرید کیا اور وہ محلوق ہوا' بعد ازاں خدمت میں ایسا پکا نکلا کہ پوری پوری استقامت حاصل کی' آخر شیخ صاحب نے اسے بیعت کی اجازت دے کر سیوستان کی طرف بھیجا۔

اچھا کون اور بُرا کون؟

سوموار کے روز تیئسویں ماہ رجب المبارک سن مذکور کو دست بوسی کی دولت نصیب ہوئی گمان اور غرور اور اہل غرور کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ انسان کب برا ہوتا ہے فرمایا: جب اپنے تئیں نیک خیال کرے

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ فرزدق شاعر ایک مرتبہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے ملا‘ تو خواجہ صاحب نے پوچھا کہ ملوم نہیں آدمیوں میں سب سے اچھا کون ہے اور سب سے بُرا کون؟ یہ بات اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے‘ فرزدق نے کہا: اے خواجہ! آدمیوں میں سب سے بہتر آپ ہیں اور برا میں جب فرزدق فوت ہوا تو اسے خواب میں دیکھ کر پوچھا‘ فرزدق نے کہا: جب مجھے قضاء کی کرسی کے پاس لے گئے تو میں ڈرنے لگا مجھے حکم ہوا کہ میں نے تجھے اسی دن سے بخش دیا تھا کہ جس دن تو نے اپنے تیئں سب سے بُرا خیال کیا تھا۔

پرانی قبر کی مرمت

میرے دِل میں یہ بات تھی کہ اگر قبر پرانی ہو جائے تو اس کی مرمت کرنی چاہیے‘ یا نہیں جب میں نے یہ عرض کی تو فرمایا کہ نہیں کرنی چاہیے جو جس قدر امید میں ہوگا‘ اسی قدر زیادہ رحمت اس پر نازل ہوگی۔ (فرسودگی زیادہ ہوگی تو امیدِ رحمت بھی زیادہ ہوگی)

پھر ان بزرگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی جو اپنے تیئں بزرگوں کی پائنتی میں دفن کراتے ہیں‘ فرمایا: بدایوں میں ایک بزرگ مولانا سراج ترمذی رہتے تھے‘ جب آپ مکے کی طرف گئے تو ٹھان لی کہ اگر وہیں اجل آ جائے تو وہیں مدفن بنے‘ جب زیارت کی اور واپس بداؤں میں آئے تو لوگوں نے پوچھا کہ آپ تو نیت کر کے گئے تھے کہ آپکا مدفن وہیں بنے‘ فرمایا: ہاں! لیکن میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ اطراف و جوانب سے جنازے لائے جا رہے ہیں‘ جن مردوں کے وہ جنازے تھے‘ انہیں مکہ کی سر زمین میں دفن کر رہے ہیں‘ اور جو وہاں پر مدفون ہیں انہیں نکال کر کہیں اور لے جا رہے ہیں‘ میں نے پوچھا کہ کیا حالت ہے کہا: جن لوگوں میں اس امر کی قابلیت ہے خواہ وہ کتنے ہی دور دراز فاصلے پر ہوں‘ ان کو یہیں دفن کیا جاتا ہے اور جن میں اس مقام کی اہلیت نہیں ہوتی خواہ اس مقام میں مدفون ہوں انہیں اور جگہ لے جایا جاتا ہے مولانا سراج الدین نے کہا کہ جب مجھے یہ بات معلوم ہوئی تو میں بدایوں آ گیا‘ اس واسطے کہ اگر میں اس مقام کے لائق ہوں گا تو انشاء اللہ میری غرض حاصل ہو جائے گی۔

ختم شد ایں صحیفہ صدق و صفا ــــ کہ از و جان حسن راست طرب
درسہ شنبہ دوم از ماہ شوال ــــ ہفصد و نوزدہ تاریخ عرب

جس روز سے ان کلمات کے بارے میں ہدایت ہوئی اس دن سے آج تک بارہ سال کا عرصہ گزر گیا ہے یہ بارہ سالہ نقدی جس کی ایک ایک کٹھالی بارہ بارہ مہینے کی ہے صرافانِ وقت کے سامنے پیش کی جاتی ہے‘ اُمید ہے کہ دلوں کے سکے کو ایمان کی مہر کے مہرے سے عیار (کھرا کھوٹا پن۔سونا چاندی تولنے کا کانٹا) کامل اور پورا رواج حاصل ہوگا۔

واللہ اعلم بالصواب۔
فضل الٰہی سے چوتھی جلد ختم ہوئی

فوائد الفواد

جلد پنجم

(اس حصہ میں بتیس تاریخیں ہیں)

اللہ تعالیٰ کی بے حد حمد بے شمار تعریف ہے جس کے فضل کے فیض سے صاحب المکارم والجود منسبط، رموز الدقائق، منکشف کنوز الحقائق، سلطان الاولیاء، قطب العالم سلطان المشائخ والعارفین نظام الحق والشرع والدین (اللہ تعالیٰ آپ کو دیر تک زندہ رکھ کر مسلمانوں کو مستفیض کرے) کے وجود کے سبب سلک سلوک میں عقائد کی گرہ لگائی گئی۔

یکے از امت ختم النبیین ﷺ　　　نشد جزوے کسی ختم المشائخ

بندہ حسن علی سنجری عرض پرداز ہے کہ جب توفیق ازلی میرے حال کی رفیق بنی، اور سعادت ابدی نے میرے اوقات کی مساعدت کی تو الہام فطرت میری فکر کی رہنما بنی اور آنجناب کے کلمات روح پرور جمع کئے اس سے پہلے ایک جلد لکھی جا چکی ہے، جس میں چار دیباچے ہیں اب دوسری جلد شروع کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ آنجناب کی ذات ملک صفات کو خضر کی عمر عطا فرمائے، تاکہ اس چشمے سے جو عین الحیات ہے، عوام و خواص سیراب ہوں، اُمید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس جام جاں بخش کے ایک گھونٹ سے جو روح کو راحت دینے والا ہے، بیان کرنے والے، سننے والے اور لکھنے والے کو راحت حاصل ہو گی۔

جو علم اور عالموں سے محبت رکھتا ہے اس کے گناہ نہیں لکھے جاتے

ہفتے کے روز اکیسویں ماہ شعبان ۷۱۹ ہجری کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی، میرے دِل میں اس حدیث کا خیال تھا کہ مـــن احب العلم و العلماء لم یکتب خطیئۃ۔ جو علم اور علماء سے محبت کرتا ہے اس کے گناہ نہیں لکھے جاتے میں نے اس حدیث کے بارے میں آپ سے پوچھا اُمید ہے کہ اس حدیث کے بموجب میرے گناہ نہیں لکھے جائیں گے فرمایا، سچی محبت متابعت ہے جب کوئی ان کا محب ہو گا تو ضرور ان کی پیروی کرے گا اور ناشائستہ افعال سے دور رہے گا، جب ایسی حالت ہو گی، تو ضرور اس کے گناہ نہیں لکھے جائیں گے۔

پھر فرمایا کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی محبت قلب کے غلاف میں ہوتی ہے تب تک گناہ کا صادر ہونا ناممکن ہے لیکن جب قلب کے گردونواح میں آ جاتی ہے تو پھر ممکن نہیں کہ گناہ صادر ہو، پھر فرمایا کہ جوانی کے دنوں میں توبہ کرنا سب سے اچھا ہے بڑھاپے میں توبہ کی تو کیا فائدہ؟ پھر یہ دو شعر زبان مبارک سے فرمائے۔

چوں پیر شدی و بر سر انجام آئی   آئی سرِ حرف خویش ناکام آئی

سازی حق راز تیرہ رائی   معشوقہ خود در بے نوائی

بعد ازاں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندے سے اس کی جوانی کی بابت پوچھے گا۔ لیسال المؤمن شبابه اتنے میں ایک عالم نے آ کر آپ کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ اور عرض کی کہ مرید ہونے کے ارادے سے آیا ہوں' اس کی وجہ یہ ہے کہ میں ایک دفعہ افغان پور میں دریا کے کنارے شام کی نماز میں مشغول تھا کہ جناب کی صورت پاک دیکھی مجھے حیرت ہوئی کہ پہلے میں اس صورت سے آشنا نہیں' الغرض جب جناب کا دیدار ہوا' تو نماز میں ہی درہم برہم ہونا چاہا آخر جب نماز سے فارغ ہوا تو دِل میں کہا کہ مجھے مخدوم عالمیاں کی خدمت میں جا کر مرید ہونا چاہیے اب میں اسی خاطر آیا ہوں جب اس نے یہ حکایت ختم کی تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ کوئی شخص دہلی سے روانہ ہوا تا کہ اجودھن میں شیخ الاسلام فرید الدین کی خدمت میں پہنچ کر توبہ کرے' اثنائے راہ میں ایک رنڈی اس کے ہمراہ ہوئی جو اس خیال میں تھی کہ کسی نہ کسی طرح اس مرد سے تعلق پیدا کرے' چونکہ اس مرد کی نیت صاف تھی اس کی طرف بالکل رغبت نہ کی آخر کار جب ایک منزل میں وہ مرد اور رنڈی ایک ہی کجاوے میں بیٹھے' تو وہ اس کے پاس اس طرح بیٹھ گئی کہ ان میں کوئی حجاب نہ تھا اس حالت میں شاید اس کا دِل اس عورت کی طرف مائل ہو گیا۔ اس سے بات کی یا ہاتھ بڑھایا اسی وقت ایک آدمی کو دیکھا جس نے آ کر اس مرد کے چہرے پر تھپڑ دے مارا' اور کہا کہ فلاں شخص کی خدمت میں توبہ کی نیت کر کے جا رہا ہے پھر ایسی حرکتیں کرتا ہے وہ اسی وقت متنبہ ہو گیا اور پھر عورت کی طرف نہ دیکھا' القصہ' جب شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو شیخ الاسلام نے سب سے پہلے یہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اس روز بڑا بچایا۔

ذکر فصاحت رسول کریم ﷺ

پھر حضرت رسالت پناہ ﷺ کی فصاحت کے بارے میں فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے ایک صحابی نے بکری فروخت کر دی' جس کی وجہ سے وہ پشیمان تھا' آ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت بابرکت میں ماجرا بیان کیا' آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جن کے پاس فروخت کی انہیں بلاؤ' بلوا کر فرمایا اس صحابی نے تمہارے پاس بکری فروخت کی' لیکن پشیمان ہے' اس کو تم واپس کر دو' اس صحابی کا نام نعیم تھا' آنحضرت نے اس مطلب کو عبارت میں ظاہر فرمایا: نعیم بعتم و بغنم فرد و الیه۔ یعنی چار تصحیف متصل اس فصاحت سے بیان فرمائے بعتم یعنی تم نے خریدی تھی بیع بمعنی شرا اور شرا بمعنی بیع آ سکتا ہے۔

شیر خان والیٔ ملتان کے بارے میں

جمعرات کے روز نویں ماہ رمضان المبارک سن مذکور کو دست بوسی کا شرف حاصل ہوا' جاڑے کا موسم تھا' اطراف و جوانب سے مشوش خبریں آ رہی تھیں عرض کی کہ ملعونوں کے سبب تشویش تھی' سو اب کم ہے۔

فرمایا شیر خان والی اوچہ و ملتان شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کا چنداں معتقد نہ تھا بارہا شیخ الاسلام نے اس کے بارے میں یہ شعر فرمایا

افسوس کہ از حال منت نیست خبر ‏ آنکہ خبرت شود کہ افسوس خوری

بعد ازاں فرمایا کہ جب شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کا انتقال ہوا تو اسی سال کافروں نے اس ولایت پر حملہ کیا۔

پھر شیخ بہاؤ الدین زکریا علیہ الرحمۃ کی بزرگی کے بارے میں فرمایا کہ ایک شخص نہایت جید عالم بخارا سے شیخ بہاؤ الدین زکریا علیہ الرحمۃ کی زیارت کے لئے آیا آپ نے جب دیکھا کہ اس نے دستار باندھی ہوئی ہے اور شملہ لٹکایا ہوا ہے اور چوٹی رکھی ہوئی ہے تو پوچھا کہ آپ دو یاروں کے ہمراہ کس طرح آئے ہو یعنی ایک شملہ دوسری چوٹی اس عالم نے آپ کے روبرو فوراً سر منڈوا ڈالا اور مرید ہو گیا۔

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ شیخ بہاؤ الدین غالب آ جایا کرتے تھے' پھر فرمایا کہ ملتان میں سلیمان نام ایک عبادت گذار تھا جس کا ذکر بارہا شیخ صاحب کے روبرو ہوا تو اس کے دیکھنے کے لئے گئے' اور فرمایا کہ اُٹھ کر میرے سامنے دو رکعت نماز ادا کرو' تاکہ میں دیکھوں کہ کس طرح ادا کرتے ہو اس نے اُٹھ کر دوگانہ ادا کیا لیکن پاؤں کا درمیانی فاصلہ مقررہ فاصلے سے کم و بیش رکھا آپ نے فرمایا: اس قدر نہ رکھو بلکہ اس قدر رکھو جتنا میں کہتا ہوں اور پھر دو رکعت نماز ادا کرو جب پھر ادا کی تو پھر پہلی طرح ہی پاؤں میں فاصلہ رکھا' آپ نے فرمایا کہ اوچہ میں جا کر رہو' چنانچہ وہ اوچہ چلا گیا۔

پھر شیخ بہاؤ الدین زکریا علیہ الرحمۃ کی وفات کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ ایک روز ایک مرید نے خط لا کر شیخ صدر الدین کے ہاتھ پر رکھ دیا' اور کہا کہ ایک مرد نے یہ خط دیا تھا اور کہا تھا کہ اسے شیخ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلے شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا دینا شیخ صدر الدین نے جب عنوان دیکھا تو متغیر ہو کر وہ خط شیخ صاحب کے دست مبارک میں دیا شیخ صاحب نے جب یہ خط پڑھا تو لیٹ کر نعرہ مارا' اسی رات آپ نے انتقال فرمایا' سبحان اللہ! وہ کیسا ہی زمانہ تھا' جب یہ پانچ بزرگوار یعنی شیخ ابوالغیث یمنی' شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ سعد الدین حمویہ رحمۃ اللہ علیہ' شیخ بہا الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ' اور شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہم العزیز زندہ تھے۔

پھر شیخ سیف الدین باخرزی کی بابت فرمایا کہ آپ کا یہ قاعدہ تھا کہ جب شام کی نماز ادا کرتے اسی وقت سو جاتے' اور جب رات کا تیسرا حصہ گزر جاتا تو بیدار ہوتے' امام اور مؤذن موجود ہوتے' پھر عشاء کی نماز ادا کر کے ساری رات صبح تک بیدار رہتے' آپ نے ساری عمر اسی طرح بسر کی میں (مؤلف کتاب) نے پوچھا کہ کیا آپ سماع سنا کرتے تھے۔ فرمایا: ہاں سنا کرتے تھے لیکن اس طرح نہیں جیسے آدمیوں کو دعوت کے لئے بلایا کرتے ہیں اور مجلس مرتب کر کے سماع سنتے ہیں بلکہ وہ بیٹھ کر حکایت بیان فرماتے اور کسی ایک بات کو اٹھا کر اسی سے خوش وقتی حاصل کیا کرتے جب یہ فرماتے کہ کوئی کہنے والا ہے' تو قوال حاضر ہوتے اور کچھ گاتے۔

پھر آپ کی وفات کے بارے میں فرمایا کہ بخارا میں ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ جلتا ہوا شعلہ بخارا کے دروازے سے باہر لے جا رہے ہیں جب دن چڑھا تو کسی بزرگ سے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی اس نے کہا: کوئی ولی صاحب نعمت بخارا سے انتقال کرے گا' چنانچہ انہیں دنوں شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا۔

پھر فرمایا کہ شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں اپنے پیر کو دیکھا جو فرماتے ہیں کہ اب اشتیاق حد سے زیادہ گزر گیا ہے آپ آ

جائیں' جب یہ خواب دیکھا تو اس ہفتے وعظ ونصیحت کی اور اس وعظ ونصیحت میں فراق اور وداع کا ذکر تھا' لوگ حیران تھے کہ سب کچھ فراق کے بارے میں بیان کرتے ہیں' پھر خیر باد کی ردیف پر یہ شعر پڑھا۔

رفتم اے یاراں بساماں خیر باد نیست آساں درد ہجراں خیر باد

منگل کے روز ستائیسویں ماہ مذکور سن مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی ایک عزیز نے آکر کسی اور کی طرف سے سلام کیا آپ نے پوچھا کہ وہ کون ہے؟ اس نے بیان کیا لیکن خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہ مانا اور فرمایا کہ میں بہت سے ایسے آدمیوں کو جانتا ہوں کہ اگر انہیں دیکھ لوں تو پہچان لیتا ہوں لیکن ان کا نام وغیرہ مجھے یاد نہیں۔ اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کو اپنے فرزند نظام الدین سے تمام فرزندوں کی نسبت زیادہ محبت تھی' جو جنگی سپاہی تھے اور شیخ کی خدمت میں بڑے گستاخ تھے جو کچھ کہتے آپ ان سے ناراض ہوتے کیونکہ آپ کو بہت محبت تھی' الغرض ایک مرتبہ جب نظام الدین سفر پر گئے تو کچھ مدت کے بعد کسی کے ہاتھ شیخ صاحب کو سلام کہلا بھیجا اسنے آکر عرض کی کہ مخدوم زادہ نظام الدین سلام عرض کرتا ہے شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ کون شخص؟ اس مرد نے کہا مخدوم زادہ نظام الدین پھر پوچھا کس کا ذکر کرتے ہو؟ اس نے کہا مخدوم زادہ نظام الدین کا جو آپ کا فرزند ہے پھر شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہاں بھائی! اس کا کیا حال ہے؟ سلامت تو ہے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر پہنچے تو فرمایا کہ دیکھو' یادِ حق میں کیسے مستغرق تھے' کہ اپنے لڑکے کی نسبت اتنی دفعہ پوچھا۔

ذکر شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ

پھر شیخ بہاؤ الدین زکریا علیہ الرحمۃ کے بارے میں فرمایا کہ کسی نے آکر آپ کو کسی کا سلام عرض کیا' پوچھا: وہ کون ہے؟ اس مرد نے اس کی بہت تعریف کی۔ پھر بھی آپ کو معلوم نہ ہوا پھر اس نے بہت سے پتے بتائے۔ آخر شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اتنی نشانیاں بتانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ بتا دو کہ اس نے مجھے کبھی دیکھا ہے۔ اس مرد نے کہا: جناب کی زیارت کی ہے۔ بلکہ آپ کا مرید ہے۔ پھر شیخ صاحب نے فرمایا کہ ہاں! ایسا شخص ہے۔

پھر شیخ بہاؤ الدین زکریا علیہ الرحمۃ کے بارے میں فرمایا کہ اگر آپ کسی کو کوئی چیز دیتے تو عمدہ دیتے جو معلم آپ کے فرزندوں کو پڑھایا کرتے آپ ان پر بڑی عنایت کیا کرتے اور ان کے دامن سونے چاندی سے پُر کرتے۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ والی ملتان کو غلے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ تو اس نے شیخ صاحب سے التجا کی۔ آپ نے فرمایا کہ انبار سے دے دو' والی ملتان نے نوکروں کو بھیجا' تا کہ غلہ انبار سے باہر نکالیں' غلے کے انبار کو ایک ایک روپے کے سکوں سے بھرا ہوا پایا جس کی خبر والی ملتان کو کی گئی۔ اس نے کہا: شیخ صاحب نے ہمیں غلے کا حکم دیا ہے' روپوں کا نہیں دیا۔ یہ شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیج دو جب شیخ صاحب نے یہ سنا تو فرمایا کہ میں نے دیدہ دانستہ دیا ہے۔ لے لو۔

پھر دنیا کے ترک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک سوئے ہوئے شخص کے پاس سے گزرے' تو اسے آواز دی کہ اٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اس نے جواب دیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی وہ عبادت کی ہے۔ جو سب سے بڑھ کر ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا وہ کون سی عبادت ہے۔ اس مرد نے کہا: ترکت الدنیا لاھلھا۔ میں نے دنیا

دنیاداروں کے لئے چھوڑ دی ہے۔ پھر فرمایا: **من رضی اللہ عن اللہ تعالیٰ بقلیل من الرزق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بقلیل من العمل** ۔یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے تھوڑے سے رزق پر راضی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے تھوڑے عمل میں اس پر راضی ہو جاتا ہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص درہم دینار وغیرہ چھوڑے بغیر دنیا سے سفر کرے وہ جنتی ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب۔**

قرآن مجید کے بارے میں

ہفتے کے روز چوبیسویں ماہ شوال سن مذکور کو دست بوسی کا شرف حاصل ہوا تو قرآن مجید کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ ایک کتاب میں یہ دو فائدہ ایسے دیکھے ہیں جو کہیں اور کم دیکھے ہیں ایک اس آیت میں اِذَا رَأَیۡتَ ثَمَّ رَأَیۡتَ نَعِیۡمًا وَّمُلۡکًا کَبِیۡرًا۔ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ مَلِکًا کَبِیۡرًا پڑھا کرتے تھے دوسرے اس آیت میں: لَقَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ الخ اس کو بھی مِنۡ اَنۡفَسِکُمۡ پڑھا ہے اور یہ انفس نفیس کا افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ جو ورد یا طاعت کسی متعبّد سے فوت ہو جائے۔ اس کی وجہ سے اس پر مصیبت نازل ہوتی ہے پھر فرمایا کہ جنگی آدمی شیخ بہاؤالدین علیہ الرحمۃ کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ نماز میں مجھ سے ناغہ ہو گیا ہے فرمایا: تو عنقریب ہی مارا جائے گا۔ تو بہ کر جب وہ اٹھ کر چلا گیا تو ایک صوفی نے بھی خانقاہ سے آ کر یہی خواب سنایا۔

شیخ صاحب حیران تھے کہ وہ تو سپاہی تھا اس کا تو جنگ میں مارا جانا ممکن تھا لیکن یہ صوفی سلامت ہے اور بیماری کا کوئی نشان بھی اس میں نہیں' اس کو میں کیا کہوں؟ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ کسی نے آ کر یہ خبر دی کہ وہ سپاہی مارا گیا ہے اور صوفی کی صبح کی نماز فوت ہو گئی خواجہ صاحب جب اس مقام پر پہنچے تو فرمایا کہ نماز کے فوت ہو جانے کو موت کے برابر سمجھتے ہیں۔

پھر اوراد کی ملازمت کے بارے میں فرمایا کہ جو شخص اپنے اوپر کوئی ورد لازم کرے اگر بیماری کے سبب اس میں ناغہ ہو جائے تو اسے اس کے معاملے کے دفتر میں لکھ دیتے ہیں لیکن اگر ورد مقرر نہ کریں صرف یہ کہیں کہ جس قدر ہو گا پڑھ لیا جائے گا تو اس صورت میں صاحب ورد پہلے کی نسبت اچھا رہے گا کیونکہ اگر اس میں کسی وجہ سے ناغہ ہو جائے۔ تو نہیں لکھتے۔ کیونکہ اس نے جب مقرر ہی نہیں کیا تو اس کو لکھیں گے کیا۔

مسبعاتِ عشر کی برکات

پھر مسبعات عشر کی فضیلت کے بارے میں فرمایا کہ ایک شخص ہمیشہ مسبعات عشر پڑھا کرتا تھا ایک دفعہ راستے میں اسے لٹیروں نے جان سے مارنا چاہا' تو اسی وقت دس سوار ہتھیار لگائے ظاہر ہوئے' جنہوں نے اسے لٹیروں سے بچایا' یہ دسوں سوار ننگے سر تھے' اس مرد نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ کہا: مسبعات عشر کی دس دعائیں ہیں' جو ہر روز تم سات مرتبہ پڑھا کرتے ہو' پھر پوچھا کہ ننگے سر کیوں ہو؟ کہا: دعاؤں کے شروع میں بسم اللہ تم نہیں پڑھتے۔ پھر میں (مؤلف کتاب) نے عرض کی کہ بسم اللہ کہاں پڑھتے ہیں؟ فرمایا: ہر سورۃ کے شروع میں۔

پھر فرمایا کہ قاضی کمال الدین جعفری جو بدایوں کے حاکم تھے' وہ باوجود قضا کے شغل اور بہت سے کاموں کے قرآن شریف

بہت پڑھا کرتے تھے الغرض جب بوڑھے ہو گئے اور قرآن پاک پڑھنے سے رہ گئے تو آپ سے لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا حالت ہے؟ فرمایا' مسبعات عشری پڑھ لیتا ہوں جو کہ جامع اوراد ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ واصل حق تھے' آپ حضرت خضر علیہ السلام سے ملے تو آپ سے بخشش طلب کی حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کو مسبعات عشر سکھلائے' اور فرمایا کہ میں حضرت رسالت پناہ ﷺ سے اس کی روایت کرتا ہوں۔

تکلیف انسانوں کو کیوں ہوتی ہے؟

بدھ کے روز ستائیسویں ماہ شوال سن مذکور کو شرف قدم بوسی کا حاصل ہوا' بات اس بارے میں شروع ہوئی کہ انسان کو جو تکلیف یا مصیبت پہنچے سمجھے کہ وہ کہاں سے آئی ہے؟ اس آدمی کی خیریت اسی میں ہے کہ اس مصیبت اور رنج کے سبب سے متنبہ ہو جائے لیکن جو شخص باطل ہے' اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی' جو اُسے اس سے روکے۔ یہی اس کی خواری ہے' **نعوذ باللہ منھا**' کہ اس کی رسی دراز کی جائے۔

اس بارے میں ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک نیک عورت نے جو بزرگوار تھی میں نے سنا وہ کہتی تھی کہ اگر میرے پاؤں میں کانٹا بھی چبھتا ہے' تو معلوم کر لیتی ہوں کہ کیوں چبھا ہے۔

پھر فرمایا کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر وہ تہمت لگائی گئی جو عام مشہور ہے' تو بعدازاں آپ نے درگاہ الٰہی میں مناجات کی' کہ پروردگار! مجھے معلوم ہے جس وجہ سے یہ تہمت مجھ پر لگائی گئی ہے اس وجہ سے لگائی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تیری محبت کا دعویٰ کرتے تھے اور ساتھ ہی مجھ سے بھی کسی قدر محبت کیا کرتے تھے یہ تہمت اس وجہ سے مجھ پر لگائی گئی ہے۔

ذکر حدیث حبب الی من دنیا کم ثلثه

اسی اثناء میں ایک عزیز نے پوچھا کہ یہ حدیث نبوی ہے: **حبب الی من دنیا کم ثلثٌ الطیب والنساء وقرة عینی فی الصلٰوة** ۔فرمایا: یہاں پر نساء سے مراد عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں اس واسطے کہ دیگر ازواج کی بہ نسبت جناب کو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ محبت تھی اور قرۃ عینی فی الصلوٰۃ سے مراد فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ہیں جو اس وقت نماز میں مشغول تھیں' بعدازاں فرمایا کہ بعض کی یہ رائے ہے کہ اس سے مقصود نماز ہے۔تو اس کا پہلے ذکر کرنا چاہیے تھا۔

تین پسندیدہ چیزیں

پھر فرمایا کہ خلفائے راشدین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عمر خطاب رضی اللہ عنہ' عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ میں سے ہر ایک نے رسول اللہ ﷺ کی موافقت سے فرمایا کہ ہم تین باتوں کو پسند کرتے ہیں اتنے میں جبرائیل علیہ السلام نے آکر فرمان الٰہی سنایا کہ میں بھی تین چیزوں کو دوست رکھتا ہوں توبہ کرنے والا جوان' رونے والی آنکھ اور خشوع والا دل۔

عیب گوئی کی مذمت

پھر اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کی عیب گوئی کرتے ہیں زبان مبارک سے فرمایا کہ اگر کوئی

کسی عیب کی وجہ سے کسی کو طعن کرے، تو پہلے سوچنا چاہیے کہ آیا وہ عیب مجھ میں بھی پایا جاتا ہے، یا نہیں، اگر پایا جائے تو شرم کرنی چاہیے کہ جو عیب اپنے آپ میں ہے، اس کے لئے دوسروں کو کیوں طعن کیا جائے، اور اگر وہ عیب اپنے میں نہیں پایا جاتا تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے، جس نے اس عیب سے محفوظ رکھا ہے، دوسرے کو طعن نہیں کرنا چاہیے۔

پھر سماع کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو حاضرین میں سے ایک نے کہا کہ شاید آپ کو حکم ہوا ہے کہ جس وقت آپ چاہیں سماع سنیں، آپ پر حلال ہے، خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جو چیز حرام ہے وہ کسی کے حکم سے حلال نہیں ہوسکتی۔ اب ہم مسئلہ مختلف فیہ کا ذکر کرتے ہیں سو سماع ہی کو لو یہ امام شافعی ؒ کے حکم کے موافق بر خلاف ہمارے علماء کے مباح بمع دف اور سارنگی اس اختلاف میں حاکم جو حکم کرے ہوگا۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا کہ انہیں دنوں میں بعض درویشوں نے چنگ و رباب اور بانسریوں کا استعمال مجمع میں کیا ہے، اور رقص کیا خواجہ صاحب نے فرمایا اچھا نہیں کیا جو نا مشروع ہے وہ ناپسندیدہ ہے۔ بعد ازاں ایک نے کہا کہ جب وہ اس مقام سے باہر نکلے تو ان سے پوچھا گیا کہ اس مجلس میں تو بانسریاں بجائی گئیں تم نے سماع کس طرح سنا ہوگا اور تم نے رقص بھی کیا ہے تو جواب دیا کہ ہم سماع میں ایسے مستغرق تھے کہ ہمیں معلوم ہی نہ تھا کہ یہاں بانسریاں ہیں بھی یا نہیں۔ جب خواجہ صاحب نے یہ سنا تو فرمایا: یہ تو کوئی معقول بات نہیں یہ سب کچھ بطور زنا لکھا جائے گا۔ اتنے میں مَیں (مؤلف کتاب) نے عرض کی مرصاد العباد والے نے اس بارے میں ایک نظم لکھی ہے جس کا ایک شعر یہ ہے۔

گفتی کہ بہ نزد من حرام است سماع　　گر بر تو حرام است حرامت بادا

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہاں ٹھیک ہے۔ پھر یہ رباعی مکمل فرمائی۔

رُباعی

دنیا طلبا جہاں بکامت بادا　　و ایں جیفہ مُردار بدامت بادا

گفتی کہ بنزد من حرامست سماع　　گر بر تو حرام است حرامت بادا

پھر میں نے عرض کی کہ اگر علماء اس بارے میں بحث کریں اور سماع کی نفی کے بارے میں گفتگو کریں تو بجا ہے لیکن جو فقر کے لباس میں ہے وہ کس طرح نفی کر سکتا ہے اگر اس کے نزدیک بھی حرام ہو تو اس قدر کرے کہ خود نہ سنے لیکن دوسروں کے ساتھ نہ جھگڑے کہ تم بھی نہ سنو لڑائی جھگڑا درویشوں کی صفت نہیں خواجہ صاحب نے مسکرا کر اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ بہت سے علماء ہیں جو کچھ نہیں کہتے اور ایک شخص کچھ بھی نہیں جانتا، اور وہ لڑائی کرتا ہے، فرمایا: ایک طالب علم امامت کر رہا تھا جس کے مقتدی بہت سے عالم تھے جن میں ایک عاصی بھی تھا چار رکعت تھی، اس طالب علم سے پہلا قعدہ سہواً چھوٹ گیا۔ دوسری کے ساتھ تیسری رکعت شروع کی وہ عالم تھا، جانتا تھا کہ اب کس طرح نماز ختم کرنی چاہیے، اور علماء جو پیچھے کھڑے تھے، وہ بھی خاموش تھے اس عاصی نے سبحان اللہ سبحان اللہ! کہہ کر اس قدر شور مچایا کہ اپنی نماز کو باطل کیا جب امام نے سلام کہا اور نماز سے فارغ ہوا تو اس سے پوچھا کہ آپ کو کیا ہو گیا ہے پیچھے اس قدر عالم کھڑے تھے کیا انہیں معلوم نہ تھا کہ نماز کیونکر ختم ہوگی، انہوں نے تو کچھ نہ کہا، لیکن تو نے تو اس قدر شور مچایا کہ اپنی نماز کو باطل کیا۔

پھر میں نے عرض کی کہ میں ان لوگوں کو جو سماع کے منکر ہیں' اچھا خیال کرتا ہوں' اور ان کے مزاج سے اچھی طرح واقف ہوں' غرض یہ کہ وہ سماع نہیں سنتے اور کہتے ہیں ہم اس واسطے نہیں سنتے کہ سماع حرام ہے' میں قسم تو نہیں کھا سکتا' اور سچ مچ عرض کرتا ہوں کہ اگر سماع حلال بھی ہوتا' تو بھی وہ نہ سنتے خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ ہاں! ٹھیک ہے' جب ان میں ذوق ہی نہیں تو وہ کیسے سنیں۔ **واللہ اعلم بالصواب۔**

بیماری کی حالت میں عبادت

سوموار کے روز دسویں ماہ ذی القعدہ سن مذکور کو دست بوسی کی دولت نصیب ہوئی تو ان لوگوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' جو اگر بیمار ہو جائیں' تو معہودہ طاعت کو نہیں چھوڑتے اس بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بزرگ کا مکان دریا کے کنارے تھا' اسے بیماری لاحق ہوئی جتنی مرتبہ قضائے حاجت کے لئے جاتا' ہر مرتبہ غسل کرتا اور دوگانہ ادا کرتا یہاں تک کہ بیماری کا زور ہو گیا یعنی جب بیس تیس مرتبہ قضائے حاجت کے لئے جا چکا اور ہر مرتبہ غسل کیا اور دوگانہ ادا کیا' حتیٰ کہ رات بھر میں ساٹھ مرتبہ گیا اور ساٹھ ہی مرتبہ غسل کیا اور دوگانہ ادا کیا آخری مرتبہ پانی ہی میں فوت ہو گیا' خواجہ صاحب یہ بیان کر کے آب دیدہ ہوئے اور فرمایا کہ سبحان اللہ! کیا ہی عبادت میں رسوخ تھا' کہ آخری دم تک مقررہ قاعدے سے برگشتہ نہ ہوا۔

بعد ازاں فرمایا کہ جو لوگ بیمار پڑتے ہیں یہ ان کے نیک ہونے کی دلیل ہے لیکن انہیں معلوم نہیں ہوتا پھر فرمایا کہ ایک اعرابی نے حضرت رسالت پناہ ﷺ کی خدمت میں آ کر اسلام قبول کیا پھر کچھ عرصے بعد آ کر عرض کیا کہ جب سے میں ایمان لایا ہوں' میرے مال میں بھی نقصان ہو رہا ہے اور جان بھی بیمار رہتی ہے۔ فرمایا: جب مومن کے مال میں نقصان اور اس کی جان بیمار ہو تو سمجھو کہ وہ اس کے ایمان کی صحت ہے۔

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ قیامت کے دن فقرا کو وہ درجے عطا ہوں گے کہ تمام خلقت اس بات کی آرزو کرے گی کہ کاش! ہم دنیا میں فقیر ہوتے' اور جو دائم المریض ہوتے ہیں انہیں بھی قیامت کے دن اسی قدر درجے ملیں گے کہ خلقت اس بات کی آرزو کرے گی کہ کاش! ہم بھی دنیا میں بیمار رہتے۔ **واللہ اعلم بالصواب۔**

نعمت کے شکریہ میں تکبیر کہنا چاہیے

سوموار کے روز دوسری ماہ ذوالحجہ سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ایک جوالقی درویش بیٹھا تھا اس نے اٹھتے وقت اللہ اکبر کہا میں نے پوچھا کہ درویش لوگ جو تکبیر کہتے ہیں یہ کب سے شروع ہوئی ہے؟ فرمایا: کھانے کے بعد اللہ اکبر کہنا جائز ہے' جو تعریف ہے' شکران نعمت کے عوض حمد کرتے ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم کو فرمایا کہ مجھے اُمید ہے کہ چوتھائی حصہ تم میں سے اور باقی تین چوتھائی باقی اُمتوں کے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے' یاروں نے اس نعمت کے شکریہ پر اللہ اکبر کہا: پھر فرمایا کہ بہشت میں تیسرا حصہ نصیب تمہارا ہو گا اور باقی دو تہائی دوسری اُمتیں ہوں گی' پھر اصحاب رضی اللہ عنہم نے اللہ اکبر کہا: پھر فرمایا کہ بہشت میں نصف تم ہو گے اور باقی نصف دوسری امتیں ہوں گی پھر اصحاب رضی اللہ عنہم نے اللہ اکبر کہا: خواجہ صاحب نے کہا کہ ان موقعوں

پر اللہ اکبر کہنا حمد کی بجائے ہے۔ لیکن درویش جو ہر مصلحت کے لئے تکبیر کہتے ہیں اس کا کہیں ذکر نہیں آیا' بعد ازاں میں نے پوچھا کہ ذکر جو اونچی آواز سے کرتے ہیں اگر آہستہ آواز سے کیا جائے تو کیسا ہے فرمایا بہتر ہے پھر فرمایا کہ صحابہ جب قرآن شریف پڑھا کرتے تھے تو اس طرح پڑھا کرتے تھے کہ کسی کو معلوم نہ ہوتا تھا' جب سجدے کی آیت پر پہنچتے اور وہ سجدہ کرتے تو معلوم ہوتا کہ وہ قرآن شریف پڑھ رہے ہیں۔

ذکر سلام و جوابِ سلام

جمعرات چھبیسویں ماہ مذکور کو دست بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ سلام اور اس کے جواب کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا تو حکم ہوا کہ ملائکہ مقربین کو سلام کرو اور سلام کا جواب سنو تاکہ تمہارے فرزندوں میں سلام کے جواب کا یہی طریقہ رائج ہو' حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو سلام کیا۔ السلام علیکم! فرشتوں نے جواب دیا السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ یہی حکم فرزندانِ آدم کے لئے نافذ ہوا' بعد ازاں فرمایا کہ اگر کوئی آ کر سلام یوں کہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ تو اس کا جواب بھی اسی طرح دینا چاہیے وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک نے آ کر سلام کیا' السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ وبرکاتہٗ تو حاضرین میں سے ایک نے یوں جواب دیا' السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی حاضر تھے فرمایا کہ ایسے نہیں کہنا چاہیے' سلام کا جواب صرف برکاتہ تک ہے اس سے زیادہ نہیں کہنا چاہیے۔

پھر میں نے پوچھا کہ اگر کوئی نفلی نماز ادا کر رہا ہو اور کوئی بزرگ آ جائے تو وہ نمازی نماز چھوڑ کر اس میں مشغول ہو جائے یا نہ' فرمایا: اسے اپنی نماز ختم کرنی چاہیے' پھر انہوں نے کہا کہ اگر کوئی شخص نفلی نماز ثواب کے لئے ادا کر رہا ہو اور اس کا پیر آ جائے تو اسے نماز چھوڑ کر قدم بوسی کرنی چاہیے کیونکہ پیر کی قدم بوسی میں سعادت زیادہ ہے' میرا تو یہ اعتقاد ہے کہ یہ دولت اس ثواب سے سوگنا بڑھ کر ہے۔ فرمایا: شرعی حکم یہی ہے کہ نماز نہ چھوڑے۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ شیخ بہاؤ الدین زکریا علیہ الرحمۃ دریا کے کنارے پہنچے' جہاں پر آپ کے بہت سے مرید وضو کر رہے تھے' جب شیخ کو دیکھا تو وضو کو ادھورا ہی چھوڑ کر تعظیم کرنے لگے۔ مگر ایک مرید وضو کر کے حاضر خدمت ہوا' اور تعظیم کی شیخ صاحب نے فرمایا کہ تم میں درویش یہی ہے۔ جس نے وضو کے بعد میں میری تعظیم کی ہے۔ میں نے پوچھا کہ اگر کوئی نفلی نماز چھوڑ کر پیر کی تعظیم میں مشغول ہو جائے۔ تو کیا اس پر کفر کا فتویٰ لگ سکتا ہے؟ فرمایا: نہیں۔ پھر میری اس عرض اور مریدوں کے اعتقاد کی بابت زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ کبیر فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز نے بدر الدین اسحٰق کو آواز دی جو اس وقت نماز میں مشغول تھے نماز ہی میں بلند آواز سے کہا: لبیک۔

فرمان شیخ مثل فرمان رسول است

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول فرما رہے تھے کہ ایک صحابی کو آواز دی وہ نماز میں مشغول تھا اس واسطے دیر ہوئی جب حاضر خدمت ہوا تو پوچھا کہ دیر کیوں کی؟ عرض کی بندہ نماز میں مشغول تھا' فرمایا: جب رسول

(ﷺ) بلائیں تو فوراً جواب دینا چاہیے بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ شیخ کا فرمان رسول خدا ﷺ کا فرمان ہے۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ کوئی شخص شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا مرید ہونے کے لئے۔ آپ نے فرمایا کہ اس شرط پر مرید کرتا ہوں کہ جو کچھ میں کہوں وہی کرے' عرض کی ویسا ہی کروں گا' پوچھا کلمہ طیب کس طرح پڑھا کرتے ہو۔ عرض کی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔ فرمایا: اس طرح پڑھو۔ لا الٰہ الا اللہ شبلی رسول اللہ ۔ مرید نے فوراً اسی طرح پڑھا بعد ازاں شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں تو آنحضرت ﷺ کا ادنیٰ غلام ہوں' رسول ﷺ وہی ہیں' میں تیرے اعتقاد کو آزمانا چاہتا تھا۔

پھر جمعہ کی نماز کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ آیا جمعہ کی نماز ادا نہ کرنے والوں کے لئے کوئی تاویل بھی ہے یا نہیں' فرمایا: کوئی تاویل نہیں ۔سوائے اس کے کہ کوئی غلام مریض ہو۔ لیکن جو جا سکتا ہے اور پھر نہیں جاتا' وہ سخت سنگ دِل ہے۔

پھر فرمایا کہ اگر ایک جمعہ حاضر نہ ہو تو اس کے دِل پر ایک سیاہ نقطہ ظاہر ہوتا ہے اگر دو جمعے نہ جائیں تو دو نقطے اگر تین جمعے نہ جائیں' تو سارا دِل سیاہ ہو جاتا ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔

پھر سلطان غیاث الدین بلبن کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' فرمایا کہ پانچوں وقت اور جمعہ کی نماز وقت پر ادا کیا کرتا تھا' اور عقیدہ کا بہت ہی اچھا تھا پھر فرمایا کہ ایک دفعہ اس نے قاضی لشکر کو کہا کہ گزشتہ رات کیسی ہی بزرگوار رات تھی قاضی لشکر نے کہا کہ آپ پر بھی روشن ہی ہے۔ بادشاہ نے کہا: ہاں! میں نے پوچھا کہ شاید وہ شب قدر تھی فرمایا: ہاں! شب بزرگوار تھی جو انہیں مل گئی' اور ایک دوسرے کے حال سے واقف ہوئے۔

نماز میں بسم اللہ پڑھنے کا مسئلہ

منگل کے روز دوسری ماہ جمادی الاوّل ۷۲۰ ہجری کو دست بوسی کی سعادت نصیب ہوئی' نماز کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی اور نیز اس بارے میں آیا کہ ہر رکعت کے شروع میں بسم اللہ پڑھنی چاہیے' یا ہر سورۃ کے شروع میں فرمایا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پہلی رکعت میں صرف ایک مرتبہ بسم اللہ پڑھنی چاہیے لیکن برخلاف اس کے دوسرے علماء اور امام ہر رکعت کے شروع میں بسم اللہ پڑھتے ہیں' لیکن بعض ہر سورۃ کے شروع میں بھی۔

پھر فرمایا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے اور ایک یار نے ایک مجمع میں سوال کیا' کہ نمازی کو بسم اللہ کب پڑھنی چاہیے؟ ہر رکعت کے شروع میں یا سورۃ کے شروع میں' ان کا مقصود اصلی یہ تھا کہ اگر نفی کریں گے تو تسمیہ کے نفی میں ہیں ہم مواخذہ کریں گے۔ لیکن آپ نے نگہداشت ادب اور کمالیت علمی سے جواب دیا کہ ایک مرتبہ پڑھنی چاہیے خواجہ صاحب نے فرمایا کہ آپ کا اصلی مقصد تو وہی تھا اب جس طرح چاہیں خیال کر لیں خواہ ہر رکعت کے شروع میں خواہ ہر سورۃ کے شروع میں۔

پھر مشائخ کی دُعا اور بد دعاء کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کا ایک یار محمد شاہ غوری نام نہایت صادق مرد اور معتقد تھا' ایک دفعہ وہ گھبرایا ہوا اور حیران حاضر خدمت ہوا' آپ نے حال پوچھا' تو عرض کی کہ میرا بھائی بیمار ہے اور اس میں کوئی دم باقی ہے اب میں حاضر خدمت ہوں' کیا عجب ہے کہ وہ ابھی پورا نہ ہوا ہو میں اس کی خاطر گھبرایا ہوا ہوں' شیخ الاسلام فرید الحق والدین نے فرمایا کہ جس طرح تیری حالت اب ہے میری حالت ساری عمر رہی ہے۔ اور اب

بھی ہے لیکن میں کسی پر ظاہر نہیں کرتا پھر اسے فرمایا کہ جاؤ! تمہارا بھائی تندرست ہو جائے گا۔ جب واپس گھر آیا' تو دیکھا کہ بھائی بیٹھ کر کھانا کھا رہا ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب۔**

پانی پینے کا ایک مسئلہ

اتوار کے روز ساتویں ماہ مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی میں نے پوچھا کہ ایک آدمی جب پانی پیتا ہے' اور دوسرے نیچے ہاتھ رکھتے ہیں' آیا یہ سنت ہے خواجہ صاحب پوچھنے لگے حاضرین میں سے ایک نے چند الفاظ پڑھے' اور کہا کہ یہ حدیث ہے کہ جو شخص دوسرے کے پانی پیتے وقت ہاتھ نیچے رکھے وہ بخشا جائے گا خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس حدیث کا ذکر حدیث کی مشہور کتابوں میں تو کہیں بھی نہیں' شاید لوگوں کی سنی سنائی ہے یہ بھی نہیں کہہ سکتے شاید ہو بھی لیکن اتنا تو کہہ سکتا ہوں کہ یہ حدیث کی معتبر کتابوں میں نہیں۔

ذکر حدیث متواتر

یہاں سے حدیثوں کی بابت ذکر چھڑا۔ تو فرمایا کہ ایک دفعہ قاضی منہاج الدین رحمۃ اللہ علیہ وعظ کر رہے تھے' اثناء وعظ میں فرمایا کہ چھ حدیثیں متواتر ہیں' اوّل **الغیبة اشد من الزناء** غیبت زناء سے بھی زیادہ سخت ہے' دوسری **من شم الورد ولم یصل علی فقد جفانی** ۔ جس نے گلاب کا پھول سونگھ کر مجھ پر درود نہیں بھیجا بے شک اس نے مجھ پر جفا کی' تیسری **البینة علی المدعی والیمین علی من انکو** ۔ مدعی پر بیان اور انکاری پر قسم واجب ہے خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ جب قاضی منہاج الدین یہ تین حدیثیں بیان کر چکے تو فرمایا کہ باقی کی تین مجھے یاد نہیں اگر کوئی طعن کرے کہ کیوں یاد نہیں تو میں کہوں گا کہ یہ تین حدیثیں تو مجھ سے سنیں۔ کیا تجھے یاد نہ تھیں۔

بیمار کے سرہانے حدیثِ صحیح کا پڑھنا

پھر حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ مولانا رضی الدین نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے۔ جو عرصہ تک بیماری میں رہے ایک عالم آ کر آپ کے سرہانے بیٹھا' اور یہ حدیث پڑھی۔ ''**قال النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم الغیبة اشد من الزناء** '' مولانا رضی الدین پر اگرچہ مرض غالب تھی مگر اس پر بھی عالم سے اس حدیث کی توجیہ پوچھی کہ اس وقت نہ تو غیبت کا ذکر تھا' نہ زنا کا پھر یہ حدیث پڑھنے کا کونسا موقعہ تھا' اس نے جواب دیا کہ میرا مقصود تو جیہہ اور غیر تو جیہہ کا نہ تھا' بلکہ میں نے سنا تھا کہ جو کوئی کسی بیمار کے سرہانے کوئی حدیث صحیح پڑھے تو وہ بیمار تندرست ہو جاتا ہے اس لئے میں نے یہ حدیث جو متواتر اور صحیح ہے آپ کی صحت کے لئے پڑھی ہے پھر مولانا رضی الدین نے کچھ جواب نہ دیا اور صحت یاب ہوئے۔

پھر تسلیم اور رضا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ ایک درویش بیٹھا تھا ایک مکھی آ کر اس کی ناک پر بیٹھی' اس نے اڑائی۔ پھر آ بیٹھی پھر کہا: اے خدایا میں چاہتا ہوں کہ مکھی ناک پر نہ بیٹھے اور تو چاہتا ہے کہ بیٹھے میں نے اپنی مرضی چھوڑ دی اور تیری رضا اختیار کی۔ اب میں ناک پر سے مکھی نہیں اڑاؤں گا۔ جب یہ کہا: تو پھر مکھی ناک پر نہ بیٹھی۔ **واللہ اعلم بالصواب۔**

ذکر توبہ قمر نام مطربہ

ہفتے کے روز بیسویں ماہ جمادی الاوّل سن مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی' گفتگو اس بارے میں شروع ہوئی کہ بعض تائب توبہ کے بعد لغزش کھا جاتے ہیں' چونکہ سعادت باقی ہوتی ہے پھر توبہ کر لیتے ہیں اس حال کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک گویا عورت قمر نام نہایت حسین تھی آخری عمر میں توبہ کی اور شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین عمر محمد سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی مرید ہوئی۔ اور وہاں سے کعبہ کی زیارت کے لئے گئی جب واپس آئی تو والیٔ ہمدان نے اس کے آنے کی خبر سنکر کسی کو اس کے پاس بھیجا کہ آ کر گانا سناؤ۔ اس عورت نے جواب دیا کہ میں نے اس کام سے توبہ کر لی ہے اور کعبہ کی زیارت کر آئی ہوں' اب یہ کام نہیں کروں گی۔ والیٔ ہمدان نے ایک نہ سنی اور اسے آنے اور گانے پر مجبور کیا وہ شیخ ہمدانی کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور حالت عرض کی۔ شیخ نے فرمایا کہ اچھا۔ اب تو جاؤ۔ آج رات میں تیرے کام کی خاطر مشغول ہوں گا۔ اور صبح جواب دوں گا صبح کو جب عورت آئی تو فرمایا کہ ابھی تیرے خزانۂ تقدیر میں ایک مرتبہ اور گناہ ہے' بے چاری مجبور ہوگئی بادشاہ کے آدمی اسے آ کر لے گئے جب چنگ بجا کر گانا شروع کیا' تو ایک ایسا شعر آیا جس سے تمام سامعین کو حالت ہوگئی۔ پہلے بادشاہ نے توبہ کی اور پھر سب نے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

قاضی قطب الدین کاشانی کا علم و دیانت

سوموار کے روز ماہ رجب سن مذکور کو دست بوسی کی سعادت نصیب ہوئی قاضی قطب الدین کاشانی کے علم و دیانت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ آپ ملتان میں رہتے تھے اور علیحدہ مدرسہ میں پڑھایا کرتے تھے' شیخ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ ہر روز وہاں جایا کرتے اور نماز ادا کیا کرتے ایک روز مولانا قطب الدین نے آپ سے پوچھا' اپنے مقام سے اس قدر دور کس لئے آتے ہیں اور مقتدی بن کر نماز ادا کرتے ہیں' فرمایا: میں اس حدیث پر عمل کرتا ہوں' "من صلی خلف عالم تقی فکانما صلی خلف نبی مرسل" جس نے پرہیز گار کے پیچھے نماز ادا کی گویا اس نے نبی مرسل کے پیچھے نماز ادا کی۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے ایسا ہی سنا ہے کہ ایک روز شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ وہاں پر موجود تھے' قاضی قطب الدین امامت کر رہے تھے ایک رکعت ادا کر چکے تھے دوسری رکعت کے وقت شیخ صاحب بھی جا پہنچے' جب قاضی صاحب تشہد کے لئے بیٹھے تو سلام کہنے سے پہلے ہی شیخ صاحب نے اُٹھ کر نماز ختم کی جب نماز سے فارغ ہوئے تو قاضی صاحب نے شیخ سے پوچھا کہ آپ کس واسطے سلام سے پہلے ہی نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ممکن ہے امام سے سہو ہوتا اور سجدۂ سہو کرنا پڑتا' فرمایا کہ اگر کسی کو باطنی نور کے سبب معلوم ہو جائے کہ امام سے غلطی نہیں ہوئی تو اس کے لئے جائز ہے کہ اُٹھ کھڑا ہو قاضی صاحب نے فرمایا کہ جو نور شرع کے موافق نہیں وہ تاریکی ہے۔ کہتے ہیں کہ بعد ازاں پھر کبھی شیخ صاحب وہاں نہ گئے۔

ایک مرتبہ قاضی قطب الدین سے پوچھا گیا کہ آپ درویشوں پر اعتقاد کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا: جن درویشوں کو میں نے دیکھا ہے۔ ویسے اب دکھائی نہیں دیتے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں کاشغر میں تھا' اور میرے پاس ایک چھوٹی چھری تھی' وہ ٹوٹ گئی اسے بازار لے جا کر چھری بنانے والے کو دکھایا کہ اسے درست کر دو سب نے کہا یہ ٹھیک نہیں ہو سکتی' ضرور چھوٹی رہ جائے گی۔ کیونکہ جب نوک اور نکالی جائے گی' اور

کچھ دستے کی طرف استعمال ہوگی تو ضرور ہے کہ چھوٹی ہو جائے گی میں نے کہا: نہیں، ویسی ہی ہونی چاہیے جیسی پہلے تھی ان سے یہ کام نہ ہو سکا۔ کہا کہ فلاں دکان پر لے جاؤ۔ وہاں پر ایک بڑا بزرگ صالح مرد کاریگر ہے شاید وہ بنا دے، قاضی قطب الدین فرماتے ہیں کہ میں اس پتے پر گیا اور کارد کی بابت کہا۔ اس نے بھی وہی جواب دیا جو پہلوں نے کہا تھا کہ کچھ کم ہو جائے گی میں نے کہا: نہیں مجھے ویسی ہی چاہیے۔ اس بوڑھے نے تھوڑی دیر سوچ کر کہا: آنکھ بند کرو، لیکن میں کن انکھیوں سے دیکھتا رہا، کہ اس بوڑھے نے چھری لے کر اپنی ڈاڑھی کے پاس رکھی اور آسمان کی طرف منہ کر کے کچھ پڑھا پھر مجھے کہا کہ آنکھ کھول جب میں نے کھولی تو چھری میرے آگے پھینک دی، جو ٹھیک پہلی حالت پر تھی۔

پھر ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ قاضی قطب الدین کاشانی جب دہلی آئے تو آپ کو ایک دفعہ سرائے سلطانی میں طلب کیا گیا جب آپ گئے تو اس وقت بادشاہ حرم گاہ میں بیٹھے تھے سیّد نور الدین مبارک علیہ الرحمۃ بادشاہ کی دائیں طرف اور قاضی فخر الائمہ دوسری طرف اور دونوں حرم گاہ کے باہر بیٹھے تھے جب قاضی قطب الدین صاحب آئے تو ان دونوں بزرگوں نے پوچھا کہ آپ کہاں بیٹھیں گے؟ فرمایا کہ علوم کے سایہ کے نیچے القصہ جب بادشاہ کے قریب پہنچے اور سلام کہا: تو بادشاہ نے خود اٹھ کر آپ کا دست مبارک پکڑا حرم گاہ کے اندر لے جا کر اپنے پاس بٹھایا۔

پھر شیخ جلال الدین تبریزی قدس اللہ سرہ العزیز کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ آپ جب بدایوں پہنچے اور کچھ مدت وہاں سکونت اختیار کی تو ایک روز کسی کام کے لئے قاضی کمال الدین جعفری حاکم بدایوں کے پاس گئے، تو خادموں نے کہا کہ قاضی صاحب اس وقت نماز میں مشغول ہیں، شیخ صاحب نے مسکرا کر پوچھا کہ کیا قاضی صاحب کو نماز پڑھنا آتی ہے یہ کہہ کر آپ واپس چلے آئے۔ جب قاضی نے یہ بات سنی تو دوسرے روز شیخ صاحب کی خدمت میں آ کر معافی مانگی اور پوچھا کہ آپ نے یہ بات کس طرح کی کہ قاضی کو نماز پڑھنا آتی ہے، میں نے تو کئی ایک کتابیں نماز اور اس کے احکام کے متعلق لکھی ہیں شیخ صاحب نے فرمایا بجا ہے لیکن عالموں کی نماز اور ہوتی ہے۔ اور فقیروں کی اور قاضی صاحب نے پوچھا کہ رکوع و سجود کسی اور طرح کرتے ہیں یا قرآن شریف کسی اور طرح پڑھتے ہیں؟ شیخ صاحب نے فرمایا کہ نہیں علماء کی نماز اس طرح ہوتی ہے کہ ان کی نظر کعبہ پر رہتی ہے اور نماز ادا کرتے ہیں اور اگر کعبہ دکھائی نہ دے تو اس طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے ہیں اور اگر کسی ایسے مقام پر ہوں جہاں سمت معلوم نہ ہو تو جس طرف چاہیں قیاساً ادا کر لیتے ہیں علماء کی نماز انہیں تین اقسام کی ہوتی ہے لیکن فقیر جب تک عرش کو نہیں دیکھ لیتے نماز ادا نہیں کرتے قاضی کمال الدین کو اگرچہ یہ بات ناگوار گزری لیکن کچھ نہ کہا اور واپس چلے آئے جب رات ہوئی تو خواب میں دیکھا کہ واقعی شیخ صاحب عرش پر مصلاً بچھا کر نماز ادا کر رہے ہیں دوسرے دن دونوں بزرگوار ایک مجلس میں آئے، تو شیخ صاحب نے فرمایا کہ اے فلاں! علماء کا کام اور مرتبہ معلوم ہے ان کی ساری محنت اس پر صرف ہوتی ہے کہ علم حاصل کر کے مدرس بنیں یا قاضی بن جائیں یا صدر۔ جہان میں ان کا مرتبہ اس سے بڑھ کر نہیں ہوتا لیکن درویشوں کے بہت سے مرتبے ہیں ان کا پہلا مرتبہ یہ ہوتا ہے جو قاضی صاحب کو گزشتہ رات دکھایا گیا ہے جب یہ بات کہی تو قاضی صاحب نے اُٹھ کر معافی مانگی اور اپنے لڑکے برہان الدین کا اور اپنا سر شیخ صاحب کے قدموں پر رکھ دیا اور مرید بنایا اور شیخ صاحب سے کلاہ لے دی۔

ذکر تحمل و معاملات با خلق

بدھ کے روز چودھویں سن مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی تحمل کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ لوگ آپس میں تین چار طرح کا سلوک کرتے ہیں اوّل وہ لوگ جن سے نہ کسی کو فائدہ پہنچتا ہے اور نہ نقصان ایسے لوگ بمنزلہ جمادات ہیں دوسرے وہ جن سے فائدہ پہنچتا ہے لیکن نقصان نہیں پہنچتا' تیسرے ان دونوں سے اچھے ہیں یعنی وہ لوگ جن سے لوگوں کو فائدہ بھی پہنچتا ہے اور اگر انہیں دوسروں کی طرف سے نقصان پہنچے تو وہ اس کا بدلہ نہیں لیتے۔ بلکہ برداشت کرتے ہیں جو صدیقوں کا کام ہے۔

اچھے ناموں کے بارے میں

سوموار کے روز اٹھارہویں ماہ شعبان سن مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ بات اس بارے میں شروع ہوئی کہ کون سے نام اچھے ہوتے ہیں فرمایا کہ **احب الاسماء عند اللہ عبد اللہ و عبد الرحمن** ۔اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پیارے نام عبد اللہ اور عبد الرحمٰن ہیں اور بعد ازاں فرمایا کہ سب سے سچا نام حارث ہے۔

پھر فرمایا کہ حب سے سچا نام حارث اس واسطے ہے کہ وہ کھیتی کرتا ہے خواہ طاعت سے خواہ گنہگاری سے۔ بعد ازاں فرمایا کہ سب سے جھوٹا نام مالک اور خالد ہے اس واسطے کہ مالک اور خالد (ہمیشہ رہنے والا) اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

پانچویں ماہ مبارک رمضان سن مذکور کو دست بوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ صحبت کے اثر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک طالبعلم نصیر نام شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں تجارت کی نیت سے حاضر ہوا لیکن آ کر مرید بنا اور سر منڈا ڈالا' ایک روز جوگی سے پوچھنے لگا کہ بال کس طرح بڑھتے ہیں؟ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں نے اس طالب کو جوگی سے بال بڑھانے کی تجویز پوچھتے سنا تو میں سخت ناراض ہوا اس واسطے کہ بیعت سے غرض تو یہ ہے کہ سر کے بال منڈانے سے غرور اور بانکپن جاتا رہے پھر بال بڑھانے کی کیا ضرورت الغرض جب کچھ مدت گزر گئی تو شیخ معین الحق والدین سنجری رحمۃ اللہ علیہ کے دوہتے خواجہ وحید الدین شیخ کبیر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مرید بننے کی التجاء کی۔ شیخ صاحب نے فرمایا: مجھے یہ بات آپ کے خانوادے سے حاصل ہوئی ہے مجھے واجب نہیں کہ آپ کو مرید کروں خواجہ صاحب نے بہت منت و سماجت کی تو شیخ صاحب نے مرید کر لیا' اور فرمایا کہ سر منڈوا دو جس روز خواجہ وحید الدین نے سر منڈایا اسی روز خواجہ نصیر الدین نے بھی آپ کی موافقت سے سر منڈایا۔

پھر دعائے اموات کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی میں نے عرض کی کہ قبروں پر جو قرآنی آیتیں لکھتے ہیں' ان کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا: نہیں لکھنی چاہئیں' اور کفن پر بھی نہیں لکھنی چاہئیں۔

بعض بزرگ اور سماع

بدھ کے روز اٹھارہویں ماہ شوال سن مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی مولانا برہان الدین بلخی علیہ الرحمۃ کی بزرگی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو کہا: مولانا برہان الدین نے فرمایا کہ میں ابھی بچہ ہی تھا' تقریباً پانچ چھ سال کا ہوں گا کہ اپنے والد

بزرگوار کے ہمراہ چل رہا تھا اتنے میں مولانا برہان الدین مرغینانی صاحبِ ہدایہ نمودار ہوئے میرے والد بزرگوار اس سے الگ ہو کر ایک کوچے میں چلے گئے اور مجھے وہیں چھوڑ گئے جب مولانا برہان الدین مرغینانی کی سواری نزدیک آ پہنچی۔ تو میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا مجھے غور سے دیکھ کر فرمایا کہ اس لڑکے میں مجھے علم کا نور دکھائی دیتا ہے میں یہ بات سن کر ان کی سواری کے آگے آگے چلا پھر فرمایا کہ مجھ سے اللہ تعالیٰ ایسے ہی کہلواتا ہے کہ یہ لڑکا اپنے زمانے میں علامہ عصر ہوگا مولانا برہان الدین بلخی فرماتے ہیں کہ میں یہ بات سن کر اسی طرح آگے آگے چلا گیا پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے یہ بات کہلواتا ہے۔ کہ یہ لڑکا ایسا بزرگ ہوگا۔ کہ بادشاہ بھی اس کے دروازے پر آئیں گے۔

خواجہ صاحب نے جب یہ حکایت ختم کی تو فرمایا کہ مولانا برہان الدین بلخی عالم تھے اور صالح بھی چنانچہ آپ بارہا فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے کسی کبیرہ کی نسبت باز پرس نہیں کرے گا۔ صرف ایک کبیرہ گناہ کی نسبت کرے گا۔ مولانا سے پوچھا گیا کہ وہ کون سا کبیرہ ہے۔ فرمایا: سماع جو میں نے سنا بھی بہت ہے۔ اور اب بھی سنتا ہوں۔

یہاں سے سماع کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ اس شہر میں سماع کا سکہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ نے جمایا تھا اور نیز قاضی منہاج الدین نے جو قاضی وقت اور سماع کا دلدادہ تھا' ان دونوں کی کوششوں سے یہ کام سرانجام ہوا گو مخالفوں نے مخالفت کی لیکن قاضی صاحب اپنی بات پر پکے رہے چنانچہ ایک دفعہ بادشاہ کے مکان میں سفید محل کے پاس دعوت کی جہاں شیخ قطب الدین بختیار قدس اللہ سرہ العزیز بھی موجود تھے دوسرے بزرگوں نے مولانا رکن الدین سمرقندی کو اطلاع کی کہ یہاں سماع ہونے والا ہے وہ سماع کے سخت مخالف تھے مع خدمت گاروں اور متعلقین کے گھر سے نکل کر روانہ ہوئے تا کہ جا کر سماع سے منع کریں۔

جب قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ نے سنا کہ اس طرف آ رہے ہیں تو گھر کے مالک کو کہا کہ تو کسی جگہ جا کر چھپ جا خواہ تجھے کتنا ہی بلائیں آنا مت' گھر کے مالک نے ویسا ہی کیا قاضی حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دروازے کھول دو اور سماع شروع کرو جب مولانا رکن الدین سمرقندی آئے تو پوچھا کہ گھر کا مالک کون ہے؟ جواب ملا یہاں موجود نہیں ہمیں معلوم نہیں پھر پوچھا اور جستجو کی لیکن کچھ نہ پتہ چلا۔ آخر واپس چلے گئے۔ خواجہ صاحب جب اس مقام پر پہنچے تو فرمایا کہ قاضی صاحب نے کیا اچھی تدبیر نکالی کہ مالک مکان کو غائب کر دیا یعنی بے اجازت گھر میں آنا منع ہے۔ اگر مولانا رکن الدین بغیر اجازت اندر چلے جاتے تو ان پر مواخذہ ہو سکتا تھا۔

بعد ازاں فرمایا کہ مولانا شرف الدین بحری رحمۃ اللہ علیہ بھی قاضی صاحب کے مخالف تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ جب مولانا شرف الدین بحری رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے تو قاضی حمید الدین صاحب بیمار پرسی کے لئے آئے مولانا کو اطلاع دی گئی فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو معشوق کہتا ہے' میں اس کا چہرہ دیکھنا نہیں چاہتا' غرض یہ کہ نہ ہی آنے دیا۔ میں (مؤلفِ کتاب) نے عرض کی کیا اس معشوق سے مراد محبوب ہے۔ فرمایا کہ اس بارے میں بہت سی باتیں ہیں۔ جس قدر لوگوں کو واقفیت ہوتی ہے۔ ویسا ہی اس کا جواب دیتے ہیں۔ لیکن جو گھر بیٹھے کوئی بات کہہ دے۔ اسے کوئی کیا کرے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک دفعہ قاضی حمید الدین ناگوری، قاضی کبیر اور مولانا برہان الدین بلخی تینوں بزرگوار شیخ کبیر کی مجلس میں

حاضر ہونے کی خاطر جا رہے تھے قاضی صاحب خچر پر سوار تھے اور باقی دونوں قد آور گھوڑوں پر اسی اثناء میں مولانا کبیر نے قاضی حمید الدین کو کہا کہ مولانا آپ کی سواری کا ٹٹو صغیر (چھوٹا) ہے۔ فرمایا: کبیر (بڑے) سے اچھا ہے خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ دیکھو۔ کیا عمدہ جواب ہے جس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے سماع کا شہرہ ہوا تو بہت سے مخالفین نے فتوے مانگے اور جواب لئے سب نے لکھا کہ سماع حرام ہے ایک فقیہہ نے جس سے قاضی صاحب کا میل جول تھا شاید اس فتوے میں کچھ لکھا تھا اس کی خبر جب قاضی صاحب کو ملی اتنے میں وہ فقیہہ قاضی صاحب کے پاس آیا تو قاضی صاحب نے پوچھا کہ کیا آپ نے بھی اس کا جواب لکھا ہے وہ شرمندہ ہوا اور کہا کہ ہاں! لکھا ہے۔ اس بات پر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس روز قاضی صاحب نے اپنا بھید کچھ اس فقیہہ پر ظاہر کیا اور فرمایا کہ تمام مفتی جنہوں نے جواب لکھے ہیں میرے مقابلے میں ابھی ماں کے شکم سے پیدا بھی نہیں ہوئے۔ اور تو پیدا تو ہوا ہے لیکن ابھی بچہ ہے۔

یہاں سے قاضی حمید الدین ماریکلی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں قاضی حمید الدین ناگوری کی خاطر آیا لیکن جب شہر پہنچا تو انتقال ہو چکا تھا۔ ایک روز قاضی حمید الدین صاحب کے مجموعات اور وہ کتابیں جو سلوک کے بارے میں لکھی ہیں، منگوا کر مطالعہ کیں۔ مطالعہ کرنے کے بعد حاضرین کو کہا جو کچھ تم نے پڑھا ہے وہ بھی ان کاغذات میں ہے اور جو کچھ تم نے نہیں پڑھا وہ بھی ان میں ہے اور جو کچھ میں نے پڑھا ہے۔ وہ بھی ہے اور جو کچھ میں نے نہیں پڑھا وہ بھی ہے۔

ابوالغیاث قصاب کی حکایت

ہفتے کے روز ستائیسویں ماہ شوال سن مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اولیائے حق اور معاملہ خلق ان کی راستی اور ان کے ثمر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو یہ حکایت بیان فرمائی کہ نیشاپور میں ایک بزرگ تھا جس نے کچھ بکریاں ابوالغیاث کے حوالے کیں کہ ان کو ذبح کر کے ان کا گوشت فروخت کرنا اور روپیہ پیسہ جمع رکھنا۔ جب تک کہ میں نہ آؤں۔ جب کچھ مدت بعد واپس آیا تو ہڈیوں کا انبار دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیسا ڈھیر ہے ابوالغیاث نے کہا: یہ ان بکریوں کی ہڈیاں ہیں جن کے بارے میں ذبح کر کے فروخت کرنے کے لئے فرمایا تھا سو میں نے ویسا ہی کیا۔ اس کے باپ نے پوچھا کہ ہڈیاں کیوں فروخت نہ کیں؟ کہا: لوگ مجھ سے گوشت خریدنے آتے تھے، نہ کسی نے ہڈیاں پوچھی ہیں نہ میں نے بیچی ہیں اس کا باپ یہ سن کر ہنس دیا اور کہا کہ تو نے میرا روپیہ ضائع کیا پوچھا کس قدر؟ کہا بیس ہزار دینار ابوالغیاث نے دُعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو ایک تھیلی غیب سے اس کے ہاتھ میں آئی۔ جو اس نے باپ کے آگے رکھ دی۔ جب کھولی گئی تو اس میں بیس ہزار دینار پائے جب یہ حکایت ختم کی۔ تو میں نے پوچھا کہ کیا جلال قصاب یہی تھا؟

فرمایا: نہیں۔ جلال قصاب متاخرین میں سے تھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ شعر جلال قصاب کا ہے ؎

من پور قصابم بخم پوست کشندہ است　　من پوست کشم ہر کہ بہ بازار من آید

فرمایا: ہاں! اسی کا ہے۔ پھر فرمایا کہ دہلی میں ایک قصاب ولی حق تھا جس سے لوگوں کو بہت کچھ حاصل ہوا تھا۔ قاضی فخر الدین

نا قلہ اوائل میں اس کے پاس اکثر جایا کرتے تھے ایک دفعہ اس قصاب نے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ کہا: میں چاہتا ہوں کہ میں قاضی بن جاؤں۔ کہا: اچھا! قاضی بن جاؤ گے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک شخص اسی قصاب کے پاس جایا کرتا تھا اس سے پوچھا کہ تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں امیر داد بننا چاہتا ہوں۔ کہا: جاؤ! تم امیر داد ہو جاؤ گے۔ چنانچہ وہ ہو گیا۔

پھر فرمایا کہ مولانا وجیہہ الدین حسام بھی اس کے پاس جایا کرتے تھے۔ انہیں پوچھا کہ تم کیا بننا چاہتے ہو۔ کہا: مجھے علم چاہیے۔ چنانچہ آپ عالم بنے ایک اور آدمی کی بھی اسی قصاب سے آشنائی تھی اسے پوچھا کہ کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: مجھے حق تعالیٰ کی محبت چاہیے۔ چنانچہ وہ بھی واصل ہو گیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے اس قصاب کو دیکھا تھا۔

علویوں کی تعظیم وتکریم

منگل کے روز بائیسویں ماہ ذیقعدسن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ علویوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ میرے دِل میں مدت سے ایک بات تھی۔ جواب ظاہر کی وہ یہ کہ بعض علویوں سے میں نے سنا ہے کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ نے ایک خط لکھا کہ میرے فرزندوں کو اجازت ہے کہ اگر وہ چاہیں تو مسلمان کو بیچ لیں' اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا عمر خطاب رضی اللہ عنہ میں سے کسی نے اس حکم کو پھاڑ ڈالا' میں نے اس بارے میں پوچھا کہ کیا یہ سچ ہے فرمایا: نہیں' یہ بات کسی کتاب میں تو لکھی نہیں دیکھی۔ البتہ رسول اللہ ﷺ کے فرزندوں کی تعظیم وتکریم کرنی واجب ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جو آل رسول ہے اس سے ناشائستہ حرکت کبھی ظاہر نہیں ہوتی پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ سمرقند میں ایک صحیح النسب سیّد اجل تھے جو کتاب ''نافع'' کے مصنف ہیں آپ کی ایک لونڈی تھی جس کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جو پانچ چھ برس کا ہو گیا تو ایک روز سقہ پانی کی مشق بھر کر لایا جب پانی بھر کر باہر آیا اور پھر دوبارہ لایا تو مشک میں سوراخ تھا' جس سے تھوڑا تھوڑا پانی بہہ رہا تھا سیّد اجل نے پوچھا کہ اس مشک کو کیا ہوا؟ سقے نے کہا: میں بھر کر لایا تھا۔ آپ کے لڑکے نے چھوٹی سی تیر کمان بنائی ہوئی ہے۔ اس نے تیر مارا ہے جس سے مشک میں سوراخ ہو گیا ہے سیّد اجل نے جب یہ بات سنی' تو لونڈی کے پاس آ کر تلوار سونت لی۔ اور پوچھا کہ سچ بتا' یہ لڑکا کس کا ہے؟ پہلے تو اس نے پوشیدہ رکھنا چاہا لیکن بعد میں کہہ دیا کہ یہ ایک غلام کا لڑکا ہے۔ سیّد اجل یہ سن کر باہر آئے۔ تو پہلے اس لڑکے کی دو زلفیں تھیں ایک کاٹ دی۔ بات یہ ہے کہ جو آل رسول ﷺ ہے اس سے کبھی ناشائستہ حرکت نہ ہو گی۔

پھر ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ بدایوں میں ایک سیّد مرد تھے۔ ان کے ہاں اس روز لڑکا پیدا ہوا جب کہ چاند برج عقرب میں تھا جیسی کی عام رسم ہے اس کی ولادت کو منحوس خیال کیا اور وہ لڑکا ایک کناسی کو دے دیا جس نے اس کی پرورش کی چار پانچ سال بعد اس لڑکے میں نور و جمال نمودار ہوا تو کسی نے آ کر سیّد صاحب سے کہا کہ اپنا فرزند دیکھا ہے کیسا حسین ہے۔ اس کے والدین آ کر اسے لے گئے۔ اور قرآن پڑھایا اور علم و ادب سکھایا القصہ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے اس سیّد کو دیکھا تھا' واقعی حسین تھا۔ پھر وہ عالم متبحر بنا چنانچہ بدایوں کے بہت سے لوگ اس کے شاگرد بنے واقعی بڑے اعلیٰ درجے کا ادیب اور صالح مرد تھا چنانچہ جو شخص

اسے دیکھتا‘ یہی کہتا کہ واقعی آل رسول ﷺ ہے۔

پھر مشغول درویشوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ میں نے بدر الدین اسحٰق سے سنا ہے اس نے کہا کہ ایک صوفی شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جو بہت مرد عزیز تھا‘ دن رات یاد حق میں مشغول رہتا‘ جب اس کے کپڑے میلے ہو گئے۔ تو میں نے کہا کپڑے کیوں نہیں دھوتا اس وقت کچھ جواب نہ دیا۔ چند روز بعد پھر میں نے کہا کہ کپڑے کیوں نہیں صاف کرتا؟ تو بڑی عاجزی سے جواب دیا کہ مجھے کپڑے دھونے کی فرصت نہیں۔ بدر الدین اسحٰق فرماتے ہیں کہ جب کبھی مجھے اس کا جواب یاد آتا ہے تو مجھ پر بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے۔

ذکر ذوق وشوق واشتیاق سالکان

پھر ذوق وشوق اور سالکوں کے غلبۂ اشتیاق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو یہ حکایت بیان فرمائی کہ لاہور میں ایک عالم تھا جس کا وعظ پُر اثر تھا ایک روز اس نے قاضی شہر سے زیارت کعبہ کی آرزو کی اور اجازت مانگی۔ اس نے کہا: مرد خدا! کہاں جاؤ گے۔ آپ کی وعظ ونصیحت سے لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے وہ قاضی کے کہنے پر رک گیا۔ پھر دوسرے سال ایسا ہی کیا پھر قاضی نے وہی جواب دیا تیسرے سال جب پوچھا۔ تو قاضی نے کہا کہ صاحب اگر اشتیاق آپ کو غالب ہوتا۔ تو نہ ہی مشورہ کرتے اور نہ ہی اجازت طلب کرتے۔ بس چلے جاتے۔ پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ عشق میں مشورہ نہیں۔

کشف وکرامت

اتوار کے روز گیارہویں ماہ ذوالحجہ سن مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ کشف وکرامات کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ اس سے پہلے فلاں گاؤں میں ایک عورت بی بی فاطمہ صام نام نہایت صالح بزرگ اور معمر ہو گزری ہے میں نے اسے دیکھا تو واقعی بڑی بزرگ تھی ہر چیز کے حسب حال اسے شعر یاد تھے جن میں سے ایک شعر مجھے بھی یاد ہے

ہم عشق طلب کنی وہم جاں خواہی ہر دو طلبی و لے میسر نشود

پھر فرمایا کہ شیخ نجیب الدین متوکل کو اس عورت سے بطور بہن بھائی بڑی محبت تھی‘ جس رات شیخ صاحب کے ہاں فاقہ ہوتا دوسری صبح وہ سیر بھر کی روٹی پکا کر کسی کے ہاتھ بھیج دیتی کہ جاؤ۔ رات ان کے ہاں فاقہ تھا جا کر دے آؤ۔ ایک مرتبہ روٹی اس نے بھیجی تو شیخ صاحب نے خوش طبعی کے طور پر فرمایا کہ پروردگار! جس طرح تو نے اس عورت کو ہمارے حال سے واقف کیا ہے شہر کے بادشاہ کو بھی واقف کر۔ تا کہ کوئی بابرکت چیز بھیجے پھر مسکرا کر فرمایا کہ بادشاہوں کو وہ صفائی کہاں نصیب ہے کہ واقف ہوں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں ایک دفعہ اس عورت کے ہاں گیا۔ تو مجھے مخاطب کر کے فرمایا‘ کہ ایک مرد کے ہاں لڑکی ہے۔ اگر تو اس سے نکاح کر لے تو بہتر ہوگا‘ میں نے جواب دیا کہ ایک دفعہ میں شیخ الاسلام فرید الدین کی خدمت میں حاضر تھا۔ وہاں پر ایک جوگی بھی موجود تھا وہاں پر بات اس بارے میں شروع ہوئی کہ بعض بچے بے ذوق پیدا ہوتے ہیں جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو مباشرت کرنے کا وقت یاد نہیں بعد ازاں جوگی نے کہا: مہینے میں تین دن ہوتے ہیں ہر دن کی الگ الگ خصوصیت ہے مثلاً اگر پہلے روز صحبت کی جائے تو اس قسم کا فرزند پیدا ہوتا ہے اگر دوسرے روز کی جائے تو اس قسم کا حتیٰ کہ سارے دنوں کا اس نے حال بیان کیا۔ بعد ازاں خواجہ

صاحب نے فرمایا کہ میں نے دنوں کے اثر کو جوگی سے اچھی طرح پوچھ کر یاد کر لیا۔ پھر جوگی کو کہا کہ سنو! آیا مجھے ٹھیک یاد ہیں جب میں نے یہ کہا تو شیخ فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا کہ جو کچھ تم پوچھ کر یاد کر رہے ہو۔ یہ تمہارے کسی کام نہیں آئیں گے خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ حکایت بی بی فاطمہ صام کو سنائی تو اس نے کہا بس میں نے معلوم کر لیا۔ تو نے بہت اچھا کیا ہے۔ جو اس نکاح نہیں کیا دراصل میری مرضی بھی نہ تھی۔ میں تو صرف اس مرد کی نا دل شکنی کی خاطر کہہ رہی تھی۔

مسائلِ سماع

سوموار کے روز انتیسویں ماہ مذکور کو دست بوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ ان دنوں ایک مخالف دشمنی پر آمادہ تھا۔ اور سماع کے بارے میں نا کہنے والی باتیں کہتا تھا۔ خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سخت دشمنی کرنے والے کو دشمن جانتا ہے۔

بعد ازاں سماع کے بارے میں فرمایا کہ جب چند چیزیں موجود ہوں تو سماع سننا چاہیے' وہ چیزیں یہ ہیں مسمع' مسموع' مستمع اور آلات سماع' پھر ان کا یوں ذکر فرمایا کہ مسمع کہنے والے کو کہتے ہیں جو کہ بالغ اور مرد ہو نہ کہ لڑکا یا عورت' مسموع۔ جو کچھ وہ گائے وہ فحش اور فضول نہیں ہونا چاہیے۔ مستمع وہ جو سنے' سننے والا بھی یاد حق سے پُر ہو۔ اور اس وقت باطل خیال نہ ہو سمع کے آلات چنگ اور رباب وغیرہ ہیں۔ یہ مجلس میں نہیں ہونے چاہئیں۔ ایسا سماع حلال ہے پھر فرمایا کہ سمع ایک موزوں آواز ہے' یہ حرام کیونکر ہو سکتی ہے نیز اس میں قلب کو حرکت ہوتی ہے اگر وہ حرکت یاد حق کی وجہ سے ہو۔ تو مستحب ہے۔ اور اگر برے خیال کی وجہ سے ہو تو حرام ہے۔

درویشوں کے اخلاق

اتوار کے روز تیئسویں ماہ محرم ۷۲۱ ہجری کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ درویشوں کے اخلاق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی اور نیز جو معاملہ اہل فساد سے کرتے ہیں۔ فرمایا کہ ایک بادشاہ تارانی نام کو شورش میں قتل کیا گیا جسے شیخ سیف الدین باخرزی ﷫ سے بڑی الفت تھی جب وہ مارا گیا اور اس کی جگہ وہ بادشاہ بنایا گیا جس کا مقرب ایک جنغل خور نجومی بنا جسے شیخ سیف الدین ﷫ سے دشمنی تھا اس نے موقع پا کر بادشاہ کو کہا: اگر آپ ملک اپنے قبضے میں رکھنا چاہتے ہیں۔ تو سیف الدین کا فیصلہ کر دو۔ کیونکہ ملکی تبدیلیاں اسی سے وقوع میں آتی ہیں بادشاہ نے اس جنغلخور کو کہا کہ اچھا جس طرح ہو۔ شیخ صاحب کو لے آ۔ اس نے جا کر شیخ صاحب کے گلے میں پگڑی ڈالی۔ یا اور کسی بے حرمتی کے ساتھ پیش کیا جب بادشاہ نے دیکھا تو تخت سے اُتر کر قدموں پر گر پڑا اور قدم چومے اور معافی مانگی اور ایک گھوڑا اور بہت سی چیزیں پیش کیں القصہ جب شیخ صاحب واپس چلے گئے تو دوسرے روز بادشاہ نے جنغلخور کے ہاتھ پاؤں باندھ کر شیخ صاحب کی خدمت میں بھیج دیا اور عرض کر بھیجی کہ میں نے حکم دیا ہے کہ جنغلخور قتل کئے جانے کے قابل ہے اب اس کو آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔ جس طرح چاہیں قتل کریں جب آپ نے جنغلخور کو دیکھا تو فوراً اس کے ہاتھ پاؤں کھول دیئے۔ اپنی پوشاک اسے پہنائی اور فرمایا کہ آج وعظ میں ہمارے ساتھ چلنا جب وہ مسجد میں آیا' تو آپ نے اسے اپنے ساتھ منبر پر کھڑا کر کے یہ شعر پڑھا۔

آنا نکہ بجائے من بدیہا کردند   گردست دہد بجز نیکوئی نکنم

یہ حکایت ختم کرنے کے بعد فرمایا کہ جو فعل بندے سے سرزد ہوتا ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد' اللہ تعالیٰ اس کا پیدا کرنے والا ہے

پس جو کچھ لاحق ہوتا ہے وہیں سے ہوتا ہے کسی سے ناراض کیوں ہونا چاہیے۔

ذکر شیخ ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ

پھر اس موقعہ کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ شیخ ابو سعید ابوالخیر قدس اللہ سرہ العزیز راستہ چل رہے تھے۔ کہ ایک کمینے نے پیچھے سے آ کر گدی پر دھپڑ مارا۔ آپ نے مڑ کر دیکھا تو اس نے کہا: مڑ کر کیا دیکھتے ہو یہ تم ہی نہیں کہتے تھے کہ جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے شیخ صاحب نے فرمایا کہ واقعی بات تو یوں ہی ہے۔ لیکن میں دیکھتا تھا کہ کس بد بخت کو اس کام کے لئے نامزد کیا ہے۔

ذکر رویت حق

جمعرات کے روز سترہویں ماہ ربیع الاوّل سن مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ رویت حق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی میں نے پوچھا کہ جس رویت کا مومنوں سے وعدہ کیا گیا ہے کیا وہ قیامت کو ہوگی؟ فرمایا: ہاں! پھر میں نے پوچھا کہ مومن ایسی نعمت دیکھنے کے بعد دوسری نعمتوں کو نہیں دیکھیں گے۔ فرمایا: آیا ہے کہ جب اس نعمت کا مشاہدہ کریں گے تو کئی ہزار سال محو حیرت رہیں گے۔ پھر زبان مبارک سے فرمایا کہ یہ سخت کوتاہ نظری ہے جو یہ نعمت دیکھنے کے بعد اور کسی چیز کو دیکھیں۔ میں نے عرض کی کہ شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

افسوس برآں دیدہ کہ روئے تو ندیدہ است **سعدی** یا دیدہ وبعد از تو بروی نگریدہ است

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہاں! واقعی اس نے بہت اچھا کہا ہے۔

حضرت عمر کا فیصلہ اور حضرت علی (رضی اللہ عنہما) کا مشورہ

سوموار کے روز چھبیسویں ماہ ربیع الآخر سن مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مہابت و صلابت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ ایک مرد نے آپ کی خدمت میں آ کر عرض کی کہ مجھے شادی کئے چھ مہینے گزرے ہیں کہ بچہ پیدا ہوا ہے۔ اس بارے میں آپ کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: اس عورت کو سنگسار کر دو۔ اس مجلس میں امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے آپ کچھ سوچنے لگے۔ حضرت عمر نے پوچھا: آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ جب کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے: ''حملہ وفصالہ ثلثون شھرًا'' فرمایا: بچے کا حمل اور اس کے دودھ پینے کا زمانہ تیس مہینے ہوتا ہے۔ تو ممکن ہے کہ دو سال دودھ پینے کا زمانہ ہو اور چھ مہینے حمل کا یہ حکم سن کر آپ نے حکم کو منسوخ کر کے فرمایا۔

''لولا علی لھلک عمر'' اگر علی رضی اللہ عنہ یہاں موجود نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

پھر ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک عورت نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی کہ میرے پیٹ میں حرامی بچہ ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے سنگسار کرو۔ اس وقت بھی امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ مجلس میں موجود تھے فرمایا: اس حکم کی بابت سوچنا چاہیے۔ پوچھا کیوں؟ فرمایا: اگر گناہ کیا ہے تو اس عورت نے کیا ہے نہ کہ بچے نے جو پیٹ میں ہے پھر امیر المؤمنین نے حکم دیا کہ اچھا وضع حمل تک

اسے محفوظ رکھو۔ اور نیز یہ کلمات زبان مبارک سے فرمائے۔ "لو لا علی لهلك عمر"۔ اگر علی نہ ہوتا تو عمر ہلاک ہو چکا ہوتا۔

اشعار کے متعلق گفتگو

بعد ازاں اس رعایت اسلامی کی نسبت جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دِل میں تھی۔ یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ کوئی شاعر جناب کی مدح میں شعر کہہ کر لایا جس میں بطور وعظ و نصیحت بہت کچھ کہا' جس کا ایک مصرعہ یہ ہے۔

مصرعہ

کفی الشیب و الاسلام للمر ناهیا

یعنی بڑھاپا اور اسلام انسان کو گناہ سے روکنے کے لئے کافی ہے۔ جب شاعر نے یہ پڑھا تو آپ نے اسے کوئی صلہ عطاء نہ فرمایا۔ شاعر نے پوچھا کہ میں نے مدح کی ہے۔ آپ صلہ کیوں نہیں دیتے۔ فرمایا: تو نے بڑھاپے کو اسلام پر مقدم رکھا ہے۔ اگر اسلام کو مقدم رکھتے تو میں کچھ دیتا۔

یہاں سے شعر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی میں نے عرض کی کہ جناب کی زبانی بار ہا میں نے سنا ہے کہ قرآن شریف کا پڑھنا شعر کہنے پر غالب آتا ہے۔ سو میں اسی اُمید پر ہر روز قرآن شریف پڑھتا ہوں اور جو کچھ کہہ چکا ہوں۔ اس کی نسبت توبہ کرتا ہوں میری یہ عرض آپ کو بہت پسند آئی پھر میں نے عرض کی **و الشعراء یتبعهم الغاؤن** کے یہ معنی ہیں کہ جو شاعر ہیں ان کے تابعین گمراہ ہوتے ہیں۔ اور بار ہا جناب کی زبان مبارک سے یہ حدیث سنی ہے: **الشعر لحکمة**۔ پس جس صورت میں شاعر اہل حکمت ہیں ان کے تابعین کس طرح گمراہ ہو سکتے ہیں۔

فرمایا جو شاعر ہزل (تمسخرانہ نظم وغیرہ) حشو (بیہودہ کلام وغیرہ) اور ہجو گو ہوتے ہیں۔ ان کی متابعت کے لئے یہ حکم ہے ویسے تو صحابہ کرام نے بھی شعر کہے ہیں۔ مثلاً امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ اور دوسروں نے بھی پھر امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کے دو شعر زبان مبارک سے فرمائے جن کا مطلب یہ ہے کہ جب عورتیں گھوڑے پر سوار ہوتی ہیں تو دجال کے نکلنے کا خوف ہوتا ہے۔ ایک قافیہ سروج تھا۔ دوسرا خروج تیسرا عروج پہلا مصرعہ یہ تھا۔

مصرعہ

اذا رکب الفروج علی السروج

پھر میں نے پوچھا کہ شعر میں جو مبالغہ کیا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا کہ ایک مشہور کتاب میں لکھا دیکھا ہے کہ جھوٹ بولنا گناہ ہے' لیکن شعر میں جو جھوٹ کہا جائے۔ اس میں گناہ نہیں۔

ذکر حسد و رشک

سوموار کے روز سترہویں ماہ جمادی الاوّل سن مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی حسد کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا: پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء کی ہے۔ **اللهم اجعلنی محسودًا و لا تجعلنی حاسدًا**۔ بارِ خدایا! مجھے محسود بنانا' حاسد نہ بنانا پھر

فرمایا کہ ایک حسد ہوتا ہے ایک رشک حسد تو یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے کی نعمت کو دیکھ کر اس کا زوال چاہے اور رشک یہ ہے کہ خود بھی دوسرے کی طرح بننے کی کوشش کی جائے اور رشک جائز ہے۔

حیدر زاویہ کے بارے میں

بدھ کے روز ساتویں ماہ مبارک رمضان سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ حیدر زاویہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ سو سال بعد اس پر دروازہ کھلا تو سر زمین پر رکھ دیا۔ اور کہا۔ میں ایک بات کا امیدوار ہوں۔ فرمایا: ہاں۔

پھر حضرت قطب العالم شیخ قطب الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے بارے میں زبان مبارک سے فرمایا۔ عید کا روز تھا کہ شیخ قطب الدین علیہ الرحمۃ نماز گاہ سے واپس آئے۔ تو اس مقام پر جہاں آپ کا روزہ مبارک ہے۔ ٹھیرے اور کچھ سوچنے لگے ان دنوں وہاں جنگل تھا اور قبر کا نام ونشان نہ تھا۔ یاروں نے کہا: آج عید کا دن ہے۔ اور خلقت منتظر ہے کہ جناب گھر میں تشریف لا کر کھانا تناول فرمائیں آپ اس جگہ کیوں دیر کر رہے ہیں؟ فرمایا: مجھے اس زمین سے دلوں کی بُو آتی ہے۔ اسی وقت اس زمین کے مالک کو بلا کر اس سے زمین خریدی اور اپنے لئے وہاں مدفن بنانے کے لئے کہا: خواجہ صاحب اس بات پر پہنچے تو آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ جہاں دلوں کی بو آتی ہے سوچو: وہاں کس قسم کے لوگ مدفون ہوں گے۔

ذکر شیخ محمود موئینہ دوز رحمۃ اللہ علیہ

پھر شیخ محمود موئینہ دوز رحمۃ اللہ علیہ (پوستین ساز) کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ آپ کے زمانے میں جس کا غلام بھاگ جاتا وہ آپ کے پاس آ کر کہتا کہ میرا غلام بھاگ گیا آپ اس غلام کا نام پوچھتے اور تھوڑی دیر سوچ کر فرماتے کہ تجھے مل جائے گا۔ لیکن جب آ جائے۔ تو مجھے اطلاع دینا الغرض ایک روز ایک آدمی نے آ کر کہا کہ میرا غلام بھاگ گیا ہے آپ نے تھوڑی دیر سوچ کر فرمایا تجھے مل جائے گا لیکن جب آئے۔ تو مجھے اطلاع ضرور دینا چند روز بعد غلام تو آ گیا۔ لیکن اس مرد نے خبر نہ کی۔ تھوڑے دنوں بعد پھر وہ غلام بھاگ گیا اس کے مالک نے آ کر سارا حال عرض کیا۔ فرمایا میں جو کہتا تھا کہ مجھے اطلاع دینا۔ یہ اس واسطے کہتا ہوں کہ میرے دِل سے بوجھ اتر جائے۔ خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ شیخ محمود رحمۃ اللہ علیہ نے غلام کے آقا کو کہا کہ جب تجھے غلام مل گیا اور تو شرط بجا نہ لایا اب کی مرتبہ تجھے نہیں ملے گا۔

پھر شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا ایک مرتبہ پانچ درویش آپ کی خدمت میں آئے جو درشت مزاج تھے۔ وہ یہ کہہ کر چلتے بنے کہ ہم اس قدر پھرے لیکن کہیں درویش نہ پایا آپؒ نے فرمایا بیٹھ جاؤ تا کہ تمہیں درویش دکھائیں انہوں نے کچھ توجہ نہ کی اور چل پڑے۔ آپ نے فرمایا جاتے تو ہو۔ لیکن بیابان کی راہ نہ جانا دوسرے راستے جانا انہوں نے آپ کے برخلاف کیا اور جنگل کی راہ روانہ ہوئے آپ نے ایک آدمی ان کے پیچھے بھیجا کہ دیکھو کس راہ گئے ہیں۔ جب خبر لائے کہ وہ جنگل کی راہ گئے ہیں تو یہ سن کر آپ زار زار روئے جیسے کوئی کسی کا ماتم کرتا ہے القصہ بعد ازاں فرمایا کہ ان میں سے چار تو باد سموم (لُو) سے ہلاک ہو گئے ہیں۔ اور پانچواں کنویں پر پہنچا جو زیادہ پانی پی کر مر گیا۔

خواجہ صاحب کے پاؤں میں کچھ بیماری تھی اس لئے پاؤں پھیلا کر بیٹھتے تھے۔ حاضرین سے معافی مانگ رہے تھے کہ چونکہ

میرے پاؤں میں تکلیف ہے اس لئے میں پاؤں پھیلا کر بیٹھتا ہوں تمام حاضرین نے دُعاء کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو زندہ رکھے ہماری زندگی آپ کی زندگی سے وابستہ ہے۔ مجھے یہ شعر یاد آیا۔ جو عرض کیا گیا۔

اے ہمہ دشمنان تو دشمن جان خویشتن — جان جہانیاں توئی دشمن جان بود کسے

خواجہ صاحب کو اس قصیدے کا مطلع یاد تھا۔ زبان مبارک سے فرمایا ۔

دوش صبوحی بزد بلبل مست در چمن — از خوشی صبوحیش گل بدرید پیرہن

ذکر شیخ فریدالدین عطار

پھر خواجہ شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا کہ جلال الدین تبریزی طیب اللہ ثراہٗ نے خواجہ فریدالدین عطار کو نیشا پور میں دیکھا تھا' شاید کسی موقعہ پر شیخ بہاؤالدین زکریا علیہ الرحمۃ سے ذکر کیا کہ میں نے خواجہ فریدالدین عطار کو نیشا پور میں دیکھا تھا۔ آپ مجھ سے پوچھتے تھے کہ کسی مرد خدا کا پتہ بتلاؤ۔ میں تو بتلا نہ سکا۔ شیخ بہاؤالدین نے جب یہ سنا تو فرمایا کہ ایسے موقعہ پر شیخ شہاب الدین کا پتہ نہ دیا شیخ جلال الدین نے فرمایا کہ میں نے جو مشغولی شیخ فریدالدین عطار میں دیکھی ہے اس کے مقابلے میں دوسری مصروفیات سب بمنزلہ بیکاری ہیں اس اثناء میں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے ایک پیر کو دیکھا تھا۔ جو کہتا تھا کہ میں نے خواجہ فریدالدین عطار کو دیکھا تھا شروع میں وہ بہت پریشان قدم تھا پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کی عنایت شاملِ حال ہوتی ہے۔ سب کچھ نیکیوں میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

بعد ازاں خواجہ عطار کی وفات کا یوں ذکر فرمایا کہ آپ اس طرح شہید ہوئے تھے کہ کافروں نے نیشا پور پر حملہ کیا تھا تو آپ سترہ یاروں کے ہمراہ روبقبلہ ہو بیٹھے۔ اور کافروں کے آنے اور شہید کرنے کے منتظر تھے کہ اتنے میں کافروں نے آ کر آپ کے یاروں کو شہید کرنا شروع کیا اس حالت میں آپ فرماتے تھے کہ یہ کیسی قہاری کی تلوار ہے؟ اور یہ کیسی جباری کی تلوار ہے جب آپ کو شہید کرنے لگے۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ کیسی احسان و کرامت اور بخشش کی تلوار ہے۔

حکیم سنائی کا قصیدہ

پھر حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ شیخ سیف الدین باخرزی نوراللہ مرقدہ بارہا فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تو حکیم سنائی کے ایک قصیدے نے مسلمان کیا حاضرین میں سے ایک نے اس قصیدے کا ایک شعر پڑھا ۔

عشق مردلن ترانی رابدیں خواری مجو — بر سر طور ہوا طنبور شہوت میزنی

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبانِ مبارک سے فرمایا کہ یہ شعر اس شعر کے ساتھ ہی ہے۔

خار پائے راہ عیاران ایں درگاہ را
در کفِ دست عروس مہد عماری مجو

ذکر عماری

میں نے پوچھا کہ یہ عماری کیا چیز ہوتی ہے۔ فرمایا: وہی جسے عام طور پر عماری (ہاتھی کا ہودا - ہودج) کہتے ہیں پہلے پہل عمار

نام شخص نے بنایا تھا۔ لوگ عمارے کو عماری کہتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ بار ہا فرمایا کرتے کہ کاش مجھے کوئی وہاں لے چلے۔ جہاں حکیم سنائی کی خاک ہے یا اس کی خاک کوئی لا دے تو میں سرمہ بناؤں۔

وعظ قاضی منہاج الدین رحمۃ اللہ علیہ

بدھ کے روز چودھویں ماہ رمضان المبارک سن مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی قاضی منہاج الدین سراج رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے وعظ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ ہفتے کے روز بلا ناغہ وعظ سننے جایا کرتا تھا سبحان اللہ! آپ کی وعظ ونصیحت اور گفتگو سے کیا لذت حاصل ہوا کرتی تھی۔

پھر فرمایا کہ ایک روز آپ کی وعظ ونصیحت سن کر میں بیہوش ہو گیا گویا میں مردہ ہوں اس سے پہلے میں نے کبھی اپنے تیئں کسی سماع یا حال میں بھی نہیں پایا تھا اور یہ بات مرید ہونے سے پہلے کی تھی۔

پھر فرمایا کہ ایک عزیز نے قاضی منہاج الدین کو کہا کہ آپ قضاء کے لائق نہیں بلکہ شیخ الاسلام ہونے کے لائق ہیں۔

بعد ازاں اولیاء ابدال اور اوتاد کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی میں نے عرض کی کہ میں نے ابھی ابھی ایک صوفی مرد سے بات سنی ہے جو دِل پر شاق گزری ہے پوچھا۔ کیا بات ہے؟ عرض کی: وہ کہتا ہے کہ جہان چار قطب اور اوتاد۔ چالیس ابدال اور چار سو اولیاء کی برکت سے قائم ہے قاعدہ تو یہ ہے کہ جب کوئی قطب فوت ہو جاتا ہے۔ تو اس کی بجائے اوتاد میں سے مقرر ہوتا ہے اور ابدال بجائے اوتاد اور چار سو میں سے ایک ولی اس ابدال کی جگہ مقرر ہوتا ہے۔ اور عام لوگوں میں سے ایک ولی مقرر ہوتا ہے وہ کہتا تھا کہ اس طرح حکم ہے کہ جب ان چار سو میں سے ایک کم ہو جاتا ہے تو اور کوئی داخل نہیں کیا جاتا بلکہ تین سو ننانوے رہ جاتے ہیں اور پھر جب ایک اور کم ہوتا ہے تو تین سو اٹھانوے رہ جاتے ہیں یہ ممکن ہی نہیں کہ عامہ خلائق سے کوئی ان کا قائم مقام مقرر ہو۔ اس واسطے کہ ولایت کا دروازہ بند ہے۔

جب خواجہ صاحب نے سنا تو فرمایا کہ نہیں ولایت دو قسم کی ہے۔ ایک ولایت ایمان۔ دوسری ولایت ولایتِ احسان' ایمان کی ولایت تو ہر ایک مومن کو حاصل ہو سکتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ ولی الذین اٰمنوا۔ ولایت احسان یہ ہے کہ کسی کو کشف و کرامت یا اور کوئی اعلیٰ مرتبہ حاصل ہو۔

ذکر سیّدی احمد منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ

ہفتے کے روز چوتھی ماہ صفر ۷۲۱ ہجری کو دست بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مشائخ کا ذکر شروع ہوا تو میں نے پوچھا کہ سیّدی احمد کس قسم کے آدمی تھے؟ فرمایا: بزرگ آدمی تھے اور عرب کے رہنے والے تھے۔ عرب میں دستور ہے کہ جو بزرگ ہوتا ہے۔ اس کو سیّدی کہتے ہیں۔ نیز فرمایا کہ آپ شیخ حسین منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کے عہد میں تھے جب حسین منصور رحمۃ اللہ علیہ کو جلایا گیا۔ تو خاکستر دریائے دجلہ میں بہائی گئی تو سیّدی احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس پانی میں سے تھوڑا سا بطور تبرک پی لیا۔ آپ کو وہ سب برکتیں اسی پانی کے سبب حاصل ہوئیں۔

چور پر عنایت

ہفتے کے روز انیسویں ماہ ربیع الاوّل سن مذکور کو دست بوسی کی دولت نصیب ہوئی درویشوں کے حسن اخلاق اوران کے مکارم اخلاق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی فرمایا کہ ایک رات کوئی چور شیخ احمد نہر والی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر آیا۔ بہت ڈھونڈا مگر کچھ نہ پایا آخر جب واپس جانے لگا تو شیخ احمد نے آواز دی اور قسم دی۔ کہ ذرا ٹھیر جاؤ۔ پھر اپنے کرگہ سے سات گز کپڑا (آپ جولاہے تھے) پھاڑ کو جو بُنا ہوا تھا۔ چور کی طرف پھینکا۔ کہ لے جاؤ دوسرے روز مع والدین آ کر چور نے سر شیخ صاحب کے قدموں پر رکھ دیا اور اس کام سے توبہ کی۔

جن پری کا آسیب

اتوار کے روز دسویں ماہ ربیع الآخر سن مذکور کو پائے بوسی کی سعادت نصیب ہوئی اس روز میں اپنے رشتہ داروں میں سے ایک چھوٹے لڑکے کو ہمراہ لے گیا تھا اس واسطے کہ اس لڑکے کو کبھی کبھی کوئی خیال تکلیف دیا کرتا تھا' واللہ اعلم پری کا آسیب تھا۔ یا کچھ اور میں نے اس کی ساری حالت عرض کی خواجہ صاحب نے نظر رحمت کی۔ اور فرمایا کہ ٹھیک ہو جائے گا۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ بخارا میں ایک لڑکا تھا جسے جن و پری تکلیف دیا کرتے تھے ہر روز شام کے وقت جہاں کہیں ہوتا اسے درخت پر جو اس لڑکے کے گھر کے صحن میں تھا لا بٹھاتے اور خود چلے جاتے لڑکے کے والدین نے اس کی حفاظت کے لئے اسے حجرے میں بند کر کے تالا لگا دیا لیکن جب شام ہوئی تو لڑکا درخت پر تھا جب عاجز اور بہت تنگ آ گئے تو اسے شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گئے۔ اور حالت عرض کی شیخ صاحب نے فرمایا کہ اس کا سر منڈوا دو۔ کلاہ رکھ دو۔ پھر اس لڑکے کو فرمایا کہ جب جن و پری پھر آئیں تو کہنا کہ میں شیخ کا مرید ہو گیا ہوں دیکھ لو۔ سر منڈایا ہے۔ اور کلاہ دکھا دینا جب اس لڑکے کو گھر لائے اور جن پری پھر آئے۔ تو اس لڑکے نے ویسا ہی کیا۔ انہوں نے آپس میں کہا کہ کون بدبخت اسے شیخ صاحب کے پاس لے گیا ہے یہ کہہ کر چلے گئے خواجہ صاحب جب اس بات پر پہنچے تو بہت روئے اور حاضرین بھی رو دیئے کیونکہ وقت خوش تھا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ!

شیخ سیف الدین اور شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ

پھر شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا کہ جب آپ جوان تھے' تو آپ مشائخ اور اہل فقر کے سخت مخالف تھے۔ آپ وعظ کیا کرتے تو اثنائے وعظ میں اس گروہ کو بہت بُرا بھلا کہا کرتے۔ جب یہ خبر شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ نے سنی تو فرمایا کہ مجھے وعظ میں لے چلو' خدمت گاروں نے عرض کی کہ وہاں جانا خلاف مصلحت ہے وہ درویشوں کو بُرا بھلا کہتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ بے ادبی کرے۔ بہتیرا انہوں نے کہا لیکن آپ نے ایک نہ سنی آخر جب تشریف لے گئے تو شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دیکھ کر پہلے کی نسبت زیادہ بُرا بھلا کہنا شروع کیا جوں جوں بُرا بھلا کہتے جاتے شیخ نجم الدین کبریٰ سر ہلاتے جاتے اور آہستہ آہستہ فرماتے سبحان اللہ! اس جوان میں کیسی قابلیت ہے۔ القصہ! جب شیخ صاحب منبر سے اترے۔ تو شیخ نجم الدین صاحب اٹھ کر باہر کی طرف روانہ ہوئے۔ جب دروازے پر پہنچے تو پیچھے مڑ کر فرمایا کہ ابھی یہ صوفی نہیں آیا اسی وقت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کپڑے پھاڑتے

ہوئے اور نعرہ مارتے ہوئے بھیڑ کو چیر کر شیخ نجم الدین صاحب کے قدموں پر آ گرے شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس مجمع میں حاضر تھے وہ بھی آ کر شیخ نجم الدین صاحب کے قدموں پر گر پڑے۔ القصہ۔ دونوں مرید ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ جب شیخ نجم الدین قدس اللہ سرہ العزیز مسجد سے گھر آئے تو دائیں طرف شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ اور بائیں طرف شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ پا پیادہ تھے غرض کہ اس دن دونوں شیخ صاحب کے مرید ہوئے اور مخلوق بنے۔ اس وقت شیخ نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ سیف الدین کو فرمایا کہ تجھے دنیا بھی ملے گی اور عاقبت اس سے بھی زیادہ اور شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا کہ تجھے بھی دنیا اور عاقبت دونوں میں راحت نصیب ہو گی خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب شیخ نجم الدین مسجد سے گھر کی طرف روانہ ہوئے تو شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ دائیں طرف تھے اور شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ بائیں طرف شیخ سیف الدین دائیں طرف کا موزہ اتار رہے تھے اور شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ بائیں پاؤں سے، یہ مشائخ کا اشارہ ہے۔

بعد ازاں شیخ نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا کہ تم جا کر بخارا میں رہو، وہاں کا علاقہ تمہیں دیا۔ شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ وہاں علماء بہت ہیں اور ان کا غلبہ اور تعصب اہل معرفت اور فقر سے جناب کو معلوم ہے میرا حال وہاں کیسا ہو گا؟ شیخ نجم الدین نے فرمایا کہ جانا تمہارا کام ہے باقی ہم سمجھ لیں گے۔

ذکر ابو اسحٰق گازرونی رحمۃ اللہ علیہ

ہفتے کے روز چھبیسویں ماہ ربیع الآخر سن مذکور کو دست بوسی کی دولت نصیب ہوئی شیخ احمد ابو اسحٰق گازرونی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ آپ کا اصلی نام شہریار تھا اور کنیت ابو اسحٰق تھی پھر فرمایا کہ آپ ذات کے جولاہے تھے اور ایک گاؤں میں رہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ تار جوڑ رہے تھے کہ شیخ عبد اللہ خفیف قدس اللہ سرہ العزیز جا نکلے خدا معلوم' آپ کی پیشانی میں کیا لکھا دیکھا تھا آپ کو کہا کہ تو میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ اور کہہ میں تیرا مرید ہوا۔ پوچھا میں کیا کروں؟ شیخ عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو کچھ تو خود کھائے۔ اس میں سے دوسروں کو بھی کھلانا آپ نے یہ بات منظور کی بعد ازاں جب کبھی کھانا کھاتے اس میں سے تھوڑا سا اللہ کی راہ میں بھی دیتے ایک روز تین درویش اس گاؤں میں آئے جو بغیر ٹھہرے چلے گئے آپ کے دل میں خیال آیا کہ مجھے ان کی خدمت کرنی چاہیے۔ اسی وقت تین روٹیاں لے کر دوڑے اور پیچھے سے بلا کر نہ دیں کیونکہ ایسا کرنے میں بے ادبی تھی۔ آگے سے آ کر دیں وہ تینوں اہل دِل تھے روٹیاں لے کر کھائیں اور آپس میں کہنے لگے کہ اس چھوٹے نے اپنا کام تو کیا اب ہمیں اپنا کام کرنا چاہیے۔ ایک نے کہا اسے دُنیا دینی چاہیے۔ دوسرے نے کہا: نہیں۔ دنیا موجب فساد ہے اسے آخرت دینی چاہیے۔ تیسرے نے کہا: درویش جوان مرد ہوتے ہیں اسے دین اور دنیا دونوں بخشنی چاہئیں۔ پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ابو اسحٰق کامل حال شیخ گزرے ہیں جن کی صفت نہیں ہو سکتی۔ جب سے آپ فوت ہوئے ہیں اب تک آپ کے روضہ میں اس قدر نعمت اور راحت ہے۔ جس کی کوئی حد نہیں جمعیت بھی ہے اور طرح طرح کی نعمتیں اور سونا چاندی بھی۔

ذکر شیخ احمد معشوق رحمۃ اللہ علیہ

پھر شیخ احمد معشوق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو فرمایا کہ ایک مرتبہ آپ موسم سرما میں حلہ کرتے وقت آدھی رات کو اپنے

مقام سے باہر نکلے اور بہتے پانی میں جہاں ہلاکت کا ڈر تھا۔ کھڑے ہو گئے۔ اور جناب الٰہی میں عرض کی کہ جب تک میں یہ معلوم نہ کرلوں کہ میں کون ہوں۔ باہر نہیں نکلوں گا۔ آواز آئی کہ تُو وہ شخص ہے کہ جس کی شفاعت سے اس قدر آدمی دوزخ سے نجات پائیں گے۔ کہ شمار نہیں آپ نے کہا: میں اس پر راضی نہیں پھر آواز آئی کہ تو وہ ہے جس کی عنایت سے اس قدر آدمی بہشت میں داخل ہوں گے۔ شیخ صاحب نے عرض کی میں اس پر بھی راضی نہیں میں تو معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میں کون ہوں' آواز آئی کہ ہم نے حکم کیا ہے کہ درویش اور عارف ہمارے عاشق ہوتے ہیں لیکن ہم تمہارے عاشق ہیں اور تو ہمارا معشوق ہے جب خواجہ احمد اس مقام سے باہر نکلے اور شہر گئے تو جو کوئی ملتا وہ یہی کہتا السلام علیک یا شیخ احمد معشوق (رحمۃ اللہ علیہ)! خواجہ صاحب جب اس مقام پر پہنچے تو بہت روئے۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا کہ خواجہ صاحب نماز ادا نہیں کیا کرتے تھے فرمایا ٹھیک ہے ایک مرتبہ جب آپ سے پوچھا گیا کہ نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ فرمایا پڑھوں گا لیکن سورۃ فاتحہ نہیں پڑھوں گا۔ لوگوں نے کہا: وہ نماز کیسی ہوئی جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے جب بہت منت سماجت کی تو فرمایا کہ اچھا! فاتحہ پڑھوں گا لیکن ایاك نعبد و ایاك نستعین ۔نہیں پڑھوں گا۔ لوگوں نے کہا: یہ بھی ضرور پڑھنا ہے آخر جب نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور فاتحہ پڑھنی شروع کی۔ تو ایاك نعبد و ایاك نستعین ۔ پر پہنچ کر آپ کے اعضاء مبارک اور ہر رونگٹے سے خون بہہ نکلا پھر حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ میں حائضہ عورت ہوں میرے لئے نماز جائز نہیں۔

ذکر شیخ نظام الدین ابوالمؤید رحمۃ اللہ علیہ

منگل کے روز گیارہویں ماہ رجب سن مذکور کو قدم بوسی کی سعادت حاصل ہوئی ان دنوں بارش کی قلت تھی۔ یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ دہلی میں قحط پڑا۔ تو لوگوں نے متفق ہو کر شیخ نظام الدین ابوالمؤید رحمۃ اللہ علیہ کو دعائے باراں پڑھنے کے لئے کہا۔ تمام خلقت باہر نکلی۔ شیخ نے منبر پر چڑھ کر اثنائے وعظ میں آستین سے کپڑا نکالا اور آسمان کی طرف منہ کر کے لب ہلانے شروع کیے۔ تو بارش کے قطرے گرنے لگے پھر وعظ و نصیحت شروع کی تو بارش بند ہو گئی پھر کپڑا نکال کر آسمان کی طرف منہ کیا تو بارش تیز ہونے لگی جب گھر آئے تو آپ سے پوچھا گیا۔ کہ وہ کپڑا کیسا تھا فرمایا: میری والدہ بزرگوار کا دامن تھا پھر آپ کی بزرگی کے بارے میں یہ ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ آپ کے چچازاد یا دور نزدیک کے رشتے کے بھائی بامزاح تھے آپ کبھی کبھی صلہ رحم کی نگہداشت کے طور پر ان کے پاس جایا کرتے تو وہ ہر کسی سے ٹھٹھا مخول کیا کرتے تھے ایک مرتبہ آپ سے ٹھٹھے مخول کی باتیں کرنے لگے تو فرمایا کہ یا تو مجھے اپنے پاس نہ بیٹھنے دو ورنہ میں پُر مزاح اور روسیہ ہو کر جاؤں گا' یہ کلمات آپ نے ایسی عاجزی سے کہے کہ سب کے سب رونے لگے۔

بدھ کے روز انیسویں ماہ شعبان سن مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ آپ سے ایک مرتبہ شیخ احمد معشوق رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت سنی ہوئی تھی۔ بہت سے لوگوں سے سنا گیا تھا کہ احمد معشوق رحمۃ اللہ علیہ کو محمد معشوق رحمۃ اللہ علیہ بھی کہتے ہیں سو اس دن پوچھا کہ آیا محمد معشوق ٹھیک ہے؟ یا احمد معشوق۔ فرمایا: احمد محمد معشوق رحمۃ اللہ علیہ اس واسطے کہ آپ کے والد بزرگوار کا نام محمد تھا اور آپ کا احمد تھا۔

یہ تھی روحانیوں کی مشک مشام جو تین سال کے عرصے میں جمع کی گئی پہلے فوائد الفواد جو بارہ سال کے عرصے میں جمع کئے گئے ان سے ملا کر کل پندرہ سال کے فوائد ہیں اگر زندگی باقی ہے تو انشاء اللہ اس دریائے رحمت سے اور موتی حاصل کر کے اس لڑی میں پروؤں گا اور ان موتیوں کی بدولت دولت مند ہو جاؤں گا۔

قطعہ

چوں بہفت صد فزود بست و دو سال
بیستم روز از مہ شعبان
از اشارات خواجہ جمع آمد
ایں بشارت و فتوح جہان
شیخ ماچو محمد آمد نام
حسن اندر ثنائے او احسان

الحمدللہ رب العٰلمین وصلی اللہ علٰی خیر
خلقہٖ محمدٍ و آلہٖ واصحابہ اجمعین

تمام شد

یعنی

ملفوظات

سلطان المشائخ والاولیاء حضرت محبوبِ الٰہی خواجہ محمد نظام الدین اولیاء بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر نزد مسلم ماڈل ہائی سکول ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-7246006

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علوم غیبی کے خزانے کے یہ موتی اور لاریبی زواہر کے آثار کے یہ لعل خواجہ راستان ملک المشائخ والارضین قطب الوقت مجمع الاسناد والارشاد حجتہ اللہ علی العباد مبین الفرع والاصول الجامع العقول والمنقول علم البلاغۃ نظام الحق والشرع والدین شیخ الاسلام والمسلمین وارث الانبیاء والمرسلین (اللہ تعالیٰ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت سے آپ کو دیر تک زندہ رکھ کر مسلمانوں کو آپ سے مستفیض کرے اور ہمیں آپ کے لقاء کی نعمت عطاء کرے اور آپ کے اسلاف کو عزت' اکرام اور رضوان سے مخصوص کرے۔) کے دلی خزانے سے جمع کیے ہیں اور جو کچھ آپ کی زبان گوہر فشاں سے سنا ہے لفظاً یا اس کے معانی اپنی سمجھ کے مطابق اس مجموعے میں لکھ کر اس کا نام ''افضل الفوائد'' رکھا ہے جس میں مختلف تاریخیں ہیں جن میں آپ کی قدم بوسی حاصل ہوئی۔

۲۴ ماہ ذوالحجہ ۱۳ے ہجری کو بندہ ضعیف ونحیف خسرو ولد حسین جناب کے بندگانِ درگاہ سے ہے اور جو ان معانی کا جمع کرنے والا ہے۔ قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی تو اسی وقت چہار ترکی کلاہ میرے سر پر رکھ کر شرف بیعت سے مشرف فرمایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

جس روز میں حاضرِ خدمت ہوا' میرے دل میں یہ نیت تھی کہ پہلے میں آپ کے آستان پر بیٹھ جاؤں گا اگر خواجہ صاحب نے مجھے خود بلایا تو پھر میں بیعت کروں گا۔ الغرض جب میں آستان پر جا بیٹھا تو آپ کے خدمت گار بشیر نام نے باہر آ کر سلام کیا اور کہا' جناب فرماتے ہیں کہ باہر ایک ترک بیٹھا ہے' اسے اندر بلا لو۔ میں فوراً اُٹھ کر اس کے ہمراہ اندر گیا اور سر زمین پر رکھ دیا۔ فرمایا' سر اُٹھاؤ! سر اُٹھایا تو زبان مبارک سے فرمایا کہ تو نے اچھا کیا ہے۔ عمدہ موقع پر آیا ہے' خوش آیا ہے اور پھر نہایت عنایت وشفقت سے میرے حال پر دعا فرمائی اور شرف بیعت سے مشرف فرمایا۔ خاص بارانی اور چہار ترکی کلاہ عنایت فرمائی اس روز جناب کی میں نے یہ کرامت دیکھی تھی جو اوپر بیان کی گئی ہے۔

نعمتِ ولایت اور اَسرارِ کلاہ

پھر پیر کی خدمت میں مرید ہونے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ جس روز میں شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کا مرید ہوا تو فرمایا کہ مولانا نظام الدین! میں کسی اور کو ولایت ہندوستان کا سجادہ دینا چاہتا تھا لیکن غیب سے آواز آئی کہ یہ نعمت ہم نے نظام الدین بدایونی کے لیے رکھی ہے' یہ اسی کو ملے گی' رہنے دو تا کہ اسے ملے پھر نہایت مرحمت وشفقت میرے حال پر فرمائی اور چار ترکی کلاہ میرے سر پر رکھی اور یہ حکایت بیان فرمائی کہ طاقیہ (ایک قسم کا کلاہ) کے چار خانے ہوتے ہیں۔ پہلا شریعت کا' دوسرا طریقت کا' تیسرا معرفت کا اور چوتھا حقیقت کا ہوتا ہے پس جو ان میں

استقامت سے کام لے اس کے لیے سر پر طاقیہ رکھنا واجب ہے اور آپ یہ حکایت بیان فرما ہی رہے تھے کہ مولانا شمس الدین یحییٰ' مولانا برہان الدین غریب اور مولانا فخر الدین نے آ کر سر زمین پر رکھ دیئے اور بیٹھ گئے پھر خواجہ صاحب نے زبانِ مبارک سے فرمایا کہ ایک ٹوپی یک ترکی ہوتی ہے' دوسری دو ترکی' تیسری سہ ترکی اور چوتھی چہار ترکی۔

پھر کلاہ کی اصل کے بارے میں فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام فرید الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانِ مبارک سے سنا ہے کہ خواجہ امام ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے لکھا ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے تھے اور گرداگرد اصحاب بیٹھے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے چار پر کالے آنحضرت کے آگے رکھے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم حکمِ الٰہی یوں ہے کہ یہ چار پر کالے بہشتی ہیں' ان کو آپ سر مبارک پر رکھیں۔

اور بعد ازاں اصحاب میں سے جسے چاہیں' عنایت فرما دیں اور اپنا خلیفہ بنائیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لے کر سر مبارک پر رکھے اور پھر ایک ترکی کلاہ اُتار کر امیر المومنین ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک پر رکھا اور فرمایا کہ یہ آپ کا کلاہ ہے اور دوسرا دو ترکی کلاہ امیر المومنین عمر خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک پر رکھ کر فرمایا کہ یہ آپ کا کلاہ ہے تیسرا سہ ترکی امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ کے سرِ مبارک پر رکھ کر فرمایا کہ یہ آپ کا کلاہ ہے۔ اور چوتھا جو چار ترکی تھا' شاہِ اولیاء امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے سر مبارک پر رکھ کر فرمایا کہ یہ آپ کا کلاہ ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ مشائخ طبقات اور طبقہ جنیدیہ رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ ہمیں اس طرح معلوم ہوا کہ کلاہ کی اصل حضرت الوہیت سے ہے کیونکہ پہلے پہل بارگاہِ الٰہی سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہوا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہم کو ملا جیسا کہ خرقہ معراج کی رات عطا ہوا تھا۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک ترکی کلاہ جو امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سر مبارک پر رکھا' وہ ابدال اور صدیق سر پر رکھا کرتے ہیں اس کلاہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا خیال دل میں نہ ہو اور تمام دنیاوی کاموں سے دُور رہیں تو پھر اس کلاہ کے مستحق ہوتے ہیں۔ نہیں تو دروغ گو اور خائن ہوں گے اس کلاہ کا حق ان کے بارے میں یہ ہے کہ ان کے باطن ازلی ارادت کی وجہ سے نورِ معرفت سے منور ہوتے ہیں اور انہیں ظاہری اور باطنی مقصود حاصل ہوتے ہیں جب صاحبِ طاقیہ دنیا اور دنیا کا طالب ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے باز رہ جاتا ہے اس وقت وہ کاذب ہو جاتا ہے نہ کہ صادق۔ وہ ترکی کلاہ جو امیر المومنین عمر خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سر پر کیا۔ اسے عابد اوتاد اور بعض منصوری سر پر کرتے ہیں اس سے مقصود یہ ہے کہ جب انسان اسے سر پر رکھے تو دنیا کو ترک کر دے اور ذاکر بن جائے۔ سوائے یادِ الٰہی کے کسی اور چیز میں مشغول نہ ہو۔ نیز یہ کہ اگر حلال چیز اسے مل جائے تو شام تک اسے بچا نہ رکھے' سب کچھ خرچ کر دے اور خلقت اور دنیا کے پاس بھی نہ بھٹکے' ان سے الگ رہے ایسے شخص کو دو ترکی کلاہ کا پہننا واجب ہے ورنہ گمراہی میں گرفتار ہوگا۔ سہ ترکی کلاہ جو امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سر پر کیا۔ وہ زاہد' اہلِ تحیر' مشائخ طبقات اور اکثر عقل مند لوگ پہنتے ہیں اس سے مقصود یہ ہے کہ اوّل دنیا کو ترک کرے

اور تمام لذتوں، شہوتوں اور حرص و ہوا کو چھوڑ دے دوسرے دل کو حسد، کینہ، بغض، فحش اور ریا وغیرہ بُرے اوصاف سے پاک کرے۔ تیسرے خلقت سے قطع تعلق کرے اور حق تعالیٰ سے تعلق پیدا کرے جب اس کی یہ حالت ہوگی تو اسے اس کلاہ کا سر پر رکھنا جائز ہے ورنہ وہ طبقہ جنید یہ میں جھوٹا ٹھہرے گا۔

چہار ترکی کلاہ جو جناب ولایت مآب امیر المومنین امام الاشجعین علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ کے سر مبارک پر رکھا، وہ صوفی سادات اور مشائخ کبار پہنتے ہیں اس سے مراد دولتِ سعادت ہے اور جو کچھ اٹھارہ ہزار عالم میں ہے، سب اس میں رکھا گیا ہے لیکن اس کو سر پر رکھ کر چار چیزوں کو دُور رکھنا چاہیے تا کہ اس چارترکی کلاہ کا سر پر رکھنا درست ہو اور صوفی بنے نہیں تو قیامت کے دن مقلدوں اور حریفوں میں اس کا حشر ہوگا اور خائن ٹھہرایا جائے گا، وہ چار باتیں یہ ہیں۔ اوّل دنیا اور صحبت اغنیاء کو ترک کرے، دوسرے "ترک اللسان عن نخرہ التزامہ بذکر اللہ" یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد کے سوا اور کوئی بات نہ کرے۔ تیسرے "ترک البصر ہ من غیر الکرامۃ" غیر کی طرف نظر کرنے سے دُور رہے اور غیر کا نہ رہے تا کہ نابینا نہ ہو جائے جب خواجہ صاحب اس بات پر پہنچے تو اس قدر روئے کہ حاضرین پر بھی اس گریہ کا اثر ہوا اور یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا

اگر بغیر رخت دیدہ ام بکس بیند کشم برون بانگشت چوں سزاش ایں است

چوتھے یہ کہ طہارت القلب من حب الدنیا یعنی دل کو دنیاوی محبت سے صاف کر دینا۔ پس جب دنیاوی محبت کا زنگار آئینہ دل سے صاف کر کے اللہ تعالیٰ سے موافقت کرے گا تو غیر درمیان سے اُٹھ جائے گا اور اللہ تعالیٰ سے یگانہ ہو جائے گا اور لوگوں سے بے گانہ اس وقت یہ چارترکی کلاہ سر پر رکھنا اس کا حق ہوگا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ کیا ہی اچھا ہو اگر حجاب درمیان سے اُٹھ جائے اور بھید ظاہر کر دیں اور غیریت دور ہو جائے اور یہ آواز دیں کہ "بی یبصر وا دبی یسمع وبی ینطق" مجھی سے دیکھتا ہے، مجھی سے سنتا ہے اور مجھی سے بولتا ہے جب ان مقامات پر پہنچتا ہے تو مجاہدہ اور مکاشفہ کی لذت حاصل ہوتی ہے۔ پس یہ کلاہ سر پر رکھنا ایسے ہی لوگوں کا حق ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ

فضیلت عاشورہ

بروز بدھ ۲ محرم ۱۳ء ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا وجیہہ الدین باہلی، مولانا برہان الدین غریب اور دیگر اصحاب حاضر خدمت تھے۔ عاشورہ مبارک کی فضیلت میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ ماہ محرم سے بڑھ کر کوئی مہینہ افضل نہیں اس واسطے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے امیر المومنین شاہ اولیاء علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا کہ اے علی! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اگر فریضہ روزوں سے کم مگر افضل روزے رکھنا چاہتے ہو تو ماہِ محرم میں رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسی مہینے میں آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی تھی اور جو شخص اس مہینے میں توبہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے پھر فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام خواجہ فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان دُرّ ربار گہر نثار سے سنا ہے کہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ راحت الارواح میں لکھتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ماہِ محرم میں تین روزے لگاتار

بدھ، جمعرات اور جمعہ کے رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے کہ اس کے نامۂ اعمال میں نو سو سال کی عبادت کا ثواب لکھا جائے اور اسی قدر بدیاں اس کے نامۂ اعمال سے دُور کی جاتی ہیں۔

بعدازاں اس موقع کے مناسب فرمایا کہ شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز کے اوراد میں لکھا ہے کہ جو شخص عاشورہ کے روز روزہ رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ ساٹھ سال کی ایسی عبادت کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے جس میں دن کو روزے رکھے اور رات کو جاگتا رہے جو شخص عاشورہ کے روز روزہ رکھتا ہے اسے دس ہزار فرشتوں اور دس ہزار حاجیوں اور دس ہزار شہیدوں کا ثواب عنایت ہوتا ہے جو شخص عاشورہ کے روز روزہ رکھتا ہے یا کسی مومن کا روزہ افطار کراتا ہے۔ گویا وہ تمام اُمتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو پیٹ بھر کھانا کھلاتا ہے جو شخص عاشورہ کے دن روزہ رکھے اور یتیم کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرے تو اس یتیم کے سر کے بالوں کی تعداد کے موافق اسے بہشت میں درجے ملتے ہیں۔

پھر زبانِ مبارک سے فرمایا کہ خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ دلیل السالکین میں لکھتے ہیں، حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص عاشورے کے روز اپنے عیال کا خرچ زیادہ کرے، اللہ تعالیٰ دوسرے سال تک اس کی روزی فراخ کر دیتا ہے۔

علم کی فضیلت اور شناخت

پھر تھوڑی دیر کے لیے علم اور اس کی فضیلت کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ مولانا برہان الدین حاضر خدمت تھے، انہوں نے آداب بجالا کر عرض کی کہ علم بڑی بھاری نعمت ہے۔ فرمایا، ہاں! میں نے آثار تابعین میں لکھا دیکھا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ علم کی دو شناختیں ہیں اگر اہلِ علم پہلے کچھ بُرا ہو تو شریف بن جاتا ہے اور اگر بخیل ہو تو سخی بن جاتا ہے اور اگر درویش ہو تو دولت مند اگر خوار ہو تو عزیز اگر دُور ہو تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر تند خو ہو تو نرم اگر بد گو ہو تو شیریں گفتار، اگر ضعیف ہو تو قوی اگر بے شرم ہو تو حیا والا اگر مجہول ہو تو معروف اور اگر ریائی ہے تو خدائی بن جاتا ہے۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے زبانِ مبارک سے فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اہلِ علم بندے قیامت کے دن چودھویں کے چاند کی طرح چمکیں گے۔

پھر اسی موقع کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ میں نے ابو معاذ سنجری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق کتاب العارفین میں لکھا دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے اپنے بندوں کی روزی ان کی تقدیر میں لکھ دی ہے بلکہ عرش پانی پر تھا اور قرار نہیں پکڑتا تھا، حلال روزی کی طلب کرو اور حرام سے ہاتھ اُٹھالو۔

پھر فرمایا کہ حذیفہ سے یحییٰ معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت کے علماء والدین سے بھی زیادہ مہربان ہیں اس واسطے کہ والدین تو بچوں کو دنیاوی ڈر اور خوف اور آگ سے بچاتے ہیں اور اُمتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے علماء انہیں دوزخ کی آگ اور قیامت کے خوف سے محفوظ رکھتے ہیں۔ بعدازاں فرمایا کہ علماء سے مل بیٹھنا اور ان کی سی خوبیاں اپنے میں پیدا کرنا ہدایتِ الٰہی ہے تمام جہان کی ساری چیزیں چھوڑ کر پہلے علم حاصل کرنا چاہیے۔

پھر اس موقع کے مناسب فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے سنا اور جبرائیل علیہ السلام نے اسرافیل علیہ السلام سے اور اسرافیل علیہ السلام نے بارگاہِ ایزدی سے کہ جو شخص علم کی طلب میں دو قدم چلے اور عالم کے پاس بیٹھے اور اس سے دو باتیں سنے تو اللہ تعالیٰ اسے بہشت عطا فرماتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

ماہِ شوال کے چھ روزے اور روزہ ایام بیض

جمعرات کے روز دسویں ماہِ محرم سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا شمس الدین یحییٰ، مولانا فخر الدین اور مولانا وجیہہ الدین باہلی حاضر خدمت تھے۔ ماہِ شوال کے چھ روزوں کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی، زبان مبارک سے فرمایا کہ جو شخص چھ روزے رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ نے آٹھ بہشت پیدا کیے ہیں، حکم دیتا ہے کہ ہر ایک کے دروازے پر اس کے لیے ہزار محل یاقوت سرخ کے بناؤ اور ہر محل میں ایسی چیزیں پیدا ہوتی ہیں جن کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے اس خدا کی قسم! جس نے مجھے بحق بندگی بھیجا ہے کہ جو شخص ماہِ شوال میں چھ روزے رکھے گا، فرشتہ اسے آسمان سے آواز دے گا کہ اے بندے! اللہ تعالیٰ نے تیرے پچھلے سارے گناہ بخش دیئے ہیں اب تو کام از سر نو شروع کر۔

پھر ایامِ بیض اور ایامِ بیض کے دو روزوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام کو بہشت سے دنیا میں بھیجا گیا تو آپ کے سارے اعضاء سیاہ ہو گئے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول کی تو حکم ہوا کہ تیرہویں، چودھویں اور پندرہویں کو روزہ رکھو۔ پہلا روزہ رکھنے سے جسم کا تیسرا حصہ سفید ہو گیا اور چودھویں کا روزہ رکھنے سے جسم کا دوسرا تہائی حصہ اور جب پندرہویں کا روزہ رکھا تو سارا جسم سفید ہو گیا۔

بعد ازاں میں نے آداب بجا لا کر عرض کی کہ میں نے مخدوم کی زبانی سنا ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ ایسا روزہ بتائیں جس کا ثواب مجھے بہت ملے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مہینے میں تین روزے رکھا کرو تو ایسا ہی ہوگا کہ گویا تم نے سارا سال روزے رکھے۔ فرمایا، بے شک ایسا ہی ہے۔

بعد ازاں اسی موقع کے مناسب فرمایا کہ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے اوراد میں لکھا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص ہر مہینے میں تین روزے رکھتا ہے۔ گویا وہ صائم الدہر ہے اور قیامت کے دن (امنا وصدقنا) اس کی سفارش سے اس کے گھر کے ستر (۷۰) آدمی بخشے جائیں گے اور جب قبر سے اُٹھے گا تو اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہوگا۔

نمازِ شب عید الاضحیٰ

بعد ازاں عید الاضحیٰ کی رات کی نماز کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبانِ مبارک سے فرمایا کہ پیغمبر خدا صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص عیدالاضحیٰ کی رات دس رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص دس مرتبہ پڑھے اور اس نماز سے فارغ ہو کر سو مرتبہ درود بھیجے اور سو مرتبہ استغفار کرے اور سو مرتبہ کلمہ سبحان اللہ اوّل تا آخر پڑھے پھر اگر وہ شخص میری ساری اُمت کے لیے دعا کرے گا تو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا اور اس نماز کی برکت سے اسے دیدار نصیب ہوگا۔

نمازِ شب عیدالفطر

پھر اسی موقع کے مناسب فرمایا کہ شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ کے اوراد میں لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص عیدالفطر کی رات بارہ رکعت نماز تین سلاموں سے اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں الحمد ایک مرتبہ اور اخلاص پانچ مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے دوسرے سال تک ہر رات اور ہر دن کو ایک سال کی عبادت کا ثواب دے گا اور اگر اسی سال میں فوت ہو جائے تو شہیدوں کی موت مرے گا اور ہر رکعت کے بدلے اسے نو حج اور عمرے کا ثواب ملے گا اس کی دعا مستجاب ہوگی اس کا دل فارغ ہوگا' عذابِ قبر سے بے خوف ہو جائے گا اور قیامت کے دن عرش کے نیچے سائے تلے ہوگا پھر اسے اپنے اہل وعیال کے ہمراہ بہشت میں جانے کا حکم ہوگا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

فضیلت ماہِ شعبان

بدھ کے روز بارہویں ماہِ محرم الحرام سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا شہاب الدین میرٹھی نے جو حاضر خدمت تھے' آداب بجالا کر عرض کی کہ ماہِ شعبان میں بہت سی نمازیں ادا کرنی آئی ہیں' فرمایا ٹھیک ہے پھر فرمایا کہ جو شخص ماہِ شعبان کی پہلی رات بارہ رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں الحمد ایک مرتبہ اور قل ھو اللہ احد پندرہ مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے بارہ ہزار غازی کا ثواب عطا فرماتا ہے اور گناہوں سے اس طرح پاک کر دیتا ہے گویا ابھی ماں کے شکم سے نکلا ہے اور اگر اس سال مر جائے تو شہید کا مرتبہ پاتا ہے۔

پھر اس موقع کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت فرماتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے بہت گناہ کیے ہوں اور ان سے پشیمان ہو کر توبہ کرنی چاہے تو اسے چاہیے کہ ماہِ شعبان میں اتوار کے روز غسل کرے اور جب سوموار کی رات آئے تو عشا کی نماز سے فارغ ہو کر ستر (۷۰) بار استغفار کہے تو اس کی توبہ قبول ہو جائے گی اور اس کے گناہ معاف کیے جائیں گے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ''حقائق'' میں مَیں نے لکھا دیکھا ہے کہ خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ماہِ شعبان کی پہلی رات حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا کہ اے محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم اس بزرگ رات کو اُٹھ کر نماز ادا کرو' میں نے پوچھا' یہ کیسی رات ہے۔ کہا' اے محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم آج کی رات اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے تین سو دروازے کھول رکھے ہیں' آج کی رات تمام مومنوں کو سوائے جادوگروں وغیرہ کے

بخش دے گا پھر میں باہر نکل کر خالی جگہ میں بیٹھ گیا اور اللہ تعالیٰ کی ثناء اور اس کے حضور دعا کی۔ چار گھڑی رات گزری' جبرائیل علیہ السلام پھر آئے اور کہا کہ اے محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم سجدے سے سر اُٹھاؤ اور آسمان کی طرف دیکھو جب میں نے سر اُٹھا کر نگاہ کی تو آسمان کے دروازے کھلے پائے' دوسرے آسمان کے دروازے پر فرشتہ کہہ رہا تھا کہ وہ شخص خوش نصیب ہے جس نے آج کی رات اپنے پروردگار کو سجدہ کیا۔ تیسرے آسمان کے دروازے پر فرشتہ کہہ رہا تھا کہ وہ شخص خوش نصیب ہے جس نے آج کی رات دعا کی۔ چوتھے آسمان کے دروازے پر فرشتہ کہہ رہا تھا کہ وہ شخص خوش نصیب ہے جو آج کی رات خوفِ خدا سے رویا۔ پانچویں آسمان کے دروازے پر فرشتہ کہہ رہا تھا کہ وہ شخص خوش نصیب ہے جس نے آج کی رات اللہ کی ثناء کی' چھٹے آسمان کے دروازے پر فرشتہ کہہ رہا تھا کہ وہ شخص خوش نصیب ہے جو آج کی رات اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اور ساتویں آسمان کے دروازے پر فرشتہ یہ ندا کرتا تھا کہ کیا کوئی ہے جو آج اپنی حاجت طلب کرے اور ہم اس کی حاجت پوری کریں یا کوئی بخشش طلب کرنے والا ہے تا کہ ہم اسے بخش دیں۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے زبانِ مبارک سے فرمایا کہ ماہِ شعبان کی پہلی رات بندے کے فعل اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں اسی رات بندوں کی روزی تقسیم ہوتی ہے۔ پس انسان کو اس رات غافل نہیں ہونا چاہیے بلکہ نماز تسبیح اور تلاوت میں مشغول ہونا چاہیے تا کہ اس سعادت سے محروم نہ رہے۔ خواجہ صاحب فوائد بیان فرما ہی رہے تھے کہ ملک محمد غیاث پوری مع تین اور اشخاص کے حاضر خدمت ہوا اور آداب بجالایا' حکم ہوا بیٹھ جاؤ! جب بیٹھ گئے تو آپ نے اقبال نام خادم کو بُلایا اور فرمایا کہ تھوڑا خربوزہ پڑا ہے' لاؤ اور ملک محمد کے سامنے رکھ دو' وہ لا کر رکھ دیا گیا پھر فرمایا کہ تھوڑی مصری اور کھجوریں ہیں' وہ بھی لا دو' لائی گئیں تو فرمایا کہ یہ تینوں عزیزوں کو دے دو جب دی گئیں تو چاروں نے سر آپ کے قدموں پر رکھ دیئے کہ جو کچھ ہم چاہتے تھے' ہم نے پالیا' ہم نے دل میں یہی سوچا تھا جو آپ نے کر دیا۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے اسی موقع کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ میں شیخ الاسلام فریدالحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں سات درویش آئے' ہر ایک نے دل میں الگ الگ کھانا سوچ رکھا تھا' آپ نے ان کے موافق ان کے روبرو کھانے رکھوا دیئے' سب مان گئے کہ ہم بیس سال سے مردِ خدا کی طلب میں تھے۔ سو آپ کے سوا کسی کو حسبِ منشاء مردِ خدا نہ پایا۔

مولانا فخر الدین زاہد کی بزرگی

بعدازاں مولانا فخر الدین زاہد کی بزرگی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ آپ چالیس سال تک گیہوں خود پیسا کرتے تھے اور کسی کو نہ فرمایا کرتے تھے جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کے اس قدر خادم ہیں' آپ ان کو کیوں نہیں فرماتے؟ فرمایا کہ یہ ثواب کیوں ان کو دوں' خود ہی کیوں نہ حاصل کروں۔

پھر آپ کی بزرگی کی نسبت یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ دہلی میں بارش نہ ہوئی تو آپ نے منبر پر چڑھ کر آستین

سے کوزہ نکالا اور ہاتھ میں پکڑ کر ہوا میں رکھا اور آسمان کی طرف منہ کر کے عرض کی کہ اے پروردگار! جب تک یہ کوزہ پُر نہ ہوگا' میں نیچے نہیں اُتروں گا۔ یہ کہتے ہی اس قدر بارش ہوئی کہ دہلی میں تین دن رات پانی نہ تھما۔

نماز باجماعت کی فضیلت

بعدازاں ایک عزیز نے عرض کی کہ ایک مرتبہ میں مولانا شہاب الدین اوشی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا' آپ اکثر خلوت میں تنہا نماز ادا کیا کرتے تھے' باجماعت نماز نہیں ادا کرتے تھے' زبان مبارک سے فرمایا کہ ٹھیک ہے اس سے پہلے جب تک نماز باجماعت نہ ادا کی جاتی تھی' جائز نہ ہوتی تھی۔ نماز باجماعت میں ثواب بہت ہے۔

پھر اسی موقع کے مناسب فرمایا کہ جو شخص ظہر کی نماز باجماعت ادا کرے گا' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن روئے زمین کے تمام پہاڑ' دریا اور چوپائے اور آسمان کے ستارے ایک پلڑے میں رکھے گا اور اس نماز کا ثواب دوسرے پلڑے میں تو بھی ثواب والا پلڑا بھاری ہوگا اور جو شخص عصر کی نماز باجماعت ادا کرے گا اور شام کی نماز تک وہیں جائے نماز پر بیٹھا رہے گا تو اللہ تعالیٰ حکم کرے گا' قیامت کے دن تو عرش و کرسی' لوح و قلم اور تمام فرشتوں اور پیغمبروں کو لا کر ایک پلڑے میں رکھا جائے گا اور دوسرے پلڑے میں ان دونوں نمازوں کا ثواب تو ثواب والا پلڑا بھاری ہوگا۔

بعدازاں فرمایا کہ جو شخص عشا کی نماز باجماعت ادا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے کہ اس کے نامۂ اعمال میں ہر رکعت کو ہزار رکعت کر کے لکھا جائے اور وہ شخص شب بیداروں سے ہوگا۔

بعدازاں اسی موقع کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ جو شخص صبح کی نماز باجماعت ادا کرتا ہے اور سورج نکلنے تک وہیں بیٹھا یادِ الٰہی میں مشغول رہتا ہے اور پھر اشراق کی نماز ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے اور آسمان سے دس ہزار فرشتے یعنی کل ستر (۷۰) ہزار فرشتے نور کے تھال ہاتھوں میں لیے آتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے کہ میرے اس خاص بندے نے میرے لیے یہ نماز ادا کی ہے جو گناہ اس نے کیے ہیں' میں ان سے درگزر کرتا ہوں۔ از سر نو کام شروع کرے۔ خواجہ صاحب انہیں فوائد کو بیان فرما رہے تھے کہ اتنے میں شیخ عثمان سیاح شیخ جمال الدین ہانسوی' مولانا برہان الدین غریب اور حسن میمندی مع اپنے یاروں کے آئے اور آداب بجا لائے' فرمایا' بیٹھ جاؤ! بیٹھ گئے' وہ دن بڑا ہی باراحت تھا۔ اصحابِ سلوک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جب خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تائب ہوئے تو ایک دن کشتی پر سوار تھے جس میں سوداگر بھی سوار تھے اتفاقاً کشتی ڈوبنے لگی۔ خواجہ صاحب نے دعا کی تو غرق نہ ہوئی جب کشتی منجدھار میں پہنچی تو ایک دینار کسی کا گم ہوگیا' سب نے بالاتفاق کہا کہ اور تو کسی نے نہیں لیا شاید اس درویش نے لیا ہے۔ سو زبان درازی کی' خواجہ صاحب حیران رہ گئے' آسمان کی طرف منہ کر کے کہا' اے پروردگار! اگر میری توبہ قبول ہے تو انہیں دینار مل جائے تاکہ میری خلاصی ہو فوراً دریائی مچھلیوں کو حکم ہوا' ہر ایک منہ میں اشرفی لیے ہوئے سطح آب پر آئی جب لوگوں نے دیکھا تو سب نے معافی مانگی کہ ہم نے خطا کی۔ خواجہ صاحب نے ایک مچھلی سے دینار لے کر ان کی طرف پھینک دیا اور آپ چلے گئے۔

خواجہ فضیل عیاض کا تائب ہونا

پھر خواجہ صاحب نے اسی موقع پر فرمایا کہ جس روز خواجہ فضیل عیاض رحمۃ اللہ علیہ تائب ہوئے تو لوگوں کے مال واسباب کی بابت جو آپ نے لوٹا تھا' ذکر کیا کہ جن دنوں تائب ہوا۔ ہر ایک کو بُلا کر اس کا مال واپس کیا اور اسے خوش کیا' ان میں ایک یہودی تھا جو کسی طرح خوش نہیں ہوتا تھا۔ خواجہ صاحب نے بہت منت سماجت کی لیکن وہ کسی طرح راضی نہ ہوا۔ الغرض اس یہودی نے کہا اگر اپنے پاؤں تلے سے مٹھی بھر زر نکال دے تو میں تجھ سے خوش ہو جاؤں گا آپ نے نکال کر فوراً اسے دیا اسی روز وہ یہودی فوراً مسلمان ہو گیا اور کہا' میں نے توریت میں لکھا دیکھا ہے کہ جس کی توبہ قبول ہوتی ہے اگر وہ مٹی کو بھی ہاتھ میں پکڑے تو سونا ہو جاتی ہے اب مجھے تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ تیری توبہ قبول ہو گئی ہے۔ مشت خاک مقصود نہ تھا' مقصود تو یہ دیکھنا تھا کہ تیری توبہ قبول ہو گئی ہے یا نہیں پھر وہ خوش ہو گیا۔

خواجہ صاحب نے حسن قوال کو فرمایا کہ عزیز حاضر ہیں' کچھ کہو جب حسن نے سماع کا آغاز کیا تو خواجہ عثمان سیاح اور شیخ جمال الدین ہانسوی اُٹھ کر رقص کرنے لگے' چاشت سے ظہر تک رقص کرتے رہے جب فارغ ہوئے تو ہر ایک کو جامہ عطا فرمایا' مجھے بھی سفید کلاہ عنایت ہوا۔ قوال نے جو نظم سنائی' وہ حسب ذیل ہے۔

نظم

عشقت خبرز عالم بے ہوشی آورد — اہل اصلاح رابقدح نوشی آورد
عشق تو شحنہ ایست کہ سلطان عقل را — سوئے جبیں گرفتہ بجاروشی آورد
من ناتواں زبادہ کشی گشتم اے طبیب! — آں واردام بدہ کہ فراموشی آورد

بعدازاں اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ انسان کو کسی آدمی کی اجازت کے بغیر اس کی کوئی چیز نہیں کھانی چاہیے اور نہ ہی لے جانی چاہیے۔

پھر آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ خواجہ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی وفات کے بعد لوگوں نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیسا سلوک کیا' فرمایا جیسا دوستوں سے کرتا ہے مگر ایک سخت عتاب ہوا جس میں اب تک غرق ہوں۔ وہ یہ کہ ایک روز میں کسی کے ہاں گیا' میرے سامنے گیہوں کا ڈھیر تھا' میں نے ایک دانہ اُٹھا کر اس شخص کی اجازت کے بغیر دانتوں سے دو ٹکڑے کر دیا تو حکم الٰہی ہوا کہ اے شبلی! اجازت طلب کیے بغیر لوگوں کی گیہوں دوپارہ کرتا ہے پس اس معاملے میں میں حیران ہوں کہ قیامت کے دن کیا جواب دوں گا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ

نمازِ تسبیح اور بعض دیگر نمازوں کا بیان

اتوار کے روز بیسویں ماہ محرم سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا' نمازِ چاشت اور اس کے ثواب کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' زبان مبارک سے فرمایا کہ آثارِ اولیاء میں آیا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص عمر بھر

میں ایک مرتبہ یہ نماز ادا کرے' اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں ستر سال کی عبادت لکھتا ہے اور ستر سال کے اس کے گناہ بخش دیتا ہے اور بہت سا ثواب عنایت فرماتا ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام فرید الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ جو شخص ہر مہینے میں یہ نماز ادا کرتا ہے' اسے بہشت میں بڑے اعلیٰ درجے ملتے ہیں۔ نماز کی ترکیب یہ ہے کہ چار رکعت نماز ایک سلام سے ادا کرے اور ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور سورۃ جو اسے یاد ہو' پڑھے اور پندرہ مرتبہ سبحان اللہ اور تین مرتبہ ربی العظیم اور پندرہ مرتبہ سبحان اللہ تا آخر کہے اور سر اُٹھائے اور سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور پندرہ مرتبہ سبحان اللہ والحمد للہ تا آخر پڑھے اور پھر سجدہ کرے اور پھر سبحان ربی الاعلیٰ دس مرتبہ کہے اور دوسرے سجدے میں بھی دس مرتبہ کلمہ سبحان اللہ پڑھے اسی طرح چار رکعت نماز ادا کرے اور ہر رکعت میں ۷۵ مرتبہ سبحان اللہ تا آخر پڑھے پھر اللہ تعالیٰ سے سوائے اس کی خوش نودی کے اور کچھ نہ طلب کرے' بہشت وغیرہ کی طلب نہ کرے کیونکہ یہ نماز بہت ہی بزرگ ہے۔

نماز روز شنبہ (ہفتہ)

پھر فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام عثمان ہارونی قدس اللہ سرہ العزیز کے اوراد میں لکھا دیکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق جو شخص ہفتے کے روز چار رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں الحمد ایک مرتبہ اور قل یا ایہا الکافرون تین مرتبہ پڑھے اور جب نماز سے فارغ ہو تو ایک مرتبہ آیت الکرسی پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں ہر یہودی اور یہودن کی تعداد کے موافق ایک سال کی ایسی عبادت لکھتا ہے جس میں دن کو روزہ رکھا ہو اور رات کو کھڑے ہو کر اللہ کی عبادت کی ہو۔ گویا اس نے تمام اُمت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آزاد کیا اور توریت' انجیل اور زبور اور فرقان پڑھے' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گلے میں ہزار گلوبند پہنا کر پیغمبروں اور شہیدوں کے ہمراہ بے حساب بہشت میں بھیجے گا۔

نماز چار رکعت روز یک شنبہ (اتوار)

بعدازاں اسی نماز کے بارے میں فرمایا کہ انہیں اوراد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے مطابق لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص اتوار کے روز چار رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں سورۂ الحمد ایک مرتبہ اور آمن الرسول ایک مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں ہر ایک یہودی اور یہودن کی تعداد کے موافق ایک ایک سال کی عبادت کا ثواب اور نیز ہزار غازی' ہزار پیغمبر اور ہزار شہید کا ثواب لکھتا ہے اور قیامت کے دن اس کے اور دوزخ کے مابین اس قدر فاصلہ ہو جائے گا کہ ہزار خندق بیچ میں ہوگی جن میں سے ہر ایک کی چوڑائی پانچ سو سالہ راہ کے برابر ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس کے لیے آٹھوں بہشت کھول دے گا۔

بعدازاں فرمایا کہ ایک بدکار شخص خواجہ عبداللہ سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں تھا جب وہ مرگیا تو اسے خواب میں

دیکھا کہ وہ بہشت میں ٹہل رہا ہے اس سے پوچھا گیا کہ تُو تو بدکار اور گناہ گار تھا' یہ دولت کہاں سے پائی؟ کہا' میں اتوار کو چار رکعت نماز ادا کیا کرتا تھا۔ سو حکم ہوا کہ تجھے ہم نے اس نماز کے عوض بخش دیا۔

نماز روز دوشنبہ (پیر)

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے اوراد میں لکھا دیکھا ہے کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص سوموار کے روز دو رکعت نماز ادا کرتا ہے کہ ہر رکعت میں الحمد ایک مرتبہ آیت الکرسی ایک مرتبہ اور سورۂ اخلاص ایک مرتبہ پڑھے اور نماز سے فارغ ہو کر دس مرتبہ والدین کے لیے بخشش طلب کرے اور دس مرتبہ درود بھیجے تو اللہ تعالیٰ اسے سفید مروارید کا بنا ہوا محل عنایت کرے گا جس میں سات کوٹھڑیاں ہوں گی۔ ہر ایک کوٹھڑی کی فراخی سات سو ہاتھ ہوگی پہلی خالص چاندی کی بنی ہوگی دوسری سونے کی تیسری مروارید کی چوتھی زبرجد کی پانچویں یاقوت کی چھٹی موتیوں کی اور ساتویں نور کی اور ہر ایک کوٹھڑی میں ایک تخت پر ایک حور ہوگی جو پاؤں سے لے کر زانوں تک زعفران سے تر ہوگی اور زانوں سے سینے تک مشک سے اور سینے سے گردن تک عنبر اشہب سے اور گردن سے سر تک کافور سے سفید آراستہ و پیراستہ ہوگی۔

دو رکعت نماز بروز سہ شنبہ (منگل)

پھر فرمایا کہ شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کے اوراد میں لکھا دیکھا ہے کہ حضرت معاذ جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص منگل کے روز جس روز اللہ تعالیٰ نے بارش بنائی اور ابلیس روئے زمین پر آیا اور اس کے لیے دوزخ کے دروازے کھلے پھر ملک الموت علیہ السلام بندگانِ خدا کی جانیں قبض کرنے پر مسلط ہوا اور اسی روز قابیل نے ہابیل کو مارا اور اسی روز ایوب پیغمبر علیہ السلام بیماری میں مبتلا ہوئے' دو رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں الحمد للہ ایک بار' والتین ایک بار اور اخلاص ایک بار اور معوذتین ایک ایک مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ قطرات بارش کے برابر اسے نیکیاں عنایت فرماتا ہے اور بہشت میں ایک سنہری محل عنایت فرمائے گا اور دوزخ کے ساتوں دروازے اس پر بند ہوں گے اور اسے آدم' موسیٰ' ہارون اور ایوب علیہم السلام کا ثواب ملے گا اور بہشت کے ساتوں دروازے اس پر کھلے ہوں گے اور تمام مصیبتوں اور آفتوں سے محفوظ اور بے خوف رہے گا۔

دو رکعت نماز چہار شنبہ (بدھ)

پھر فرمایا کہ شیخ بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے سیاق اوراق میں لکھا دیکھا ہے کہ حضرت معاذ جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بدھ کے روز جس روز اللہ تعالیٰ نے تاریکی اور روشنی اکی دو رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ "اذا زلزلۃ الارض" ایک مرتبہ اور سورۂ اخلاص تین مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ قیامت اور قبر کی تاریکی اس سے دُور کر دے گا۔ ایک سال کی عبادت کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا اور سفید اعمال نامہ اس کے ہاتھوں میں دیا جائے گا۔

دو رکعت نماز پنج شنبہ (جمعرات)

پھر فرمایا کہ جمعرات کے روز اللہ تعالیٰ نے بہشت پیدا کیا جو شخص اس دن دو رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں الحمد ایک مرتبہ اور ''اذاجاء'' پانچ مرتبہ پڑھے جب عصر کی نماز ادا کرے تو چالیس مرتبہ قل ھو اللہ احد اور استغفار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے بہشت میں ایک محل عنایت کرے گا جس میں ستر حوریں ہوں گی اور فرشتوں کی تعداد کے برابر ایک ایک سال کی عبادت کا ثواب ملے گا اور ہر آیت کے بدلے ہزار ہزار شہید کا ثواب عطا ہوگا۔

دو رکعت نماز جمعہ

بعدازاں فرمایا کہ حضرت معاذ جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے روز دو رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں ایک مرتبہ الحمد، سو مرتبہ آیت الکرسی، سو مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھے اور نماز سے فارغ ہو کر بیٹھ کر یہ سات مرتبہ پڑھے:

یا نور النور یا اللہ یا رحیم یا رحمن یا حی یا قیوم افتح ابواب رحمتک مغفرتک ومن علیٰ یدخل الجنۃ الحتقی من النار ۔

مشائخ، اُمت کے چراغ ہیں

تو اللہ تعالیٰ اس کے ستر گناہ کبیرہ بخش دے گا اور بہشت میں چھیانوے درجے عطا فرمائے گا۔

پھر مشائخ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے مشائخ کے بارے میں پوچھا تو عرض کی کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم مشائخ آپ کی اُمت کے چراغ ہیں، وہ شخص نہایت ہی خوش قسمت ہے جو ان کا حق پہچانتا ہے اور انہیں دوستِ حق سمجھے۔ تو ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ بہشتی ہے اور جو انہیں دشمن سمجھے وہ دوزخی۔

مشائخ اور علماء کی موت پر رونا

بعدازاں فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام فرید الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ جو شخص مشائخ کی وفات پر غمگین نہیں ہوتا، وہ منافق ہے۔ دنیا میں مشائخ وعلماء کی موت سے بڑھ کر بڑا حادثہ اور کوئی نہیں جب مشائخ یا علماء میں سے کوئی فوت ہوتا ہے تو آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے، سب روتے ہیں اور ہر ایک فرشتہ ستر دن تک ان کے لیے روتا ہے، وہ شخص مومن ہی نہیں جو ان کی موت پر غمگین نہ ہو جو غمگین ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے ہزار مشائخ اور علماء کا ثواب عطا کرتا ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ جو شخص کسی شیخ یا عالم کی بے عزتی کرے تو دنیا و آخرت میں منافق اور لعنتی ہے۔ نعوذ باللہ منھا

غلاموں اور ماتحتوں کے قصور معاف کرنا

بدھ کے روز چودھویں ماہ صفر سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ غلاموں اور ماتحتوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے خبر میں ہے کہ ایک روز کسی نے حاضر خدمت ہو کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم میرے کئی ایک غلام ہیں' میں ہر روز ان کے کتنے قصور معاف کروں؟ فرمایا ہر روز ستر گناہ معاف کرو اگر اکہتر ہو جائیں تو تدارک کرو۔

پھر اسی موقع کے مناسب زبانِ مبارک سے فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا کیتھلی میرے پاس آئے' کھانا موجود تھا۔ بشیر کو کہا کہ لاؤ اس نے لانے میں دیر کر دی' میرے پاس چھوٹی چھڑی تھی اس کی پیٹھ پر ماری۔ مولانا کیتھلی نے اس طرح آہ کی کہ گویا انہیں کی پیٹھ پر لگی ہے۔ میں نے پوچھا' آپ نے آہ کیوں بھری؟ فوراً پیٹ سے کرتا اُٹھایا اور مجھے دِکھایا جب میں نے نگاہ کی تو دیکھا کہ اس چھڑی کا اثر آپ کی پیٹھ پر موجود ہے پھر فرمایا کہ ان کو اپنے سے عزیز سمجھنا چاہیے کیونکہ ان میں اس بات کی قدرت نہیں کہ وہ کچھ کہہ سکیں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے ''اسرار الاولیاء'' میں لکھا دیکھا ہے کہ مشائخ طبقات لکھتے ہیں کہ زیر دستوں کو وہی کھانا دینا چاہیے جس میں سے آپ کھائیں اور وہی کپڑا دینا چاہیے جو خود پہنے اس واسطے کو وہ بمنزلہ گوشت پوست کے ہیں۔

بعد ازاں اسی موقع کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ سلطان شمس الدین انا اللہ برہانہ کی یہ عادت تھی کہ آدھی رات کے وقت عبادت میں مشغول ہوتا اور جب جاگتا تو خود پانی لے کر وضو کرتا' غلاموں میں سے کسی کو نہ جگاتا جب اس سے وجہ پوچھی گئی تو کہا کہ اتنی تکلیف اوروں کو کیوں دوں؟ کہ انہیں نیند سے جگاؤں۔

بوڑھوں کی تعظیم

بعد ازاں بوڑھوں کی تعظیم کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں جو چھوٹوں پر مہربانی نہیں کرتا اور بڑوں کا شکوہ کرتا ہے' وہ ہم سے نہیں۔

پھر فرمایا کہ جب کبھی رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم راستے میں کسی بڑے بوڑھے کو دیکھ لیتے خواہ وہ یہودی ہوتا یا مسلمان اس کے سفید بالوں کی تعظیم کے سبب اس کے آگے نہ چلتے اور فرماتے کہ جس میں نورِ خدا (الشیب نوری) کا نشان ہو اس کے آگے آگے نہیں چلا جا سکتا۔

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس بوڑھے کی تعظیم واجب کی ہے جو مسلمانی کی حالت میں سفید بال والا ہو گیا اس واسطے کہ توریت میں فرمان ہوا ہے کہ اے موسیٰ! (علیہ السلام) بوڑھوں کی عزت کیا کرو اور جب وہ آئیں تو ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوا کرو اور جب دیکھو کہ جوان بوڑھوں کے آگے آگے چلتے ہیں یا ان سے پہلے پانی پیتے ہیں تو سمجھ لو کہ خلقت سے راحت دُور ہو چکی ہے اس واسطے کہ جب یہ حالت ہوتی ہے تو اس شہر میں خیریت نہیں ہوتی۔

پھر فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام فرید الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ ایک مرتبہ میں اپنے شیخ خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں بیٹھا تھا تو خواجہ صاحب بار بار باہر دیکھتے اور اُٹھ کھڑے ہوتے۔ چنانچہ چھ سات مرتبہ آپ نے ایسا ہی کیا' میں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ دروازے کے باہر ایک بوڑھا بیٹھا ہوا ہے جب اس پر نگاہ پڑتی تھی تو مجھے اُٹھنا واجب تھا سو میں سفید بالوں کی عزت کے لیے اُٹھ کھڑا ہوتا تھا۔

بعدازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ سلطان معز الدین محمد بن سام انار اللہ برہانہ کی یہ عادت تھی کہ جو بوڑھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ اس کی تعظیم کے لیے اُٹھ کھڑے ہوتے اور جس کام کے لیے وہ آتا اسے پورا کرتے وزراء نے عرض کی کہ ایسا کرنا آپ کے شایانِ شان نہیں۔ فرمایا' کیا تم اس کا سبب جانتے ہو؟ عرض کی' نہیں! فرمایا' میں اس واسطے تعظیم کے لیے اُٹھتا ہوں کہ شاید قیامت کو ان میں میرا حشر ہو اور ان کی طفیل دوزخ کی آگ سے بچ جاؤں اور اس نور کی برکت سے کہ حق تعالیٰ نے سفید بالوں کے نور کو اپنے نور سے اضافت دی ہے' نجات پا جاؤں۔

حقِ ہمسائیگی

بعدازاں ہمسائیگی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے حق ہمسائیگی اس قدر بتایا کہ مجھے اس بات کا گمان ہوا کہ ہمسایہ کو مال وراثت سے شاید حصہ ملے۔

بعدازاں فرمایا کہ میں نے ''تذکرۃ الاولیاء'' میں لکھا دیکھا ہے کہ حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کا ایک یہودی ہمسایہ تھا' وہ سفر کو گیا ہوا تھا اس کی عورت حاملہ تھی جس نے بچہ جنا اس کے پاس اتنی چیز بھی نہ تھی کہ چراغ ہی لا کر روشن کرے' وہ بچہ تاریکی کے سبب روتا رہتا' یہ خبر خواجہ صاحب نے سُنی تو ہر روز بنیئے کی دُکان سے تیل خرید کر اس یہودی عورت کو دے جاتے' مدت بعد جب یہودی آیا تو عورت نے ساری کیفیت بیان کی' وہ شرمندہ ہوا اور خواجہ صاحب کی خدمت میں آ کر عرض کی کہ آپ نے بڑی عنایت فرمائی۔ فرمایا: ہمسائیگی کا حق تھا اور یہ حق بہت بڑا ہوتا ہے' یہ سُن کر وہ یہودی فوراً مسلمان ہو گیا۔

بعدازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کا ایک ہمسایہ یہودی تھا جب اس سے پوچھا گیا کہ تم مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے؟ تو اس نے کہا اگر مسلمانی وہ ہے جو بایزید کو حاصل ہے تو مجھ سے ہو نہیں سکتی اور اگر یہ ہے جو تمہیں حاصل ہے تو اس سے مجھے شرم آتی ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تک ہمسایہ بے خوف نہ ہو تب تک ایمان درست نہیں ہوتا۔

بعدازاں فرمایا کہ ہمسایہ کا حق یہ ہے کہ جب ہمسایہ قرض مانگے تو اسے قرض دے اور اگر اسے کوئی ضرورت ہو تو پوری کرے اور جب بیمار ہو تو بیمار پُرسی کرے اگر مصیبت میں گرفتار ہو تو اسے تسلی دے اور جب مر جائے تو اس کی نماز جنازہ ادا

کرے اور اس کے ہمراہ جائے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان لایا ہے' اسے ہمسائے کو تکلیف نہیں دینی چاہیے کیونکہ ہمسائے کا حق والدین کا سا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

قاضی کا مقام

سوموار کے روز سولہویں ماہ صفر سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا' قاضیوں کے بارے میں میں گفتگو ہو رہی تھی' زبان مبارک سے فرمایا کہ قاضی اور قضا اچھی چیز ہے بشرطیکہ قضا کا حق ادا کرنا آتا ہو کیونکہ یہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی قائم مقامی ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے ہدایہ فقہ میں لکھا دیکھا ہے کہ حضرت عبداللہ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا (من جعل قاضیا فقد ذبح بغیر سکین) یعنی جو قاضی بنایا گیا' وہ گویا بغیر چھری ذبح کیا گیا۔ یہ حدیث اس موقع پر فرمائی جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم معراج سے واپس آئے اور فرمایا کہ جب دوزخ میرے سامنے لایا گیا تو میں نے دیکھا کہ آگ کی چکی میں بہت سے سروں کا ڈھیر مع دستاروں کے پسا جا رہا ہے۔ پوچھا' اے جبرائیل! (علیہ السلام) یہ کن کے سر ہیں؟ کہا' یہ ان قاضیوں کے ہیں جنہوں نے ریا اور رشوت ستانی سے کام لیا پھر سرورِ کائنات نے یہ حدیث فرمائی:

من جعل قاضیا فقد ذبح بغیر سکین .

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ کو قضاء کا عہدہ ملتا تھا لیکن آپ نے قبول نہ کیا اور فرمایا کہ میں اس عہدے کے لائق نہیں تو خلیفہ وقت نے آپ کو قید کر دیا۔ ایک مہینہ قید میں رہے اس عرصے میں ہر روز پیغام پہنچتا کہ قضا کا عہدہ قبول کرو لیکن آپ نہ مانتے اور یہی فرماتے کہ میں یہ کام کر ہی نہیں سکتا۔ بعد ازاں خلیفہ کے روبرو لائے گئے تو خلیفہ نے کہا کہ آپ مسلمانوں کے امام ہیں' آپ سے بہتر اور اچھا آدمی کوئی نہیں جسے یہ عہدہ دیا جائے' آپ اسے قبول فرمائیں۔ فرمایا' مجھے ایک حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم منع فرماتے ہیں۔ میں حدیث کو کس طرح رد کر سکتا ہوں جو رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا کلام ہے' اسے رد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ نافرمانی پائی جاتی ہے اور نافرمان عہدہ قضا کے لائق نہیں۔ حدیث یہ ہے:

من جعل قاضیا فقد ذبح بغیر سکین .

یعنی جو قاضی بنایا گیا' وہ بغیر چھری ذبح کیا گیا۔ پس آپ ہی فرمائیں کہ میں کیا کروں؟ جب یہ حدیث سُنی تو فوراً آپ کو رہا کر دیا۔

بعدازاں خواجہ صاحب آبدیدہ ہوئے اور آنجناب کی دیانت کی بہت تعریف کی پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ جو صاحبِ مذہب تھے' ہمیشہ خمیری روٹی کھایا کرتے تھے۔ ایک روز آپ کے باورچی خانے میں خمیر نہ رہا' بہتیرا ڈھونڈا اور طلب کیا لیکن نہ ملا' یہ خبر امام صاحب کو بھی دی گئی آخر آپ کے فرزند کے گھر سے خمیر ملا جس سے روٹی بنا کر امام صاحب کے پیش کی گئی۔ آپ نے پوچھا کہ خمیر کہاں سے ملا؟ خادم نے عرض کی جناب کے صاحب زادے کے گھر سے۔ فرمایا اس کھانے کو سمیٹ کر دجلے میں پھینک آؤ۔ خادم نے سارا کھانا باندھ کر دجلے میں پھینک دیا جب مچھلیوں نے سونگھا تو بغیر کھائے دریا میں چلی گئیں' اتنے میں پانی کی رو آئی اور روٹیوں کو کنارے پر پھینک دیا۔ خادم نے یہ ساری کیفیت آ کر عرض کر دی۔ امام صاحب نے مسکرا کر فرمایا' اے عزیز! تو وہ کھانا ہمیں کھلانا چاہتا ہے جسے مچھلیوں نے بھی نہ کھایا اور پانی نے بھی قبول نہیں کیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ اس سے پہلے کسی وقت آپ کا فرزند قاضی رہ چکا تھا اس خمیر کی بنیاد اس وقت کی گئی تھی۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر یہ فرمایا کہ ان کی یہ حالت تھی جو فرمانِ خدا اور حکم برحق سے ذرّہ بھر تجاوز نہیں کرتے تھے تو ان لوگوں کی کیا حالت ہوگی جو تمام احکام میں عدول حکمی کرتے ہیں۔

بعدازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ داؤد طائی قدس اللہ سرہ العزیز کبھی بھی قاضی یوسف کی ملاقات کو نہ جایا کرتے۔ یاروں نے پوچھا کہ وہ آپ کے اعلیٰ یاروں میں سے ہیں' آپ ان کی ملاقات کو کیوں نہیں جاتے۔ فرمایا جو شخص اپنے پیرومرشد کے برخلاف کرے (یعنی اس کے پیر نے قضا کا عہدہ نہیں لیا' ہم اس کی ملاقات کو نہیں جاتے)

بعدازاں قاضی یوسف کی بزرگی اور صدق کی بابت یہ حکایت بیان فرمائی کہ آپ نے مسند کے اوپر دو لکیریں تلے اوپر کھینچ رکھی تھیں جب مسند سے اُٹھتے تو کھڑے ہو کر اوپر ہاتھ کرتے اگر ان کا ہاتھ اوپر والی لکیر تک پہنچ جاتا تو معلوم کرتے کہ تمام احکام برحق کیے ہیں اگر نہ پہنچتا تو پھر سارے احکام ازسرنو جاری کرتے۔

تقویٰ

بعدازاں تقویٰ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک دفعہ خواجہ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ صاحبہ نے امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آ کر سوال کیا کہ یا امام! میں ایک مسئلہ آپ سے پوچھنا چاہتی ہوں۔ فرمایا' کہو! عرض کی کہ میں کبھی کبھی چاند کی چاندنی میں اور کبھی کسی اور کے چراغ کی روشنی میں چرخہ کاتتی ہوں' کیا یہ درست ہے؟ امام صاحب نے پوچھا کہ آپ کس خاندان سے ہیں؟ عرض کی کہ میں خواجہ بشر کی بہن ہوں۔ امام صاحب نے فرمایا جس خاندان سے آپ ہیں اس کے لیے جائز نہیں کہ کسی اور کے چراغ کی روشنی میں کاتے لیکن دوسرے کے لیے جائز ہے۔

بعدازاں اسی موقع کے مناسب زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک روز امام صاحب راستے سے گزر رہے تھے کہ آپ کے کپڑے پر ذرا سی پلیدی لگ گئی فوراً اسے دھو ڈالا۔ لوگوں نے پوچھا کہ اوروں کے کپڑے پر شرعی درم کے برابر جائز قرار دیتے ہیں اور اپنے لیے تھوڑی سی پلیدی کو بھی ناجائز سمجھتے ہیں اس میں کیا حکمت ہے؟ فرمایا' ایک درم پلیدی شرع میں جائز ہے لیکن

تقویٰ میں جائز نہیں' اسے دھو لینا چاہیے۔

نماز میں حضورِ قلب

بعد ازاں فرمایا کہ شریعت میں خواہ دل حاضر ہو یا نہ ہو' نماز درست ہوتی ہے مگر طریقت میں اصحابِ سلوک کہتے ہیں کہ جب دل حاضر نہ ہو اور حق تعالیٰ کے سوا کسی اور کا خیال دل میں آئے' نماز جائز نہیں ہوتی' اسے پھر پڑھنا چاہیے کیونکہ خیالات کا آنا نماز کا فاسد ہے۔

بعد ازاں اسی موقع کے مناسب فرمایا کہ زنکا لاہوری کبھی جمعہ کی نماز کو حاضر نہیں ہوا کرتے تھے جب تمام اماموں اور بڑے بڑے آدمیوں نے سمجھایا تو آپ جمعہ کے روز نماز کے لیے آئے۔ پہلی رکعت ہی ادا کر کے خرقہ کندھے پر ڈال گھر آ گئے۔ لوگوں نے خطیبؒ کو بُلایا اور آپ کو بھی۔ آپ نے خطیب کو پوچھا کہ جب تو پہلی رکعت ادا کر رہا تھا تو تیرے دل میں کیا خیالات تھے؟ کہا کہ میری گھوڑی نے بچھڑا جنا تھا' میرا خیال تھا کہ کہیں بچھڑا کنویں میں نہ گر پڑے۔ شیخ صاحب نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جس دل میں ایسے خیالات گزرتے ہوں بھلا اس کی نماز کیسی ہوگی؟ اس نے خود اقرار کر لیا ہے کہ میرے گھر میں کنواں ہے' میرے دل میں خیال آیا کہ میں نے کیوں محافظت نہ کی۔

پھر اقرباء کی حق رسی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے رحم پیدا کیا تو فرمایا' اے رحم! میں رحیم ہوں اور رحم کو اس اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔ پس جو تجھ سے قطع تعلق کرے گا' میں اس سے قطع تعلق کروں گا اور جو تجھ سے تعلق پیدا کرے گا میں اس سے تعلق پیدا کروں گا۔

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' سچ ہے جو رحم سے تعلق پیدا کرتا ہے' دوزخ اس سے دُور اور بہشت اس کے قریب ہو جاتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے تفسیر کشاف میں اس آیت "یمحوا اللّٰہ مایشآء ویثبت مایشاء" کے بیان میں لکھا دیکھا ہے کہ جب کوئی شخص اپنوں پر رحم کرتا ہے اگر اس کی عمر کے تین سال باقی ہوں تو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ لوحِ محفوظ سے اس کا نام مٹا دیا جائے اور اس کی عمر کے سال واپس کیے جائیں۔

بیمار پُرسی

بعد ازاں بیمار پُرسی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ بیمار پُرسی کی شرط یہ ہے کہ جب کوئی بیمار ہو تو تین دن بعد اس کی بیمار پُرسی کو جانا چاہیے جب اس کے پاس جائے تو اسے نصیحت کرنی چاہیے کہ جس بندے سے اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا' اسے بیماری لاحق نہیں ہوتی۔ یہ سعادت صرف اسی شخص کو حاصل ہوتی ہے جسے بیماری میں مبتلا کرتا ہے' یہ بیماری گناہ کا کفارہ ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے صلوٰۃ مسعودی میں لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص کسی بیمار کی بیمار پُرسی کے لیے جاتا ہے' اللہ تعالیٰ حکم

کرتا ہے کہ اس کے نامۂ اعمال میں ستر ہزار نیکیاں لکھی جائیں اور ستر ہزار بدیاں دُور کی جائیں اور ہر قدم کے بدلے ایک سال کی ایسی عبادت کا ثواب لکھا جائے جس میں دن کو روزہ رکھے اور رات کو کھڑے ہو کر عبادت کرے۔ بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جب بیمار کے پاس جائیں تو اسے صدقہ دینے کی ترغیب دیں اس واسطے کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے مطابق حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ صدقہ دینے سے صاحب صدقہ سے بلاٹل جاتی ہے اور ثواب میں بھی کمی نہیں آتی۔ صدقہ دینے سے غضبِ الٰہی فرو ہو جاتا ہے اور گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اس کا عوض بھی اللہ تعالیٰ دے دیتا ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ مال زکوٰۃ دے کر جمع کرو اور بیماری کو صدقہ دے کر رد کرو کیونکہ صدقہ سے بہتر اور کوئی علاج نہیں۔

بعدازاں عشق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے یہ شعر فرمایا

فلولا کم ماعرفنا الھویٰ لولا الھوی ماغرفنالکم

ترجمہ: پھر اگر تم نہ ہوتے تو ہمیں عشق کی پہچان نہ ہوتی اگر عشق نہ ہوتا تو ہم تمہیں نہ پہچانتے۔

پھر غلبات شوق اور اشتیاق میں یہ رباعی زبان مبارک سے فرمائی

رباعی

گر عشق نبود سے وز غم عشق نبودے چندین سخن لغز کہ گفتے کہ شنودے
دربار نبودے زسرز لفش کہ ربودے رخسارۂ معشوق بعاشق کہ نمودے

بعدازاں فرمایا کہ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز مونس العشاق میں لکھتے ہیں کہ سب سے پہلی چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی اس کا نام عقل رکھا۔ "اوّل ما خلق اللہ العقل" اور اس گوہر کو تین صفات عنایت کیں۔ اول شناخت حق دوم شناخت خود سوم اس کی شناخت جو نہ تھا پس ہوا اس کی تمثیل یوں بیان فرمائی کہ وہ صفت جسے حق تعالیٰ کی شناخت حاصل تھی، وہ حسن کی صورت میں نمودار ہوئی جسے نیکی بھی کہتے ہیں اور وہ صفت جسے اپنی شناخت حاصل تھی، وہ عشق کی صورت میں ظاہر ہوئی جسے بہتر بھی کہتے ہیں اور تیسری صفت جو نہ تھا سو نہ تھا سے تعلق رکھتی ہے، وہ خون کی صورت میں ہویدا ہوئی جسے اندوہ کہتے ہیں پھر یہ تینوں جسم سے پیدا ہوئیں۔

پھر فرمایا کہ جب محسن نے اپنے آپ کو دیکھا تو اپنے تئیں بہت ہی عمدہ پایا اس لیے اسے خوشی ہوئی اور مسکرایا۔

پھر خواجہ صاحب نے اسی موقع کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب آدم صفی اللہ نے چالیسویں صبح کے آغاز میں آنکھ کھولی اور آپ کی نگاہ عشق پر پڑی تو عشق ہی کی جنبش سے بہشت کو لات مار کر اس ویرانے میں آئے۔

پھر خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ ہاں! ٹھیک ہے بہشتی باغ و محلات میں عشق کا سبق نہیں پڑھایا جاتا، عشق تبھی ثابت ہوتا ہے جب کہ ویرانے میں وحشت کا آوازہ بن جائے۔

نزولِ بلا کا سبب

بعدازاں فرمایا کہ جو بلا لوگوں پر نازل ہوتی ہے' آنکھ کے سبب سے ہوتی ہے' نعمت و مصیبت دونوں آنکھ میں رکھی گئی ہیں۔
پھر اس موقع کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ قصص الانبیاء میں لکھا دیکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جو کچھ دیکھا' سو دیکھا آخرکار اس قدر روئے کر رخسار مبارک کا گوشت و پوست گل گیا' وجہ پوچھی گئی تو فرمایا' کیا کروں؟ آنکھوں ہی نے ناقابلِ دید چیز دِکھائی ہے سوانہیں آنکھوں کے ذریعے مغفرت کا لباس پہننا چاہتا ہوں تاکہ میری وہ ذلت دُور کردیں اور حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مجھے بخش دے جب خواجہ صاحب نے یہ حکایت ختم کی تو حسن علی سنجری نے جو حاضر مجلس تھے' عرض کی کہ اس حکایت کے مناسب ایک رباعی مجھے یاد ہے اگر حکم ہو تو عرض کروں؟ فرمایا' پڑھو! رباعی یہ ہے۔

رباعی

چوں من آں مست و آں لبِ خونخوار رادیدم
ز گریہ چشم من خوں شد پشیمانم چرا دیدم
ازیں چشم پریشاں بیں ہمیشہ ایں بلادیدم
مرا گفتند سوئے روببیں رادیدم بلا دیدم

بعدازاں خواجہ صاحب نے بہت تعریف کی اور موقع کے مناسب ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ امیر المومنین حضرت عمر خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلمان ہونے کی یہ وجہ ہوئی کہ آئینہ محبت آپ کے روبرو رکھا گیا' آپ نے اس میں ایسی صورت دیکھی جس کی تعریف نہیں ہوسکتی۔ پوچھا کہ ایسی خوب صورت چیز کیا ہے؟ اس صورت نے کہا' میں حق تعالیٰ کی محبت ہوں۔ پوچھا' مجھے کب ملے گی؟ کہا جب تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے روبروطہٰ پر اپنی خطاؤں کا خرقہ پھاڑ ڈالے گا اور اسلام قبول کرے گا پھر میں تیرے نصیب ہوں گی۔
پھر خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہوکر فرمایا کہ عشق کا سرمہ ایسا ہے کہ جس آنکھ میں ڈالا جاتا ہے' وہ عرش سے فرش تک سب کچھ دیکھتی ہے اور پھر موقع کے مناسب یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا

عشق آئینہ است کا ندر زنگے نیست
نامراداں را ازیں گل رنگے نیست

سوموار کے روز تیسویں ماہِ صفر سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ پہلی اُمتوں کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی جن کی صورت شامتِ اعمال کے سبب مسخ ہوگئی' زبان مبارک سے فرمایا کہ حقائق میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ خواجہ صاحب جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس طرح پہلی اُمتوں کی صورتیں مسخ ہوئیں' میری اُمتوں کی اس وقت تک نہیں ہوگی جب تک قیامت نہ آئے گی۔

پہلی امتوں کے پچیس گروہ

پھر زبان مبارک سے فرمایا کہ پہلی اُمتوں کے پچیس گروہ تھے۔ بندر' خوک' سوسمار' ہاتھی' بچھو' کتا' زنبور' (بھڑ) ستارہ زہرہ' ستارہ سہیل' سانپ اور مچھلی' نیولا' طوطی' جنگلی چوہا' عقعق (جنگلی کوا) مکڑی' چوہے پکڑنے والا' سفید لومڑی' چڑیا' الو' کوا' کاسہ پشت' گھریلو چوہے' ریچھ' کفلیل پھران کی تفصیل یوں بیان فرمائی کہ پہلا گروہ جو بندر کی صورت بن گیا' وہ قوم تھی جسے اللہ تعالیٰ نے ہفتے کے روز مچھلی پکڑنے سے منع کیا تھا' انہوں نے نافرمانی کی سو اللہ تعالیٰ نے ان کی صورت مسخ کر دی۔

خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ دیکھو اس اُمت میں کئی چیزیں منع ہیں اور یہ برابر انہیں کرتے ہیں دوسرا گروہ جو سور کی صورت بن گیا' وہ حضرت عیسیٰ کی قوم تھی جو مائدہ کی منکر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کفرانِ نعمت کے سبب انہیں اس صورت کا بنا دیا' تیسرا گروہ جو سوسمار (گوہ) بنا' وہ کفن چور تھے اس زمانے کے پیغمبر نے دعا کی اللہ تعالیٰ نے اسے سوسمار بنا دیا' چوتھا گروہ جو ریچھ بنا اس میں وہ لوگ شامل تھے جو ہمیشہ پیغمبر وقت پر سخن چینی کرتے تھے اس وقت جرجیس علیہ السلام پیغمبر تھے۔ حکم ہوا کہ اے جرجیس! (علیہ السلام) ہمارا حکم انہیں پہنچا دو کہ اس سخن چینی سے باز آئیں اور توبہ کریں جب جرجیس علیہ السلام نے حکم سنایا تو انہوں نے پروانہ کی۔ سو اللہ تعالیٰ نے انہیں ریچھ بنا دیا۔ پانچواں گروہ جو ہاتھی بنا' وہ لوگ ہمیشہ چارپایوں پر سوار پھرتے اور نماز میں زمین پر ناک نہ رکھتے' اللہ تعالیٰ نے انہیں ہاتھی بنایا کہ ان کی ناک زمین پر جھاڑو کرتی رہتی ہے۔ چھٹا گروہ جو بچھو بنا اس میں وہ لوگ شامل تھے جو ہمیشہ لوگوں سے لڑا جھگڑا کرتے تھے' اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا مگر باز نہ آئے اس لیے بچھو بنا دیئے گئے۔ ساتواں گروہ بھڑ بنائے اس میں وہ لوگ شامل تھے جنہوں نے ہاروت ماروت کو راہِ راست سے بہکایا۔ نواں گروہ جو زہرہ بنا اس میں وہ زانی شامل تھے جو زنا کرتے اور کسی کی وعظ و نصیحت کا خیال نہ کرتے۔ دسواں گروہ سہیل ستارہ بنا اس میں وہ لوگ شامل تھے جو حضرت صالح علیہ السلام کی قوم سے تھے اور بدزبانی کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا تو پروانہ کی بلکہ پہلے سے بھی سو گنا بدزبانی کرنے لگے اس لیے ان کی یہ صورت ہوئی۔ گیارہواں گروہ مچھلی بنا اس میں کم تولنے والے لوگ شامل تھے' اللہ تعالیٰ نے انہیں اس صورت کا بنا دیا اور یہ قوم ہود علیہ السلام سے تھے۔ بارہواں گروہ نیولا تھا اس میں وہ قصاب شامل تھے جو ستم کیا کرتے اور کم تولا کرتے تھے' اللہ تعالیٰ نے انہیں نیولا بنا دیا۔ تیرہواں گروہ طوطی بنا' یہ لوگ خائن تھے' تمام کاموں میں خیانت کیا کرتے اور حضرت ادریس علیہ السلام کی قوم سے تھے۔ چودہواں گروہ جو چوہا بنا' یہ لوگ چوری کیا کرتے۔ پندرہواں گروہ جو عقعق (جنگلی کوا) بنا' یہ بے ہودہ گو تھے۔ سولہواں گروہ مکڑی بنا اس میں وہ عورتیں شامل تھیں جو شوہروں کی نافرمانی کیا کرتی تھیں۔ سترہواں گروہ چوہے پکڑنے والا بنا اس میں وہ لوگ شامل تھے جو بے دھڑک لوگوں پر حسد کیا کرتے۔ اٹھارہواں گروہ سفید لومڑی بنا اس میں وہ لوگ شامل تھے جو بے دھڑک حماموں میں جاتے اور شرم نہ کرتے۔ انیسواں گروہ چڑیا بنا اس میں وہ لوگ شامل تھے جو ناچا کرتے تھے اور عورتوں کی طرح بناؤ سنگھار کیا کرتے اور لوگوں کے روبرو ناچا کرتے تھے اس لیے غضب الٰہی نازل ہوا اور سب چڑیا کی صورت بن گئے۔ بیسواں گروہ اُلو بنا اس میں وہ لوگ شامل تھے جو لوگوں کے روبرو اپنے تئیں

پارسا ظاہر کرتے اور پیٹھ پیچھے ان کا اسباب چرا کر لے جاتے۔ اکیسواں گروہ کوا بنا اس میں وہ لوگ شامل تھے جو مکر کیا کرتے۔ بائیسواں گروہ کاسہ پشت بنا اس میں وہ لوگ شامل تھے جو لوگوں کی مخالفت کیا کرتے تھے۔ تیئسواں گروہ گھریلو چوہے کی صورت بنا اس میں وہ لوگ شامل تھے جو باورچی کا کام کیا کرتے اور اس میں اور اور چیزیں ڈال کر بیچتے جب فساد برپا ہوتا تو نیکوں کو نصیحت کرتے اور خبر کرتے اور جب فساد کی آگ بھڑک اٹھتی تو خود الگ ہو جاتے۔ چوبیسواں گروہ ریچھ بنا اس میں وہ لوگ شامل تھے جو بہت جھوٹ بولا کرتے تھے۔ پچیسواں گروہ کفلیل (آبی جانور) بنا اس میں وہ لوگ شامل تھے جو لواطت کیا کرتے' یہ لوط علیہ السلام کی قوم تھی۔

جب خواجہ صاحب نے ان فوائد کو ختم کیا تو زار زار روئے اور فرمایا کہ اس اُمت میں ایسے گروہ بھی شامل ہیں جنہوں نے نماز کو بھی خیر باد کہہ دی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس اُمت میں ایسا گروہ بھی ہوگا کہ عورت' عورت کو کافی سمجھے گی جب یہ حالت ہوگی تو سمجھ لینا کہ قیامت نزدیک ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

بدھ کے روز پانچویں ماہ ربیع الاوّل سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ابلیس علیہ اللعنۃ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ابلیس علیہ اللعنۃ نے تیس ہزار سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور سجدہ کرتا رہا' ایک سجدے کے نہ کرنے سے مردود ہو گیا اور ساری طاعت اس کی رد ہو گئی اور سارے اعمال زائل ہو گئے اور فرشتوں کی صورت سے شیطان کی صورت بنا۔ یہ اس کی حالت ہے جس پر ایک لعنت ہوئی تو ان لوگوں کی کیا حالت ہوگی جن پر اللہ تعالیٰ ہر روز تین مرتبہ لعنت کرتا ہے اور فرشتے آمین کہتے ہیں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ گروہ زانیوں کا ہے اور لوطیوں کا ہے' ان کی حالت پر ہزار افسوس جو یہ فعل کرتے ہیں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے اس موقع کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ حقائق میں آیا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس وقت تک قیامت نہ آئے گی جب تک کہ آسمان سے بچھوؤں کی بارش نہ ہوگی جو آدمی کو ایک گھڑی میں اس طرح بھسم کر ڈالیں گے جیسے پانی نمک کو اور یہ اس وقت ہوگا جب لواطت کی کثرت ہو جائے گی۔

پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر لوطی اپنے تئیں سات دریا سے بھی دھوئے تو بھی پاک نہیں ہوتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک دفعہ میں مولانا شمس الدین ترک علیہ الرحمۃ کے وعظ میں حاضر تھا' آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن دونوں فاعل اور مفعول یکجا اُٹھیں گے اور کتے کتیا کی طرح جفتی کرتے ہوئے لوگوں کو دکھائی دیں گے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک روز کسی آدمی نے ایک بزرگ کو کہا کہ میں اکیس میل کا فاصلہ طے کر کے آیا ہوں' آپ مجھے سات باتوں کا جواب دیں' وہ یہ ہیں۔ کہ آسمان سے بزرگ' آگ سے تیز' زمہریر سے سرد' زمین سے فراخ' پتھر سے سخت' دریا سے زیادہ

توانگر اور یتیم سے بڑھ کر خوار کون سی چیز ہے؟ اس بزرگ نے فرمایا کہ آسمان سے بڑا بہتان اور جھوٹ ہے۔ زمین سے فراخ سچی بات ہے' دریا سے بڑھ کر توانگر داتا کا دل ہے' آگ سے گرم حریص کا دل ہے' زمہریر سے زیادہ سرد وہ شخص ہے جو خویش و اقرباء اور دوستوں سے موافقت نہ کرے اور آڑے وقت ان کے کام نہ آئے' پتھر سے سخت کافر کا دل ہے اور یتیم سے بڑھ کر خوار سخن چین ہے کہ جب اس کی بات ظاہر ہو جاتی ہے تو شرمندہ ہوتا ہے اور یتیم سے بڑھ کر خوار ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

بہتان اور بے ہودہ گوئی

واجتنبو الرجس من الاوثان واجتنبو الوزور .

یعنی بہتان لگانے سے پرہیز کرو اور دُور رہو۔ اس واسطے کہ جب بندہ گناہ کر کے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کے اعتقاد کو دیکھتا ہے کہ آیا اس نے توبہ کی ہے یا نہیں اگر فی الواقع اس نے توبہ کی ہے تو اسے بخش دیتا ہے مگر بہتان لگانے کو نہیں بخشتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ خواجہ شبلی علیہ الرحمۃ ایک مرتبہ اپنے یاروں کو نصیحت فرما رہے تھے کہ اے یارو! تمہیں واضح رہے کہ سب سے بڑھ کر گناہ بہتان ہے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے بہتان کو کفر کے برابر فرمایا ہے۔

بعد ازاں بے ہودہ گوئی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ میں نے آثار اولیاء میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک بزرگ نے فرمایا کہ میں ربیع بن ہاشم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ بیس سال رہا اس عرصے میں آپ سے سوائے دو باتوں کے کچھ نہ سنا وہ یہ کہ ایک روز مجھے پوچھا کہ آیا تیرا باپ زندہ ہے؟ اور دوسرے روز پوچھا کہ تمہارے گاؤں سے مسجد کا فاصلہ کتنا ہے؟ یہ دو باتیں کہہ کے زبان کو اس قدر دانتوں تلے دبایا کہ خون آلود ہو گئی اور کہا' اے ربیع! تجھے ایسی بے ہودہ گوئی سے کیا واسطہ؟ پھر بیس سال تک کسی سے گفتگو نہ کی۔

بعد ازاں موقع کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ نے عہد کر لیا کہ جو شخص یاروں میں سے بے ہودہ گوئی کرے' وہ درویش کو آدھا دینار بطور جرمانہ دے جب دیکھا کہ اس کے متحمل ہو گئے ہیں تو ایک دینار کر دیا پھر بے ہودہ گوئی بالکل ترک کر دی۔

بعد ازاں اسی موقع کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ حسان ابن ابی سفیان رحمۃ اللہ علیہ کسی کوچے سے گزر رہے تھے' ایک بلند محل دیکھ کر پوچھا کہ یہ کس نے بنایا ہے؟ پھر دل میں سوچا کہ اے حسان! تجھے اس سے کیا واسطہ؟ اس بے ہودگی کے سبب ایک سال تک کسی سے بات نہ کی۔

بعد ازاں توبہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' زبان مبارک سے فرمایا کہ توبہ قبول ہونے کی یہ علامت ہے کہ اگر تائب مٹی کو ہاتھ لگائے تو سونا ہو جائے۔

خواجہ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا مقام

اس موقع کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ سلطان ابراہیم ادہم کا لکڑیوں کا گٹھا بازار میں رکھا ہوا تھا' ایک آشنا نے دیکھ کر طعن کی کہ صاحب! جو کام آپ کرتے ہیں ایسا کسی نے کیا ہے یعنی بلخ کا ملک چھوڑ کر ایندھن بیچتے ہو' ملک چھوڑنے سے آپ میں کون سی زیادتی ہوگئی۔ یہ سنتے ہی آپ نے اس گٹھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ دیکھ جب اس نے نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہے کہ سارا ایندھن سونا بن گیا ہے۔ فرمایا کہ بلخ کی حکومت چھوڑنے پر سب سے ادنیٰ بات جو مجھے حاصل ہوئی ہے' یہ ہے۔

بعد ازاں انہی معنوں کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ خواجہ ابراہیم ادہم دجلہ کے کنارے بیٹھے خرقہ سی رہے تھے' ایک شخص نے جو پاس سے گزرا' طعن کی کہ بلخ کی حکومت چھوڑ کر تیرے ہاتھ کیا آیا؟ خواجہ صاحب نے اسی وقت سوئی دجلہ میں پھینک دی اور اشارہ کیا تو تمام مچھلیاں منہ میں سنہری سوئیاں لیے نمودار ہوئیں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میری سوئی لاؤ' پیچھے سے ایک اور مچھلی نے سر نکالا اور وہی سوئی آپ کو لا دی اور دریا میں چلی گئی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ دیکھ! بلخ کی حکومت چھوڑنے پر یہ سب سے ادنیٰ درجہ مجھے حاصل ہوا ہے۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ خواجہ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کنویں میں ڈول ڈالا تو پہلی مرتبہ جواہرات سے بھرا ہوا آیا۔ دوسری مرتبہ سونے سے بھرا ہوا' تیسری مرتبہ پانی سے پھر آپ نے وضو کیا اور نماز میں مشغول ہو گئے۔

بعد ازاں آپ کی بزرگی کی نسبت یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ آپ بلخ کے کسی مقبرہ میں بیٹھے تھے' نوبت کی آواز آئی' آپ کے دل میں خیال آیا کہ کبھی میرے نام بھی اسی طرح نوبت بجا کرتی تھی اسی وقت فرشتوں کو حکم ہوا کہ پہلے آسمان میں سنہری ڈھول خواجہ کے سر پر بجائیں جب ہوا میں نوبت بجنے لگی تو خواجہ صاحب نے دیکھا کہ فرشتے ہوا میں نوبت بجا رہے ہیں۔ پوچھا' یہ کس کی نوبت ہے؟ کہا' ہمیں حکم ہوا ہے کہ جس طرح ملک بلخ میں آپ کے نام پانچ وقت نوبت بجا کرتی تھی اسی طرح ساتویں آسمان پر آپ کے نام کی نوبت بجائیں۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی۔ ایک مرتبہ خواجہ صاحب نے حج کا ارادہ توکل کی نیت سے کیا جب روانہ ہو کر جنگل میں پہنچے تو دیکھا کہ ستر برقع پوش کھڑے ہیں جن کے سر تن سے جدا ہیں' ان میں سے ایک سسک رہا تھا اس نے کہا' اے ابراہیم! نزدیک نہ آنا' نہیں تو ہلاک ہو جاؤ گے اور دُور بھی نہ رہنا کہیں مجھ جیسا نہ ہو جائے۔ آپ اسے زندہ دیکھ کر پاس گئے اور پوچھا کہ یہ حال کیا ہے؟ کہا' اے ابراہیم! ہم ستر کے ستر ابدال ہیں' حج کی نیت سے روانہ ہوئے تھے اور ٹھان لی کہ جب تک خانہ کعبہ کی زیارت نہ کر لیں گے' کسی سے بات نہ کریں گے جب یہاں پہنچے تو خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی' ہم سب اپنے عہد کو بھول گئے اور ان سے گفتگو کرنے لگے جونہی گفتگو میں مشغول ہوئے' غیب سے آواز آئی کہ اے جھوٹو! کیا تم نے یہی عہد کیا تھا؟ اتنے میں ہوا میں سے ایک تلوار نمودار ہوئی جس سے ہم سب کے سر تن سے جدا ہو گئے اور مجھ میں جو کوئی دم باقی تھا سو اسی لیے

تھا کہ تجھے کہہ دوں کہ جس نے اس راہ میں قدم رکھا پہلے اس نے جان دی۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے آب دیدہ ہو کر یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا

ما دوست کشیم و تو نداری سر ما　　　داری سر ما و گرنہ دور از بر ما

پھر نیک بخت اور بد بخت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' زبان مبارک سے فرمایا کہ جو نیک بخت ہیں' وہ ماں کے شکم سے ہی نیک بخت پیدا ہوتے ہیں اور جو بد بخت ہیں' وہ بھی ماں کے شکم سے ہی بد بخت نکلتے ہیں۔

پھر خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ جس کو نیک بخت پیدا کیا گیا ہے' اسے دونوں جہان کی نعمت دی گئی ہے جو کچھ اس کے دل میں گزرتا ہے' وہ اس کے سامنے موجود ہوتا ہے اور جسے بد بخت پیدا کیا گیا ہے' وہ ان سعادتوں سے محروم ہے اس میں کسی قسم کی نعمت نہیں اگر لاکھوں قصد بھی کرے تو چونکہ وہ پیدائشی بدنصیب ہے' ہرگز اس کے ارادے پورے نہ ہوں گے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے آب دیدہ ہو کر قاضی حمید الدین ناگوری کی یہ رباعی پڑھی۔

رباعی

یابم ہمہ اطراف جہاں بیمود است　　　گوشم ہمہ اسرار جہاں بشنود است
از دانش دل ہیچ کسے ناسود است　　　تا بخت نباشد ہمہ ایں بیہود است

جھوٹی قسم' زنا اور مومن سے شرارت

بعد ازاں جھوٹ بولنے والوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ میں نے شیخ فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ شمس الدین دبیر قاضی حمید الدین ناگوری کی لوائح شیخ کبیر کے روبرو پڑھ رہے تھے تو شیخ صاحب نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا فرشتہ پیدا کیا ہے جس کا سر عرش کے نیچے ہے اور پاؤں ساتویں زمین کے تلے اور اللہ تعالیٰ کو پاکیزگی سے یاد کرتا ہے' اسے ندا کرتے ہیں اور وحی بھیجتے ہیں کہ اے میرے فرشتے! میری بزرگی اور بزرگواری کی خبر اس شخص کو کیا ہے جو میری جھوٹی قسم کھاتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب سے جس سورۃ کی قسم کھاتا ہے' ہر حرف کے بدلے اتنی بدیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک بزرگ نے شیطان سے پوچھا کہ تیرے نزدیک کون سا کام سب سے اچھا ہے اس نے کہا' میں تین کاموں کو بہت عزیز سمجھتا ہوں۔ اوّل جھوٹی قسم کھانا' دوسرے زنا' تیسرے مومن سے شرارت کرنا۔ نعوذ باللہ منہا

بعد ازاں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی رات دوزخ میں ایسے لوگ بھی دیکھے جو ناخنوں سے ہاتھ پاؤں چھیل رہے تھے' میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ کہا یہ عیب چینی کیا کرتے تھے۔ نعوذ باللہ منہا

ہفتہ کے روز ماہ ربیع الاوّل سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔

خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ

خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز کی بزرگی کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی' زبان مبارک سے فرمایا کہ خواجہ صاحب مادرزاد ولی تھے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ آپ ابھی والدہ کے شکم ہی میں تھے کہ آپ کی والدہ صاحبہ نے مشتبہ لقمہ کھایا تو آپ نے اس قدر سر مارا کہ آپ کی والدہ کو قے کرنی پڑی جب وہ لقمہ نکل گیا تو خواجہ صاحب نے قرار لیا۔

پھر آپ کی بزرگی کی نسبت یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ آپ نے بسطام کے جنگل میں دیکھا کہ تمام جنگل میں عشق برسا ہوا ہے' بہت چاہا کہ آپ کا پاؤں برف میں نیچے جائے لیکن عشق میں نیچے دھنستا گیا۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ آپ سے پوچھا گیا کہ مرد کی کمالیت کس طرح معلوم ہو سکتی ہے؟ فرمایا کہ جب وہ اٹھارہ ہزار عالم کو اپنی دو انگلیوں کے مابین دیکھے جیسا کہ میں دیکھتا ہوں۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک روز خواجہ صاحب سے پوچھا گیا کہ اپنے مجاہدہ کی کوئی حکایت سنائیں' فرمایا جو مجاہدہ میں نے کیا ہے اگر میں بیان کروں تو تم سُن نہیں سکو گے لیکن ہاں! کچھ تھوڑا سا بیان کرتا ہوں جو نفس سے میں نے کیا ہے۔ وہ یہ کہ ایک مرتبہ آدھی رات کو میرے دل میں خیال آیا کہ باقی آدھی رات جاگنا چاہیے' نفس نے میری مخالفت کی اور میرا ہم خیال نہ ہوا' میں نے قسم کھالی کہ اے نفس! تو نے میری رہزنی تو کی ہے اور میرے ساتھ عبادت میں مشغول نہیں ہوا اب میں بھی تجھے سال بھر تک پانی نہ دوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا سال بھر تک پانی نہ دیا۔

بعد ازاں اسی موقع کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ آپ سر پاؤں سے ننگے تھے اور چشم مبارک سے خون جاری تھا' خادم نے جو حاضر خدمت تھا' وجہ پوچھی تو فرمایا کہ اس وقت میں عالم ملکوت میں تھا۔ پہلے قدم میں ہی میں عرش کے پاس جا پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ عرش بھوکے بھیڑیے کی طرح منہ پھاڑے کھڑا ہے' اسے میں نے کہا'' الرحمٰن علی العرش استوی ''یعنی کہتے ہیں کہ اے عرش' رحمٰن! عرش پر قائم ہے جب اس نے سنا تو کہا' اے بایزید! یہ بات کہنے کا کون سا موقع ہے' مجھے کہتے ہیں کہ رحمٰن تیرے دل میں رہتا ہے یعنی اگر تو مجھے طلب کرنا چاہتا ہے تو بایزید کے دل میں دیکھ' آسمان کے رہنے والے زمین کے رہنے والوں سے طلب کرتے ہیں اور زمین والے آسمان والوں سے طلب کرتے ہیں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ایک روز خواجہ یحییٰ معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے جو کی دو روٹیاں پکا کر خواجہ بایزید قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں بھیجیں کہ میں نے آبِ زمزم میں گوندھ کر پکائی ہیں جب خادم نے یہ پیغام دیا تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ روٹیاں لے جاؤ اور کہنا کہ یہ تو بتاؤ کہ یہ آبِ زمزم سے گندھی ہیں لیکن یہ نہ بتایا کہ کس وجہ سے حاصل ہوئیں یا کس کھیت سے حاصل کیں چونکہ ان کی حیثیت معلوم نہیں اس لیے ہم نہیں کھاتے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ اگر آٹھوں بہشت ہماری جھونپڑی میں آئیں اور دونوں جہان کی نعمتیں

بطور جاگیر ہمیں ملیں، ہم سحر کی ایک آہ جو اس کے شوق سے کی جائے بلکہ ایک دم کے بدلے بھی جو اس کی یاد میں آتا ہے اٹھارہ ہزار عالم کو نہ خریدیں۔

بعدازاں سلوک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی، زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک روز شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز سجدے میں یہ فرما رہے تھے کہ اگر قیامت کے دن مجھے تو دوزخ میں بھیجے گا تو تیرے شوق کی وجہ سے اس قدر فریاد کروں گا کہ میرے نالہ وفریاد سے اہلِ دوزخ اپنے عذاب کو فراموش کر دیں گے۔ بعدازاں یہ بھی کہا کہ ہم سے پہلے جو لوگ گزر چکے ہیں، وہ کسی نہ کسی کے آگے سر جھکاتے تھے اور یک بارگی اپنے آپ کو دوست پر فدا کرتے تھے اور اپنے آپ کو اپنے واسطے نہیں چاہتے تھے۔

پھر غلباتِ شوق کی وجہ سے فرمایا کہ اگر دوست کی صفت کا ذرہ بھر جنگل میں آ پڑے تو تمام آسمان اور زمینیں درہم برہم ہو جائیں۔

بعدازاں اسی موقع کے مناسب فرمایا کہ ایک روز خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ مناجات میں بارگاہِ الٰہی میں عرض کر رہے تھے کہ اے پروردگار! اگر تو مجھ سے ستر سال کی نیکیاں پوچھے گا تو میں ستر ہزار سال کی پوچھوں گا کیونکہ اس بات کو ستر ہزار سال گزر گئے ہیں کہ تو نے "الست بربکم" یعنی کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ کہا تھا اور "بلیٰ" ہے۔ کے کہنے سے تمام مخلوقات کو شعور میں لایا تھا۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ آسمان اور زمین میں جو شور ہے، سب "الست" کے شوق سے ہے۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح میں لکھا ہے کہ انسان کے تمام اعضاء کی سرشت عشق سے کی گئی ہے اس لیے جو عاشقوں اور محبوں میں ولولہ ہے، وہ ازل سے ابد تک رہے گا، وہ ہر وقت ارنی انظر علیك ہی کہتے رہتے ہیں۔

امتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت

بعدازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ جب موسیٰ علیہ السلام نورِ تجلی کی دولت سے مشرف ہوئے تو اپنے تئیں نگاہ کر کے اس بات کا غرور کیا کہ میرے سوا کوئی عاشق نہیں اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر فرمانِ الٰہی سنایا کہ اے موسیٰ! ذرا کوہِ سینا کے نیچے دیکھو جب نگاہ کی تو کیا دیکھتے ہیں کہ اسی سال کے بوڑھے اور اٹھارہ سال کے جوان عالم تحیر میں عرش پر نگاہ جمائے کھڑے ہیں اور ارنی انظر پکارتے ہیں۔ آپ یہ دیکھ کر فوراً سربسجود ہوئے اور پوچھا، اے پروردگار! یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا، یہ پیغمبر آخر الزمان کی اُمت ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ میں نے آثار اولیاء میں لکھا دیکھا ہے کہ محبت و دوستی وہ تھی جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو حاصل

تھی کہ دوستی کی خاطر اپنے بیٹے کو قربان کرنا چاہا اسی وقت حکم ہوا کہ اے ابراہیم! (علیہ السلام) ہمیں تحقیق ہو گیا کہ تو ہماری دوستی اور محبت میں ثابت قدم ہے اب لڑکے کو قربان نہ کر اس وقت بہشت سے ایک دُنبہ بھیجتے ہیں تو اسے قربانی کر۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا اس بچے کا صدق اور عقیدہ دیکھو کہ جب اسے (اسمٰعیل علیہ السلام کو) کعبے کے پرنالے تلے لٹا کر حلق پر چھری چلائی گئی اور کارگر نہ ہوئی تو باپ کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے اس طرح لٹاؤ کہ آپ کو میرا چہرہ دِکھلائی نہ دے تاکہ پدری مہر و شفقت جوش میں نہ آ جائے اور چھری نہ چل سکے۔ یہ محض نافرمانی ہے' میرے ہاتھ پاؤں مضبوط باندھ دو تاکہ چھری چلتے وقت پاؤں نہ ہلاؤں کیونکہ ایسا کرنے میں دوست کی رضا نہیں اور کہیں میں گناہ گار نہ ہو جاؤں۔

بعدازاں خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز کی وفات کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جب خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت آ پہنچا تو وضو کر کے سجدہ کیا اور روئے' لوگوں نے پوچھا' سید طریقت! آپ نے اس قدر طاعت و عبادت کی ہے پھر یہ رونے کا مقام کون سا ہے؟ فرمایا' میرے لیے اس گھڑی سے بڑھ کر اور کوئی احتیاج کا وقت نہیں پھر قرآن شریف پڑھنا شروع کیا۔ ایک نے پوچھا کہ آپ اس وقت قرآن شریف پڑھتے ہیں؟ فرمایا' میرے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا؟ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ ابھی میری عمر کا صحیفہ لپیٹ لیا جائے گا اور میری ستر سالہ طاعت و عبادت ہوا میں بال سے لٹکی ہوئی دِکھائی دے رہی ہے جسے ہوا ہلا رہی ہے ایک طرف پُل صراط ہے اور ایک طرف ملک الموت اور قاضی جو عادل ہے اور سامنے راہ ہے' مجھے معلوم نہیں کہ مجھے کس راہ سے لے جایا جائے گا۔ بعدازاں جب قرآن شریف ختم کیا تو سورۂ بقر کی ستر آیتیں اور پڑھیں جب وقت بالکل قریب آ پہنچا تو حاضرین نے عرض کی کہ اللہ کہیں۔ فرمایا' مجھے بھول تو نہیں پھر تسبیح پڑھتے ہوئے انگلیاں بند کرنی شروع کیں جب چار بند کر چکے تو سبابہ کو سیدھا کر کے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی اور آنکھیں بند کر کے جان دوست کے حوالے کی۔ نہلاتے وقت غسال نے چاہا کہ خواجہ صاحب کی آنکھوں میں پانی پہنچائے۔ آواز آئی کہ ہمارے دوست سے ہاتھ اُٹھا لے جو آنکھ ہمارے نام پر بند کی ہے' وہ ہمارے لقاء کے سوا نہیں کھلے گی پھر انگلیوں کو سیدھا کرنا چاہا تو آواز آئی کہ جو انگلیاں ہمارے نام پر بند کی ہوئی ہیں' وہ ہمارے حکم کے سوا نہیں کھلیں گی جب جنازہ اُٹھایا گیا تو ایک کونے پر سفید کبوتر بیٹھا ہوا تھا' اسے بہتیرا اُڑایا' پر نہ اُڑا آواز آئی اپنے تئیں اور اسے تکلیف نہ دو کیونکہ اس کا پنجہ عشق کی منقار (چونچ) سے جنازے کے کونے پر لیا گیا ہے' آج اس کا قالب کروبیوں کے نصیب ہے کہ وہ ہوا میں آج ان کے ساتھ اُڑے۔

بعدازاں خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں ایک شخص نے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو منکر نکیر سے کس طرح خلاصی ہوئی؟ فرمایا کہ جب دونوں فرشتے آئے اور مجھے پوچھا کہ تیرا رب کون ہے؟ تو میں ان کی طرف دیکھ کر ہنس دیا اور کہا جس روز اس نے ''الست بربکم'' پوچھا تھا اس روز میں نے ''بلیٰ'' کہہ دیا تھا اب تم پوچھنے آئے ہو کہ تمہارا خدا کون ہے؟ جس نے بادشاہ کو جواب دیا' کیا وہ غلام سے جھجکتا ہے؟ آج میں بھی اسی کی زبان سے جواب دیتا ہوں' یہ سُن کر چلے گئے اور کہا' ابھی یہ عاشق محبت کے نشے میں ہے۔

بعدازاں امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بارے میں زبان مبارک سے فرمایا کہ آپ کو بیس سال تک کسی نے ہنستے

نہ دیکھا جب موت کا وقت آیا تو آپ ہنسے۔ خادم نے وجہ پوچھی تو فرمایا شیطان پاس کھڑا ہے اور مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہا ہے اور افسوس کر کے کہتا ہے کہ اے امام احمد حنبل! تو بڑی عمدگی سے میرے ہاتھ سے ایمان بچا کر لے چلا ہے' میں اس خوشی کے مارے ہنستا ہوں کہ الحمدللہ! ایمان تو سلامت لے چلا ہوں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

۱۲ ربیع الآخر سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ شریف اور کمینے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' زبان مبارک سے فرمایا کہ خواجہ یحییٰ خالد برمکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب شریف پارسا ہو جاتا ہے تو وہ متواضع ہو جاتا ہے اور جب کمینہ پارسا بنتا ہے تو وہ تکبر کرتا ہے۔

پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ آخری زمانے میں قوم کے سردار ایسے لوگ ہوں گے جنہیں نہ خدا کا ڈر ہوگا اور نہ مجھے یاد کریں گے۔ ہمیشہ مسلمانوں کو ان کی زبان اور ہاتھ سے تکلیف پہنچا کرے گی اور ہمیشہ ان کی جان کو تکلیف دینے کے درپے رہیں گے۔

اذیت رسانی کی مذمت

بعدازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ عمر برمکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز مکہ میں صفا مروہ کے نزدیک ایک شخص کو اونٹ پر سوار دیکھا جس کے آگے پیچھے غلام تھے جو لوگوں کو دُکھ دیتے تھے۔ مدت بعد جب میں بغداد آیا کہ ایک روز پل پر کھڑا تھا کہ ایک شخص کو سر اور پاؤں سے ننگا دیکھ کر جب غور سے نگاہ کی تو سوچ میں پڑ گیا کہ یہ کون ہے اس نے کہا' میاں! مجھے کیوں دیکھتے ہو؟ فرمایا تو مجھے ایسے شخص کا ہم شکل دِکھائی دیتا ہے جسے میں نے مکہ میں اونٹ پر سوار دیکھا تھا اور اس کے آگے پیچھے اس کے غلاموں کو جو لوگوں کو دُکھ دیتے تھے۔ دیکھا' اس نے کہا میں وہی آدمی ہوں۔ میں نے پوچھا' یہ کیا حالت ہوئی؟ کہا' میں تو امید کرتا تھا کہ لوگ میری تواضع کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے خوار و بے عزت کیا۔

بعدازاں فرمایا کہ میں نے "تحفۃ العارفین" میں لکھا دیکھا ہے کہ خواجہ بشر حافی لکھتے ہیں کہ جب کوئی مسلمان کسی اہلِ دنیا کو سلام کرتا ہے تو ایمان کا تیسرا حصہ کم ہو جاتا ہے پھر میں نے یہ حکایت بیان کی کہ میں نے انیس الارواح میں لکھا دیکھا ہے کہ امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص دوزخی کو دیکھنا چاہے وہ اس شخص کو دیکھے جو اہلِ دنیا کو یا مسلمانوں کے علاوہ کسی اور کو آگے بڑھ کے سلام کرے۔

پھر فرمایا کہ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ہم سے بڑھ کر کوئی دوست نہ تھا لیکن جب انہیں دیکھتے تو کھڑے نہ ہوتے کیونکہ اسے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ناپسند فرمایا ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا جس کی طاعتیں پہاڑ کے برابر ہوں گی لیکن اسے ظالم موکل پکڑ لیں گے اور انہیں حکم ہوگا کہ یہ وہ شخص ہے جس نے مسلمانوں کو بُرا بھلا کہا تھا اور زبردستی ان کا مال چھین لیا تھا اور لوگوں کو ناحق

تکلیف دی تھی اس لیے اِس کی تمام نیکیاں اُنہیں اور اُن کی تمام بُرائیاں اِسے دو۔ پھر فرشتے عرض کریں گے کہ پروردگار! اب اس کے پاس کوئی نیکی نہ رہی سب اس کے مدعی لے گئے تو حکم ہوگا کہ اچھا اسے دوزخ میں ڈال دو وہ دوسروں کی بدیوں کے عوض ہلاک ہوگا۔

بعدازاں یہ حکایت خواجہ صاحب نے بیان فرمائی کہ ایک روز ماعز اصحابی نے حضرت رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم میں نے یہ گناہ کیا ہے' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھے اس گناہ سے پاک کریں' میں گناہ کا مرتکب ہوا ہوں' دو تین مرتبہ اس نے ایسا ہی عرض کیا تو فرمایا کہ گڑھا کھود کر اسے سنگ سار کرو' اسے سنگ سار کیا گیا اور ایک روایت کے مطابق اسے ہلاک کیا گیا۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے زبانِ مبارک سے فرمایا کہ جو شخص گناہ کرے اور یہ چاہے کہ گئی ہوئی عقل پھر واپس آئے تو یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔

بعدازاں منافق اور مومن کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ مومن کا دل ایک گھڑی میں ستر مرتبہ پھرتا ہے لیکن منافق کا دل ایک ہی حالت پر رہتا ہے۔

حق تعالیٰ کا دروازہ

بعدازاں سلوک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' زبان مبارک سے فرمایا کہ میں نے تذکرۃ الاولیاء میں لکھا دیکھا ہے کہ خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ سارے ہاتھوں سے حق تعالیٰ کا دروازہ کھٹکھٹایا آخر جب مصیبت کے ہاتھ سے کھٹکھٹایا تو کھلا' میں ہر وقت بازیابی چاہتا لیکن میسر نہ ہوئی' سارے قدموں راہ طے کی آخر جب دل کے قدم سے چلا تو عشرت گاہ میں بیٹھ گیا۔

بعدازاں فرمایا کہ قیامت کے دن جب آٹھوں بہشت بنا سنوار اولیاء اللہ کے پیش کیے جائیں گے تو بہشت سے ایسی ہی فریاد کریں گے جیسی اہلِ دوزخ' دوزخ سے۔

پھر فرمایا کہ ملتان سے ہمارے پاس ایک بزرگ آیا اس نے بیان کیا کہ ایک روز میں شیخ بہاؤالدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر تھا' آپ غلبات شوق میں بارہا سربسجود ہو کر یہ فرماتے تھے کہ عشق اندر آیا اور اس نے اس کے سوا باقی سب کو نکال دیا اور ہمارا ابھی نشان مٹا دیا' میں نے گنا تو ٹھیک سو مرتبہ سجدہ کیا اور یہی فرمایا۔

بعدازاں مصاحبت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' زبان مبارک سے فرمایا کہ نیک لوگوں کی صحبت نیک کام کرنے کی نسبت اچھی ہے اور بُروں کی صحبت بُرے کام کرنے سے بدتر۔

رازاں فرمایا کہ شیخ جلال الدین تبریزی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ نیک کی صحبت سو سال کی طاعت سے افضل ہے پس جو شخص نیکوں کی صحبت میں بیٹھتا ہے' وہ دونوں جہاں کی مرادیں حاصل کر لیتا ہے اور جو بدوں کی صحبت میں بیٹھتا ہے' وہ ان تمام سعادتوں سے محروم رہ جاتا ہے۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ اگر صحبت ہے تو یہی نیک لوگوں اور اولیائے اللہ کی ہے پھر یہ رباعی زبان مبارک سے فرمائی۔

رباعی

بداں کم نشیں کہ صحبت بد گرچہ پاکی ترا پلید کند

آفتابے بدیں بزرگی را قطرۂ ابر ناپدید کند

بعدازاں مولانا وجیہہ الدین باہلی اور مولانا برہان الدین غریب نے پوچھا کہ محبت کا پہلا مقام کون سا ہے۔ خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ پہلا مقام محبت کا عاجزی سے تحیر میں ہوتا ہے اس کے بعد اتصال سے سرور کا حاصل ہونا اس کے بعد انتباہ سے افسردہ ہونا پھر انتظار سے بقاء کا حاصل ہونا اس سے اعلیٰ مرتبہ کسی بشر کو حاصل نہیں ہو سکتا۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا:

عشق کی کمالیت

العبد ان رجع الی اللہ وتعلق باللہ وسکر بقرب اللہ فنسی نفسه ماسواء اللہ فلو قلت له ما عین انت واین تریدلم یکن له جواب غیر اللہ ۔

یعنی بندہ حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس سے تعلق پیدا کرتا ہے اور اس کے قرب میں مست ہوتا ہے تو ماسوائے اللہ اور اپنے تئیں بھی بھول جاتا ہے اگر اس وقت اس سے پوچھا جائے کہ تو کہاں جا رہا ہے؟ کیا چاہتا ہے؟ تو اس سے زیادہ جواب نہیں دے سکتا کہ اللہ۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ایک مقام تو یہ ہے پھر فرمایا کہ محبت کے سارے مقامات سات سو ہیں۔ کامل وہی ہے جو جب تک سات سو مقامات طے نہیں کر لیتا بھید ظاہر نہیں کرتا لیکن جو تنگ حوصلہ ہیں وہ مقام تحیر میں ہی بھید ظاہر کر دیتے ہیں اور اپنے تئیں دیوانہ بنا لیتے ہیں اگر اس اثناء میں بھید کھل جائے تو مارا جاتا ہے۔

بعدازاں اسی موقع کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ کوئی بزرگ خواجہ منصور رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر آیا اور کہا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کس کا روضہ ہے؟ اس کے سارے ہمراہیوں نے کہا' نہیں! فرمایا' یہ منصور دیوانے کا روضہ ہے جو ایک ہی گھونٹ میں بدمست ہو گیا اور بھید ظاہر کر دیا اور مارا گیا پس اے یارو! جو بادشاہ کا بھید ظاہر کر دیتا ہے اس کی سزا ایسی ہوتی ہے جو منصور نے پائی۔

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا:

اطلعنا علی سر من اسرار نا فافشی سرنا وھو جزاء من افشی سر الملوك ۔

یعنی ہم نے اسے اپنا بھید بتایا جسے اس نے ظاہر کر دیا سو اس کی اسے وہی سزا ملی جو اس شخص کو ملتی ہے جو بادشاہوں کا بھید ظاہر کرتا ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ نے انا الحق کہا تو آپ کو تین دن قید خانے میں غائب پایا جب لوگوں نے پوچھا' کہاں تھے؟ فرمایا' بارگاہِ الٰہی میں جب یہ بات خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے سُنی تو فرمایا کہ اس کا علم جلدی تمام کرنا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ اور فساد برپا کرے اور خلقت اس سے غافل رہے۔

بعدازاں خواجہ منصور رحمۃ اللہ علیہ کو بازار میں لاکر سولی پر چڑھانے کا حکم ہوا' آپ ہنسی خوشی رقص کرتے ہوئے سُولی پر چڑھ گئے اور لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ عشق بازی کی دو رکعتیں ہیں جن کا وضو اپنے خون کے سوا کسی چیز سے جائز نہیں اور وہ بھی سولی پر۔

رکعتانِ فی العشق لایصح وضوھا الابالدم ۔

بعدازاں خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے سوال کیا کہ کیا عشق کی کمالیت اس سُولی میں ہے؟ پھر پوچھا' عشق میں صبر کا کیا مطلب؟ فرمایا' ہاتھ پاؤں کاٹ کر سُولی پر چڑھائیں تو صدق دل سے سُولی چڑھے اور سرخروئی حاصل کرے پھر پوچھا' مقام کیا ہے؟ فرمایا' یہ کہ اسے اس کے خدا کے لیے قتل کریں اور وہ اُف تک نہ کرے اور دوسرے روز اسے جلائیں اور خاکستر بنا دیں اور تیسرے روز بہتے پانی میں وہ خاکستر ڈال دیں۔ پس جس شخص کی یہ حالت ہو وہ عشق میں صادق ہوتا ہے۔

بعدازاں جب خواجہ منصور رحمۃ اللہ علیہ کو سنگ سار کیا گیا تو وہ جو قطرۂ خون آپ کے جسم مبارک سے زمین پر گرتا اس سے "انا اللہ" زمین پہ لکھا جاتا۔

بعدازاں خواجہ صاحب ذکر اللہ بالخیر نے آبدیدہ ہو کر خواجہ منصور کے صدق محبت کی بہت تعریف کی اور فرمایا کہ زہے صادق جو پہلے روز قتل کیا گیا' دوسرے روز جلایا گیا' تیسرے روز پانی میں بہایا گیا پھر اس حال کے مناسب یہ رباعی زبان مبارک سے فرمائی۔

رباعی

آں روز مبارک ز تو بیزار شوم ۔۔۔ یا بد دگرے دریں جہاں یار شوم
گر بر سر کوئے تو مرا دار کنند ۔۔۔ من رقص کناں برسر آں دار شوم

بعدازاں فرمایا کہ جب ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ منصور رحمۃ اللہ علیہ کو پھول مارا تو چلا اُٹھے۔ خواجہ شبلی متعجب ہوئے اور پوچھا کہ لوگوں نے اتنے پتھر مارے اور اُف تک نہیں کی اور میں نے پھول مارا تو چلانے لگے اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا' اے شبلی! (رحمۃ اللہ علیہ) یہ لوگ میرے درد سے غافل ہیں اس لیے ان کے پتھروں کی طرف میرا خیال بھی نہیں لیکن تو تو میرے درد سے واقف تھا اس لیے تیرا پھول ان کے پتھروں سے بڑھ کر ہے۔ بعدازاں یہ رباعی زبان مبارک سے فرمائی۔

رباعی

سرگرانم تو کردۂ میرانی ۔۔۔ بااین کرو ہامیاں جانی
گر خلق نداند کہ دریں دل چہ غم است ۔۔۔ بارے کہ تو دردل منی میرانی

پھر مناسب موقع یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ خواجہ منصور قدس اللہ سرہ العزیز نے خواجہ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے بہت سے سوال کیے اور جواب سنے پھر محبت و معرفت کے بارے میں سوال کیا تو عالمِ سکر (بے ہوشی) میں ہوئے۔ خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے حاضرین سے فرمایا' یہ لڑکا ضرور لکڑی کا سر سرخ کرے گا (یعنی سولی چڑھے گا) اسی وقت منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ نے اُٹھ کر سر قدموں میں رکھ دیا اور عرض کی کہ میرا مطلب یہی تھا پھر پوچھا کہ محبت کیا ہے؟ زبان مبارک سے فرمایا کہ صحت و بیماری میں دوست کے نام کے سوا کچھ اور زبان سے نہ بولے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ ذوالنون مصری قدس اللہ سرہ العزیز بیمار ہوئے۔ بار بار سر بسجود ہوتے اور یہ شعر پڑھتے ۔

؎ یالی مرضت قلعه بعدنی　　　غاید منکم مرض فارعولی

یعنی جب بیمار دوست کا نام سنتا ہے تو فوراً شفایاب ہو جاتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ

اتوار کے روز بیسویں ماہ جمادی الاوّل سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا' سلوک کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ مولانا شہاب الدین میرٹھی اور شیخ ضیاء الدین پانی پتی حاضر تھے۔ انہوں نے عرض کی کہ "افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام" کا کیا مطلب ہے؟ خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ جب عالم وحدانیت اور الوہیت پر نگاہ پڑتی ہے تو ماسوائے اللہ پر نگاہ پڑتے ہی نابینا ہو جاتا ہے۔

پھر اس موقع کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ سنون محب قدس اللہ سرہ العزیز مسجد میں وعظ کر رہے تھے' محبت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' سننے والے متوجہ نہ تھے اس لیے مسجد کی قندیلوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے قندیلو! آخر محبت کی بات تم ہی سنو! یہ کہنا تھا کہ سب قندیلیں آپس میں ٹکرا کر ریزہ ریزہ ہو گئیں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ حالت زمانہ ماضی کی ہے جب کہ سارے لوگ صاحبِ درد تھے اِس وقت خواہ لاکھوں وعظ و نصیحت کرو اور احادیث بیان کرو ذرّہ بھر اثر نہیں ہوتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام کے قالب میں جان ڈالی گئی تو سب فرشتوں کو حکم ہوا کہ سجدہ کرو' سب نے سجدہ کیا مگر شیطان نے نہ کیا کیونکہ وہ سرکش' نافرمان اور ریاء کار تھا اس نے آدمی کا بھید پالیا تھا اس لیے اسے معلوم تھا کہ میرے سوا اور کوئی آدم علیہ السلام کے بھید سے کوئی واقف نہیں اور میرے بھید سے بھی کوئی واقف نہیں اسی واسطے سجدہ نہ کیا اور سجدہ نہ کرنے کے سبب مردود ہوا کیونکہ اس کی آنکھوں پر خزانہ رکھا گیا تھا اور حکم تھا کہ ہم نے مٹی میں خزانہ رکھا ہے اور اس خزانے کی شرط یہ ہے کہ جو اسے دیکھ لے اس کا سر کاٹ دیا جائے تا کہ غمازی نہ کر سکے۔ یہ سُن کر شیطان نے دہائی دی کہ مجھے مہلت دی جائے۔ حکم ہوا کہ اچھا' ہم نے تجھے مہلت دی تا کہ اہلِ جہان کو معلوم ہو سکے کہ شیطان جھوٹا اور لعنتی ہے جیسا کہ کلام مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ۔

وہ جن کی قسم تھا اور اس نے اپنے پروردگار کی حکم عدولی کی تھی۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے کتاب محبت میں لکھا دیکھا ہے کہ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز لکھتے ہیں' ایک

دفعہ پوچھا گیا کہ عارف کو گریہ کیوں ہوتا ہے؟ فرمایا اس واسطے کہ وہ ابھی راہ میں ہوتا ہے جب حقائق اور وصال اسے حاصل ہو جاتے ہیں تو گریہ زائل ہو جاتا ہے۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ شیخ سعد الدین حمویہ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ کتاب محبت میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک روز خواجہ بایزید قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا کہ اگر مجھے خلقت کے بدلے میں دوزخ بھیجا جائے گا تو بھی میں صبر کروں گا کیونکہ مجھے اس کی محبت کا دعویٰ ہے اگر ایسا میں کروں تو بھی کچھ نہیں کیا ہوگا اور اگر اللہ تعالیٰ میرے اور تمام خلقت کے گناہ بخش دے تو یہ اس کی رحمت کی صفت ہے، یہ بھی کوئی بڑا کام نہیں ہوگا۔

بعدازاں فرمایا کہ خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ گناہ سے ایک مرتبہ توبہ کی جاتی ہے لیکن طاعت سے ہزار مرتبہ یعنی طاعت گناہ سے بھی زیادہ عجیب ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے اپنے خواجہ شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ زہد دنیا کے ترک کرنے میں ہے اگر تو ایثار نہیں کر سکتا تو اس کی بے عزتی ہی کیا کر اس واسطے کہ راحت اس کی محبت اور اخلاص میں ہے اور نفسانی آرزوؤں کے ترک کرنے میں۔ بعدازاں خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ جب تو کسی اہل محبت کو کوشش کرتے ہوئے اور دنیا کا خیال دل میں لاتے ہوئے دیکھے تو اس کا چہرہ نہ دیکھ کیونکہ وہ مرید طریق نہیں۔

بعدازاں مولانا برہان الدین غریب سلمہ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ محبت کی اصلیت کیا ہے؟ فرمایا، دوستی کی صفائی ہے اس واسطے کہ محبانِ حق دنیا اور آخرت حاصل کرنے کو اپنا شرف نہیں سمجھتے بلکہ وہ حق کو پالینے میں اپنا شرف جانتے ہیں۔ ''المرء مع احبہٖ'' میں نے پوچھا کہ محبت میں مصیبت کیوں ہوتی ہے۔ فرمایا کہ ہر ایک کمینہ اس کا دعویٰ نہ کرے اور جب اس پر مصیبت پڑے تو پیٹھ دکھا جائے۔

پھر فرمایا کہ بدھی نام ایک بزرگ نے ایک مرتبہ عالمِ سکر میں فرمایا:

لیس فی سواك کیف مایلت فاخذنی ۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ سمنون محب قدس اللہ سرہ العزیز ایک روز محبت کے بارے میں بات کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک پرندہ آ کر آپ کے سر پر بیٹھا وہاں سے اُڑ کر ہاتھ میں پھر بغل میں اس کے بعد زمین پر اتنی مرتبہ چونچ ماری کہ چونچ سے خون بہہ نکلا اور وہیں گر کر جان دے دی۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو آگ میں ڈالا گیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر سلام کیا اور عرض کیا، صاحب! آپ کو کیا کسی چیز کی ضرورت ہے؟ فرمایا، تجھ سے نہیں۔ کیونکہ اس وقت آپ حق تعالیٰ میں مستغرق تھے، غیر کو نہیں دیکھ سکتے تھے اس لیے فرمایا کہ جب دوست خود دیکھ رہا ہے تو پھر کیا ضرورت ہے کہ میں تجھ سے خواستگار ہوں۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ شیخ بدرالدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواجہ قطب الدین بختیار اوشی

قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا کہ محبت میں رضا کا یہ مطلب ہے کہ اگر اس کے دائیں ہاتھ پر دوزخ رکھ دیں تو یہ کہے کہ بائیں ہاتھ پر بھی رکھنا چاہیے کیونکہ انسان پر سب سے پہلے جو بات فرض قرار دی گئی' وہ معرفت اور رضا تھی۔ چنانچہ خود فرمایا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتِ کاملہ میں چیزوں کو چیزوں میں چھپا رکھا ہے۔

پھر فرمایا کہ قیامت کے دن عاشقوں کو نور کی زنجیروں سے جکڑ کر لائیں گے کیونکہ اگر انہیں کھول دیا جائے تو تمام قیامت کو اشتیاق حق کی وجہ سے درہم برہم کر دیں۔

بعدازاں فرمایا کہ عشق میں صبر اس بات کا نام ہے کہ نفس کے رنج و آرام و راحت کے درمیان کچھ فرق نہ آ سکے یعنی دونوں حالتوں میں صبر کرے اس واسطے کہ وہی صوفی محبت میں صادق ہے کہ صفا و ہوا میں صوف پہنے' جفائے دنیا کا طعمہ چکھے اور دنیا کو ترک کر دے اگر ایسا کرے گا تو محبت میں ثابت قدم ہے ورنہ نہیں۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جو شخص مردانِ خدا کا دامن چھوڑ دیتا ہے' وہ برباد ہو جاتا ہے پھر آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ ابلیس لعین اور ادریس علیہ السلام نبی علم باطن میں تھے۔ پس ظاہر ہو گیا کہ ابلیس جھوٹ پر تھا اور ادریس علیہ السلام حق و عدل پر جو شخص صدق اور عدل سے تعلق رکھے گا اس سے قیامت کے عدل اور صدق کی بابت پوچھا جائے گا۔

بعدازاں فرمایا کہ شیخ معین الدین سنجری رحمۃ اللہ علیہ اپنے اوراد میں یہ اشارہ فرماتے ہیں کہ تقویٰ ایک خوب صورت چیز ہے جو اندوہ گین دل کے سوا اور کہیں مقام نہیں کرتی اور ہنسی اور غفلت کا مقام اہلِ نشاط کے دل کے سوا اور کہیں نہیں لیکن عاشق ان دونوں سے فارغ ہیں۔

بعدازاں فرمایا کہ بارضاء محبّ روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے امین ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے لیے حجت ہیں' ان کی برکت سے خلقت سے بلائیں ٹلتی ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمان ہوا تھا کہ اے موسیٰ علیہ السلام! اگر ہمارے درویش تیرا تحفہ اور ہدیہ قبول نہ کرتے تو سب کو زمین نگل جاتی۔

بعدازاں فرمایا کہ کتاب محبت میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محبت کا دعویٰ اس شخص کو زیبا ہے جو اپنی مرادات سے فانی ہو جائے اور مراد حق سے باقی۔ پھر اس کا نام دوست رکھا جاتا ہے اور اسے دوست کا لقب شایان ہے اور یہ کہ وہ بندگی سے جواب دے اس واسطے کہ اہلِ محبت کی یہ رسم ہے۔ نہ رسم اور نہ جواب۔ اہلِ محبت دوست کے سوا کسی اور چیز میں مشغول ہی نہیں ہوتے اس واسطے کہ جو شخص حق تعالیٰ کے سوا اور کسی چیز میں مشغول ہوتا ہے' وہ اندوہ کے قریب ہو جاتا ہے جو شخص دوست کی خدمت میں انس نہیں کرتا' وہ وحشت کے نزدیک جا پہنچتا ہے جس کا دل دوست کی طرف مائل نہیں' وہ بالکل ہیچ ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ شیخ شہاب الدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ محبت میں توکل اس بات کا نام ہے کہ جب صبح

اُٹھے تورات کی بابت اسے کچھ یاد نہ ہو اور جب رات ہو تو اسے دن کی بات کچھ یاد نہ ہو۔

پھر فرمایا کہ دانا اور عقل مند وہی شخص ہے جو پیش آنے والے سفر یعنی موت کے لیے تیاری کرے اور اپنے ساتھ کچھ توشہ لے۔

بعدازاں فرمایا کہ خوف بے ادب بندوں کے لیے تازیانہ ہے جس سے ان کی درستی کی جاتی ہے۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جب اہلِ محبت کو کوئی چیز بطورِ فتوح ملتی ہے تو کہتے ہیں کہ آج ہم سے بلا لی گئی ہے اور عاقبت ہمیں دی گئی ہے اس لیے وہ اس بات سے فارغ ہیں۔

بعدازاں فرمایا کہ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز کو جب کوئی چیز بطورِ فتوح حاصل ہوتی تو فوراً خلقِ خدا کو دے دیتے اور فرماتے کہ آج ہم سے بَلا لی گئی ہے' اور ہمیں عاقبت میں مشغول کیا گیا ہے۔

پھر خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ اہلِ جنت وہ لوگ ہیں کہ ان کے اور حق کے مابین کوئی حجاب نہیں۔

بعدازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک روز کوئی درویش شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرفِ بیعت سے مشرف ہوا تو اس نے التماس کی کہ مخدوم! مجھے ایسی نعمت عطا فرمائیں کہ ملتان سے دہلی تک میری آنکھوں کے سامنے کوئی حجاب نہ رہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا' جاؤ! یہ چلہ کرو جب وہ چلہ پورا کیا تو دہلی سے ملتان تک اس کی نظروں میں کوئی حجاب نہ رہا پھر آ کر التماس کی کہ اب میں چاہتا ہوں کہ عرش سے فرش تک میری نظروں میں کوئی حجاب نہ رہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا' ایک چلہ اور پورا کرو جب پورا کیا تو کوئی حجاب نہ رہا جب آ کر حال عرض کیا تو فرمایا کہ بس کرو! اتنا کافی ہے لیکن پھر اس نے التماس کی اب میں چاہتا ہوں کہ حجابِ عظمت کا مکاشفہ حاصل ہو۔ شیخ صاحب نے ناراض ہو کر فرمایا' یہ نہ کہہ ورنہ تو ہلاک ہو جائے گا جونہی آپ نے یہ فرمایا' وہ نعرہ مار کر گر پڑا اور جان خدا کے حوالے کی۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ جب شیخ بہاؤ الدین نے دیکھا کہ وہ کمال کو پہنچ گیا ہے اور کون جانتا ہے شاید وہ اس اقدام سے پھر جائے اس لیے اسی مقام میں اس کا کام تمام کر دیا۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ولایت اسی کا نام ہے جو شیخ جلال الدین تبریزی قدس اللہ سرہ العزیز کو حاصل تھی۔ چنانچہ آپ نے ہندوستان جانے کا ارادہ کیا تو آپ ایک ایسے شہر میں پہنچے جہاں دیو ہر رات ایک آدمی کو کھا جایا کرتا تھا' آپ نے اس دیو کو کوزے میں بند کر دیا اس شہر کے باشندے سب کے سب ہندو تھے جب انہوں نے آپ کی یہ کرامت دیکھی تو سب مسلمان ہو گئے۔ آپ کچھ مدت وہاں رہے اور حکم دیا کہ خانقاہ بناؤ' خانقاہ تیار ہو گئی تو ہر روز ایک گداگر کو لا کر اس کا سر مونڈتے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر خدا رسیدہ بنا دیتے اسی طرح آپ نے پچاس آدمیوں کو صاحب سجادہ اور صاحبِ کرامت کیا اور پھر ان کو وہاں قائم کر کے آپ آگے چل دیئے۔

بعدازاں شیخ علی کھوکھروی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' زبان مبارک سے فرمایا کہ آپ بزرگ آدمی تھے جب آپ مرید ہوئے تو شیخ بہاؤ الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک غار میں جا کر رہنے لگے جب کچھ عرصہ بعد شیخ صاحب آپ کو

دیکھنے گئے تو عصر کا وقت تھا جب گفتگو میں مشغول ہوئے تو آپ کے ہاتھ میں گھاس تھی۔ عرض کی کہ میں نے جناب کی برکت سے اس قدر ترقی کر لی ہے کہ اگر اس گھاس کو کہہ دوں کہ سونا بن جا تو سونا بن جائے۔ چنانچہ یہ کہا تو گھاس سونا بن گئی۔ شیخ صاحب یہ دیکھ کر ناراض ہو گئے اور واپس چلے آئے جب دوسری مرتبہ آپ کو دیکھنے گئے تو شام کا وقت تھا' آپ نے چراغ کی طرف رجوع کر کے فرمایا کہ حکمِ الٰہی سے روشن ہو جا اسی وقت روشن ہو گیا۔ شیخ صاحب برداشت نہ کر سکے' اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے علی! ہم نے تجھے دعا بھی دی اور شکم بھی۔ شیخ علی وہاں سے اُٹھ کر گلی کوچوں اور بازاروں میں پھرنے لگے' کھانے کھاتے اور دعائیں دیتے پھرتے تھے لیکن پیٹ نہ بھرتا تھا' مدت بعد جب تنگ آ گئے تو ارادہ کر لیا کہ شیخ جلال الدین تبریزی کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کروں شاید وہ دعا کریں تو خلاصی ہو۔ روانہ ہوئے اور لکھنوتی میں جا کر حاضر خدمت ہوئے اور آداب بجا لائے۔ شیخ صاحب بشاشت سے پیش آئے اور فرمایا' اچھے موقع پر آیا ہے بعد ازاں کھانا حاضر تھا' آپ کے سامنے رکھا' آپ سارا کھا گئے اور پھر عرض کی کہ میرے حق میں آپ دعا فرمائیں شاید اللہ تعالیٰ آپ کی دعا کی برکت سے مجھے بخش دے فرمایا جب تک مجھے اپنے بھائی بہاؤ الدین زکریا کی اجازت نہ ہو' میں دعا نہیں کر سکتا۔ علی کھوکھروی کو یہ بات دشوار معلوم ہوئی کہ اتنے دور دراز فاصلے پر کون جائے۔ بعد ازاں شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خط لکھا کہ شیخ علی کھوکھروی آپ کا رد کیا ہوا ہے اور ہمارے پاس آ گیا ہے اگر اجازت ہو تو اس کے حق میں دعا کروں؟ اتنا لکھ کر مصلے کے نیچے رکھا اور دو رکعت نماز ادا کی۔ مکتوب کی پشت پر لکھا تھا کہ ہم اجازت دیتے ہیں۔ آپ دعا کریں تاکہ وہ آپ کی دعا سے بخشا جائے۔ شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے شیخ علی کھوکھروی کو پھر ویسا ہی کر دیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت

سوموار کے روز ستائیسویں ماہ جمادی الاوّل سنہ مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اُمتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی چند درویش اوپر کے ملک سے آئے ہوئے تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جنیت المریدین میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کے مطابق لکھا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! اس اُمت کی فضیلت کے بارے میں کچھ فرمائیں۔ نیز یہ کہ قیامت کو آپ کی اُمت کے کتنے گروہ ہوں گے؟ فرمایا کہ میری اُمت کو دوسری اُمتوں پر وہی فضیلت ہے جو مجھے دوسرے پیغمبروں پر حاصل ہے اور قیامت کے دن میری اُمت کے چار گروہ ہوں گے۔ پہلے گروہ کی شفاعت ایسی ہی ہوگی جیسے پیغمبروں کی' وہ علماء اور مشائخ ہوں گے' دوسرا گروہ بغیر حساب جنت میں داخل ہوگا اس میں شہید شامل ہوں گے' تیسرے گروہ پر اللہ تعالیٰ حساب آسان کر کے بہشت میں بھیج دے گا' یہ متقی لوگ ہوں گے' چوتھا گروہ وہ ہوگا جن کی سفارش میں کروں گا اور وہ لوگ گناہ گار ہوں گے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم بیٹھے تھے کہ بہت سے یہودی آئے اور کہا یا محمد مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)! آج ہم آپ سے چند ایک باتیں پوچھیں گے کیونکہ ہم نے توریت میں لکھا دیکھا ہے کہ جو مرتبہ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو عطا کیا گیا ہے' وہ کسی پیغمبر مرسل یا فرشتہ مقرب کو عطا نہیں ہوا۔ فرمایا' پوچھو! عرض کی کہ جناب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)! کی اُمت پر پانچ نمازیں کیوں فرض کی گئی ہیں؟ فرمایا کہ ظہر کی نماز اس واسطے فرض کی گئی ہے کہ اس وقت کوئی چیز یادِ الٰہی سے غافل نہیں ہوتی اس وقت میری اُمت کو یہ نماز ادا کرنے کا حکم ہوا جب آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور بہشت میں گیہوں کا دانہ کھایا اور بہشت سے نکالے گئے اور پھر آپ کی توبہ کی قبولیت کا وقت عصر بنزدیک شام تھا اس وقت شکرانے کے طور پر تین رکعت نماز ادا کی اور عشا کے وقت ہر ایک پیغمبر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا آیا ہے' صبح کے وقت کافر لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے معبودوں کی پرستش کرتے آئے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اس وقت میری اُمت کو صبح کی نماز ادا کرنے کا حکم ہوا ہے۔ عرض کی بالکل بجا ہے پھر عرض کی کہ ان لوگوں کو ثواب کیا ملے گا جو نمازیں ادا کریں گے؟ فرمایا جو ظہر کی نماز ادا کرے گا' اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ اس پر حرام کر دے گا کیونکہ اس وقت دوزخ کو تپانا شروع کرتے ہیں جو عصر کی نماز ادا کرے گا' وہ تمام گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا کہ گویا ابھی ماں کے شکم سے پیدا ہوا ہے کیونکہ آدم علیہ السلام اس وقت مغفور ہوئے تھے اور شام کے وقت ان کی توبہ قبول ہوئی تھی۔ پس جو شام کی نماز ادا کرے اللہ تعالیٰ سے جو مراد چاہے' مل جاتی ہے۔ عشا کے وقت جو مومن جتنے قدم اُٹھا کے مسجد میں جاتا ہے' ہر قدم کے بدلے اسے نور عطا ہوتا ہے جس نور کے سبب وہ پل صراط اور قبر کی تاریکی اور خوف قیامت سے ایمن ہو جاتا ہے جو شخص صبح کی چالیس نمازیں با جماعت ادا کرتا ہے' وہ عذاب دوزخ سے آزاد ہو جاتا ہے۔ عرض کی بالکل بجا فرمایا ہے پھر عرض کی' یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)! ہم نے توریت میں لکھا دیکھا ہے کہ آپ کی اُمت پر تیس روزے فرض کیے گئے ہیں؟ فرمایا' یہ ٹھیک ہے یہ اس طرح پر ہوا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے بہشت میں گیہوں کا دانا کھایا' وہ تیس روز تک آپ کے شکم میں رہا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تیس روزے آپ پر فرض کیے اور اپنے فضل وکرم سے گیہوں کا کھانا حلال کیا۔ عرض کیا' بجا ہے۔

پھر پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)! ان تیس روزوں کا ثواب کیا ہے؟ فرمایا جو تیس روزے رکھتا ہے' اوّل جتنا حرام گوشت اس کے بدن پر ہوتا ہے' سب کم ہو جاتا ہے' دوسرے اسے اپنی رحمت کے نزدیک کرتا ہے' تیسرے اسے ایسا نور عطا فرماتا ہے جس سے وہ قیامت کے دن پل صراط سے بجلی کی طرح گزر جائے گا' چوتھے بغیر حساب اور بغیر عذاب دوزخ میں جائے گا۔ پانچواں اسے حوریں ملیں گی' چھٹے اس قدر ثواب ملے گا جس کا اندازہ وہم و قیاس سے نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۔

یعنی روزہ داروں کو اس قدر ثواب دوں گا جس کا حساب نہیں ہو سکے گا۔

پھر پوچھا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)! جناب کو دوسرے پیغمبروں پر کون سی بزرگی حاصل ہے؟ یہ فرمایا

کہ ہر ایک پیغمبر اپنے لیے التجا کرتا آیا ہے لیکن میں اپنے لیے کچھ نہیں چاہتا صرف قیامت کے دن اپنی اُمت کی شفاعت چاہتا ہوں۔ عرض کی' سچ ہے اللہ تعالیٰ برحق ہے اور آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) اس کے رسول برحق ہیں۔

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ میں نے آثار تابعین میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام توریت پڑھ رہے تھے تو وہاں پر سو مرتبہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) لکھا دیکھا۔ پوچھا یا الٰہی! یہ کون محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) ہے۔ حکم ہوا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام)! وہ میرا دوست ہے' ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں پیدا کرنے سے ہزار سال پہلے ان کا نام عرش پر لکھا تھا۔ پس اے موسیٰ (علیہ السلام)! اسی کی دوستی میں زندگی بسر کر اور اسی کی دوستی میں مرتا کہ قیامت کے دن میں اسی کے ہمراہ تیرا حشر کروں پھر موسیٰ (علیہ السلام) نے عرض کی' اے پروردگار! جب کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) تیرا سب سے پیارا دوست ہے تو کیا اس کی اُمت میری اُمت سے افضل ہے؟ فرمایا' اے موسیٰ (علیہ السلام)! اُمتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو باقی اُمتوں پر ایسی ہی فضیلت حاصل ہے جیسی مجھے بندوں پر۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ تمام اہلِ بہشت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی جن میں ستر صفیں اُمتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوں گی اور باقی دوسرے پیغمبروں کی۔

بعد ازاں فرمایا کہ اخبار میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور پر جناب باری سے عرض کی کہ میں توریت میں دیکھتا ہوں کہ قیامت کے دن وہ (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) سفارش بھی کریں گے اور جسے چاہیں گے' تجھ سے بخشوالیں گے' خواہ وہ دوزخ کے لائق ہی کیوں نہ ہو' ان لوگوں کو تو میری اُمت بنا۔ فرمایا' وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت سے ہوں گے پھر عرض کی کہ توریت میں تو ایسی اُمت کا حال دیکھتا ہوں جو سارا دن گناہ کرے گی اور دن رات میں پانچ مرتبہ نماز ادا کرے گی تو اس کے سارے گناہ ایک نماز سے دوسری نماز تک بخشے جائیں گے ایسے لوگوں کو میری اُمت بنا۔ حکم ہوا کہ وہ اُمتِ محمدی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) میں سے ہوں گے۔

پھر عرض کی کہ توریت میں ایسی اُمت کا حال بھی دیکھتا ہوں کہ جو قربانی کریں گے' خود بھی کھائیں گے اور اوروں کو بھی کھلائیں گے' انہیں اس قدر ثواب ملے گا کہ جس کا حساب نہیں ہو سکتا' ان کو میری اُمت بنا۔ حکم ہوا کہ وہ اُمت محمدی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) سے ہیں۔

پھر عرض کی کہ توریت میں لکھا دیکھا ہے کہ جب انہیں کوئی غسل کی ضرورت درپیش ہوگی تو پانی نہ ملنے کی صورت میں مٹی سے تیمم کر لیں گے' انہیں میری اُمت بنا۔ حکم ہوا کہ وہ اُمتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں سے ہیں۔

پھر عرض کی کہ توریت میں دیکھتا ہوں کہ وہ امر نہی و منکر بجا لائیں گے' انہیں میری اُمت بنا۔ حکم ہوا کہ وہ اُمتِ محمدی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) سے ہوں گے۔

پھر عرض کی بار خدایا! توریت میں دیکھتا ہوں کہ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو روزے رکھیں گے اور ایک روزے کا ثواب انہیں ایک سو سال کے روزوں کے برابر ملے گا' انہیں میری اُمت بنا۔ فرمایا' اے موسیٰ (علیہ السلام)! وہ اُمت محمدی صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہوں گے۔

پھر موسیٰ علیہ السلام نے آرزو کی کہ کاش میں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت سے ہوتا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ

فضیلتِ ماہِ رجب

جمعرات کے روز بیسویں ماہ رجب سنہ مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ماہِ معظم رجب کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ اس مہینے میں جو شخص ایک نیکی کرے اُسے ہزار نیکی کا ثواب ملتا ہے۔

پھر فرمایا کہ جس قسم کی عبادت کی جائے اس کا عوض ویسی ہی ہزار سالہ عبادت کا ثواب ملے گا۔

پھر فرمایا کہ ستائیسویں ماہ رجب کو چار رکعت نماز اس طرح ادا کی جاتی ہے کہ ہر رکعت میں جو سورۃ یاد ہو پڑھیں جو شخص یہ نماز ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عمر دراز کرتا ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے اوراد میں لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص ماہ رجب میں ہر رات سو مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے اللہ تعالیٰ اسے مع اس کے اقرباء قیامت کے دن بغیر حساب بہشت میں داخل کرے گا۔

معجزاتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

بعدازاں سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے معجزات کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ ہر ایک پیغمبر کو خاص خاص معجزے عطا ہوئے لیکن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہر طرح کے معجزے دیئے گئے جو باقی پیغمبروں کو حاصل نہ تھے۔

پھر فرمایا کہ آنجناب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا سر مبارک اس قسم کا تھا کہ جس شخص کے ساتھ آپ کھڑے ہوتے خواہ وہ دراز قد کا ہی ہوتا' آپ اس سے بالشت بھر اونچے دِکھائی دیتے اور جہاں کہیں تشریف لے جاتے' بادل کا سایہ سر مبارک پر ہوتا۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز بیٹھے تھے اور رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی صفت بیان ہو رہی تھی تو فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی چشم مبارک اس قسم کی تھی کہ جس طرح جناب کو آگے کی چیزیں دِکھائی دیتیں اسی طرح پیچھے کی چیزیں بھی دِکھائی دیتی تھیں۔

پھر فرمایا کہ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے یاروں کو فرمایا کہ اے یارو! صفیں سیدھی کرو جس طرح میں آگے کی طرف دیکھتا ہوں اسی طرح پیچھے کی چیزیں بھی دِکھائی دیتی ہیں۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پردے میں بیٹھے ہوتے تو پردے کے اندر باہر کی سب چیزیں آپ کو دِکھائی دیتیں۔ چنانچہ اخبار تابعین میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک عورت سے نکاح کرنا چاہا تو اسے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیجا کہ دیکھو۔ جب آپ نے دیکھا تو عرض

کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! یہ خوب صورت نہیں؟ فرمایا' تم کیسے کہتی ہو کہ خوب صورت نہیں؟ جب تم نے اس کے بائیں رخسار پر خال دیکھا تو کیا تمہارے رونگٹے نہیں کھڑے ہوئے تھے عرض کی' یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! آپ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو' یہ عادت تھی کہ جو بیداری کی حالت میں سنتے' وہی خواب میں سنتے۔ چنانچہ ایک روز ایک یہودی نے آ کر عرض کی کہ میں ایک سوال پوچھوں گا اگر آپ جواب دیں گے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ فرمایا' پوچھو عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)! پیغمبری کی کیا علامت ہوتی ہے؟ فرمایا کہ جب پیغمبروں کی آنکھ سو جاتی ہے اس وقت جو کچھ اور لوگ کہیں' وہ سُن لیتے ہیں کیونکہ ان کا دل اس وقت بیداری کی حالت میں ہوتا ہے اس نے آزمایا تو ٹھیک ویسا ہی پایا پھر وہ مسلمان ہو گیا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ایک روز حسین نامی شخص کو آپ نے بت کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ ایمان لاؤ اس نے کہا' میں ایمان نہیں لاتا فرمایا کہ اگر تیرا بت مجھ سے باتیں کرے تو پھر تو مجھے پیغمبر مانو گے؟ کہا' اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم)! پچاس سال سے اس بت کی پرستش کر رہا ہوں' مجھ سے تو کسی وقت نہ بولا' ہاں! اگر آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) سے گفتگو کرے تو بے شک میں ایمان لاؤں گا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا' اے بت! میں کون ہوں؟ عرض کی' یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! آپ اللہ تعالیٰ کے رسولِ برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اسی وقت حسین مسلمان ہوا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ایک روز اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی مبارک سے پسینہ پونچھ کر شیشی میں ڈال کر حفاظت سے رکھ دیا۔ ایک روز ایک لڑکی کی شادی تھی جب اسے اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس لائے تو آپ نے تھوڑا سا پسینہ مبارک اس لڑکی کے بدن پر لگایا جب تک وہ لڑکی زندہ رہی' خوشبو اس کے بدن سے نہ گئی اور پھر جب اس سے لڑکی پیدا ہوئی تو اس لڑکی میں بھی وہی خوشبو تھی حتیٰ کہ اس کی ساری اولاد میں یہ خوشبو قائم تھی اس لیے اس خاندان کا نام عطار پڑ گیا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ اَنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ سفر میں تھا' عصر کا وقت تھا اور پانی کہیں نہیں ملتا تھا آخر بڑی تلاش کے بعد صرف اس قدر پانی ملا کہ جس سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی طہارت فرما سکتے تھے۔ جناب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس برتن میں دست مبارک ڈالا اور فرمایا کہ اس میں سے پانی لے کر طہارت کرتے جاؤ جب آخری آدمی نے اس میں ہاتھ ڈالا تو برتن میں اتنا ہی پانی موجود تھا۔ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایت ہیں کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی انگشت مبارک سے پانی بہتے ہوئے دیکھا' وہ دست مبارک ابن خطب کے سر مبارک پر ملا اور دعا کی تو انہوں نے ایک سو تیس سال کی عمر پائی جب فوت ہوئے تو اُن کے سر کے صرف چند ایک بال سفید تھے۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک مرتبہ محمد شاہ نام شخص نے شیخ بہاؤ الدین زکریا قدس اللہ سرہ العزیز کی بابت بیان کیا کہ آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے تھے۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آ کر زمین پر سر رکھ دیا اور عرض کی کہ میں نے ایک کنواں کھودا ہے جس کا پانی سخت کھاری ہے اور ہمیں تکلیف ہوتی ہے۔ فرمایا' تھال میں تھوڑا پانی لاؤ۔ جناب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پائے مبارک اس میں دھوئے اور فرمایا کہ اس پانی کو اس کنویں میں ڈال دو۔ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب وہ پانی کنویں میں ڈالا گیا تو کھاری پن جاتا رہا اور نہایت میٹھا پانی ہو گیا۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک روز پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو اکٹھا کر کے انہیں صدقہ دینے کی ترغیب دے رہے تھے اتفاقاً ایک بدو ہاتھ میں اونٹ کی مہار پکڑے مسجد میں آیا اور عرض کی' یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! میں اسے للہ صدقہ کرتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعا دی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ اس کی قیمت کا تخمینہ کرو تا کہ میں اس کی قیمت دے دوں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تخمینہ کیا اور رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وہ اونٹ خرید لیا جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غزا (جہاد) کے لیے جاتے تو اس پر سوار ہوتے۔ ایک مرتبہ غزا سے واپس آ کر اونٹ کو دروازے پر باندھ دیا جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے تو اونٹ نے کہا' السلام علیک یا زین قیامت! آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سنا تو فرمایا' علیک السلام! اونٹ نے عرض کی' یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! میں ایک مسافر کا اونٹ تھا' ایک دفعہ رات کو میں اس کے گھر سے بھاگ آیا' جنگل میں چر رہا تھا' بھیڑیے میرے کھانے کو آئے' دیر بعد آپس میں کہنے لگے کہ لاؤ اس کا فیصلہ کریں۔ بعض نے کہا کہ اسے نہ ستاؤ' یہ زین قیامت کی سواری ہے جو بہترین خلائق محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ پس اونٹ نے عرض کی' یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! میری دو آرزوئیں ہیں' ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عرض کریں کہ میں بہشت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سواری بنوں اور دوسری یہ کہ اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد میں زندہ رہوں تو مجھ پر سوار کوئی نہ ہو۔ جناب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی دونوں آرزوئیں قبول فرمائیں' دعا بھی کی اور وصیت بھی فرمائی۔ جناب فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دنیائے فانی سے انتقال فرمایا تو میں اس اونٹ کی پرورش کرتی رہی۔ ایک روز جب اسے چارہ دینے کے لیے باہر نکلی تو اونٹ نے آواز دی' یابنتِ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)! السلام علیک! آپ نے جواب دیا' علیک السلام! پھر اونٹ نے عرض کی جب سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انتقال فرما گئے' چارہ میرے حلق سے نہیں اُترتا اب وہ وقت آ گیا ہے کہ میں بھی دنیا سے سفر کروں اگر آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پیغام دینا چاہتی ہیں تو فرمائیں۔ حضرت جنابہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کا سر بغل میں لے کر رونا شروع کر دیا' اتنے میں اونٹ نے جان دے دی۔ آپ نے اونٹ کے لیے جگہ کھدوائی اور کپڑے میں لپیٹ کر دفن کروا دیا' سات روز بعد جب کھود کر دیکھا تو نہ اونٹ تھا اور نہ کپڑا۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک روز رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بیٹھے تھے اور گرداگرد اصحاب حلقہ کیے تھے کہ اتنے میں ایک بھیڑیا لبیں ہلاتا ہوا آیا۔ جناب نے دیکھ کر فرمایا کہ اسے راہ دو' یہ درندوں کا قاصد ہے اور میرے پاس آیا ہے اسے راہ دی تو آ کر سلام کیا اور عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! درندے اس وادی میں جمع ہوئے ہیں اور مجھے بطورِ قاصد جناب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں بھیجا ہے تاکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی اُمت کو فرمائیں کہ ڈھور ڈنگر جو کام سے رہ چکے ہیں' وہ ہمیں دے تاکہ ہم ان کے موٹے تازے چوپایوں کو نہ کھائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہماری خوراک ہی گوشت بنایا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم اتنا بھی نہ کرتے جناب نے یاروں کو فرمایا' یاروں نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر صدقات واجب کیے ہیں اس سے بڑھ کر ہم کچھ نہیں دے سکتے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھیڑیئے کو فرمایا کہ سُن لیا۔ پھر عرض کی' یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! ایک اور پیغام ہے کہ اگر ہمیں کچھ نہ دیں تو ہمارے حق میں بددعا نہ کریں۔ فرمایا' میں بددعا نہیں دینی چاہتا' یہ سُن کر بھیڑیا واپس پھرا اور اپنا منہ چاٹ چاٹ کر کہتا تھا کہ خدا کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بددعا سے تو بچالیا۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جس روز خواجہ ابراہیم ادہم قدس اللہ سرہ العزیز نے توبہ کی اس روز تخت پر بیٹھے تھے اور قرآن شریف کی تلاوت کر رہے تھے۔ ایک آدمی کو دیکھا کہ محل پر کسی چیز کی تلاش کر رہا ہے۔ پوچھا' تم کون ہو اور کیا ڈھونڈتے ہو؟ کہا' میرا اونٹ کھویا گیا ہے میں اسے ڈھونڈتا ہوں۔ فرمایا: اونٹ کا محل پر کیا کام؟ کہا: یہ تو کوئی تعجب کی بات نہیں' تعجب کی بات تو یہ ہے کہ تخت پر بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کو ڈھونڈتے ہیں؟ جب دن کو شکار پر گئے اور گھوڑا ادھر ادھر دوڑایا تو غیب سے آواز آئی کہ اے ابراہیم! تو اس سے پہلے بیدار ہو جا کہ تجھے بذریعہ موت جگایا جائے۔ یہ سُن کر جب آگے بڑھے تو ایک ہرن نمودار ہوا۔ اس کے پیچھے گھوڑا اڑالا۔ اس نے مڑ کر کہا کہ اے ابراہیم! تجھے شکار اور کھیل کود کے لیے پیدا نہیں کیا گیا بلکہ عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے جب ہرن سے یہ بات سُنی تو اسی وقت گھوڑے سے اُتر پڑے اور بادشاہی لباس اُتار کر پاس کھڑے گڈریئے کو پہنایا اور اس کے اونی کپڑے آپ پہن کر حج کی راہ لی۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے آب دیدہ ہو کر یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

شاہ ابراہیم دریک جرعہ شد مست آنچناں
لابدی در برکشیدہ گرچہ اطلس پوش بود

بعدازاں فرمایا کہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ راحت الارواح میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے سنا جو فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں قیصر روم کے پاس گیا جب وہاں سے آیا تو جس گھوڑے پر میں سوار تھا' وہ فصیح زبان سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا تھا مجھے تعجب ہوا تو گھوڑے نے سر اُٹھا کر کہا اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے پیدا کیا اور تجھے روزی دیتا ہے اور پھر تو کلمہ نہیں جانتا اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہیں پڑھتا۔ میں نے پوچھا' یہ رسول کون ہے؟ اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کون ہے؟ کہاں' محمد صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم عربی ہاشمی اور مکی ہے۔ میں نے پوچھا' تجھے یہ کیسے معلوم ہے؟ کہا اس اللہ تعالیٰ نے مجھے الہام کیا ہے جس کے سوا اٹھارہ ہزار عالم میں کوئی معبود نہیں اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کا رسولِ برحق (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہے۔ یہ سُن کر ابوسفیان مسلمان ہو گئے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ جوامع الحکایات میں میں نے یہ حکایت لکھی دیکھی ہے کہ ایک روز سید المرسلین خواجہ قاب قوسین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے تھے اور یار گرداگرد بیٹھے تھے کہ اتنے میں ایک بدو دوڑتا ہوا آیا اور کہا کہ اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) مجھے لات اور عزیٰ کی قسم! آسمان اور زمین میں تجھ جیسا میرا کوئی دشمن نہیں کیونکہ تو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہے' میں اس وقت تک تجھ پر ایمان نہیں لاؤں گا جب تک یہ سوسمار (گوہ) جو میرے پاس ہے' تجھ پر ایمان نہ لائے۔ یہ کہہ کر آستین سے سوسمار نکالی اور کہا' اسے پکڑ کر تیرے پاس لایا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے سوسمار۔ اس نے جواب دیا' لبیک یا آرائش قیامت وشرف قیامت! فرمایا تو کس کی پرستش کرتی ہے۔ عرض کی' یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! میں اس معبود کی کی پرستش کرتی ہوں جس کے سوا زمین اور آسمان میں کوئی معبود نہیں پھر فرمایا' میں کون ہوں؟ عرض کی' آپ محمد رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے گا' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو راست گو جانے گا' وہ دین دار ہے اور جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جھوٹا خیال کرے گا' وہ نابکار ہے' ہلاک اور مردود ہو جائے گا۔ بدو نے یہ دیکھ کر منہ پھیر لیا اور ہنس کر کہا کہ مجھے آسمان وزمین کے خدا کی قسم! جب میں پہلے جناب کی خدمت میں حاضر ہوا تو جناب سے بڑھ کر روئے زمین میں میرا کوئی دشمن نہ تھا لیکن اب روئے زمین میں آپ سے بڑھ کر میرا کوئی دوست نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور آپ اس کے رسولِ برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک روز رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے تھے اور جناب کی پشت مبارک کی طرف کھجور کا سوکھا ہوا درخت تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئے اور لوگوں کو علم دین کے بارے میں کچھ فرما رہے تھے' یاروں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا' اے یارو! اب میں بہت بوڑھا ہو گیا ہوں اور کمزور ہو گیا ہوں اب میں کھڑا نہیں ہو سکتا' میرے واسطے کوئی جگہ بناؤ تا کہ میں تمہیں بیٹھ کر دیکھ سکوں اور باتیں کر سکوں جناب کی خاطر یاروں نے تین پایوں کا منبر بنایا اور تیار کر کے مسجد میں رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا اور روئے۔ اس لکڑی سے رونے کی ایسی آواز آئی جیسے اونٹ اپنے بچے کے لیے واویلا کرتا ہے جسے سب یاروں نے سنا جس سے دل کباب ہو گئے اور وہ اسی طرح رویا کی۔ آخر جب آنجناب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اُترے تو اس لکڑی کو بغل میں لیا تب اس کا رونا تھما۔ آنجناب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا' اے لکڑی! اب میں بوڑھا اور کمزور ہو گیا ہوں' کھڑا نہیں ہو سکتا اب تو اپنی آرزو ظاہر کرتا کہ میں تیرے حق میں دعا کروں اور قیامت تک ہری بھری رہے اور لوگ تیرا میوہ کھائیں۔ اگر تو چاہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ بہشت میں تجھے درخت

بنادے تو بھی بتا اس نے عرض کی کہ میں دنیا میں درخت نہیں بننا جنت میں درخت بننا چاہتی ہوں تا کہ اللہ تعالیٰ کے دوست میرا پھل کھائیں پھر آنجناب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر اس کے حق میں دعا فرمائی اور فرمایا' اے یارو! دیکھو اس درخت کو نہ عذاب ہے نہ ثواب پھر دنیا سے بھاگتا ہے اس لیے تمہیں بدرجہ اولیٰ مناسب ہے کہ اُس جہان کو اِس جہان پر ترجیح دو۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے معجزے بیان کرنے لگوں تو ایک سو بیس سال تک بھی ایک صفت بیان نہیں کی جا سکتی اس لیے اتنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اور تمام مسلمانوں کو آنجناب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے زیر سایہ رکھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

نیکی اور بدی

ہفتے کے روز دسویں ماہ شعبان کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا' نیکی اور بدی کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی اور مولانا محمود کھاہی' مولانا علاؤ الدین اندپتی' شیخ یوسف چندیری والی' مولانا برہان الدین اور شیخ عثمان سیوستانی حاضر خدمت تھے' زبان مبارک سے فرمایا کہ نیکی اور بدی دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے قسمت میں لکھی ہوتی ہیں لیکن نیکی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف لگاؤ دیا ہے اور بدی میں اس کی رضا نہیں۔ انسان کو چاہیے کہ جب اس سے بدی ظہور میں آئے تو اسے اپنا فعل سمجھے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا نہیں لیکن قسمت میں ایسا ہی لکھا ہے۔

بعدازاں اسی موقع کے مناسب فرمایا کہ "تحفۃ الاخبار" میں آیا ہے کہ عزیر پیغمبر علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا' بارِ خدایا! جب کہ تو نے بندوں کی قسمت میں نیکی بدی لکھ دی ہے تو بندے کس طرح تقدیر سے پھر سکتے ہیں اور جب وہ گناہ کرتے ہیں تو پھر تو انہیں عذات کیوں دیتا ہے اس میں کیا حکمت ہے فوراً ان پر وحی نازل ہوئی اور کہا گیا کہ اے عزیر (علیہ السلام)! اگر پھر تو مجھ سے یہ مسئلہ پوچھے گا تو تیرا نام پیغمبروں کے دفتر سے کاٹ دیا جائے گا کیونکہ میں بادشاہ ہوں' اپنی سلطنت میں جس طرح چاہوں' کروں' کوئی مجھ سے پوچھ نہیں سکتا اور نہ میری سلطنت میں چوں و چرا جائز ہے۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ کسی کمینے نے خواجہ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کی گردن پر مکا مارا' آپ نے مڑ کر دیکھا تو اس نے کہا' مڑ کر کیا دیکھتے ہو؟ کیا آپ نے نہیں کہا تھا کہ نیکی اور بدی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ فرمایا' ٹھیک ایسا ہی ہے لیکن دیکھنا تو یہ ہے کہ کس بدبخت کو اس کام کے لیے مقرر کیا گیا ہے اور کس کا منہ کالا کیا گیا ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ ابدالوں کے ہمراہ عالم تحیر میں تھے' سمندر کنارے پہنچ کر عالم تفکر میں کھڑے تھے کہ اتنے میں سوداگروں کے اسباب سے بھرا ہوا جہاز ڈوبنے لگا۔ قاضی صاحب کے دل میں خیال آ گیا آسمان کی طرف منہ کر کے عرض کی یا الٰہی! اسے بچالے۔ چنانچہ جہاز بچ گیا۔ ابدالوں نے جب سنا تو قاضی صاحب کو فرمایا کہ آپ ہمارے ہمراہ رہنے کے قابل نہیں' آپ کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے کچھ واسطہ نہیں۔ آپ نے تقدیر کے برخلاف کام کیا ہے

پس جو ہمارے برخلاف ہو وہ ہماری صحبت کے لائق نہیں۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ قاضی صاحب نے صرف اتنی بات ان کی رضا کے بغیر کی تو بیس سال ان کی صحبت سے دُور رہے۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یاروں کو فرمایا کرتے تھے کہ جب میں تقدیر کے معاملے میں گفتگو کر رہا ہوں تو دُور جا کر کھڑے رہا کرو اور مجھ سے کوئی سوال نہ کیا کرو۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان سے سنا ہے کہ ایک مرتبہ مغلوں نے نیشاپور پر حملہ کیا تو اس شہر کے خلیفہ نے کسی کو خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا کہ دعا کریں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اب دعا کا وقت گزر چکا ہے اب تقدیر الٰہی پر شاکر رہ کر بلائے الٰہی کے لیے مستعد رہو۔

بعدازاں درویشوں کی دعا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' زبان مبارک سے فرمایا کہ درویشوں کے پاس آگ بھی ہے اور پانی بھی (یعنی رحم بھی اور قہر بھی)

بعدازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ مصر میں کوئی گودڑی پوش درویش آیا' تین دن تک اس شہر میں بھیک مانگتا رہا لیکن کچھ نہ ملا آخر تین دن کے بعد دریائے نیل کے کنارے جا بیٹھا' ایک مچھلی دریا کے کنارے پر جا پڑی' اسے پکڑ کر شہر میں لایا جس سے آگ مانگتا کوئی نہیں دیتا تھا' شہر کے بیچ میں کھڑے ہو کر آسمان کی طرف منہ کر کے کہا کہ اے پروردگار! اگر تین دن کے بعد مچھلی دی ہے تو آگ بھی دے' اتنا کہنا ہی تھا کہ شہر کے کنارے پر آگ لگ گئی' شور مچ گیا' ساری خلقت شہر سے نکل گئی' خلیفہ شہر بھی باہر نکل گیا' تین دن تک آگ بھڑکتی رہی۔ خلیفہ نے اولیائے طریقت خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آدمی روا۔ کیے کہ خلقت عاجز آگئی ہے' دعا کریں کہ یہ آگ بجھ جائے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہم نے دعا کی ہے' یہ دنیاوی آگ نہیں' یہ کسی درویش کے دل سے نکلی ہے' اسے ڈھونڈو! شاید اس کی دعا سے بجھ جائے جب شہر میں تلاش کی تو آگ کے اندر درویش کو کھڑے ہوئے اور مچھلی بھونتے ہوئے دیکھا جب یہ خبر خلیفہ نے سُنی تو خواجہ ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ کو ہمراہ لے کر پہنچا اور عرض کی کہ اے درویش! مسلمان اور ان کے گھر جلے جا رہے ہیں' برائے خدا دعا کریں۔ درویش نے خواجہ صاحب کو مخاطب کر کے کہا کہ صاحب تین دن سے اس شہر میں ہوں' مچھلی کے لیے آگ مانگی تھی کسی نے نہ دی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا پھر شہر آگ میں کیسے نہ جلے۔ الغرض اس درویش نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا' یاالٰہی! میری مچھلی بھن گئی ہے تو اپنی آگ لے اسی وقت آگ بجھ گئی۔ گویا کبھی لگی ہی نہ تھی۔

بعدازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ کسی شہر میں جمعہ کی رات ستر مرتبہ زنا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ دن نکلنے سے پہلے شہر کو اُکھیڑ کر پھینک دو' فرشتے جب آمادہ ہوئے کہ اس میں آگ لگائیں تو قضا کار اسی شہر سے ستر اذانوں کی آواز آئی' اللہ تعالیٰ نے فوراً فرمایا کہ ایسا نہ کرنا' شہر کو تباہ نہ کرنا۔ عرض کی' کیوں؟ کہا' میں نے ستر اذانوں کی آواز سُنی ہے اور ستر زنا کو ان کے عوض معاف کر دیا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

خواہشاتِ نفس

پھر آرزوئے نفس کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' زبان مبارک سے فرمایا کہ حق تعالیٰ کے اولیاء اور دوستوں نے کئی کئی سال نفس کی آرزو کو پورا نہیں کیا اور اسے بُری طرح مارا ہے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ سری سقطی قدس اللہ سرہ العزیز کو پانچ سال نئے کوزے میں سرد پانی پینے کی خواہش رہی لیکن نہ پیا' ہر روز نفس کو یہی وعدہ دیتے رہے کہ دیکھو آج کل پی ہی لوں گا۔ پانچ سال بعد ایک روز مصلے پر بیٹھے زبان سے یہ الفاظ نکل گئے۔ لڑکی نے سُن کر پانی لا دیا اس وقت آپ نماز میں مشغول تھے' نیند نے غلبہ کیا تو سجدہ ہی میں سو گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ آسمان سے ایک حور بہشتی زیوروں سے آراستہ آپ کے گھر میں آئی ہے اور خواجہ صاحب کے نزدیک آ کر کھڑی ہو گئی ہے۔ پوچھا' اے عورت زیبا! تو کون ہے؟ کہا' میں حور ہوں اور بہشت سے آئی ہوں۔ پوچھا تو کس کی ملکیت ہے؟ کہا اب تک تو آپ کی ملکیت تھی لیکن اب اور کی ہوا چاہتی ہوں اور کہا جو نئے کوزے میں سرد پانی پیئے میں اس کی نہیں رہتی۔ یہ سُن کر کوزہ توڑ ڈالا اور پانی گرا دیا جب خواجہ صاحب بیدار ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ فی الواقع کوزہ ٹوٹا ہوا ہے اور پانی گرا ہوا ہے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ یہ ان لوگوں کا حال ہے جو نئے کوزے اور سرد پانی کی خواہش کرتے تھے' ان لوگوں کی کیا حالت ہو گی جو سر بسر دنیاوی لذتوں کے درپے رہتے ہیں' ایسے لوگوں کو آخری نعمت سے کچھ حصہ حاصل نہیں اور نہ ہو گا۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ جامع الحکایات میں لکھا دیکھا ہے کہ خواجہ ابوتراب بخشی زاہد قدس اللہ سرہ العزیز بارہ سال تک سفید روٹی اور مرغی کے انڈے کی آرزو کرتے رہے اور نفس کو وعدہ دیتے رہے۔ ایک روز عصر کی نماز کے وقت وضو کرنے کے لیے باہر نکلے تو ایک لڑکے نے اُٹھ کر آپ کا دامن پکڑ لیا اور شور مچایا کہ یہی چور ہے جس نے کل میرا اسباب زبردستی لے لیا تھا۔ آج پھر آیا ہے کہ کچھ اور چرا لے جائے۔ لوگ جمع ہو گئے' اتنے میں لڑکے کے باپ نے آ کر آپ کی گردن پر مکا مارا اور کہا کہ جو اسباب کل لے گئے تھے' لاؤ اور گنتے رہے' ٹھیک ساٹھ مکے لگے۔ اتنے میں ایک آدمی نے آ کر آپ کو پہچانا اور سر قدموں پر رکھ دیا اور پھر لوگوں کو کہنے لگے کہ تم غلطی پر ہو' یہ چور نہیں' یہ تو خواجہ ابوتراب زاہد ہیں۔ لوگ معافی مانگنے لگے تو فرمایا کہ جب تم مارتے تھے' ساتھ ہی میں معاف کیے جاتا تھا۔ الغرض وہ شخص خواجہ صاحب کو گھر لے گیا' شام کے وقت جو کھانا آیا تو وہ اتفاقاً نان سفید اور مرغی کا انڈہ تھا۔ خواجہ صاحب نے جب ہاتھ بڑھایا تو نان سفید اور مرغی کا انڈہ دیکھ کر کھانے سے ہاتھ اُٹھا لیا اس شخص نے بہتیری منت سماجت کی لیکن آپ نے ہرگز نہ کھایا اور فرمایا کہ صاحب آج اس کھانے کا صرف خیال ہی میرے دل میں آیا تھا جس کی وجہ سے میری یہ درگت ہوئی اگر میں اسے کھا لوں تو معلوم نہیں کن کن مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے' بغیر کھائے اُٹھ کر چلے گئے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے اسی موقع کے مناسب فرمایا کہ خواجہ حبیب عجمی قدس اللہ سرہ العزیز بیس سال تک بریانی کی

خواہش کرتے رہے اور نفس کی مراد پوری نہ ہوئی۔ ایک روز بازار سے گزر رہے تھے کہ بریانی فروخت ہوتی دیکھی' دو پیسوں کی خرید کر آستین میں رکھ کر روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں لڑکے کھیل رہے تھے' ان میں سے ایک نے کہا کہ حبیب عجمی کا دوست ہوں' مجھے آج ساتواں فاقہ ہے جب آپ نے یہ بات سُنی تو اسی وقت بریانی آستین سے نکال کر اسے دے دی اور خود چلے گئے اور نفس کی بیس سالہ آرزو پوری نہ ہوئی۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ خواجہ ذوالنون مصری قدس اللہ سرہ العزیز کو بارہ سال تک سکبا (ایک قسم کی آش جو گیہوں' سرکے' مصری' گوشت اور کشمش سے تیار کی جاتی ہے) کی آرزو رہی لیکن ہر بار نفس کو وعدوں پر ہی ٹالتے رہے۔ ایک دفعہ جب عید کے دن نماز پڑھ کر گھر آئے اور ایک شخص چند روٹیاں اور سکبا لایا' خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ اے نفس! تو آج خوش ہوگا کہ آج سکبا کھاؤں گا۔ مجھے اللہ تعالیٰ کے جلال کی قسم! تجھے نہیں دوں گا' یہ کہہ کر ان عزیزوں کو جو حاضر خدمت تھے' کھلا دیا اور خود نہ کھایا اسی رات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا جو فرماتے ہیں کہ سکبا کو میری خاطر (جو رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں) کھالے۔ مجھے حکم ہوا ہے کہ جا کر ذوالنون مصری (رحمۃ اللہ علیہ) کو کہہ دو کہ نفس کی مراد پوری کرے کیونکہ میری رضا اسی میں ہے جب خواجہ صاحب بیدار ہوئے تو رو کر فرمایا کہ میں کیا کروں؟ اگر شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم سفارش نہ فرماتے تو ساری عمر ہی سکبا نہ کھاتا لیکن کیا کروں اب مجبور ہوں' اتنے میں ایک اور شخص کچھ روٹیاں اور سکبا لایا' آپ نے تھوڑا سا کھایا۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ خواجہ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال تک میوہ نہ کھایا۔ لوگوں نے کہا اس زمین کے میوے کا کچھ مضائقہ نہیں پھر آپ کیوں نہیں کھاتے؟ فرمایا' مسلمانو! اس کے دو سبب ہیں' ایک یہ کہ جس زمین میں یہ میوہ ہوتا ہے' وہ زمین لشکر کے قبضہ میں ہے' دوسرے نفس سے میری ضد ہے کہ یہ میوہ تجھے نہیں دوں گا۔

پھر خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ میں نے سلوک اولیاء میں لکھا دیکھا ہے کہ خواجہ ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ بارہ سال تک میٹھے انار کی خواہش کرتے رہے۔ ایک روز آپ کے روبرو لایا گیا کہ یہ آپ کی آرزو تھی' بارہ سال بعد اگر اسے استعمال کرلو تو بہتر ہوگا۔ خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ جس روز میں زندہ تھا اور زندگی کی کچھ امید تھی' میں نے نہ کھایا اب جبکہ چلنے کا وقت آ گیا ہے' میں ہرگز نہیں کھاؤں گا۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ طریقت میں عارف وہی شخص ہے جو آپ (خواجہ ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ) سا ہو اور واقعی آدمی کی کمالیت بھی ایسی ہی ہونی چاہیے جیسی کہ خواجہ ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل تھی کہ مرتے وقت بھی انار نہ کھایا۔

بعدازاں اسی موقع کے مناسب فرمایا کہ میں نے "تحفۃ العارفین" میں لکھا دیکھا ہے کہ مولانا علاؤ الدین بدایونی قدس اللہ سرہ العزیز لکھتے ہیں کہ خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز تیس سال تک سیب کی آرزو کرتے رہے لیکن نفس کی یہ آرزو پوری نہ کی۔ چنانچہ ایک مرد نے جب کچھ سیب لا کر آپ کو دیئے تو آپ نے ہاتھ میں لے کر مسکرا کر فرمایا کہ اگر میں نفس کی یہ آرزو

پوری کروں تو وہ مجھ پر غالب آ جائے گا پھر تو میں کچھ بھی نہ ہوا اور جو شخص ایسا کرتا ہے وہ اہلِ معنی کے نزدیک ہیچ ہے اور اس کے عمل میں سستی واقع ہو جاتی ہے۔ یہ کہہ کر حاضرین کو سیب دے دیئے اور خود نہ کھائے۔

بعد ازاں اسی موقع کے مناسب زبان مبارک سے فرمایا کہ شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز انگور کو بہت پسند فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک روز نفس نے تقاضا کیا کہ انگور ضرور کھانے چاہئیں۔ خواجہ صاحب تفکر کی حالت میں تھے، قسم کھائی کہ بقیۃ العمر انگور نہیں کھاؤں گا اور اے نفس! میں یہ تیری آرزو کبھی پوری نہیں کروں گا۔ مولانا بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ جو دن رات آپ کی صحبت میں رہتے، قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ خواجہ صاحب نے باقی عمر میں کبھی انگور نہیں کھائے تا کہ نفس غالب نہ آ جائے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

اہلِ تحیر

اتوار کے روز پانچویں ماہ شوال سنہ مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا شمس الدین یحییٰ، مولانا نصیر الدین گیاہی، مولانا وجیہہ الدین پائلی اور مولانا برہان الدین غریب حاضر خدمت تھے۔ اہلِ تحیر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ طریقت میں عارف وہ شخص ہے جو ہر لحظہ عالم تفکر میں رہے اور کسی آنے جانے والے یا خلق کی اسے خبر نہ ہو اور عالمِ غیب سے ہر دَم اس پر ایک خاص حالت طاری ہو۔

اسی موقع پر فرمایا کہ ایک روز شیخ الاسلام قطب الدین اوشی قدس اللہ سرہ العزیز بیٹھے تھے، گرداگرد درویش بیٹھے تھے، سلوک کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی کہ شیخ صاحب پر حالت طاری ہوئی۔ چنانچہ سات دن رات تک عالم تحیر میں رہے کہ اپنے آپ کی مطلق خبر نہ تھی، نماز کے وقت نماز ادا کر کے عالم تحیر میں محو ہو جاتے۔

بعد ازاں ایک عزیز نے جو حاضر خدمت تھا، آداب بجا لایا کر عرض کی کہ میرے ایک یار نے جو واصل حق تھا، یہ حکایت بیان کی کہ ایک دفعہ میں نے بدخشاں میں چند سیاحوں کو دیکھا جو صاحبِ نعمت تھے۔ ایک مہینے تک وہ عالم تحیر میں رہے اور آسمان کی طرف ٹکٹکی جمائے رہے، کسی آنے جانے والے کی مطلق خبر انہیں نہ تھی لیکن نماز وقت پر ادا کر لیتے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ شیخ الاسلام فرید الحق والدین رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ جب کبھی عالم تحیر میں مشغول ہوتے تو ہر روز ہزار بار سجدہ کرتے جب آپ کی آنکھوں سے خون بہہ نکلتا تو عالم صحو (ہوشمندی) میں آتے۔

بعد ازاں انہی معنوں کے موافق یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز نے بیس سال تک کسی سے گفتگو نہ کی اور آپ کو معلوم نہ ہوا کہ کون سا دن مہینہ یا سال ہے جب عالم تحیر میں ہوتے تو دس دن رات کھڑے رہتے اور آپ کے پاؤں پھٹ جاتے اور خون نکل آتا۔

پھر کرامات کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا نجم الدین اصفہانی مجاور خانہ کعبہ قدس اللہ سرہ العزیز خانہ کعبہ کے دروازے کے پاس شاگردوں کو پڑھا رہے تھے اور سلوک کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی کہ

مولانا پر رِقت طاری ہوئی اور عالمِ سکر میں محو ہو کر مستم مستم (میں مست ہوں' میں مست ہوں) پکار اُٹھے' آواز آئی کہ اے نجم الدین! یہ کیسا شور ہے؟ خاموش رہ تا کہ مستوں کی حد زائل نہ ہو۔

بعدازاں آپ کی بزرگی کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ بیٹھے ہوئے تھے اور گرداگرد صوفی بیٹھے تھے' اتنے میں آپ نے سر اوپر اُٹھا کر دیکھا پھر سر نیچا کر کے اس طرح زار زار روئے کہ حاضرین پر بھی اس کا اثر ہوا پھر فرمایا کہ جب میں نے آسمان کی طرف نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان کے دروازے کھلے ہیں اور مقرب فرشتے ہاتھوں میں نور کے تھال لیے منتظر کھڑے ہیں' بار بار فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ یہ نوری تھال نجم الدین (رحمۃ اللہ علیہ) اور اس کے اصحاب (رحمۃ اللہ علیہم) کے سروں پر نثار کرو جب فرشتے اس کام سے فارغ ہوئے تو لب ہلاتے تھے' میں نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی کہ بارِ خدایا! یہ کیا کہتے ہیں؟ آواز آئی کہ اے نجم الدین (رحمۃ اللہ علیہ)! یہ کہتے ہیں کہ اے پروردگار! تو ہمیں مولانا نجم الدین (رحمۃ اللہ علیہ) کے علم و تقویٰ کی حرمت سے بخش اور رویا میں اس لیے تھا کہ دیکھو اس مشتِ خاک کے حق میں اللہ تعالیٰ کیا کیا فضل و کرم کرتا ہے۔

بعدازاں اسی موقع کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ سید نور الدین نور اللہ مرقدہ جمعرات کو وعظ کر رہے تھے۔ مولانا کرمانی علیہ الرحمۃ بھی حاضر تھے جب سید صاحب نے وعظ ختم کیا تو حاضرین کو فرمایا کہ اے عزیزو! میں آئندہ جمعرات کو اس جہانِ فانی سے سفر کر جاؤں گا صرف یہی ہفتہ آپ کا مہمان ہوں۔ اتنے میں مولانا علاؤ الدین کرمانی نے اُٹھ کر فرمایا کہ واقعی ایسا ہی ہے جیسا کہ سید صاحب فرماتے ہیں۔ جمعرات کو آپ سفر کریں گے اور جمعہ کے روز میں۔ یہ سُن کر مجلس سے نعروں کی آواز آئی آخر ویسا ہی ہوا جیسا کہ سید صاحب اور مولانا کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔

بعدازاں اسی موقع کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک روز شیخ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز بیٹھے تھے کہ ایک آدمی آیا اور آداب بجالا کر بیٹھ گیا۔ شیخ صاحب پر حالت طاری ہوئی تو آپ بار بار پاؤں پھیلاتے اور پھر سکیڑ لیتے اس آدمی نے بھی پاؤں پھیلائے لیکن جب سکیڑنے چاہے تو سکیڑ نہ سکا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ تجھے ان گستاخیوں سے کیا واسطہ؟ ہم جانیں یا ہمارا دوست جس نے ہمیں فرمایا کہ پاؤں سکیڑ لے جب یہ الفاظ آپ کی زبان مبارک سے نکلے تو اس نے پاؤں سکیڑ لیے۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں چوکڑی لگائے بیٹھے تھے' فرشتہ غیبی نے آواز دی کہ اے ابراہیم! کیا بادشاہوں کے روبرو اس طرح بیٹھا کرتے ہیں؟ کہا' آئندہ اس طرح نہ بیٹھوں گا۔ چنانچہ آخری دَم تک پھر آپ کو اس طرح بیٹھا کسی نے نہ دیکھا۔

ذکرِ بہشت

بعدازاں بہشت کی صفت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' زبان مبارک سے فرمایا کہ امام زاہدی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر میں

میں نے لکھا دیکھا ہے کہ حق تعالیٰ نے آٹھ بہشت پیدا کیے ہیں اور آٹھ دروازے جن میں سے ایک دروازہ چالیس سالہ راہ کے برابر فراخ ہے جب مومنوں کو بہشت میں لے جانے کا حکم ہوگا تو یکبارگی اس قدر خلقت داخل ہوگی کہ دروازے گر پڑیں گے۔

پھر فرمایا کہ ناصر بصری رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر میں لکھا دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چار بہشت عدن' خلد' نعیم اور فردوس پیدا کیے ہیں پھر ان میں سے ہر ایک کے اس قدر بہشت بنائے ہیں کہ اگر ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں اور ہر ایک ٹکڑا دانہ اسپند (کالا دانہ' ہرمل) کے برابر ہو تو ان ٹکڑوں کی تعداد کے برابر بہشتوں کی تعداد ہے اور ان بہشتوں میں سے ہر ایک اس قدر وسیع ہے کہ جس قدر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ہیں۔ قیامت کے دن جس کو تھوڑے سے تھوڑا حصہ بہشت کا ملے گا' وہ بھی اس دنیا سے سات گنا ہوگا۔

بعدازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ میں نے امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر میں لکھا دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہشت میں ایسے درخت پیدا کیے ہیں جن کے تنے سونے کے' جڑیں چاندی کی' شاخیں زبرجد کی ہیں اور ان کے میوے دودھ سے سفید انگبین (شہد) سے میٹھے اور مکھن سے نرم ہیں اور ان میووں کے چھلکے نہیں اگر بہشتی ان میووں کی آرزو کریں گے اور درخت کے نزدیک آئیں گے تو خود بخود میوے بھری شاخیں ان کے پاس جھک آئیں گی اور جب کھا چکیں گے تو پھر بلند ہو جائیں گی اور اللہ کی قدرت سے ان میں کمی نہ آئے گی۔

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس وقت انسان بیٹھتے' اُٹھتے اور سوتے جس چیز کی خواہش کرے گا' بن مانگے سب کچھ مہیا ہو جائے گا۔

بعدازاں فرمایا کہ ان درختوں کا سایہ اس قدر ہوگا کہ اگر گھوڑے کا سوار سو سال گھوڑا دوڑائے جائے تو بھی ایک درخت کے سایہ تلے سے نہیں گزر سکے گا۔

پھر فرمایا کہ امام ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بہشت میں ایک سیب اس قسم کا پیدا کیا ہے کہ جب مومن شخص اس کے دو ٹکڑے کرے گا تو اس میں سے ایسی حور نکلے گی جس کی صفت کا بیان نہیں ہو سکے گا۔

پھر فرمایا کہ بہشت میں طوبیٰ نام ایک درخت ہے جس کی شاخیں بہشت کے ہر ایک کمرے میں موجود ہوں گی اور جس کی جڑ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کمرے میں ہوگی اس درخت میں اس قدر تاج اور لباس موجود ہیں کہ جن کی تعداد وہم وفہم میں نہیں آ سکتی۔

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس درخت پر جانور مختلف آوازوں سے طرح طرح کے گیت گائیں گے اور جب بہشتیوں کو ضرورت ہوگی تو آدھا بھنا بھنایا اور آدھا پکا پکایا پرندا ان کے پاس آ جائے گا اور جب حسب خواہش کھا چکیں گے تو پھر فرمانِ الٰہی سے وہ پرندا اُڑ کر درخت پر جا بیٹھے گا۔

پھر مولانا وجیہہ الدین باہلی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی کہ میں نے امام ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر میں لکھا دیکھا ہے' آپ جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ بہشت میں اللہ تعالیٰ نے ایسی حوریں پیدا کی ہیں جو پاؤں سے

زانو تک زعفران کی اور زانوں سے سینے تک کستوری کی اور سینے سے گردن تک عنبر کی اور گردن سے سر تک سفید کافور کی بنی ہیں اگر ان میں سے ایک حور دنیا پر نگاہ ڈالے تو ساری تاریکی دُور ہو جائے' ان میں سے ہر ایک ستر لباس پہنے ہوئے ہو گی جن میں سے ہر ایک لباس کا نور آفتاب کی روشنی کے برابر ہو گا اور ان کی پنڈلیوں کا مغز اس طرح صاف شفاف ہے جیسے شیشہ۔ ہر ایک کے ستر گیسو تھالوں میں رکھے ہوئے ہیں جن پر لکھا ہے کہ جس کو اس قسم کی حور درکار ہے' وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے جب ان سے صحبت کی جائے گی تو ہر مرتبہ باکرہ ہوں گی۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ شاہ صاحب شجاع کرمانی قدس اللہ سرہ العزیز نے خواب میں دیکھا کہ ایک بہشتی حور آپ کے گھر آئی ہے۔ خواجہ صاحب اس سے لپٹنے لگے تو اس نے کہا کہ میرا دامن وہ شخص پکڑ سکتا ہے جو دن کو دن اور رات کو رات نہ سمجھ کر ہر وقت یادِ الٰہی میں رہے اور سوائے عبادتِ الٰہی کے اور کسی کام میں مشغول نہ ہو۔ یہ کہہ کر نظر سے غائب ہو گئی جب شاہ شجاع بیدار ہوئے تو پھر چالیس سال تک زندہ رہے لیکن اس عرصے میں ہرگز نہ سوئے۔

بعد ازاں حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں زبان مبارک سے فرمایا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو جب بھوک لگتی تو حضرت یوسف (علیہ السلام) کے نام کا ورد کرتے اور جب پیاس لگتی تو بھی ایسا ہی کرتے اس طرح بھوک پیاس جاتی رہتی۔ چنانچہ حکمِ الٰہی ہوا کہ اگر یوسف علیہ السلام کا نام لو گے تو تمہارا نام پیغمبروں کے دفتر سے کاٹ دیا جائے گا۔ آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے کہا کہ یہ تازیانہ ادب اس روز سے مارنا چاہیے تھا جب یوسف علیہ السلام کی محبت میں دل گم شدہ ہوا تھا اسی روز کہہ دیا ہوتا کہ یوسف علیہ السلام سے دل نہ لگانا پھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کی بہنوں سے کہا کہ تم یوسف علیہ السلام کا نام لیا کرو اور میں سنا کروں چنانچہ ایسا ہی کرتے رہے اور دل کو تسلی دیتے رہے

گر ہیچ نباشد کہ کسے بنشانم تا نام ترا گیر دو من مے شنوم

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہما السلام کی ملاقات ہوئی اور فراق وصال سے بدل گیا اور بغل گیر ہوئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے آپ کو لاغر پا کر فرمایا کہ اے جانِ پدر! میں تو تیرے فراق میں لاغر ہو گیا مگر تو تو ناز و نعمت میں تھا تو کیوں لاغر ہو گیا؟ عرض کی' ابا جان! جب نعمتوں کا دسترخوان میرے سامنے لایا جاتا اور میں کھانا چاہتا تو فوراً جبرائیل آ کر طعنہ مارتا کہ یعقوب (علیہ السلام) نے کئی سالوں سے تیرے فراق میں کھانا نہیں کھایا' تیرا دل کس طرح چاہتا ہے کہ رنگا رنگ کی نعمتیں کھائے۔ یہ سُن کر وہ نعمتیں زہر ہو جاتیں اور میں ایک ایک دو دو روز کا فاقہ کرتا۔

بعد ازاں مَیں (مؤلف کتاب) نے آداب بجا لا کر عرض کی کہ حضرت یوسف علیہ السلام مرسل تھے۔ آپ کے فرزند کیوں پیغمبر نہ ہوئے۔ خواجہ صاحب نے زبانِ مبارک سے فرمایا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ جب باپ بیٹوں کی ملاقات ہوئی تو حضرت یوسف علیہ السلام سوار تھے' گھوڑے پر سے نہ اُترے' حضرت یعقوب علیہ السلام نے اسی حالت میں آپ کو بغل میں لیا فوراً فرمانِ الٰہی ہوا کہ اے یوسف (علیہ السلام)! تو نے جو یعقوب (علیہ السلام) کی بے ادبی کی ہے یعنی گھوڑے پر سے نہیں اُترا اس کی پاداش میں جو تیرا فرزند ہو گا' وہ پیغمبر نہیں بنایا جائے گا۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ نیشاپوری علماء کی تفسیر میں لکھا دیکھا ہے کہ جس روز یوسف علیہ السلام اور زلیخا ایک جگہ اکٹھے تھے تو ابلیس لعین ساتویں زمین کے نیچے تخت بچھائے بیٹھا تھا اور دائیں بائیں اس کے کارکن کھڑے تھے' کارکنوں سے کہا کہ آج میں نے ایسا کام کیا ہے اگر وہ مکمل ہو گیا تو ابراہیم خلیل اللہ کی ساری آل نگونسار دوزخ میں ڈال دی جائے گی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے خواہ لاکھوں ابلیس درپے کار ہوں اسے ذرّہ بھر ضرر نہیں پہنچتا۔ چنانچہ یوسف علیہ السلام کو قدیمی دشمن ابلیس نے بہتیرا چاہا کہ ملامت کی گرد آپ کے دامن پر لگے لیکن چونکہ خدا خود حافظ و ناصر تھا' آپ کو ضرر نہ پہنچا۔

بعدازاں خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک روز لوگوں نے شیطان کو خواجہ صاحب کے محلے میں سولی پر دیکھا اور خواجہ صاحب نے اس کا ذکر کیا فرمایا کہ اس نے عہد کر لیا تھا کہ جب تک آپ زندہ رہیں گے میں بسطام میں نہیں آؤں گا اس نے وعدہ خلافی کی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے حکم کیا ہے کہ فرشتے لا کر اسے سولی پر چڑھائیں اب بھی اسے جا کر کہہ دو کہ اب کی مرتبہ ہم تمہیں چھوڑ دیتے ہیں لیکن اگر پھر آئے گا تو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ چنانچہ جب ابلیس کو رہا کیا گیا تو پھر آپ کی زندگی تک کبھی بسطام میں آنے کا نام بھی نہ لیا۔

بعدازاں فرمایا کہ خواجہ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ اپنے مجاہدے کا حال بیان فرمائیں فرمایا کہ اگر میں بیان کروں تو تم سننے کی تاب نہیں لاسکو گے لیکن تھوڑا سا بیان کرتا ہوں جو میں نے نفس سے کیا۔ وہ یہ کہ ایک روز میں نے اسے مجبور کر کے طاعت پر لگانا چاہا کہ آج کی رات ہزار رکعت نماز ادا کروں لیکن اس نے مخالفت کی۔ سو میں نے دس سال تک اسے کھانا نہ دیا اور پھر اسے مٹی کھلاتا رہا تا کہ اہلِ جہان کو معلوم ہو جائے کہ جب تک نفس کو اس طرح نہیں مارا جاتا' اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

دیدارِ الٰہی

بدھ کے روز پانچویں ماہ ذیقعد سنہ مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ روایت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' مولانا وجیہہ الدین باہلی' مولانا فخر الدین حاضر خدمت تھے' زبانِ مبارک سے فرمایا خبر میں آیا ہے کہ جب بندے اللہ تعالیٰ کا دیدار دیکھیں گے تو دیکھتے ہی دس ہزار سال تک بے ہوش پڑے رہیں گے پھر حکم ہوگا کہ سر اُٹھاؤ جب دوسری مرتبہ تجلی ہوگی تو چودہ ہزار سال تک بے ہوش پڑے رہیں گے۔

بعدازاں فرمایا کہ قیامت کے دن حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کے کنگرے پر ہاتھ مار کر اس قدر فریاد کریں گے کہ

ساکنانِ عرش اپنے تئیں بھول جائیں گے پھر حکم ہوگا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام)! واپس چلے جاؤ' دیدار کا وعدہ بہشت میں ہے اور جب تک محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اُمتی مجھے نہ دیکھ لیں گے' میں کسی کو دیدار نہ دوں گا۔

امام اعظم اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے عمر نسفی رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ محلے میں سے گزر رہے تھے جہاں پر کچھ لڑکے کھیل رہے تھے' ایک نے ان میں سے کہا کہ ٹھہر جا! امام اعظم آ رہے ہیں اور آج کل یہ ہر رات پانچ سو رکعت نماز ادا کرتے ہیں اور آپ یہ سُن کر جب گھر آئے تو فرمایا کہ ان لڑکوں سے اللہ تعالیٰ نے کہلوایا ہے کہ امام پانچ سو رکعت نماز ادا کرتا ہے سو ان کے گمان کو درست کرنا چاہیے۔ آپ نے اس رات پانچ سو رکعت نماز ادا کی' دوسرے روز جب اس محلے سے گزر ہوا تو انہوں نے کہا کہ دُور ہو جاؤ' امام اعظم آ رہے ہیں جو ہر رات ہزار رکعت نماز ادا کرتے ہیں جب آپ گھر آئے تو ہزار رکعت نماز ادا کی پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ آپ نے اس قدر ترقی کی کہ تیس سال پشت مبارک زمین پر نہ لگائی اور نہ اس عرصہ میں سوئے۔

پھر جناب کی زندگی کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ ماہِ رمضان میں آپ نے ایک سو بیس مرتبہ قرآن شریف ختم کیا' ہر روز چار مرتبہ قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے۔

بعد ازاں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے سنا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ دن میں چار مرتبہ قرآن شریف ختم کرتے ہیں تو فرمایا کہ چونکہ ہم بھی آپ کے مذہب میں ہیں اس لیے ہمیں بھی کچھ کرنا چاہیے تا کہ قیامت کے دن آپ کے روبرو شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ پھر حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی امام بن کر قرآن شریف ختم کر سکتا ہے؟ حاضرین میں سے کوئی اس کا متکفل نہ ہوا۔ خواجہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز نے وظیفہ مقرر کر لیا کہ دس مرتبہ قرآن شریف ختم کر کے پھر کسی طاعت میں مشغول ہوتے۔

بعد ازاں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' زبان مبارک سے فرمایا کہ آپ ابھی بچے ہی تھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے دروازے پر آ بیٹھتے اور جو فتویٰ اندر سے آتا' اسے لے کر پڑھتے اور اس شخص کو فرماتے کہ واپس جا کر امام صاحب سے کہو کہ کتاب میں دیکھیں کیونکہ یہ مسئلہ موافق نہیں جب وہ شخص واپس جا کر امام صاحب کی خدمت میں عرض کرتا اور امام صاحب اچھی طرح مسئلہ تلاش کرتے تو واقعی ویسا ہی ہوتا جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے پھر فرماتے کہ یہ لڑکا علامۂ روزگار ہوگا اور اس سے خلقِ خدا کو بہت فائدہ پہنچے گا۔

بعد ازاں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ بغداد میں قیصر روم کے قاصد آئے اور ہارون الرشید سے کہا کہ ہم بحث کرنا چاہتے ہیں اور وعدہ یہ ہے کہ جو عالم غالب رہے گا اسے یہ مال دیں گے۔ ہارون الرشید نے امام شافعی کو کہلا بھیجا کہ آپ ان سے بحث کریں۔ آپ نے منظور فرمایا اور کہلا بھیجا کہ انہیں کہہ دو' کل دجلہ کے

کنارے ان سے بحث کی جائے گی۔ ہارون الرشید نے ویسا ہی کیا جیسا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔ روم کے قاصد تخت کے پاس بیٹھے بار بار بحث کے لیے تقاضا کرتے تھے۔ ہارون الرشید کہتا تھا کہ امام صاحب آ کر مباحثہ کریں گے اتنے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی آ پہنچے، مسلمانوں کو سلام کر کے پاؤں دریا میں رکھا اور منجدھار میں مصلیٰ بچھا کر دوگانہ ادا کیا اور مصلے پر بیٹھے ہی قاصدوں کو فرمایا کہ جو ہم سے بحث کرنی چاہتا ہے یہاں آ کر کرلے جب انہوں نے آپ کی یہ کرامت دیکھی تو اُٹھ کر اپنی پگڑیاں گلے میں ڈالیں اور کہا کہ آپ ہی یہاں تشریف لے آئیں تاکہ ہم معافی مانگیں۔ آپ تشریف لے آئے اور سب نے قدموں پر سر رکھ دیئے جب یہ خبر قیصرِ روم نے سُنی تو کہا الحمدللہ! اگر امام صاحب یہاں تشریف لاتے تو روم کے سب لوگ مسلمان ہو جاتے پھر اس قدر مال واسباب بھیجا جس کا کوئی شمار نہ تھا۔

بعدازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے علم کا شہرہ سارے جہان میں ہوگیا تو لوگوں نے کہا کہ آپ صاحب مذہب ہونے کے لائق ہوگئے ہیں، کس واسطے مذہب کی بنیاد نہیں ڈالتے۔ فرمایا، میری کیا مجال ہے کہ مذہب کی بنیاد رکھوں کیونکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں اور سب کچھ کرسکتا ہوں لیکن یہ نہیں کرسکتا۔ چنانچہ ایک مرتبہ شیخ عبدالکریم خانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یا ابا عبداللہ! آپ مذہب کی وجہ سے کیوں لوگوں کو تعصب میں ڈالتے ہیں؟ فرمایا، میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں ہوں، میرے اصل ونسب میں کسی نے ایسا نہیں کیا، میں نے خواہ مخواہ علم میں تکلیف اُٹھائی اب دیکھو خدا پر توکل کرتا ہوں جیسا ہوگا، دیکھا جائے گا پھر (مصنف کتاب) نے عرض کی کہ جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ صاحب مذہب کی بنیاد رکھنے سے انکار کرتے تھے تو پھر یہ مذہب کیسے جاری ہوگیا؟ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام محمد حسن کے شاگرد تھے۔ الغرض ایک دفعہ کچھ شعر حسب حال علم امام محمد لکھ کر لائے، امام محمد صاحب نے انہیں دیکھا، تقاضائے بشریت کی وجہ سے فرمایا کہ چونکہ انہوں نے اپنے استاد کے مسائل سے اختلاف کیا ہے، میں بھی ان کے مسائل سے اختلاف کروں گا جب یہ خبر شیخ عبدالکریم نے سُنی تو کہا کہ خلاف وہ شخص کرتا ہے جس نے استاد سے اجازت حاصل کرلی ہو۔ بعدازاں امام صاحب نے بارہ آدمیوں کو اجازت دی کہ استاد کے خلاف کریں پھر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگرچہ میں ان بارہ میں سے نہیں لیکن اُمتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہونے کی وجہ سے مختار ہوں۔ چنانچہ فرمایا ہے ''خلاف اُمتی رحمۃ'' نیز اس خلاف سے میرا منشا یہ ہے کہ میرا نام باقی رہے اور میرے بعد میرے لیے دعا کا باعث ہو۔

بعدازاں اللہ تعالیٰ کے غضب کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی، زبانِ مبارک سے فرمایا کہ جس روز جنگِ احد میں جناب رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دندانِ مبارک اور کئی اصحاب رضوان اللہ اجمعین شہید ہوئے تو جناب سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم شہیدوں میں سے ہر ایک کو دیکھتے تھے، اتنے میں جبرائیل علیہ السلام نے آ کر کہا کہ اُٹھیے گا، پوچھا اس میں کیا حکمت تھی؟ کہا اس وقت تک غضبِ الٰہی فرو نہیں ہوا تھا اگر آپ نہ لیٹتے تو شاید شہید ہو جاتے۔

پھر قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا کہ جب آپ کی موت کا وقت آ پہنچا اور یار بیمار پُرسی کے لیے آئے تو یہ حالت دیکھ کر غم ناک ہوئے۔ پوچھا، کیا مسئلہ پوچھنا چاہتے ہو؟ آگے بڑھ کر مسئلہ پوچھا، یار خوش ہو کر باہر نکلے ابھی

دروازے پر ہی تھے کہ قاضی صاحب کا انتقال ہو گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

بعدازاں امام حسن رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبانِ مبارک سے فرمایا کہ آپ امیر المومنین اور امیرزادہ تھے۔ آپ نے اس قدر کتابیں تصنیف فرمائی ہیں کہ بہت سے قاضیوں کو ان کتابوں کے نام بھی معلوم نہیں۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ''حیض'' تیار کرنے کے لیے سات سولونڈیاں خرید کی تھیں' دوسو ہندی سیقلانی جن کا مزاج سرد تھا' دوسورومی جن کا مزاج سرد خشک تھا اور دوسو والانی جن کا مزاج گرم خشک تھا' کسی سے صحبت نہ کی صرف ان کے خون کی رنگوں کو دیکھتے رہے تب کہیں کتاب ''حیض'' تصنیف ہوئی۔

بعدازاں فرمایا کہ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ہارون الرشید کے داماد بنے تو آپ کی یہ شان ہوئی کہ مطلا لباس پہنتے' ہزار غلام سنہری اور روپہلی چوبیں ہاتھوں میں لیے آپ کے آگے آگے چلتے۔ ایک روز اسی شان میں جا رہے تھے تو محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ خرقہ پہنے سامنے آئے اور قاضی صاحب کو سلام کیا اور جواب حسب مراد نہ پا کر بمقتضائے بشریت فرمایا۔ اے یوسف! تو دنیائے بے وفا پر فخر کرتا ہے جو کہ پائیدار ہی نہیں اور یہ شعر پڑھے۔

بدر شرہ یا بدہمہ رنگ وبوئے	الا تا توانی نہ پیچی سراز علم
چو خواہی کہ از علم خود بہر یابی	سوائے عمل نیست حاصل تراز علم

پھر قاضی صاحب گھوڑے سے اُتر کر آپ سے بغل گیر ہوئے اور معافی مانگی کہ میں ورد کر رہا تھا اس واسطے میں نے بلند آواز سے جواب نہیں دیا اور مجھ سے یہ خطا ہوئی لیکن آپ پر واضح رہے کہ میری نظروں میں دنیا کی کچھ وقعت نہیں۔ ذرا میری رکابوں کی طرف دیکھو' ایک سونے کی ہے اور ایک لکڑی کی یہ اس لیے کہ جب کوئی سنہری رکاب دیکھے تو علم کی امید پر قدم بڑھائے اور جب لکڑی کی رکاب پر نگاہ پڑے تو سمجھے کہ دنیا عالم کو دھوکہ نہیں دے سکتی اور یہ کہ عالم شخص دنیا کی کچھ قدر نہیں کرتا۔

بعدازاں فرمایا کہ ایک روز قاضی ابو یوسف گھوڑے پر سوار جا رہے تھے' ایک مست علوی کندھے پر دھوبیوں کی طرح کپڑے ڈالے سامنے آیا اور آواز دی کہ قاضی صاحب! میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں' ٹھہر جاؤ! اس کا جواب دیتے جاؤ' آپ ٹھہر گئے اور فرمایا' پوچھیے۔ کہا: آپ نے ایسا کون سا کام کیا جس کے سبب آپ کو یہ دولت نصیب ہوئی اور میں نے ایسا کون سا فعل کیا جس کی وجہ سے اس طرح پریشان ہوں؟ فرمایا' میں نے وہ کیا جو آپ کے آباؤ اجداد نے فرمایا اور آپ نے وہ کیا جو میرے آباؤ اجداد نے کیا یعنی علم کے درجے نے میرے سارے عیب چھپا لئے۔ خواجہ صاحب نے زبانِ مبارک سے فرمایا کہ یہ اس واسطے ہے کہ تا کہ اہلِ جہان کو معلوم ہو جائے کہ درجہ علم سے بڑھ کر اور کوئی درجہ نہیں اس واسطے کہ کلامِ الٰہی میں ہے کہ ''والذین اوتوا العلم درجات''۔

بعدازاں فرمایا کہ قاضی القضاۃ فرماتے ہیں کہ ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن اور حدیث سے فقہ نکالی۔ چنانچہ سورۂ بقرے اور احادیث سے نو مسئلے نکالے پھر ہر مسئلے میں بہت سے مسائل بیان کیے تب خلقِ خدا کو علم سیکھنے کی تحریص و ترغیب دی۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے مولانا شہاب الدین میرٹھی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ (امامِ اعظم) علم کی جڑ تھے اور آپ

کے یار اس کی شاخیں جن بارہ کو آپ نے مخصوص کیا' ان کو خاص خاص کاموں کے لیے مخصوص کیا۔ چنانچہ ابو یوسف اور محمد رحمۃ اللہ علیہما کو فتویٰ دینے کے لیے مخصوص کیا پھر فرمایا کہ فتویٰ کی صورت انہیں کے قول اور اجتہاد پر تھی کیونکہ اصل مفتی نے انہیں اجازت دی تھی اس واسطے کہ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو حکم بدرجہ کمال حاصل تھا اور محمد خود یگانہ روزگار تھے اور ہمیشہ تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے۔ چنانچہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محمد بن حسن نے آسمان کے ستاروں کی تعداد کے برابر اپنی ذات سے مسئلے پیدا کیے جن کے جواب قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے دیئے۔ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ نے عبادت کا رُخ اختیار کیا اور ایک روز بے حرمتی کی جس کی وجہ سے آپ کا نام روشن نہ ہوا اور ابوسلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے زہد اختیار کیا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ خدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ادب سیکھنا چاہیے' اپنے استاد ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نہیں دیکھتے کہ جیل وغیرہ کی مصیبتیں قبول کیں لیکن حاکم بننا منظور نہ کیا۔

بعد ازاں متدعیوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک روز خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک متدعی (استدعا کرنے والا' خواہشمند وغیرہ) کی مجلس میں گئے اس سے متدعیانہ بات سُن کر بیس سال اس بات کی کوشش کرتے رہے مگر اس کے دل سے وہ بات نہ گئی پھر خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں بہتیری کوشش کرتا ہوں کہ اس کے دل سے یہ بات نکل جائے لیکن نہیں نکلتی اب مجھے ڈر ہے کہ یہ بات قبر میں میرے ساتھ نہ جائے پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ اس واسطے ہے کہ متدعیوں کو تکلیف نہ دی جائے۔

حفظِ قرآن

بدھ کے روز بیسویں ماہ ذوالحج کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا وجیہہ الدین باہلی' مولانا برہان الدین غریب اور دوسرے عزیز حاضر خدمت تھے۔ قرآن شریف حفظ کرنے کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی' زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ امام حداد رحمۃ اللہ علیہ مدرسے میں بیٹھے تھے کہ امیر احمد مغزی رحمۃ اللہ علیہ نے آ کر سر زمین پر رکھ دیا اور عرض کی کہ آپ دعا کریں تاکہ مجھے قرآن شریف اس طرح حفظ ہو جائے جس طرح کہ ''قل ھو اللہ احد'' حفظ ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ دعا تو اچھی ہے' میں ممنون ہوں گا اگر تم قرآن شریف کو اس طرح پڑھو جس طرح قل ھو اللہ احد پڑھتے ہو۔ چنانچہ دعا کی گئی اور ویسا ہی ہوا اس سے مطلب یہ تھا کہ بار بار پڑھنا چاہیے تاکہ علم کی قدر معلوم ہو کیونکہ علم سب سے بڑھیا نعمت ہے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے علم کا شہرہ تمام جہان میں ہو گیا اور علم کی ساری لذتیں آپ نے چکھیں۔ چنانچہ حضرت آدم صفی اللہ سے لے کر انبیاء علیہم السلام اور اصحاب رضوان اللہ عنہم اجمعین کے بعد کسی کو اس قدر یاد نہیں کیا جاتا جتنا کہ آپ کو یاد کیا جاتا ہے یہ صرف رسول علیہ السلام کی قوت سے علم پھیلانے کا نتیجہ ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ خواجہ قطب الدین مودود چشتی قدس اللہ سرہ العزیز کو قرآن شریف حفظ نہ تھا' آخری عمر میں اپنے پیر کو خواب میں دیکھا جنہوں نے فرمایا کہ ہر روز قل ھو اللہ احد ہزار بار پڑھا کرو جب بیدار ہوئے تو ہزار بار سورۂ اخلاص پڑھنی

شروع کی' چند ہی روز میں قرآن شریف حفظ ہو گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ

بددعاء نہیں کرنی چاہیے

ہفتے کے روز پچیسویں ماہ ذوالحج کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ بات اس بارے میں ہو رہی تھی کہ جب کسی پر ظلم ہو تو اسے بددعا نہیں کرنی چاہیے' نہیں تو مظلوم ظالم ہو جائے گا پھر فرمایا کہ جب مظلوم نے بددعا کی ہے تو عوض معاوضہ گلہ ندارد کا معاملہ ہو جاتا ہے لیکن اگر اس وقت خاموش رہے تو ضرور انصاف ہو جاتا ہے۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ کوئی عورت حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئی اور عرض کی کہ امام صاحب! میرے ہاں ایک مرغی تھی جس کے چھوٹے چھوٹے بچے تھے' کسی نے وہ مرغی پکڑ لی ہے جس کے سبب وہ بچے بے قرار ہیں' آپ میری دادرسی کریں۔ پوچھا' کوئی بددعا تو نہیں کی؟ عرض کی' نہیں! فرمایا' خبردار! بددعا نہ کرنا' دروازے پر بیٹھو' تھوڑی دیر بعد آنا' تجھے مرغی مل جائے گی۔ اتنے میں ایک عورت آئی اور کہا کہ میرا چھوٹا بچہ ہے جس کے پیٹ میں سخت درد ہو رہی ہے۔ فرمایا' بچے کو لاؤ۔ پوچھا' لڑکے! سچ بتا تو نے آج کیا کھایا ہے۔ عرض کی فلاں محلے میں مرغی تھی' اسے پکڑ کر ذبح کیا اور کھایا ہے۔ فرمایا اس کی قیمت دے دو جب اس لڑکے کی ماں نے مرغی کی قیمت دے دی تو فرمایا' جاؤ! تندرست ہو جائے گا پھر مرغی والی آئی اس سے پوچھا تجھے مرغی مل گئی؟ عرض کی' نہیں! تو پھر فرمایا بددعا کیوں نہیں کرتی۔ اس نے کی۔ ایک شخص دوڑے آیا کہ اس لڑکے کا پیٹ پھول گیا ہے اور وہ مارے درد کے بے قرار ہے پھر آپ نے مرغی کی قیمت دے دی اور فرمایا کہ اسے معاف کر دو۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جب انسان کو کوئی شخص تکلیف دے یا کوئی چیز زبردستی چھین لے' اسے بددعا نہیں کرنی چاہیے بلکہ دانت پیس کر رہ جانا چاہیے تاکہ اس کا مقصد حاصل ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ لے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اقبال کو بڑی اچھی طرح جانتا ہے۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ سلطان محمود غزنوی انار اللہ برہانہ کے زمانے میں دو کافر مع مال واسباب غزنی آئے' رہزنوں نے مال لوٹ لیا' وہ روتے ہوئے بت خانے میں آئے اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا' اے پروردگار! اگرچہ ہم مسلمان تو نہیں لیکن پھر بھی تیرے پیدا کیے ہوئے تو ہیں اور سب کا خالق تو ہی ہے جب تک تو ہماری دادرسی نہیں کرے گا' ہم یہاں سے نہیں نکلیں گے اور نہ ایک دوسرے سے بات کریں گے اس وقت وہ ایک دوسرے کا دامن باندھ کر بیٹھ گئے اسی روز سلطان محمود کے پیٹ میں درد اٹھا اور ایسا بے قرار ہوا کہ زمین سے تخت پر اور تخت سے زمین پر پڑتا ہے اور تمام اولیاء اور حکماء نے دعا اور دوا کی لیکن کچھ کارگر نہ ہوا بلکہ مرض پہلے کی نسبت دو چند ہو گئی جب سب عاجز آ گئے تو سلطان محمود نے جو نہایت عقل مند تھا' حسن میمندی کو بلایا اور کہا کہ اے حسن! اب لوگ میرے علاج سے عاجز آ گئے ہیں اب معاملہ خدا سے ہے۔ خواجہ بہلول دیوانے کے پاس جا کر دعا کے لیے کہو' التماس کرو جب حسن میمندی خواجہ بہلول کے پاس آئے تو خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ محمود کو شاید کوئی ضرورت پیش آئی ہے جو تجھے ہمارے پاس بھیجا ہے۔ حسن میمندی نے دردِ شکم کا حال سنایا' فرمایا' محل پر چڑھ کر

ڈھول بجاؤ اسی وقت تندرست ہو جائے گا۔ حسن نے واپس آ کر بادشاہ کو کہا ویسا ہی کیا گیا' ان دو کافروں نے ایک دوسرے سے بات کی کہ یا تو سلطان محمود فوت ہو گیا ہے یا کسی نے اسے ہمارے حال کی اطلاع کی ہے یہ شادیانہ اسی واسطے بجا رہے ہیں جب انہوں نے یہ بات کی فوراً پیٹ کا درد جاتا رہا۔ بادشاہ سوار ہو کر خواجہ بہلول کے پاس آئے اور معافی مانگی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ راہزنی اور کریں اور پیٹ تیرے میں درد ہو ہاں ٹھیک ہے' غلام چوری کرتے ہیں اور مصیبت مالکوں پر پڑتی ہے پھر ان دونوں کافروں کی کیفیت بادشاہ کو سنائی۔ بادشاہ نے وہاں سے آ کر ان کو خوش کیا اور عزت و توقیر سے انہیں واپس بھیجا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ جب بے گانوں کو ستانے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے تو یگانوں کو ستانے والے کا دنیا و آخرت میں کیا حال ہوگا پھر خواجہ نظامی گنجوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھا ؎

آں دلِ آں دومہ آزردہ مرد　　　　برتنِ محمود نگر تا چہ کرد

حسنِ سلوک

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ ذوالنون مصری قدس اللہ سرہ العزیز گلی میں جا رہے تھے' دو مسلمانوں کو شطرنج کھیلتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ اگر یہی وقت یادِ الٰہی یا تلاوتِ قرآن میں بسر کیا جائے تو کیسا اچھا ہوگا؟ انہوں نے توجہ ہی نہ کی۔ آپ چند قدم آگے بڑھے تو دل میں خیال آیا کہ کہیں اس بات سے وہ ناراض نہ ہو گئے ہوں' مومن کا دل دکھانا ٹھیک نہیں' واپس آ کر ان سے معافی مانگی کہ صاحبان! مجھے معاف فرمادیں' میں نے دیوانہ پن سے کچھ کہہ دیا تھا' آپ ناراض تو نہیں ہوئے جب خواجہ صاحب نے معافی مانگی تو وہ جوان شرمندہ ہوئے اور ساری چیزوں سے توبہ کی۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز ایک محلے میں سے جا رہے تھے' ایک مست جوان ہاتھ میں رباب لیے سامنے سے ملا۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے از روئے شفقت اسے نصیحت فرمائی چونکہ وہ مست تھا اس نے وہی رباب خواجہ صاحب کے سر پر دے ماری جس سے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی' آپ شرمندہ ہوئے کہ میں نے یہ کیسی حرکت کی کہ اس کی رباب توڑ ڈالی الغرض جب گھر آئے تو دوسرے روز پانچ ٹکے اور تھوڑا سا حلوہ لے کر اس کے گھر گئے اور فرمایا کہ یہ اس رباب کی قیمت ہے اور یہ حلوہ اس واسطے ہے کہ رباب ٹوٹنے سے تیرا حلق کڑوا ہو گیا ہوگا سو اس کو کھا کر اس تلخی کو دُور کرو جب جوان نے یہ سلوک دیکھا تو آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور توبہ کی۔

شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ کا مقام

جمعرات کے روز ماہ محرم ۷۱۵ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کا عرس تھا۔ مولانا وجیہہ الدین پائلی' مولانا شمس الدین یحییٰ' مولانا برہان الدین غریب' شیخ عثمان سیاح' شیخ حسین نواسۂ شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز' مولانا فخر الدین' مولانا شہاب الدین میرٹھی' مولانا نصیر الدین گیاہی' حسن علی سنجری اور عزیز حاضر خدمت تھے اور صاحب ذکر اللہ بالخیر شیخ فرید الحق کی بزرگی اور اخلاق حمیدہ بیان فرما رہے تھے جس کا اثر

حاضرین پر بھی ہوا۔ بعدازاں فرمایا کہ خواجہ فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے پانچویں محرم کو انتقال فرمایا اور یہ اس طرح ہوا کہ رات انتقال ہونے والا تھا' مجھے یاد فرمایا کہ مولانا نظام الدین موجود نہیں اور یہ بھی فرمایا کہ میں بھی اپنے خواجہ قطب الدین کے انتقال کے وقت موجود نہ تھا' وہ بھی موجود نہیں پھر فرمایا کہ جب آپ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو اُٹھ کر کھڑے ہوئے اور صبح سے دس بجے تک پانچ مرتبہ قرآن شریف پڑھا پھر ذکر الٰہی میں ایسے مشغول ہوئے کہ آپ کے ہر بُن مُو سے خون جاری ہوا اور جو قطرہ خون زمین پر گرتا اس سے اللہ کا نقش زمین پر بنتا اور یہ رباعی پڑھ کر سجدہ کرتے اور پھر سر اُٹھا لیتے۔

رباعی

بوئے خوش توز پیراہن مشینوم — شرح غم تو نہ خویشتن مے شنوم
گر ہیچ نباشد کہ کسے بنشانم — تانام تو میگویدمن مے شنوم

جب ذکر سے فارغ ہوئے تو لوگ نزدیک آ بیٹھے' آپ نے انہیں فرمایا کہ تم باہر جا کر بیٹھو جس وقت میں بُلاؤں گا' اندر آ جانا۔ دیر بعد آواز آئی کہ اب دوست دوست سے ملے گا' وہ سب اندر آئے تو خواجہ صاحب کو کسی اور ہی عالم میں مشغول پایا جب عشا کا وقت ہوا تو آپ نے چار مرتبہ عشا کی نماز ادا کی اور پھر سجدے میں سر رکھ کر جان خدا کے حوالے کی پھر یہ آواز آئی جسے اجودھن کے سارے باشندوں نے سنا کہ روئے زمین پر امانت تھی سو خدا کے سپرد ہوئی۔ جب خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حکایت ختم کی تو مجلس سے نعرے گونج اُٹھے اور ایسی رقت طاری ہوئی جو کبھی نہ ہوئی تھی پھر ملک یمین الملک مع چند امراء کے حاضر خدمت ہوئے' فرمایا' بیٹھ جاؤ' بیٹھ گئے' اتنے میں مولانا علاؤ الدین اور مولانا کمال الدین آئے' فرمایا' بیٹھ جاؤ' بیٹھ گئے پھر شیخ کبیر کی طرف سے بیس درویش اور حاضر خدمت ہوئے اور مرحبا کہا۔ خواجہ صاحب نے چند قدم ان کا استقبال کیا اور بڑی بشاشت فرمائی وہ آپ کے پاس ہی بیٹھ گئے۔ ایک ان میں سے واصلِ حق تھا اس نے خواجہ صاحب کی خدمت میں یہ حکایت بیان کی۔ ایک روز میں شیخ کبیر کی پائنتی میں معتکف تھا' خواب میں دیکھ کر سر قدموں پر رکھ دیا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیسا سلوک کیا؟ فرمایا' وہی جو اپنے دوستوں سے کرتا ہے پھر میں نے پوچھا کہ کس طرح؟ فرمایا جب میری روح عرش کے نیچے لے گئے تو حکم ہوا کہ سجدہ کرو' میں نے سجدہ کیا جب سجدے سے سر اُٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ خواجہ معین الدین سنجری رحمۃ اللہ علیہ' خواجہ قطب الدین بختیار رحمۃ اللہ علیہ اور اولیاء اللہ عرش کے نیچے کھڑے ہیں۔ حکم ہوا کہ تاج لا کر فرید الدین اجودھنی کے سر پر رکھو اور مغفرت کا لباس پہنا کر سارے ملکوت میں اس کا جلوس نکالو کہ ہم نے شیخ فرید الدین کو بخش دیا ہے کیونکہ اس نے ہماری خدمت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی اور نہ ہی کمی کی جب خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حکایت ختم کی تو زار زار روئے اور خدا کا شکر بجا لائے اور پھر درویش نے عرض کی کہ شیخ کبیر نے مجھے پیغام دیا تھا کہ مولانا نظام الدین کو جا کر کہنا کہ یہ کلمہ بکثرت پڑھا کریں کیونکہ جو کچھ فضل و کرم کیا گیا ہے اسی کلمے کی فضیلت کے سبب کیا گیا ہے' وہ کلمہ یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ یادائم العزیز والبقایا ذاالجلال والجود والعطا یااللہ یارحمن یارحیم بحق ایاك نعبد وایاك نستعین ۔

بعدازاں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس دعا کو اپنا ورد مقرر کیا اور فرمایا کہ اس کلمے میں ایک فرمان ہے جسے میں ہی جانتا ہوں پھر خواجہ صاحب نے سبز صوف کا خرقہ اس درویش کو عنایت فرمایا جو قبول ہوا پھر طعام اور خلوہ موجود تھا۔ حضرت شیخ کبیر کی روح کو ثواب پہنچانے کی خاطر لایا گیا جب دستر خوان بچھایا گیا تو خواجہ صاحب نے ہر ایک سے معذرت کی جب کھانا کھا چکے تو آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ شیخ کبیر رحمۃ اللہ علیہ کی روح موجود ہے اگر کہو تو قوال کچھ کہیں؟ سب نے آداب بجالا کر عرض کی کہ زہے سعادت! قوالوں نے یہ کلام شروع کیا

چنایت دوست میدارم کہ گر روزے فراق افتد

تو صبر از من توانی کر دومن صبر از تونتو انم

اس کے شروع ہوتے ہی خواجہ صاحب اور حاضرین مجلس پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ سب اپنے تئیں زمین پر دے دے مارتے تھے۔ شیخ عثمان رحمۃ اللہ علیہ نواسہ خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ' مولانا فخر الدین اور وہ درویش جو شیخ کبیر کی پائنتی معتکف ہوا تھا' رقص کرنے لگے اس قدر رقص کیا کہ پاؤں کے تلووں کا چمڑا ذرہ ذرہ ہو گیا لیکن انہیں اپنے آپکی ذرہ بھر خبر نہ تھی جب سماع ختم ہوا تو ہر ایک نے اپنے مقام پر قرار پکڑا۔ خواجہ صاحب نے خاص بارانی شیخ عثمان کو عطا فرمائی اسی طرح اوروں کو بھی خاص خاص چیزیں عنایت فرمائیں' وہ دن بہت ہی باراحت تھا' ہر ایک آداب بجالا کر واپس چلا گیا اور خواجہ صاحب معذرت کرتے رہے۔ ہر ایک یہی کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی امان کی کوشش کرواور اس روز قوالوں نے یہ غزل گائی۔

غزل

عاشقان خیزدگام دررہ زن — عشق خواہی بعافیت آہ زن

جان دراندازوراہ جاناں گیر — تر تراز کائنات خرگہ زن

جاں بکف کردہ در سراچہ عشق — لیس فی جبتی سوی اللہ زن

مصر خواہی چو یوسف کنعان — خیمۂ اعتکاف درچہ زن

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

ذکر توحید اور دیدارِ حق تعالیٰ

ہفتے کے روز تیئیسویں ماہ محرم سن مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا' توحید کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ توحید کے معنی اللہ تعالیٰ کو ایک کہنا ہے اور معرفت سے مراد اس کی شناخت ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے سلوک اولیاء میں لکھا دیکھا ہے۔ شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ۔۔ کی روایت کے مطابق رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سب مخلوق کا حشر کرے گا اور فرشتوں کو ان کے جمع کرنے کا حکم کرے گا پھر فرمان کے مطابق ہر ایک گروہ اپنے معبود کے پاس جائے گا' صرف اہلِ معرفت و توحید کا گروہ وہیں کھڑا رہے گا پھر انہیں آواز آئے گی تم یہاں کیوں کھڑے رہ گئے؟ وہ عرض کریں گے کہ اے پروردگار! ہم تیرے لیے کھڑے ہیں کیونکہ دنیا میں بغیر

دیکھے تیری پرستش کی ہے جب تک تیرا حکم نہ ہوگا' ہم کہاں جا سکتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ اپنے نور کی تجلی کرے گا' سب سجدہ کریں گے پھر آواز آئے گی کہ او مجھے ایک کہنے والو! سر اُٹھاؤ۔ چونکہ تم نے مجھے واحد جانا ہے اس لیے میں تم سب کو بخشتا ہوں اور بہشت تم پر واجب کرتا ہوں اور تمہارے عوض یہودی اور آتش پرست دوزخ میں بھیجتا ہوں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ قیامت کے دن عرش تلے سے یہ منادی کی جائے گی کہ اے مجھے معبودِ واحد (وحقیقی) کہنے والو! میں نے تمہیں بخشا' بہشت میں آؤ تا کہ میں تمہیں اپنا دیدار دوں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آبدیدہ ہو کر یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

ینسیون النعیم اذا راہ فلیست نعمہ مما سواہ

ترجمہ: جب مومن دیدارِ الٰہی دیکھیں گے تو بہشت کی ساری نعمتیں بھول جائیں گے۔

کیونکہ رویت کی نعمت سے بڑھ کر اور کوئی نعمت نہیں پھر خواجہ صاحب نے فرمایا' کیوں نہ بھولیں جب کہ وصل الحبیب الی الحبیب سے مشرف ہوں۔

بعد ازاں معراج کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ معراج کے بارے میں راوی روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو حالتِ بیداری میں معراج ہوا لیکن اہل سنت والجماعت روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو دو معراج ہوئے۔ ایک بحالتِ خواب' دوم بحالتِ بیداری۔ یہ گمان اس واسطے کیا گیا ہے تا کہ احادیث میں موافقت ہو جائے پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جناب رسولِ کریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تمام پیغمبروں سے افضل ہیں اور رسالت میں مقتداء اور اُمتوں میں شفیع ہیں پھر فرمایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پیدا ہوئے تو تمام شریعتیں منسوخ ہو گئیں۔ جناب کی شریعت قیامت تک قائم رہے گی جو کسی پیغمبر کی شریعت کی طرح نہیں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی شناخت فرض ہے اسی طرح جب تک اس کی تصدیق دل سے اور اس کا اقرار زبان سے نہ کیا جائے' ایمان درست نہیں ہوتا پھر فرمایا کہ انبیاء کی عصمت میں وحی سے پہلے کسی قسم کا شک وشبہ نہیں اور وحی کے بعد بالکل ثابت ہے لیکن ممکن ہے کہ وحی کے بعد ان میں کچھ لغزش ہو گئی ہو مگر ان کے حق میں ہمیشہ یہی اعتقاد رکھنا چاہیے کہ وہ جادوگر یا جھوٹے نہ تھے جو شخص اور خیال کرتا ہے وہ کافر مطلق تھے پھر میں نے (مصنف کتاب) عرض کی کیا لقمان اور سکندر بھی پیغمبر تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ان کا ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ روایت صحیح کے مطابق میں نے لکھا دیکھا ہے کہ وہ پیغمبر نہ تھے بلکہ ولی اللہ اور نیک بندے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان سے محبت کی۔

پھر فر[illegible] کہ سکندر کو جو ذوالقرنین کہتے ہیں اس بارے میں کئی اقوال ہیں۔ بعض تو کہتے ہیں کہ اس کے سر پر دو گیسو تھے اس واسطے ذوالقرنین کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ زمین کے دونوں کناروں تک پہنچ گیا تھا اس لیے ذوالقرنین کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ آفتاب کے نزدیک پہنچ گیا ہے اور آفتاب کی دونوں طرفیں یعنی مشرق اور مغرب

ہاتھ میں پکڑلی ہیں جب یہ خواب اس نے کسی رفیق کے سامنے بیان کیا تو اس نے اسے ذوالقرنین کہا اور اسی وجہ سے لوگ اسے ذوالقرنین کہنے لگے ہیں اور بعض کی رائے یہ ہے کہ کئی باذشاہوں کو اس نے کہا تھا کہ خدا کو مانو! لیکن انہوں نے نہ مانا تو اس کے سر کے دونوں طرف تلوار کے وار کیے گئے' بہت سے لوگ اسی وجہ سے اسے ذوالقرنین کہتے ہیں۔

اصحاب کرام کی بزرگی

بعدازاں اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ امیرالمومنین صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیق کیوں کہتے ہیں؟ زبان مبارک سے فرمایا کہ آپ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تمام یاروں میں سے افضل تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیق کہنے کے بارے میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ جناب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم معراج کی رات واپس تشریف لائے تو جو کچھ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا آپ نے اس کی تصدیق کی۔ دوسرے یہ کہ آپ کا صدق اعلیٰ درجے کا تھا اس واسطے صدیق نام ہوا۔

بعدازاں فرمایا کہ جب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رسالت سے مشرف ہوئے تو سب سے پہلے امیرالمومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی تصدیق کی کہ واقعی آنحضرت رسولِ برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور آخری زمانے میں صرف ایک ہی بات پر ایمان لے آئے' زیادہ گفتگو اور بحث و مباحثہ نہ کیا اس واسطے آپ کا نام صدیق ہوا پھر آپ کی زندگی کے بارے میں فرمایا کہ آپ کا اسم مبارک قرصِ آفتاب پر لکھا ہوا ہے جب سورج بامِ کعبہ پر پہنچتا ہے تو وہاں سے آگے نہیں ہٹتا جب فرشتے آپ کے نام کی قسم دیتے تو پھر آگے بڑھتا ہے۔

پھر ان عزیزوں میں سے ایک نے جو حاضر خدمت تھے' پوچھا کہ امیرالمومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فاروق کس سبب سے کہتے ہیں؟ فرمایا آپ حق و باطل میں فرق کیا کرتے تھے اور امیرالمومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ذوالنورین اس واسطے کہتے ہیں کہ آپ نے جناب رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دو دختران فرخندہ اختر سے نکاح کیا جب پہلی انتقال فرما گئیں تو دوسری سے نکاح کیا پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو امیرالمومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دامادی پر فخر تھا۔ چنانچہ بارہا فرمایا کرتے تھے کہ اگر میری ستر لڑکیاں بھی ہوتیں اور ایک مر جاتی تو دوسری کا نکاح عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیتا اور امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ کو اسداللہ اس واسطے کہتے ہیں کہ آپ کو خطاب آسمان سے حاصل ہوا یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرا شیر ہے۔

پھر فرمایا کہ جب امیرالمومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نعرہ مارتے تو اس نعرے کی ہیبت سے چرند' پرند اور درند ہلاک ہو جاتے۔

پھر اسی موقع کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ رسولِ کریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حضرت داؤد علیہ السلام کی بابت بیان ہو رہا تھا کہ آپ کے ہاتھ میں لوہا موم ہو جاتا اور پھر اس سے زرہ تیار کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا کہ جب داؤد علیہ السلام ہاتھ میں لوہا لیا کرتے تو امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا کرتے اور لوہا آپ کے ہاتھ میں موم ہو جاتا۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام کی طرف چڑھائی کی وہاں پھر عاجز آ کر نعرہ مارا جس سے تمام ملکوت میں تہلکہ مچ گیا اور فرشتے تسبیح بھول گئے۔ بارگاہِ الٰہی میں التجا کی کہ الٰہی! یہ کیسی آواز ہے کہ ہم سے اپنا کام بھی چھوٹ گیا۔ فرمانِ الٰہی ہوا کہ یہ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا نعرہ ہے جو ہم سے امداد طلب کرتا ہے' جا کر اس کی امداد کرو۔

عارفوں کا مقام

بعد ازاں معرفت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' زبانِ مبارک سے فرمایا کہ عارف کی علامت یہ ہے کہ وہ خاموش رہتا ہے اگر بات کرتا بھی ہے تو حسبِ ضرورت۔

پھر فرمایا کہ میں نے ایک بزرگ سے سنا ہے کہ جو شخص اپنے نفس کا عاشق بنتا ہے اس پر خود پسندی' حسد اور خواری عاشق ہو جاتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ تمام چیزوں کی چابی صبر ہے' ارادت میں صبر سے کام بنتا ہے جب ارادت درست ہو جاتی ہے تو برکتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

پھر اسی موقع کے مناسب فرمایا کہ خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ مراقبہ اس شخص کو کرنا چاہیے جس کی نظروں سے کوئی چیز غائب نہ ہو اور شکر اس شخص کو کرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کی سلطنت سے قدم باہر نہ رکھے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ وہ لوگ کیسے اچھے ہیں جو پہلے روز ہی باخبر ہو جاتے ہیں اور دوسرے تیسرے روز ان کا نشان بھی نہیں رہتا ایسے شخص آسان ہیں' کامل وہ ہے جو عشق کے آغاز اور انجام میں قائم رہے اور **ھل من مزید** ہی پکارتا رہے۔

پھر اس موقع کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ خواجہ یحیٰی معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے پچھوا بھیجا کہ آپ ایسے شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ جو محبت کے ایک ہی پیالے میں مست ہو جائے خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے کہلا بھیجا یہاں وہ مرد ہیں کہ ازل سے ابد تک پیالے پر پیالہ چڑھائے جاتے ہیں اور پھر بھی **ھل من مزید** پکارتے ہیں جو آپ نے لکھا ہے' یہ تنگ حوصلوں کا حال ہے۔

پھر خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ جو شخص راہِ محبت اور معرفت میں کامل ہے اس سے ظاہر و باطن میں کوئی چیز پوسیدہ نہیں اور نہ ہی پوشیدہ رہتی ہے۔

پھر اس موقع کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کمالیت کو پہنچ گئے اور آپ کا شہرہ

اطراف و جوانب میں ہو گیا تو جب آسمان کی طرف نگاہ کرتے تو عرش سے فرش تک اور فرش سے حجاب عظمت تک کی کوئی چیز آپ سے پوشیدہ نہ رہتی اور جب زمین کی طرف دیکھتے تو روئے زمین سے لے کر تحت الثریٰ تک کی ساری چیزیں دِکھائی دیتیں۔

پھر خواجہ صاحب سے پوچھا گیا کہ لوگ اس مرتبے پر کس طرح پہنچتے ہیں؟ فرمایا کہ جب سب سے قطع تعلق کر لیتے ہیں اور صرف اللہ تعالیٰ کے ہو رہتے ہیں تو پھر ساری مملکت اور جو کچھ اس میں ہے' ان پر ایثار کیا جاتا ہے اور کوئی چیز ان سے چھپائی نہیں جاتی پھر جس طرف دیکھتے ہیں' کوئی چیز ان کی نظر سے پوشیدہ نہیں رہتی۔

بعدازاں سماع کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' خانوادہ چشت کا ایک درویش حاضر خدمت تھا اس نے عرض کی کہ یہ کیا وجہ ہے کہ پہلے تو لوگ آرام میں ہوتے ہیں جب سماع سنتے ہیں تو بے قرار ہو جاتے ہیں۔ فرمایا' جب حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے خدمت کرنے کا وعدہ لیا یعنی ارواح سے پوچھا کہ الست بربکم یعنی کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ تو تمام ارواح مستغرق ہوئیں سو وہی حالت سماع میں ہوتی ہے کہ پہلے بالکل آرام کی حالت میں ہوتے ہیں جب سماع سنتے ہیں تو مضطرب ہو جاتے ہیں پھر اسی عزیز نے پوچھا کہ مراقبت اور حیا میں کیا فرق ہے؟ فرمایا مراقبت انتظار کی غایت اور حیا مشاہدہ سے شرمندگی کا حاصل ہونا ہے۔

پھر پوچھا کہ صوفی کسے کہتے ہیں؟ فرمایا: جس کا دل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح سلیم ہو یعنی دنیاوی محبت سے بَری اور فرمانِ خدا کو بجالانے والا ہو اور جس کی تسلیم اسمٰعیل علیہ السلام کی سی ہو جس کا اندوہ داؤد علیہ السلام کے اندوہ جیسا ہو اور جس کا فقر عیسیٰ علیہ السلام کے فقر کا سا اور جس کا صبر ایوب علیہ السلام کے صبر کا سا اور جس کا شوق موسیٰ علیہ السلام کے شوق کا سا اور جس کا اخلاص محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاص کا سا ہو۔

بعدازاں مولانا برہان الدین غریب نے پوچھا کہ تصوف کسے کہتے ہیں؟

فرمایا کہ ظاہر حال کو نہ لے اور آتش پرستی نہ کرے کیونکہ یہ گویا اس پر ظلم کرتا ہے اس واسطے کہ اہلِ سلوک کہتے ہیں کہ "کن بلا وصف تدرک الا وصف لہ" یعنی بے وصف ہو جا تو تجھے وصف مل جائے گا۔

بعدازاں فرمایا کہ عارف کے ستر مقام ہوتے ہیں' ان میں سے ایک اس جہان میں مرادوں کا نہ ملنا ہے۔

بعدازاں خواجہ صاحب آبدیدہ ہوئے اور فرمایا کہ جو شخص دوست کی محبت کا دَم بھرے اور آخر وہ عورت کر لے یا علم سیکھے تو سمجھو کہ وہ کچھ بھی نہیں اور اس سے کچھ تعلق نہیں ہو سکے گا' وہ بالکل جھوٹا مدعی ہے۔ بعدازاں غلبات شوق میں فرمایا کہ تمام علماء کا علم ابھی دو باتوں کو بھی نہیں پہنچا۔ اوّل تصحیح ملت' دوم تجدید خدمت

پھر فرمایا کہ میں نے بارہا شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے جو کہہ کر بے ہوش ہو جاتے کہ۔ جو کچھ بھی نہیں اس سے مردہ بہتر۔ جو آنکھ حق تعالیٰ کے بغیر کسی اور میں مشغول ہو اس کا اندھا ہونا بہتر ہے اور جو زبان اس کے ذکر میں مستغرق نہیں' وہ گونگی بہتر ہے جو کان حق کے سننے سے مست نہیں ہوتا' وہ بہرہ بہتر ہے اور جو بدن اس کی

خدمت میں کام نہیں کرتا' وہ مرا ہوا اچھا ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ ایک روز شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز عالم سکر میں یہ فرماتے تھے کہ جو شخص بغیر قدموں کے راہِ حق میں چلا' وہ منزلِ مقصود پر پہنچ گیا اور جس نے بغیر زبان اس کا ذکر کیا' اسے نعمت وصال حاصل ہوگئی اور جس نے بے آنکھ دوست کا جمال دیکھا' وہ ہمیشہ کے لیے بینا ہوگیا اور جس نے بغیر منہ کے اس کی محبت کی شراب پی' وہ کامل مرد ہوگیا۔ خواجہ صاحب اس بات پر پہنچے تو زار زار روئے اور فرمایا کہ مردِ کامل خواہ خلوت میں ہو' کوئی دَم ایسا نہیں گزرتا کہ وہ عرش کے ستون کو نہیں ہلاتا اور اس کا شور عالمِ ملکوت میں برپا نہیں ہوتا۔

پھر میں (مصنف) نے عرض کی کہ اگر ارشاد ہو تو خواجہ نظامی رحمۃ اللہ علیہ کی نظم یاد ہے۔ عرض کروں؟ فرمایا' پڑھو۔

نظم

چومست خلوتش فلک راخیمہ برہم زن
ستونِ عرش درجنباں طناب آسماں درکش
طریقش بیقدم میرو حدیثش بے زبان میگو
حجابش بے بصرے بیں شرابش بیدہاں درکش

بعدازاں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب تک ایسا نہ ہو' وہ مرد کامل نہیں ہوسکتا۔

بعدازاں اسی موقع کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ علی سہیل رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف خط لکھا جس سے مقصود سے باز رہے' وہ یہ کہ داؤد علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ وہ شخص ہماری محبت کے دعویٰ میں جھوٹا ہے جو رات کو سوتا ہے۔ خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے یہ خط دیکھ کر اس کی پشت پر جواب لکھ دیا کہ ہماری بیداری راہِ حق میں ہمارا معاملہ ہے اور ہمارا خواب بھی فعل حق ہے یعنی محبت میں دونوں یکساں ہیں۔ والنوم موهبة الله على المحسنين یعنی ینام عینی ولاینام قلبی نیک لوگوں کو میٹھی نیند بھی اللہ تعالیٰ کی بخشش ہے یعنی میری آنکھ سوتی ہے لیکن دل نہیں سوتا۔

بعدازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ کسی اور بزرگ نے خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف لکھا کہ محب وہ لوگ ہیں کہ اگر حق تعالیٰ انہیں اختیار دے کہ بہشت اور دوزخ میں سے جسے چاہیں پسند کریں تو وہ دوزخ کو اختیار کریں کیونکہ بہشت ان کی مراد ہے اور دوزخ دوست کی مراد ہے جو دوست کے اختیار کو اپنے اختیار پر ترجیح دے' محب وہی ہے۔ خواجہ جنید نے فرمایا' نہیں! جو ایسا کرتے ہیں' وہ گویا بچوں کا سا فعل کرتے ہیں' مجھے اختیار دیا جائے تو میں کچھ بھی پسند نہ کروں بلکہ یہی عرض کروں کہ بندے کو اختیار سے کیا واسطہ؟ جہاں تو بھیج دے' میں وہیں جانے کو تیار ہوں' میرا کوئی اختیار نہیں' میرا اختیار وہی ہے جو تو چاہتا ہے۔

پھر خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی کے بارے میں فرمایا کہ ایک بزرگ نے آپ کی وفات کے بعد یہ حکایت بیان کی کہ ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت رسولِ کریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہیں اور خواجہ جنید رحمۃ اللہ

علیہ' آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس کھڑے ہیں' ایک شخص فتویٰ لا کر جناب سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو دکھانا چاہتا ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کو دِکھاؤ تا کہ وہ جواب دے۔ شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! آپ کے حضور میں مجھے کس طرح اختیار ہے؟ فرمایا' مجھے تجھ اکیلے پر اتنا فخر ہے جتنا باقی تمام انبیاء کو اپنی اُمت پر۔

بعدازاں اسی موقع کے مناسب فرمایا کہ خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادت تھی کہ رات بھر اللہ اللہ کرتے اور یہ شعر پڑھتے

؎ من لم یکن الموصال اھلا　　　لکل احسان لہ ذنوب

بعدازاں خرقے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' زبان مبارک سے فرمایا کہ محض خرقہ قابلِ اعتبار نہیں اگر معتبر ہوتا تو ساری دنیا خرقہ پہنتی' اعتبار اس خرقہ پوش کا ہوتا ہے جو خرقہ پہن کر اس کا حق ادا کرے اور اگر کام میں کوتاہی کرے تو ماخوذ (گرفتار' بازپُرس میں مبتلا) ہوگا اور اس کے خرقہ کی کچھ قدر ومنزلت نہ ہوگی' خرقہ پہننا ان بزرگوں کی نقل کرنا ہے جنہوں نے خرقہ پوشی کر کے طاعتِ الٰہی میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی۔

بعدازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک دفعہ خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آیا خرقہ قابلِ اعتبار ہے یا نہیں؟ فرمایا' نہیں! پوچھا' کیوں؟ فرمایا' اس واسطے کہ بہت سے خرقہ پوش ایسے ہیں جن سے افعال قبیحہ سرزد ہوتے ہیں اور قیامت کے دن وہی خرقہ ان کا مدعی بنے گا۔ ایسے اشخاص دوزخ کے مستوجب ہوں گے اور بہت سے قباپوش ایسے ہیں کہ وہ سارے نیک کام کرتے ہیں ایسے لوگ خرقہ پوشوں سے پہلے بہشت میں داخل ہوں گے۔ پس معلوم ہوا کہ محض خرقہ معتبر نہیں بلکہ خرقہ اس خرقہ پوش کی وجہ سے قابلِ اعتبار ہوتا ہے جو اسے پہن کر اس کی حق ادائی کرے ایسے شخص کے خرقے کی عزت ہوتی ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "لا اعتبار فی الخرقۃ" یعنی خرقہ معتبر نہیں۔

بعدازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ میں نے تحفۃ العارفین میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک دفعہ خواجہ یحییٰ معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے تھے اور اصحاب گرداگرد حاضر تھے' اتنے میں ایک قباپوش آیا اور آداب بجالا کر بیٹھ گیا' آپ اس کی طرف دیکھ کر مسکراتے جب دو تین دفعہ آپ نے ایسا کیا تو حاضرین نے وجہ پوچھی۔ فرمایا کہ جو بات میں خرقہ پوش میں تلاش کرتا تھا' وہ اس قباپوش میں پاتا ہوں' وہ شخص اُٹھ کر آداب بجالایا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ تو ایک ایسا مرد ہے جو اس لباس میں ہو کر خرقہ پوشوں سے سبقت لے گیا ہے اور منزلِ مقصود پر پہنچ گیا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

زمین وآسمان کی تخلیق

جمعرات کے روز دسویں ماہ صفر سن مذکور میں قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا' آسمان اور زمین کی پیدائش کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان اور جو کچھ ان میں ہے' چھ روز میں پیدا کیا جیسا کہ امام مجاہد کی تفسیر میں لکھا ہے:

قولہ تعالیٰ: هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۔

وہ ایسی ذات ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں پیدا کیے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ اُس جہان کا ایک دن اِس جہان کے ہزار سال کے برابر ہے۔

وَاَنَا یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۔

تیرے پروردگار کے نزدیک ایک دن ہزار سال کے برابر ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے لوح پیدا کی اور جو کچھ اس جہان کی ابتدا سے اس جہان کی انتہا تک ہونے والا تھا، قلم کو لکھنے کا حکم ہوا جب اس نے لکھا تو پھر عرش پیدا کیا اور اس کے بعد کرسی اور پھر آسمان اور زمینیں۔

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ پیدائش کی ابتدا اتوار کے روز ہوئی اور جمعہ کے روز ختم ہوئی اور ہفتے کے روز کوئی چیز پیدا نہ کی۔

پھر فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ایک لحظہ بھر میں یہ کیا بلکہ اس جیسی لاکھوں پیدا کر دیتا کیونکہ ہر چیز پر قادر ہے بلکہ اسے بندوں کو یہ دِکھلانا منظور تھا کہ کام آہستگی سے کرنے چاہئیں نہ کہ جلدی۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ امام زاہد کی تفسیر میں لکھا دیکھا ہے کہ جب یہ آیت حضرت رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل ہوئی تو یہودی عالموں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے کہ سب کی پیدائش کی تفصیل پوچھی۔ فرمایا کہ اتوار اور سوموار کو زمین اور جو کچھ اس میں ہے، پیدا کیا گیا، منگل کے روز پہاڑ اور جو کچھ ان میں ہے، بدھ کے روز درخت اور انسانی ضروریات، جمعرات کے روز آسمان اور جو کچھ ان میں ہے، جمعہ کے روز سورج، چاند اور ستارے پیدا کیے جب ساری چیزیں چھ دنوں میں پیدا کر لیں اور جہان آراستہ ہو گیا تو ہفتے کے روز جس کی مدت ہزار سال ہے، گردش افلاک اور بقائے آدم صفی اللہ قائم کی، قلم کی پیدائش سے لے کر روزِ قیامت تک چودہ ہزار سال ہوتے ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے "حقائق" میں خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے لکھا دیکھا ہے کہ گردش افلاک سے لے کر جناب سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت تک چھ ہزار سال گزرے۔

ولادت رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

بعد ازاں پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی، زبان مبارک سے فرمایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پیدا ہوئے تو سارے بت سرنگوں ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دونوں مبارک کندھوں پر نور کے قلم سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا اور ان دونوں کے بیچ میں مہر نبوت تھی۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت ہوئی تو حجرہ منور ہو گیا کہ گویا لاکھوں مشعلیں وہاں

روشن ہیں۔

پھر فرمایا کہ جس رات آنجناب کی پیدائش ہونے والی تھی اسی رات جناب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابوطالب نے خواب میں دیکھا کہ فرشتے آسمان سے روشن مشعل لے کر عبداللہ (والد بزرگوار رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے گھر آئے ہیں اور قبیلہ قریش کے آدمی اور پڑوسی جن کی قسمت میں اسلام تھا اس مشعل سے اپنے اپنے چراغ روشن کر رہے ہیں اور اپنے اپنے گھروں میں لے جا رہے ہیں، میں نے اپنا چراغ اس مشعل سے روشن کرنے کی بہت کوشش کی مگر مشعل مجھ سے دُور ہٹتی گئی اور میرا چراغ روشن نہ ہوا آخر جب میں بیدار ہوا تو سنا کہ عبداللہ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ابوطالب نے جو کچھ ممکن تھا کیا لیکن چونکہ ان کی قسمت میں اسلام نہ تھا اس لیے اس نعمت سے محروم رہے۔

بعدازاں فرمایا کہ ابتدا میں جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہتیری کوشش کی کہ ابوطالب اسلام لائیں لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی نہ تھی، وہ کوشش بے فائدہ گئی۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ ایک روز آنجناب کی ملاقات ایک کوچہ میں ابوطالب سے ہوئی تو فرمایا کہ اے چچا آپ ایک مرتبہ میری پیغمبری کا اقرار کریں تاکہ قیامت کے دن دوزخ سے آپ کی رہائی کی دلیل میرے پاس ہو جائے۔ ابوطالب نے بہتیری کوشش کی کہ کہیں لیکن نہ کہہ سکے اور کہا کہ اے جانِ عم! میں کلمہ طیب کہنا چاہتا ہوں تو لاکھوں تالے میرے منہ پر لگ جاتے ہیں جن کی گرانی کی وجہ سے میں نہیں کہہ سکتا۔

ولادت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ

بعدازاں امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی ولادت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جب آنجناب پیدا ہوئے تو جناب رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی گود مبارک میں رکھے گئے کہ آپ اپنے دستِ مبارک سے غسل دیں جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو غسل دیا اور ابوطالب کی گود میں رکھا تو رو دیئے۔ ابوطالب نے کہا کہ یہ وقت ہنسی کا ہے نہ کہ رونے کا۔ فرمایا، چچا جان! علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو پہلا غسل میں نے دیا ہے لیکن آخری غسل مجھے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) دے گا اس لیے میں روتا ہوں۔

خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

پھر شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کی بزرگی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی، زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک دفعہ خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ بغداد میں درگاہِ الٰہی میں یہ کہہ رہے تھے کہ کوئی زمانہ وہ بھی تھا کہ مجھ پر اہلِ آسمان اور اہلِ زمین روتے تھے اور پھر وہ بھی زمانہ گزرا کہ میں ان پر روتا تھا اب یہ حالت ہے کہ نہ مجھے اپنی خبر ہے نہ ان کی پھر کہا کہ دس سال میں بیابان میں پھرتا رہا اور دل کی نگہداشت کرتا رہا اب بیس سال سے مجھے کسی کی خبر نہیں پھر کہا کہ بیس سال حق تعالیٰ جنید (رحمۃ اللہ علیہ) کی زبان سے بات کرتا رہا لیکن جنید (رحمۃ اللہ علیہ) کا بیچ میں کوئی دخل نہ تھا اور نہ ہی کسی کو خدا کے سوا اس بات کی خبر تھی۔

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جب محبوں کے دل میں نماز کے وقت دنیا کا خیال آئے تو نماز از سرِ نو شروع کرتے ہیں اور عاقبت کا خیال آئے تو سجدہ سہو بجالاتے ہیں۔

پھر فرمایا ایک مرتبہ خواجہ جنید قدس اللہ سرہ العزیز سے عرض کی گئی کہ اے پیر طریقت! کیا ہی اچھا ہو کہ اگر آپ ہماری خاطر گودڑی پہن لیں۔ فرمایا اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ صرف گودڑی سے کام نکل آتا ہے تو میں لوہے اور آگ کی گودڑی بھی پہن لیتا لیکن معاملہ یہ ہے کہ ہر روز ہمارے باطن میں یہ ندا کی جاتی ہے کہ:

ليس الاعتبار بالخرقة انما الاعتبار بالخرقة .

یعنی خرقے کا کوئی اعتبار نہیں' صرف کام کرنا معتبر ہے۔

بعدازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سفر پر جا رہے تھے کہ ایک آدمی نے سامنے آ کر سوال کیا کہ محبت کی انتہا بھی ہے یا نہیں؟ فرمایا' او جھوٹے! محبت کی کوئی انتہا نہیں۔

رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا

بعدازاں رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' زبان مبارک سے فرمایا کہ قیامت کے دن جب ندا ہوگی رجال اللہ خدا کے مردو! تو سب سے پہلے رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا اس صف میں قدم رکھیں گی۔

پھر فرمایا کہ اس زمانے میں آپ محبت کے کام میں بے مثل تھیں۔ چنانچہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک دن ایک رات رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کی خدمت مین رہا اور محبت کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی نہ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں مرد ہوں نہ ان کے دل میں خیال آیا کہ وہ عورت ہیں آخر جب میں اُٹھا تو اپنے تئیں مفلس اور انہیں مخلص پایا۔

بعدازاں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے عقیدہ اور صدق کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک روز درگاہِ الٰہی میں مناجات کر رہی تھیں کہ بارِ خدایا! اگر تو قیامت کے دن مجھے دوزخ میں بھیجے گا تو میں تیری محبت کا ایک بھید جو مجھ میں اندر ہے اس سے بیان کروں گی جس کے سبب دوزخ ہزار سالہ راہ کے برابر مجھ سے دُور بھاگ جائے گی پھر عرض کی کہ اے پروردگار! اگر میں دوزخ کے خوف سے تیری عبادت کرتی ہوں تو مجھے دوزخ میں جلانا اور اگر بہشت کی امید پر تیری پرستش کرتی ہوں تو اپنا جمال ضرور دِکھانا۔

بعدازاں فرمایا کہ ایک دفعہ کعبہ نے رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کا استقبال کیا تو پکار اُٹھیں کہ **من تقرب الی بشر یقرب اللہ ذراعًا** جو میری طرف ایک بالشت بھر بڑھتا ہے' میں اس کی طرف گز بھر بڑھتا ہوں اور بارگاہِ الٰہی میں دعا کی کہ مجھے کعبہ درکار نہیں' مجھے اس کے دیدار سے خوشی نہیں' میں کعبہ کے مالک کا دیدار چاہتی ہوں۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے جنگل کا رُخ کیا اور سات سال تک پہلو کے بل لڑھک لڑھک کر عرفات میں پہنچیں تو غیب سے آواز آئی کہ اے مدعی! یہ کیسی خواہش تیرے

دامن گیر ہوئی ہے اگر تو ہمیں طلب کرتی ہے تو ہم ایک ہی تجلی سے تیرا کام سنوار دیتے۔ عرض کی یارب العزت! مجھے اس درجے کا سرمایہ حاصل نہیں' میں فقط فقر چاہتی ہوں۔ آواز آئی کہ اے رابعہ! سر جھکا لے کیونکہ یہاں پر یہ معاملہ ہے کہ جو لوگ ہمارا وصال چاہتے ہیں اس قدر قریب ہو جاتے ہیں کہ بال کا فرق نہیں رہتا تو پھر کام دگرگوں ہو جاتا ہے اور وصال فراق سے بدل جاتا ہے تُو تو ابھی ستر پردوں میں ہے جب تک ان سارے پردوں کو پھاڑ کر ہماری راہ میں قدم نہیں رکھے گی' فقر حاصل نہیں کر سکے گی۔ ذرا نگاہ اُٹھا کر اوپر کی طرف دیکھ جب نگاہ کی تو دیکھا کہ ہوا میں خون کا دریا بہہ رہا ہے' آواز آئی' اے رابعہ! یہ ہمارے ان ہی عاشقوں کی آنکھوں کا خون ہے جنہوں نے اس راہ میں قدم بڑھایا اور پہلی ہی منزل میں ایسے فرو ہوئے کہ دونوں جہان میں ان کا نام ونشان تک نہیں پایا جاتا۔ عرض کی یارب العزت! ان کی ایک صفت مجھے بھی دِکھلا' یہ کہنا ہی تھا کہ آپ کو عورتوں والا خون جاری ہو گیا اور غیب سے آواز آئی کہ اے رابعہ! یہ ان کا پہلا مقام ہے۔ خواجہ صاحب اس بات پر پہنچ کر زار زار روئے اور فرمایا کہ سات سال پہلو کے بل لیٹ لیٹ کے دو ڈھیلوں کی زیارت کی خاطر گئیں اور جب قریب پہنچیں تو وہ بھی اس علت کی وجہ سے نصیب نہ ہوئی اتنے میں حسن علاء سنجری اور ندیم خاص خواجہ عزیز بیگ نے آ کر سر زمین پر رکھا۔ خواجہ صاحب غلباتِ شوق میں تھے اس لیے ان پر نہایت شفقت فرمائی اور فرمایا کہ بیٹھ جاؤ! جب بیٹھ گئے تو خواجہ عزیز بیگ کو فرمایا کہ کوئی غزل پڑھنی چاہیے' اللہ تعالیٰ نے تمہیں وقت پر بھیجا ہے جب خواجہ عزیز نے تیسرے پردے میں غزل پڑھنی شروع کی تو خواجہ عزیز اور حاضرین مجلس پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ عقل وفکر میں نہیں آ سکتی۔ خواجہ صاحب اور برادرم حسن کو خاص جامہ عنایت فرمایا' وہ دن بہت ہی باراحت تھا کہ سعادت پر سعادت سے مشرف ہوئے تھے۔ وہ غزل جو خواجہ عزیز نے پڑھی' یہ ہے۔

غزل

گر پردہ برکشائی ازاں روئے دربہشت	روشن شود براہلِ نظر حال خوب وزشت
رضواں اگر بہ بیند خشت درت کند	جملہ نگارخانہ فردوس خشت خشت
کاغذ زگریہ ترشد خامہ ز آہ سوخت	حالِ دلِ خراب بگوچوں تواں نوشت
کشت امید کشتم و تو ابر رحمتی	مگوار کشت زار کہ راز است کشت کشت
چندیں حسن برشتہ جاں دل چہ بستہ	مہلت اگر گسست ازیں تن سرشت زشت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ

فضیلت سورۂ مزمل

اتوار کے روز بیسویں ماہ صفر کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ امام زاہدی کی تفسیر پاس پڑی تھی اور سورۂ مزمل کی فضیلت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور آنجناب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ستائیسویں ماہ

رمضان المبارک کو مسجد مدینہ میں مع اصحاب بیٹھے تھے اور گزشتہ پیغمبروں کی حکایات بیان فرما رہے تھے کہ جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام مع چوبیس ہزار مقرب فرشتوں کے جو عرش کے گرداگرد رہتے ہیں' سورۂ مزمل کو ریشمی کاغذ پر قلم نور سے لکھا ہوا لے کر آئے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُٹھ کر بڑی تعظیم وتکریم سے ہاتھ میں لے کر بوسہ دیا اور سر پر رکھی اور پوچھا کہ بھائی جبرائیل! (علیہ السلام) فرمانِ الٰہی کیا ہے؟ عرض کی' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر میں اس سورۃ کو پہلے پیغمبروں کے عہد میں بھیجتا تو اس کی برکت سے ان میں سے ایک بھی گناہ گار نہ ہوتا اور اس کی برکت سے میں سب کو بخش دیتا۔ پس جو بندۂ خدا اور تیری اُمت میں سے جو شخص اس کو فریضۂ نماز کے بعد پڑھے گا' اسے ہر حرف کے بدلے میں ایک لاکھ نیکی عطا ہوں گی اور اسی قدر بدیاں اس کے نامۂ اعمال سے مٹائی جائیں گی اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ بہشت میں داخل ہوگا اس سورۃ کے پڑھنے والے کو بہشت میں ہزار محل سبز زمرد کے بنے ہوئے ملیں گے جن میں سے ہر ایک میں ہزار ہزار چھوٹے محل ہوں گے اور جن میں ہزار ہا حوریں ہوں گی۔

بعدازاں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے میرے اُمتیو! تم اس سورۃ کو اپنا ورد مقرر کرو اور اسے ہر روز دس مرتبہ پڑھا کرو جو ہر روز اسے دس مرتبہ پڑھے گا' اللہ تعالیٰ اسے بُرے آدمیوں اور آفات کے شر سے محفوظ رکھے گا اور وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہوگا اور اس سورۃ کی برکت سے اسے کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچے گی جو شخص کسی مہم کے لیے اسے پڑھے گا' وہ مہم سرانجام ہوگی اور سورۃ کا ثواب اگر اہلِ آسمان اور اہلِ زمین لکھنے لگیں تو بھی نہیں لکھ سکتے۔

بعدازاں فرمایا کہ جب میں شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کا مرید ہوا تو شروع میں مجھے فرمایا کہ سورۂ مزمل بکثرت پڑھا کرو آخر جب تفسیر میں اس سورۃ کی فضیلت دیکھی تو سمجھا کہ آپ مجھے جو اس سورۃ کے پڑھنے کے لیے فرمایا کرتے تھے تو اس سے یہ مقصد تھا کہ میں اس سعادت سے محروم نہ رہ جاؤں۔

بعدازاں فرمایا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ پروردگار اس سورۃ کو جمعہ کی رات بے کام و بے زبان پڑھتا ہے۔ پس جو شخص اس رات اس سورۃ کو پڑھے۔ گویا وہ حق تعالیٰ سے ہم کلام ہوتا ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس سورۃ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جو شخص اس سورۃ کا پڑھنے والا ہے' اسے خواہ لاکھ دشمن حاسد' جادوگر ظالم اور بدخواہ تکلیف پہنچانی چاہیں تو اس کا بال بیکا نہیں کر سکتے بلکہ سب مغلوب ہو کر رہ جائیں گے۔

بعدازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ خلیفۂ وقت نے مجھ پر ظلم کیا اور مجھے ہلاک کرنا چاہا۔ ایک روز میں بیٹھا تھا تو ایک شخص مجھے لینے کے لیے آیا کہ خلیفۂ وقت بُلاتے ہیں' میں نے سورۃ مزمل پڑھ کر اپنے بدن پر پھونکی جب خلیفہ کے پاس پہنچا تو اس کا چہرہ زرد پڑ گیا اور تخت سے نیچے اُتر کر میرے قدموں پر گر پڑا اور مجھے خلعت سے مشرف کیا اور کہا اے استاد! جب تو اندر آیا تو میں نے دیکھا کہ دو اژدہا منہ کھولے تیرے پہلوؤں سے نمودار ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے خلیفہ! شعبی کو چھوڑ دو تو بہتر ورنہ حکمِ الٰہی سے تجھے پارہ پارہ کر دیں گے' مجھے یہ بتاؤ کہ یہ کرامت کہاں سے

نصیب ہوئی؟ میں نے کہا' سورۂ مزمل کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ درجہ عنایت فرمایا ہے پھر خلیفہ نے اس سورۃ کو ہر روز پڑھنا شروع کیا تو جو بادشاہ خراج نہیں دیا کرتے تھے اور سرکش تھے سب باجگزار اور مطیع ہو گئے۔

بعدازاں فرمایا کہ امام مفضل رحمۃ اللہ علیہ نے اس سورۃ کے چھ فائدے لکھے ہیں۔ اوّل یہ کہ جو اس سورۃ کو متواتر پڑھے گا' وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہے گا اور کوئی مصیبت اس کے نزدیک نہیں بھٹکے گی اور دینی اور دنیاوی آفات سے محفوظ رہے گا اور بادشاہوں اور بزرگوں کی نظر میں عزیز ہوگا۔ دوسرے یہ کہ جو شخص اس سورۃ کو دن کے وقت یا رات کے وقت ایک مرتبہ پڑھے گا' اللہ تعالیٰ فرشتوں کو فرمائے گا کہ گواہ رہنا میں اس بندے کو بخشتا ہوں اور اپنا ولی بناتا ہوں اور تمام دشمنوں پر اسے مظفر و منصور بناتا ہوں۔ تیسرے یہ کہ جو شخص اس سورۃ کو پڑھے گا اور پتھر پر دَم کرے گا تو عجب نہیں کہ وہ سونا بن جائے۔

بعدازاں اسی موقع کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ شیخ عبداللہ مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو کسی خطا کے بدلے بغداد میں قید کر دیا گیا' مدت بعد جب خلیفہ کے روبرو لائے گئے تو خلیفہ نے کہا کہ اگر تو واقعی درویش ہے تو جو پتھر تیرے روبرو پڑا ہے' دعا کر کہ یہ سونے کا ہو جائے پھر میں تجھے رہا کروں گا۔ آپ نے کہیں تفسیر میں لکھا دیکھا تھا فوراً سورۂ مزمل پڑھ کر پتھر پر پھونک ماری جو فرمانِ الٰہی سے سونا بن گیا۔ خلیفہ یہ کرامت دیکھ کر تائب ہوا پھر خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ شیخ صاحب جو محبوس رہے تو اس کی وجہ یہی تھی کہ خلیفہ آپ کے سبب تائب ہو۔

بعدازاں فرمایا کہ چوتھے جو اس سورۃ کو پڑھے گا اور اپنے پاس رکھے گا اس پر کوئی مصیبت نازل نہ ہوگی اور لوگوں اور درگاہِ الٰہی میں معزز ہوگا۔ پانچویں اس سورۃ کے پڑھنے والے پر زہر اور جادو کا اثر نہیں ہوگا اور تمام بلاؤں سے امن میں رہے گا' چھٹے جو شخص اس کو بہتے پانی پر پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ پانی پر کھڑا ہو جائے گا اور اگر پہاڑ پر دَم کرے گا تو وہ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اگر مردہ پر پڑھ کر دَم کرے گا تو فرمانِ الٰہی سے وہ زندہ ہو جائے گا اگر قیدیوں کی رہائی کے لیے پڑھے گا تو قیدی قید سے رہا ہو جائے گا۔

بعدازاں فرمایا کہ مولانا بدرالدین اسحٰق علیہ الرحمۃ یہ حکایت بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اور شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز سفر کرتے ہوئے دریا کے کنارے پہنچے جہاں دریا عبور کرنے کے لیے کشتی موجود نہ تھی۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ میری اور اپنی نعلین ہاتھ میں پکڑ لے۔ جب ہم پانی کے قریب پہنچے تو فرمایا آنکھیں بند کرو جب میں نے آنکھیں بند کیں تو ہم پانی سے گزر گئے۔ آپ کی ہیبت مجھ پر طاری ہوئی وجہ نہ پوچھ سکا جب ایک منزل پر پہنچے تو عمدہ موقع پا کر میں نے اس حالت کی بابت عرض کی تو فرمایا کہ میں نے سورۂ مزمل پڑھی تھی اور اپنے پر اور تجھ پر دَم کی تھی تو راستہ بن گیا تھا۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ سلیمان سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ بڑے بزرگ تھے' آپ کو حجاج بن یوسف نے ایک مرتبہ قید کر دیا اور سر سے پاؤں تک آہنی زنجیروں میں جکڑ دیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے سورۂ مزمل کی فضیلت یاد آئی فوراً پڑھنی شروع کی ابھی ختم نہ کرنے پایا تھا کہ تمام ہتھکڑیاں' بیڑیاں اور طوق گر پڑے اور لوگ آ کر مجھے رہا کر کے لے گئے۔ آخر معلوم ہوا کہ فرشتگانِ عذاب اسے ہلاک کرنا چاہتے تھے۔

بعدازاں اسی موقع کے مناسب بیان فرمایا کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سورۃ کی برکت سے ایک سو ستر میدان مارے اور خیبر کے دروازے کو اسی کی برکت سے اُکھیڑ پھینکا۔ امیر المومنین ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے بعد جناب کی زیارت خواب میں اسی سورۃ کی برکت سے ہوا کرتی تھی پھر فرمایا کہ امام یحییٰ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سورۃ کے پڑھنے والے کو قیامت کے دن اس قدر ثواب ملے گا جسے دیکھ کر ساری خلقت حیران ہوگی اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہوگا اور نوری براق پر سوار کر کے بہشت میں لے جائیں گے۔

پھر اسی موقع کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ خواجہ بلخی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ میں نے سات سو استادوں کی شاگردی کی اسی قدر فضیلت اس سورۃ کے پڑھنے کی انہوں نے بیان کی۔ مجھے گمان ہوا کہ اگر ساری عمر اس کی فضیلت اور اس کا ثواب لکھوں تو بھی لکھا نہ جائے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ

علامات قربِ قیامت

بدھ کے روز پانچویں ماہ ربیع الآخر کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا وجیہہ الدین باہلی' مولانا نصیر الدین گیاہی اور مولانا برہان الدین غریب حاضر خدمت تھے۔ آخری زمانے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ یہ علامات جو زمانے میں دم بدم نمودار ہو رہی ہیں' یہ سب آخری زمانے کی علامات ہیں لیکن عوام ان علامتوں سے غافل ہیں۔

پھر فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ آخری زمانے میں فرزند آدم بہت کم ہوں گے' عورتیں مردوں کے ساتھ شراب پئیں گی اور ان پر سوار ہو کر کوچہ بکوچہ پھریں گی' دف بجانے والے بکثرت ہوں گے' بے عمل علماء زیادہ ہو جائیں گے اور بادشاہ کھلم کھلا ظلم کریں گے۔

بعدازاں فرمایا کہ امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب عورتیں گھوڑوں پر سوار ہو کر بازاروں میں پھریں گی تو سمجھ لینا کہ یہ قیامت کی علامت ہے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ آخری زمانے کی علامت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ جناب رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بیٹھے تھے' امیر المومنین ابوبکر صدیق اور علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پوچھا کہ دنیا کب تک ہے؟ فرمایا' سات روز۔ یہ سُن کر اصحاب تنگ دل ہوئے۔ فرمایا' یہ سات دن آخرت کے سات دنوں کے برابر ہیں جس میں آخرت کا ہر دن یہاں کے ہزار سال کے برابر ہوگا۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ میری اُمت کی ناخوش زندگانی میری وفات کے بعد ہوگی' ان میں سے اسی کی زندگی خوش ہوگی جو دنیا سے قطع تعلق کرے گا۔

بعدازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم کی وفات کے چھ سو سال بعد فتنے برپا ہوں گے اور ہندوستان اور ترکستان میں ایک دوسرے سے لڑائی ہوگی اور ایک دوسرے کی چغلی اور غیبت کریں گے۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ آخری زمانے میں عالم تو بہت ہوں گے لیکن برکت کم ہوگی اور درویشوں کو بیت المال سے کچھ نہ ملے گا اور عورتیں گھروں میں سوداگری شروع کریں گی اور کھلم کھلا مطربوں اور بھانڈوں کو مال دیا جائے گا' عورتیں کھلم کھلا مصیبتیں برپا کریں گی' بادشاہ ولایتیں فتح کریں گے اور فساد برپا کریں گے اور پارساؤں کو عذاب کریں گے اور زاہدوں کو مار ڈالیں گے' شراب خوروں کو پسند کریں گے' جہان کو ویران کریں گے اور تمام خلقت ان کے ہاتھوں درویش ہو جائے گی' بے گانی عورتوں سے عیش کریں گے اور اپنے آدمیوں سے لڑائی جھگڑے میں گزرے گی۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ آخری زمانے میں ایسا وقت بھی آئے گا جب کہ رنڈیاں' مطرب' بھانڈ اور اہلِ فساد دنیا کی نظروں میں عزیز ہوں گے اور عالموں اور قرآن خانوں کی کچھ قدر و منزلت نہ ہوگی اور لوگ تمام رنگین کپڑے پہنیں گے اور مرد عورت اکٹھے کھانا کھائیں گے اور لواطت کو پیشہ قرار دیں گے' حاکم حکم کو بیچیں گے اور لوگوں میں بددیانتی پیدا ہو جائے گی' دنیاوی مال کی خاطر حق کو ناحق قرار دیں گے' عدل و انصاف اُٹھ جائے گا' سوداگر لین دین میں جھوٹ بولیں گے۔ پانچ درہم لے کر جھوٹی گواہی دیں گے' نباتات میں برکت نہیں رہے گی' آسمان سے مینہ کم برسے گا اگر برسے گا بھی تو بے وقت جب یہ علامتیں نمودار ہوں تو سمجھ لینا کہ قیامت بالکل نزدیک ہے۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ دجال لعین لعنۃ اللہ علیہ' رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں پیدا ہوا ہے' یہ اس طرح پر ہوا کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے آ کر عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! ایک عجیب چیز پیدا ہوئی ہے۔ ایک یہودی کی عورت نے بچہ جنا ہے جو صبح دس بجے تک باتیں کرنے لگا ہے اور ظہر کی نماز تک بڑا ہو گیا اور عصر تک اس کی داڑھی نکل آئی۔ آنجناب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ آخری زمانے کی علامت ہے' اُٹھ کر اس کے دیکھنے کے لیے تشریف لے گئے جب اس کے مکان کے پاس پہنچے تو کسی نے دجال کو اطلاع دی کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تیرے دیکھنے کو آئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جا کر سلام کیا اس ملعون نے جواب نہ دیا پھر کہا کہ تو نے سخت جادو کیا ہے کہ مجھے عاجز کر دیا ہے' مجھے بھی یہ سکھا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' میں جادوگر نہیں بلکہ پیغمبر خدا ہوں' میں تیرے پاس آیا ہوں تا کہ تو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے۔ امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمراہ تھے' عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! حکم ہو تو اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں۔ اتنا کہہ کر تلوار نکالی تو وہ ملعون چلا کر غائب ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے غمناک ہو کر یاروں کو فرمایا کہ شیاطین اسے ملک میں سے لے گئے ہیں۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جس روز دجال نکلے گا اس سال سخت قحط ہوگا' بارش نہیں ہوگی' نباتات کم اُگے گی' یہ

ساری خاصیتیں اس ملعون کے نمودار ہونے کی ہیں پھر فرمایا کہ وہ نمودار ہو کر پیغمبری کا دعویٰ کرے گا اس کی علامت یہ ہوگی کہ اس کی پیشانی میں لکھا ہوگا:

ھو الکافر با للہ العظیم ۔

گدھے پر سوار ہوگا جس کی لگام سونے کی ہوگی پس جو اہلِ عذاب ہوں گے وہ اس کی پیروی کریں گے اور خضر علیہ السلام اس کے ہمراہ ہوں گے اور فرماتے جائیں گے کہ یہ جھوٹا ہے' ملعون ہے' وہ مسلمانوں کو سیدھی راہ سے بھٹکائے گا اور کافر کرے گا اور تمام جہان میں ایک ہی ہفتے میں پھرے گا۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ آخری زمانے میں غافل نہ رہنا جوں جوں اس کی علامتیں ظاہر ہوں گی تم عاجز ہوتے جاؤ گے اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو اور توبہ کرو۔

بعدازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے تھے اور گرداگرد اصحاب حاضر خدمت تھے۔ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنجناب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ آیا سورج اسی زمین سے نکلتا ہے؟ فرمایا' ہاں! اس کی گردش آگ پر ہے اگر دن رات میں ایک مرتبہ بھی اس کا گزر پانی پر نہ ہوتا تو بہت سے لوگ جل جاتے اور یہ ستارے جو آسمان میں دِکھائی دیتے ہیں' اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں خاص کر یہ آفتاب جو ہر روز اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کرتا ہے کہ بارِ خدایا! مجھے حکم دے تاکہ میں سارے کافروں اور نافرمانوں کو جلادوں۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ آخری زمانے میں ایسا وقت بھی آئے گا کہ اس وقت کا سال اب کے مہینے کے برابر ہوگا اور مہینہ ہفتہ کے برابر اور ہفتہ دن کے برابر اور دن اس قدر چھوٹا ہوگا کہ ایک نماز بھی پوری ادا نہیں ہو سکے گی اور عمریں بھی برائے نام رہ جائیں گی جب خواجہ صاحب اس بات پر پہنچے تو آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری ہجرت کے بعد اُمت کے پانچ طبقے ہوں گے اور ہر ایک سو سال رہے گا پھر خواجہ صاحب نے اس کی تفصیل یوں بیان فرمائی کہ پہلا طبقہ صاحبِ تقویٰ اور عمل صالح کا ہوگا' دوسرا اہلِ تواضع اور تراحم کا' تیسرا ایک دوسرے کے ساتھ جنگ و جدال کا ہوگا' چوتھا صلہ رحم چھوڑ کر ایک دوسرے سے روگردانی کرے گا اور عاجزوں کی مدد نہیں کرے گا' یہ پانچ سو سال تک رہے گا۔ پانچواں طبقہ ظالم' عاصی اور نافرمان ہوگا۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جب سات سو سال گزر چکیں گے تو زلزلے بہت آئیں گے' باعمل علماء فوت ہو جائیں گے' امر معروف اور نہی عن المنکر یکساں ہو جائیں گے۔ کوچہ بکوچہ خوں ریزیاں ہوں گی' یہ کام سات سو بیس سال تک ہوگا پھر حیوانات کی کثرت ہوگی اور انسان ان میں سے مشکل سے گزر سکیں گے' زمین کی پیداوار کم ہوگی' زراعت مختلف آفتوں کے سبب برباد ہو جائے گی' مسلمانی نہیں رہے گی' لوگ ایک دوسرے کی غیبت اور بدگوئی کریں گے' بُرے کام کریں گے' بے شرمی بڑھ جائے گی' بے گناہ مسلمان قتل کیے جائیں گے' دنیاوی مال کی طمع سے مسلمان سے مسلمان لڑے گا اور فساد برپا ہوگا' مشائخ ناحق قتل ہوں گے' برکت اُٹھ جائے گی' یہ کام سات سو تیس سال تک ہوگا پھر جنگلی درندے شہروں میں آگھسیں گے اور روزِ روشن میں

مسلمانوں کے بچوں کو لے جائیں گے' امراء اور بادشاہ ظالم ہو جائیں گے' ان کے ظلم سے شہر برباد ہو جائیں گے اور مسلمانوں کو بُری طرح قتل کریں گے' شہروں میں اسلام بہت کم رہ جائے گا۔ بے عمل علماء بہت ہوں گے اس زمانے میں جو فساد برپا ہوگا وہ علمائے بے عمل اور مشائخ کی ریائی کی وجہ سے ہوگا۔ ہر شہر کا جدا جدا بادشاہ ہوگا۔ شہروں میں اسلام اور مسلمانوں کی حالت بہت ردی ہو جائے گی' دوست دشمن بن جائیں گے جو دنیاوی چیز دیکھے گا اس کی دُھن میں محو ہو جائے گا۔ مسلمان مفلس ہو جائیں گے' درویشی کے سوا ان کے پاس کچھ نہ رہے گا' کھلم کھلا ظلم ہوگا لیکن خلقت فساد کا کچھ خیال نہ کر کے رات دن غیبت' حسد' فحش' لہو و لعب' قمار بازی' مطربی اور بُرے کاموں میں مشغول رہے گی۔ یہ کام سات سو چالیس سال تک رہے گا پھر عورتوں میں شہوت زیادہ ہو جائے گی حتیٰ کہ ایک عورت ایک خاوند پر قناعت نہیں کرے گی بلکہ سو سے بھی زیادہ کی خواستگار ہوں گی اور عورتیں بے شرم ہو جائیں گی اور گلی بازاروں میں فساد برپا کرتی پھریں گی اور مردوں کی خاطر ایک دوسرے کو قتل کریں گی' ولایتیں آباد نہیں رہیں گی' تمام شہر برباد ہو جائیں گے' ایک شہر سے دوسرے شہر تک بڑی مشکل سے جایا جائے گا' اہلِ علم قتل ہوں گے' مشائخ اور درویش کی کچھ عزت نہ ہوگی نہ کوئی ان کا پرسانِ حال ہوگا' یتیم اور بیوہ خوار ہوں گے اور بھوک کے مارے ہلاک ہو جائیں گے' ولایت ستمرو ہو جائے گی' سادات' عالم' درویش' مصحف کو بیچنے جائیں گے اور کوئی نہیں خریدے گا' قحط اور تنگی دم بدم بڑھتی جائے گی' شراب خوروں کی کثرت ہوگی' شراب خوری اور بدافعالی کو لوگ فخر سمجھیں گے' اہلِ فساد اور مسخروں کی عزت ہوگی' اہل صلاح بے غیرت ہوں گے' دوستی زبانی ہوگی' مسلمان بغیر ہاتھ' زبان' دل اور کان کے ہوں گے (یعنی ان سے کام نہ لے سکیں گے) خیانت بہت ہوگی' راہزن اور دشمنوں کی تعداد بڑھ جائے گی اور تمام جہان میں فساد مچ جائے گا' یہ حال سات سو سال تک رہے گا پھر جب آفتاب نکلے گا تو اس کا مطلع خون آلود ہوگا اور آسمان کے کنارے قریب دو نیزے کے خون کی طرح ہوں گے اس روز تین روز تک آفتاب کے مطلع میں خون رہے گا اسی روز آدھے جن اور انسان مر جائیں گے' ہوا سخت چلے گی' مرگ زیادہ ہوگی' طوفان آئیں گے' شہروں میں آگ لگ جائے گی' یہ حالت سات سو ساٹھ سال تک رہے گی پھر بارش ہوگی جس کے قطرے مرغی کے انڈوں کے برابر ہوں گے اس سال کئی ہزار مویشی اور کھیتیاں برباد ہوں گی' یہ حالت سات سو سترہ سال تک رہے گی پھر قرآن شریف اُٹھا لیا جائے گا اور آفتاب مغرب سے نکلے گا' توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا جس روز آفتاب مغرب سے نکلے گا' زوال تک بے قرار رہے گا پھر اسی طرح غروب ہو جائے گا۔ یہ حالت سات سو اسی سال تک رہے گی پھر دجال لعین نمودار ہوگا۔ جس کی پیشانی میں ایمان کا نقش ہوگا' مومن ہوگا اور جو منافق ہوگا اس کی پیشانی میں کفر کی علامت ہوگی۔ نعوذ باللہ منھا جب خواجہ صاحب اس بات پر پہنچے تو زار زار روئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ اس کے بعد کیا کیا پیدا ہوگا اور قیامت کب آئے گی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

اولیاء اللہ کی بزرگی

ہفتے کے روز ماہ جمادی الآخر کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اولیاء کی بزرگی کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی' زبان

مبارک سے فرمایا کہ ذکر الاولیاء منزل الراحت یعنی اولیاء کا ذکر کرنے سے راحت نازل ہوتی ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے شیخ نجم الدین صغریٰ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ذکر الاولیاء عبادتاً یعنی اولیاء کا ذکر کرنا بھی عبادت ہے اور جو ذکر کرتا ہے اس کے نامۂ اعمال میں عبادت کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ عقل مند کون ہے؟ فرمایا جو نیک اور بد میں تمیز کر سکے۔ امام جعفر صادق نے فرمایا کہ چوپائے بھی نیک و بد میں تمیز کر سکتے ہیں یعنی جو نہیں مارتا ہے یا کھلاتا پلاتا ہے اس میں تمیز کر سکتے ہیں۔ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ پھر آپ کی رائے میں عقل مند کی کیا پہچان ہے؟ فرمایا جو دو نیکیوں میں سے ایک اچھی نیکی اختیار کرے اور دو بدیوں میں سے بُری سے بچے۔

مقام خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ

پھر خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ جب رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہونے والا تھا تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! جناب کا خرقہ کس کو دیا جائے؟ فرمایا' اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو۔ بعدازاں جب امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنے تو کوفے میں منبر پر خطبہ پڑھا اور پھر پوچھا کہ اے اہلِ مسجد! تم میں سے کوئی قرن کا رہنے والا ہے؟ عرض کی' ہے! فرمایا' میرے پاس بھیج دو جب قرنی لوگ آپ کے پاس آئے تو آپ نے اویس رحمۃ اللہ علیہ کی بابت پوچھا' انہوں نے کہا' اسے ہم نہیں جانتے۔ امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا' رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا پتہ بتایا ہے' ان کی بات خلاف نہیں ہوتی پھر ان میں سے ایک نے عرض کی کہ وہ اس سے تو حقیر ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے' وہ تو دیوانہ اور احمق ہے' خلقت سے دُور ہی رہتا ہے اور آبادی میں نہیں آتا اور نہ کسی سے مل بیٹھتا ہے جو کچھ لوگ کھاتے ہیں' وہ نہیں کھاتا اور غم اور خوشی اسے کچھ بھی نہیں جب لوگ روتے ہیں تو وہ ہنستا ہے اور جب لوگ ہنستے ہیں تو وہ روتا ہے۔ امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا' وہ کہاں ہے؟ عرض کی وادیٔ عرفہ میں اونٹ چرایا کرتا ہے پھر امیر المومنین عمر اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما وادی میں گئے اور اسے نماز میں مشغول دیکھا۔ حق تعالیٰ نے فرشتے مقرر کر رکھے تھے جو اس کے اونٹوں کی رکھوالی کیا کرتے تھے جب اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے آدمیوں کی آہٹ سُنی تو نماز کوتاہ کی پھر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلام کیا' جواب دیا پھر امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نام پوچھا' کہا' عبداللہ۔ فرمایا' ہم بھی عبداللہ یعنی اللہ کے بندے ہیں خاص نام بتاؤ؟ کہا' اویس! فرمایا' ہاتھ دکھاؤ' دکھایا تو وہی نشان موجود تھا جو رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا پھر امیر المومنین نے فرمایا' اے اویس! رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام بھیجا ہے اور فرمایا کہ میری اُمت کے لیے دعا کرنا۔ عرض کی' یا عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! آپ اچھی طرح دعا کر سکتے ہیں کہ دنیا میں آپ سے بڑھ کر کوئی عزیز نہیں۔ فرمایا' میں بھی یہی کام کرتا ہوں لیکن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی۔ عرض کی' یا عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! ذرا پہاڑ میں اور جستجو کر لو شاید کوئی اور اویس نہ ہو۔ فرمایا' نہیں! آپ ہی کا پتہ بتلایا

تھا۔ کہا تو پہلے مجھے خرقہ دو تا کہ میں اُمت کے لیے دعا کرلوں۔ امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خرقہ دیا اور فرمایا کہ پہن کر دعا کرو۔ خرقہ لے کر کہا کہ صبر کرو' مجھے ذرا کام ہے پھر دور جا کر وہ خرقہ رکھ دیا اور اللہ تعالیٰ سے اُمتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے دعا کی تو آواز آئی کہ اے اویس! خرقہ پہن لے۔ عرض کی جب تک ساری اُمت نہ بخشی جائے گی' میں نہیں پہنوں گا کیونکہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم' عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا کام کیا ہے اب میرا کام باقی رہ گیا ہے۔ آواز آئی کہ اتنے ہزار اُمت تیری خاطر بخشی' پہن لے۔ عرض کی جب تک ساری اُمت نہ بخشی جائے گی' میں نہیں پہنوں گا' اتنے میں مرتضیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ پہنچے۔ اویس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر آپ نہ آتے تو میں یہ خرقہ نہ پہنتا جب تک کہ ساری اُمت نہ بخشوا لیتا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ ان لوگوں کی حکایت ہے جو جہاں جاتے ہیں' ان کو کوئی نہیں پوچھتا اور جب وہاں سے چلے جاتے ہیں تو ان کا نشان کوئی نہیں بتلاتا۔

پھر فرمایا کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اویس کو اونٹ کی پشم کی گودڑی پہنے ہوئے سر اور پاؤں سے ننگا دیکھا کہ اس گودڑی میں اٹھارہ ہزار عالم موجود تھے اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں خیال آیا کہ کوئی مجھ سے یہ خلافت لے لے اور مجھے رہائی دے۔ کہا' اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! یہ غافلوں کا قول ہے یہاں خود فروشی نہیں اس کو پھینک دے جو چاہے گا' لے لے گا۔ خرید و فروخت کا کیا تعلق؟ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت روئے اور خلافت چھوڑنی چاہی۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جمع ہو کر عرض کی کہ جو چیز صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبول فرمائی ہے' اسے نہیں چھوڑ سکتے کیونکہ ایک روز کا عدل ساٹھ سال کی عبادت سے بڑھ کر ہے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا مقام امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرتبے سے اعلیٰ اور عمدہ ہے' ایسا ہر گز نہیں۔ دیگر اویس قرنی رضی اللہ عنہ میں یہ خاصیت تھی کہ آپ کا دل کسی چیز کو نہ چاہتا تھا جیسا کہ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ایک بڑھیا کے گھر جا کر اس سے یہ التجا کرتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حق میں دعا کرنا۔ پس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا' یا اویس قرنی (رضی اللہ عنہ)! آپ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر کیوں نہ ہوئے؟ اور شرفِ زیارت سے کیوں مشرف نہ ہوئے؟ اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے پوچھا' کیا آپ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کی ہے؟ فرمایا' ہاں! پوچھا' کیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیشانی مبارک کو دیکھا ہے؟ آیا ابرو کشادہ تھے یا ملے ہوئے؟ دونوں میں سے کوئی اس کا جواب نہ دے سکا پھر پوچھا' کیا آپ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دوست ہیں؟ فرمایا' ہاں! فرمایا اگر تم دوست صادق ہوتے تو جس روز آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے تھے تو کیوں نہ آپ نے موافقت میں توڑ ڈالے۔ کیونکہ دوستی اور موافقت کی شرط یہی ہے۔ یہ کہہ کر اپنا منہ دکھایا جس کے سارے دانت ٹوٹے ہوئے تھے پھر فرمایا کہ گو میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت تو نہیں کی لیکن یہ دینی موافقت کی وجہ سے ہے پھر دونوں صاحبوں

کو معلوم ہوا کہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا منصب بلند ہے کہ انہوں نے بن دیکھے موافقت کی۔

بعد ازاں امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یا اویس (رحمۃ اللہ علیہ)! آپ میرے حق میں دعا کریں۔ فرمایا' میں نماز کے وقت دعا کروں گا اگر آپ دنیا سے ایمان سلامت لے گئے تو سمجھنا کہ میری دعا کارگر ہوئی ورنہ میری دعا ضائع گئی۔

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو کئی سال کسی نے ہنستے نہ دیکھا لیکن جب انتقال کا وقت قریب آ گیا تو مسکرائے۔ حاضرین نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ ابلیس لعین میرے سامنے کھڑا ہے اور کفِ افسوس ملتا ہے۔ میں نے پوچھا' کیوں افسوس کرتے ہو؟ تو کہا' آپ بڑی اچھی طرح میرے ہاتھوں سے ایمان بچاتے چلے آئے ہو' میں ایمان کی سلامتی کی خوشی میں مسکرایا ہوں کہ الحمد للہ اس سے ایمان تو بچا کر لے چلا ہوں۔

پھر اسی موقع کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آ کر عرض کی کہ مجھے کچھ نصیحت کرو۔ خواجہ صاحب نے پوچھا کہ آپ خدا کو پہچانتے ہیں؟ فرمایا' پہچانتا ہوں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کے پیارے ہو تو آپ کے حق میں یہی بہتر ہے۔

بعد ازاں امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کچھ دینا چاہا مگر خواجہ صاحب نے جیب میں سے کچھ روپے نکال کر فرمایا کہ یہ میں نے اونٹ چرا کر جمع کیے ہیں اگر آپ اس بات کے ذمہ دار ہوتے ہیں کہ جتنے روپے آپ دیتے ہیں' یہ کھا کر کسی اور کا محتاج نہ ہوں گا تو پھر میں آپ سے لے لیتا ہوں۔

پھر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ ناراض نہ ہونا' واپس جاؤ اور اپنے کام میں مشغول ہو جاؤ کیونکہ قیامت نزدیک ہے پھر قیامت کو ملاقات ہوگی جس کے بعد پھر کبھی جدائی نہ ہوگی اب میں قیامت کے لیے تیاری کر رہا ہوں پھر امیر المومنین حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما واپس چلے آئے۔

پھر اسی موقع کے مناسب یہ فرمایا کہ ایک مرتبہ ہرمز رحمۃ اللہ علیہ نے کوفہ پہنچ کر دریائے فرات کے کنارے خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا اور صفات سے پہچان کر سلام کیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا' حیاک ہرمز بن برخیا! اے ہرمز برخیا کے بیٹے! اللہ تعالیٰ تجھے زندہ رکھے اور پوچھا تو نے مجھے کس طرح پہچان لیا؟ اور تجھے یہاں کون لایا ہے؟ ہرمز نے پوچھا' آپ کو میرا اور میرے باپ کا نام کس نے بتایا؟ فرمایا' اللہ تعالیٰ نے جو علیم وخبیر ہے' بتایا جس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں۔ میں نے تیری روح کو پہچان لیا تھا کیونکہ مومنوں کی روحیں آپس میں ایک دوسرے کی آشنا ہوتی ہیں۔ ہرمز نے عرض کی کہ آپ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ روایت فرمائیں۔ فرمایا' ظاہر میں تو میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار سے مشرف نہیں ہوا لیکن اوروں کی زبانی بہت سے اوصاف حمیدہ اور اقوال پسندیدہ سنے ہیں تا کہ محدث ہو جاؤں چونکہ میں اپنے ہی شغل میں مشغول ہوں اس لیے ان کی طرف اتنی توجہ نہیں کرتا پھر ہرمز نے عرض کی کہ قرآن شریف کی کوئی آیت پڑھیے گا تا کہ بندہ سنے۔ فرمایا:

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔

پھر زار زار روئے۔

جن و اِنس کی تخلیق کا مقصد

پھر فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ○ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ○ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ○ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ○

میں نے جنوں اور انسانوں کو عبادت کے لیے ہی پیدا کیا ہے اور ہم نے زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے مابین ہے صرف کھیل ہی نہیں بنایا بلکہ حق پر پیدا کیا ہے مگر ان میں سے بہت سے اس بات کو نہیں جانتے۔ قیامت کا دن ان کا وعدہ ہے' وہ ایک ایسا دن ہے جب کہ نہ کوئی کسی کو مدد دے سکے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ غالب اور رحم کرنے والا ہے۔

بعدازاں نعرہ مار کر اس طرح بے ہوش ہو کر گر پڑے' ہم تو سمجھے کہ شاید اب ٹھنڈے ہو گئے لیکن جب ہوش میں آئے تو پوچھا' بیٹا! کس واسطے آئے ہو؟ میں نے عرض کی اس واسطے کہ آپ سے محبت کروں اور مجھے آرام و تسکین حاصل ہو۔ فرمایا' میں نے ایسا شخص کوئی نہیں دیکھا کہ جس نے خدا کو پہچان لیا ہو اور پھر اس کے غیر سے اُلفت کرے اور اس کے غیر سے اسے تسلی یا اطمینان ہو۔ بعدازاں ہرمز نے یوں عرض کی کہ مجھے کوئی وصیت فرمائیں۔ فرمایا کہ سوتے جاگتے' اُٹھتے بیٹھتے موت کا خیال رکھو' گناہ کو چھوٹا نہ سمجھو بلکہ اسے بڑا ہی سمجھنا اگر تم گناہ کو چھوٹا خیال کرو گے تو گویا تم اللہ تعالیٰ کو چھوٹا خیال کرو گے پھر ہرمز نے پوچھا کہ میں کہاں مقام کروں؟ فرمایا' ملک شام میں۔ عرض کی یہاں روزی کا کیا بندوبست ہوگا؟ فرمایا کہ اے برخیا کے بیٹے! چونکہ آدم و حوا' نوح' ابراہیم' داؤد اور محمد علیہم السلام انتقال فرما گئے اور ہم تم بھی آخر کو مر ہی جائیں گے اس لیے میری وصیت یہی ہے کہ صالح مردوں کے پاس اللہ کی کتاب ہے۔ موت سے ایک گھڑی بھی غافل نہ ہونا اور جب تو اپنی قوم کے پاس جائے تو اسے وعظ و نصیحت کرنا اور خلقِ خدا کو نصیحت کرنا اور اس اُمت کی موافقت سے ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹنا تاکہ تو بے دین نہ ہو جائے اور اس کے سبب دوزخ میں نہ جائے پھر یہ دعا دے کر فرمایا کہ واپس چلے جاؤ اور میرے حق میں دعا کرنا' میں بھی تیرے حق میں دعا کروں گا۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ "راحۃ الارواح" میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ ربیع حشام علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لیے گیا اس وقت آپ نے صبح کی نماز ادا کی تھی اور ورد و وظائف میں مشغول تھے' میں نے دل سے کہا کہ صبر کر ذرا انہیں فارغ ہو لینے دے لیکن آپ ایک نماز کے وقت سے دوسری نماز کے وقت تک برابر یادِ الٰہی میں مشغول رہے حتیٰ کہ تین دن گزر گئے اس عرصے میں کچھ نہ کھایا اور نہ ہی سوئے۔ چوتھی رات آنکھ

لگ گئی تو فوراً بیدار ہو کر فرمانے لگے الٰہی تعالیٰ! میں بہت سونے والی آنکھ اور بہت کھانے والے پیٹ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ بس میرے لیے اتنی ہی نصیحت کافی ہے، میں واپس چلا آیا اور آپ کو تکلیف نہ دی۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے یہ بھی سنا ہے کہ آپ عمر بھر کبھی نہیں سوئے۔ کسی رات رکوع کرتے اور کسی رات سجود' شام سے صبح تک رکوع یا سجود میں رہتے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ آپ شام سے صبح تک سجدے میں کس طرح بسر کرتے ہیں؟ فرمایا' سجدے میں تین بار سبحان ربی الاعلیٰ پڑھتا ہوں' میں ابھی ایک بار ہی پڑھنے پاتا ہوں کہ سورج نکل آتا ہے۔ نیز فرمایا کہ میں ایسا اس واسطے کرتا ہوں کہ میں بھی فرشتوں کی سی عبادت کروں۔

بعدازاں ایک عزیز حاضر خدمت تھا اس نے پوچھا کہ نماز میں خشوع کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا' یہ کہ اس وقت تیرے پہلو میں تیر بھی ماریں تو بھی تجھے خبر نہ ہو۔

بعدازاں اسی موقع کے مناسب فرمایا کہ شیخ سعدالدین حمویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ کی کیا حالت ہے؟ فرمایا' اس شخص کی حالت کیا پوچھتے ہو جو صبح اُٹھے اور اسے نہ معلوم ہو کہ شام تک کیونکر زندگی بسر کرے گا اور آیا زندہ بھی رہے گا یا نہیں۔ پھر فرمایا کہ آپ کا کام کس طرح بنا؟ فرمایا' آہ وزاری سے۔

بعدازاں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آبدیدہ ہو کر زبان مبارک سے فرمایا کہ اگر کوئی شخص خدا پرست ہے تو وہ اہلِ زمین وآسمان کی سعادت بھی قبول نہیں کرتا۔ کیا تو اس پر یقین نہیں کرتا ہے؟ میں نے عرض کی کہ ہم کیونکر یقین کریں؟ فرمایا' جو کچھ تجھ سے قبول کر لیا گیا ہے اس کے سبب تو بے کھٹکے ہو جائے گا اور اپنے تئیں پرستش میں فارغ دیکھے گا۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے اسی موقع کے مناسب یہ فرمایا کہ جو شخص تین باتوں کو عزیز جانے گا' دوزخ اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہوگی۔ اوّل اچھا کھانا' دوم اچھا کپڑا پہننا' سوم دولت مندوں کے ساتھ مل کر بیٹھنا۔

بعدازاں فرمایا کہ ایک دن خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لوگوں نے کہا کہ ایک شخص تیس سال سے قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہے اور قبر میں کفن لٹکا رکھا ہے' کفن اور گور میں مشغول ہے اور انہیں دو کے سبب یادِ الٰہی سے رہ گیا ہے اور ہمیشہ روتا رہتا ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا' مجھے اس کے پاس لے چلو جب آپ نے اس کو اس حالت میں دیکھا تو فرمایا کہ تو تیس سال سے کفن اور گور کے سبب یادِ الٰہی سے رہ گیا ہے اور ان دونوں بتوں کو آراستہ کیا ہے جب اس نے خواجہ صاحب کو دیکھا تو اصل حال اس پر منکشف ہوا۔ نعرہ مار کر جان خدا کے حوالے کی اور قبر میں گر پڑا۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ اگر کفن اور گور حجاب ہے تو دوسری چیزوں کا کیا ٹھکانا۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ خواجہ ابوتراب بخشی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید تھا جب اس نے کام کمالیت کو پہنچا لیا تو پھر جب کبھی وہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتا' آپ بھی فرماتے کہ تجھے خواجہ بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں جانا چاہیے تاکہ باقی نعمت ان سے تجھ پر منکشف ہو چونکہ وہ مرید بدرجۂ کمال ترقی کر چکا تھا اس لیے وہ خواجہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر نہیں ہونا چاہتا تھا آخر جب بہت گفتگو ہوئی تو فرمایا' باتیں نہیں بنانی

چاہئیں، جانا چاہیے، اُٹھ کر روانہ ہوا جب آدھی راہ پہنچا تو خواجہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی جونہی آنکھیں چار ہوئیں، مرید نعرہ مار کر گر پڑا اور جان خدا کے حوالے کی جب باقی نعمت اس پر منکشف ہوئی تو اس کی برداشت نہ کر سکا اس لیے جان دے دی۔

بعد ازاں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ خواجہ بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیا ہی کامل مرد تھے کہ کامل لوگ بھی آپ کے دیدار کی تاب نہ لا سکتے تھے پھر یہ بھی فرمایا کہ جب انسان بدرجہ کمال ترقی کر جاتا ہے تو حق داری کے تمام اوصاف اس میں مرکب ہو جاتے ہیں، پس اچھا وہی ہے جس میں باری تعالیٰ اپنے اوصاف یگانگت پیدا کر دے۔

بعد ازاں اسی موقع کے مناسب فرمایا کہ ایک بزرگ نے تین دن رات کچھ نہ کھایا، چوتھے روز ایک اشرفی دیکھی تو اسے نہ اُٹھایا بلکہ یہی کہا کہ شاید کسی کی گر پڑی ہو پھر دیکھا کہ ایک بکری منہ میں روٹی لیے آ رہی ہے، وہ بھی نہ لی اس واسطے کہ شاید کسی کی اُٹھا کر لے آئی ہو پھر اس بکری نے کہا، مجھے معلوم ہے کہ تو اسی کا بندہ ہے، یہ روٹی لے لے، یہ حلال کی روزی ہے جب اس بزرگ نے ہاتھ بڑھا کر روٹی لینی چاہی تو وہ بکری غائب ہوگئی۔

بعد ازاں فرمایا کہ خواجہ ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو پہچان لیتا ہے اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی۔ نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ ہی سے پہچان سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو جانتا ہے، وہ سب چیزوں کو جانتا ہے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ انسان کی سلامتی تنہائی میں ہے اور تنہائی کا مطلب یہ ہے کہ اس کی وحدت میں فرو ہو یعنی غیر کا خیال تک اس کے دل میں نہ آئے تاکہ سلامت رہ سکے اگر ظاہر کو دیکھے گا تو ٹھیک نہیں ہوگا۔

بعد ازاں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا پَرتو تیرے دل میں ہر وقت رہنا چاہیے۔ یعنی ہر دَم دل حاضر رہے تاکہ غیر کا خیال اس میں داخل نہ ہو سکے جیسا کہ خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

طلبه الرفعة فوجدته فی التواضع وطلبت الرياسة فوجدته فی الصحة وطلبت المروة فوجدته فی الصدق وطلبت الفقر وطلب الله فوجدته فی التقوىٰ وطلبت الشرف فوجدته فی القناعة و طلب الراحة فوجدته فی الزهد۔

میں نے بلندی طلب کی تو اسے تواضع میں پایا اور ریاست طلب کی تو اسے صحت میں پایا، مروت کو طلب کیا تو اسے صدق میں پایا، فخر کو طلب کیا تو اسے فقر میں پایا، اللہ تعالیٰ کو طلب کیا تو اسے تقویٰ میں پایا، شرف کو طلب کیا تو اسے قناعت میں پایا، راحت کو طلب کیا تو اسے زہد میں پایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

ستائیسویں ماہ جمادی الآخر کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا اس روز میں نے چند خبریں جن میں خواجہ راستان کے الفاظ دُرّبار لکھے تھے، حاضر خدمت کیے اور عرض کی آج تک جو کچھ بندہ نے جناب کی زبان مبارک سے سنا، اپنی سمجھ کے مطابق قلم بند کرتا رہا اور اس کا نام افضل الفوائد رکھا۔ جناب نے یہ سُن کر اس جزدان کا مطالعہ کر کے فرمایا کہ اچھا لکھا ہے اور عمدہ نام رکھا ہے اور

جہاں کہیں مجھ سے کوئی بات رہ گئی تھی' خود دست مبارک سے لکھ دی۔

بعدازاں حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ خسرو (رحمۃ اللہ علیہ) نے جو یہ فوائد قلم بند کیے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر وقت دریائے معانی میں سر سے پاؤں تک غرق رہتا ہے' اللہ تعالیٰ نے خسرو (رحمۃ اللہ علیہ) کے سارے اعضاء اپنے فضل و کرم اور عقل و بزرگی سے بنائے ہیں کیونکہ وہ سارا دن بحر معانی میں شناوری کر کے معانی کے موتی نکال کر لکھتا رہتا ہے۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے کمال بندہ پروری اور ذرّہ نوازی فرمائی۔ میں اُٹھ کر آداب بجالایا اور عرض کی کہ یہ معانی جو لکھتا ہوں' یہ سب کچھ جناب ہی کی قوت و اکرام کی برکت سے ہے کہ آپ اپنی نظر خاص سے میری پرورش فرماتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

بعدازاں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کلاہِ خاص اور پیراہن خاص بندے کو عطا فرمایا۔

پھر شیخ معین الدین سنجری قدس اللہ سرہ العزیز کی بزرگی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ جس روز شیخ معین الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیعت کی تو آپ بھی جو فوائد شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنتے اور قلم بند کرتے رہے۔ چنانچہ شیخ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی کی یہ حکایت آپ کے فوائد میں میں نے لکھی دیکھی کہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی تھیں جب کبھی آپ کام میں مشغول ہوتیں اور خواجہ صاحب روتے تو اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے پستان مبارک سے چند قطرے دودھ کے خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو پلا دیتیں۔

پھر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ تمام برکات جو خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل تھیں' وہ سب اسی دودھ کی برکت سے تھیں۔

فرمودات پیر کا سننا' قلمبند کرنا اور ان پر عمل کرنا

پھر اسی موقع کے مناسب یہ فرمایا کہ جب مرید پیر کی خدمت میں حاضر ہو تو جو کچھ اپنے پیر کی زبانی سنے' اسے قلم بند کرتا رہے اور نیز اس پر عمل کرے یعنی عبادت کے بارے میں جو کچھ پیر فرمائے' اسے عملی صورت میں لائے اور جو وعظ و نصیحت سنے' اسے قلم بند کرتا رہے' اللہ تعالیٰ اسے ہر حرف کے بدلے بہشت میں ایک محل عطا فرمائے گا۔

بعدازاں فرمایا کہ مریدوں کو جو نعمت حاصل ہوتی ہے' وہ سب پیر کی برکت سے حاصل ہوتی ہے اس واسطے جو کچھ پیر سے سنے تو ہمہ تن گوش ہو کر سنے اور اس پر عمل کرے تاکہ نعمت اس سے ضائع نہ ہو جائے۔

بعدازاں فرمایا کہ جب شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز نے سنا کہ میں جو کچھ شیخ صاحب کی زبان مبارک سے سنتا ہوں' قلم بند کر لیتا ہوں تو پھر یہ حالت ہوگئی کہ جب کبھی میں مجلس سے غائب ہوتا اور پھر حاضر خدمت ہوتا تو آپ پوچھتے کہ میاں! کہاں تھے؟ اور جو فوائد آپ نے پہلے بیان کیے ہوتے پھر اعادہ فرماتے اور اگر مجھ میں غفلت کا اثر دیکھتے تو مجھے

خاص طور پر مخاطب کر کے فرماتے کہ حاضر ہو۔

بعدازاں خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے برکت حاصل کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ خواجہ صاحب ابھی بچے ہی تھے کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے کوزے سے پانی پی لیا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا کہ اس کوزے سے کس نے پانی پیا ہے؟ عرض کی گئی' حسن نے۔ فرمایا' چونکہ اس نے اس کوزے سے پانی پیا ہے اس لیے علم اس میں اثر کرے گا اسی اثناء میں اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حسن کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی گود میں رکھ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا کی۔ پس جو نعمت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو ملی' وہ اس کوزے کے پانی اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعا سے ملی۔

بعدازاں ان درویشوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی جو سماع کے وقت نعرے مارتے ہیں اور رقص کے وقت طرح طرح کی آوازیں نکالتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ ایسے لوگ جو ایسی حرکتیں کرتے ہیں' بہت بُرا کرتے ہیں' اہلِ سماع ایسا نہیں کرتے اور یہ کہ یہ کام کاملوں کا نہیں جہاں فضول بوالہوس ہوتے ہیں' ان سے ایسی حرکات سرزد ہوتی ہیں۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص سماع کے وقت آہ وفریاد کرے' سمجھ لو کہ یہ شیطانی کام ہے اور جو روحانی ہے' وہ عالم ملکوت میں ہے۔ جس میں سماع کے وقت حس وحرکت ہی نہیں ہوتی وہ آشنائی کے سمندر میں تیرتا پھرتا ہے اور اس وقت اسے اٹھارہ ہزار عالم کی بھی مطلق خبر نہیں ہوتی جس طرح سونا کٹھالی میں پگھلتا ہے اسی طرح اہلِ سماع تحیر میں گداز ہوتے ہیں۔

حجاج بن یوسف کا انجام

بعدازاں اسی موقع کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک مجلس میں وعظ کر رہے تھے کہ اتنے میں حجاج شاہی رعب وداب کے ساتھ سوار لیے آ پہنچا' لشکر نے تلواریں سونتی ہوئی تھیں وہاں پر ایک بزرگ موجود تھا اس نے کہا' آج حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا امتحان کروں گا' حجاج آ کر بیٹھ گیا۔ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے آنے کی ذرّہ بھر پروانہ کی اور اسی طرح اس کام میں مشغول رہے جب مجلس برخواست ہوئی تو اس بزرگ نے کہا' اے حسن! تو راستی پر ہے۔ حجاج نے آگے بڑھ کر خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا بازو پکڑ کر حاضرین کو کہا کہ اگر تم کسی مرد کو دیکھنا چاہتے ہو تو خواجہ حسن بصری (رحمۃ اللہ علیہ) کو دیکھو۔

بعدازاں اسی موقع پر حجاج بن یوسف کے بارے میں زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک مرتبہ لوگوں نے خواب میں حجاج کو میدانِ قیامت میں دیکھا اس سے پوچھا گیا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا' جو کچھ موحد چاہتے ہیں جب یہ بات خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے سُنی تو فرمایا ہرگز اس پر اعتقاد نہ کرنا۔ جو کچھ وہ چاہتا ہے کہ وہ چالاکی سے آخرت کا بدلہ بھی لے جائے گا۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس کی یہ بات اس وجہ سے تھی کہ اس نے حالتِ نزع میں بارگاہِ الٰہی میں یہ مناجات کی

تھی کہ اے پروردگار! مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو غفار اور اکرم الاکرمین ہے اور یہ سارے اس بات پر متفق ہیں کہ تو مجھے نہیں بخشے گا اور مجھ سے درگزر نہیں کرے گا اور ان کی خصلت کے مطابق میری آبرو نہیں دکھائے گا۔ "فانت قیومی فعال لایرید" پس تو قیوم ہے اور جو چاہتا ہے' کرتا ہے۔ جب خواجہ صاحب اس حکایت پر پہنچے تو آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ حجاج کا ظلم جہاں بھر کو معلوم ہے کہ کس درجے کا تھا اس قسم کا ظالم شخص معافی کا امیدوار ہے تو وہ شخص جو دن رات "سبحان ربی العظیم" کا ورد کرتا ہے' وہ کیونکر اپنی معافی کا امیدوار نہ ہوگا پھر فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حجاج کو مصیبت میں گرفتار کرنا چاہا تو اس سے خواجہ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ سرہ العزیز کے بھائی کو مروایا جس کی وجہ سے تھوڑے دنوں کے بعد درد شکم میں مبتلا ہوا اور سات دن رات اسی درد سے ایسا بیکل رہ کر تخت سے زمین پر اور زمین سے تخت پر لوٹتا تھا اسی طرح راہیٔ ملک عدم ہوا۔ بعدازاں اسے خواب میں دیکھ کر لوگوں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے کیسا سلوک کیا؟ کہا کہ ہر ایک نفر کے بدلے مجھے ایک دفعہ جان سے مارا گیا لیکن ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ سرہ العزیز کے بھائی کے بدلے میں یہ حکم ہوا کہ اسے قیامت تک مارتے اور زندہ کرتے رہو۔

خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ سے وضو کا طریقہ سیکھنا

پھر اسی موقع کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ میں آئے' اونٹ کی مہار درمیان باندھ کر تین دن رات منبروں کو ڈھانے اور تذکروں کو منع کرنے میں صرف کیے جب خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں آئے تو آپ سے سوال کیا کہ آپ عالم ہیں یا متعلم؟ خواجہ صاحب نے عرض کی' میں دونوں میں سے کچھ بھی نہیں صرف جو بات جناب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مجھے پہنچی ہے' میں اسے بیان کرتا ہوں۔ آنجناب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو منع نہ فرمایا بلکہ فرمایا کہ آپ نے بہت عمدہ جواب دیا پھر علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے گئے جب خواجہ صاحب کو معلوم ہوا کہ یہ امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے تو آنجناب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے روانہ ہوئے اور حاضر خدمت ہو کر آرزو کی کہ آپ وضو کا طریق سکھائیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پانی منگا کر خواجہ صاحب کو وضو کا طریق سکھایا اور واپس چلے گئے۔

اس اثناء میں بارش کی قلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ بصرے میں قحط سالی شروع ہوئی تو تقریباً دو لاکھ آدمیوں نے خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ دعا کریں فرمایا اگر تم بارانِ رحمت چاہتے ہو تو مجھے بصرہ سے نکال دو۔

خوفِ الٰہی اور توبہ

بعدازاں خوف کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' زبان مبارک سے حسب موقع یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک بزرگ ایسا تھا کہ جب کبھی خوفِ الٰہی اس پر طاری ہوتا تو کہتا کہ میں اس وقت جلاد کے روبرو بیٹھا ہوں پھر فرمایا کہ اسے کسی نے مسکراتے ہوئے نہ دیکھا۔

بعدازاں اسی موقع کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک روز لوگوں نے ایک شخص کو روتے ہوئے دیکھا تو وجہ پوچھی

اس نے کہا کہ میں محمد قطبی (رحمۃ اللہ علیہ) کی مجلس میں گیا تو آپ نے فرمایا کہ ایک مومن ایسا بھی ہوگا جو دوزخ میں ایک ہزار سال تک رہے گا سو اس سبب سے روتا ہوں۔ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' کاش! وہ مومن میں ہی ہوتا کہ ہزار سال بعد خلاصی ہو جاتی۔

منقول ہے کہ ایک روز خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو بار بار پڑھتے تھے:

انه قال اٰخر الزمان خرجت من امتی سبعین الف سنة ۔

یعنی میری اُمت میں سب سے دیر بعد جو شخص دوزخ سے نکلے گا' ستر ہزار سال بعد نکلے گا۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ رات کے وقت شیخ سیف الدین باخرزی قدس اللہ سرہ العزیز اپنے گھر میں زار زار رو رہے تھے' صبح لوگوں نے پوچھا کہ آپ کل رات کیوں رو رہے تھے؟ فرمایا' ڈرتا ہوں کہ کہیں میری لاعلمی سے کوئی ناپسندیدہ کام ہو گیا ہو یا کہیں ایسی جگہ قدم رکھا گیا ہو جو حق کو نامنظور ہو اور یہ کہہ دیں کہ جاؤ' ہماری درگاہ میں تمہاری گنجائش نہیں اور تیری کوئی طاعت قبول نہ ہوگی اس وقت میں کیا کروں گا۔

پھر ہنسی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ قہقہہ بھی ایک قسم کا کبیرہ گناہ ہے پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک روز شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز ایسے آدمیوں کے پاس سے گزرے جو آپس میں ہنس رہے تھے' فرمایا تمہاری ہنسی سے مجھے تعجب آتا ہے شاید تم موت سے بے خبر ہو۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک شخص قبرستان میں روٹی کھا رہا تھا' ایک بزرگ نے جو پاس سے گزرا' فرمایا تو منافق ہے۔ پوچھا' کیوں؟ فرمایا' مُردوں کے پاس بیٹھ کر کھانا کھانا اور ہنسی میں آخرت اور موت کو بھی بھول جانا' منافق کی علامت ہے۔

بعدازاں اسی موقع کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا وقت نزدیک آ پہنچا تو ہنسے حالانکہ زندگی میں آپ کو کسی نے ہنستے نہیں دیکھا' موت کے قریب آپ ہنستے ہوئے پوچھ رہے تھے کہ کون سا گناہ کیا؟ اتنے میں جان دے دی پھر ایک بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ زندگی میں تو جناب کو مسکراتے ہوئے نہ دیکھا' حالتِ نزع میں آپ کے ہنسنے کا کیا سبب تھا؟ فرمایا جب ملک الموت روح قبض کرنے کے لیے آیا تو کہتا تھا کہ ابھی ایک گناہ اور رہ گیا ہے' مجھے اس خوشی کے مارے ہنسی آئی اور جان نکل گئی۔

بعدازاں اسی موقع پر شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ جس رات آپ کا وصال ہونے والا تھا' ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھلے ہیں اور یہ ندا آ رہی ہے کہ خواجہ فرید الحق رحمۃ اللہ علیہ خدا سے جا ملے اور اللہ تعالیٰ آپ سے خوش ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

بدھ کے روز چھ ماہ رجب سنہ مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' زبان مبارک سے فرمایا کہ آپ کو مالک دینار اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آپ کشتی میں سوار تھے جب کشتی منجدھار میں پہنچی تو آپ سے محصول طلب کیا گیا۔ فرمایا' میرے پاس کچھ نہیں' کہا' اسے پاؤں سے پکڑ کر دریا میں گرا دو۔ دریا کی مچھلیوں کو حکم ہوا تو

ہر ایک منہ میں دینار لے کر کشتی کے پاس آئی آپ نے لے کر کشتی والے کو دیا اور آپ پانی پر قدم رکھ کر روانہ ہو گئے تب سے آپ کا نام مالک دینار پڑ گیا۔

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ آپ نے توبہ یوں کی کہ ایک رات تماشہ دیکھنے گئے مطرب گاتا بجاتا رہا جب اور یار سو گئے تو رباب سے آواز آئی کہ توبہ کیوں نہیں کرتے؟ آپ اسی وقت توبہ کر کے مسجد میں آئے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ خواجہ مالک دینار نے اس درجہ ترقی کی کہ ایک روز آپ دیوار کے سائے میں آرام کیے ہوئے تھے تو سانپ منہ میں نرگس کی شاخ لے کر مگس رانی (مکھیاں اُڑانا) کر رہا تھا۔

پھر اسی موقع پر فرمایا کہ مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ کی کئی سال تک یہی آرزو رہی کہ کسی طرح نمازی بنوں۔ سو اتفاق سے عین جنگ کے روز آپ کو بخار ہو گیا' خواب میں غیب سے آواز سُنی کہ اگر تم آج لڑائی میں جاتے تو اسیر ہو جاتے اور تم کو سور کا گوشت کھلایا جاتا جس کے سبب تم کافر ہو جاتے۔ بعد ازاں خواب سے بیدار ہو کر شکر الٰہی بجا لائے اور فرمایا کہ الحمد للہ! مجھے آج تپ ہوا' یہ واقعی بڑا بھاری تحفہ تھا۔

پھر بزرگوں کی دست بوسی کی برکت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک مرتبہ کسی بزرگ کا کسی دہریئے سے مناظرہ ہوا جب بات حد تک پہنچ گئی تو آخر یہ قرار پایا کہ دونوں کے ہاتھ باندھ کر آگ میں ڈالو جس کا ہاتھ جل جائے گا' وہ جھوٹا قرار دیا جائے گا جب ایسا کیا گیا تو کسی کا ہاتھ بھی نہ جلا۔ کہا دونوں سچے ہیں' وہ بزرگ ناراض ہو کر گھر آیا اور سجدے میں عرض کی کہ مجھے دہریئے سے ملا دیا۔ غیب سے آواز آئی کہ تجھے معلوم نہیں کہ تیرا اور دہریئے کا ہاتھ اکٹھے تھے اگر صرف اس کا ہی ہاتھ ہوتا تو پھر تماشہ دیکھتا۔

پھر فرمایا کہ کئی سال سے مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی کھٹی یا میٹھی چیز نہیں کھائی تھی' ہر رات نانبائی سے روٹی خرید کر روزہ افطار کرتے جب آپ بیمار ہوئے تو گوشت کی آرزو کی' کچھ مدت صبر کیا اور ایک روز کچھ گوشت خریدا اور آستین میں رکھ کر ایک خاص مقام پر پہنچے' گوشت نکال کر فرمایا۔ اے نفس! اگر تو ایسی خواہشوں سے باز آئے گا تو میں تجھے کچھ دوں گا ورنہ نہیں۔ یہ کہہ کر فی الفور وہ گوشت دوست کو دے دیا اور خود نہ کھایا۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک درویش کہا کرتا تھا کہ جو شخص چالیس روز تک گوشت نہیں کھاتا اس کی عقل میں فتور آ جاتا ہے لیکن مجھے گوشت کھائے بیس سال کا عرصہ ہو گیا' میری عقل تو ترقی پر ہے۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ بصرے میں آگ لگی' مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ نعلین اُٹھا کر کوٹھے پر چڑھ کر دیکھنے لگے۔ بعض لوگ جل رہے تھے' بعض بھاگا بھاگ میں تھے۔ غرضیکہ خلقت سخت اضطراب کی حالت میں تھی' یہ حالت دیکھ کر فرمایا کہ قیامت کے دن بھی یہی کیفیت ہو گی۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک روز کوئی بزرگ کسی آدمی کی بیمار پُرسی کے لیے گیا' نگاہ کی تو معلوم ہوا کہ اس کی اَجل قریب آ گئی ہے۔ فرمایا' کلمہ پڑھو! وہ نہ پڑھ سکا صرف یہی کہتا تھا' دس اور گیارہ اور بارہ اس بزرگ نے اس کی حالت پوچھی تو

عرض کی کہ جب میں کلمہ پڑھنا چاہتا ہوں تو آگ کا پہاڑ دکھلا کر کہتے ہیں کہ اگر تو کلمہ پڑھے گا تو تجھے اس میں جلایا جائے گا۔ نعوذ باللہ منھا

خواجگانِ چشت کی بزرگی

جمعرات کے روز ۵ ماہ شعبان سنہ ھ مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی بزرگی کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی' میں نے عرض کی کہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ کیوں کہتے ہیں؟ فرمایا' ایک مرتبہ آپ مع یاروں کے سلطان کے حوض پر تھے' وقت باراحت تھا' یاروں نے عرض کی اگر ایسے وقت میں گرم کاک (روٹی کی قسم) ہو تو کیا ہی اچھا ہو۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا' اچھا! اگر مل جائے تو کیا کرو گے؟ عرض کی' کھائیں گے۔ آپ وہاں سے اُٹھ کر پانی میں گئے' پانی میں ہاتھ ڈال کر گرما گرم کاک نکال کر یاروں کو دیئے اس سبب سے آپ کو بختیار کا کی کہتے ہیں۔

بعدازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ ایک فاسق شخص خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ کی پائنتی میں دفن کیا گیا اسی رات لوگوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ شخص بہشت میں ٹہل رہا ہے۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ یار! یہ رُتبہ کہاں سے ملا؟ کہا کہ آپ لوگ مجھے دفن کر کے گئے اور عذاب کے فرشتے آئے تو وہاں پر خواجہ صاحب موجود تھے' آپ کا دل پریشان ہوا' فرشتوں کو فوراً حکم ہوا کہ اس بندے سے ہاتھ اُٹھالو کیونکہ اس کو میرے دوست شیخ قطب الدین کی پائنتی میں جگہ ملی ہے اور اس کا دل ہماری طرف لگا ہوا ہے' ہم نے اس کی خاطر بخشا اور اس کے قصور معاف کیے۔

بعدازاں شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی بزرگی کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ چند مسافر حاضر خدمت ہوئے' آپ سے جو سوال کرتے' بطورِ امتحان کرتے' آپ کے سامنے لکڑیوں کا ایک گٹھا رکھا تھا' ان میں سے ایک نے سوال کیا کہ درویش کی ذات میں کس قدر روحانی قوت ہو سکتی ہے؟ آپ نے فوراً دونوں ہاتھ لکڑیوں کے گٹھے پر مار کر فرمایا کہ اگر اس گٹھے کو کہے تو یہ سونے کا بن جائے ابھی یہ کلمات شیخ صاحب کی زبان مبارک سے نکلنے بھی نہ پائے تھے کہ لکڑیوں کا گٹھا سونے کا بن گیا۔

پھر اسی موقع کے مناسب یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ مع اپنے یاروں کے جماعت خانے میں بیٹھے تھے' چند درویشوں نے آ کر سلام کیا۔ فرمایا' بیٹھ جاؤ جب بیٹھ گئے تو سلوک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ اہلِ سلوک ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ جب وہ عالمِ تحیر میں مستغرق ہوں تو اس وقت خواہ تلوار کا لاکھ وار ان پر کیا جائے' انہیں خبر تک نہیں ہوتی پھر خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ جس وقت وہ لوگ عالم تحیر میں اپنے دوست کی محبت میں متحیر ہوتے ہیں اگر لاکھ مقرب فرشتے ایک کان میں داخل ہو کر دوسرے سے نکل جائیں' انہیں خبر تک نہیں ہوتی پھر ان درویشوں نے التماس کی کہ کچھ بطورِ زادِ راہ مل جائے تا کہ ہم چلتے بنیں اس روز آپ کے جماعت خانے میں کوئی چیز دینے کے لیے موجود نہ تھی۔ شیخ

صاحب نے مٹھی بھر مٹی اُٹھا کر انہیں دی اور فرمایا کہ اسے باندھ لو جہاں ضرورت خرچ پیدا ہو' اسے استعمال کرنا۔ وہ آداب بجالا کر باہر نکلے اور گرہ کھول کر دیکھا تو وہ مٹی سونا بن گئی۔

خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ جو شخص کامل ہے' مٹی تو کیا خواہ کوئی چیز ہو' سونا ہو جاتی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

حضرت یونس علیہ السلام

بدھ کے روز پانچویں ماہ رمضان المبارک کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ مولانا فخر الدین اور مولانا وجیہہ الدین باہلی حاضر خدمت تھے۔ حضرت یونس علیہ السلام کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ جب آپ پر اللہ تعالیٰ کا عتاب ہوا اور آپ کو مچھلی کے پیٹ میں ڈالا گیا تو چالیس دن رات وہاں رکھا گیا' مچھلی نے منہ کھول کر حضرت یونس علیہ السلام کو نگل لیا اس وقت اس مچھلی پر وحی نازل ہوئی کہ اے مچھلی! یونس (علیہ السلام) ہمارا برگزیدہ ہے' ہم نے اسے تیری روزی نہیں بنایا کیونکہ جانوروں پر پیغمبر کا گوشت حرام ہے صرف تیرے پیٹ کو اس کا جیل خانہ مقرر کیا ہے اس کی ہڈیوں کو تکلیف نہ پہنچانا اور نہ ہی اس کے گوشت و پوست کو خراب کرنا جب مچھلی نے یہ آواز سُنی تو چالیس دن رات کچھ نہ کھایا اور نہ ہی اپنے جوڑے سے ہم بستری کی اسی طرح منہ کھولے رہی۔ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں نماز کے لیے کھڑے ہوتے اور اس کے جگر کو اپنا قبلہ قرار دے کر نماز ادا کرتے' مچھلی دریا کی گہرائی میں جاتی اور اپنے ساتھ یونس علیہ السلام کو بھی لے جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس مچھلی کا چمڑا ایسا نازک بنا دیا کہ اس میں سے یونس علیہ السلام دریا کے عجائبات دیکھتے رہے حتیٰ کہ جانوروں کی تسبیح سنتے رہے اور وہ مچھلی آنجناب علیہ السلام کو ایک دریا سے دوسرے دریا میں پھراتی رہی آپ اس کے پیٹ میں نماز ادا کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے رہے۔ آپ کی آواز آسمان تک پہنچتی۔ فرشتے بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتے کہ ہمیں یہ آواز یونس علیہ السلام کی معلوم ہوتی ہے' وہ دریا کے اندر کیا کر رہے ہیں؟ جواب آیا کہ ہم نے اسے باز رکھا ہے اور مچھلی کے پیٹ کو اس کا جیل خانہ قرار دیا ہے' سب فرشتوں نے مل کر سفارش کی اور رہائی کے لیے دعا اور آہ و زاری کی' اللہ تعالیٰ نے منظور فرمائی اور مچھلی پر وحی نازل ہوئی اور وہ دریا کے کنارے آئی تو حضرت یونس علیہ السلام باہر آ کر طاعتِ الٰہی میں مشغول ہوئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

حضرت جرجیس علیہ السلام

منگل کے روز آٹھویں ماہ شوال سنہ مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت جرجیس علیہ السلام کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جرجیس علیہ السلام کا قصہ ہے تو عجب لیکن بہت طویل ہے پھر فرمایا کہ آپ کے عہد میں ایک بادشاہ نہایت جابر' ظالم اور بت پرست تھا اس کے پاس اقلون نام ایک بت تھا جسے جواہرات سے آراستہ کر کے لوگوں کو اسے سجدہ کرنے پر مجبور کرتا جو اس کی پرستش کرتا' اسے رہا کر دیتا تھا ورنہ اسے مار ڈالتا تھا۔ ایک روز وہ جنگل میں آیا اور لوگوں کو

بُلا کر اس بت کو آراستہ کر کے سجدہ کرنے کے لیے حکم دے رہا تھا اور اس کے پاس ہی آگ جلا رکھی تھی جو اسے سجدہ نہیں کرتا تھا' اسے آگ میں جلاتا تھا جب جرجیس علیہ السلام نے یہ حالت دیکھی تو غم ناک ہوئے اور دل میں سوچا کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لیے ایک بہت اچھا کام کروں۔ وہ یہ کہ اس کو بت پرستی سے منع کروں اور اسلام پیش کروں جو کچھ مجھ پر گزرے گی' میں اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی خاطر اسے بھگت لوں گا۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ آپ کے پاس جو مال تھا' سب راہِ خدا میں دیا جب کوئی چیز باقی نہ رہی تو بادشاہ کے پاس آئے اور فرمایا کہ خلق خدا کو ناحق کیوں ستاتے ہو؟ تم ایک کمزور اور عاجز بندے ہو' تمہارا خدا قوی و قادر ہے جس نے تمہیں یہ سلطنت دے رکھی ہے کیوں شکر یہ ادا نہیں کرتے؟ اور مفت میں اس کے بندوں کو تکلیف دیتے ہو اور بت پرستی کرتے ہو' پتھر کو کوئی بھی اپنا خدا نہیں کہتا' اللہ تعالیٰ تو کریم و رحیم اور قدیم ہے' تیرے کفر اور تیری نافرمانی کو اچھی طرح جانتا ہے اور پھر اپنے فضل و کرم سے پردہ پوشی کرتا ہے اس کی عظمت اس کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ تم کس کھیت کی مولی ہو جو اتنا اِتراتے ہو؟ بادشاہ نے جب یہ سنا تو حکم دیا کہ زمین میں لکڑی گاڑھ کر اس کے ساتھ اسے ننگا کر کے میخیں ٹھونک دو۔ چنانچہ آپ کا چمڑا اُکھڑ گیا اور خون بہہ نکلا لیکن آپ اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا ہی کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہوئی پھر لوہے کی میخ گرم کر کے آپ کے سر پر رکھی گئی تا کہ دماغ پگھل کر باہر نکل جائے پھر بھی بفضلِ خدا آپ صحیح سلامت رہے جب لوگوں نے آپ علیہ السلام کی یہ حالت دیکھی تو کچھ لوگ پوشیدہ طور پر اور کچھ کھلم کھلا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے قائل ہو گئے۔

بعد ازاں اس بادشاہ کے خاصوں نے عرض کی کہ بادشاہ سلامت! اب کام ہاتھ سے گیا اور ایسا فتنہ پیدا ہو گیا جسے ہم دُور نہیں کر سکتے اگر آپ حکم دیں تو اسے جیل خانے میں قید کر دیا جائے تا کہ اسے کوئی نہ دیکھے اور یہ وہیں مر جائے۔ چنانچہ آپ کو جیل میں لے جا کر آپ کی پشت پر بھاری پتھر رکھ دیا۔ آپ علیہ السلام دن رات پتھر تلے شکر الٰہی بجا لاتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتہ بھیجا جس نے آپ علیہ السلام کو پتھر کے تلے سے نکال کر صحیح سلامت باہر پہنچا دیا اور آپ علیہ السلام کو یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو سلام بھیجا ہے اور پیغمبری عنایت فرمائی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ دنیا کی رنج و مصیبت میں صبر کر اور میرے دشمنوں کو میری پرستش کی دعوت دے اور کسی قسم کا خوف نہ کر۔ تجھے چار مرتبہ جان سے مار ڈالیں گے اور میں چاروں مرتبہ تجھے زندہ کروں گا پھر اس شہادت کے بعد تجھے بہشت میں لایا جائے گا۔ آپ علیہ السلام نے یہ سُن کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جب بادشاہ نے دربار عام کیا تو آپ علیہ السلام بھی وہاں تشریف لے گئے' بادشاہ نے کہا کہ میں نے تو تجھے جیل میں ڈالا تھا وہاں سے کس نے رہائی دی؟ فرمایا جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں۔

بعد ازاں بادشاہ نے حکم دیا کہ آرا لا کر آپ علیہ السلام کو پُرزے پُرزے کیا جائے۔ بادشاہ کے پاس سات شیر بھو کے ایک ہی کوٹھڑی میں بند تھے جب آپ کو اس کوٹھڑی میں بھیجا گیا تو شیروں نے آپ علیہ السلام کو بجائے پھاڑ ڈالنے کے سجدہ کیا جب رات ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتہ بھیجا جس نے آپ علیہ السلام کو وہاں سے نکالا اور کھانا کھلایا اور کہا کہ دنیاوی رنج و مصیبت پر صبر کرو جب دن ہوا تو بادشاہ نے لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ خوشی کرو۔

بعدازاں جرجیس علیہ السلام بادشاہ کے پاس آئے' بادشاہ نے پوچھا کہ تو جرجیس (علیہ السلام) ہے؟ فرمایا' ہاں! کہا' میں نے تجھے مار ڈالا تھا؟ فرمایا' اپنے مارنے کی طرف کیا دیکھتے ہو؟ اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھو کہ مجھے کس طرح زندہ کیا' مجھے کیا وہ ساری خلقت کو زندہ کرے گا۔ یہ سُن کر سارے حیران رہ گئے۔ ایک نے کہا' اے جرجیس (علیہ السلام)! ہماری التجا ہے اگر وہ تو پوری کرے تو ہم تیرے خدا کی پرستش کریں گے۔ فرمایا' اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اس نے کہا کہ ہم چار شخص کرسیوں پر بیٹھے ہیں اور ہمارے سامنے مختلف قسم کے لکڑی کے بنے ہوئے تھال ہیں تو اپنے اللہ تعالیٰ کو کہہ کہ یہ لکڑیاں ہری بھری اور بارآور ہو جائیں۔ آپ نے دعا کی' اللہ تعالیٰ نے ان سوکھی لکڑیوں کو سبز بنایا' جڑیں' شاخیں' پتے' پھل' پھول وغیرہ سب کچھ نکل آیا یہ دیکھ کر ملتجی نے کہا' یہ شخص جادوگر ہے اس کو میرے حوالے کر دو تاکہ میں اسے سخت عذاب دوں اس مرد نے ایک بت اندر سے خالی بنوایا اور آپ علیہ السلام کو اس میں رکھ کر اس کا منہ بند کر کے چند روز جلتی آگ میں رکھا جب آپ جلے تو غضب الٰہی جوش میں آیا تمام جہاں تیرہ و تار ہو گیا اور آگ برسنے لگی' تمام لوگ بے ہوش ہو گئے۔ آپ جب اس بت سے نکلے تو قہر خدا کی وجہ سے خاموش رہے چند روز بعد وحی آئی کہ بادشاہ کے پاس جاؤ اور اسے میرے عذاب سے ڈراؤ۔ آپ علیہ السلام پھر بادشاہ کی بارگاہ میں آئے اور نصیحت کرنی شروع کی اس بادشاہ کے وزراءؒ میں سے ایک نے کہا کہ اب ہمارے اور تمہارے درمیان ایک بات رہ گئی ہے اگر تیرا خدا مردوں کو زندہ کر دے تو ہم اس کی پرستش کریں گے۔ پاس ہی ایک پرانا قبرستان تھا' آپ نے دعا کی تو سترہ آدمی اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو گئے جن میں سے نو آدمی' پانچ عورتیں اور تین بچے تھے۔ ان میں ایک بوڑھا بھی تھا' آپ نے اس سے پوچھا' بوڑھے! تمہارا کیا نام ہے؟ کہا' تومائیل۔ پوچھا کب مرے تھے؟ کہا' فلاں زمانے میں۔ حساب لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ چار سو سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ بادشاہ حیران رہ گیا۔ وزیر نے کہا کہ یہ مرد جادوگر نہیں' جادوگر مردے کو زندہ نہیں کر سکتا' ہم نے اس پر اتنی سختی کی لیکن اسے کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچی' یہ آسمانی کام ہے اس پوچھنے والے مرد نے کہا اب میں جرجیس کے خدا کی پرستش کروں گا اور یہ کہ ان بتوں سے بےزار ہوں۔ یہ سُن کر بادشاہ ناراض ہو گیا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کروا دیئے۔ بادشاہ نے وزراء سے پوچھا کہ اب کیا کرنا چاہیے تاکہ اس مرد کے (نعوذ باللہ) شر سے رہائی ہو۔ ایک نے کہا' اسے درویش کے گھر میں رکھو تاکہ بھوک کے سبب ہلاک ہو جائے۔ چنانچہ ایک مفلس بڑھیا کے گھر میں رکھا گیا جس کا ایک بیٹا جو بیمار' اندھا اور معیوب تھا اور اس بڑھیا سے بڑھ کر مفلس شہر میں اور کوئی نہ تھا اور دروازے پر پہرہ بٹھا دیا تاکہ کوئی شخص ان کو روٹی پانی نہ دے اور وہ (علیہ السلام) بھوک پیاس کے سبب ہلاک ہو جائیں۔ آپ علیہ السلام ایک کونے میں نماز میں مشغول ہوئے' دن کو روزہ رکھتے جب شام کا وقت ہوا تو بڑھیا سے پوچھا کہ بڑھیا! تیرے گھر میں کوئی چیز کھانے کی ہے؟ اس نے کہا' اے جوان! میں مفلس بڑھیا ہوں اور میرا بیٹا بیمار اور اندھا ہے' میرے گھر میں کوئی بھی کھانے پینے کی چیز نہیں اس بڑھیا کے گھر میں ایک ستون تھا جس پر چھت قائم تھی' آپ نے اس پر ہاتھ رکھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی تو فی الفور وہ درخت ہرا بھرا ہو گیا اور بارآور ہوا اور ایسا پھل لگا جو کبھی کسی نے نہ دیکھا تھا۔ آپ علیہ السلام نے پھل کھایا اور بڑھیا کو کہا کہ اللہ تعالیٰ کو پہچان! پہلے وہ بڑھیا بت پرست تھی اب مسلمان ہو گئی پھر اس بڑھیا نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تیری ایسی قدر و منزلت ہے تو میرے بیٹے کے لیے دعا کر

کہ وہ بھی تندرست ہو جائے۔ آپ علیہ السلام نے لڑکے کی آنکھ پر دَم کیا تو بھلا چنگا ہو گیا۔ بڑھیا نے بہت منت سماجت کی بعدازاں چند روز اور آپ علیہ السلام اس کے گھر میں مہمان رہے۔ ایک روز بادشاہ ادھر سے گزرا اور سبز درخت دیکھ کر کہنے لگا کہ میں نے تو یہاں کبھی سبز درخت نہیں دیکھا۔ لوگوں نے کہا اس جادوگر کو اس عورت کے گھر میں رکھا تھا جس نے یہ درخت لگایا ہے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس درخت کو اُکھاڑ دو اور گھر برباد کر دو۔ حکمِ الٰہی سے وہ درخت پھر ستون بن گیا' بادشاہ نے حکم دیا کہ جرجیس کو لاؤ اور ایک آہنی میخ سے زمین پر لٹا کر پارہ پارہ کر دو اور جلا دو۔ ایسا کیا گیا اور خاکستر کو بٹور کر اس پر مہر لگائی گئی پھر اپنے معتمدوں کو کہا کہ اسے لے جا کر ذرّہ ذرہ کر کے دریا میں پھینکو تاکہ نیست و نابود ہو جائے اور ہم اس کے شر سے محفوظ رہیں جب اس خاکستر کو لا کر تھوڑا تھوڑا کر کے دریا میں ڈالا گیا تو آواز آئی کہ اے ہوا' زمین و آسمان کا بادشاہ حکم دیتا ہے کہ ان سب ذروں کو جمع کر کیونکہ ہم پھر اسے زندہ کریں گے۔ ہوا نے اکٹھا کر کے پانی پر ڈھیر لگا دیا۔ چنانچہ اسے بادشاہ کے معتمدوں نے دیکھا تھوڑی دیر بعد وہ جنبش کرنے لگا اور بیچ میں سے جرجیس علیہ السلام پیغمبر نمودار ہوئے جو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کر رہے تھے جب وہ لوگ شہر واپس آئے تو آپ ان سے پہلے ہی بادشاہ کی کچہری میں موجود تھے۔ بادشاہ نے پوچھا تُو تو مر گیا تھا؟ خاکستر ہو گیا تھا پھر کیسے زندہ ہو گیا؟ واقعی تو سچا ہے اور تیرا خدا قادر ہے اور ہمارے بت عاجز ہیں لیکن اگر اب میں تیرے خدا کی پرستش کروں تو لوگ مجھے ملامت کریں گے اور کہیں گے کہ ایک آدمی کا بھی مقابلہ نہ کر سکا اب ایک کام اور ہے جس میں ہم دونوں کی بھلائی ہے وہ یہ کہ تو ایک مرتبہ ان بتوں کو سجدہ کرے تاکہ لوگوں کی قیل قال درمیان سے اُٹھ جائے پھر میں تیرے خدا کی پرستش کروں گا اور بتوں سے بے زار ہو جاؤں گا اور انہیں توڑ ڈالوں گا۔ آپ نے چاہا کہ محبت خدا ظاہر کریں۔ فرمایا' اچھا منظور ہے' بادشاہ خوش ہوا اور آپ کے سروچشم کو بوسہ دیا اور کہا کہ آج کی رات اور کل کا دن میرے پاس رہو تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے مابین صلح ہے پھر ہم دونوں بت خانے میں جائیں گے اور ایک دفعہ بت کو سجدہ کرنا' بعد میں جو کچھ تو کہے گا' مجھے منظور۔ آپ رات کو نماز میں مشغول ہوئے' ایک عورت بھی آپ کے پیچھے نماز میں مشغول ہوئی جب آپ نے دیکھا تو اسے اسلام سکھایا اور وہ عورت مسلمان ہوگئی۔ مسلمان غم ناک تھے اور یہودی خوش تھے۔ لوگ بت خانے کی طرف روانہ ہوئے' بادشاہ اور آپ علیہ السلام بھی اس بت خانے کی طرف آئے جس میں ستر بت تھے جو مروارید اور جواہرات سے آراستہ تھے۔ آپ دیر تک ان کی طرف دیکھتے رہے کہ اتنے میں وہی عورت بچے کو اُٹھائے ہوئے آئی' آپ علیہ السلام نے اس بچے کو آواز دی کہ اے فلاں! لڑکے نے اسی وقت کہا' لبیک یا نبی اللہ! فرمایا' گردن سے نیچے اُتر آ' وہ اُتر کر پاؤں چلنے لگا اور آپ کے پاس کھڑا ہو گیا۔ فرمایا' اندر جا کر بتوں کو کہہ دے کہ جرجیس پیغمبر (علیہ السلام) بُلاتے ہیں جب اس بچے نے اندر جا کر پیغام دیا تو سارے بت سر کے بل لڑھکتے ہوئے باہر آئے' آپ علیہ السلام نے زمین پر پاؤں مارا تو سب زمین میں نابود ہو گئے۔ بادشاہ نے کہا تو نے مجھے فریفتہ کیا اور میرے دیوتاؤں کو ہلاک کیا۔ فرمایا' یہ میں نے اس واسطے کیا تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ وہ خدا نہیں اور یہ کہ وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے اور پھر ان میں سے شیطان کو پکڑ لیا اور کہا' اے ملعون! یہ کیا بات ہے جو تو کر رہا ہے' خود بھی ہلاک ہوا اور خلقت کو بھی ہلاک کر رہا ہے تو خود تو دوزخ میں گیا ہے اب خلقِ خدا کو بھی دوزخ میں لے جاتا ہے؟ شیطان نے کہا' کیا آپ (علیہ

السلام) کو معلوم نہیں کہ میرے نزدیک ایک آدمی کو راہِ راست سے بھٹکانا تمام چیزوں سے پیارا ہے۔ نیز کہا' یہ آپ (علیہ السلام) کو معلوم نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو سجدے کا حکم دیا تو سب نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا' میں نے نہ کیا' میں نے دوزخ کو منظور کر لیا' پر سجدہ نہ کیا۔

پھر بادشاہ کی عورت نے بادشاہ کی طرف دیکھا اور کہا اب اللہ تعالیٰ کے عذابوں میں سے باقی اور کون سا رہ گیا ہے یا کون سی اور مصیبت ہے جو تو نے نہیں کی اب یہ کہو کہ وہ دعا کرے تاکہ تم غرق ہو جاؤ۔ بادشاہ نے ناراض ہو کر کہا کہ تو اس کے جادو پر فریفتہ ہو گئی ہے۔ بیس سال سے وہ مجھے کہہ رہا ہے اور مجھے فریفتہ نہیں کر سکا' یہ سُن کر بادشاہ کی عورت مسلمان ہو گئی اور بادشاہ نے اسے مروا ڈالا اس عورت نے جرجیس علیہ السلام سے کہا کہ آپ دعا کریں۔ آپ نے دعا کی تو فرشتے بہشتی حلے لے کر اس کی روح لے جانے کے منتظر ہوئے۔

بعد ازاں جب آپ علیہ السلام نے دعا کی کہ پروردگار! تو جب تک انہیں میرے روبرو زمین میں غرق نہ کرے' مجھے نہ اُٹھانا۔ یہ دعا کرتے ہی بجلی چمکی پھر جہان تاریک ہو گیا اور زلزلہ شروع ہوا جس سے زمین پھٹ گئی اور وہ بادشاہ مع لشکر زمین میں غائب ہو گیا جس کا پھر نام ونشان تک نہ رہا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

منگل کے روز بیسویں ماہ جمادی الاوّل سنہ ھ مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اولیاء اور مشائخ کی فضیلت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ مولانا شمس الدین یحیٰی' مولانا برہان الدین غریب اور مولانا فخر الدین رحمۃ اللہ علیہم آئے اور آداب بجالائے' حکم ہوا کہ بیٹھ جاؤ' بیٹھ گئے۔

والدہ کا مرتبہ

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک دفعہ کسی بزرگ نے حج کی نیت کی کہ خانہ کعبہ کی زیارت کرے جب بغداد پہنچا تو ایک رات پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا جو فرماتے ہیں کہ واپس چلا جا! تیرے گھر میں حج ہے یعنی تیری ماں زندہ ہے جا کر اس کی خدمت کر' وہ تیرے حق میں حج سے بہتر ہے اس کی رضامندی طلب کرو۔ وہ بزرگ واپس چلا گیا اور اپنی والدہ کی خدمت کو غنیمت سمجھا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنے والدین کو گردن پر اُٹھا کر ساری عمر حج کرائے تو بھی ایک رات کا حق ادا نہیں کر سکتا جو انہوں نے اس کی خاطر تلخی میں گزاری ہو۔

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا

بعد ازاں رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' زبان مبارک سے فرمایا کہ رابعہ بصری' خواجہ حسن بصری کی مجلس میں خاموش رہتیں اور کسی قسم کی گفتگو نہ کرتیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ جس روز رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا پیدا ہوئیں' گھر میں کپڑا موجود نہ تھا اور گھر میں اس قدر سامان بھی

موجود نہ تھا کہ چراغ جلا سکیں۔ آپ کو آپ کی والدہ کے دامن میں لپیٹ کر آپ کے والد کو کہا کہ ہمسائے کے گھر سے تیل لے آئیں۔ آپ کے والد بزرگوار ہمسائے کے گھر کے کواڑ کو ہاتھ لگا کر چپ چاپ واپس چلے آئے اور کہا کہ وہ سوئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے دروازہ نہیں کھولا اسی طرح ملولِ خاطر ہو کر سو رہے اسی رات خواب میں دیکھا کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ملول نہ ہو' یہ نتیجہ تمہارے حق میں نیک ہوگا کیونکہ اس کی خاطر میری اُمت کے ستر ہزار آدمی بخشے جائیں گے پھر فرمایا کہ عیسیٰ بن داؤد امیر بصرہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ ہر رات تم سو مرتبہ درود بھیجا کرتے تھے اور جمعرات کو نہیں بھیجا اور چار سو رکعت نماز ادا کیا کرتے تھے اس کا کفارہ سو دینار مجھے دو جب بیدار ہوئے تو زار زار روئے اور خواب کو کاغذ پر لکھ کر امیر بصرہ کو دیا اس نے دس ہزار درم بطورِ صدقہ اس شکریے میں دیا کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یاد فرمایا ہے۔ نیز یہ بھی کہا کہ آئندہ جس بات کی ضرورت ہو' مجھے کہا کرو میں انشاء اللہ پوری کروں گا۔

بعدازاں رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کی بزرگی کے بارے میں فرمایا کہ جب آپ کچھ بڑی ہوئیں تو آپ کے والدین کا انتقال ہو گیا اور جب بصرے میں قحط پڑا اور آپ کی بہنیں جدا جدا ہو گئیں تو آپ ایک ظالم کے ہاتھ آئیں جس نے آپ کو چند درہم لے کر فروخت کر دیا۔ ایک روز بد بخت نامحرم نے آپ کا ہاتھ پکڑنا چاہا' آپ نے سر زمین پر رکھ کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کی کہ میں غریب ہوں' یتیم ہوں اور اسیر ہوں' مجھے دوسری مصیبتوں کی پروا نہیں' میں صرف تیری رضا چاہتی ہوں' آیا تو مجھ سے راضی ہے یا نہیں؟ آواز آئی کہ غم نہ کر قیامت کے دن تجھے وہ مرتبہ عنایت کروں گا کہ مقربانِ درگاہ بھی تجھ پر فخر کریں گے اس روز سے آپ گھر میں داخل ہوئیں' ہر روز مناجات کیا کرتیں کہ اے پروردگار! میں دن کو روزہ رکھتی ہوں اور رات جاگتی رہتی ہوں' اپنے آقا کی بھی خدمت کرتی ہوں اور تیری بھی۔ ایک رات آقا کی آنکھ کھلی تو کیا دیکھتا ہے کہ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا سربسجود ہو کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کر رہی ہیں کہ پروردگار! تجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ میرے دل کی خواہش عین تیری مرضی کے موافق ہے اور میں بسر و چشم تیری بارگاہ کی خدمت گزار ہوں اور کسی دَم بھی تجھ سے غافل نہیں لیکن میں کیا کروں؟ اس آقا نے ایک نورانی قندیل دیکھی جو آپ کے سر پر لٹک رہی ہے اور جس سے سارا گھر دن کی طرح منور ہو رہا ہے۔ آقا نے رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کی بڑی عزت کی اور کہا کہ میں نے تجھے آزاد کیا اگر یہاں رہو تو ہم سب تمہارے خدمت گار ہیں اگر جانا چاہیں تو آپ کی مرضی۔ آپ وہاں سے چلی گئیں اور مطربی شروع کی لیکن بعد میں اس سے توبہ کر کے جنگل میں مقام کیا' مدت تک وہیں عبادت کرتی رہیں۔

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا دن رات میں ہزار رکعت نماز ادا کرتیں اور خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں آیا جایا کرتیں اور جو کچھ آپ سے سنتیں اس پر عمل کرتیں پھر جنگل میں کچھ مدت عبادت کر کے حج کا ارادہ کیا اور ایک گدھے پر اسباب لاد کر حج کو روانہ ہوئیں' جنگل میں پہنچ کر گدھا مر گیا۔ اہلِ قافلہ نے کہا کہ لاؤ ہم آپ کا اسباب اُٹھا لیں۔ فرمایا' جاؤ! میں توکل بخدا ہوں' قافلہ چلا گیا اور آپ تن تنہا جنگل میں رہ گئیں۔ بارگاہِ الٰہی میں عرض کی' اے بادشاہ! تو عاجز عورت سے کیا کر رہا ہے خود ہی تو مجھے اپنے گھر بُلایا اور خود ہی راستے میں میرا گدھا مار ڈالا اب جنگل میں تنہا رہ گئی ہوں۔ یہ کہتے

ہی گدھا زندہ ہو گیا اور اس پر اسباب لاد کر پھر روانہ ہوئیں۔ مدت کے بعد دیکھا گیا کہ اسی گدھے کو فروخت کر رہی ہیں۔

بعدازاں اسی موقع پر فرمایا کہ جب رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا عراق پہنچیں تو کہا' اے پروردگار! میرا دل ملول ہے' میں کہاں جاؤں؟ میں ڈھیلے کو کیا کروں وہ تو ایک پتھر ہے' مجھے تیرا دیدار چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے بغیر وسیلہ خود فرمایا کہ اے رابعہ (رحمۃ اللہ علیہا)! تو اٹھارہ ہزار عالم کی جستجو میں جارہی ہے' کیا تو نہیں جانتی؟ کہ موسیٰ (علیہ السلام) نے میرے دیدار کی درخواست کی اور جب ذرہ بھر تجلی پہاڑ پر کی تو اس کے چالیس ٹکڑے ہو گئے۔ یہ بات جو تو کہتی ہے اس کا کون سا موقع ہے؟

بعدازاں فرمایا کہ جب پھر ایک دفعہ آپ کے روانہ ہوئیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ جنگل ہی میں خود کعبہ آپ کے استقبال کو آ رہا ہے۔ فرمایا مجھے کعبے کی ضرورت نہیں' مجھے کعبہ دیکھ کر کیا خوشی ہو سکتی ہے؟ میں تو کعبہ والے کا دیدار چاہتی ہوں' مجھے کعبہ درکار نہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ

سماع اور اہلِ سماع

جمعرات کے روز ساتویں ماہ شوال سنہ مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا' سماع اور اہلِ سماع کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' اتنے میں ایک شخص نے آ کر اطلاع دی کہ آپ کے یاروں کی ایک جماعت اکٹھی ہوئی ہے اور بانسریاں بھی لائی گئی ہیں۔ خواجہ صاحب نے یہ سُن کر فرمایا کہ میں نے تو منع کیا تھا کہ بانسریاں اور نیز حرام چیزیں جو ہیں' بیچ میں نہیں ہونی چاہئیں جو کچھ انہوں نے کیا ہے' اچھا نہیں کیا اس بارے میں آپ نے فرمایا کہ ہاتھ پر ہاتھ مارنا بھی نہیں چاہیے کیونکہ یہ بھی کھیل میں شامل ہے جبکہ تالی بجانے کی ممانعت ہے تو بانسری کی تو ضرور ممانعت ہونی چاہیے۔

بعدازاں فرمایا کہ اگر کوئی شخص گرے تو شرع میں گرے کیونکہ اگر شرع سے گر گیا تو پھر اس کا ٹھکانا نہیں۔

بعدازاں فرمایا کہ مشائخ کبار نے سماع سنا ہے جو اہلِ سماع ہے اور صاحبِ ذوق اور درد ہے' اسے قوال سے صرف ایک ہی شعر سُن کر رقت طاری ہو جاتی ہے خواہ بانسری ہو یا نہ ہو لیکن جو صاحبِ ذوق اور درد نہیں اس کے پاس خواہ گائیں اور خواہ کتنی ہی بانسریاں بھی ہوں تو کچھ اثر نہیں ہوتا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ کام درد کے متعلق ہے نہ کہ بانسری وغیرہ کے متعلق۔

بعدازاں فرمایا کہ لوگوں کو ہر وقت حضوری حاصل نہیں ہو سکتی اگر دن بھر میں کوئی ایک وقت بھی خوش ہو تو سارے تفرقہ انداز وقت اس میں آ جاتے ہیں اسی طرح اگر کسی مجمع میں ایک شخص صاحبِ ذوق اور درد ہو تو تمام اشخاص اس کی پناہ میں ہوتے ہیں۔

بعدازاں فرمایا کہ پچھلے دنوں اجودھن میں ایک قاضی تھا جو ہمیشہ شیخ الاسلام فریدالحق کے برخلاف رہتا تھا یہاں تک کہ ایک مرتبہ وہ ملتان گیا اور بڑے بڑے علماء کو کہا کہ کیا یہ جائز ہے؟ کہ ایک شخص کھلم کھلا مسجد میں سماع سنے اور کبھی کبھی رقص کرے۔ انہوں نے پوچھا' وہ کون ہے؟ کہا' شیخ فرید (رحمۃ اللہ علیہ)! انہوں نے کہا' ہم ان کا کچھ نہیں کر سکتے۔

بعدازاں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب کبھی میں نے سماع سنا' مجھے خرقۂ شیخ کی قسم! ان سب باتوں کو شیخ

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اوصاف پر محمول کیا یہاں تک کہ ایک مرتبہ آپ کی حین حیات میں قوالوں نے یہ شعر پڑھا

خرام بدیں صفت مبادا کز چشم بدت رسد گزندے

یہ سُن کر شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ یاد آئے' مجھے یہ شعر ایسا پسند آیا کہ کچھ کہا نہیں جاتا۔ قوال نے بہتیرا چاہا کہ اور کچھ پڑھے لیکن میں اس سے بار بار یہی شعر پڑھوائے گیا۔ خواجہ صاحب جب اپنی بات کر چکے تو روئے اور فرمایا کہ اس کے بعد بہت مدت نہ گزری کہ جناب شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ انتقال فرما گئے۔

افراطِ محبت

پھر فرمایا کہ قیامت کے دن ایک سے پوچھا جائے گا کہ ہمارے اوصاف حادث ہیں اور ہم قدیم ہیں۔ حادث قدیم سے کیونکر جائز ہوسکتا ہے' کہے گا' خداوند! میں نے فرطِ محبت سے ایسا کیا' حکم ہوگا کہ اچھا! تو نے فرطِ محبت سے ایسا کیا' ہم فرطِ رحمت سے تجھ سے اچھا سلوک کرتے ہیں۔

بعدازاں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص اس کی محبت میں مستغرق ہے اس پر یہ عنایت ہے تو دوسروں سے کیا کیا پوچھا جائے گا؟ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ کیا آپ کو اسمِ اعظم یاد ہے؟ فرمائیے' کون سا ہے؟ فرمایا کہ معدے کو لقمہ حرام سے پاک رکھو اور دل کو دنیاوی محبت سے خالی تو پھر جو اسم پڑھو گے' وہی اسمِ اعظم ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

سوموار کے روز پانچویں ماہ ذیقعد سنہ ھ مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا' نماز اور دعاؤں کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ مولانا شمس الدین یحییٰ' مولانا وجیہہ الدین پائلی اور مولانا نصیر الدین گیاہی رحمہم اللہ علیہم حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مہمات کے لیے صلوٰۃ السعادۃ ادا کیا کرتے تھے اور وہ مہمات سرانجام ہو جایا کرتی تھیں۔ میں (مصنف کتاب) نے عرض کی کہ کیا اس نماز کا کوئی مقررہ وقت ہے؟ فرمایا' ہاں! جب نمازِ عشا کے فرض ادا کرنے کے بعد دو رکعت نماز سنت ادا کر چکے تو پھر چار رکعت نماز ایک سلام کے بہ نیت صلوٰۃ السعادت اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں الحمد ایک مرتبہ' آیت الکرسی ایک مرتبہ' انا انزلنا تین مرتبہ' سورۂ اخلاص پندرہ مرتبہ پھر سلام کے بعد سر سجدے میں رکھ کر تین مرتبہ یہ کہے' یاحی یاقیوم ثبتنی علی الایمان۔

بعدازاں اولیاء کی بزرگی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے نیت کی کہ اور لوگ تو پاؤں کے بل کعبہ پہنچتے ہیں' میں آنکھوں کے بل جاؤں گا۔ چنانچہ ہر قدم پر دوگانہ ادا کرتے گئے جب چودہ سال بعد خانہ کعبہ پہنچے تو کعبہ کو اپنے مقام پر نہ دیکھ کر حیران ہوئے۔ غیب سے آواز آئی کہ اے ابراہیم (رحمۃ اللہ علیہ) کعبہ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کی زیارت کے لیے گیا ہے۔ عرض کی' پروردگار! اب میں کہاں جاؤں؟ آواز آئی' کہیں مت جاؤ' ابھی آ جائے گا۔

بعدازاں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شیخ صاحب سے کسی نے کچھ لینا تھا اس نے بازو سے پکڑ لیا کہ مجھے میرا روپیہ دو۔ شیخ صاحب نے فرمایا' خاموش رہ۔ کہا' نہیں رہتا۔ شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ناراض ہو کر کندھے سے چادر اُتار کر زمین پر دے ماری تو تمام بازار سونے سے پُر ہو گیا۔ فرمایا' اپنا حق لے لے اگر زیادہ اُٹھائے گا تو تیرا ہاتھ خشک ہو جائے گا اس مرد نے اپنا حق اُٹھا لیا جب زیادہ اُٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو ہاتھ سوکھ گیا۔ بعدازاں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص درویشوں سے اُلجھتا ہے اس کی جڑ اُکھڑ جاتی ہے۔ نعوذ باللہ منھا

اتوار کے روز دسویں ماہ ذیقعد سنہ مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ مولانا شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ' مولانا برہان الدین غریب رحمۃ اللہ علیہ' مولانا فخر الدین' مولانا شہاب الدین میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ عثمان سیاح رحمۃ اللہ علیہ' شیخ ضیاء الدین پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا وجیہہ الدین باہلی رحمۃ اللہ علیہ اور اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ وہ دن نہایت ہی بارحمت تھا۔ مولانا شرف الدین اور نجم الدین سنامی اسی روز آداب بجالائے اور چارترکی کلاہ سے مشرف ہوئے اور مجھے (مصنف کتاب) کو بھی اسی روز کلاہ نصیب ہوئی اور ہر ایک کو اپنا اپنا نصیبہ ملا۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جس طرح آج دنیا میں ہم اکٹھے ہیں' قیامت میں بھی ہمارا حشر اکٹھا ہو گا جب خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا تو میں نے اور اور عزیزوں نے عرض کی کہ مولانا شہاب الدین میرٹھی انصاری رحمۃ اللہ علیہ جناب کے خادم ہیں۔ انہوں نے ایک شعر لکھا ہے اگر حکم ہو تو عرض کروں؟ فرمایا' کہو

من از تو ہیچ مرادے دگرے نمے خواہم
ہمیں قدر بکنی کز خودم جدا نکنی

تمام شد حصہ اوّل

افضل الفوائد

یعنی

راحت المحبین

حصہ دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ الٰہی اَسرار و اَنوار اور یہ لامتناہی آثار و اخبار خواجہ راستان، صاحب الکلام فی الارضین، ختم المشائخ والاولیاء، وارث اہلِ سلوک والانبیاء تاج المحققین، برہان العاشقین، نظام الحق والشرع والدین ادام اللہ تقواہٗ کے انفاسِ متبرکہ سے تاریخ وار جبکہ حاضر خدمت ہوا، جمع کیے گئے۔

تخلیق آدم علیہ السلام

سوموار کے روز بیسویں ماہ رجب ۷۱۹ ہجری کو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر ہو رہا تھا، بندہ گناہ گار، امیدوار رحمت پروردگار خسرو خوشہ چین نے جو سلطان المشائخ والاولیاء کا ایک غلام ہے۔ تاریخ مذکورہ کو قدم بوسی کا شرف حاصل کیا اور عزیز بھی حاضر خدمت تھے۔ انبیاء گزشتہ کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ وہ دن کیا ہی اچھے تھے جب کہ خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ حیات تھے جب خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر پہنچے تو میں نے کھڑے ہو کر عرض کی۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جا جو کچھ کہنا ہے کہہ میں دوبارہ آداب بجالایا۔ فرمایا، کہو میں نے عرض کی کہ اس سے پیشتر میں نے جو کچھ آپ کی زبان مبارک سے سنا اسے قلم بند کرتا رہا اور اس مجموعے کا نام ''افضل الفوائد'' رکھا جو منظور نظر عالی ہو چکا اب بھی اگر فرمان ہو تو جو کچھ آپ کی زبان مبارک سے سنا جائے، وہ قلم بند کیا جائے تاکہ دوسری جلد مرتب ہو جائے لیکن اس جلد میں زیادہ تر انبیاء اور سلوک کی حکایات درج ہوں تاکہ میرے دل کو اطمینان ہو۔ آپ نے فرمایا، بہتر! مسکرا کر فرمایا کہ چونکہ تمہارے دل میں ایسی تمنا تھی اس لیے میں نے نماز کے بعد انبیاء کا ذکر شروع کیا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش عزیز سنو! جب اللہ تعالیٰ نے مصیبتوں کا خزانہ پیدا کیا تو خاص کر انبیاء اور اولیاء کے لیے پیدا کیا۔ فرشتوں نے جب اس خزانے کو دیکھا تو سب مارے ہیبت کے سربسجود ہو گئے کہ الٰہی! یہ کس کے لیے ہے؟ فرمایا' فرشتو! تم اس نعمت سے فارغ ہو' یہ نعمت ہم اپنے خلیفہ کو دیں گے جسے ہم روئے زمین پر پیدا کریں گے یعنی آدم صلوٰۃ اللہ علیہ اور اس کے فرزند جو میرے محب ہیں اور انہیں ان مصیبتوں کے ذریعے امتحان کیا جائے گا جو ہماری محبت میں ثابت قدم ہوگا اس پر ہم بلا نازل کریں گے اور جب نہ نازل کریں گے تو وہ اس کے نازل ہونے کی آرزو کریں گے۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! جو لوگ دوست کے عشق میں مستغرق ہیں' وہ صبح سے شام تک بڑی آرزو سے بلا کے خواستگار ہوتے ہیں کیونکہ جو مصیبت دوست کی طرف سے ہو' وہ مصیبت نہیں ہوتی' وہ عین نعمت ہے جو دوست سے دوست کو ملتی ہے۔

بعد ازاں یہ حکایت بیان ہوئی۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک عاشق جب صبح اُٹھتا تو یہی فریاد کرتا کہ پروردگار! میرا رزق بھی تیری بلا ہے اس سے پوچھا گیا کہ یہ کیا کہتے ہو؟ کہا جب دوست مصیبت میں ممنون ہو تو پھر اگر ہم اس کی آرزو نہ کریں تو ہم اہلِ سلوک میں ثابت نہیں پھر خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر یہ رباعی پڑھی

رباعی

ہر جا کہ بلائے تست برجانم باد	چو در رضائے تست برجانم باد
گر برسر عاشقاں بلاہا باشد	آں جملہ بلائے تست برجانم باد

بعد ازاں فرمایا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو عالم وجود میں پیدا کیا گیا اور روح قالب میں داخل ہوئی' قالب اُٹھ کر بیٹھا ہی تھا کہ چھینک آئی اور الحمد للہ کہا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام پاس ہی کھڑے تھے' انہوں نے کہا "یرحمکم اللہ"! اس وقت فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ملائکہ آسمان! تم تو کہتے تھے کہ وہ دنیا میں فساد برپا کریں گے اور خوں ریزیاں کریں گے۔ دیکھا ابھی اچھی طرح اُٹھا بھی نہ تھا کہ میری حمد و ثنا کہی۔ قولہ تعالیٰ:

وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ .

پھر فرشتے سربسجود ہوئے اور عرض کی۔ قولہ تعالیٰ:

اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ .

یعنی جو کچھ تجھے معلوم ہے' ہم نہیں جانتے۔ جبرائیل' میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام کو حکم ہوا کہ تم سب بہشت میں جاؤ۔ جبرائیل علیہ السلام بہشتی لباس لائے' میکائیل علیہ السلام براق اور اسرافیل علیہ السلام تاج جب لائے تو حکم ہوا کہ لباس پہناؤ اور تاج سر پر رکھ کر براق پر بٹھا کر بہشت میں لاؤ جب آدم علیہ السلام تخت پر بیٹھے تو تمام ملائکہ کو حکم ہوا کہ جا کر آدم کو سجدہ کرو۔ قولہ تعالیٰ:

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ . اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ .

شیطان کے سوا سب فرشتوں نے سجدہ کیا جب شیطان مردود ہوا تو سب فرشتوں نے با آوازِ بلند کہا کہ شیطان پر لعنت ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی ہے اس وقت سے شیطان مردود ہو گیا اب فی زمانہ ایسے مسلمان بھی ہیں جن پر ہر روز ہزاروں مرتبہ اللہ تعالیٰ کی لعنت نازل ہوتی ہے لیکن انہیں اس کی خبر نہیں' وہ غافل ہیں۔

پھر فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام نے بہشت میں قرار پکڑا اور فرشتوں اور اہلِ بہشت نے آپ کا اعزاز و اکرام دیکھا تو سب آپ کی طرف رجوع ہوئے پھر فرشتوں کو حکم ہوا کہ آدم علیہ السلام سے فضل و کرامت کا سبق سیکھیں۔

پھر فرمایا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو اختیار دیا گیا کہ بہشت کے تمام میووں کو کھاؤ لیکن گیہوں نہ کھانا چونکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہی ایسی تھی' وہ گندم کا دانہ کھانے کے سبب بہشت سے نکال کر دنیا میں بھیجے گئے' محبت کی آگ آپ کے سینے میں بھڑک اُٹھی' ایک دانہ کھاتے ہی تاج سر سے اُتر گیا' لباس دُور ہو گیا جب آپ برہنہ کھڑے رہ گئے تو درخت سے آواز آئی۔ قولہ تعالیٰ:

فَاَكَلَا مِنۡهَا فَبَدَتۡ لَهُمَا سَوۡاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخۡصِفٰنِ عَلَيۡهِمَا مِنۡ وَّرَقِ الۡجَـنَّةِ‌ز وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى

پس اے عاصی! باہر نکال جا! یہ تیرا مقام نہیں۔ پس آدم علیہ السلام جس درخت سے پتہ مانگتے' یہی سنتے کہ تو نافرمان ہو گیا ہے' میں تجھے پتہ نہیں دوں گا۔ آخر انجیر کے درخت کے پاس گئے تو اس نے پتے دیئے۔ حکم ہوا کہ تو نے پتے کیوں دیئے؟ عرض کی کہ جس عزت کی نگاہوں سے اسے پہلے دیکھا تھا اب بھی اسی نگاہ سے دیکھتا ہوں اس واسطے میں نے اپنے پتے دیئے۔ پس فرمان ہوا کہ اے انجیر! جس طرح تو نے ہمارے آدم علیہ السلام کو معزز کیا' ہم نے تجھے خلق میں عزیز کیا جب آدم علیہ السلام بہشت سے نکلے تو کوہ سراندیپ گئے' تین سو ستر سال تک اسی کسمپرسی کی حالت میں روتے رہے۔ چنانچہ رخساروں کا گوشت و پوست سارا اُتر گیا اور چڑیوں نے ان میں گھونسلے بنائے جن کی آپ کو خبر تک نہ ہوئی جس وقت آپ سجدہ کرتے' کوئی نہ دیکھتا کہ آدم (علیہ السلام) یہاں پر ہے یا نہیں جب خواجہ صاحب اس بات پر پہنچے تو رو کر فرمایا کہ ہاں! صبح اربعین' کو جب اُن کی آنکھ کھلی تو اُن کی نگاہ جمالِ عشق پر پڑی تھی سو آخر اسی شعلے نے اثر کیا اور انہیں بہشت کے شارستان میں قرار نہ دیا' آخر دنیا کے خرابے اور ویرانے میں لا ڈالا تاکہ اس قول اشد البلاء فی الاولیاء واشد فی الانبیاء کی تصدیق کرے پھر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ بے شک عاشق لوگ مصیبتوں کو دوست کی آرزو کے مطابق ہزار ہا طرح کی منت و زاری سے طلب کرتے ہیں پھر کہیں واصلِ زمان بنتے ہیں۔ الحب فی المحبین

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ وہ شخص جس نے سب سے پہلے عشق کیا اور عشق کی بلاؤں کو قبول کیا وہ آدم صفی اللہ ہیں اس واسطے کہ آدم علیہ السلام کو بہشت کی خاک سے بنایا گیا اگر اس خاک میں عشق کی چاشنی نہ ہوتی تو اہلِ سلوک میں عشق نہ ہوتا چونکہ ان سے عشق کی ابتدا کی اس لیے ان کے فرزندوں میں بھی عشق پایا گیا۔

پھر فرمایا کہ اولیائے کرام میں اشتیاق اور شوق کا جو ولولہ پایا جاتا ہے' وہ بھی آدم صفی اللہ سے ہے جب آپ اس بات پر پہنچے تو آب دیدہ ہو کر یہ رباعی زبان مبارک سے فرمائی۔

رباعی

از بہر رخ تو مبتلاے باشم ونذر غم عشق تو بلاے باشم
در یار جمال تو چناں مدہوشم کز خود خبرے نیست کجاے باشم

بعدازاں فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہونے کا وقت آیا تو حکم ہوا کہ اے آدم! ہر ایک مہینے کی تیرہویں‘ چودھویں اور پندرہویں کو روزہ رکھا کرو تا کہ میں تمہاری توبہ قبول کروں‘ تین سو سال بعد آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی گئی۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! مدت بعد جب آدم علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ کبھی آپ نے اپنے تئیں اپنی مراد کے موافق بھی پایا ہے یا نہیں؟ فرمایا اس وقت نہیں بلکہ ان تین سو سال میں جبکہ میں مصیبت میں گرفتار تھا‘ وہ تین سو سال اس طرح گزرے کہ ہر روز مجھ پر ایک ولایت منکشف ہوتی۔

خواجہ صاحب کا حسنِ خلق

خواجہ صاحب یہی فوائد بیان فرما رہے تھے کہ اتنے میں چھ جوالقی (ملنگ) درویش آئے‘ کسی نے سلام وغیرہ نہ کیا بلکہ صحن میں سماع و رقص کیا‘ دیر بعد جب فارغ ہوئے تو زبان درازی شروع کی۔ خواجہ صاحب نے اپنی خوش خلقی کے سبب مولانا فخر الدین کو اور مجھے بُلایا کہ ان کو جا کر کھانا دو پھر جو کچھ اور مانگیں گے‘ ہم دیں گے اور ساتھ ہی معافی مانگنا جب ہم کھانا لے کر گئے تو انہوں نے پسند نہ کیا بلکہ اُلٹا ڈانٹنے لگے جو کچھ ان کے دل میں آیا‘ زبان سے کہہ دیا۔ ہم حیران کھڑے تھے کہ خواجہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کو کیا جا کر کہیں گے الغرض جب خواجہ صاحب کو یہ معلوم ہوا تو اُٹھ کر روٹی کا ایک ٹکڑا لیا اور چادر لے کر ان درویشوں کے پاس آئے اور سلام کیا لیکن ان میں سے کسی نے بھی خواجہ صاحب کی طرف توجہ نہ کی۔ خواجہ صاحب کھڑے منت و سماجت کرتے رہے اور وہ بُرا بھلا کہتے رہے‘ دیر بعد خواجہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا کہ صاحبو! یہ کھانا کیوں نہیں کھاتے؟ آخر یہ کھانا اس کھانے سے تو بدرجہا بہتر ہے جو تم نے قرن میں کھایا تھا۔ ان درویشوں نے اُٹھ کر کلاہ زمین پر رکھ دیئے اور ایک پاؤں پر کھڑے ہو گئے اور معافی مانگنے لگے کہ آپ بیٹھیں‘ ہم کھا لیتے ہیں۔ ہم نے واقعی آپ کو مردِ خدا پایا ہے جیسا کہ ہم چاہتے تھے۔ بعدازاں خواجہ صاحب واپس چلے گئے تو میں نے اور مولانا فخر الدین نے کھانا کھانے کے بعد ان درویشوں سے سوال کیا کہ یہ کیا معاملہ تھا؟ کہا‘ صاحبو! ہم قرن کی طرف بطور مسافر وارد تھے جب ہم وہاں پہنچے تو تین دن رات ہمیں کھانے کے لیے کچھ نہ ملا‘ دن کو جنگل میں پھرتے پھرتے وہاں پہنچے جہاں خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے اپنے بتیس دانت نکال کر زمین میں دفن کیے تھے وہاں کی زیارت کر کے جب آگے بڑھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک اونٹ مرا پڑا ہے اور گل سڑ گیا ہے صرف ہڈیاں اور گوشت رہ گیا ہے باقی سب خاک ہو گیا ہے۔ ہم نے آپس میں کہا کہ ہم تین دن کے بھوکے ہیں‘ ہلاک ہو جائیں گے سو اس مردار میں سے تھوڑا سا گوشت ہم نے لیا اور بھون کر کھایا۔ آج خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے مکاشفہ سے اس بات کو معلوم کر لیا ہے اس لیے ہم کہتے ہیں کہ واقعی درویشی اسی

بات کا نام ہے جو خواجہ صاحب کو حاصل ہے۔

تمام انسان ہم شکل کیوں نہیں......؟

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے خواجہ صاحب یعنی شیخ فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ ایک مرتبہ میں بغداد کی طرف بطور مسافر وارد تھا' مسجد کنف میں شیخ اوحد کرمانی کی خدمت میں اور عزیز بھی حاضر خدمت تھے اور بات اس بارے میں ہو رہی تھی کہ یہ کیا وجہ ہے کہ لوگ شکل وصورت طبیعت اور اوضاع و اطوار میں آپس میں نہیں ملتے۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ "آثار الاولیاء" میں مَیں نے لکھا دیکھا ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ آدم صفی اللہ علیہ السلام کو کس طرح پیدا کیا ان کے فرزند ایک دوسرے سے نہیں ملتے جلتے؟ فرمایا' اے عبداللہ بن عباس! حق سبحانہ نے آدم علیہ السلام کے چہرے کو مکے کی زمین سے بنایا اور سر کو بیت المقدس کی خاک سے اور مژگان اور آنکھ دنیا کی خاک سے اور دونوں پاؤں کو ہندوستان کی زمین سے اور اعضاء کو جزیرہ سراندیپ کی زمین سے اور کمر کو مشہد کی زمین سے۔ پس اے عبداللہ! اگر آدم کی خاک ایک جگہ سے لی جاتی تو آپ کے فرزندوں میں سے ایک دوسرے کو پہچانا نہ جاتا' سب ایک ہی شکل کے ہوتے۔

پھر اسی موقع کے مناسب فرمایا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام دنیا میں آ کر کوہِ سراندیپ کی چوٹی پر بیٹھے اور بہشت کے غم میں رونے لگے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یاقوت سرخ کا گھر آپ کے لیے لایا جائے جہاں آج کل خانہ کعبہ ہے' وہاں رکھا گیا اس گھر کے دو دروازے تھے۔ ایک مشرق کی طرف دوسرا مغرب کی طرف اس گھر میں تین سنہری قندیلیں تھیں جن کی روشنی سے سارا گھر جگ مگ جگ مگ کرتا تھا اور فرشتے اس گھر کے گرداگرد صف باندھ کر کھڑے تھے اور قندیلیں اس مقام پر تھیں جہاں کی زیارت آج کل کی جاتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہاں جا کر اس گھر کی زیارت کرے۔ فرشتوں نے آپ کو حج کرنا سکھایا۔ آپ ہر سال ایک مرتبہ اس گھر کی زیارت کیا کرتے تھے اب وہ گھر کعبہ کی سیدھ میں چوتھے آسمان پر ہے جس کا طواف فرشتے کرتے ہیں اور ہر روز ستر ہزار فرشتے وہاں آتے ہیں اور طواف کرتے ہیں جو قیامت تک اسی طرح کیے جائیں گے۔

مصائب کا برداشت کرنا

بعد ازاں فرمایا کہ جب درویش اپنا کام بدرجۂ کمال پہنچا لیتا ہے تو جہاں کہیں مصیبتوں کا خزانہ ہوتا ہے اس کے نام پر نامزد کیا جاتا ہے تاکہ فقیر اس بات پر ثابت رہ سکے یعنی کہ آیا وہ مصیبتوں کو برداشت کر سکتا ہے یا نہیں اگر کامل ہوگا تو سب برداشت کرے گا بلکہ اور مصیبتوں کی بھی خواہش کرے گا۔

پھر فرمایا کہ ایک کامل شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک روز میں نے بخارا کے علاقہ میں غار کے اندر ایک بزرگ کو عبادت کرتے ہوئے دیکھا جو از حد بزرگ' صاف دل اور صاحب

نفس تھا' ایسا بزرگ اور باہیبت شخص میں نے نہیں دیکھا تھا۔ الغرض جب قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا تو اس بزرگ نے فرمایا' اے فرید (رحمۃ اللہ علیہ)! میں ساٹھ سال سے اس غار میں رہتا ہوں' کوئی دن' کوئی گھڑی ایسی نہیں کہ عالم بالا سے مجھ پر مصیبت نازل نہ ہوتی ہو لیکن میں ان کو جھیلتا ہوں بلکہ جس روز بلا نازل نہیں ہوتی' میں بڑی آرزو سے خواست گار ہوتا ہوں اس واسطے کہ جب دوست کی مرضی آزمائش بلا میں ہے تو میں کیوں نہ اس کی خواہش کروں؟

پھر فرمایا کہ اے فرید! سچے لوگوں کی راہ تو یہ ہے کہ اس میں صدق سے قدم رکھا جائے اور دوست کی محبت کا دعویٰ کیا جائے تو جہاں کہیں کوئی مصیبت ہو وہ اسی پر نازل ہوتی ہے ایسی حالت میں صادق اور صابر رہنا چاہیے جب خواجہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے یہ حکایت ختم کی تو روئے اور زبان مبارک سے یہ رباعی پڑھی۔

رباعی

در عشق ہمہ درد و جفاہا باشد — اندر راہ عاشقی بلاہا باشد
پس مرد ہموست کہ در رہ عشق — کہ او پیوستہ بعشق در جفاہا باشد

بعدازاں اسی موقع کے مناسب یہ زبان مبارک سے فرمایا کہ خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء سے دنیا میں کیسا سلوک کرتا ہے؟ فرمایا:

بفعل اللہ باعدائہ فی الدار الاخرۃ العقبیٰ۔

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء سے دنیا میں ایسا سلوک کرتا ہے جیسا کہ وہ آخرت میں اپنے دشمنوں سے کرے گا یعنی بلا و عذاب میں رکھتا ہے۔

رویتِ شیطان' مومن کو ستانا اور غیبت

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو شیطان دیکھنے کی آرزو ہوئی۔ ایک رات جب اسے دیکھا تو آپ ڈر گئے۔ شیطان نے کہا کہ ڈرو مت میں ہی شیطان ہوں۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے بڑے بڑے عجیب سوال کیے' ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ تو نے کبھی اولیاء پر بھی دسترس پائی ہے؟ کہا' نہیں! صرف اس وقت جب کہ وہ سماع میں ہوتے ہیں اس وقت ان کا دل بے ہوش ہو جاتا ہے اور وہ بے دل ہو جاتے ہیں اس وقت ان تک میری رسائی ہو جاتی ہے۔

بعدازاں اسی موقع کے مناسب زبان مبارک سے فرمایا کہ مومن کا دل ستانا گویا اللہ تعالیٰ کا ستانا ہے۔ پس اے درویش! مومن وہ شخص ہے کہ اگر وہ مشرق میں ہو اور مومن کے پاؤں میں مغرب کا کانٹا چبھے تو اس کے درد کو محسوس کرے۔

پھر فرمایا کہ ایک بزرگ نے حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا کہ مومن کے دل کو ستانا کیسا ہے؟ فرمایا' مومن کے دل کو ستانا گویا اللہ تعالیٰ کو ستانا ہے۔ ایک مرتبہ میں رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا' جناب صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا کہ مومن کو ستانا میرا ستانا ہے اور میرا ستانا اللہ تعالیٰ کا ستانا ہے اسی طرح اس شخص کے بارے میں حکم ہے جو کسی گھر کے تباہ کرنے کی کوشش کرے۔

بعدازاں چغلی کے بارے میں فرمایا کہ سب سے بُرا کام چغلی کرنا ہے پھر فرمایا کہ جس روز حضرت یوسف علیہ السلام کو آپ کے بھائیوں نے کنویں میں ڈالا اور بھیڑیئے کو پکڑ کر حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس لائے کہ اس بھیڑیئے نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ہلاک کیا ہے تو اس نے عرض کی' نہیں! فرمایا' کیا تجھے معلوم ہے کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟ عرض کی اے نبی اللہ (علیہ السلام)! اگرچہ ہم درندے ہیں اور خوں خواری ہمارا پیشہ ہے لیکن ہم کسی کی چغلی نہیں کرتے۔

پھر فرمایا کہ جس رات حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم معراج کو گئے اور نگاہ مبارک دوزخ پر پڑی تو وہاں ایک گروہ دیکھا جن کی زبانوں میں سوراخ ہیں اور دوزخ کی زنجیروں سے لٹکے ہوئے ہیں۔ پوچھا' بھائی جبرائیل (علیہ السلام)! یہ کون ہیں؟ عرض کی' یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! یہ چغل خور ہیں۔

حجرِ اسود

بعدازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ خانہ کعبہ میں حجرالاسود نام جو پتھر ہے اس پر ایک مرتبہ جناب رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بوسہ دیا تھا الغرض روایت ہے کہ جس شخص نے آنجناب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روئے مبارک کو دیکھا ہے' اللہ تعالیٰ نے اس کے ستر سالہ گناہ معاف کیے ہیں۔ آنجناب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد جو اُمتی اس پتھر کو دیکھتا ہے اس کے ستر سالہ گناہ معاف ہوتے ہیں' وہ پتھر خانہ کعبہ میں اسی غرض سے رکھا گیا ہے۔

پھر فرمایا کہ اے عزیز! ایک مرتبہ شیطان سے پوچھا گیا کہ تیرے مردود ہونے کی وجہ کیا ہے؟ کہا جس روز اللہ تعالیٰ نے دوزخ پیدا کی' میں ستر ہزار فرشتے لے کر اسے دیکھنے جایا کرتا تھا' دوزخ میں ایک منبر تھا' مالک (داروغۂ دوزخ) سے میں نے پوچھا کہ یہ منبر کس کے لیے ہے؟ کہا' ''اُس'' کے لیے جو مردود ہوگا' میں اُٹھ کر اس منبر پر جا بیٹھا کہ شاید وہ ''مَیں'' ہی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے مجھے مردود کیا اور وہ میرا منبر بنا' میرے مردود ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔

طلبِ بلا

بعدازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت ایوب علیہ السلام نے مناجات میں کہا' پروردگار! مجھے بارہ ہزار زبانیں عنایت کرتا کہ میں ساری زبانوں سے تیری تسبیح کروں' اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور کیڑوں کی بیماری میں مبتلا کیا۔ پس آپ بارہ ہزار کیڑوں کی زبانوں سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہے۔

پھر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ انبیاء اور اولیاء نے خواہش بلا طلب کی ہے تب کہیں بارگاہِ الٰہی میں عزت حاصل کی۔

بعدازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ زکریا صلوٰۃ اللہ علیہ نے مناجات میں عرض کی کہ پروردگار! تیری بارگاہ میں مصیبت کے قدم

کے سوا نہیں پہنچا جاتا فوراً حکم ہوا کہ لو ہم بھیجتے ہیں' وہ یہ تھا کہ آپ علیہ السلام کے سر پر ہزار دندانے والا آرا چلایا گیا پھر آپ مقام قرب کو پہنچے۔

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مناجات میں عرض کی کہ الٰہی! طعام کے مہمان تو بہت ہیں' جان کا مہمان کون ہے؟ حکم ہوا کہ اے ابراہیم (علیہ السلام)! جب تک تو مصیبت کی ڈھینگلی (منجنیق) پر نہیں بیٹھے گا' میں تجھے محسن خیال نہیں کروں گا۔ پس اے درویش! اس راہ میں سراسر بلا و مصیبت اور رنج ہے مرد کو چاہیے کہ جو مصیبت دوست کی طرف سے آئے اس میں ثابت قدم رہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک واصل مصیبت کے لیے رو رہا تھا۔ حکم ہوا کہ تجھ میں اس نعمت کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں اس سے ہاتھ اُٹھا لے تا کہ اسے دوسرے کے گلے ڈالا جائے تُو اس سے محروم ہے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ یہ شعر میں نے ایک بزرگ کی زبانی سنا ہے

ما دوست کشیم تو نداری سَرِ ما ۔ داری سَرِ ما و گرنہ دور از سَرِ ما

پھر فرمایا کہ اعرابی مع چار بھوکے بچوں کے جن کے پیٹ پیٹھ سے مل گئے تھے' دامن میں پتھر لیے ہوئے آیا اور کہا کہ میں تو کعبے کو ویران کروں گا۔ نہیں تو مجھے اور میرے بچوں کو کچھ کھانے کے لیے دو اسی وقت کعبہ کی چھت سے ایک ہاتھ نمودار ہوا جس نے دو ہزار دینار باہر پھینک دیئے۔ کہا' میں دیناروں کو کیا کروں؟ اسی وقت دو روٹیاں نمودار ہوئیں جنہیں لے کر اس نے خود بھی کھایا اور بچوں کو بھی کھلایا پھر اس سے پوچھا گیا کہ تو نے دینار کیوں نہ لیے۔ کہا' میرا مقصود یہ نہ تھا' میں تو نمک یعنی روٹی چاہتا تھا تا کہ اس کا حق ادا کروں۔

پھر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نمک کا حق بہت بڑا ہے' لوگوں کو چاہیے کہ اس حق کو محفوظ رکھیں۔

پردہ پوشی

بعد ازاں پردہ پوشی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت شعیب علیہ السلام کے عہد میں کسی کا گدھا گم ہو گیا' وہ آپ کی خدمت میں دعا کے لیے آیا' آپ سات دن تک دعا کرتے رہے لیکن اس گدھے کا پتہ نہ ملا اسی وقت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر کہا' حکم الٰہی یوں ہے کہ ہم پردہ پوش ہیں ہم پردہ دری نہیں کریں گے اس بارے میں دعا نہ کرنا' یہ قبول نہ ہو گی۔

پھر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ درویش کو بھی پردہ پوش ہونا چاہیے کیونکہ پردہ پوشی سب عبادتوں سے افضل ہے خواہ کوئی اپنی آنکھوں سے کسی کا عیب دیکھے پھر بھی اسے چھپانا چاہیے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

بعد ازاں اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ چاند گرہن اور سورج گرہن کیوں ہوتا ہے؟ فرمایا' میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے مطابق لکھا دیکھا ہے کہ جس رات جناب رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم معراج کو تشریف

لے گئے تو آسمان کے گنبد تلے دو شخصوں کو اُمت کا گلہ کرتے ہوئے دیکھا کہ ہم ان کے گناہ کرنے سے عاجز آ گئے ہیں۔ حکم ہوا کہ انہیں ہلاک کر دو نیز حکم ہوا کہ ہم تمہاری نسبت انہیں اچھی طرح دیکھتے اور جانتے ہیں' ان کا کوئی گناہ ہم سے پوشیدہ نہیں' ہم غفار ہیں تمہیں اس سے کیا واسطہ؟ جونہی آنجناب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خطاب سنا' چاند اور سورج کے بال پکڑ لیے اور ہیبت کی نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا تو ان کے چہرے سیاہ ہو گئے۔ مالک وہاں پر حاضر تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو اس کے سپرد کیا اور کہا کہ انہیں لے جا کر آسمان کے گرد پھراؤ کیونکہ رسم ہے کہ جو شخص چغلی کرے اس کا چہرہ سیاہ کر کے اس کی تشہیر کریں جب جناب رسولِ کریم معراج سے واپس تشریف لانے لگے تو دونوں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دامن گیر ہوئے کہ آپ ہمارے حق میں دعا کریں کہ پھر روشنی ہمیں مل جائے ہم توبہ کرتے ہیں پھر ایسی حرکت نہیں کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری وفات کے بعد ہر سال تم سے روشنی لی جایا کرے گی اور تمہارا چہرہ سیاہ ہو جایا کرے گا تا کہ اہلِ جہان کو معلوم ہو جائے کہ جو شخص چغل خوری کرتا ہے اس کا چہرہ قیامت کے دن اسی طرح سیاہ ہوگا جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا تو دونوں نے سربسجود ہو کر عرض کی کہ جب جناب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہیں ہوں گے تو ہمارے حق میں کون دعا کرے گا؟ فرمایا' میری اُمتی۔ میرے اہلِ بیت چھتوں پر چڑھ کر مجھ پر درود بھیجیں گے اور حق تعالیٰ اس درود کی برکت سے تمہاری روشنی پھر تمہیں عنایت کرے گا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے حدیث میں لکھا دیکھا کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اسے باخبر بناتا ہے اور اسے نور عنایت کرتا ہے جس کے سبب پلِ صراط سے آسانی کے ساتھ گزر جائے گا۔

فرشتوں کا سجدہ نورِ محمدی کو تھا۔

بعد ازاں اسی موقع کے مناسب فرمایا کہ جس روز حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا' آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نورِ مبارک کو آپ کی پشت مبارک میں ظاہر کیا اور فرشتوں کو حکم دیا کہ نماز میں اس کے مقتدی بنیں اس بارے میں مفسر کہتے ہیں کہ فرشتوں نے جو سجدہ کیا تو اسی نورِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کیا۔ الغرض آدم علیہ السلام نے مناجات کی کہ الٰہی! میں اس نور کو دیکھنا چاہتا ہوں پھر وہ نورِ مبارک آپ علیہ السلام کی پیشانی میں ظاہر ہوا تو تمام حوریں اسی نور کے دیکھنے کی غرض سے دن رات آدم علیہ السلام کے پاس بیٹھی رہتیں۔ بعد ازاں حضرت آدم علیہ السلام نے پھر یہ دعا کی کہ پروردگار! اس نور کو ایسی جگہ ہویدا کر کہ میں بھی دیکھ سکوں پھر آپ کی مسبحہ انگلی میں ظاہر کیا گیا' کچھ عرصے بعد جب آدم علیہ السلام سو گئے تو وہ نور گم ہو گیا جب آپ بیدار ہوئے تو اس نورِ مبارک کو نہ دیکھ کر بے چین سے ہو گئے' بہشت میں اس کی تلاش میں مارے مارے پھرتے تھے جب گیہوں کے درخت کے پاس پہنچے تو کہا کہ اپنے محبّ کی کچھ کچھ شکل اس میں پائی جاتی ہے' فوراً لے کر کھا گئے۔ آواز آئی کہ تو نے اپنے مقصود کو پا لیا اب دنیا میں جا' وہ تیرا دوست وہیں پیدا ہوگا پھر آدم علیہ السلام دنیا میں آئے۔

مفسروں نے لکھا ہے کہ آپ کے بہشت سے نکلنے کا سبب ایک یہ بھی تھا' جو لکھا گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

ستائیسویں ماہ رجب سنہ ھ مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت نوح علیہ السلام اور انبیاء وغیرہ اور ماہ رجب کے فوائد وفضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ مولانا فخر الدین' مولانا برہان الدین غریب اور دوسرے عزیز حاضر خدمت تھے' زبان مبارک سے فرمایا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اور ہزار سال کی عمر آپ کو عنایت ہوئی اس ہزار سال کے عرصے میں صرف ستر آدمی مسلمان ہوئے۔ قصوں میں لکھا ہے کہ ایک روز آپ قوم کے ہاتھوں بھاگ کھڑے ہوئے اس قوم نے اس قدر پتھروں اور اینٹوں کی بوچھاڑ کی کہ آپ علیہ السلام کی ساق مبارک لہولہان ہوگئی۔ آپ بارگاہِ الٰہی میں روئے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے یہ پیغامِ الٰہی سنایا کہ جہان میں جو دُکھ اور تکلیف ہے' وہ میں نے انبیاء اور اولیاء کے لیے پیدا کی ہے اگر تجھ میں برداشت کی طاقت ہے تو قدم آگے بڑھا ورنہ دُور ہو جا۔ ہم کسی اور کو دے دیں گے۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زبان مبارک سے فرمایا' روایت کرتے ہیں کہ جب سے نوح علیہ السلام نے یہ سنا پھر دَم نہ مارا بلکہ هل من مزید پکارتے رہے۔

دریاؤں کی اصل طوفانِ نوح سے ہے۔

بعدازاں اسی موقع کے مناسب فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی یہ عادت تھی کہ ہر رات ہزار رکعت نماز ادا کیا کرتے تھے پھر فارغ ہو کر سربسجود ہو کر یہ کہتے کہ پروردگار! میں نے کوئی ایسی طاعت نہیں کی جو تیری بارگاہ کے لائق ہو اور کوئی ایسا سجدہ نہیں کیا جو تجھے پسندیدہ ہو۔ مجھے معلوم نہیں کہ قیامت کے دن میری کیا حالت ہوگی جب اس مناجات سے فارغ ہوتے تو اس قدر رو کر یادِ الٰہی کرتے کہ آپ کے بدن کے ہر رونگٹے سے خون جاری ہوتا اور جو قطرہ خون زمین پر گرتا اس سے تسبیح کا نقش بن جاتا۔ دن کو آپ علیہ السلام لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے اور رات طاعت وعبادت میں بسر کرتے اسی طریق پر آپ کی ساری عمر بسر ہوئی پھر ایک عزیز نے جو حاضر خدمت تھا' پوچھا کہ دریاؤں کی اصل کہاں سے ہے؟ فرمایا' طوفانِ نوح علیہ السلام سے اور یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ جب قوم نوح پر قہر الٰہی نازل ہوا تو سب غرق ہوگئے۔ قولہ تعالیٰ:

فَفَتَحْنَا اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ۝ وَفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۝

پس زمین تلے سے چشمے پھوٹ نکلے جیسا کہ کلام مجید میں لکھا ہے:

وَفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا ۔

اور یہ اس طرح ہوا کہ زمین اور پہاڑوں سے بھی پانی نکلنے لگا اور آسمان سے بارش ہونے لگی جب چالیس روز بارش ہوتی رہی اور زمین سے بھی پانی نکلتا رہا تو پہاڑوں کی چوٹیوں سے تقریباً چالیس نیزے پانی اوپر چڑھ گیا جب چالیس روز پورے ہوئے تو آسمان کو حکم ہوا کہ اپنا پانی واپس لے۔ قولہ تعالیٰ:

وَقِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

پس زمین نے اپنا پانی نگل لیا اور جو پانی آسمان سے برستا تھا' وہ بھی برابر نہ رہا اور وہ خشم خدا کے سبب تلخ ہو گیا' زمین اسے نگل نہیں سکتی تھی بلکہ جہاں لگتا تھا' زخم کر دیتا تھا۔ سو دریا کی اصل طوفان نوح علیہ السلام سے ہے۔

پھر فرمایا کہ جب آپ علیہ السلام کی قوم نافرمان ہوگئی تو مناجات کی انھم عصونی یہ لوگ نافرماں بردار لوگ ہو گئے ہیں۔ واتبعوا من لم یزدہ مالہ وولدہ الاخسارہ اور وہ ان لوگوں کی متابعت کرتے ہیں جو ان کے مال و دولت اور فرزندوں کو زیادہ نہیں کر سکتے بلکہ نقصان ہی پہنچاتے ہیں۔ پس ان کے ہاتھوں تنگ آ کر آپ علیہ السلام نے یہ دعا کی۔ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا ضَلٰلًا یعنی وہ لوگ کافر اور ظالم ہو گئے ہیں' مجھ میں سدھارنے کی طاقت نہیں۔

مفسر لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان پر طوفان بھیجنا چاہا تو حضرت نوح علیہ السلام کو حکم کیا کہ ہم انہیں پانی میں غرق کریں گے تو اپنے لیے کشتی بنا۔ عرض کی یا الٰہی! میں کیا جانوں کشتی کس طرح بناتے ہیں؟ حکم ہوا کہ جبرائیل علیہ السلام سکھا دیں گے۔ ایک سو چوبیس تختے ہر پیغمبر کے نام کے بناؤ' عرض کی کہ مجھے پیغمبروں کے نام نہیں آتے۔ حکم ہوا کہ تو لکڑی تیار کر' نام خود لکھ لوں گا۔ بعدازاں جب پہلا تختہ تیار ہوا تو اس پر حضرت آدم علیہ السلام کا نام ظاہر ہوا دوسرے پر حضرت شعیب علیہ السلام کا' تیسرے پر حضرت نوح علیہ السلام کا' چوتھے پر حضرت ادریس علیہ السلام کا اسی طرح ہر ایک تختے پر ایک ایک پیغمبر کا نام لکھا گیا آخر جب ایک تختے پر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک لکھا گیا تو فوراً حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر کہا کہ اب آپ کا کام اختتام کو پہنچا کیونکہ آپ پیغمبر آخرالزمان ہیں اور چراغ اولیاء اور انبیاء آپ ہی ہیں پھر ایک لاکھ چوبیس ہزار میخیں لائی گئیں اور ہر میخ پر ایک ایک پیغمبر کا نام لکھا گیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب یہ تختے مکمل ہو جائیں تو چار تختے اور تیار کرنا تا کہ یہ کشتی مکمل ہو جائے۔ عرض کی' پروردگار! حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو پیغمبر آخرالزمان ہیں اور چار تختے کیسے تیار کروں؟ جبرائیل علیہ السلام نے پیغام پہنچایا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چار یار ہیں جن کے اسماء کے بغیر کشتی مکمل نہ ہوگی۔ عرض کی' ان کے اسماء مبارک؟ فرمایا' ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ' عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ' عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام چار تختے تیار کر کیونکہ یہ چاروں دنیا اور آخرت کے مختتم ہیں تا کہ کشتی مکمل ہو جائے اگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چاروں یاروں کے اسماء مبارک کشتی میں نہ ہوں گے تو طوفان سے نہ بچو گے۔

بعدازاں فرمایا کہ جب طوفان کا وقت نزدیک آ پہنچا اس وقت آدم علیہ السلام صفا و مروہ کے مابین مدفون تھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا' اے نوح (علیہ السلام)! فرمانِ الٰہی یوں ہے کہ تابوت بنا اور اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی لاش مبارک رکھ کر کشتی میں رکھو' ویسا ہی کیا جب آپ سوار ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے زمین سے پانی ظاہر کیا۔ کہتے ہیں کہ چھتیس نیزے پانی چڑھ گیا یہاں تک کہ سب کو غرق کیا' صرف وہی لوگ بچے جو کشتی میں سوار تھے اور جن کے حق میں آپ نے دعا کی اور بعض یوں روایت کرتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں لکھا ہے:

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ۔

یعنی اے پروردگار! تو مجھے اور میرے والدین کو بخش۔ یعنی آدم اور حوا کو۔

وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِىَ مُؤْمِنًا ۔

اور جولوگ میرے دین میں ہیں یعنی جو کشتی میں ہیں' یہ دعا ہے جس نے آپ کی قوم کو ہلاک کیا اور مومنوں کو بچایا۔ نیز اسی سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے مومن قیامت تک عذابِ دوزخ سے محفوظ رہ کر بہشت میں پہنچیں گے۔

پھر فرمایا کہ میں نے تفسیر میں لکھا دیکھا ہے جب طوفان آیا اور کشتی تیرنے لگی تو اس میں شیطان بھی آ بیٹھا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اسے باہر نکالنا چاہا۔ حکمِ الٰہی ہوا اسے نہ نکالو جب تک دنیا قائم ہے' اسے زندگی دی گئی ہے۔ آپ کی غرض یہ تھی کہ یہ دشمن ہے' اسے بھی غرق کرنا چاہیے لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی اسی میں تھی کہ وہ ہلاک نہ ہو۔

ابو طالب دوزخ میں نہیں جائیں گے

بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابو طالبؑ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو فرمایا' کہتے ہیں کہ قیامت کے دن دوزخ میں نہیں جائیں گے۔ ایک مرتبہ خواجہ شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات حضرت خضر علیہ السلام سے ہوئی' آپ نے عجیب وغریب سوال کیے۔ منجملہ ایک یہ بھی ہے' میں نے سنا ہے کہ قیامت کے دن ابو طالب دوزخ میں نہیں جائیں گے۔ فرمایا' ٹھیک ہے' میں نے خواجہ عالم سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا ہے جو فرماتے ہیں کہ ابو طالب قیامت کے دن بہشت میں جائیں گے۔

خواجہ شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا' دلیل؟ فرمایا' ایک دلیل تو یہ ہے کہ آپ جب فوت ہوئے ہیں اور دنیا سے باایمان گئے ہیں اس روز سے شیطان غم ناک ہے جب اس کی قوم نے غم ناکی کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا اس واسطے کہ وہ دنیا سے باایمان گیا ہے۔ وہ قیامت کے دن ایمان لا کر بہشت میں داخل ہو جائے گا۔ دوسرے یہ کہ ایک مرتبہ میں نے جناب رسولِ کریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا کہ جب آخری زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں اُتریں گے تو حق تعالیٰ انہیں یہ معجزہ عطا کرے گا کہ جس مردے کو قبر پر جا کر آواز دیں گے' وہ فوراً زندہ ہو جائے گا۔ پس آپ میرے چچا ابو طالب کی قبر پر آ کر آواز دیں گے' وہ فوراً زندہ ہو جائے گا۔ پس آپ میرے چچا ابو طالب کی قبر پر آ کر آواز دیں گے' حق تعالیٰ انہیں زندہ کرے گا اور وہ مشرف بہ اسلام ہوں گے اور کہیں گے:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔

اس کی برکت سے وہ بہشت میں داخل ہو جائیں گے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے بارے میں بہت کوشش کی جس کی برکت سے آپ کو زندہ کر کے بہشت میں باایمان بھیجیں گے۔

قیامت' نورِ نماز' نوافلِ رجب

بعد ازاں قیامت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' زبان مبارک سے فرمایا کوئی شخص نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی'

کسی نے اس کی شرح نہیں کی لیکن ایک روایت یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ قیامت کب آئے گی؟ تو آپ نے پانچوں انگلیوں سے اشارہ کیا۔ پوچھا کہ آپ کا اس سے کیا مطلب ہے؟ فرمایا' پانچ سال رہ گئے ہیں۔

پھر فرمایا کہ ایک روز میں نے جناب رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ تو فرمایا کہ میری عمر میں سے پانچ سال اور ہیں جب میں مر جاؤں گا تو سمجھ لینا کہ قیامت آ گئی اس واسطے کہ میں نے شبِ معراج میں سنا تھا کہ جو شخص مر جاتا ہے اس کے لیے قیامت آ جاتی ہے۔ "الموت قیام القیامه" پس اے یارو! یہ موت ہی قیامت ہے جسے کوئی نہیں بتلا سکتا کہ کب آئے گی لیکن ہاں! شبِ معراج میں صرف اسی قدر سنا تھا کہ اے محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم تو ہزار سال سے زیادہ دنیا میں نہیں رہے گا سو جب میں وفات پا جاؤں گا' یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ اب دنیا ختم ہونے کو ہے۔

اسی موقع پر ایک عزیز نے سوال کیا کہ لوگ جب نماز ادا کرتے ہیں تو بھولی بسری باتیں یاد آ جاتی ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا' حدیث ہے' الصلوٰۃ نور یعنی نماز روشنی ہے جس میں کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ پس لوگ جب نماز میں ہوتے ہیں تو فراموش شدہ باتیں اس روشنی میں یاد آ جاتی ہیں' یہ تفاوت نماز کی روشنی کی وجہ سے ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ الصلوٰۃ نور کا مطلب خواجہ شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا' فرمایا نماز ایک ایسی روشنی ہے کہ جس میں شرق سے غرب تک کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ جب میں نماز میں مشغول ہوتا ہوں تو نماز کی روشنی کے سبب کوئی چیز مجھ پر پوشیدہ نہیں رہتی۔

پھر فرمایا کہ ماہ رجب کی تیرہویں' چودھویں' پندرہویں اور ستائیسویں کو خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی نماز ادا کرنی آئی ہے جو شخص مہینے کے شروع میں ادا نہ کر سکے وہ اخیر میں ادا کرے تو بھی جائز ہے اس نماز میں بارہ رکعت تین سلام سے اس طرح ادا کی جاتی ہے کہ پہلی چار رکعتوں میں جو چاہے پڑھے۔ ان سے فارغ ہو کر ستر مرتبہ لا الہ الا اللہ الملك الحق پڑھے۔ دوسری چار رکعتوں میں فاتحہ ایک مرتبہ اذا جاء نصر اللہ ایک مرتبہ ان سے فارغ ہو کر ستر مرتبہ اقوی معین واهدی الدلیل بحق ایاك نعبد وایاك نستعین پڑھے پھر آخری چار رکعت ادا کرے۔ ان میں فاتحہ ایک مرتبہ اور اخلاص تین مرتبہ پڑھے اور فارغ ہو کر ستر مرتبہ سورۂ الم نشرح مع بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے اور سینے پر ہاتھ پھیر کر جو دعا مانگے' انشاء اللہ قبول ہوگی۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے شیخ المشائخ قطب الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ جو شخص ستائیسویں ماہ رجب کو بارہ رکعت نماز ادا کرے اور روزہ رکھے جو حاجت اللہ تعالیٰ سے مانگے گا' پوری ہوگی۔ ایک اور روایت ہے کہ روز مذکور کو ظہر کی نماز ادا کر کے پھر چار نفل ادا کرے اور ہر رکعت میں فاتحہ ایک مرتبہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ایک ایک مرتبہ انا انزلناہ تین مرتبہ اور قل ھو اللہ احد پچاس مرتبہ پڑھے اور سلام کے بعد قبلہ رُخ ہو کر عصر تک بیٹھا رہے جو کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگے گا' پائے گا۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام فرید الملت والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ ریاحین میں

اس کا مصنف لکھتا ہے کہ جو شخص ستائیسویں ماہ رجب کو بارہ رکعت نماز ایک سلام سے ادا کرے اور جتنا قرآن شریف حفظ ہو اس میں پڑھے اور فارغ ہو کر سو مرتبہ سبحان اللہ تا آخر (تیسرا کلمہ)' سو مرتبہ استغفار اور سو مرتبہ درود پڑھے جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ سے مانگے گا' مل جائے گا۔

بعد ازاں فرمایا کہ اولیاء اس رات کو خاص کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر بیدار رہتے ہیں صرف اس واسطے۔ ممکن ہے کہ معراج ہو جائے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اسی رات معراج ہوا تھا۔ اے درویش! اس قدر اولیاء اللہ کو جو یہ رات ملی ہے اسی کی برکت سے انہیں معراج نصیب ہوا ہے۔ پس لوگوں کو چاہیے کہ اس سعادت کو غنیمت جانیں۔ ممکن ہے کہ اس رات کی سعادت انہیں حاصل ہو جائے۔

پھر اسی موقع کے مناسب فرمایا کہ کسی زمانے میں ایک واصل ہر سال اس رات جاگا کرتا اس امید سے کہ شاید اسے اس رات کی سعادت حاصل ہو جائے' کئی سال وہ اسی طرح کرتا رہا جب نعمت کا وقت آیا تو ایک رات جبکہ وہ جاگ رہا تھا' دروازہ کھل گیا' حجاب دُور ہو گیا اور عرش سے تحت الثریٰ تک کی چیزوں کا مکاشفہ حاصل ہوا اس نے اُٹھ کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کی کہ جب مجھے ایسی نعمت دِکھائی گئی ہے اور اس رات کی دولت عنایت فرمائی ہے تو مجھے اس ویرانے میں نہ چھوڑ ابھی اچھی طرح یہ بات کہنے بھی نہ پایا تھا کہ روح پرواز کر گئی۔

پھر فرمایا کہ جب مرد کمالیت کو پہنچ جاتا ہے تو پھر اسے اس دنیا میں نہیں چھوڑتے پھر آبدیدہ ہو کر یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

چوں جان محبان ز جہان بر گیرند　　آنجا ملک الموت کجا باید جائے

بعد ازاں فرمایا کہ جب اہلِ تحیر اللہ کی قدرت و حکمت کے عجائبات دیکھتے ہیں تو ان کی زبان سے عالم میں موجود چیزوں کی بابت ایک لفظ بھی نہیں نکلتا اور نہ ان کو وہ بھولے سے بھی یاد کرتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ گزشتہ زمانے میں ایک واصل کلام مجید پڑھ رہا تھا جب سورۂ نوح (علیہ السلام) پڑھتے پڑھتے اس آیت پر پہنچا:

مَالَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۔

اس آیت میں فرمان ہوتا ہے کہ جو کچھ تم کو پہنچا ہے تم اسے نہیں جانتے اور اللہ تعالیٰ کی بزرگواری کو نہیں پہچانتے۔ پس اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے کیوں نہیں ڈرتے۔ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا حالانکہ اس نے تمہیں ایک حال سے پیدا کیا ہے یعنی گندے پانی سے جسے تمہاری پشتوں میں نطفہ بنایا پھر نطفے سے حلقہ حلقے سے گوشت کا لوتھڑا اور پھر لوتھڑے سے ہڈیاں' اعضاء' گوشت پوست اور پٹھے اور خون پیدا کیا۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو کس طرح پیدا کیا اور زمین سے سبزی اُگاتا ہے۔ وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ

نُوْرًا اور چاند کو آسمان میں منور کیا اور اس سے تاریک چیزوں کو روشن کیا۔ وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا اور آفتاب کو بمنزلہ چراغ بنایا تاکہ سارے جہان کو روشنی دے۔ وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا اور اللہ تعالیٰ نے تمہاری خاطر زمین سے سبزی اُگائی۔ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا۔ پھر تمہیں زمین میں لے جائے گا۔ وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا اور پھر قیامت کے دن تمہیں اس میں سے نکالے گا جونہی واصل اس مقام پر پہنچا' نعرہ مار کر ایک دن رات بے ہوش پڑا رہا جب ہوش میں آیا تو پھر عالم تحیر میں محو ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ جب اس واصل کی موت کا وقت قریب آ گیا تو بھی کسی نے اس کو عالم صحو میں نہ دیکھا اس تحیر کی حالت میں ہی جان دے دی' موت کے وقت وہ درویش بغداد کے باہر دجلہ کے پاس ایک غار میں سر بسجود پایا پھر خواجہ صاحب نے آب دیدہ ہو کر یہ شعر پڑھا

چوں جان محبان زجہاں گیرند آنجا ملک الموت کجا یا بد جائے

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! جسے ہم اپنا عاشق بناتے ہیں' اسے ملک غیب کے عجائب وغرائب دِکھاتے ہیں اور عرش سے تحت الثریٰ تک کی ساری چیزیں اس پر منکشف کر دیتے ہیں تاکہ اس کی محبت اور بھی زیادہ ہو جائے۔ بعد ازاں اس کے ساتھ وہی معاملہ ہوتا ہے جو اس درویش سے ہوا۔ تاریخ مذکور کو خواجہ صاحب عالم سکر میں تھے جب اس بات پر پہنچے تو کھڑے ہو گئے۔ میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام

جمعرات کے روز دوسری ماہ شعبان کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بارے میں ذکر شروع ہوا۔ مولانا برہان الدین غریب' مولانا شمس الدین یحییٰ اور اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو سعادتیں ہمیں عنایت کی ہیں' وہ کسی اور کو نہیں کیں۔ یعنی اوّل تو ہمیں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت بنایا' دوسرے ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ کی ملت میں' تیسرے امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں' چوتھے مسلمان پیدا کیا اور کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والا بنایا۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے تو نمرود لعین سے ڈر کر آپ کے والد غار میں ڈال آئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے آپ کے انگوٹھے سے دودھ پیدا کیا جب آپ چودہ سال کے ہوئے تو ایک رات غار سے باہر نکلے جب چاند پر نگاہ پڑی تو خیال کیا کہ شاید اسی نے مجھے پیدا کیا ہے' اسے سجدہ کرنا چاہا جب تھوڑی دیر بعد اسے گردش کرتے ہوئے دیکھا تو کہا جو خود پھر رہا ہے' وہ خدائی کے لائق نہیں۔ مجھے ایسی چیز تلاش کرنی چاہیے جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ صبح کو جب سورج نکلا تو دیکھ کر دل میں خیال کیا کہ ہو نہ ہو یہی میرا پیدا کرنے والا ہے لیکن جب اسے بھی گردش میں پایا تو کہا کہ یہ بھی خدائی کے لائق نہیں جب سب سے مبرا ہوئے تو کہا کہ ہم ایسی چیز کی پرستش کرنا چاہتے ہیں جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے پھر آپ اللہ تعالیٰ کی پرستش میں مشغول ہوئے اور نیز اپنے والد کے گھر آئے' مدت تک وہیں رہے۔ عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما لکھتے ہیں کہ جب آذر بت تراش کر بت بنا کر آپ علیہ السلام کو فروخت کرنے کے لیے دیتے تو آپ علیہ السلام اس کام کو پسند

نہ کر کے بتوں کے گلے میں رسی ڈال کر کھینچ کر بازار میں فروخت کر آتے جب یہ خبر نمرود کو پہنچی کہ آذر بت تراش کا لڑکا (بھتیجا) ابراہیم (علیہ السلام) نام ہمارے بتوں کی اس طرح بے عزتی کرتا ہے تو اس نے کہا کہ اس کے سبب ضرور میری سلطنت میں فرق آئے گا کیونکہ اس کا نام سننے سے میرا دل ہلتا ہے۔

الغرض قصوں میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ نمرود کی عید کا دن تھا اور بت خانہ کے بت زیوروں سے آراستہ تھے' نمرود زیارت کے لیے آیا' آذر نے آپ علیہ السلام کو کہا کہ جب تک میں نہ آؤں' ان بتوں کے پاس بیٹھنا جب آپ علیہ السلام ان کے پاس بیٹھے تو پیغمبری کی غیرت جوش میں آئی' کلہاڑی اُٹھا کر سارے بتوں کے سر اُڑا دیئے اور بڑے بت کے کندھے پر کلہاڑی رکھ دی جب آذر آیا اور پوچھا کہ یہ کیا حال ہے؟ کہا' میں نے نہیں کیا اس بڑے بت نے سارے سر قلم کیے ہیں۔ کہا' اس میں تو جان نہیں' وہ کیونکر ایسا کام کر سکتا ہے؟ فرمایا' جب ان میں اتنا کام کرنے کی طاقت نہیں تو ان کی پرستش کرنی کیسے جائز ہو سکتی ہے؟ جب یہ کہا تو آذر نے جان لیا کہ یہ پیغمبر (علیہ السلام) ہے کیونکہ ہم نے کتاب میں پڑھا تھا۔

بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا جس نے رسالت کی چادر آپ علیہ السلام کو پہنائی اور حکمِ الٰہی سنایا کہ نمرود کو میری طرف بُلاؤ اور کہو کہ ایمان لائے جب آپ علیہ السلام نمرود کے پاس پہنچے اور اپنی رسالت ظاہر کی تو کافروں میں تہلکہ مچ گیا اور کہنے لگے کہ اے نمرود! اب فساد کھڑا ہو گیا' ہمیں تمہیں ضرور اس شخص سے نقصان پہنچے گا۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب مسلمانی ظاہر ہوئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام قوت پکڑ گئے تو پھر نمرود نے کہا کہ اے ابراہیم (علیہ السلام)! اگر تو معجزہ دکھائے تو ہم ایمان لائیں گے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا' صبر کر اور میرے اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت دیکھ۔ کہا' چار پرندے لے کر ان کو کاٹو تا کہ مر جائیں پھر اگر زندہ ہو جائیں تو ہم مسلمان ہو جائیں گے۔ آپ علیہ السلام نے دعا کی' حکم ہوا کہ کرو۔ آپ علیہ السلام نے چاروں پرندا کٹھے کر کے نمرود کے کہنے کے مطابق کیا اور پہاڑ پر رکھ دیئے' اللہ تعالیٰ نے ان چاروں کو زندہ کیا اور وہ پہلی حالت پر آ گئے۔ نمرود نے کہا' اے ابراہیم (علیہ السلام)! واقعی تو نے اچھا جادو سیکھا ہے جو کافر کچھ سمجھ دار تھے' وہ مسلمان ہو گئے۔ الغرض جب نمرود آپ سے تنگ آ گیا تو کہا کہ اسے کسی طرح مار ڈالنا چاہیے۔ مشیروں نے کہا کہ اسے آگ میں جلا دینا چاہیے۔ راوی روایت کرتا ہے اس قدر آگ جلائی گئی کہ آٹھ آٹھ کوس تک کے چرند پرند سب جل گئے پھر آپ علیہ السلام کو ڈھینگلی (منجنیق) میں رکھ کر آگ کی طرف پھینکا گیا' تمام اہل زمین و آسمان یہ تماشہ دیکھ رہے تھے کہ دیکھو یہ عاشق صادق ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے آ کر پوچھا کہ کیا کسی قسم کی مدد کی ضرورت ہے؟ فرمایا' تجھ سے مدد نہیں مانگتا۔ پوچھا' کس سے؟ فرمایا جس نے مجھے یہاں ڈالا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں سر بسجود ہو کر عرض کی کہ واقعی میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سا صادق کسی کو نہیں دیکھا۔ محبت میں واقعی وہ صادق اور راست ہے۔

الغرض جب آپ نے یہ کہا تو حکمِ الٰہی ہوا:

یَانَارُ كُوْنِىْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ ۔

یعنی اے آگ! ابراہیم علیہ السلام پر سرد ہو جا اور اسے سلامت رکھ فوراً وہ سارا مقام باغ بن گیا

باز از وے باغ و بستاں تازہ شد　　صبح را از بوئے گل جاں تازہ شد

اس باغ میں ایک تخت نمودار ہوا جس پر آپ بیٹھ گئے‘ نمرود کی لڑکی نے آ کر اسلام قبول کیا اور آپ علیہ السلام سے اس نے نکاح کر لیا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ جب آگ کو یہ حکم ہوا تھا کہ اگر سلامتی کا فرمان نہ ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام مارے سردی کے ہلاک ہو جاتے۔

پھر فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں سے باہر نکلے تو نمرود لعین نے کہا کہ تو نے بہت اچھا جادو سیکھا ہے کہ ہلاک نہیں ہوتا۔ بعد ازاں کچھ مدت گزری تو اللہ تعالیٰ نے نمرود لعین کو مچھر کی مصیبت میں گرفتار کیا اور اسی سے اسے ہلاک کروا ڈالا۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام فرید الحق والدین رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ جس روز نمرود لعین کے لشکر پر مچھر متعین ہوئے تو جس کی پیشانی پر ڈنگ مارتے اسے ہلاک کر دیتے‘ سب کے سب ہلاک ہوئے۔ اے درویش! یہ اس لیے ہے تا کہ اہلِ جہان کو معلوم ہو جائے کہ ذرّہ بھر قہر الٰہی مشرق سے مغرب تک کی چوٹیوں کو ریزہ ریزہ کر دیتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے قصص الانبیاء میں لکھا دیکھا ہے کہ جس مچھر نے نمرود لعین کو ہلاک کیا اس کے پر اور ایک پاؤں نہ تھا جو اس روز کی آگ میں جل گئے تھے جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس میں ڈالا گیا تھا اس نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی تھی اور اسے حکم ہوا تھا کہ مت روؤ میں تیرے ہاتھوں نمرود کو ہلاک کروں گا۔

پھر فرمایا‘ اے درویش! کسی کو نہ ستانا تا کہ تو ستایا نہ جائے اور کسی کو نہ مارنا تا کہ تو مارا نہ جائے اور کسی کو نہ جلا تا کہ تو جلایا نہ جائے اور کسی کی ہلاکت میں کوشش نہ کرنا تا کہ تو ہلاک نہ کیا جائے۔ دیکھا نمرود لعین نے جیسا کیا تھا‘ ویسا پا لیا۔ سچ ہے جیسا بوؤ گے‘ ویسا کاٹو گے۔

بعد ازاں فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب خانہ کعبہ کی تکمیل کر لی تو حکم ہوا کہ تیرے نزدیک جو سب سے عزیز چیز ہے تو اسے میری راہ میں قربان کر اسی رات خواب میں دیکھا کہ اسمٰعیل علیہ السلام سے بڑھ کر اور کوئی عزیز نہیں جب بیدار ہوئے تو وضو کر کے اسمٰعیل علیہ السلام کو بلایا اور چھری آستین میں رکھ کر خانہ کعبہ کے پرنالے کے پاس پہنچے۔ اسمٰعیل علیہ السلام کو لٹا کر قربان کرنا چاہا فوراً جبرائیل علیہ السلام بہشت سے ایک دُنبہ لے کر آئے اور کہا فرمانِ الٰہی ہے کہ ہم نے تجھے اپنی محبت میں صادق پایا اور تو نے حقِ محبت ادا کیا اب اسمٰعیل کی بجائے اس دُنبے کو قربان کر۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر اسحٰق علیہ السلام پیدا ہوئے تو آپ بہت خوش ہوئے اور شکر الٰہی بجا لائے کہ لڑکا تو پیدا ہوا ہے اب دیکھیے کیا حکم ہوتا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے آ کر سلام پہنچایا اور بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لڑکا پیغمبر ہوگا اور اس کی نسل سے ستر ہزار پیغمبر پیدا ہوں گے اور ہم نے تجھے صاحب ملت پیدا کیا۔ قولہ تعالیٰ

مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۔

جب آپ علیہ السلام نے یہ سنا تو اُٹھ کر وضو کیا اور دوگانہ شکر ادا کیا کہ الحمد للہ اگر لڑکا دیا تھا تو پیغمبر بھی کیا اور اس کی نسل سے ستر ہزار اور پیغمبر بھی پیدا کرے گا۔ الغرض جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بی بی ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہوئے تو آپ بہت خوش ہوئے اور دل میں کہا کہ دیکھیے اس سے کیا نعمت حاصل ہوتی ہے' انہی خیالوں میں تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سلام پہنچایا اور فرمانِ الٰہی سنایا کہ اس لڑکے سے کوئی اور پیغمبر پیدا نہ ہوگا لیکن یہ خود پیغمبر ہوگا اور مرسل ہوگا۔ آپ علیہ السلام یہ سُن کر ملول ہوئے کہ ایک فرزند سے اس قدر پیغمبر اور دوسرے فرزند سے ایک بھی نہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے آ کر یہ فرمانِ الٰہی سنایا کہ آپ ملول کیوں ہوتے ہیں؟ اس کی پشت سے ایک ایسا پیغمبر پیدا کریں گے جس کی خاطر دونوں جہان پیدا کیے گئے ہیں۔ پوچھا' وہ کون؟ فرمایا' حضرت محمد پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں جب آپ علیہ السلام نے یہ سنا تو ہزار بار شکریہ ادا کیا اور ہزار رکعت نماز ادا کی۔

بعد ازاں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' اے درویش! واضح رہے کہ جہان میں کوئی شخص سعادت سے خالی نہیں جو جہان میں آیا ہے اس میں خواہ دینی' خواہ دنیاوی سعادت ضرور رکھی گئی ہے لیکن خوش قسمت وہ ہے جس میں دونوں ہوں۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں اللہ تعالیٰ کی دوستی متمکن ہوگئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے امتحان کے طور پر خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر کہا' اللہ! آپ دوست کا نام سنتے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑے جب ہوش میں آئے تو اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ آخر کعبہ کی چھت پر ایک آدمی کو ذکر کرتے ہوئے دیکھا' آپ علیہ السلام کو عبرت ہوئی اور دل میں کہنے لگے کہ میں تو یہ جانتا تھا کہ میں ہی اس گھر میں یادِ الٰہی کرتا ہوں لیکن اب یہ ایک اور پیدا ہوگیا ہے۔ الغرض پاس جا کر کہا' خدا کے دوست! ذرا دوست کا نام پھر لینا۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا بغیر شکرانے میں نہیں کہتا' فرمایا سب مال و ملک میں نے قربان کیا جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نام لیا تو آپ نے دوسری مرتبہ نام لینے کی درخواست کی اور کہا باقی جو کچھ ہے وہ بھی دے دوں گا۔ جبرائیل علیہ السلام نے پوچھا' وہ کیا؟ فرمایا' جان! یہ سنتے ہی جبرائیل علیہ السلام نظر سے غائب ہوگئے اور بارگاہِ الٰہی میں سر بسجود ہو کر عرض کی کہ واقعی ابراہیم علیہ السلام اعلیٰ درجے کے صادق اور محبّ ہیں اور جس طرح کے اوصاف سنے تھے اس سے بڑھ کر پائے۔

مہرِ نبوت

بعد ازاں مہر نبوت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' زبان مبارک سے فرمایا کہ جس نے مہر نبوت کو ایک نظر دیکھا ہے' اللہ تعالیٰ نے اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دی اس واسطے کہ حدیث میں ہے کہ جس روز ابوجہل نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کشتی لڑنی چاہی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرمانِ الٰہی ہوا کہ کپڑوں سمیت لڑائی کرنا ایسا نہ ہو کہ ابوجہل مہر نبوت دیکھ لے اور دوزخ کی آگ اس پر حرام ہو جائے۔

نیز فرمایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال ہوا تو غسل کے وقت مہر نبوت پشت مبارک پر نہ تھی۔ کہا کہ اسے جبرائیل علیہ السلام لے گئے ہیں اور اس سے زمین و آسمان کے دروازوں پر مہر لگائی گئی ہے تا کہ آئندہ کوئی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا سا پیدا نہ ہو اور نیز اس واسطے کہ جبرائیل علیہ السلام آسمان سے نیچے نہ اُتریں۔ (پھر ''وحی'' لے کر نہیں اترے) اس وقت ایک عزیز حاضر خدمت تھا اس نے سوال کیا کہ جب سے زمین و آسمان کے دروازوں پر مہر لگائی گئی ہے آیا جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے ہیں یا نہیں؟ فرمایا: میں نے سنا ہے کہ ہر رات جبرائیل علیہ السلام مع ان تمام مقرب فرشتوں کے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت بندوں کی طرح کرتے ہیں' خانہ کعبہ کی چھت پر آتے ہیں اور اُمتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بخشش کے لیے دعا کرتے ہیں جب خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان فوائد کو ختم کر چکے تو اُٹھ کھڑے ہوئے۔ میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ

پیغمبروں کا ذکر

پھر جب قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا تو مولانا شمس الدین یحییٰ' مولانا فخر الدین' مولانا برہان الدین غریب رحمہم اللہ علیہم اور اور عزیز حاضر خدمت تھے اور ادریس علیہ السلام اور اسحٰق علیہ السلام اور انبیاء علیہم السلام اور دیگر فوائد کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو علم حضرت ادریس علیہ السلام کو دیا ہے' وہ کسی اور کو نہیں دیا' وہ علم علم رمل تھا۔

بعد ازاں فرمایا کہ جو بزرگ ان دنوں میں تھے' وہ حضرت ادریس علیہ السلام سے پہلے پیدا ہوئے پھر فرمایا کہ قصص الانبیاء میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی روایت سے لکھا ہے کہ اس جہان میں اللہ تعالیٰ نے چار پیغمبروں کو ہمیشہ کی زندگی دی ہے۔ اوّل ادریس علیہ السلام جو بہشت میں ہیں' دوسرے عیسیٰ علیہ السلام جو چوتھے آسمان پر ہیں' تیسرے حضرت خضر علیہ السلام جن کے متعلق تری کا انتظام ہے اور چوتھے حضرت الیاس علیہ السلام جن کے متعلق خشکی کا انتظام ہے جب دنیا ختم ہوگی تو ان چاروں کا بھی انتقال ہو جائے گا۔

پھر فرمایا کہ جب حضرت ادریس علیہ السلام کو بہشت میں لے جایا گیا تو کہا گیا کہ یہی تیرا مقام ہے' یہیں رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ آپ عبادت میں مشغول ہوئے تو ایک روز آپ کو بہشت کا سارا کارخانہ دِکھایا گیا' آپ ہر ایک محل کو دیکھ کر پوچھتے کہ یہ کس کا ہے؟ آخر جب جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے محل اور چاروں یاروں کے محلوں کے پاس پہنچے تو کھڑے ہو کر کہا کہ ان محلوں سے بڑھ کر کوئی محل اچھا نہیں۔ پروردگار! یہ کس کے لیے ہیں؟ فرمایا' یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے چاروں یاروں رضوان اللہ اجمعین کے محل ہیں۔ پس ادریس علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں مناجات کی کہ کاش! ادریس (علیہ السلام) اُمتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہوتا۔

بعد ازاں اسی موقع کے مناسب فرمایا کہ جب حضرت ادریس علیہ السلام کو بہشت میں لے جایا گیا تو فرمانِ الٰہی ہوا

کہ اے ادریس (علیہ السلام)! تیری عبادت یہی ہے کہ تو ہمیشہ طاعت میں رہے اور ایک دَم بھی میری یاد سے غافل نہ رہے۔

پھر حضرت اسحٰق علیہ السلام کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ جب آپ بی بی سارہ کے بطن سے پیدا ہوئے تو اسی رات بت خانوں میں سارے بت سرنگوں ہو گئے اور پکار اُٹھے:

لا الٰہ الا اللہ اسحٰق نبی اللہ .

بعدازاں جب آپ بڑے ہوئے اور رسالت کی چادر پہنی تو ہمیشہ طاعت اور عبادت میں مشغول رہتے، کسی وقت بھی خوفِ خدا سے خالی نہ رہتے، ہمیشہ ڈر کے مارے کانپتے رہتے۔ چنانچہ قصص الانبیاء میں لکھا ہے کہ جب رات ہوتی تو گلے میں زنجیر ڈال کر پیٹھ باندھ لیتے اور ساری رات اسی طرح بسر کرتے اور دن کو تبلیغ رسالت کا کام کرتے۔ چنانچہ آپ علیہ السلام کی ساری عمر اسی طرح بسر ہوئی۔ آپ علیہ السلام کو معجزہ صرف یہ ملا کہ آپ کی نسل سے ستر پیغمبر مرسل پیدا ہوئے اور بنی اسرائیل کے صاحبِ ملت بنے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ آپ علیہ السلام سے عبادت کے وظیفہ میں ناغہ ہو گیا اس غفلت کی ندامت سے ستر سال اس طرح روئے کہ رخساروں کا گوشت و پوست گل گیا جب سجدہ کرتے تو بسا اوقات سال بھر یا کم و بیش سجدے میں رہتے جب آپ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ علیہ السلام اس قدر کیوں روتے ہیں؟ تو فرمایا کہ مسلمانو! میں ڈرتا ہوں کہ قیامت کے دن مجھے میرے والد بزرگوار حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے روبرو کھڑے کر کے یہ نہ کہیں کہ تیرا بیٹا یہ تھا کہ جس سے عبادت کے وظیفے میں ناغہ ہوا اس وقت میں انبیاء کو کیا منہ دِکھاؤں گا۔

بعدازاں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ انبیاء اور اولیاء سے اگر کوئی تقصیر خدمت سہواً ہو جاتی تو کفارہ کرنے کے لیے بکثرت روتے۔ پس اے درویش! لوگوں کو ہر حالت میں خوف و امید رکھنی چاہیے اور خوف سے تو کسی حالت میں بھی خالی نہیں رہنا چاہیے۔

بعدازاں فرمایا کہ جب رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صبح کی نماز ادا کرتے تو اوراد سے فارغ ہو کر انبیاء اور اولیاء کی حکایات بیان کرتے اور فرماتے کہ جو شخص انبیاء اور اولیاء کی حکایات بیان کرتا ہے، اللہ تعالیٰ دوزخ اس پر حرام کر دیتا ہے اور اس کا حشر بھی قیامت کے دن انہیں کے ساتھ ہوگا اور انہیں کے ہمراہ بہشت میں داخل ہوگا جونہی خواجہ صاحب نے یہ حکایت بیان فرمائی، اذان سُنی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے، میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ

ماہِ رمضان کی فضیلت

ہفتہ کے روز ساتویں ماہ رمضان سنہ ھ مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ماہِ مبارک رمضان کی فضیلت کے بارے گفتگو شروع ہوئی۔ نیز حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہما السلام کے بارے میں...... خواجہ صاحب جماعت خانہ میں تشریف فرما

تھے جب میں حاضر خدمت ہوا تو فرمایا' اے افضل الشعراء! تو نے اچھا کیا جو آ گیا' میں دوبارہ آداب بجالایا۔ فرمایا' بیٹھ جاؤ! میں بیٹھ گیا اس وقت مولانا شمس الدین یحییٰ' مولانا فخر الدین' مولانا شہاب الدین رحمہم اللہ علیہم مذکور اور صوفی حاضر خدمت تھے۔ ماہِ مبارک رمضان کی فضیلت کے بارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ ماہِ رمضان بڑا بزرگ مہینہ ہے اس مہینے میں سراسر رحمت و برکت ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ اس مہینے کے ایک روزے میں اس قدر رحمت و برکت ہے جو باقی تمام سال میں ہے۔

پھر فرمایا کہ شیخ الاسلام خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادت تھی کہ جب رمضان کا مہینہ ہوتا' آپ باقی کاموں سے فارغ ہو کر گوشہ نشینی اختیار کرتے اور فرماتے کہ رمضان رحمت اور غنیمت کا مہینہ ہے جس طرح لشکر کے لوگ غنیمت کے مال پر پڑتے ہیں اور ہر طرف سے نعمت حاصل کرتے ہیں اسی طرح رمضان المبارک میں ہر طرف سے رحمت اور غنیمت حاصل ہوتی ہے' لوگوں کو ماہِ رمضان میں ضرور عبادت کرنی چاہیے۔

پھر فرمایا کہ شیخ فرید الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز تراویح کے بعد ہر رات دو رکعتوں میں قرآن شریف ختم کرتے اور اسی وضو سے صبح کی نماز ادا کرتے۔ چنانچہ بیس سال تک آپ کا یہی وطیرہ رہا۔

بعد ازاں فرمایا کہ رمضان المبارک میں جب لوگ روزہ افطار کرتے ہیں تو حکمِ الٰہی ہوتا ہے کہ اس کو اس کے اہلِ بیت کے ہمراہ دوزخ کے عذاب سے خلاصی دی اور ان کے گناہوں کو بخش دیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام

بعد ازاں حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' زبان مبارک سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو برگزیدہ بنایا اور بارہ بیٹے عنایت فرمائے جن میں سے آپ علیہ السلام' یوسف علیہ السلام کو زیادہ عزیز رکھتے اور آپ علیہ السلام کے دل میں زیادہ محبت یوسف علیہ السلام کی ہی تھی جب علم بیان فرماتے تو یوسف علیہ السلام کو مخاطب کر لیتے اور اور بیٹوں کی نسبت اس کو زیادہ پیار کرتے اور اپنے ساتھ سے جدا نہ کرتے۔ چنانچہ دوسرے بھائیوں نے حسد کھا کر کہا کہ یوسف (علیہ السلام) کو والد بزرگوار علیہ السلام سے جدا کر دیں تا کہ ہماری طرف بھی خیال کریں ہر وقت اسی کی طرف خیال رکھتے ہیں اس کے بعد ایک رات حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ گویا آفتاب مہتاب اور ستارے مجھے سجدہ کرتے ہیں جب یہ خواب اپنے والد بزرگوار کو سنایا تو آنجناب علیہ السلام نے آہستہ سے فرمایا کہ اے جانِ پدر! خبردار! اس خواب کو بھائیوں کے پاس بیان نہ کرنا کیونکہ ان کے روبرو بیان کرنا اچھا نہیں ہوگا۔ قولہ تعالیٰ

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ○ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○

پھر فرمایا کہ اے یوسف (علیہ السلام)! شیطان ملعون انسان کا دشمن ہے اگر تو یہ خواب بھائیوں سے بیان کرے گا تو

اپنے تئیں برباد کرے گا۔ الغرض آپ علیہ السلام چونکہ بچے تھے' ایک روز یہی خواب ان کو بھی بتا دیا۔ آپ علیہ السلام کا سب سے بڑا بھائی یہودا نام تھا اس نے باقی بھائیوں سے مشورہ کیا کہ یہ ضرور بادشاہ ہوگا اور والد بزرگوار جب یہ خواب سنیں گے تو پہلے کی نسبت بھی اسے زیادہ محبت کریں گے۔

بعدازاں ایک روز سارے مل کر یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں آئے کہ ہم شکار کو جاتے ہیں اگر آپ یوسف (علیہ السلام) کو ہمارے ہمراہ بھیج دیں تو بہتر ہوگا۔ یوسف علیہ السلام بھی موجود تھے۔ یعقوب علیہ السلام نے جب یہ بات سُنی تو فرمایا اس کے لے جانے کی کیا ضرورت ہے؟ جب انہوں نے بہت منت وسماجت کی تو فرمایا کہ اچھا لیے جاتے ہو لیکن اسے بھیڑیئے سے بچانا۔ انہوں نے اس بات کو حیلہ قرار دے لیا کہ اگر ہم یوسف علیہ السلام کو تلف بھی کر دیں تو کہہ دیں گے کہ بھیڑیا کھا گیا ہے۔

بعدازاں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ بے شک جس وقت بلا نازل ہونے کو ہوتی ہے خواہ آدمی کے پاس ہی چیز ہو تو بھی اسے دِکھائی نہیں دیتی اگر حضرت یعقوب علیہ السلام جاتے وقت یوسف علیہ السلام کو اللہ کے سپرد کرتے تو ہرگز ہرگز فراق کی مصیبت میں گرفتار نہ ہوتے لیکن چونکہ آپ نے بیٹوں کے سپرد کیا تھا اس لیے اس قدر عذاب فراق سہنا پڑا۔ الغرض جب شکار کو گئے تو واپس آتے وقت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں پھینک دیا اور آپ چلے آئے اسی وقت جبرائیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ یوسف علیہ السلام کو اس کے بھائیوں نے کنوئیں میں ڈال دیا ہے اور وہ وہاں اکیلا ہے تو اس کی دل دہی کر تا کہ ہمت نہ ہار بیٹھے۔ یہ کہنا کہ ہم تیرے یارو مددگار ہیں اور ایک بہشتی پیراہن آپ کو پہنایا گیا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ خرقے کی اصل یہیں سے شروع ہوئی جو یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں عطا ہوا۔ الغرض جب آپ علیہ السلام کے بھائی آئے تو آتی دفعہ ایک بھیڑیئے کو ساتھ لائے اور کہا کہ ہم ذرا آگے بڑھ گئے تھے اور یوسف علیہ السلام پیچھے رہ گئے تھے سو اس بھیڑیئے نے پھاڑ کھایا۔ ہم نے بہتیرا ڈھونڈا لیکن کہیں نشان نہ پایا۔ یہ سنتے ہی یعقوب علیہ السلام نعرہ مار کر بے ہوش ہو کر گر پڑے اور کہا کہ اپنے کیے کا علاج؟ جو مخلوق کے سپرد کرتا ہے' اسے یہی بدلہ ملتا ہے جو مجھے ملا اگر جاتے وقت اسے خدا کے سپرد کرتا تو اس کے بھائی اسے کیوں جدا کرتے۔ اُٹھ کر کہا' رضینا بقضاء اللہ۔ اے خدا! میں تیری رضا پر راضی ہوں۔ اچھا جو کچھ ہوا' سو ہوا الغرض آپ علیہ السلام اس قدر روئے کہ بصارت جاتی رہی اور گھر کا نام بیت الاحزان یعنی غم کدہ رکھا اور یوسف علیہ السلام کے فراق میں چالیس سال دن رات کی تمیز نہ رہی بعدازاں خواجہ صاحب آب دیدہ ہوئے اور نعرہ مار کر بے ہوش ہو کر گر پڑے اور یہ رباعی زبان مبارک سے فرمائی۔

رباعی

یعقوب چہل سال زہجراں بگریست　　نابینا شدہ ز درد چنداں بگریست
از نورِ دل او کسے چہ داند کہ چہ بود　　غم اوداند و آنکس کہ ز ہجراں بگریست

پھر فرمایا کہ جس وقت یعقوب علیہ السلام کو بھوک لگتی تو یوسف علیہ السلام کا نام لیتے تو سیر ہو جاتے اور جب پیاس لگتی تو

بھی یوسف علیہ السلام کا نام لیتے تو سیراب ہو جاتے۔ چنانچہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر طعن کی کہ اے یعقوب (علیہ السلام)! اگر پیدا کرنے والا یوسف علیہ السلام ہوتا تو کیا اچھا ہوتا کہ سب سے فارغ ہو کر تو یوسف علیہ السلام کی دوستی میں مشغول ہوتا۔ فرمایا' اے جبرائیل (علیہ السلام)! یہ تازیانہ ادب اس روز سے مارا ہوتا جب کہ یوسف علیہ السلام کی دوستی میرے دل میں شروع ہوئی تھی اب کیا فائدہ ہے؟ اب کام حد سے بڑھ گیا ہے۔

بعد ازاں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ میں نے خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا دیکھا ہے کہ آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے میں لکھا ہے کہ اہلِ سلوک کا قول ہے کہ اولیاء اور انبیاء میں سے جو شخص محبتِ الٰہی کا دعویٰ کرے اور پھر غیر کی محبت کو اپنے دل میں جگہ دے' جان لو کہ وہ شخص بڑی مصیبت میں مبتلا ہے جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے پہلے تو دوستی کے حق کا دعویٰ کیا اور بعد میں یوسف علیہ السلام سے محبت کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کے فراق میں چالیس سال رونا پڑا اور فرمانِ الٰہی ہوا کہ اگر پھر یوسف علیہ السلام کا نام لو گے تو تمہارا نام پیغمبروں کے زمرے سے کاٹ دیا جائے گا۔ اے درویش! اس خطاب کی برداشت یعقوب علیہ السلام کے سوا کون کر سکتا ہے؟

بعد ازاں فرمایا کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا گیا تو اتفاقاً سوداگروں کا ایک قافلہ جو مصر کو جا رہا تھا اس کنویں کے پاس اُترا جب کنویں میں سے پانی نکالنے گئے اور ڈول ڈالا تو یوسف علیہ السلام نے ڈول پکڑ لیا۔ انہوں نے بہتیری کوشش کی لیکن ڈول نہ نکلا جب انہوں نے کنویں میں نگاہ کی تو دیکھا کہ ایک آدمی اس میں گرا ہوا ہے' باہر نکال کر پوچھا کہ تو کون ہے؟ فرمایا' میں بنی آدم علیہ السلام ہوں اور جو حادثہ مجھ پر گزرا ہے' وہ بہت طویل ہے' میں کیا بیان کروں۔ انا قصتی طویل وانت ملول۔ راوی روایت کرتا ہے کہ جب آپ کو کنویں میں سے نکالا گیا تو آپ کے چہرے کی خوب صورتی سے کنعان میں روشنی ہوگئی۔ آپ کے بھائی تاڑ گئے کہ شاید کسی نے کنویں میں سے یوسف علیہ السلام کو نکالا ہے جب آ کر دیکھا تو آپ کا دامن پکڑ لیا' قافلے والوں نے وجہ پوچھی تو بھائیوں نے کہا کہ یہ ہمارا غلام ہے جب ان سے دریافت کیا گیا تو کہا کہ میں واقعی ان کا غلام ہوں۔ سوداگروں نے کہا اگر تم بیچنا چاہتے ہو تو ہم خریدنے کو حاضر ہیں چونکہ آپ سے انہیں حسد تھا' کہا' ہم بیچنا چاہتے ہیں جو مرضی ہو' دے دو جب سوداگروں نے روپیہ تلاش کیا تو صرف سترہ کھوٹے درہم نکلے۔ آپ علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا' اچھا ہم انہیں کے بدلے میں فروخت کرتے ہیں۔ یہ سُن کر آپ علیہ السلام رو دیئے کہ سبحان اللہ! میری قیمت سترہ درہم ہے؟ حکمِ الٰہی ہوا کہ اے یوسف (علیہ السلام)! چونکہ تو نے اپنے تئیں بیچ جانا ہے' ذرا صبر کر تیری قیمت تجھے معلوم ہو جائے گی۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ یوسف علیہ السلام نے آئینے میں اپنی شکل دیکھی تو کہا کہ سبحان اللہ! وہ پیدا کرنے والا کیسا ہوگا جس نے مجھے ایسا خوب صورت پیدا کیا ہے اگر مجھے بازار میں بیچا جائے تو کوئی شخص میری قیمت ادا نہیں کر سکتا۔ بس اے درویش! چونکہ یوسف علیہ السلام نے خود بینی سے کام لیا اس لیے تو نے دیکھ لیا کہ آپ کی قیمت سترہ کھوٹے درہم مقرر

ہوئی۔ پس جو شخص اپنے تئیں کچھ جانتا ہے اس کی قیمت وہی ہوتی ہے جو یوسف علیہ السلام کی ہوئی لیکن جو شخص اپنے تئیں ہیچ جانتا ہے اس کی قدر و قیمت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ جب سوداگر آپ علیہ السلام کو خرید کر روانہ ہوئے اور مصر میں پہنچے تو یوسف علیہ السلام کو بنا سنوار کر بازار میں بیچنے کے لیے لے گئے اور مصر کے تمام سوداگر آئے اور اپنا اپنا مال لائے لیکن ابھی آپ علیہ السلام کی قیمت ان کے مال سے کہیں زیادہ تھی جب یہ خبر عزیز مصر تک پہنچی تو وہ مع اپنے اراکین کے آیا اور کہا

بازارِ حسن جملہ خوبانِ شکستہ　　　رہ نیست کز تو ہیچ خریدار بگورد

اس نے اپنا مال خزانہ دے کر آپ علیہ السلام کو خرید لیا۔ الغرض جب یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ سونے کے ڈھیر آپ علیہ السلام کی قیمت ہیں تو دل میں خیال آیا کہ افسوس! اگر آج میرے بھائی یہاں ہوتے تو میری قیمت دیکھتے۔ یہ خیال آتے ہی جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا' اے یوسف (علیہ السلام)! تیری قیمت وہی تھی جو تیرے بھائیوں نے وصول کی۔

پھر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے درویش! یہ خطاب یوسف علیہ السلام کو اس واسطے ہوا کہ وہ خود بین نہ بن جائیں اور آپ علیہ السلام میں غرور نہ آجائے۔

بعدازاں فرمایا کہ جو شخص حق کو پالیتا ہے اس پر وہی خطاب ہوتا ہے جو یوسف علیہ السلام پر ہوا۔

بعدازاں فرمایا کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کے وصال کے دن آئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام آپ کے راستے میں کھڑے ہوئے جو شخص گزرتا' فرماتے' یہی یوسف ہے جب فوجیں گزر گئیں اور یوسف علیہ السلام کا خاص لشکر آیا تو یوسف علیہ السلام نے گھوڑے سے اُترنا چاہا لیکن یعقوب علیہ السلام نے خود دوڑ کر گھوڑے پر ہی سے گلے لگالیا اسی وقت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کہا کہ فرمانِ الٰہی یوں ہے کہ چونکہ تو نے بے ادبی کی ہے یعنی گھوڑے سے اُتر کر والد بزرگوار کو نہیں ملا اس لیے تیری نسل سے کوئی پیغمبر مرسل نہیں ہوگا۔ الغرض جب بغل گیر ہوئے تو یوسف علیہ السلام کو بہت لاغر پا کر فرمایا کہ اے جانِ پدر! میں تو تیرے فراق میں مبتلا تھا اور کھاتا پیتا نہ تھا اور تُو تو سلطنت کا حکمران تھا تو کیوں ایسا لاغر ہو گیا ہے؟ عرض کی' آپ سچ فرماتے ہیں لیکن جب میں نعمتوں کے دستر خوان پر بیٹھتا تو جبرائیل طعن کرتے کہ دیکھ تیرا باپ تیرے فراق میں کچھ نہیں کھاتا پیتا اور تو ٹکڑے اُڑاتا ہے۔ یہ سُن کر وہ طعام زہر آلود ہو جاتا اور کئی کئی دن فاقہ کرتا رہا۔

بعدازاں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے خوب صورتی کے بیس حصے کر کے ایک حصہ ساری دنیا کو اور انیس حصے یوسف علیہ السلام کو عنایت فرمائے۔

پھر فرمایا کہ جس وقت یوسف علیہ السلام کھانا کھایا کرتے تو پانی اور روٹی آپ علیہ السلام کے حلق میں اُترتی ہوئی صاف دِکھائی دیا کرتی تھی۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ مصر میں بارہ سال قحط پڑا جس کے سبب لوگ بھوکوں مرنے لگے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا

کی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ لوگ ہلاک ہو جائیں گے آپ (علیہ السلام) اپنے محل پر چڑھ کر لوگوں کو بلایا کریں تاکہ وہ آپ کو دیکھ کر سیر ہو جایا کریں اور ایک ہفتے تک انہیں بھوک پیاس نہ ستائے اس کے بعد آپ اس طرح کیا کرتے۔ قصص الانبیاء میں لکھا ہے کہ لوگ جب آپ کو دیکھ لیتے تو پھر ایک ہفتہ تک انہیں کھانے پینے کی حاجت نہ رہتی صرف دیدار میں ہی مستغرق رہتے۔

بعدازاں خواجہ صاحب نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ اہلِ سلوک اس بارے میں یہ کہتے ہیں کہ جب یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر سات دن بھوک نہ لگتی تھی اور بے ہوش ہو جاتے تھے تو قیامت کے دن جب مسلمانوں کو دیدار الٰہی ہوگا تو وہ ضرور ستر ہزار سال ایک ہی تجلی میں محو رہیں گے۔ بعدازاں فرمایا کہ جس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام آپ کو نہلانا چاہتے تو کئی ایک پردے کرتے تاکہ آپ کو کوئی دیکھ نہ لے اور نظر بد کارگر نہ ہو اور جب سوداگروں کے ہاتھ فروخت ہوئے تو انہوں نے کہا کہ اس چشمے میں غسل کرلو جب آپ پانی میں آئے تو رو دیئے کہ پروردگار! ایک وہ وقت تھا کہ مجھے میرے والد بزرگوار پردہ کیے بغیر نہیں نہلاتے تھے اب یہ وقت ہے کہ میں ننگا پانی میں جاتا ہوں۔ آبی جانور میرا جسم دیکھیں گے۔ یہ کہنا تھا کہ جبرائیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ نوری پردہ پانی میں آپ علیہ السلام کے گرد کردے تاکہ کوئی آبی جانور آپ علیہ السلام کا جسم نہ دیکھ سکے۔

پھر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ ہر خواری کے لیے عزت اور ہر عزت کے لیے خواری ہے۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ فوائد ختم کرتے ہی اندر چلے گئے اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی فضیلت

جمعرات کے روز بائیسویں ماہ مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت اسمٰعیل اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ مولانا شمس الدین یحیٰ، مولانا برہان الدین غریب اور اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت خوش ہوئے اور دوگانہ شکر بجا لائے۔ جبرائیل علیہ السلام نے آ کر یہ کہا کہ آپ کا یہ لڑکا پیغمبر مرسل ہوگا۔ آپ علیہ السلام سُن کر بہت خوش ہوئے پھر پوچھا کہ بھائی جبرائیل (علیہ السلام)! کیا اس کی نسل سے کوئی پیغمبر بھی ہوگا؟ کہا، نہیں! آپ یہ سُن کر ملول ہوئے کہ ایک لڑکے کی نسل سے تو ستر ہزار پیغمبر ہوں گے اور ایک کی نسل سے ایک بھی نہیں فوراً حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر کہا کہ حکمِ الٰہی ہے کہ اس کی نسل سے ہم ایک پیغمبر پیدا کریں گے جس کا نام محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہے اور جو پیغمبر آخر الزمان ہوگا اگر اسے پیدا نہ کرتا تو میں اپنی خدائی ظاہر نہ کرتا۔

بعدازاں فرمایا کہ جس روز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو قربان کرنا چاہا تو اسمٰعیل علیہ السلام نے عرض کی، ابا جان! میرے ہاتھ پاؤں باندھ لیں تاکہ کارد (چھری) پھرتے وقت میں نہ تڑپوں اگر تڑپوں گا تو بے ادبی میں

شمار ہوگا اور اس وجہ سے قیامت کے دن انبیاء کے روبرو شرم سار ہونا پڑے گا۔ وہ کہیں گے کہ یہ محبت میں صادق نہ تھا۔

بعدازاں فرمایا کہ جس روز حضرت زکریا علیہ السلام کے سر پر آرہ چلنے لگا تو آپ نے واویلا کرنا چاہا، حکمِ الٰہی ہوا کہ خبردار! اگر ذرا چوں و چرا کی تو پیغمبروں کے دفتر سے نام کاٹ دوں گا۔

بعدازاں دعا کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' زبان مبارک سے فرمایا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے دعا کی اور معافی کے خواست گار ہوئے تو فرمان ہوا کہ پہلے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجو تاکہ تمہاری دعا قبول ہو جب آپ علیہ السلام نے دعا پڑھی تو دعا قبول ہوگئی۔ قولہ تعالیٰ

فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۔

مفسر لکھتے ہیں کہ وہ کلمات یہ تھے یعنی الصلوٰۃ علی النبی الامی پس اے درویش! جب آپ علیہ السلام نے ان شرائط کے مطابق دعا کی تو قبول ہوگئی۔ چنانچہ مشہور حدیث ہے اور کلام اللہ میں لکھا ہے:

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ وَاللّٰهُ وَلِیُّ الاجابة والاستجابة ۔

بعدازاں یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ ہراب کے زمانے میں آپ کا ایک مرید سفر کو گیا جب ساٹھ سال بعد آیا تو آپ نے پوچھا کہ کہاں تک پہنچے؟ عرض کی' قطب عالم! پوچھا' کیا اس سے پوچھا تھا کہ مرد کون ہے اور نیم مرد کون؟ عرض کی مرد تو وہ ہے جو بھائی کو سونے کی روٹی دے اور نیم مرد وہ ہے جو ہوا میں اُڑے اور پانی پر مصلیٰ بچھا کر نماز ادا کرے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا دجلے کے کنارے گئے' خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے پانی پر مصلیٰ بچھایا اور رابعہ رحمۃ اللہ علیہا فضا میں سربسجود ہوئیں جب خواجہ حسن رحمۃ اللہ علیہ نے نماز سے فارغ ہو کر اِدھر اُدھر دیکھا تو رابعہ رحمۃ اللہ علیہا کو نہ پایا جب اوپر نگاہ کی تو رابعہ رحمۃ اللہ علیہا کو نماز میں مشغول پایا۔ کہا' اے رابعہ (رحمۃ اللہ علیہا)! یہ کیا؟ رابعہ نے کہا' اے حسن (رحمۃ اللہ علیہ)! وہ کیا اگر تو پانی پر تیرے گا تو برہنہ ہے اگر ہوا میں اُڑے گا تو مکھی ہے تو دل کو قابو کرتا کہ کچھ بن جائے۔

پھر فرمایا کہ ایک بزرگ کی ملاقات خضر علیہ السلام سے ہوئی۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز کی زبانی سنا ہے:

یاخضر من ظن انه خیر من الکلب لایصلح الصحبة معه ۔

یعنی جو مسلمان اپنے تئیں کتے سے اچھا خیال کرتے ہیں' ان سے مل کر بیٹھنا اچھا نہیں۔

جب خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فوائد ختم کیے تو نماز کی اذان سے آپ رحمۃ اللہ علیہ یادِ الٰہی میں مشغول ہوئے اور میں اور اور لوگ چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ

حضرت داؤد علیہ السلام

سوموار کے روز پانچویں ماہ شوال سنہ ھ مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا شمس الدین' مولانا فخر الدین' میر حسن علا سنجری اور اور صوفی حاضر خدمت تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام اور انبیاء کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے صحیفوں کا مطالعہ کر رہے تھے کہ انبیاء نے مصیبتوں کو بڑی آرزو سے طلب کیا ہے اور پھر ان پر صبر کیا ہے اس دن سے آپ بھی ہر رات مصیبت کی خواہش کرتے۔ جبرائیل علیہ السلام نے آ کر کہا' اے داؤد (علیہ السلام)! آپ بلا تو چاہتے ہیں لیکن اسے برداشت نہیں کر سکیں گے۔ ہر بار آپ علیہ السلام کو یہی خطاب ہوتا۔ چنانچہ ایک روز آپ مصلے پر بیٹھے زبور کا مطالعہ کر رہے تھے' فرمانِ الٰہی ہوا کہ اچھا! آپ مصیبت کے خواست گار ہوئے ہیں تو لو اب تیار ہو جاؤ مصیبت نازل ہوا چاہتی ہے۔ الغرض اسی روز مطالعہ کر رہے تھے ایک ایسے جانور پر نگاہ پڑی جو پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ دل میں کہا کہ اگر یہ جانور سلیمان علیہ السلام کے لیے لے جاؤں تو اچھا ہوگا۔ مصلے پر سے اُٹھ' زبور طاق میں رکھ اس جانور کا پیچھا کیا' وہ اُڑ کر پرنالے پر جا بیٹھا' آپ اوپر چڑھ گئے' وہ نیچے اُتر آیا۔ اتفاقاً اوریا کی عورت بیٹھی سر دھو رہی تھی جب آپ کی نگاہ اس کے بالوں پر پڑی تو کہا سبحان اللہ! جس کے بال اس قدر خوب صورت ہیں اس کی شکل کی خوب صورتی کا کیا ٹھکانا ہوگا فوراً آپ علیہ السلام گرویدہ ہو گئے۔ آپ نے اوریا کو کسی مہم پر بھیجا جہاں وہ قضا کار مر گیا' کچھ مدت بعد اوریا کی عورت نے پیغام بھیجا کہ میں آپ علیہ السلام سے نکاح کرنا چاہتی ہوں۔ آپ علیہ السلام نے اس سے نکاح کر لیا' کچھ مدت بعد آپ علیہ السلام قضا کی مسند پر بیٹھے فیصلہ کر رہے تھے کہ اتنے میں دو شخص دعوے دار آئے۔ ایک نے عرض کی کہ جناب! اس کے پاس ننانوے بھیڑیں ہیں اور میرے پاس ایک۔ وہ بھی اس نے زبردستی چھین لی ہے' کیا یہ جائز ہے؟ فرمایا' یہ جائز نہیں اس کی بھیڑ اسے واپس دو کیونکہ تم نے اس پر ظلم کیا ہے۔ یہ حکم سنتے ہی وہ شخص غائب ہو گئے' آپ مسند قضا سے اُٹھے اور دل میں خیال کیا کہ یہ مجھے خطاب ہے کہ باوجود ننانوے بیویوں کے میں نے اوریا کی عورت سے نکاح کیا' یہ کب جائز ہے؟ گھر میں آ کر فرزندوں کو رخصت کیا اور آپ علیہ السلام جنگل میں جا کر سر بسجود ہو کر رونے لگے پھر فرمانِ الٰہی ہوا کہ داؤد (علیہ السلام)! کیوں روتے ہو؟ عرض کی' ان آنکھوں نے ایک چیز ایسی دیکھی ہے جس کا دیکھنا جائز نہ تھا اب اس کی سزا اسے ہی بھگتنی چاہیے کیونکہ اس نے ممنوع چیز دیکھی ہے ؎

گر چشم برندے نشدے خانہ خراب ـــ بس خانہ کہ شد خراب از کردۂ چشم است

کہتے ہیں آپ علیہ السلام اس قدر روئے کہ رخساروں میں گڑھے پڑ گئے پھر حکم ہوا اے داؤد (علیہ السلام)! تیری توبہ اس وقت قبول کروں گا جب کہ اوریا تجھ سے راضی ہوگا۔ آپ علیہ السلام اس کنویں پر پہنچے جہاں اوریا قتل ہوا تھا اور آواز دی کہ اے اوریا! تو مجھ سے خوش ہے؟ آواز آئی' ہاں! خوش ہوں۔ حکم ہوا کہ اے داؤد (علیہ السلام)! تجھے تو پوچھنے کا ڈھنگ بھی نہیں آتا اس طرح پوچھ کہ اے اوریا! میں نے تجھ کو تیرے مارے جانے کے لیے بھیجا تھا کہ اگر تو مارا جائے تو میں تیری بیوی سے نکاح کر

لوں گا اب میں تیرے پاس آیا ہوں تو خوش ہے یا نہیں؟ یہ سُن کر آپ علیہ السلام سوچ میں پڑ گئے۔ الغرض جب توبہ کا وقت آیا تو حق تعالیٰ نے اوریا کو مہربان کر دیا اور اس نے آواز دی کہ میں تجھ سے خوش ہوں۔

بعد ازاں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ داؤد علیہ السلام اعلیٰ درجے کے خوش الحان تھے جب آپ علیہ السلام زبور پڑھتے تو اتنے پرندے اکٹھے ہو جاتے کہ آپ علیہ السلام کے سر پر سایہ ہو جاتا اور خوبی الحان کے سبب وہ سب بے ہوش ہو جاتے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب آپ علیہ السلام کی موت کا وقت قریب آ پہنچا تو جبرائیل علیہ السلام ریشمی کاغذ پر ایک صحیفہ لائے جس میں بیس سوال لکھے تھے۔ آپ علیہ السلام کو دے کر کہا' فرمانِ الٰہی یوں ہے کہ آپ علیہ السلام کے لڑکوں میں سے جو ان سوالوں کا جواب دے اس کو ملک کی انگوٹھی دینا۔ آپ علیہ السلام نے سارے بیٹوں کو بلا کر سوال پوچھے۔ سوائے سلیمان علیہ السلام کے کسی نے ایک سوال کا بھی جواب نہ دیا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ چونکہ ازل میں ملک سلیمان علیہ السلام کے نام لکھا تھا اس لیے آپ علیہ السلام نے ان سوالوں کے جواب دیئے اور ملک کے لائق بنے۔ ملک بھی ایسا ملا کہ نہ اس سے پہلے کسی کو ملا اور نہ بعد میں ملے گا۔

بعد ازاں فرمایا کہ سلیمان علیہ السلام سارے حیوانات کی بولی سمجھتے تھے اور آپ علیہ السلام کے سب محکوم تھے یہاں تک کہ انسان' حیوان' جن' دیو' پری اور شیاطین سب زیر فرمان تھے جہاں چاہتے آپ علیہ السلام کے تخت کو اُڑا کر پل بھر میں پہنچا دیتے اور پھر رات کو واپس لے آتے اس تخت پر تقریباً بارہ ہزار آدمی بیٹھ سکتے تھے۔ آپ علیہ السلام کے مطبخ میں ستر ہزار سیر نمک خرچ ہوتا' باقی چیزوں کا شمار نہیں لیکن خود اس وقت روٹی کھاتے جب اپنے ہاتھ سے بنائی ہوئی زنبیل فروخت کرتے اور اس کے داموں سے روٹی خرید کر تناول فرماتے۔ رات درویشوں کے ہمراہ مسجد میں رہتے اور ان سے دعا کے خواستگار رہتے جب خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فوائد ختم کیے' میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

حضرت موسیٰ علیہ السلام

ہفتے کے روز پچیسویں ماہ شوال سنہ مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا شمس الدین یحییٰ' مولانا برہان الدین غریب اور مولانا فخر الدین اور اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جس روز حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے' فرعون اس وقت سو رہا تھا' کانپ کر اُٹھ کھڑا ہوا' حکیموں اور نجومیوں کو بلا کر پوچھا کہ دیکھو جس کے سبب میرے ملک میں خلل آئے گا' پیدا ہو گیا ہے یا نہیں؟ سب نے قرعہ پھینک کر کہا کہ ہو گیا ہے اس وقت فرعون نے دائیوں کو مقرر کیا کہ جس گھر میں فرزند جنا ہو' مجھے اطلاع کرو تا کہ اسے مروا ڈالوں۔ موسیٰ علیہ السلام کو پیدا ہوتے ہی تنور میں پھینک دیا گیا جب فرعون کے آدمی آئے تو کہیں نشان نہ پایا' ان کے جانے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے جا کر دیکھا تو تنور باغ بنا ہوا تھا اور آپ علیہ

السلام انگوٹھا چوس رہے تھے پھر ایک صندوقچے میں لٹا کر آپ کی والدہ نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا کہ پروردگار! اسے تیرے حوالے کرتی ہوں' یہ کہہ کر آپ علیہ السلام کی والدہ نے آپ کی ہمشیرہ کو دیا کہ اسے دریائے نیل میں بہا دے۔ آپ علیہ السلام کی ہمشیرہ نے دریا کے کنارے آ کر یہ کہہ کر کہ میں اسے خدا کے سپرد کرتی ہوں' صندوقچے کو دریا میں ڈال دیا اور خود واپس چلی آئی۔ قضا کار وہ صندوقچہ تیرتا ہوا فرعون کے محل کے مقابل پہنچا' فرعون اور اس کی عورت آسیہ دونوں محل پر کھڑے نظارہ کر رہے تھے جب ان کی نگاہ صندوقچے پر پڑی تو آسینہ نے کہا کہ دیکھ فرعون صندوقچہ بہا چلا آتا ہے۔ دیکھیں اس میں کیا ہے؟ فرعون نے ملاحوں کو بُلا کر کہا کہ صندوقچے کو نکال لاؤ جب صندوقچہ کھولا گیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک نہایت خوب صورت بچہ لیٹا ہوا ہے اور دونوں انگوٹھے چوس رہا ہے۔ فرعون یہ دیکھتے ہی کانپ اُٹھا اور کہا' آسیہ! یہ لڑکا اچھا نہیں ہے' ہے تو ہدیہ لیکن ایسا ہدیہ لینا نہیں سچا ہے۔ آسیہ نے کہا' اے نادان! اللہ تعالیٰ نے مجھے کوئی فرزند نہیں دیا' میں بجائے فرزند اس کی پرورش کروں گی' یہ خدا کا دیا ہوا ہے۔ الغرض دایہ کو بُلا کر بڑے ناز ونعمت سے پرورش شروع ہوئی۔

بعد ازاں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے درویش! واضح رہے کہ فرعون کی اس میں مرضی نہ تھی لیکن اسے اللہ تعالیٰ کی حکمت معلوم نہ تھی کہ جس شخص کے سبب اس ملک میں خلل آنے والا ہے اس کو اسی سے پرورش کروایا۔ بعد ازاں فرمایا کہ میں نے قصص الانبیاء میں لکھا دیکھا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام چار سال کے ہوئے تو ایک روز آسیہ نے آپ علیہ السلام کو فرعون کی گود میں رکھا۔ فرعون کی ڈاڑھی لمبی تھی' آپ نے پکڑ کر زور سے جھٹکی جس سے فرعون کے سارے اعضاء جنبش میں آ گئے۔ آسیہ کو کہا کہ یہ لڑکا ہمارے حق میں نیک نہیں اس نے میری ڈاڑھی ایسی جھٹکی ہے کہ میرے تمام اعضاء کانپ اُٹھے ہیں۔ آسیہ نے کہا کہ کوئی ڈر کی بات نہیں' بچوں کی عادت ہی ہوتی ہے کہ باپ کی ڈاڑھی سے کھیلا کرتے ہیں اگر تجھے یقین نہیں تو ایک تھال سونے سے پُر اور دوسرا آگ سے' منگا کر اس کے سامنے رکھ اگر دانا ہوگا تو زر کو پکڑے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زر والے تھال کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا لیکن حکمِ الٰہی کے مطابق جبرائیل علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کا ہاتھ کوئلوں والے تھال میں ڈال دیا۔ آسیہ نے کہا دیکھ اگر دانا ہوتا تو آگ میں ہاتھ کیوں ڈالتا۔ یہ بچے ہیں' انہیں کیا تمیز؟ تب فرعون کو اطمینان ہوا۔ الغرض جب پندرہ سال کے ہوئے تو تازی گھوڑے پر سوار ہوا کرتے اور لوگ اور ارا کین آپ علیہ السلام کے ہمراہ ہوتے اسی طرح بازار میں ایک روز گشت کر رہے تھے کہ ایک فرعونی نے فرعون کی قسم کھائی کہ مجھے فرعون کی خدائی کی قسم ہے' آپ علیہ السلام نے پوچھا' یہ کیسی قسم ہے؟ کہا' آپ کے باپ کی جو ہمارا خدا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اس کے منہ میں خاک' یہ کہہ کر ایسا وار کیا کہ اس شخص کو وہیں ڈھیر کر دیا۔ کہتے ہیں کہ اسی قسم کھانے کے بدلے' میں کئی ایک آدمیوں کو قتل کیا کہ وہ خدا نہیں بلکہ خدا وہ ہے جس نے زمین و آسمان اور ہمیں تمہیں پیدا کیا ہے جب فرعون نے یہ خبر سُنی تو آسیہ سے گلہ کیا۔ کیا میں نہیں کہتا تھا کہ یہ لڑکا نیک نہیں اس سے میرے ملک میں خلل آئے گا۔ آسیہ نے عذرِ معذرت سے ٹال دیا۔

الغرض ایک روز فرعون تخت پر بیٹھا تھا اور لوگ آ کر سجدہ کرتے۔ موسیٰ علیہ السلام بھی پاس ہی تھے' آپ یہ دیکھ کر ناخوش ہوئے اور لوگوں کو سجدہ کرنے سے منع فرماتے کہ سجدہ خدا کو کرنا چاہیے۔ آسیہ نے جب یہ دیکھا کہ فرعون آپ علیہ السلام کو ضرور

مروا ڈالے گا تو کہا کہ اس شہر سے نکل جا اور جب رسالت کی چادر پہن لے تو پھر آنا۔ آپ علیہ السلام آسیہ کے حکم کے مطابق روانہ ہوئے' چلتے چلتے ایسے مقام پر پہنچے جہاں حضرت شعیب علیہ السلام کی لڑکیاں بھیڑ بکریاں چرا رہی تھیں وہاں پر ایک کنواں تھا جس کا ڈول اس قدر وزنی تھا کہ جب تک سو آدمی اکٹھے نہ ہوتے' وہ کھینچا نہ جاتا اب وہ لڑکیاں کنویں پر ڈول لیے کھڑی تھیں اور آدمی موجود نہ تھے۔ آپ علیہ السلام نے پاس جا کر لڑکیوں سے پوچھا کہ بکریوں کو پانی کیوں نہیں پلاتیں؟ انہوں نے ڈول کی کیفیت بیان کی۔ آپ علیہ السلام نے ڈول بھر کر کنویں سے نکالا حتیٰ کہ تین ڈول کھینچ کر بکریوں کو پیٹ بھر کر پانی پلایا جب بکریاں گھر آئیں تو حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں سیراب دیکھ کر لڑکیوں سے وجہ دریافت کی۔ انہوں نے کہا آج ایک آدمی آیا ہے جس نے اکیلے ہی تین ڈول نکالے ہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم نے کتاب میں پڑھا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوگا' جا کر اسے بُلا لاؤ۔ آپ علیہ السلام کی بڑی لڑکی تلاش کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو بُلا لائی۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اُٹھ کر گلے لگا لیا اور نوازش کی اور اسی لڑکی سے آپ علیہ السلام کا نکاح کر دیا پھر حق تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو پیغمبری عطا فرمائی اور رسالت کی چادر پہنائی۔ جبرائیل علیہ السلام نے آ کر عرض کی حکمِ الٰہی یوں ہے کہ آپ فرعون کو جا کر یہ پیغام پہنچائیں کہ وہ اسلام قبول کرے اور خدا پر ایمان لائے۔ آپ علیہ السلام فرمانِ الٰہی کے مطابق حضرت شعیب علیہ السلام سے رخصت لے کر مصر میں آ کر اپنی والدہ' ہمشیرہ اور بھائی ہارون علیہ السلام سے ملے اور پھر فرعون کو جا کر پیغامِ الٰہی سنایا کہ اے فرعون! میں خدا کا پیغمبر ہوں اور تو اس کا بندہ ہے' میری رسالت کا اقرار کرتا کہ تجھے عذاب سے نجات حاصل ہو۔ نہیں تو مصیبت کے لیے تیار رہ جب یہ پیغام فرعون نے سنا تو اندر جا کر آسیہ کو کہا کہ دیکھ یہ ساری مصیبت تو نے ہی مجھ پر برپا کی ہے اگر ہم اسے پرورش نہ کرتے تو اب وہ کہاں سے پیغمبری کا دعویٰ کرتا۔ اچھا! حکمِ الٰہی کو کوئی بدل نہیں سکتا اب صبر کرنا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے؟

پھر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے کئی ایک پیغمبری معجزے دکھائے لیکن فرعون کسی پر بھی ایمان نہ لایا۔ ہاں! اتنا ہوا کہ بنی اسرائیل کے کئی ہزار آدمی مسلمان ہو گئے پھر جب بنی اسرائیل زور پکڑتے گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کچھ تقویت ہوگئی تو حق تعالیٰ نے فرعون کو مقہور کیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی جو قبول ہوگئی۔

بعد ازاں فرمایا کہ علمائے تفسیر لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کرنا چاہا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام مع بارہ ہزار بنی اسرائیلیوں کے مصر سے باہر نکلے' علماء یوں روایت کرتے ہیں کہ جس روز فرعون کے ستر ہزار سوار زرق برق لباس پہن کر عربی گھوڑوں پر سنہری زینیں ڈال کر چمکتی ہوئی تلواریں لے کر نکلے تو موسیٰ علیہ السلام کو اطلاع ہونے پر بنی اسرائیل مع موسیٰ علیہ السلام کے دریائے نیل کے کنارے پر پہنچ چکے تھے۔ بنی اسرائیلیوں نے جب فرعون کی سپاہ دیکھی کہ ہم پر چڑھائی کے لیے آ رہی ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ پیغمبر خدا ہیں' فرعون کی سپاہ تو آ پہنچی اگر وہ شر پر آمادہ ہوئے تو ہم میں سے ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ آپ علیہ السلام نے دعا کی:

اللھم لک الحمد و الیک المتکی و انت المستعان و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔

تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے موسیٰ (علیہ السلام)! اپنا عصا دریا پر مارو۔ آپ علیہ السلام نے ویسا ہی کیا تو قدرتِ الٰہی سے دریا میں شگاف ہو گیا اور بارہ راستے بن گئے جس سے بنی اسرائیل گروہ در گروہ گزرنے لگے جیسا کہ قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے:

فَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ ○

دائیں بائیں دریا اس طرح پھٹ گیا جس طرح طوق ہوتے ہیں جو بارہ راستے بنے' ان میں سے ہر ایک کی فراخی چھ میل تھی پھر موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو کہا کہ ان راستوں سے گزر جاؤ۔ انہوں نے کہا' کئی ہزار سال سے اس زمین پر پانی پھرتا رہا ہے اور کیچڑ بہت ہے' ہم کس طرح گزر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورج کو حکم دیا تو ایک دو گھڑی میں زمین خشک ہو گئی۔ بنی اسرائیل کی تعداد چھ ہزار تھی جب عین بیچ میں پہنچے تو کہا کہ ہم تو جا رہے ہیں لیکن معلوم نہیں کہ فرعون ہمارے پسماندگان کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ ہمیں ان کا حال معلوم نہیں یا تو وہ غرق ہو گئے ہوں گے یا فرعونی لشکر کے ہاتھوں قتل ہو گئے ہوں گے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا بے فکر رہو' وہ سلامت ہیں' اللہ تعالیٰ نے حکم بھیجا کہ دائیں بائیں اشارہ کرو جب دائیں بائیں اشارہ کیا تو دو دریچے نمودار ہوئے جن میں سے ان چھ ہزار نے اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو دیکھا جب بنی اسرائیل دریا سے پار ہو گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے پھر کر دریا کو عصا مارنا چاہا تا کہ پہلی حالت پر آ جائے اور فرعون کی سپاہ غرق ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم بھیجا کہ آپ (علیہ السلام) چلے جائیں اور دریا کو اسی طرح چھوڑ دیں جب فرعونی لشکر دریا کے کنارے پہنچا تو دریا کو پھٹے ہوئے دیکھا اور بنی اسرائیل صحیح سلامت پار ہو گئے تھے' یہ دیکھ کر فرعون نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا کہ دریا کس طرح پھٹ گیا ہے اور پانی کس طرح الگ الگ ٹھہر گیا ہے اور دریا کی تہہ دکھائی دے رہی ہے۔ آؤ! ہم اس سے گزر کر اپنے بھاگے ہوئے غلاموں کو پکڑ لیں' دریا کے کنارے کھڑا ہوا ''انا ربکم الاعلیٰ'' میں تمہارا بڑا خدا ہوں' کہا' میرے خاص بندے آئیں۔ یہ سُن کر سب نے سجدہ کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ابھی دریا میں تھے کہ جبرائیل علیہ السلام دریا میں فرعون کے سامنے ابلق گھوڑی پر سوار سیاہ عمامہ باندھے ہوئے آئے' اصحابِ توراۃ کہتے ہیں کہ اس روز فرعونی لشکر میں گھوڑی کا نام تک نہ تھا صرف وہی تھی جس پر جبرائیل علیہ السلام سوار تھے جب گھوڑی ہنہنائی تو فرعون کا گھوڑا بے اختیار اس کے پیچھے دریا میں گرا۔ فرعون نے اسے بہتیرا روکا لیکن نہ رُک سکا' فرشتوں نے دائیں بائیں سے اس کی سپاہ سمیٹ کر کہا کہ جاؤ! بنی اسرائیل کا پیچھا کرو' وہ لشکر بھی دریا میں آیا۔ اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا کہ تو ساری فوج غرق کر لے' فرعونی قوم کا ایک آدمی بھی زندہ نہ بچا۔

پھر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا' اے درویش! واضح رہے کہ حق تعالیٰ کا قہر ایسا سلوک کرتا ہے جیسا کہ فرعون سے کیا کہ اس کو نیست و نابود کر کے چھوڑا جب خواجہ صاحب یہ فوائد ختم کر چکے تو اذان سُنی۔ آپ یادِ الٰہی میں مشغول ہوئے' میں اور لوگ واپس چلے گئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

ہفتے کے روز بیسویں ماہ ذوالحجہ سنہ ھ مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ خاندان چشت کے پانچ درویش' شیخ بہاؤ الدین غزنوی' مولانا جلال الدین' مولانا عماد الدین مذکور اور آپ کے بھائی حاضر خدمت تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جس روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اس روز مریم پارسا رضی اللہ عنہا یہودیوں کے ڈر کے مارے جنگل میں چھپی ہوئی تھیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت اور کوئی موجود نہ تھا۔ الغرض پانی نہ تھا' آپ علیہا السلام نے پاؤں زمین پر مارا تو چشمہ جاری ہو گیا جس کے پانی سے عیسیٰ علیہ السلام کو اور اپنے تئیں نہلایا اور لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ مریم نے بغیر باپ کے بیٹا جنا ہے سب مل کر حضرت زکریا علیہ السلام کے پاس گئے اور انہیں یہ خبر دی۔ آپ علیہ السلام نے یہ سُن کر یہودیوں کو منع فرمایا کہ ایسی بات نہ کہو کیونکہ ہمارا خدا ایسا ہے جو بغیر باپ کے بیٹا پیدا کر سکتا ہے۔ آپ نے بہتیرا سمجھایا لیکن یہودیوں نے ایک نہ سُنی جو کچھ ان کی زبان پر آیا' کہہ دیا اسی وقت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر حضرت زکریا علیہ السلام کو کہا کہ ان یہودیوں کو لڑکے کے پاس بھیج دو' وہ سب کا جواب دے لے گا۔ آپ نے ویسا ہی کیا کہ یہودیوں کو اکٹھا کر کے وہاں بھیج دیا' وہ جب آئے تو پوچھا کہ لڑکے! تو کون ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمانِ الٰہی کے مطابق یہ کہا کہ یہودیو! تمہیں واضح رہے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور وہ میرا پیدا کرنے والا ہے' میں اس کا پیغمبر ہوں اور عیسیٰ روح اللہ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بے باپ پیدا کیا ہے اور اس میں ہر چیز کی قدرت ہے جب آپ علیہ السلام نے گہوارے میں یہ کہا تو اس روز کئی ہزار یہودی مسلمان ہوئے۔

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام بڑے ہوئے اور رسالت کی چادر پہنی' جبرائیل علیہ السلام نے آ کر فرمانِ الٰہی سنایا کہ ان یہودیوں اور کافروں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلا تا کہ ایمان لائیں۔ آپ علیہ السلام ہر روز ایسا ہی کرتے اور معجزے دِکھاتے لیکن ان سنگ دِلوں پر کچھ اثر نہ ہوتا' وہ صرف یہ کہہ دیتے کہ ہاں اچھا جادو سیکھا ہے۔

پھر یہودیوں نے جمع ہو کر کہا کہ اے عیسیٰ (علیہ السلام)! اگر تو مُردوں کو زندہ کرے گا تو ہم تجھ پر ایمان لائیں گے فوراً جبرائیل علیہ السلام نے آ کر کہا کہ تیرا یہ معجزہ ہے' انہیں کہو کہ مردہ لائیں پھر دعا کرنا' وہ زندہ ہو جائے گا۔ آپ علیہ السلام نے ویسا ہی کیا جب سب یہودی جمع ہوئے اور مردے کو لائے تو آپ علیہ السلام نے دوگانہ ادا کر کے سر سجدے میں رکھ کر دعا کی' اللہ تعالیٰ نے اس مردے کو زندہ کیا' وہ مردہ لا الٰہ الا اللہ عیسیٰ روح اللہ کہہ کر اُٹھ کھڑا ہوا اس روز جن کے نصیب میں اسلام تھا' مسلمان ہو گئے لیکن بعض نے اس روز بھی یہی کہا کہ تو نے اچھا جادو سیکھا ہے۔

بعد ازاں حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ حق تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو حیاتِ ابدی عنایت کی ہے اس واسطے کہ آپ نے سارے گزشتہ انبیاء علیہم السلام کو دیکھا ہے اور اب بھی جو اولیاء ہوتے ہیں' ان سے ملاقات کر کے ان کو عجائباتِ قدرت دِکھلاتے ہیں اور ہر ایک کا مفصل حال بتاتے ہیں۔ خاص کر اسی کام کی خاطر آپ علیہ السلام کو ہمیشہ کی زندگی عطا

ہوئی ہے' پانی کا انتظام آپ علیہ السلام کے متعلق ہے تا کہ مسافروں کی دست گیری کریں جب خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ فوائد ختم کر چکے تو اذان ہوئی' آپ یادِ حق میں مشغول ہوئے اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

حضرت لوط علیہ السلام

جمعہ کے روز پندرہویں ماہ محرم ۶۹۰ھ کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا فخر الدین' مولانا شمس الدین یحیٰ' مولانا شہاب الدین اور اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' زبان مبارک سے فرمایا کہ آپ پیغمبر خدا تھے' ہر وقت طاعت وعبادت میں مشغول رہ کر اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے' ایک گھڑی بھی یادِ الٰہی سے غافل نہ رہتے' آپ علیہ السلام کی قوم نے لواطت اختیار کی۔

پھر فرمایا کہ میں نے قصص الانبیاء میں لکھا دیکھا ہے کہ قومِ لوط کا فساد حد سے بڑھ گیا تو ان میں حسب ذیل دس عادتیں راسخ ہو گئیں۔ شراب خوری' سرخ لباس پہننا' مرد کا مرد کے ساتھ بدفعلی کرنا' رنگ دار نازک کپڑے پہننا' کمان سازی' کبوتر بازی' غیبت' راگ رنگ اور مسخری' ایک دوسرے کے ستر کو دیکھنا' لوط پیغمبر علیہ السلام سے برابری کرنا۔

جب مندرجہ بالا عادتیں راسخ ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ان پر پتھر برسائے اور زمین کو حکم ہوا کہ انہیں نگل جاؤ۔

بعدازاں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ میری اُمت میں ان دس کے علاوہ گیارہویں اور عادت ہوگی یعنی عورت عورت سے جماع کرے گی۔

پھر فرمایا کہ میں نے تفسیر میں لکھا دیکھا ہے کہ جب ایسا زمانہ آئے گا تو آسمان سے پتھر برسیں گے اور زمین ایسے لوگوں کو نگل جائے گی۔

جب خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ فوائد ختم کر چکے تو یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے' میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

جمعرات کے روز پانچویں ماہ صفر سنہ ھ مذکور کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ماہ صفر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ مولانا برہان الدین غریب' مولانا شمس الدین یحیٰ اور دوسرے عزیز حاضر خدمت تھے' زبان مبارک سے فرمایا کہ ماہ صفر بہت گراں مہینہ ہے جو بلا دنیا میں نازل ہوتی ہے' وہ اسی مہینے میں نامزد ہوتی ہے۔ آثار میں لکھا دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ سارے سال میں ایک لاکھ چوبیس ہزار بلائیں نازل فرماتا ہے اس واسطے لوگوں کو چاہیے کہ دعا اور نماز میں مشغول رہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہیں۔

بعدازاں اسی کے مناسب فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص ماہ صفر کے ختم ہونے کی بشارت دے اس پر خدا کی رحمت ہو۔ نیز آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی اسی ماہ میں اس دارِ فانی سے کوچ کی تیاری

شروع کی' آخری بیمار ہوئے۔

راہِ سلوک میں کشف کی ممانعت

پھر سلوک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا' خواجگان کا قول ہے کہ سلوک کے پندرہ درجے ہیں جن میں سے پانچواں کشف و کرامت کا ہے جو شخص پانچویں درجے میں کشف و کرامت ظاہر کرے' وہ بس اسی درجے پر رہتا ہے' وہ آگے ترقی نہیں کر سکتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ راہِ سلوک میں سالک جب پانچویں درجے پر پہنچے تو اپنے تئیں ظاہر نہ کرے تاکہ گمراہی میں پڑ کر دوسرے درجوں سے محروم نہ رہے۔

پھر فرمایا کہ شیخ بہاؤ الدین زکریا اور شیخ الاسلام فرید الحق والدین رحمۃ اللہ علیہما ایک مرتبہ دریا کے کنارے پہنچے جہاں پر چوروں کا ڈر تھا۔ ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ کشتی موجود نہیں' ڈاکو آ کر ہمیں ہلاک کر دیں گے' یہ ٹھیک نہیں۔ شیخ الاسلام فوراً پانی پر قدم رکھ کر دوسرے کنارے جا پہنچے اور شیخ بہاؤ الدین زکریا وہیں کھڑے رہ گئے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اس موقع پر کشف جائز ہے کیونکہ دشمنوں سے نجات حاصل ہوتی ہے البتہ اور موقعوں پر جائز نہیں جب شیخ بہاؤ الدین نے یہ بات سُنی تو آپ بھی پانی پر قدم رکھ کر دوسرے کنارے آ پہنچے پھر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اپنے تئیں کشف کرنا بہتر ہے لیکن موقع پر نہ کہ بے موقع۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کی تخلیق کافور سے ہوئی

بعد ازاں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' زبان مبارک سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو کافور سے پیدا کیا۔ پوچھا گیا کہ آپ علیہ السلام کا پسینہ سفید کیوں ہے؟ تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کافور سے پیدا کیا ہے جب اللہ تعالیٰ نے مجھے سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو لانے کے لیے حکم فرمایا تو آنجناب سوئے ہوئے تھے پاس جا کر کھڑا ہوا' حکمِ الٰہی ہوا کہ خبردار! جگانا مت! میں نے بیٹھ کر بڑے ادب سے پائے مبارک کو بوسہ دیا' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے اس میں یہی حکمت تھی کہ تم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پائے مبارک کو بوسہ دو گے اور چونکہ کافور کی تاثیر سرد ہے اس بوسے کی سردی سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے پھر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام ضرور کافور سے بنائے گئے ہیں۔

پھول سونگھ کر درود بھیجنے والے کا اجر

بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' زبان مبارک سے فرمایا کہ جس رات سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم معراج سے واپس ہوئے فرمایا کہ میں نے ایک فرشتہ دیکھا ہے جس کے پانچ لاکھ منہ ہیں' ہر منہ میں پانچ لاکھ زبانیں ہیں' وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتا

ہے جب میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون سا فرشتہ ہے؟ فرمایا' وہ شخص جو پھول کو سونگھ کر آپ پر درود بھیجے' اللہ تعالیٰ اس فرشتے کی تسبیح کا ثواب اسے دیتا ہے اور نیز دوسرے ثوابوں سے بھی اسے محروم نہیں رکھتا۔

بعدازاں فرمایا' میں نے لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص شراب کی مجلس میں گلاب کا پھول رکھے اور شراب نوشی کرے' ڈر ہے کہ اس کا ایمان جاتا رہے گا کیونکہ پھول اجزائے محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ایک جز ہیں اور ایسا کرنا گویا ایک قسم کی حقارت ہے جو شخص قرآن شریف پڑھے یا جانتا ہو اور پھر شراب نوشی کرے۔ بے شک حدیث کے مطابق اس کا ایمان جاتا رہے گا۔

بعدازاں ایک بزرگ نے پوچھا کہ یونس علیہ السلام کو پانی میں ڈالنے کی کیا وجہ تھی؟ فرمایا کہ اسے عشق کی آگ لگی تھی اور جسے آگ لگتی ہے اس پر پانی ڈالتے ہیں تا کہ جل نہ جائے اسی واسطے آپ کو بھی پانی میں ڈالا گیا جب خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ حکایت ختم کر چکے تو اذان ہوئی' آپ یادِالٰہی میں مشغول ہوئے اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا میں جلوہ افروزی

منگل کے روز بیسویں ماہ ربیع الاوّل سنہ ھ مذکور کو قدم بوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ مولانا عماد الدین' شمس الدین یحییٰ' مولانا برہان الدین غریب اور چند اور درویش حاضر خدمت تھے۔ خواجہ کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آنجناب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابوطالب نے خواب میں دیکھا کہ گویا آسمان سے ایک شمع آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والد بزرگوار عبداللہ کے گھر میں اُتری ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اقرباء (جن کے نصیب میں اسلام تھا) اس شمع سے اپنا اپنا چراغ روشن کر رہے ہیں جس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ صاحبہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حجرے میں تنہا تھیں اور اس حجرے میں کوئی چراغ نہ تھا لیکن روشنی دن کی طرح ہوگئی' تمام ملکوت دنیا میں آئے اور آسمان پر سربسجود ہوئے کہ اے پروردگار! رحمت عالمیان جہان میں آیا ہے۔ الغرض جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم زمین پر آئے تو روئے زمین پر جہاں کہیں بت تھے' سرنگوں ہوگئے جب آنجناب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دادا عبدالمطلب نے دیکھا تو فوراً آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والد بزرگوار کے گھر پر آ کر دستک دی کہ کواڑ کھولو اندر آ کر آنجناب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو گود میں لیا اور کہا کہ یہ پیغمبر ہے۔ ہم نے انجیل میں پڑھا تھا۔ پھر ابوطالب آئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سر اور آنکھوں پر بار بار بوسہ دے کر کہا کہ اگر حکم ہو تو چونکہ میرے کوئی لڑکا نہیں' میں بھتیجے ہی کو بیٹا بنالوں۔ رشتہ دار راضی ہوگئے کہ بہتر ہے۔ الغرض سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں شانوں میں قلم نور سے لکھا تھا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔

اور دونوں کندھوں کے مابین مہر نبوت تھی۔ راوی روایت کرتا ہے کہ ولادت کی شب کئی یہودی مسلمان ہوئے۔

بعدازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ جس حجرے میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش واقع ہوئی ہے اب تک اس کے اندر جو شخص جاتا ہے ہفتہ بھر اس کے بدن سے خوشبو آتی رہتی ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ جب رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چار سال کے ہوئے تو ایک روز لڑکوں میں کھیل رہے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ ان بچوں میں سے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر اس کے سینہ مبارک کو شگاف دے کر اندرونی آلائش کو دُور کر کے بہشتی عطریات عنبر اور مشک سے بھر دے۔ جبرائیل علیہ السلام نے ویسا ہی کیا کہ جہاں کہیں بہشت میں خوشبو تھی لاکر سینہ مبارک میں بھر دی۔

بعدازاں فرمایا کہ اے درویش! چاند اور سورج کا نور بھی سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے ہے پھر فرمایا کہ بہشت میں جو درخت وغیرہ ہیں ان پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک لکھا ہوا ہے اور انہیں حکم ہے کہ قیامت تک اسی نام کا ورد کرتے رہو۔ آسمان اور زمین میں ایسی کوئی جگہ نہیں جہاں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک نہ لکھا ہو۔ حجابِ عظمت سے لے کر عرشِ عظیم تک بھی ایسا ہی ہے۔

پھر فرمایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ابو طالب کے ہمراہ تجارت کے لیے جایا کرتے تو حکمِ الٰہی کے مطابق بادل آنجناب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر سایہ رکھتا۔ نیز آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بھی معجزہ تھا کہ جس طرح آپ کو سامنے کی چیزیں دِکھائی دیتی تھیں اسی طرح پیچھے کی بھی اور جس طرح حالتِ بیداری میں سنتے اسی طرح خواب میں بھی۔

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام ملکوت کے روبرو اس بات کی قسم بیان فرمائی ہے کہ مجھے اپنے عزو جلال کی قسم! اگر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نہ ہوتا تو میں اپنے ملک کو ظاہر نہ کرتا۔

پھر فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ وہی کرے گا جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا حبیب قرار دیا ہے اور محبت کا اقتضاء بھی یہی ہے۔

پھر فرمایا کہ جس روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردے کو زندہ کرنا چاہا، حکمِ الٰہی ہوا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا نام لو جب آپ علیہ السلام نے آنجناب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک پڑھا تو حق تعالیٰ نے اسم مبارک کی برکت سے مردے کو زندہ کیا۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازار سے مچھلی خرید لائے اس مچھلی کو بھوننا چاہا، ساری لکڑیاں خرچ کر دیں لیکن وہ نہ بھونی گئی۔ آخر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (مچھلی سے) پوچھا، بھونی کیوں نہیں جاتی؟ عرض کی، میں ایک روز دریا میں تھی، جہاز پر تاجر درود پڑھ رہے تھے، ان کی آواز میں نے سُنی تو میں بھی درود پڑھتی رہی، سو اللہ تعالیٰ نے اس درود کی برکت سے آگ مجھ پر حرام کر دی۔

پھر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا، اے پروردگار! جس نے ایک مرتبہ درود پڑھا اس پر آگ حرام

ہے تو جو شخص صبح سے شام تک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت میں مستغرق ہے امید ہے کہ اسے تو کوئی آگ بھی نہیں جلا سکے گی۔

بعدازاں فرمایا کہ ایک روز حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کی کہ جناب یہ ساری خدمات میں بجا لاتا ہوں' یہ اس واسطے ہے کہ قیامت کے دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میرے حق میں سفارش کریں گے اور مجھے بھول نہ جائیں' میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی آل کی بہت سی خدمت کروں گا۔

بعدازاں فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ آسمان میں فرشتے کس شغل میں مشغول ہیں؟ کہا' جس روز سے اللہ تعالیٰ نے تمام ملکوت کو پیدا کیا ہے' انہیں حکم ہوا ہے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) نبیٔ آخر الزمان کا اسم مبارک ورد زبان رکھو اور اس کی دوستی دل میں رکھو اگر اس سے محبت نہ رکھو گے اور اس اسم مبارک کو شفیع نہ بناؤ گے تو تمہیں علیحدہ کیا جائے گا پھر فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول کرنی چاہی تو فرمایا کہ ہماری بارگاہ میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کے اسم مبارک کو شفیع بنا تا کہ ہم تیری توبہ قبول کریں پھر فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ موجودات میں ہے سب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی طفیل ہے۔

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

پھر امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' زبان مبارک سے فرمایا کہ جو سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیغمبری پر ایمان لائے۔ وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور یہ اس طرح ہوا کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر رسالت مقرر ہوئی تو آپ کو فرمایا' اے ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! کہو کہ میں پیغمبر خدا ہوں اور اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ آپ نے فوراً کہہ دیا' صدقت یارسول اللہ! یعنی زبان و دل سے میں تصدیق کرتا ہوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پیغمبر برحق ہیں اور اللہ تعالیٰ ایک ہے اور اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ یہ کہہ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہو گئے۔

پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بزرگی کے بارے میں فرمایا کہ ایک مرتبہ راستہ چلتے پاؤں تلے چیونٹی آ گئی' چیونٹی کی آہ سُن کر ٹھہر گئے' دایاں پاؤں اُٹھا کر دیکھا تو تڑپتی ہوئی چیونٹی دیکھی' اسے اُٹھایا تو وہ مر گئی' اسے ہتھیلی پر رکھ کر آسمان کی طرف منہ کر کے کہا' اے پروردگار! اگر تیری بارگاہ میں مجھے بال بھر بھی دخل ہے تو اس کی حرمت سے اس چیونٹی کو زندہ کر دے۔ ابھی ٹھیک طور پر یہ الفاظ بھی نہ کہہ پائے تھے کہ چیونٹی زندہ ہو گئی۔

بعدازاں آپ کی بزرگی کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک روز امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ڈاڑھی مبارک کو شانہ کر رہے تھے کہ ایک بال جدا ہو کر یہودیوں کے قبرستان میں جا پڑا جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ایک سو

تین دن تک اس قبرستان سے عذاب اُٹھالیا۔

بعدازاں فرمایا کہ جب امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز ادا کرتے تو ہزار مقرب فرشتے دیکھا کرتے' آپ اس خشوع وخضوع سے نماز ادا کرتے کہ جس وقت اللہ کہتے اس کی ہیبت سے فرشتوں کے اعضاء کانپ اُٹھتے۔

بعدازاں فرمایا کہ جب امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز ادا کرتے تو آ کر رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آستانہ مبارک پر سر رکھ دیتے جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتے تو بغل گیر ہو کر پوچھتے' آپ کیوں اتنے سویرے آتے ہیں؟ عرض کرتے اس واسطے کہ سب سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار میں کروں پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے کہ اُٹھو! مجھے اللہ تعالیٰ کے جلال کی قسم! کہ آپ کی ڈاڑھی کے بالوں کے سبب مجھے تحت الثریٰ تک کی چیزیں نظر آتی ہیں۔

بعدازاں فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یہ عادت تھی کہ ماہِ رمضان کی ہر رات مع چاروں یاروں اور حسن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مدینہ کے جنگلوں میں جا کر اُمتیوں کی بخشش کے لیے دعا کرتے جب رات کا آخری حصہ ہوتا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آ کر عرض کرتے' اُٹھو! حکمِ الٰہی ہے کہ ہم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک سفید بال کی خاطر اتنے ہزار اُمتی بخشے اور انہیں آتشِ دوزخ سے آزاد کیا۔

پھر فرمایا کہ جب کبھی مدینے کے جنگل میں مناجات کے لیے جاتے تو یہی آواز آتی کہ ہم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سفید بالوں کی خاطر اتنے ہزار اُمتیوں کو نجات دی۔

بعدازاں فرمایا کہ ایک روز رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں تھے اور امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہو رہا تھا' آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا' عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)! کیا تمہیں اپنے والد بزرگوار کی بزرگی کی بھی خبر ہے؟ عرض کی' نہیں! فرمایا' تمہارے والد بزرگوار کا نام قرص آفتاب پر لکھا ہوا ہے جب سورج کعبہ کی چھت پر پہنچتا ہے تو وہاں کھڑا ہو کر کہتا ہے کہ اس مقام سے بڑھ کر اور کوئی مقام ذی مرتبہ نہیں یہاں سے آگے نہیں بڑھوں گا جب وہ کھڑا ہو رہتا ہے تو فرشتے جو اس پر مؤکل ہیں' تمہارے والد کی قسم اسے دیتے ہیں کہ اس کے نام کی برکت سے تو یہاں سے گزر جا تو پھر وہ وہاں سے آگے بڑھتا ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ ایک روز امیر المومنین عمر خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بزرگی کے بارے میں سوال کیا گیا' فرمایا! مجھ میں طاقت نہیں کہ میں ذرّہ بھر بزرگی کا بیان کر سکوں لیکن سالہا سال سے مناجات میں کہتا ہوں کہ کاش ان کے بالوں (کی برکت کے طفیل) سے اتنے ہزار گناہ بخشے جائیں۔

سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

بعدازاں امیر المومنین عمر خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بزرگی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ

جس روز حق تعالیٰ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نعمتِ اسلام عطا فرمائی تھی۔ تو اسی روز (قبل از قبول اسلام) یہودیوں کو کہا کہ اگر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کو زندہ دست بستہ نہ لاؤں تو پھر مجھے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کون کہے گا؟ یہودیوں نے کہا اگر تو ایسا کرے تو ہم مدینے کا مالک تجھے بنا دیں گے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعویٰ کر کے گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوئے' اتفاقاً آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ہمشیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازے کے پاس سے گزرے جو کلام مجید پڑھ رہی تھیں اور اس وقت سورہ طٰہٰ پڑھتیں' آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) دروازے پر کھڑے ہو کر بڑی توجہ سے سنتے رہے چونکہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مسلمان ہونے کا وقت قریب آ گیا تھا' آپ کو کلامِ الٰہی سننے سے ذوق اور وجد پیدا ہوا' نعرہ مارا اور ہمشیرہ سے پوچھا' سچ بتا کیا پڑھ رہی تھی؟ اس نے انکار کیا۔ آپ نے تلوار سونت کر کہا اگر سچ نہ بتائے گی تو قتل کر دوں گا۔ آپ نے کہا' وہ کتاب پڑھ رہی تھی جو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل ہوئی ہے۔ کہا مجھے دے تاکہ میں بھی پڑھوں کیونکہ اس کے سننے سے میرا اندرونہ کانپ اُٹھا ہے۔ کہا' اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! ابھی تو ناپاک ہے' تجھ سے بتوں کی بو آتی ہے جب تک تو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس جا کر مسلمان نہ ہوگا اور خطاؤں کا خرقہ پارہ پارہ نہ کرلے گا تو کلامِ الٰہی ہاتھ میں نہیں لے سکتا۔ یہ سنتے ہی فرمایا' چلو! مجھے لے چلو تاکہ میں بھی ایمان لاؤں۔ کہا اس طرح نہیں' پوچھا کس طرح؟ کہا' وہاں عاجزی' نرمی اور بے چارگی سے جانا چاہیے۔ فرمایا' بہن! مجھے اسی رسی سے (جس سے میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کے ہاتھ پیٹھ پر باندھنا چاہتا تھا' میرے ہاتھ میری پشت پر باندھ اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں جا کر عرض کر کہ یہ غلام آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے بھاگ گیا تھا' آپ براہِ عنایت اسے قبول فرمائیں۔ آپ کی ہمشیرہ نے ویسا ہی کیا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں لائیں جو لوگ حاضر خدمت تھے' انہوں نے اُٹھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بازو کھولے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے بڑی نوازش فرمائی۔ جبرائیل علیہ السلام نے آ کر حکم سنایا کہ اسے جلدی مسلمان کرو۔

بعد ازاں فرمایا کہ جب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہوئے تو پہلے غار کے اندر اذان کہی جاتی تھی اب مسجد کے اوپر کھڑے ہو کر اذان دینے لگے اور اسلام کو تقویت حاصل ہوئی۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے ابواللیث کی تنبیہہ میں لکھا دیکھا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر قیامت کے دن مجھ سے پوچھا جائے گا کہ ہماری بارگاہ میں کیا تحفہ لائے ہو؟ تو میں کہوں گا' عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پھر فرمایا' آپ کا عدل و انصاف اس درجے کا تھا کہ اپنے بیٹے سے بھی ٹھیک انصاف سے پیش آئے۔ یہ قصہ یوں مشہور ہے کہ ابوشحمہ نے شراب پی اور زنا کیا جب اسے پکڑ کر مدینہ کی مسجد میں لائے جہاں پر رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین تشریف فرما تھے تو فرمایا کہ اسے اسی (۸۰) دُرے لگاؤ جب کچھ دُرے لگائے گئے تو ابوشحمہ ہلاک ہو گیا' فرمایا باقی اس کے مردے پر مارو جس کی تکمیل کی گئی۔

بعد ازاں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ الحمدللہ! وہ دوزخ کی آگ سے تو بچ گیا۔ پہلی رات ہی

اسے خواب میں دیکھا کہ سبز لباس پہنے بہشت میں ٹہل رہا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے والد پر رحم کرے جس نے مجھے دوزخ کے عذاب سے نجات دِلوائی پھر فرمایا کہ عدل اسی کا نام ہے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا۔

سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ

پھر امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنخضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے یارِ غار تھے اور داماد بھی۔ آنخضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت عثمان کی دامادی پر فخر یہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میری سولڑکیاں بھی ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے سب کے نکاح عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کرتا اس واسطے کہ اہلِ زمین و آسمان اس پر فخر کرتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ جس قدر مال آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھا' صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کے پاس نہ تھا۔ آپ سخی بھی اعلیٰ درجہ کے تھے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنخضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ میں مال کی بہتات سے تنگ آ گیا ہوں' آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم دعا کریں تاکہ اس میں کمی آئے کیونکہ اس میں مشغول رہنے سے طاعت کا کام ٹھیک طور پر نہیں ہوسکتا۔ آنخضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا کرنی چاہی تو جبرائیل علیہ السلام نے آ کر فرمانِ الٰہی سنایا کہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں دعا نہ کرنا کیونکہ وہ اکثر مال ہماری راہ میں صرف کرتا ہے اور ہم اس کے مال کو زیادہ کرتے ہیں پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنخضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو مع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مدعو کیا' میزبانی کی شرائط ادا کرنے کے بعد دست بستہ عرض کی کہ مسجد سے گھر تک کا فاصلہ سترہ قدم ہے' سوا اے یارو! گواہ رہنا میں آنخضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک ایک قدم کے بدلے میں ایک ایک بردہ آزاد کرتا ہوں جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا کیا تو آنخضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا کی جس سے دینی مطلب حاصل ہوا پھر فرمایا کہ ایک روز امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی لونڈی سے ہم بستری کرنی چاہی' خاتون قیامت دختر رسولِ خدا کی نگاہ پڑی تو رشک سے برقع لے کر آنخضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حجرے میں آئیں اور سارا حال عرض کیا فرمایا اگر تو جا کر عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خوش نہیں کرے گی تو میں قیامت کے دن تیرا منہ نہیں دیکھوں گا اس وقت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مارے شرمندگی کے حیران کھڑے تھے کہ دیکھیے' کیا حکم صادر ہوتا ہے جب آنخضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی دختر فرخندہ اختر کو یہ فرمایا تو آپ نے اُلٹے پاؤں آ کر عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں پر سر رکھ دیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حیران ہو کر کہا یا بنتِ رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ یہ سُن کر اُٹھیں اور تین سو لونڈیوں کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر کے صدقے آزاد کیا۔

پھر فرمایا کہ قیامت کے دن امیر المومنین عثمان کو وہ درجے عطا ہوں گے کہ تمام انبیاء رشک کریں گے کہ کاش ہم عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتے۔

سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

بعدازاں امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا' رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ گزشتہ انبیاء علیہم السلام کے وقت جب وہ کسی قلعہ کو فتح کرنے سے عاجز آتے تو اللہ تعالیٰ امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صورت پیدا کرتا تو وہ قلعہ فتح ہو جاتا پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ آپ نے غولِ بیابانی کی جنگ میں عاجز آ کر ایسا نعرہ مارا کہ ارض وسما کے چودہ طبق کانپ اُٹھے اور نعرہ مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بھی سنا اسی وقت جبرائیل علیہ السلام سورۂ اخلاص لائے اور فرمانِ الٰہی سنایا کہ یہ سورۃ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجو تا کہ غولِ بیابانی پر فتح حاصل ہو۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ویسا ہی کیا' امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے ایک دن رات سورۂ اخلاص کا ورد کیا تو دوسرے دن فتح نصیب ہوئی۔

پھر فرمایا کہ جب داؤد علیہ السلام آہنی ذرّہ بنانا چاہتے تو ہاتھ میں لوہا لے کر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیتے جس کی برکت سے لوہا موم ہو جاتا۔ بعدازاں فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ حاضر تھے' آپ رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ بوڑھوں سے خوش طبعی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ چھوٹے کنکر اُٹھا کر بار بار سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف پھینکتے آخر تنگ آ کر سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا' تجھے شرم نہیں آتی مجھے کنکر پھینکتا ہے' کیا میں نے تجھے گود میں اُٹھا کر نہیں کھلایا ہے؟ آپ نے فرمایا' مجھے کیا یاد تو ہی یاد کر کہ تجھے فلاں جنگل میں شیر کے منہ سے چھڑایا تھا۔ یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ ایک مرتبہ سلمان فارسی جنگل میں شیر کے قابو آ گئے' اللہ تعالیٰ نے امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی صورت پیدا کی جس کا سلمان فارسی نے اقرار کیا کہ ٹھیک ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ ایک مرتبہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مدعو کیا جب افطار کا وقت ہوا تو آپ اس سوچ میں تھے کہ مسجد سے میرے گھر تک اٹھارہ قدم کا فاصلہ ہے اور میرے پاس کوئی بردہ نہیں ہے جسے آزاد کروں' عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سترہ غلام آزاد کیے تھے ابھی اسی سوچ میں تھے کہ جبرائیل علیہ السلام نے آ کر فرمانِ الٰہی سنایا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! مسجد سے لے کر امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے مکان تک اٹھارہ قدم کا فاصلہ ہے' ہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہر قدم کے بدلے اٹھارہ ہزار عالم کو آتشِ دوزخ سے نجات دی۔

بعدازاں فرمایا کہ میں نے فتاوٰی میں لکھا دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہشت میں مومنوں کے لیے چار ندیاں پیدا کی ہیں' ایک پانی کی' دوسری دودھ کی' تیسری شراب کی اور چوتھی شہد کی۔

پھر فرمایا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال پانی کی ندی کی طرح ہے' پانی سے ہر چیز زندہ ہوتی ہے اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال دودھ کی ندی کی سی ہے کہ جب تک بچہ دودھ نہ پیئے' نشوونما نہیں پا سکتا۔ پس اسلام نے بھی جو نشوونما حاصل کی

وہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وجہ سے ہے' عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال شراب کی ندی کی سی ہے جس سے نمازیوں کو تقویت حاصل ہوتی ہے اور امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی مثال شہد کی سی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے شفار کھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہشت میں سلسبیل' زنجبیل' رحین اور کافور کے چشمے پیدا کیے ہیں جیسا کہ کلام مجید میں فرماتا ہے:

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ○ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا

و عينا يشرب بها للمقربون وعين فيها تسمىٰ سلسبيلا ۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! ان چار کلمات کی ابتدا عین سے ہے' مثلاً عشق ابوبکر' عمر' عثمان اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ پس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان چار چشموں سے اسی شخص کو حصہ ملتا ہے جو چاروں یاروں کو دوست رکھے۔

پھر فرمایا کہ حدیث میں ہے:

اختار اصحابی علی العلمین سوی المؤمنین و المرسلين واختار من اصحابی وبعث فجعلهم اربعاوهم ابوبکر' عثمان' عمر' علی(رضی اللّٰه عنهم) ۔

یعنی بے شک! اللہ تعالیٰ نے میرے اصحاب رضوان اللہ اجمعین کو برگزیدہ بنایا اور ان میں سے چاروں کو خاص کر یعنی ابوبکر صدیق' عثمان' عمر' علی رضی اللہ عنہم اجمعین

بعد ازاں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ میری اُمت کو اپنے پاس بُلائے گا اس وقت صدیق ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ بہشت میں داخل ہوں گے اور معروف بجالانے والے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ۔ اہلِ شرم عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ۔ اہلِ سخا اور نیک خُو امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ۔ اہل علم معاذ جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ۔ اہلِ قرآن ابی کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ۔ درویش ابی دردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ اہلِ زہد ابی دردا کے ہمراہ۔ شہید حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ اور اہلِ مؤدت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ بہشت میں داخل ہوں گے۔

بعد ازاں فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ:

ابوبکر وزیر والقایم امتی بعدی و عمر حبیبی وعثمان منی وعلی اخی وصاحب لوائی ۔

یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے وزیر ہیں اور میری اُمت کو قائم کرنے والے ہیں' عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے دوست ہیں اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے ہیں اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے بھائی ہیں اور جھنڈے کے مالک ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے باقی پیغمبروں کو مختلف درختوں سے پیدا کیا لیکن مجھے اور علی کرم اللہ وجہہ کو ایک ہی درخت سے بنایا جس کا سر میں ہوں اور شاخیں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میوے اور باقی اولاد و تابعین پتے ہیں پس جو کسی شاخ سے تعلق رکھتے ہیں' وہ دوزخ کی آگ سے نجات پا جاتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ جب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ شکم مادر میں تھے تو جب کبھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ صاحبہ بتوں کو سجدہ کرنا چاہتیں، آپ کچھ اس قسم کی ہلچل مچاتے کہ آپ سجدہ نہ کرسکتیں۔

والدین کی بزرگی

بعدازاں والدین کی بزرگی کے بارے میں فرمایا کہ والدین کی شفقت ورحمت اللہ تعالیٰ کی شفقت ورحمت ہے اور والدین کا قہر وغضب اللہ تعالیٰ کا قہر وغضب ہے جس فرزند سے والدین خوش نہیں اس سے اللہ تعالیٰ بھی خوش نہیں۔

پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب بے بسی کے وقت بارگاہِ الٰہی میں والدین کو شفیع بنائیں تو وہ مہم سرانجام ہو جاتی ہے اور اس عاجزی و بے بسی سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ میں نے آثار اولیاء میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ کوئی بزرگ قبرستان سے گزرا تو آہ وبکا کی آواز سُن کر وہ وہیں ٹھہر گیا جب دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک مردے کو عذاب کر رہے ہیں اور وہ اماں اماں پکارتا ہے یہ دیکھ کر اس بزرگ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی کہ اس مردے سے مٹی کا تودہ دُور ہو جائے اور اسے دیکھ لوں کہ وہ کون ہے اس بزرگ نے دیکھا کہ سخت عذاب میں مبتلا ہے اور اماں، اماں ہی پکارتا ہے اس بزرگ نے کہا ماں کو کیوں یاد کرتے ہو، حق تعالیٰ کو یاد کرو تاکہ تمہیں نجات حاصل ہو۔ کہا، زندگی میں جب کبھی میں کسی مصیبت میں گرفتار ہوتا تھا تو ماں ہی کو پکارتا تھا جس کے سبب اس مصیبت سے نجات حاصل ہو جاتی سو اسی وقت اسے عذاب سے خلاصی دی۔

پھر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا، واقعی والدین کا نام لینا اور ان کی عزت کرنا نجات کا موجب ہے پس خوش بخت وہ فرزند ہے جو والدین کا حق بجالائے اور اس سے ذرّہ بھر تجاوز نہ کرے کیونکہ بہشت والدین کے قدموں تلے ہے۔

بعدازاں اس بارے میں فرمایا کہ تارک الصلوٰۃ کو روٹی پانی نہیں دینا چاہیے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

من اعان تارك الصلوة ولو بلقمة اوبشربة فقد قتل الانبياء اولهم ادم واخرهم محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

یعنی جو شخص کسی تارک الصلوٰۃ کی مدد روٹی پانی سے کرتا ہے، وہ گویا حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تک سارے پیغمبروں علیہم السلام کو ہلاک کرتا ہے جب خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ فوائد ختم کر چکے تو میں اور اورلوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ

سلوک کے درجے اور کشف وکرامت

بدھ کے روز بیسویں ماہ جمادی الاوّل کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا شمس الدین یحییٰ، مولانا فخر الدین، مولانا برہان الدین غریب اور اور عزیز حاضر خدمت تھے اہلِ سلوک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ بعض

مشائخ طبقات نے سلوک کے سو درجے مقرر کیے ہیں جن میں سترھواں مرتبہ کشف و کرامت کا ہے۔ سو کامل مرد وہ ہے جو اپنے تئیں سترہویں مرتبے پر کشف نہ کرے اگر کرے گا تو آگے ترقی نہیں کر سکے گا اگر سویں درجے پر پہنچ کر کشف کرے تو جائز ہے۔ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے سلوک کے پچاس مرتبے مقرر کیے ہیں جن میں دسواں مرتبہ کشف و کرامت کا ہے جو دسویں مرتبے پر پہنچ جائے' وہ ان کے نزدیک صاحب کشف و کرامت ہوتا ہے۔ خواجگان چشت نے سلوک کے پندرہ درجے مقرر کیے ہیں جن میں پانچواں درجہ کشف و کرامت کا ہے اگر پانچویں میں کشف و کرامت ظاہر کرے تو باقی درجے طے نہیں کر سکتا۔ کامل مرد وہی ہے جو پندرہویں پر بھی کشف نہ کرے جب خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ فوائد ختم کر چکے تو مولانا شمس الدین یحییٰ نے عرض کی کہ گزشتہ مشائخ نے سلوک کے بہت درجے مقرر کیے ہیں یہ کیونکر ہے اور مشائخ چشت تھوڑے ہی مرتبے طے کرنے سے صاحب کشف و کرامت ہو جاتے ہیں' یہ نعمت بغیر مجاہدہ کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' ہاں! واقعی ایسا ہی ہے' وہ انبیاء جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے گزرے ہیں' ان کی عمر ہزار برس کی ہوتی تھی' ان کا مجاہدہ بھی ان کی عمر کے مطابق تھا اور نعمت کم تھی جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ آیا تو مجاہدہ کم اور نعمت زیادہ ہوئی پس ہمارے خواجگان بھی مشائخ آخرین ہیں اس لیے جو نعمت ان میں ہے' وہ پہلوں کی نسبت زیادہ ہے گزشتہ مشائخ کو ان کی نسبت نعمت کا تیسرا حصہ حاصل تھا لیکن جو مجاہدہ گزشتہ مشائخ کو حاصل تھا' وہ ہمارے مشائخ کو نہیں مگر کرامت و نعمت بے اندازہ ہے اسی لیے اگر وہ تھوڑے ہی مرتبے طے کرنے سے صاحب کشف و کرامت ہو جائیں تو جائز ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ قطب الدین مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سلوک کا ذکر ہو رہا تھا آپ نے فرمایا کہ راہِ سلوک میں مرد کامل وہ ہے کہ جب پندرہویں درجے پر پہنچے جو کہ ولایت کا درجہ ہے تو اس وقت اگر مردے کے حق میں دعا کرے تو وہ زندہ ہو جائے۔ خواجہ قطب الدین ابھی یہ بات کر ہی رہے تھے کہ اتنے میں ایک بڑھیا روتی ہوئی آئی اور عرض کی' یا شیخ! میری فریاد رسی کی جائے کیونکہ بادشاہ شہر نے میرے بیٹے کو بے گناہ سولی پر چڑھایا ہے۔ یہ سنتے ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ سب کو ہمراہ لے کر عصا ہاتھ میں لیے وہاں پہنچے' نزدیک جا کر اس لڑکے کی گردن پکڑ کر آسمان کی طرف منہ کر کے کہا' اے پروردگار! اگر اسے بے گناہ سولی پر چڑھایا گیا ہے تو اسے زندہ کر۔ ابھی یہ بات اچھی طرح کہنے نہ پائے تھے کہ لڑکا زندہ ہو گیا اور سولی سے اُتر کر چلنے لگا۔

پھر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ مرد کی کمالیت اسی قدر ہوتی ہے جب انسان اس درجے پر پہنچ جائے تو پھر اس سے آگے اس کی بزرگی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہوتی۔

عظمتِ فقر

بعد ازاں درویشی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' زبان مبارک سے فرمایا کہ جس روز جناب سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہٖ وسلم نے درویشی اختیار کیا اس روز جبرائیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ دونوں جہان آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پیش کرے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے دونوں جہان کو دیکھا تو پہلے دنیا پر نگاہ پڑی' دنیا نے فخر کیا کہ اب میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نگاہ سے مشرف ہوگئی ہوں پھر عالم فقر کو دیکھا تو دنیا سے دست بردار ہوئے اور فقر کو اختیار کیا۔

بعدازاں حکمِ الٰہی صادر ہوا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! ہم دنیا بغیر حساب کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیتے ہیں' اسے قبول فرمائیں۔ عرض کی اب میں دنیا کو رد کر چکا ہوں اور فقر کو اپنی مرضی سے اختیار کر لیا ہے۔

بعدازاں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مشائخ طبقات زہد کو اصل خیال کرتے ہیں کہ باجود دنیا کے فقر اختیار کرے لیکن اگر مفلس ہو کر تارک الدنیا بنے تو کوئی بڑی بات نہیں۔ بات تو یہ ہے کہ باوجود ہونے کے تجرید کرے۔

بعدازاں فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام فرید الحق والدین رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ درویشی کے ستر مرتبے ہیں جن میں سے پہلا یہ ہے کہ اگر درویش اسے طے کرلیں تو اس میں اس قدر روحانی قوت ہو جائے کہ اگر زمین کی طرف نگاہ کرے تو تحت الثریٰ تک کی چیزیں اسے دکھائی دیں اور اگر آسمان کی طرف نگاہ کرے تو عرشِ عظیم دیکھ سکے لیکن جو درویش ستر ہزار مرتبے طے کر لیتا ہے اس کی روح عظمتِ کبریا کے ساتھ مل جاتی ہے۔ یہ بات عقل وفکر میں نہیں آسکتی' یہ عقل کی حد سے باہر ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ جس طرح درویش کا مقام ستر ہزار عالم سے بالاتر ہے اسی طرح جو درویش ستر ہزار عالم سے باخبر نہیں' وہ درویش ہی نہیں اس میں پہلا مرتبہ یہ ہے کہ جب مراقبہ کرے تو اٹھارہ ہزار عالم کے گرد پھرے اور جب واپس آئے تو اپنے تئیں سجادے پر پائے اور یہ عجائبات مسلمانوں سے بیان کرے۔

پھر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ اگر مایۂ عمر کو ثبات ہوتا تو کرتا لیکن چونکہ مایۂ عمر کو ثبات نہیں اس لیے درویشی کے واسطے اسی قدر کافی ہے۔

بعدازاں فرمایا کہ اگر درویش جہاں میں نہ ہوتے تو ہزاروں بلائیں نازل ہوتیں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں حق تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو فرمایا تھا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام)! جہاں پر درویش ہیں' وہیں ہماری معرفت اور رحمت ہے۔

پھر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جہاں تو درویشوں اور گدڑی پوشوں کو سرگرداں دیکھے' یقین جان کہ وہاں بلا نازل ہونے والی ہے پھر فرمایا کہ پچھلے زمانے میں ایک درویش گجرات میں آیا اور ان دنوں گجرات میں ہر سال بلا نازل ہوا کرتی تھی وہاں ہندو بکثرت آباد تھے اور مسلمان کم جس دن سے وہ درویش آیا' اللہ تعالیٰ نے وہاں اپنے فضل وکرم سے کوئی وباء یا بلا نازل نہ کی' لوگ حیران رہ گئے کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ یہاں تو ہر سال ہزارہا لوگ وباء کی نذر ہوا کرتے تھے اب کے کس طرح امن وامان رہا وہاں کا راجہ بڑا عقل مند تھا اس نے کہا دیکھو کوئی اجنبی تو یہاں نہیں آیا' آخر تلاش کے بعد اس درویش کو راجہ صاحب کے پاس لے گئے۔ راجہ نے اس کی بڑی تعظیم وتکریم کی۔ درویش نے پوچھا اس تعظیم وتکریم کی وجہ؟ راجہ نے کہا یہ شہر ہر

سال وباء میں مبتلا ہوا کرتا تھا اس سال آپ کی برکت سے وباء نہیں پھیلی۔ درویش نے کہا' واقعی ایسا ہی ہوتا ہے جہاں کہیں کوئی صاحب نعمت درویش ہوتا ہے وہاں سے بلا اور مرگ دُور رہتی ہے پھر فرمایا کہ اس روز سے گجرات سے بلا دُور ہوگئی۔

پھر خواجہ صاحب نے فرمایا' اے درویش! واضح رہے کہ درویشوں کا قدم شہر میں ہوتا تو نیک ہے لیکن درویش کو بھی چاہیے کہ وہ درویشی کا حق ادا کرے تاکہ وہ شہر اس کی حمایت میں ہو' نہیں تو جس شہر میں درویش مزے اُڑائیں اور درویشی کا حق ادا نہ کریں اس شہر میں راحت نہیں ہوتی۔

پھر اسلام کے بارے میں زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش اسلام کا نام لینا تو سہل ہے لیکن اس کے فرائض کو انجام دینا بہت مشکل ہے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ستر سال تک نفس کا مجاہدہ کیا۔ چنانچہ دس دس بیس بیس سال تک (نفس کو) پانی نہیں دیتے تھے اور مجاہدے میں رکھتے تھے' لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ چونکہ مسلمان کہلاتا ہوں اس لیے مجھے مسلمانی کا حق بھی ادا کرنا ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ ایک یہودی سے پوچھا گیا کہ تجھے خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے اتنی اُلفت ہے تو تُو مسلمان کیوں نہیں ہو جاتا؟ کہا اگر مسلمانی اس بات کا نام ہے جو تم کرتے ہو تو ایسی مسلمانی سے مجھے شرم آتی ہے اور اگر مسلمانی وہ ہے جو خواجہ صاحب کرتے ہیں تو وہ مجھ سے ہو نہیں سکتی اب بتاؤ میں مسلمان کیونکر بنوں؟ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ابھی یہی فرما رہے تھے کہ اتنے میں خواجہ قطب الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ برہان الدین غریب رحمۃ اللہ علیہ قوالوں کے ہمراہ آئے۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُٹھ کھڑے ہوئے' آنے والوں میں سے ہر ایک آداب بجالایا۔ حکم ہوا کہ بیٹھ جاؤ! بیٹھے تو سلوک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ سماع سننے کے لائق چیز ہے لیکن سننے والے کو چاہیے کہ جب سنے تو گوشِ ہوش سے سنے تاکہ وجد ہو جو صاحب درد ہوتا ہے اسے تو اثر ہو جاتا ہے لیکن جو صاحب درد نہیں اس کے روبرو خواہ دوست کے ہزار ہا اسرار بیان کیے جائیں اس پر ذرّہ بھر بھی اثر نہیں ہوتا۔

پھر ایک مرتبہ شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں میں حاضر تھا۔ آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے سنا کہ ایک دفعہ خواجہ قطب الدین' قاضی حمید الدین ناگوری' خواجہ شمس الدین ترک' مولانا علاؤ الدین کرمانی اور شیخ محمود موزہ دوز قدس اللہ سرہ العزیز ایک ہی جگہ تھے' وقت باراحت تھا اور ان کی خانقاہ میں سماع ہو رہا تھا' صرف ایک ہی شعر کا ان اصحاب پر یہ اثر ہوا کہ تین دن رات رقص کرتے رہے اور اپنے آپ سے بالکل بے خبر رہے۔

پھر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ واقعی بزرگ اسی طرح سماع سنتے ہیں پھر شیخ عثمان سیاح نے اُٹھ کر عرض کی کہ قوال حاضر ہیں اگر حکم ہو تو کچھ کہیں۔ فرمایا' زہے سعادت قوالوں نے شروع کیا' ابھی پہلا ہی شعر کہا تھا کہ خواجہ صاحب شیخ عثمان سیاح' شیخ حسین اور اور عزیز رقص کرنے لگے اور چاشت سے لے کر کہ شام کی نماز تک رقص کرتے رہے اور انہیں اپنے آپ کی کوئی خبر نہ تھی۔

بعدازاں ہرایک اپنی جگہ پر بیٹھ گیا پھر خواجہ صاحب نے سرمائی صوف شیخ عثمان کو عطا فرمائی اور کلاہ خاص مجھے اور اسی طرح ہرایک کو اپنا اپنا حصہ ملا۔ وہ دن بہت ہی باراحت تھا' قوالوں نے یہ غزل پیش کی تھی۔

غزل

ہزار سختی اگر بہ من آیدم آسان است	کہ دوستی داردات ہزار چند انست
سفر دراز نباشد بیار طالب دوست	کہ خار دستِ محباں گل وریحا نست
اگر تو جو رکنی جور نیست و دیدار است	اگر تو داغ نہی داغ نیست درمان ست
نہ آبروئے کہ کز خونِ من بخواہی نیست	مخالف کنم آں کنم کہ فرمان ست
زعقلِ من عجب آید تو اب گویاں را	کہ دل بدستِ تو مردن خلاف فرمان ست
گماں برند کہ درباغ عشق شعلہ را	نظر بہ سبب زنخداں وند پستانست

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

اتوار کے روز بیسویں ماہ جمادی الآخر کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا شمس الدین یحییٰ' مولانا فخر الدین' مولانا برہان الدین غریب اور امیر حسن علی سنجری رحمۃ اللہ علیہم حاضر خدمت تھے۔ اسرارِ عشق کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' زبان مبارک سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے اسرار وانوار کے لیے حوصلہ وسیع ہونا چاہیے تاکہ وہ اسرار جاگزین ہوسکیں اگر دوست کا پہلا ہی بھید برداشت نہ کرسکے' عام کردیا جائے تو پھر اسرار کے لائق نہیں ہوسکتا۔

پھر فرمایا کہ اے درویش! راہِ سلوک میں وہی مرد کامل ہے کہ دوست کے عالمِ انوار سے جو کچھ اس پر ظاہر ہوا اسے افشا نہ کرے اگر افشا کرے گا تو اس کے ساتھ منصور حلاج کا سا سلوک ہوگا۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ کسی بزرگ نے کسی اور بزرگ کے بارے میں لکھا کہ آپ اس شخص کے حق میں کیا فرماتے ہیں جو محبت کا ایک ہی پیالہ پی کر مدہوش ہو جائے اس بزرگ نے جواب میں لکھا کہ یہ جو آپ نے لکھا ہے' یہ کم حوصلہ لوگوں کا کام ہے' مرد وہی ہے جو ازل سے لے کر ابد تک ھل من مزید ہی پکارتا رہے پھر کسی کو یہ نہ لکھنا ورنہ اہلِ سلوک میں شرمندہ ہوگے۔

بعدازاں فرمایا کہ میں نے اسرار الاولیاء میں لکھا دیکھا ہے کہ راہِ سلوک میں صادق وہ شخص ہے کہ عالم اسرار سے جو کچھ اس پر مصیبت وغیرہ نازل ہو اور اس پر رضا بالقضاء رہے جیسا کہ کلام مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۔

پھر فرمایا عزیزوں' مفسروں اور مشائخ نے یہ مرتبہ ان اشخاص کو دیا ہے جو رنج ومصیبت کے وقت صبر کرتے ہیں' دوست وہی ہے جو دوست کی بھیجی ہوئی مصیبت کو برداشت کرے۔

پھر فرمایا کہ اس راہ میں عاشق اسی کو کہتے ہیں جس کی حضوری اور مصیبت یکساں ہو یعنی جو حالت اس کی حضوری کے وقت ہو وہی مصیبت کے وقت ہو۔ ہر حالت میں وصال کی خواہش کرتا رہے لیکن راہِ سلوک میں کامل مرد وہ ہے جو خلقت میں رہ کر

دوست میں مشغول رہے اور جو کچھ اسے ملے، اپنے پاس جمع نہ کرے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ عبداللہ سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ کلاہ کے چار خانے ہوتے ہیں۔ اوّل اسرار و انوار کا، دوسرا محبت وتوکل کا، تیسرا عشق واشتیاق کا اور چوتھا رضا وموافقت کا۔

پھر فرمایا کہ قاضی حمید الدین ناگوری قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ طاقیہ دوست مونس ہے اور اس میں عشق ہی عشق ہے پس اس راستے میں صادق وہ شخص ہے جو طاقیہ کی قدر شناسی کرے کیونکہ اس میں سراسر عشق اور شوق ہے اور نیز اس سے جمالِ دوست کے اسرار معلوم ہوتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز کی عادت تھی کہ خواہ سو یا دو سو آدمی مرید ہونے کے لیے حاضر خدمت ہوتے سب کو طاقیہ دے کر فرماتے کہ جو شخص اس کی حق ادائی نہ کرے گا اور اپنے پیروں کے طریقے پر نہ چلے گا، طاقیہ خود اسے سزا دے گا لیکن آپ جس شخص کو طاقیہ عنایت فرماتے، وہ آپ کی نظر کی برکت کے سبب ایک قدم بھی بے جا نہ رکھتا۔

پھر فرمایا کہ اہلِ طاقیہ کو طاقیہ خود ہی سزا دیتا ہے لیکن انہیں معلوم نہیں ہوتا کہ یہ سختی ہم پر کیوں نازل ہوئی جو طاقیہ کا حق ادا کرتا ہے، وہ ہرگز دنیا اور آخرت میں بے دوستی کا اثر نہیں دیکھتا جب خواجہ صاحب یہ فوائد ختم کر چکے تو نماز کی اذان ہوئی، آپ یادِ الٰہی میں مشغول ہوئے اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

ماہِ شعبان

ہفتے کے روز ساتویں ماہ شعبان کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ماہِ شعبان کی فضیلت اور سلوک کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی، زبان مبارک سے فرمایا کہ ماہ شعبان ماہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے جو شخص اس مہینے میں ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ ہزار مرتبہ کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھتا ہے۔

پھر فرمایا کہ شب برات کو سارے بخشے جاتے ہیں لیکن حسب ذیل اشخاص نہیں بخشے جاتے۔ اوّل والدین کو ستانے والے، دوم جادوگر، سوم شراب خور، چہارم قطع رحم کرنے والا، پنجم تارک الصلوٰۃ، ششم زانی، ہفتم لوطی، ہشتم دروغ گو، نہم غیبت کرنے والا، دہم بت بنانے والا۔

بعد ازاں فرمایا لوگوں کو چاہیے کہ اس رات تمام ممنوعہ چیزوں سے دُور رہیں اور لوگوں کو بھی منع کریں کیونکہ اس رات میں سراسر جمعیت اور مغفرت ہے تاکہ اس سعادت سے محروم نہ رہ جائیں۔

عارفوں کے تین نفس اور چار خاصیتیں

بعد ازاں عارفوں کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی، زبان مبارک سے فرمایا کہ خواجہ منصور عمار فرماتے ہیں کہ عارفوں کے تین نفس ہوتے ہیں، ایک جو دنیا میں ہوتا ہے، دوسرا قبر میں، تیسرا بہشت میں جو دنیاوی نفس ہے وہ حوروں اور غلمانوں کی طرف

مائل ہوتا ہے' دوسرا صرف قبر میں ہمراہ رہتا ہے اس کی شرح بیان نہیں ہو سکتی' تیسرا بہشتی نفس موت کے وقت سے لے کر آخر تک رہتا ہے۔ چنانچہ کلام اللہ میں لکھا ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۔

جو راہِ خدا میں قتل ہوئے ہیں' انہیں مردہ نہ سمجھو وہ اپنے پروردگار کے نزدیک زندہ ہیں۔

بعدازاں فرمایا کہ خواجہ منصور عمار فرماتے ہیں کہ عارف چار چیزوں کی سی خاصیت رکھتے ہیں۔ بعض پانی اور ہوا کی طرح کہ کسی چیز سے آلودہ نہیں ہوتے بلکہ اوروں کو پاک کرتے ہیں۔ بوجھ اُٹھا لیتے ہیں لیکن انہیں ناگوار نہیں گزرتا۔ بعض خاک کی طرح ہیں کہ جو کچھ انہیں دیا جائے' اسے ضائع نہیں کرتے بلکہ کچھ زیادہ ہی کرتے ہیں اور بعض آگ کی طرح ہیں جو اوروں کو جلاتے ہیں لیکن خود نہیں جلتے اور کسی قسم کی غفلت نہیں کرتے۔

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ "علیك اثقالھم لا اثقالھم" کس قوم کو خطاب ہوا تھا؟ فرمایا' یہ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہوا تھا کہ اے محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم جو شرع کا بوجھ اُٹھائے' وہ تیرے ذمہ ہے اور جو حقیقت اور طریقت کا بوجھ اُٹھائے اس سے تو فارغ رہ اس کا حساب ہمارے ذمہ ہے۔

خواجہ صاحب یہی فرما رہے تھے کہ آپ کے ایک مرید نے اپنی عورت کا گلہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ تم عورت اور فرزندوں کے حق میں کرتے ہو اس کا حساب قیامت کے دن تم سے نہیں لیا جائے گا۔ ہاں! مرد کو عورت پر پوری دسترس ہے وہ بھی چند باتوں کے لیے جو اگر نہ کرے تو اسے مارے۔ اوّل نماز کے لیے' دوسرے امر معروف کے لیے یعنی فرماں برداری کے لیے' تیسرے صحبت کے لیے اگر نافرمانی کرے اور خاوند سے جھگڑا کرے تو اسے مارنا چاہیے اگر اس طرح درست نہ ہو تو الگ کر دے۔ چنانچہ کلام اللہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۔

لیکن عورت کو چاہیے کہ خاوند کے اسباب کی نگہداشت کرے اور کوئی چیز خاوند کی رضا مندی کے بغیر نہ لے' نہ چھپائے' نہ کسی کو دے اور نہ بخشے اس کے علاوہ عورت پر کچھ واجب نہیں اگر روٹی پکانے' چرخہ کاتنے' بچوں کو دودھ دینے میں تغافل کرے تو اسے سزا نہ دے۔ مرد پر واجب ہے کہ معاش کی ساری چیزیں مہیا کرے اور کوئی خدمت گار مقرر کرے جو یہ ساری خدمات بجا لائے اس واسطے کہ عورت آزاد ہے اگر عورت یہ کام کرے تو اس کی مروت ہے ورنہ اس پر واجب نہیں۔

پھر فرمایا کہ اگر عورت یہ کام ازراہِ مروت کرے تو وہ گویا خاتونِ جنت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے طریقے پر چلتی ہے اور قیامت کے دن اسے خاتونِ جنت کی شفاعت نصیب ہوگی۔

انصاف

بعدازاں انصاف کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی' زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک مرتبہ سلطان محمود کو نیند نہیں آتی تھی'

آخر حکم دیا کہ دیکھو دروازے پر کوئی حاجت مند تو نہیں کھڑا' نوکر کئی مرتبہ گئے لیکن کوئی نہ ملا' آخر خود اُٹھ کر گیا جب پاس کی مسجد میں گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک شخص کونے میں سر بسجود ہو کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کر رہا ہے کہ محمود سے میرا انصاف لے۔ یہ سُن کر اسے بغل میں لیا اور پوچھا' میں نے تجھ سے کون سی بے انصافی کی ہے تو تو میرے پاس کبھی نہیں آیا اور نہ مجھے خبر کی ہے؟ کہا تیرے شہر میں ایک آدمی ہے اور میری عورت سے بدفعلی کرتا ہے' مجھ میں اس قدر قدرت نہیں کہ اس کا مقابلہ کروں اگر تو انصاف نہ کرے گا تو قیامت کے دن تیرا دامن گیر ہوں گا۔ سلطان محمود نے اس سے معافی مانگی اور کہا کہ اب کی مرتبہ جب وہ آئے تو مجھے اطلاع کرنا تاکہ میں تیرا انصاف کروں۔ الغرض اس کے تیسرے دن بعد جب وہ مرد اس کے گھر آیا تو اس نے سلطان محمود کو اطلاع دی۔ سلطان محمود تلوار سونت اس کے گھر پہنچا اور کہا کہ چراغ گل کر دو پھر اندر جا کر اس مفسد کا سر قلم کیا پھر کہا کہ چراغ روشن کرو۔ سلطان محمود نے اس کو دیکھ کر الحمد للہ کہا اور پھر کچھ کھانا مانگا۔ وہ مرد روٹی کے ٹکڑے لے آیا۔ محمود نے کھا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جب جانے لگا تو اس مرد نے کہا کہ مجھے اس حال سے آگاہ کرو۔ کہا جس وقت میں نے چراغ بجھانے کے لیے کہا تھا اس کا سبب یہ تھا کہ شاید میرا کوئی قریبی یا رشتہ دار ہی ہو جس کو قتل نہ کر سکوں اور اس کے سبب انصاف نہ کر سکوں اور جب میں نے چراغ روشن کروایا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ دیکھوں' کوئی آشنا تو نہیں۔ سو الحمد للہ! کہ میرے خاندان سے نہیں تھا بلکہ ہمارے شہر کا بھی نہ تھا اور کھانا مانگنے کی وجہ یہ تھی کہ جس روز میں نے تجھ سے وعدہ کیا تھا' ٹھان لی تھی کہ جب تک اس کا انصاف نہ کرلوں گا' کھانا نہیں کھاؤں گا اور جبکہ میں نے انصاف کرلیا' بھوک نے غلبہ کیا۔

بعد ازاں خواجہ صاحب نے زار زار رو کر فرمایا کہ واقعی انصاف اسی بات کا نام ہے اور اسی قسم کے انصاف سے جہان قائم رہتا ہے لیکن اس زمانے میں عدل و انصاف معدوم ہے جب خواجہ صاحب یہ حکایت ختم کر چکے تو نماز کی اذان ہوئی' آپ یادِ الٰہی میں مشغول ہوئے اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

ماہِ رمضان کی فضیلت

ہفتے کے روز دوسری ماہ رمضان کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا شمس الدین یحییٰ' مولانا برہان الدین غریب اور اور عزیز حاضر خدمت تھے اور نیز شیخ عثمان سیاح نیز شیخ حسین نبیرۂ شیخ الاسلام حضرت قطب الدین بختیار اوشی اور خاندانِ چشت کے چار اور درویش بھی آ کر آداب بجالائے جب بیٹھ گئے تو ماہِ رمضان کی فضیلت اور اولیاء رحمہم اللہ اور انبیاء علیہم السلام کی محبت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ماہِ رمضان کے روزے کی ہر ساعت کے عوض ایک لاکھ گناہ گاروں کو آتشِ دوزخ سے نجات بخشتا ہے۔

پھر فرمایا کہ جب مومن نمازِ تراویح سے فارغ ہوتا ہے تو ایک ہزار فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ رحمت کے طبق اس کے ہر حرف کے بدلے اور ایک حور اسے دیتے ہیں اور ہر رکعت کے عوض ایک محل بہشت میں اس کے نام کا بنایا جاتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! یہ مہینہ غنیمت ہے سو انسان کو چاہیے کہ ذکر میں مشغول رہے اور جس قدر ہو سکے' قرآن

شریف پڑھے، ہر حرف کے بدلے دس غلاموں کی آزادی کا ثواب ملتا ہے۔

پھر فرمایا کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماہ رمضان میں دن رات میں دو مرتبہ قرآن شریف ختم کیا کرتے اس حساب سے سارے مہینے میں ساٹھ مرتبہ ختم کرتے اور خواجہ قطب الدین مودود چشتی قدس اللہ سرہ العزیز ماہ رمضان میں ہر روز چار مرتبہ ختم کیا کرتے اور دو سیپارے زائد پڑھا کرتے۔ چنانچہ مہینے میں ایک سو بائیس ختم کیا کرتے۔

پھر فرمایا کہ جب تک ایسا مجاہدہ نہ کیا جائے، ہرگز ہرگز مشاہدہ حاصل نہیں ہوتا۔

پھر فرمایا کہ شیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کا عمر بھر یہی وطیرہ رہا کہ ماہ رمضان میں ہر رات دو مرتبہ قرآن شریف ختم کیا کرتے۔

شیخ الشیوخ شیخ کبیر قدس اللہ سرہ العزیز کی یہ عادت تھی کہ ماہ رمضان المبارک میں ہر رات دو مرتبہ قرآن شریف ختم کیا کرتے تھے۔ آخر عمر تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی حال رہا اس کے بعد حضرت شیخ العالم شیخ کبیر فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی بزرگی کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ العزیز خود بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ملک کرمان میں شیخ اوحد الدین کرمانی سے ملاقات ہوئی چند روز آپ کی خدمت میں رہا، ایک روز ہم دونوں جماعت خانہ کے صحن میں بیٹھے تھے کہ چار درویش صاحب نعمت و حال آئے اور سلام اور مصافحہ کر کے بیٹھ گئے۔ کرامت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی، ایک نے کہا ہم میں جو صاحب کرامت ہیں، وہ کرامت دِکھلائیں۔ سب نے اوحد الدین کرمانی کی طرف اشارہ کیا کہ صاحب خانقاہ یہی ہیں، انہی سے ابتدا ہونی چاہیے۔

کراماتِ اولیاء اللہ

الغرض شیخ اوحد الدین نے فرمایا کہ اس شہر کے حاکم کا عقیدہ میرے حق میں درست نہیں، آج وہ میدان میں گیند بلا کھیلنے گیا، بڑے ہی تعجب کی بات ہوگی اگر وہ سلامت آ گیا۔ ان الفاظ کا زبان مبارک سے نکلنا تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے آ کر ذکر کیا کہ اس شہر کا حاکم گیند بلا کھیلتا ہوا گھوڑے سے گر کر مر گیا ہے۔ یہ سُن کر حاضرین نے آپ کی کرامت تسلیم کی پھر میری (شیخ کبیر رحمۃ اللہ علیہ) کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ آپ بھی کچھ کرامت دِکھائیں۔ میں نے کہا، آنکھیں بند کرو! بند کر کے جب کھولیں تو اپنے تئیں خانہ کعبہ میں دیکھا پھر اقرار کیا کہ واقعی مردِ خدا ایسے ہی ہوتے ہیں۔ یہ بیان فرما کر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا، مجھے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ شیوخ العالم قدس اللہ سرہ العزیز صبح اور عشا کی نماز خانہ کعبہ میں ادا کیا کرتے تھے۔

پھر فرمایا کہ ایک روز شیخ کبیر رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ جلال الدین اوچی رحمۃ اللہ علیہ یک جا بیٹھے تھے کہ ایک درویش نے آ کر دہی کا سوال کیا، دہی موجود نہ تھی، آپ نے شیخ جلال الدین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اس درویش کو کہہ دو کہ فلاں مقام پر دہی پڑی ہے، لے آئے۔ دراصل وہاں پر پانی کے سوا اور کوئی چیز نہ تھی۔ الغرض جب درویش نے جا کر دیکھا تو سارے پانی کو دہی پایا۔

آپ یہی فرمار ہے تھے کہ حسن بالا اور برہان قوال آئے۔ آپ نے اجازت دی کہ قوالی ہو۔ آغازِ سماع میں حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عثمان سیاح رحمۃ اللہ علیہ پر ایسا اثر ہوا کہ رقص کرنے لگے اور بے ہوش ہو گئے۔

سماع سے فارغ ہو کر شیخ عثمان رحمۃ اللہ علیہ کو بارانی عطا فرمائی اور مجھے دستار۔ وہ دن بہت ہی باراحت تھے' قوالوں نے یہ غزل سنائی۔

غزل

آں مطرب از کجاست کہ برگفت نامِ دوست	تا جان و جامہ پارہ کنم من بنام دوست
دل زندہ مے شود بامید وفائے یار	جاں رقص میکند بہ سماعِ کلام دوست
تا نفخ صور باز نیاید بہ خویشتن	ہر کو فتادہ مست ز شربت بجام دوست

بعدازاں فرمایا کہ مومن کے دل میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ کی دوستی کا ہونا ہزار ہا سال کی عبادت سے بڑھ کر ہے۔ پس لوگوں کو چاہیے کہ انہیں کا ذکر خیر کرتے رہیں۔

اللہ کے دوست کا نام

پھر فرمایا کہ جب قارون زمین میں غرق کیا گیا تو چوتھے طبقے پر پہنچا اور وہاں کے لوگوں نے پوچھا' تو کون ہے؟ اور کس کی قوم ہے؟ کہا' حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے ہوں اسی وقت حکمِ الٰہی ہوا کہ اسے یہیں روکو کیونکہ اس نے ہمارے دوست کا نام لیا ہے' ہم اب اسے اس سے نیچے نہیں لے جائیں گے پھر خواجہ صاحب نے آب دیدہ ہو کر فرمایا' یہ اس شخص کا حال ہے جو خدا سے دشمنی رکھتا تھا اور جسے صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام لینے کی خاطر خلاصی نصیب ہوئی۔ مومن جو کہ قیامت تک ان کی محبت اپنے دل میں رکھتا ہے' امید ہے کہ وہ دوزخ کی آگ میں نہیں جلایا جائے گا۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فوائد ختم کیے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ یادِ الٰہی میں مشغول ہوئے اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

ہفتے کے روز پانچویں ماہ محرم ۶۹۱ ہجری کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا شمس الدین یحییٰ' مولانا فخر الدین زرادی' مولانا برہان الدین غریب اور شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہم اجمعین حاضر خدمت تھے۔ ماہِ محرم الحرام اور امام حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اسی مہینے میں حضرت شیخ شیوخ العالم نے انتقال فرمایا تھا۔

پھر فرمایا کہ جس رات آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انتقال فرمایا' تین مرتبہ عشا کی نماز ادا کی اور ہر بار یہی فرمایا کہ دیکھیے پھر پڑھنی نصیب ہوتی ہے یا نہیں۔

پھر فرمایا کہ حضرت شیخ العالم کا انتقال سجدہ میں ہوا اور جس وقت آپ کا انتقال ہوا' آسمان سے آواز آئی کہ مولانا فرید (رحمۃ اللہ علیہ) نے انتقال فرمایا ہے اور مقاماتِ قرب میں داخل ہوئے ہیں۔

پھر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ فرما کر زار زار روئے جس کا اثر حاضرین پر بھی ہوا پھر فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص عاشورے کے دن سات قسم کے دانے پکائے، ہر دانے کے بدلے اس کے نام نیکی لکھی جائے گی اور اسی قدر بدیاں مٹائی جائیں گی۔

خاتونِ جنت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

پھر حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پیدائش کے بارے میں فرمایا کہ جس رات بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رحمِ مادر میں قرار پکڑا اس سے پہلے ایک روز حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک بہشتی سیب لا کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نذر کر کے عرض کی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اسے خود کھائیں، کسی کو نہ دیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی کیا۔

اسی رات جب اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہم بستر ہوئے تو حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا عالمِ وجود میں آئیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پیدائش خاص بہشت سے ہے پھر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جگر گوشوں کا حال سب کو معلوم ہے کہ ظالموں نے آپ کو دشتِ کربلا میں کس طرح بھوکا پیاسا شہید کیا۔

پھر فرمایا کہ کتب سیر میں لکھا ہے کہ جب امیر المومنین حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما گہوارے میں روتے اور بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کسی کام میں مشغول ہوتیں تو جبرائیل علیہ السلام کو حکم ہوتا کہ جا کر صاحب زادوں کا گہوارہ ہلاؤ تا کہ وہ آرام سے سو جائیں۔

پھر فرمایا کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دن سارا جہان تیرہ و تار ہو گیا، بجلی چمکنے لگی، آسمان اور زمین جنبش کرنے لگے، فرشتے غضب میں تھے اور بار بار اجازت چاہتے تھے کہ حکم ہو تو تمام ایذاء دہندوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیں۔ حکم ہوا کہ تمہیں اس سے کچھ واسطہ نہیں، تقدیر یوں ہی ہے، میں جانوں اور میرے دوست، تمہارا اس میں کیا دخل؟ میں قیامت کے دن ظالموں کے بارے میں انہیں سے انصاف کراؤں گا جو کچھ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے حق میں فرمائیں گے، ویسا ہی ہوگا۔ یہ سُن کر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رونے لگے اور فرمایا کہ خاندانِ نبوت کا خاصہ جواں مردی ہے۔ کچھ عجب نہیں کہ شہزادے ان ظالموں کی شفاعت کریں اور انہیں بخشوائیں۔ اگرچہ ظاہر میں ان بدبختوں کو آتشِ دوزخ سے رہا ہونا ناممکن معلوم ہوتا ہے۔

سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی کرم نوازی

پھر فرمایا کہ قیامت کے دن تمام ظالموں کو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سپرد کیا جائے گا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہیں بخش دیں گی۔ کربلا کے معاملے کی بابت معافی مانگی جائے گی اور اللہ تعالیٰ فرما دے گا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس

خون کو معاف فرما دیں، ہم اس کے عوض آپ کے والد بزرگوار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اُمت بخش دیں گے۔ یہ سُن کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خون کا دعویٰ چھوڑ دیں گی اور اُمتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تمام عاصی نجات پا جائیں گے۔

پھر فرمایا کہ آج حضرت شیخ شیوخ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا عرس ہے۔ حلوا اور طعام موجود ہے، فقراء اور مساکین کو تقسیم کرنا چاہیے۔ یہ حکم ہوتے ہی حلوا اور طعام تقسیم کیا گیا پھر سماع شروع ہوا۔ ایک رات دن یہ مجلس گرم رہی۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور درویشوں کو اپنے حال کی خبر نہ تھی، دوسرے روز ہوش آیا۔ قوالوں نے یہ اشعار سنائے ۔

ترا سماع نباشد جو سوز عشق نبود
گماں مبرکہ بر آید زخام ہرگز بود
چو ہرچہ میرو داز دستِ دوست فرقے نیست
میاں شربتِ نوشین و تیغ زہر آلود

تمام شد

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ!

(اُردو ترجمہ)

مفتاحُ العاشقین

یعنی

ملفوظات

حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ محبّ اللہ رحمۃ اللہ علیہ

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر نزد مسلم ماڈل ہائی سکول ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-7246006

فہرست

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ
عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اللہ تعالیٰ تجھے دونوں جہان میں نیک بختی عطا فرمائے۔ واضح رہے کہ یہ اُسرار کے جواہر اور اُنوارِ پروردگار کے زواہر جہان کے برگزیدہ۔ نیکوں کے پیش روٗ سالکوں کے بادشاہ برہان العاشقین، ختم المشائخ نصیر الحق والدین (اللہ تعالیٰ آپ کی ذات بابرکات کو دیر تک زندہ رکھ کر آپ سے مسلمانوں کو مستفیض کرے) کی زبان مبارک سے سن کر دعا گوئے فقیر حقیر محب اللہ نے چند اوراق میں لکھ کر اس کا نام مفتاح العاشقین رکھا۔ جس میں دس مجلسیں ہیں۔

جس روز بندہ خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور شرف ارادت سے مشرف ہوا۔ اس روز آپ کی مجلس میں شجرۂ طیبہ کا ذکر ہو رہا تھا۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جو نعمت جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو آپ سے خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو۔ آپ سے شیخ الاسلام خواجہ مخدوم نصیر الدین چراغ دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز کو۔ وصلی اللہ علی خیر خلقہٖ محمد والہ واصحابہ اجمعین ۔ پھر خواجہ صاحب نے اس شجرے کو مفصل و مکمل بیان فرمایا۔ پھر میری طرف مخاطب ہوئے تو میں آداب بجالایا۔ پوچھا: اے درویش! تیرا نام کیا ہے؟ مجھے اس وقت حسب ذیل شعر یاد آیا جو عرض کر دیا۔

بندہ را نام خویشتن نبود　　　هر چہ ما را لقب کند آنم

زبان مبارک سے فرمایا کہ واقعی مرد کو ایسا ہی ہونا چاہئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ۔

مجلس ا:

پیر و مرید کے بیان میں

جب قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا تو اس وقت مولانا محمد مساوی، مولانا منہاج الدین اور مولانا بدر الدین رحمۃ اللہ علیہم اور اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! راہ سلوک میں پیر اسے کہتے ہیں۔ جسے مرید کے باطن پر تصرف حاصل ہو۔ اور ہر لحظہ اور ہر گھڑی مرید کی ظاہری اور باطنی مشکلات کو معلوم کر کے حل کر سکے۔ اور اس کے آئینہ باطن کو صاف کر سکے۔ اگر یہ کام کرنے کی قابلیت اس میں ہے۔ تو پھر وہ پیر طریقت کہلانے کا مستحق ہے ورنہ ہیچ ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ صادق مرید اسے کہتے ہیں جسے جو کچھ پیر حکم کرے۔ بجالائے۔ اور جو کچھ اسے دکھائے وہی دیکھے۔ اور ہر وقت پیر کو حاضر و ناظر سمجھے۔ جو کچھ اس کے دل میں نیک یا بد خیالات گزریں۔ ان کا اظہار اپنے پیر سے کرے۔ تا کہ پیر اس کی تربیت کر سکے۔ اگر مرید کے دل میں ذرہ بھر بھی خیال پیر کے برخلاف ہو۔ تو وہ صادق مرید نہیں کہلا سکتا۔

بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! جب میں شروع شروع میں سلطان المشائخ شیخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کا مرید ہوا۔ تو ایک روز میں حاضر مجلس تھا۔ اور مرید کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا تھا۔ کہ درویشوں اور عزیزوں میں مرید کو مولانا نصیر الدین محمود کی طرح عمدہ صلاحیت و قابلیت رکھنی چاہیے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ ۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں:

میان اہل ارادت نظر بہ پیر آمد	زہے روش کہ دریں راہ بے نظیر آمد
ضمیر روشن او ہر چہ کرد در عالم	بزد اہل دلاں جملہ حق پذیر آمد

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ مونس العاشقین میں لکھا ہے کہ مرید دو طرح کے ہوتے ہیں ایک رسمی' دوسرے حقیقی۔ رسمی مرید وہ ہے کہ پیر اسے تلقین کرے کہ دیکھی ہوئی چیزوں کو نادیکھی ہوئی اور سنی ہوئی چیزوں کو ناسنی ہوئی سمجھنا اور سنت و جماعت کا پابند رہنا۔ اور حقیقی مرید وہ ہے جسے پیر تلقین میں فرمائے کہ تو سفر و حضر میں میرے ہمراہ رہنا یا تیرے ہمراہ رہوں گا۔

حقیقی مرید اور غسل

بعد ازاں زبان مبارک سے فرمایا کہ حقیقی مرید کی اور شرط یہ ہے کہ تین غسل ہر وقت کرتا رہے تا کہ حقیقی مرید کہلانے کا مستحق ہو سکے۔

اوّل شریعت کا غسل۔

دوسرا طریقت کا۔

تیسرا حقیقت کا۔

شریعت کا غسل یہ ہے کہ اپنے بدن کو جنابت وغیرہ سے پاک کرے۔ طریقت کا غسل یہ ہے کہ تجرّد اختیار کرے اور حقیقت کا غسل یہ ہے کہ باطنی توبہ کرے۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ حقیقی مرید کی اور شرط یہ ہے کہ جو کچھ پیر فرمائے۔ اس پر فوراً یقین کرے۔ اور کسی قسم کا شک دل میں نہ لائے۔ کیونکہ پیر مرید کے لئے بمنزلہ مشاطہ ہے۔ جو کچھ وہ کہتا ہے۔ مرید کی کمالیت کے لئے کہتا ہے۔ پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ کوئی شخص شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ میں بیعت کی نیت سے آیا ہوں۔ اگر آپ قبول فرمائیں۔ فرمایا: مجھے منظور ہے۔ لیکن جو کچھ میں کہوں گا۔ اس پر عمل کرنا ہوگا۔ عرض کی بسروچشم۔ پوچھا: کلمہ کس طرح پڑھتے ہو؟ عرض کی: لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔ خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نہیں۔ اس طرح کہو: لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ شِبْلِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ۔ مرید درست اعتقاد تھا۔ اس نے فوراً اسی طرح کہہ دیا۔ آپ نے فرمایا: اے عزیز! میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادنیٰ چاکر ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی رسول اللہ ہیں۔ میں تو تیرا اعتقاد آزمانا چاہتا تھا۔

اللہ کے سوا سجدہ جائز نہیں

بعد ازاں سجدے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من سجد بغیر اللّٰہ فقد کفر۔ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کے سواء کسی اور کو سجدہ کرتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ نعوذ باللہ منھا۔ لیکن گزشتہ امتوں کے لئے والدین، پیر، استاد اور بادشاہ کو سجدہ کرنا مستحب تھا مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مبارک آیا تو استحباب سجدہ جاتا رہا۔ صرف مباح رہ گیا۔ جیسا کہ ایام بیض کے روزے پہلے فرائض میں داخل تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فرضیت نہ رہی۔ صرف استحباب رہ گیا۔ اسی طرح جب سجدے کا استحباب جاتا رہا۔ صرف مباح رہ گیا۔ سو ایسا سجدہ کرنے سے کوئی کافر نہیں ہو جاتا۔

مجلس ۲:

توبہ وغیرہ کے بیان میں

جب قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو اس وقت مولانا کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا بدر الدین رحمۃ اللہ علیہ اور اور عزیز حاضر خدمت تھے توبہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! سب سے اور افضل توبہ اس وقت سمجھی جاتی ہے۔ جبکہ توبہ کرنے والا جس کام سے توبہ کرے۔ پھر اس کے گرد نہ بھٹکے۔ اگر اس قسم کی توبہ نہ کرے۔ تو وہ توبہ نہیں۔ بعد ازاں فرمایا کہ راہ سلوک میں توبہ اس وقت درست ہوتی ہے کہ تائب اگر مٹی کو چھوئے تو سونا ہو جائے۔

چنانچہ کہتے ہیں کہ جب شیخ الاسلام خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے توبہ کی۔ تو راہزنی میں جن جن لوگوں کا مال لوٹا ہوا تھا۔ بعض کو مال واپس کر دیا تھا۔ اور بعض سے معافی مانگی۔ ان میں سے ایک یہودی بھی تھا' جو کسی طرح راضی نہ ہوتا تھا۔ آپ نے اس سے معافی مانگی تو یہودی نے کہا: اگر پاؤں تلے کی مٹی مٹھی بھر لے کر اسے سونا بنا دے تو میں تجھ سے راضی ہو جاؤں گا۔ خواجہ صاحب نے فوراً پاؤں تلے سے مٹی نکال کر اسے دے دی جو فوراً سونا بن گئی۔ یہ دیکھ کر یہودی فوراً مسلمان ہو گیا اور کہا کہ فی الواقع تائب وہی ہوتا ہے جس کے ہاتھ لگنے سے مٹی بھی سونا ہو جائے۔

توبہ کی چھ قسمیں

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ اے درویش! میں نے سلطان المشائخ شیخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ توبہ چھ قسم کی ہوتی ہے: (۱) توبہ زبان، (۲) توبہ چشم، (۳) توبہ گوش، (۴) توبہ دست، (۵) توبہ پا، (۶) توبہ نفس: پھر فرمایا کہ زبان کی توبہ کا مطلب یہ ہے۔ کہ زبان کو تمام ناشائستہ باتوں سے دور رکھے۔ اور بیہودہ باتیں نہ کرے اور جو بات نہ کہنے کے لائق ہے اسے زبان سے نہ نکالے۔ نیز تازہ وضو کر کے دوگانہ شکر ادا کرے۔ اور قبلہ رخ ہو کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کرے کہ پروردگار! زبان کو برا کہنے سے توبہ عنایت کر اور اپنے ذکر کے سوا دوسری باتیں اس سے دور رکھ۔ بعد ازاں فرمایا کہ اے درویش! شیخ الاسلام خواجہ معین الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز کے رسالے میں نے لکھا دیکھا ہے کہ جب صبح صادق ہوتی ہے۔ تو ساتوں اعضاء زبان حال سے زبان کے روبرو فریاد کرتے ہیں۔ کہ اے زبان! اگر تو اپنے تئیں محفوظ رکھے گی تو ہم سلامت رہیں گے۔ اور اگر اپنے تئیں نہ سمجھے گی۔ تو ہم سب ہلاک ہو جائیں گے۔

خواہشاتِ نفسانی سے توبہ

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ الاسلام خواجہ عثمان ہارونی قدس اللہ العزیز اپنے رسالے میں لکھتے ہیں کہ انسان کے ہر ایک اعضاء میں شہوت اور حرص ہے۔ جو آدمی کے لئے حجاب کا سبب ہوتے ہیں جب تک ان شہوتوں اور حرصوں سے توبہ نہیں کرتا۔ وہ ہرگز ہرگز کسی مقام تک نہیں پہنچتا۔ وہ اعضاء یہ ہیں۔ اوّل آنکھ۔ جس میں بینائی کی شہوت ہے دوسرے ہاتھ۔ جس میں چیز کو چھونے اور پکڑنے کی خاصیت ہے۔ تیسرے کان' جن میں سننے کی خاصیّت ہے۔ چوتھے۔ ناک۔ جس میں سونگھنے کی صفت ہے۔ پانچویں حلق۔ جس میں چکھنے کی صفت ہے۔ چھٹے زبان جس میں کہنے کی صفت ہے۔ ساتویں بدن' جس میں چھونے کی صفت ہے۔ آٹھویں' ہوش و عقل۔ جس میں نیک و بد کی صفت رکھی گئی ہے۔ بعد ازاں فرمایا کہ توبہ وہی اچھی ہے۔ جو موت سے پہلے کی جائے۔ چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔ عجلوا بالصّلوٰۃ قبل الفوت وعجلوا بالتوبۃ قبل الموت۔ یعنی نماز فوت ہونے سے پہلے ادا کرو۔ اور مرنے سے پہلے توبہ کے لئے جلدی کرو۔ بعد ازاں زبانِ مبارک سے فرمایا کہ انسان کو چاہیے کہ آج کو غنیمت سمجھے۔ واللہ اعلم۔ کل اس قدر فرصت ملے یا نہ ملے۔ چنانچہ شیخ الاسلام خواجہ قطب

الدین قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہے۔

الا امروز کارے کن کہ فردا رستگار آئی
بد یہا بیشتر کر وند نباشدایں ز دانائی
چوعقبےٰ را بنماید درانصاف بکشاید
مبادا ایں ندا آید برد مارا نے شائی
میارا ازدید گاں باراں چوہستی ازگنہگاراں
نکردی کار ہو شیاراں مگر مجنون و شیدائی
گناہا نم ز پیوستہ دلم در گمرہی رفتہ
بگوائے قصب دل خستہ چرادررہ نے آئی
تو درصفت گنہگاراں بمانی عاجزو حیران
بترس اے آخرناداں ازاں افصاح و رسوائی
چوگردی شاہ ترکستان تراصد قصرو صد بستان
بود جائے تو گورستان بتاریکی و تنہائی

جب خواجہ صاحب ان فوائد کو ختم کر چکے تو حجرے میں جا کر یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے اور میں اور لوگ واپس چلے آئے۔اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ ۔

مجلس ۳:

مشغولی کے بیان میں

جب قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا تو مولانا زین العابدین، مولانا منہاج الدین اور اور عزیز حاضر خدمت تھے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ اے درویش! طالب حق کو دن رات یاد حق میں مشغول رہنا چاہئے۔خواہ کسی حالت میں ہو۔یاد الٰہی سے غافل نہ ہو۔اس واسطے کہ زندگی کے دم گنتی کے ہوتے ہیں۔چنانچہ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

غافل راحتیاط نفس یک نفس مباش ۔ شاید ہمیں نفس نفسِ واپسیں بود

جب تک دم میں دم ہے۔کوشش کرتے رہو۔

پھر فرمایا: اے درویش! میں نے سلطان المشائخ نظام الحق والدّین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان گو ہر افشان سے سنا ہے کہ یاد الٰہی کے سات وقت ہیں۔تین دن میں اور چار رات میں۔دن میں حسب ذیل ہیں۔صبح سے اشراق تک، اشراق سے

چاشت تک، پھر عصر کی نماز سے شام کی نماز تک، اور رات میں حسب ذیل ہیں۔ شام کی نماز سے عشاء کی نماز تک، عشاء کی نماز سے تہجد کی نماز تک، تہجد کی نماز سے صبح کاذب تک اور صبح کاذب سے صبح صادق تک۔ پھر فرمایا کہ میں نے محبوب العاشقین میں لکھا دیکھا ہے کہ فارغ مشغول اسے کہتے ہیں جو ظاہر و باطن میں یادِ الٰہی میں مشغول ہو۔ اور غیر حق سے فارغ ہو۔ جیسا کہ ایک بزرگ ہندی زبان میں فرماتے ہیں۔

یہ جی پوتن کر رہوں لے ساجن کنبھ ناتھ
سہہ رس کیکو یہ سوں کسے لکھاون ناتھ

باطنی صفائی کا طریقہ

بعدازاں فرمایا کہ اے درویش! شیخ الاسلام خواجہ یوسف چشتی قدس اللہ سرہ العزیز ایک رسالے میں لکھتے ہیں کہ اپنے اوپر پانچ چیزیں لازم کرنی چاہئیں۔ تاکہ باطنی صفائی حاصل ہو۔ اوّل مسواک۔ دوم کلام الٰہی کا پڑھنا۔ اگر نہ پڑھ سکے تو سورۂ اخلاص پڑھے۔ سوم۔ صائم الدہر ہو اگر اتنا نہ ہو سکے۔ تو ایام بیض کے ہی روزے رکھے۔ چہارم۔ قبلہ رخ بیٹھے۔ پنجم باوضو رہے۔ بعدازاں اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ چار عالم کسے کہتے ہیں۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ راہ سلوک میں جو درویش ان چاروں عالموں سے باخبر نہیں۔ وہ درویش ہی نہیں۔ جھوٹ موٹ اپنے تئیں درویش کہلاتا ہے۔ یہاں تک کہ اسے خرقہ بھی پہننا روا نہیں۔

چار عالم

بعدازاں فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام شیخ بہاؤ الدین زکریا قدس اللہ سرہ لعزیز کے اوراد میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ وہ چار عالم یہ ہیں۔ ناسوت، ملکوت، جبروت اور لاہوت۔ پھر ہر ایک کی شرح یوں بیان فرمائی ہے کہ عالم ناسوت عالم حیوانات ہے۔ اور اس کا فعل حواس خمسہ سے ہے۔ جیسے کھانا، پینا، سونگھنا۔ دیکھنا اور سننا۔ جب سالک ریاضت اور مجاہدہ کر کے اس عالم سے گزرتا ہے۔ تو ان تمام صفات سے دوسرے عالم میں جسے عالم ملکوت کہتے ہیں۔ پہنچتا ہے۔ یہ عالم عالمِ فرشتگان ہے۔ اس کا فعل تسبیح، تہلیل، قیام، رکوع اور سجود ہے۔ جب اس عالم سے گزرتا ہے۔ تو تیسرے عالم میں پہنچتا ہے۔ جسے عالم جبروت کہتے ہیں۔ یہ عالمِ عالم روح ہے۔ اور اس کا فعل صفاتِ حمیدہ ہیں۔ جیسے شوق، ذوق، محبت، اشتیاق، طلب، وجد، سکر، صحو، محو اور محو۔ جب ان صفات سے گزرتا ہے۔ تو عالم لاہوت میں پہنچتا ہے۔ جو بے نشان عالم ہے۔ اس وقت اپنے آپ سے قطع تعلق کرتا ہے۔ اسی کو لامکان بھی کہتے ہیں۔ یہاں پر نہ گفتگو ہے نہ جستجو۔ قولہ تعالیٰ اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ۔ پھر فرمایا کہ اے درویش! عالم ناسوت نفس کی صفت ہے۔ عالم ملکوت دل کی صفت، عالم جبروت روح کی صفت اور عالم لاہوت رحمان کی صفت ہے۔ پس ہر ایک میں اس کے مناسب حال و مقام ایک خاص صفت ہے۔ چنانچہ نفس اس جہان کی طرف مائل ہوتا ہے۔ جو شیطان کا مقام ہے۔ اور دل بہشت جاوداں کی طرف مائل ہوتا ہے۔ روح رحمان اور پوشیدہ اسرار کا طالب ہوتا ہے۔ جو نفس

کی متابعت کرتا ہے۔ وہ دوزخ میں جاتا ہے۔ جو دل کی تابعداری کرتا ہے۔ وہ بہشت حاصل کرتا ہے۔ جو روح کی متابعت کرتا ہے۔ اسے قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ پھر مناسب موقعہ کے شیخ الاسلام شیخ شہاب الدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز کی حسب ذیل رُباعی زبان مبارک سے فرمائی۔

رباعی

گرد رہ تن روی مہیا نا راست　　　دردِ دل روی بہشت داراست
دردر رہِ جاناں روی جاناں خواہی　　　قصہ چکنم حاصل است دیداراست

جب خواجہ صاحب یہ فوائد ختم کر چکے۔ تو نماز میں مشغول ہوئے۔ اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

مجلس ۴

فرائض دائمی - ذکر خفی - ذکر جلی اور اُس کی ماہیّت کے بیان میں

جب قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت مولانا بدرالدّین، مولانا منہاج الدّین میراں سید محمد اور دوسرے عزیز حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! سالک کو یہی سمجھنا چاہئے کہ اصلی زندگی وہی ہے۔ جو یادِ حق میں گزرے۔ اور جو اس کے علاوہ ہے۔ وہ بمنزلہ موت ہے۔ پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں۔ کل نفس یخرج بغیر ذکر اللہ فھو میّت۔ جو دم یادِ الٰہی کے بغیر گزرے۔ وہ مردہ ہے زندگی وہی ہے۔ جو یادِ حق میں گزرے۔ چنانچہ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

زندگی نتواں گفت حیاتے کہ مرا است
زندہ آنست کہ با دوست حیاتے دارد

پھر فرمایا کہ جب ایسی حالت ہے۔ تو یادِ حق سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔ بلکہ ہر وقت اور ہر مقام میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا چاہیے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ۔ یعنی اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹتے وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کیا کرو۔ پس اے درویش! حکم یوں ہے کہ دم بدم یادِ حق میں مشغول رہے اور کوئی دم بھی غفلت سے بسر نہ کرے پھر حسب حال یہ شعر پڑھا۔

خوش وقت آں کساں کہ ہمہ روز تا بہ شب
تسبیح دردشان است ہمہ دوست دوست دوست

بعد ازاں فرمایا کہ اس قسم کی یادِ دائم الفرض یہ ہے کہ ہر دم لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا ذکر کرتا رہے چنانچہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من لم یودالفرض الدا ئم لن یقبل اللہ فرض الوقت ۔ یعنی جو شخص فرض دائمی ادانہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اس کے وقتی فرض کو قبول نہیں کرتا۔ چار فرض وقتی یہ ہیں۔ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ۔ پانچواں دائمی فرض لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہے۔ پس طالب حق کو اس دائمی فرض سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔ چنانچہ شیخ الاسلام خواجہ مودود چشتی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں۔

مزن بے یاد مولا یک نفس را اگر در صومعہٗ یا در کنشتی

پس انسان کو سانس لیتے وقت اور باہر نکالتے وقت ہر حالت میں ذاکر رہنا چاہیے۔ تا کہ اس دائمی ذکر سے دل کی اصلاح ہو۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا بکل شی مصقلہ القلب ذکر اللہ تعالیٰ یعنی ہر چیز کی کوئی نہ کوئی صقل کرنے والی چیز ہوتی ہے۔ سو دل کو صاف کرنے والی چیز ذکر الٰہی ہے۔

ذکر کے طریقے

پھر فرمایا کہ بعض درویش ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جن کی زبان سالک ہوتی اور دل یادِ الٰہی میں مشغول ہوتا ہے چنانچہ خود کانوں سے سن لیتا ہے۔ پھر فرمایا کہ میں نے سلطان المشائخ شیخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ ذکر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک خفی۔ دوسری جلی۔ لیکن سالک کو پہلے جلی شروع کرنا چاہئے۔ پھر خفی۔ ذکر جلی زبان سے تعلق رکھتا ہے۔ زبان سے ذکر جلی کی کثرت کرنی چاہیے تا کہ اس کی کثرت سے خفی حاصل ہو۔ ذکر جلی کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے تین مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے اور چوتھی مرتبہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہے پھر پھر پانچ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے اور چھٹی مرتبہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہے۔ پھر فرمایا کہ ذکر کرتے وقت دونوں ہاتھ زانوؤں پر رکھے اور سر کو بائیں طرف سے دائیں طرف جنبش دے۔ اور تصور یہ کرے کہ جو چیز حق تعالیٰ کے سوا ہے سب دل سے دور کر دی ہے جیسا کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

تا بجاروب لا نروبی دل را نرسی در مقام الا اللہ

پھر دائیں طرف سے بائیں طرف کو جنبش دے۔ اور لا الہٰ کہے اور الا اللہ کہتے وقت یہ تصوّر کرے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ پھر اسم اللہ کہے ذکر میں مشغول ہو جائے اور اس قدر ذکر کرے کہ اپنے کانوں سے سن لے۔ یہ تو ذکر جلی کا طریقہ تھا۔ اب ذکر خفی کا طریقہ سنئے۔ حضرت شیخ العالم خواجہ فرید الحق قدس اللہ سرہ العزیز لکھتے ہیں کہ ذکر خفی میں دم بند کر کے ذکر کرے۔ جب تنگ ہو تو آہستہ سے ناک کی راہ سانس لے۔ منہ پھر بھی بند ہی رکھے۔ ایسے اشغال سے دل صاف ہو جاتا ہے۔ دم کی رکاوٹ آگ کی تنگی سے بھی بڑھ کر ہے۔ جس سے دل کے ارد گرد کی غلاظتیں جل کر خاک سیاہ ہو جاتی ہیں۔ اور دل صاف ہو جاتا ہے۔

حکمت کم کھانے میں ہے

پھر فرمایا کہ یہ بات کم کھانے اور رات کو جاگنے سے حاصل ہوتی ہے۔ میں نے پوچھا کہ کس قدر کھانا چاہئے۔ فرمایا کہ

ایک حدیث میں آیا ہے ینبغی السالك بتقليل الطعام یعنی سالک کو اعتدال سے کھانا کھانا چاہئے۔ اگر دو روٹیوں کی بھوک ہو۔ تو ایک کھائے۔ اور اس قدر نہ کھائے کہ سستی پیدا ہو۔ پھر فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے۔ ان الحكمة لفی قلب الجائع و لو کان کا فرًا لا سیمًا اهل الا یمان۔ یعنی بے شک حکمت بھوکے کے دل میں ہوتی ہے۔ خواہ وہ کافر ہی ہو۔ خاص کر اہل ایمان میں زیادہ ہوتی ہے۔

رویتِ عالمین

پھر فرمایا کہ سالک کو روزہ رکھنا چاہیے۔ کیونکہ روزے کی فضیلت بہت ہے۔ پھر اسی موقعہ کے مناسب یہ فرمایا کہ شیخ الاسلام شیخ فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ سالک کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ جب تک وہ تزکیہ تصفیہ اور تجلیہ نہیں کرے گا۔ وہ کبھی کسی مقام پر نہیں پہنچے گا۔ اور درویشی کے جواہر اس میں ظاہر نہیں ہوں گے۔ اس واسطے کہ یہ تزکیہ تصفیہ اور تجلیہ شریعت، طریقت اور حقیقت کے لئے ہوتا ہے۔ تزکیہ نفس سے شریعت حاصل ہوتی ہے۔ جو نماز ادا کرنے، روزہ رکھنے اور دم بدم ذکر جلی میں مشغول ہونے پر منحصر ہے۔ تصفیۂ دل سے طریقت حاصل ہوتی ہے۔ اور جو نماز ادا کرنے، روزہ رکھنے اور دم بدم ذکر خفی کرنے پر ہے۔

پھر زبان مبارک سے فرمایا کہ جب تجلیہ روح حاصل ہوتی ہے۔ تو سات گوہر جو دلی خزانے میں ہیں۔ روشن ہوتے ہیں۔ پہلے گوہر ذکر روشن ہوتا ہے۔ جس کی علامت یہ ہے۔ کہ موجودات کے کل وجود سے متنفر ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد گوہر عشق ظاہر ہوتا ہے۔ جس کی علامت شوق، اشتیاق درد، اندوہ، حیرانی اور بے خودی ہے۔ اور جس سے انسان اللہ تعالیٰ کی رضا مندی چاہتا ہے۔ پھر گوہر محبت ظاہر ہوتا ہے۔ جس علامت دل کو محبت غیر سے خالی کرنا اور ہر حالت میں رضائے حق پر راضی رہنا۔ پھر گوہر سرّ ظاہر ہوتا ہے۔ جس کی علامت مواہب الٰہی سے واردات کی آگہی ہے۔ پھر گوہر روح ظاہر ہوتا ہے جس کی علامت یہ ہے۔ کہ تمام چیزوں سے بے پروا ہو جاتا ہے۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ جب انسان اس مرتبے پر پہنچ جاتا ہے۔ تو حقیقت سے انجام پر پہنچ جاتا ہے۔ اور انوار تجلی سے متصف ہو جاتا ہے۔ اور اٹھارہ ہزار عالم کو اپنی دو انگلیوں میں دیکھتا ہے۔ جس میں قدرت حق کا تماشا کرتا ہے۔ اور جس قدر اس کے نصیب ہوتا ہے۔ اس دریا میں غواصی کرتا ہے۔ اور اپنی طاقت کے موافق اس سے نصیبہ ملتا ہے۔ انسان کو اس سعادت سے اپنے تئیں محروم نہیں رکھنا چاہئے۔ پھر حضرت سلطان المشائخ نے یہ اشعار زبان مبارک سے فرمائے۔

تو بآں راہ نرفتہ ازاں رہ نہ نمودند ورنہ رہ ایں درگہ بر تو کشودند
جاں در رہ دوست باز اگر میخواہی تو نیز چناں شوی کہ ایشاں بُودند

جب خواجہ صاحب یہ فوائد ختم کر چکے۔ تو حجرے میں جا کر یادالٰہی میں مشغول ہو گئے اور میں اور اور لوگ چلے آئے۔

اَلحَمدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

مجلس ۵:

فرضی اور نفلی نمازوں کے اوقات اور اَوراد وغیرہ کے بیان میں

جب قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو اس وقت مولانا محمد مساوی، مولانا منہاج الدین اور مولانا بدر الدین رحمۃ اللہ علیہم اور اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جو نماز وقت پر ادا کی جائے۔ اس کا وصف بیان نہیں ہوسکتا۔

پھر فرمایا کہ صلوٰۃ مسعودی میں امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے میں نے لکھا دیکھا ہے کہ نماز وقت پر ادا کرنی چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ وقت مکروہ ہو جائے۔ اور نماز جائز نہ ہو۔

پھر فرمایا کہ میں نے حجۃ المسلمین میں لکھا دیکھا ہے کہ جو نماز وقت مقررہ پر ادا کی جائے۔ وہ معتبر اور مقبول ہوتی ہے۔ فریضہ نمازوں کے اوقات حسب ذیل ہیں۔ اوّل فجر۔ صبح صادق سے سورج نکلنے تک۔ دوم ظہر۔ دن ڈھلنے سے سایہ دو چند ہونے تک۔ سوم عصر۔ خروج ظہر سے غروب آفتاب تک۔ چہارم شام۔ غروب ہونے سے شفق زائل ہونے تک۔ پنجم عشاء۔ خروج مغرب سے لے کر صبح صادق تک ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے سلطان المشائخ حضرت شیخ نظام الحق والدّین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان گوہر فشاں سے سنا ہے کہ جو نمازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کی ہیں۔ وہ تین طرح ہیں: ایک وہ جو وقت کے متعلق ہیں۔ دوسری وہ جو سبب کے متعلق ہیں۔ اور نہ سبب کے ہر روز۔ وہ نمازیں حسب ذیل ہیں۔ پانچ فریضہ اور تین نفلی۔ ایک چاشت کی۔ دوسری اوابین۔ بعد از شام۔ خواہ آٹھ رکعت ادا کرے۔ خواہ چھ۔ ایک اور نماز ہے۔ جو ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو ادا کی جاتی ہے۔ جو نمازیں سال میں ایک مرتبہ ادا کی جاتی ہیں۔ وہ حسب ذیل ہیں۔ دو عیدوں کی، تراویح کی اور شب برات کی۔

پھر زبان مبارک سے فرمایا کہ جن نمازوں کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ وہ وقت کے متعلق ہیں۔ جو سبب کے متعلق ہیں۔ وہ دو ہیں۔ ایک استسقاء کی۔ دوسری کسوف وخسوف کی۔ اور جو نماز نہ وقت کے متعلق ہے۔ نہ سبب کے۔ وہ نماز تسبیح ہے۔ خواہ کسی وقت ادا کی جائے۔

پھر فرمایا کہ جو شخص شکر عمل میں بجالانا چاہے۔ اسے یہ طریق اختیار کرنا چاہئے کہ سحر کے وقت تازہ وضو کرے اور دوگانہ شکر ادا کر کے تین مرتبہ یہ آیت پڑھے:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فَسُبْحٰنَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَـہُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْھِرُوْنَ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَیُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا وَکَذٰلِکَ تُخْرَجُوْنَ۔

پھر دو رکعت نماز سنت صبح ادا کرے۔ پہلی رکعت میں اَلَـمْ نَشْـرَحْ پڑھے۔ دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد اَلَـمْ تَرَ کَیْفَ۔ اس نماز سے فارغ ہو کر یہ دعاء پڑھے:

اللھم زدنا نور اوزو سر ور نا و حضور ناوز وطاعتنا وزدوزو نعمتنا ومحبتنا وزوعشقنا وزوشو قنا وزوزوقنا وزومعر فتنا وحالتنا وزوحولنا وزوالسنا وزد علمنا وزو حلمنا وزوقو تنا بحرمت جمیع حروف القراٰن و بحرمة محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم برحمتك یا ارحم الراحمین۔

اور طلوع آفتاب تک اس وقت کو غنیمت سمجھے۔ پھر نماز اشراق ادا کرے۔ اور یادِ الٰہی میں مشغول رہے۔ پھر چاشت کے وقت بارہ رکعت تین سلاموں سے اس طرح ادا کرے۔ کہ پہلی چار رکعتوں میں چاروں ''اِنَّـا'' پڑھے پہلی رکعت میں انـا اوصینا دوسری میں انا ارسلنا۔ تیسری میں انا انزلنا اور چوتھی میں انا اعطینٰك پڑھے۔ دوسری چار رکعتوں میں سے پہلی میں والشّمس دوسری میں والّیل۔ تیسری میں والضُّحٰی اور چوتھی میں الم نشرح پڑھے۔ اور باقی کی چار رکعتوں میں چاروں قل پڑھے۔ پھر جب سایہ ڈھلے۔ تو چار رکعت نماز فی الزوال ادا کرے۔ اور ظہر کی چاروں سنتوں میں چاروں قل پڑھے۔ پھر فرمایا کہ حجۃ الاسلام میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص عصر کی نماز کے بعد پانچ مرتبہ سورۂ عـم پڑھے۔ وہ حق تعالیٰ کی محبت کا اسیر ہو جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ شیخ الاسلام خواجہ محمد چشتی قدس اللہ سرہ العزیز سے منقول ہے کہ نماز شام کے بعد بیس رکعت نماز اوّابین ادا کرے اور اس میں جو کچھ وہ جانتا ہو۔ پڑھے۔ اور پھر سر بسجود ہو کر تین مرتبہ یہ کہے اللھم ارزقنی توبة تو جب محبتك فی قلبی یامجیب التوّابین ۔ پھر دو رکعت حفظ الایمان اس طرح ادا کرے کہ پہلی رکعت میں سات مرتبہ سورۂ اخلاص اور ایک مرتبہ سورۃ الناس پڑھے۔ پھر سر بسجود ہو کر تین مرتبہ کہے یاحیُّ یا قیوم ثبتنی علی الایمان امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان اس کے نصیب کرے گا۔ اور اس کا جو دم گزرے گا۔ کفایت سے گزرے گا۔

بعد ازاں فرمایا کہ میں نے اسرار الاولیاء میں لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص عشاء کے بعد دو رکعت نماز روشنائی چشم کے لئے اس طرح ادا کرے۔ کہ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد انا اعطینٰك تین مرتبہ پڑھے۔ اور پھر سر بسجود ہو کر یہ کہے۔ مستغنی بسمعی و بصری واجعلھا الوارث ۔ تو اس کی بینائی ایسی تیز ہو جاتی ہے کہ دن کو ستارے دیکھنے لگتا ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے سلطان المشائخ شیخ نظام الحق والدین سرہٗ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ جو شخص آدھی رات کو اٹھ کر تازہ وضو کرے۔ اور پھر چار رکعت صلوٰۃ العاشقین اس طرح ادا کرے۔ کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد تین مرتبہ آیۃ الکرسی پڑھے۔ اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد پانچ مرتبہ اخلاص۔ تیسری رکعت میں اٰمَنَ الرَّسُوْل تین مرتبہ اور چوتھی رکعت میں اخلاص تین مرتبہ۔ پھر سلام کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھے:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم یا مسبب الاسباب و یا مفتح الابواب یا مقلب القلوب والابصار یا دلیل المتحیرین ارشد نی و یا غیاث المستغیثین اغثنی تو کلت علیك یا رب افوض امری الیك یا رب ارجوك ولا قوة الا باللّٰہ العلی العظیم وایاك نستعین برحمتك یا ارحم الرّٰحمین

بیداریٔ شب کے اوقات

پھر فرمایا کہ بیداریٔ شب میں اختلاف ہے۔ بعض مشائخ رات کے پہلے حصے میں بیدار رہتے ہیں۔ اور بعض پہلے حصے میں سو جاتے ہیں اور آدھی رات کو اٹھ کر یاد الٰہی میں مشغول ہوتے ہیں لیکن عمدہ طریقہ بھی یہی ہے۔ چنانچہ شیخ المشائخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی یہ عادت تھی کہ آدھی رات کو جاگتے۔ مؤذن موجود ہوتا۔ اسی وقت عشاء کی نماز ادا کرتے۔ اور پھر صبح صادق تک بیدار رہتے۔ اور سارا وقت قرآن شریف کی تلاوت، نماز، ذکر اور فکر میں بسر کرتے۔

بعدازاں فرمایا کہ پہلے مشائخ نے اسی طرح کام کیا ہے۔ تب کہیں قرب الٰہی حاصل کیا ہے۔ اگرچہ فیض الٰہی نازل ہوتا ہے۔ لیکن اپنی طرف سے کماحقہٗ کوشش کرنی چاہئے۔

گرچہ ایزد دہد ہدایت دین　　سالک را اجتہاد باید کرد
نامۂ کاں بحشر خواہی خواند　　ہم ازینجا سوادِ باید کرد

جب خواجہ صاحب یہ فوائد ختم کر چکے۔ تو نماز میں مشغول ہوگئے۔ اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔

مجلس ۶

قرآن مجید کی تلاوت اور اسے حفظ کرنے کے بیان میں

قرآن شریف کی تلاوت کے بارے میں ذکر ہو رہا تھا۔ جب قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت اہل سلوک بھی حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! قرآن شریف کی تلاوت کرنا تمام عبادتوں سے افضل اور بہتر ہے۔ دنیا اور آخرت اور جو کچھ بھی ان میں ہے۔ سب سے بہتر قرآنی تلاوت ہے، جب صورت یہ ہے۔ تو انسان کو ایسی نعمت سے غافل نہیں رہنا چاہیے اور اپنے آپ کو محروم نہیں رکھنا چاہیے۔

پھر فرمایا کہ میں نے "حجۃ الاسلام" میں لکھا دیکھا ہے کہ جس دل میں قرآن شریف آتا ہے۔ وہ گناہ اور حرص سے پاک ہو جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے سلطان المشائخ شیخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ قرآن شریف کی تلاوت میں دو فائدے ہیں۔ ایک حظ چشم یعنی آنکھ کی روشنائی کبھی کم نہیں ہوتی اور نہ آنکھ درد کرتی ہے۔ دوسرے ہر وقت کی تلاوت سے ہزار سالہ عبادت کا ثواب اعمالنامے میں لکھا جاتا ہے۔ اور اسی قدر بدیاں دور کی جاتی ہیں۔

پھر فرمایا کہ مصباح الارواح میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ جب حافظ قرآن فوت ہو جاتا ہے۔ تو اس کی جان نوری قندیل میں ڈال کر ہزار بار انوارِ تجلّی سے قرب الٰہی نصیب کرتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ قیامت کے دن حافظ قرآن (آمنا و صدقنا) بہشت میں جائیں گے۔ اور ہر ایک کو الگ الگ تجلّی ہوگی۔ چنانچہ کہتے ہیں۔ کہ قیامت کے دن تمام انبیاء اور اولیاء کو یکبارگی تجلّی ہوگی۔ میں نے عرض کی کہ اگر یاد نہ ہو سکے۔ تو دیکھ کر پڑھنے کی بابت کیا حکم ہے؟ فرمایا۔ اچھا ہے۔ اس میں آنکھوں کو بھی حظ حاصل ہوتا ہے۔ اور ہر حرف کے بدلے سو سال کی عبادت کا ثواب اسکے اعمال نامہ میں لکھا جاتا ہے۔

حفظِ قرآن کے لئے سورۂ یوسف پڑھنا

پھر فرمایا کہ میں نے دلیل السالکین میں لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ مجھے حفظ نصیب ہو۔ تو اسے سورۂ یوسف ہمیشہ پڑھنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے حفظ اس کے نصیب کرتا ہے۔

پھر فرمایا کہ شیخ الاسلام شیخ معین الحق و الشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز سے منقول ہے کہ شیخ الاسلام خواجہ ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن حفظ نہ تھا۔ اس وجہ سے متردد خاطر رہتے تھے۔ ایک رات خواب میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے پوچھا کہ متفکر کیوں رہتے ہو؟ عرض کی کہ قرآن شریف حفظ کرنے کی خاطر۔ فرمایا۔ سورۂ یوسف پڑھا کرو انشاءً اللہ حفظ ہو جائے گا۔ اور آخر عمر میں ہر روز پانچ مرتبہ قرآن شریف پڑھ کر پھر کسی کام میں مشغول ہوتے۔

پھر فرمایا۔ اے درویش! شیخ الاسلام قطب الحق والدین قدس اللہ سرہ لعزیز کو ابتداء میں قرآن شریف حفظ نہ تھا۔ اس وجہ سے آپ متردد خاطر رہا کرتے تھے۔ ایک رات جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو دیکھ کر پائے مبارک پر سر رکھ دیا۔ اور عرض کی کہ میں کچھ التماس کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا۔ کہو! میں نے عرض کی کہ مجھے قرآن شریف حفظ ہو جائے۔ فرمایا: سورۂ یوسف یاد کر کے پڑھا کرو! آپ نے سورۂ یوسف کو پڑھنا شروع کیا۔ تو تھوڑے عرصے میں اس کی برکت سے قرآن شریف حفظ ہو گیا۔

پھر فرمایا کہ جو شخص بھی قرآن شریف حفظ کرنا چاہے۔ وہ سورۂ یوسف یاد کر کے پڑھا کرے۔ انشاء اللہ خدا تعالیٰ کی برکت سے باقی قرآن شریف بھی حفظ ہو جائیگا۔ جب خواجہ صاحب یہ فوائد ختم کر چکے۔ تو حجرے میں جا کر یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

مجلس ۷:

محبت وغیرہ کے بیان میں

محبت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ جب قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت مولانا بدر الدین، مولانا منہاج الدین، مولانا مساوی اور میراں سید محمد وغیرہ سب حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ جس کو اللہ تعالےٰ اسے محبت

ہے۔ اسے غیر کی محبت سے کیا واسطہ؟

اِخلاصِ محبت

اس واسطے کہ جس دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہوتی ہے۔ اس میں غیر کی محبت نہیں رہتی۔ بعد ازاں فرمایا کہ میں نے انیس الارواح میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ ایک مرتبہ کوئی بزرگ عالم شکر (بے ہوشی) میں تھا۔ اسی حالت میں اس نے کہا۔ لیس لی سوا ك و لا قلبی بغیرك راغب ۔ یعنی تیرے سواء میرے کچھ نصیب نہیں۔ اور نہ میرا دل تیرے غیر کی طرف راغب ہے۔

پھر فرمایا کی محبت کا مقام تمام مقامات سے برتر ہے۔ اس مقام کے لائق وہی شخص ہوتا ہے۔ جو تمام مرادات سے فارغ ہو۔ اور جسے اللہ تعالیٰ کی طلب سے سوا کسی بات کا شعور ہی نہ ہو۔

محبتِ ذات اور محبتِ صفات

پھر فرمایا کہ میں نے حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہٗ کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ محبت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک محبتِ ذات۔ دوسری محبتِ صفات۔ محبتِ ذات مواہب سے ہے۔ اور محبتِ صفات حاصل کی جاتی ہے۔ جو مواہب کے متعلق ہے۔ اسے کسب و عمل سے کچھ تعلق نہیں۔ اور جو کسب کے متعلق ہے۔ اس کے لئے محبت کی جا سکتی ہے

پھر فرمایا کہ میں نے اسرار العارفین میں لکھا دیکھا ہے کہ مبتدی محبت کی مشق کرتا ہے۔ تو چار چیزیں اسے پیش آتی ہیں۔ یعنی ۱-خلق، ۲- دنیا، ۳-نفس، ۴-اور شیطان۔

پس خلقت کے دور کرنے کا طریقہ گوشہ گیری ہے اور دنیا کو ترک کرنے کے لیے قناعت اور نفس اور شیطان کے دفعیے کے لئے دم بدم اللہ تعالیٰ سے التجاء کرنی چاہئے۔ چونکہ یہ دونوں قدیمی دشمن ہیں۔ اس لئے طالب کو اللہ تعالیٰ کی محبت سے ورغلاء کر غیر کی محبت میں لا ڈالتے ہیں۔

مقامِ محبت

پھر فرمایا کہ میں نے مونس الارواح میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک بزرگ نے خواجہ حسن بصری علیہ الرحمۃ سے پوچھا کہ آپ کتنے عرصے میں مقام محبت پر پہنچے۔ فرمایا تین دن میں۔ پہلے روز دنیا کو ترک کیا۔ دوسرے روز آخرت کو اور تیسرے روز مقام محبت پر پہنچ گیا۔ جب یہ بات رابعہ بصری علیہا الرحمۃ نے سنی۔ تو فرمایا۔ پہنچ تو گیا لیکن دیر بعد جب میں نے حق تعالیٰ کی محبت طلب کی۔ تو پہلے قدم میں اپنے تئیں گم کیا۔ دوسرے قدم میں آخرت کو۔ اور تیسرے قدم میں مقام محبت پر پہنچ گئی۔

پھر فرمایا کہ خاص محبت اس کا نام ہے کہ محبوب چیز کو دوست کی خاطر ایثار کر دے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی محبت کی خاطر اپنے فرزند کو قربان کرنا چاہا۔ تو حکم ہوا کہ اے ابراہیم! تو ہماری دوستی میں ثابت قدم ہے۔ اپنے بیٹے کو قربان نہ کر ہم اس کے عوض بہشت سے ایک دنبہ بھیجتے ہیں اس کی قربانی کر اور بیٹے کو چھوڑ دے۔

پھر خواجہ زار زار روئے اور بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا کہ محبت میں صادق وہ ہے۔ کہ اگر اسے ذرّہ ذرّہ کر دیا جائے۔ یا آگ میں جلا دیا جائے تو ثابت قدم رہے۔ جو ان حالتوں میں ثابت قدم نہ ہو گا تو وہ محبت میں بھی ثابت قدم نہ ہو گا۔

پھر فرمایا کہ میں نے دلیل العاشقین میں لکھا دیکھا ہے کہ خواجہ منصور حلاج کو بازار میں لا کر سولی چڑھانے کا حکم ہوا تو آپ خود ہنسی خوشی سولی پر چڑھ گئے۔ اور خلقت کو مخاطب کر کے فرمایا کہ محبت اور عشق بازی کی دو رکعتیں ہیں۔ جن کا وضو اپنے خون سے کیا جاتا ہے۔ سو وہ بھی سولی پر چڑھ کر رکعتان فی العشق الوضوء لا بد منه . پھر جب خواجہ شبلی علیہ الرحمۃ نے آپ سے پوچھا کہ محبت میں کمالیت کس بات کا نام ہے۔ فرمایا۔ یہ کہ ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی پر چڑھا دیا جائے تو صدق سے اپنے خون سے محبوب کے لئے چہرہ سرخ کرے۔ پہلے روز اسے قتل کریں۔ دوسرے روز جلائیں۔ اور تیسرے روز خاکستر کو بہتے پانی میں پراگندہ کریں۔ جو شخص یہ سب کچھ برداشت کرے۔ اور دم نہ مارے۔ تو سمجھو کہ وہ مقام محبت کے لائق ہے۔ پھر خواجہ صاحب زار زار روئے اور نعرہ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ ہوش میں آ کر فرمایا کہ خواجہ منصور حلاج پر ہزار رحمت کہ وہ اس دنیا سے عشق و محبت میں ثابت قدم گیا۔

پھر فرمایا کہ میں نے حسب ذیل رباعی سلطان المشائخ شیخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہ لعزیز کی زبان مبارک سے سنی تھی۔

رباعی

آنرو ز مباد کز تو بیزار شوم   یا با دگرے دریں جہاں یار شوم
گر بر سوئے کوئے تو مرادار کنند   خود رقص کناں بر سر آں دار شوم

پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مصر میں ایک دیوانہ تھا۔ جس کی گردن میں طوق اور زنجیر تھی۔ اور بیڑیاں پاؤں میں۔ اسی حالت میں وہ قبرستان میں بیٹھا تھا کہ شیخ الاسلام ابو علی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ پاس سے گزرے۔ تو فرمایا کہ مرد خدا! ذرا ادھر آنا جب آگے بڑھا۔ تو پاس آ کر کہا۔ جب آج رات یادِ الٰہی میں مشغول ہو۔ تو دوست کو میرا یہ پیغام دینا کہ میرا گناہ صرف یہی تھا کہ میں نے ایک مرتبہ کہا تھا۔ کہ میں تجھے دوست رکھتا ہوں۔ سو اس کے عوض تو نے مجھے طوق اور زنجیر اور بیڑیاں پہنائیں۔ مجھے تیرے عزو جلال کی قسم! کہ اگر تو ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کی مصیبتوں کو طوق بنا کر میرے گلے میں ڈال دے۔ اور تمام جہان کو بیڑیاں بنا کر میرے پاؤں میں پہنا دے۔ تو بھی تیری محبت میرے دل سے ذرّہ بھر کم نہ ہو گی خواجہ صاحب اس بات پر زار زار روئے۔

پھر یہ حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک مرتبہ کوئی بزرگ بیابان میں سے جا رہا تھا۔ وہاں پر گرمی کے موسم میں دو پہر کے وقت ایک شخص کو پتھر پر ننگے پاؤں کھڑا دیکھا۔ جو آسمان کی طرف ٹکٹکی لگائے ہوئے حیران تھا۔ اس بزرگ نے اپنے دل میں کہا کہ یہ استغراق کیا ہی اعلیٰ درجے کا ہے۔ جب آگے بڑھ کر اپنی آنکھیں اس مرد کے قدموں پر رکھیں۔ تو اس نے ہوش میں آ کر اس

بزرگ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا کہ اے عزیز! بس کر اتنا ہی کافی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ میں تجھ سے گفتگو کروں۔ اور دوست کو غیرت آئے۔ اور تجھے میرے پاس رہنے دے۔ یہ کہہ کر پھر عالم تحیرّ میں محو ہو گیا۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ محبت اور عزت ایک ہی درخت کا پھل ہیں۔ جتنی محبت زیادہ ہوگی۔ اتنی عزت زیادہ ہوگی۔

عالم تحیرّ بہت اعلیٰ ہے

پھر عالم تحیر کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ عالم تحیرّ بہت اعلیٰ ہے اس میں وہی محو ہوتا ہے جس کے نصیب میں ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ جس شخص کو عالم تحیر میں مبتلا کیا جلتا ہے۔ وہ ہر وقت متحیر، مدہوش اور قدرت حق کی آفرینش میں ہوتا ہے۔ اگر کھڑا ہے۔ تو بھی دوست کی یاد میں۔ اگر بیٹھا ہے۔ تو بھی اسی کی یاد میں اگر لیٹا ہوا ہے۔ تو بھی دوست کی قدرت وعظمت کا تماشہ کر رہا ہے۔ اگر بیدار ہے۔ تو بھی دوست کے حجابِ عظمت کے گرد ہے۔ پھر خواجہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر رباعی مناسب حال بیان فرمائی۔

رباعی

عاشق بہ ہوائے دوست مدہوش بود — وز یادِ محبت خویش بے ہوش بود

فردا کہ ہمہ حشر حیران باشند — نام تو درونِ در جوش بود

بعد ازاں فرمایا کہ جب اہل تحیرّ صبح کی نماز ادا کرتے ہیں۔ تو سورج نکلنے تک وہیں ٹھیرے رہتے ہیں۔ اس سے ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ دوست کی نظر میں مقبول ہو جائیں۔

پھر فرمایا کہ دلیل العارفین میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ کوئی بزرگ آسمان کی طرف آنکھیں جمائے عالم سکر میں کھڑا تھا۔ اس حالت میں کیا دیکھتا ہے کہ عرش سے کرسی اور کرسی سے عرش تک پوچھ رہا ہے۔ کہ تیری کیا حالت ہے؟ بزرگ یہ دیکھ کر نعرہ مار کر بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب ہوش میں آیا تو پاس کھڑے ہوئے ایک مرید نے پوچھا۔ یا شیخ! یہ کیا حالت ہے؟ اور اتنا خوف کس وجہ سے ہے؟ فرمایا۔ اے عزیز! حیرانی معاملہ تحیرّ میں ہے۔ اس وقت میں عالم سکر میں تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ عرش کرسی سے اور کرسی عرش ہے یہ سوال کرتی ہے کہ تیرا کیا حال ہے؟ پس مجھے معلوم ہو گیا کہ عرش سے فرش تک جو چیز پیدا کی گئی ہے۔ وہ سب اوصاف الٰہی میں متحیرّ ہے۔ اور عالم تحیرّ میں ہے۔ اسی واسطے میں مارے ڈر کے کانپ اٹھا۔ جب خواجہ صاحب اس بات پر پہنچے تو آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ حیرانی معاملہ تحیرّ میں ہے۔ پھر نظامی گنجوی علیہ الرحمۃ کا حسب ذیل شعر زبان مبارک سے فرمایا۔

نظامیؔ! ایں چہ اُسرار است کز خاطر عیاں کر دی

کسے راترس جنباند زباں درکش زباں درکش

جب خواجہ صاحب نے یہ شعر پڑھا۔ تو میں نے آداب بجالا کر التماس کی کہ مجھے شیخ الاسلام حضرت خواجہ معین الدین

قدس اللہ سرہ العزیز کا قول یاد آیا ہے۔ اگر حکم ہو تو پڑھوں؟ فرمایا پڑھو!

نظم

از مطلع دل علم یک لمحہ از رخسار او — ذرّہ ذرّہ ہستیم در پردۂ انوارِ او
با آنکہ ذرّات تنم ہر یک ہزاراں دیدہ شد — یک ذرہ ہم دیدہ نشداز پرتوِ رخسارِ او
حسنش چو آید جلوہ گر طاقت ندارد چشم سر — ازدیدہ دل کن نظر تا بنگری دیدارِاو
بگذار کوئے آب و گِل درآبقصرِ جان و دل — باسرے خود متصل سرے ہم از اَسرارِ او
اظہار حُسن دلبرے میمیں زہرمہ پیکرے — پیداست در ہر مظہرے آں حسن آں اظہار او
خواجہ کنند درخود نظر اندیشہ سازد ازبشر — بازش کنند زیر و زبر حیرانم اندر کارِ اُو
پر شدجہاں یکسر از و شد نیک و بد مظہر ازو — مومن ازو کافر از و درقید او زونارِ او
تر سا بسوئش لشا فتہ بو از چلیپا یا فتہ — زلفِ تو بر ہم تافتہ آں حلقۂ زُنّارِ او
مسکین معیّن دیک غزل بر خواند اسرارِازل — بشنوکلام لایزل درکسوتِ گفتارِاو

جب میں (مصنف کتاب) نے یہ غزل پڑھی۔ تو خواجہ صاحب زار زار روئے اور فرمایا کہ اے درویش! مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ پھر بہت تعریف کی۔ اور بارانی جبّہ اور چارتر کی کلاہ عنایت فرمائے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

شکر انہ ہزار دینار دہند — باشیخ گلیم ہر کرا بار دہند

پھر زبان مبارک سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دلوں کو بخوبی دیکھتا اور جانتا ہے۔ جو کچھ تو دیکھ رہا ہے۔ سب اسی کا ظہور ہے۔
جب خواجہ صاحب ان فوائد کو ختم کر چکے۔ تو نماز میں مشغول ہو گئے۔ میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

مجلس ۸:

سماع وغیرہ کے بیان میں

سماع وغیرہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جب قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت مولانا محمد مساوی، مولانا محمد قیام الدین اور مولانا بدرالدین صاحب حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ میں نے حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ سماع کی چار قسمیں ہیں۔ ایک حلال دوسری حرام، تیسری مکروہ، چوتھی مباح۔ پھر ہر ایک کی شرح یوں بیان فرمائی۔ کہ اگر صاحب وجد کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ ہو تو مباح ہے۔ اگر مجاز کی طرف ہو تو مکروہ ہے۔ اگر دل بالکل اللہ تعالیٰ کی طرف ہے تو حلال ہے اگر بالکل مجاز کی طرف ہو تو حرام ہے۔

پھر فرمایا کہ جو آواز موزوں ہے۔ وہ کس طرح حرام ہو سکتی ہے؟ شیخ الاسلام خواجہ معین الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز سماع کے بارے میں فرماتے ہیں کہ سماع ایک سرحق ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: اَلَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ هَدٰاهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِکَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَاب ۔جب حیوانی خصلتیں جوذات عالم میں ہیں۔اس کی ذات سے مبدل ہو جاتی ہیں۔ اور انسانی خصلتیں اس کے دل پر غالب آتی ہیں۔تو عشق کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ اور ہیبت سے جنبش شروع ہو جاتی ہے۔ اس وقت باطنی اسرار کا کشف اسے حاصل ہو جاتا ہے۔ جس کے ذوق سے وہ رقص کرنے لگتا ہے۔ چنانچہ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

گر عروسِ سبز پوش مرا روئے بنماید　　　لا جرم طاؤس ِ دِل در رقص آید

اسی کے مناسب ہندی زبان میں فرمایا۔

بھاگ نہا کی سا ساجن پیون ہو پایا　　　رہسی تا چوں سو ر چوں جب شہ گھر آیا

بعد ازاں فرمایا کہ صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ ایک لونڈی ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے روبرو دف بجا رہی تھی۔ اور گا رہی تھی۔ امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منع فرمایا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں منع نہ کرو۔ اسی حالت میں رہنے دو۔ کیونکہ ہر قوم کی عید ہوا کرتی ہے۔

پھر فرمایا کہ عوارف میں لکھا دیکھا ہے کہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میرے روبرو سرود کیا جا رہا تھا۔ کہ اتنے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور بغیر منع فرمائے بیٹھ گئے۔ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سرود سن رہے ہیں۔ اور رو رہے ہیں۔ تو آپ بھی رونے لگے۔ پھر امیر المؤمنین عثمان اور علی رضی اللہ عنہما آئے جب سرود سنا تو وہ بھی رونے لگے۔ پھر جب نماز کا وقت ہوا۔ تو ظہر کی نماز وضو کر کے ادا کی۔

سماع، حلال یا حرام

بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ کسی عالم نے حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں آ کر کہا کہ یہ کب جائز ہے کہ مجمع میں دف اور بانسریاں بجائی جائیں۔ سماع سنا جائے اور صوفی رقص کریں۔ آپ نے فرمایا کہ سماع نہ تو مطلق حرام ہے۔ اور نہ مطلق حلال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بعض کے لئے حلال کیا ہے۔ اور بعض کے لئے حرام۔ جن کے لئے حرام ہے۔ انہیں نہیں سننی چاہیے۔ لیکن جن کے لئے حلال ہے۔ انہیں کوشش کرنی چاہیے۔ کہ مزامیر (بانسریاں) وغیرہ کے بارے میں احتیاط اور منع کا حکم بے شک ہے۔ لیکن جب کوئی شخص اپنے مقام سے گرے۔ تو شرع میں گرے۔ اور اگر شرع سے بھی گر جائے گا۔ تو پھر اس کا ٹھکانہ نہیں۔

پھر فرمایا کہ سماع دردمندوں کے لئے بمنزلہ علاج ہے۔ جس طرح ظاہری درد کے لئے علاج ہوتا ہے۔ اسی طرح باطنی درد کے لئے سماع کے سوا اور کوئی علاج نہیں۔ امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق شرع میں نفس کے ہلاک کرنے کا حکم نہیں آیا اور نہ ہی جائز ہے۔ پس اس قسم کا سماع پر غم اور اہل درد کے لئے مباح ہے۔ اور بے دردوں اور اہل نفس وغیرہ کے

لئے شریعت اور طریقت دونوں میں حرام ہے۔ جیسا کہ شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جہاں بر سماع است مستی و شور ولیکن چہ بیند در آئینہ نور

پریشاں شود گل بیاد سحر نہ ہیزم کہ نشگافدش جز تبر

نگینہ خون بن گیا

بعدازاں مناسب موقعہ کے یہ حکایت فرمائی۔ کہ اصفہان کے بادشاہ کا صرف ایک ہی لڑکا تھا۔ جس سے وہ بہت پیار کیا کرتا تھا۔ ہر وقت اس کو نظر کے سامنے رکھتا ایک دم کے لئے بھی جدا نہ کرتا۔ اتفاقاً ایک روز بادشاہ محل سے کہیں گیا ہوا تھا۔ بادشاہ کے لڑکے نے فرصت پا کر سیر کی ٹھانی۔ راہ میں سرود کی جو آواز سنی تو نعرہ مار کر گھوڑے سے گر پڑا۔ خدمت گار ہاتھوں ہاتھ اسے گھر لے آئے۔ اسے بیماری لاحق ہوگئی۔ ملک بھر کے حکیموں کو بلا کر تشخیص کرائی گئی لیکن کچھ معلوم نہ ہوا کہ مرض کیا ہے۔ سب نے متفق ہو کر کہا کہ اس کی بیماری کا کچھ پتہ نہیں لگتا۔ اس بیماری کا اثر شہزادے پر یہ ہوا کہ کچھ نہ کھاتا نہ پیتا نہ بولتا۔ بے ہوش اور متحیر رہتا۔ جب کبھی ہوش سنبھالتا۔ صرف اتنا کہتا۔ کہ اندر جلتا ہے۔ یہ کہہ کر پھر بے ہوش ہو جاتا۔ آخر وہ اسی مرض سے فوت ہو گیا۔ بادشاہ نے کہا کہ اس کا پیٹ پھاڑ کر دیکھو کہ اسے کیا بیماری تھی۔ کیونکہ وہ یہی کہتا تھا کہ میرا اندر جل گیا۔ ہے۔ آخر جب پیٹ پھاڑا گیا۔ تو اس میں سے ایک سرخ پتھر نکلا، جب حکیموں اور طبیبوں کو دکھلایا گیا۔ تو سب نے متفق ہو کر کہا۔ کہ ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آتا کیونکہ اس کا ذکر ہماری طب کی کتابوں میں کہیں نہیں آتا۔ چونکہ بادشاہ کو شہزادے سے بڑی الفت تھی۔ کہا کہ اس پتھر کے دو نگینے بناؤ۔ بنوا کر ایک پہن لیا۔ اور دوسرا رکھ چھوڑا۔ جب چند روز بعد ماتم سے فارغ ہوا۔ تو ایک روز سرود سن رہا تھا کہ وہ نگینہ پگھل کر خون بن گیا۔ بادشاہ! یہ دیکھ کر حیران رہ گیا طبیبوں اور حکیموں کو بلا کر وجہ دریافت کی۔ انہوں نے کہا اے بادشاہ! تیرا لڑکا عاشق تھا۔ ہمیں معلوم نہ تھا۔ ورنہ ہم کہتے کہ اسے راگ سناؤ۔ اگر سرود سنایا جاتا۔ تو یہ پتھر اس کے شکم میں پگھل کر خون بن جاتا۔ اور اسے صحت ہو جاتی۔

خرم تنے کہ جاں بدہد از برائے یار اقبال آں سرے کہ شود پائمالِ دوست

بادشاہ نے حکم دیا کہ دوسرا نگینہ خزانے سے لایا جائے۔ جب لایا گیا تو ہاتھ میں پہن کر قوالوں کو سرود کا حکم دیا۔ جب سرود شروع ہوا تو لوگوں کی نگاہیں اس نگینے پر جمی ہوئی تھیں۔ سرود کی آواز سے نگینہ پگھلنے لگا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے خون بن گیا۔ بعدازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس حکایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سماع دردمندوں کا علاج ہے۔

پھر فرمایا کہ اگر انسان صاحبِ ذوق و درد ہے۔ تو قوال کا ایک شعر ہی اس کے لئے کافی ہے۔ خواہ ساتھ بانسریاں وغیرہ ہوں یا نہ ہوں۔ لیکن جسے ذوق و درد کی خبر ہی نہیں اس کے روبرو خواہ کتنے چنگ، دف اور مزامیر بجائے جائیں۔ اس پر کچھ اثر نہ ہوگا۔

پس معلوم ہوا کہ یہ کام درد کے متعلق ہے۔ نہ کہ ساز و سامان کے۔ جب خواجہ صاحب یہ بیان کر چکے۔ تو ایک آدمی نے کہا (اور قوال کی طرف اشارہ کیا) کہ عزیز حاضر ہیں۔ کچھ کہو۔ جب قوال نے سماع شروع کیا۔ تو مولانا محمد مساوی رحمۃ اللہ

علیہ اور مولانا بدر الدین رحمۃ اللہ علیہ اُٹھ کر رقص کرنے لگے۔ ظہر کی نماز سے عصر کی نماز تک رقص کرتے رہے۔ قوالوں نے یہ قصیدہ گایا تھا۔

قصیدہ

عشق در پردہ ے نواز و ساز	عاشق کو کہ بشنو آواز
ہر نقل نغمہٗ دیگر ساز	ہر زماں زخمہٗ کند آغاز
ہمہ عالم صدائے نغمہٗ اوست	کہ شنید ایں چنیں صدائے دراز
رازِ اُو از جہاں بروں اُفتاد	خود صدا کسے لنگاہ دار دباز
سرّ اُو ہر زماں ہر روز	خو د تو بشنو کہ من نیم غماز

جب سماع ختم ہوا۔ تو عصر کا وقت تھا۔ وضو کر کے نماز ادا کی گئی۔ پھر خواجہ صاحب جماعت خانہ کے صحن میں بیٹھے۔ مولانا منہاج الدین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قیام الدین رحمۃ اللہ علیہ اور اور عزیز صاحبان حاضر خدمت تھے۔ کمال نام قوال نے پھر سرود شروع کیا۔ خواجہ صاحب رقص کرنے لگے اور رونے لگے جس کا اثر حاضرین پر بھی ہوا۔ جب سماع ختم ہوا۔ تو سارے عزیزوں نے خواجہ صاحب کی قدمبوسی کی۔ قوالوں نے یہ قصیدہ گایا تھا۔

قصیدہ

غم کز تو دارم بہ پیش کہ گوئیم	دوائے دل دردمند از کہ جوئیم
اگر کشتہ کردم بشمشیر عشقت	بہ پیش کس ایں ماجرا را بگوئیم
طبیبم تو باشی علاج از کہ خواہم	اسیر تو باشم خلاص از کہ جوئیم
زسعدی چہ جویم کہ گوئیم چہ جوئیم	غمے کز تو دارم بہ پیش کہ گوئیم

عصر کی نماز سے لے کر تہجد کی نماز تک خواجہ صاحب رقص کرتے رہے۔ جب نماز کا وقت ہوتا۔ تو وضو کر کے ادا کر لیتے۔ اور پھر مشغول ہو جاتے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ

ایام بیض کے روزے

بعد ازاں ایام بیض کے بارے میں زبان مبارک سے فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام کو بہشت سے دنیا میں بھیجا گیا۔ تو جناب کا سارا وجود مبارک سیاہ ہو گیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاء قبول فرمائی۔ تو حکم ہوا کہ ہر مہینے کی تیرھویں چودھویں اور پندرھویں کو روزہ رکھا کر۔ پہلے روز جب روزہ رکھا۔ تو تیسرا حصہ وجود کا سفید ہو گیا۔ دوسرا روزہ رکھنے سے دوسری تہائی بھی سفید ہو گئی۔ اور تیسرے روز سارا وجود سفید ہو گیا۔

بعد ازاں اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ میں نے دلیل العارفین میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ کسی آدمی نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ایام بیض کے بارے میں پوچھا۔ تو فرمایا کہ ہر مہینے کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں کو روزہ رکھنا

ایسا ہے۔ کہ گویا سارا سال روزہ رکھتا ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ شیخ الاسلام خواجہ محمد چشتی قدس اللہ سرہ العزیز کے اوراد میں لکھا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جو شخص ہر مہینے میں تین روزے رکھتا ہے۔ گویا وہ سارا سال تمام روزے رکھتا ہے۔ اور قیامت کے دن (امنا وصدقنا) ستر آدمی اس کی خاطر بخشے جائیں گے۔ اور جب قبر سے اس کا حشر ہوگا۔ تو اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہوگا۔ جب خواجہ صاحب یہ فوائد ختم کر چکے۔ تو حجرے میں جا کر یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ اور میں اور' اور لوگ واپس چلے آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

مجلس ۹:

کھانا کھلانے کی فضیلت کے بیان میں

کھانا کھلانے کی فضیلت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جب قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ تو اس وقت مولانا زین الدین، مولانا بدر الدین اور مولانا منہاج الدین رحمۃ اللہ علیہم اور اور عزیز حاضر خدمت تھے۔ زبان مبارک سے فرمایا۔ بھوکوں کو کھانا کھلانا ہر ایک مذہب میں پسندیدہ ہے۔ اور اس سے بڑھ کر کوئی سعادت نہیں۔ کہ بھوکوں کو سیر کیا جائے۔ اور انہیں آرام دے کر ان کے دل راضی کیئے جائیں۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے شیخ الاسلام ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا۔ کہ مجھے دکھائیں کہ حق تعالیٰ کی کتنی راہیں ہیں۔ فرمایا۔ موجودات کے ہر ذرّہ کی تعداد کے برابر۔ لیکن ان میں سب سے نزدیک کی راہ لوگوں کے دلوں کو آرام پہنچانا ہے۔

راہِ سلوک میں کمالیت

پھر فرمایا کہ دلیل السالکین میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا ایک ہی جگہ بیٹھے تھے۔ اور سلوک کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے پوچھا کہ اس راہ میں کمالیت کس بات کا نام ہے۔ خواجہ صاحب نے پانی پر مصلّٰی بچھا کر نماز ادا کی۔ بعد ازاں خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ رابعہ یہ مثل ہے کہ اگر تو پانی پر چلے گا۔ تو تنکا ہے۔ اگر ہوا میں اُڑے گا۔ تو مکھی ہے۔ اگر کسی کے دل کو راضی کرے گا۔ تو کچھ ہوگا۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ ایک مرتبہ کچھ قلندر سلطان المشائخ شیخ نظام الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں آئے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ یا شیخ! براہ کرم مجھے کوئی کرامت دکھایئے گا۔ خواجہ صاحب نے خادم کو کھانا لانے کا حکم دیا۔ جب کھانا لایا گیا۔ اور قلندروں کو دیا گیا۔ تو اس قلندر نے پھر کہا کہ یا شیخ! میں کھانے کو کیا کروں؟ مجھے کوئی

کرامت دکھائیں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ برخوردار! یہی کھانا ہی کرامت ہے۔ اسے کھالے۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی کرامت نہیں۔ جب قلندروں نے یہ بات سنی۔ تو آداب بجا لائے اور کھانا کھا کر چلے گئے۔

پھر فرمایا کہ حجۃ الاسلام میں لکھا ہے کہ جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ تو کچھ نہ کچھ کھا کر وہاں سے جاتے۔

حاجت روائی نماز سے افضل ہے

پھر فرمایا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ کہ خدا کی راہ میں روٹی دینا بہتر ہے۔ یا سو رکعت نماز ادا کرنا۔ فرمایا۔ روٹی دینا بہتر ہے۔ پھر پوچھا کہ مسلمانوں کی حاجت کا پورا کرنا بہتر ہے۔ یا سو رکعت نماز ادا کرنی؟ فرمایا مسلمانوں کی حاجت کا پورا کرنا بہتر ہے۔

پھر فرمایا کہ کوئی چیز افضل اور بڑھ کر اس سے نہیں کہ کسی کے دل کو راحت پہنچائی جائے۔ یہ سب عبادتوں سے افضل ہے۔ جب خواجہ صاحب ان فوائد کو ختم کر چکے۔ تو نماز میں مشغول ہو گئے۔ اور میں اور اور لوگ واپس چلے آئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

مجلس ۱۰:

دنیا وغیرہ کی ترک کے بیان میں

دنیا کو ترک کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ جب پائبوسی کا شرف حاصل ہوا تو اور عزیز بھی حاضر خدمت تھے۔ مثلاً مولانا منہاج الدین، مولانا قیام الدین اور مولانا بدر الدین علیہ الرحمۃ۔ خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ اے درویش! اہلِ دنیا کے گھر میں کسی قسم کی راحت نہیں۔ اگر راحت ہے تو درویش کے گھر میں ہے کیونکہ اہل دنیا پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے۔

پھر فرمایا کہ راہ سلوک میں جب تک درویش محبت کے مِصْقَلہ سے دنیاوی زَنگار کو دِلی آئینے سے صاف نہ کرلیں۔ اور ذکر الٰہی سے مانوس نہ ہو جائیں اور غیر کی ہستی کو بیچ میں سے نہ مٹا دیں۔ وہ کبھی خدا رسیدہ نہیں ہو سکتے۔ اگر ایسا نہ کریں تو حق تعالیٰ سے یگانہ نہیں ہو سکتے۔

پھر فرمایا کہ پھر میں نے حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ حب الدنیا رأس کل خطیئۃ وترك الدنیا رأس کل عبادۃ۔ یعنی دنیا کی دوستی تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ اور دنیا کا ترک تمام نیکیوں کا سر ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ زاد المحسنین میں لکھا ہے۔ کہ تمام بدیاں ایک مکان میں جمع کر کے اس کی چابی دنیاوی محبت کو بنایا

ہے۔ اور تمام نیکیاں ایک مکان میں اکٹھی کر کے اس کی چابیاں دنیاوی ترک کو بنایا ہے۔

پھر فرمایا کہ شیخ الاسلام عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالے میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان دنیا سے بڑھ کر اور کوئی حجاب نہیں۔ اس واسطے کہ جس قدر دنیا سے دل لگائے گا۔ اسی قدر حق تعالیٰ سے دور رہے گا۔

صحبتِ بادشاہ سے اجتناب

پھر فرمایا کہ ایک حکیم، چند روز بھوکا رہا۔ کچھ نہ کھایا پیا۔ جب پانی کے کنارے پہنچا تو وہاں انگور کے پتے توڑ کر کھانے شروع کئے۔ اسی وقت اہل دنیا نے گھوڑے سے اتر کر اس کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ اور کہا کہ آپ ہمارے بادشاہ کی ملازمت کریں تو پتے کھانے سے بچ جائیں۔ حکیم نے کہا کہ اگر تو پتوں پر قناعت کرے۔ تو بادشاہ کی صحبت اور دنیاوی آرزوؤں سے تیری خلاصی ہو جائے۔

پھر اسی موقعہ کے مناسب فرمایا کہ راہ سلوک میں درویش وہی کہلا سکتا ہے۔ کہ جس کے دل میں یاد حق کے سواء اور کوئی خیال نہ آئے۔ اور نہ کسی چیز میں مشغول ہووے۔ اور نہ ہی اہل دنیا سے میل جول رکھے۔ میں (مصنف کتاب) نے التماس کی کہ بندہ نے چند فوائد اپنے فائدے کیلئے لکھے ہیں۔ ورنہ اس بیچارے کی کیا مجال ہے کہ کوئی کتاب تالیف کر سکے۔ فرمایا۔ اس سے بہتر اور کیا ہوسکتا ہے؟ کہ جو کچھ اپنے شیخ کی زبان سے سنے اسے قلمبند کرے۔ خود بھی اس سے فائدہ اٹھائے اور دوسروں کو بھی پہنچائے۔ اس واسطے کہ میں نے اپنے شیخ صاحب کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اخیر الخیر الخیر المتعدی۔'' یعنی سب سے عمدہ نیکی وہ ہے۔ جس سے وہ خود بھی فائدہ اٹھائے او دوسروں کو بھی فائدہ پہنچائے۔ فقط

تمام شد

تاریخ میں اپنی نوعیت کی پہلی
واحد منفرد شرح
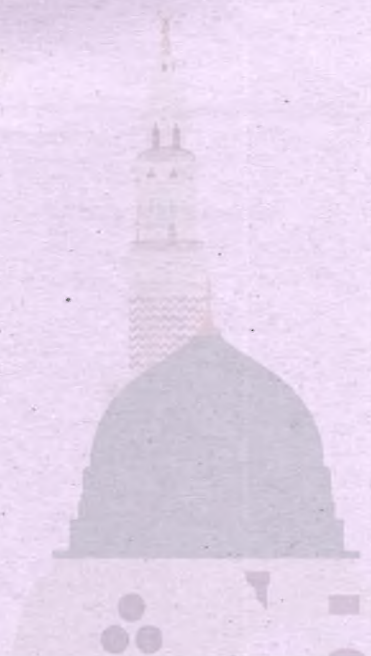
معلومات سے بھرپور فکر انگیز بصیرت افروز سوچ کے نئے
در وا کرنے اور فکر کو طاقتِ پرواز دینے والا نسخۂ کیمیا

فیوضاتِ جہانگیری شرح صحیح بخاری

المعروف بہ

جمال السُّنّہ

تصنیف

جامع المنقول والمعقول حاوی الفروع والاصول
ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر
ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

- ☆ صحیح بخاری کا سلیس، رواں، بامحاورہ اور آسان ترین ترجمہ
- ☆ سند میں موجود خوبیوں کا تعارف
- ☆ ترجمۃ الباب کی روشنی میں امام بخاری کے موقف کی وضاحت
- ☆ موقع ومحل کی مناسبت سے ہر حدیث کے اندر ذکر شدہ نفس مسئلہ کی وضاحت
- ☆ اعتقادی مسائل میں اہلسنت کے موقف کی تائید میں دلائل
- ☆ احناف کے موقف کی تائید میں دلائل پیش کرنا
- ☆ صحیح بخاری کی سب سے زیادہ منظم وسیع اور جامع تخریج
- ☆ فقہی واعتقادی احکام کی روح سے شناسائی کے حصول کا ذریعہ
- ☆ ہر حدیث کے بعد دعوتِ فکر دینے والا سوال
- ☆ درس نظامی کے طلباء، خطباء، علماء، عام پڑھے لکھے افراد کیلئے یکساں مفید
- ☆ احادیث کی مخصوص اصطلاحی اقسام کی وضاحت
- ☆ صحیح بخاری کے راویوں میں سے مدنی، بصری، کوفی راویوں کی بطور خاص نشاندہی
- ☆ احادیث کے مرکزی مضامین کا اجمالی تعارف
- ☆ نفس مسئلہ سے متعلق مختلف مکاتب فکر کے اختلافی نظریات کا بیان
- ☆ فقہی مسائل میں مذاہب اربعہ کی مستند کتب کی روشنی میں آئمہ کی آراء نقل کرنا۔
- ☆ متقدمین ومتاخرین کی تحقیقات کا مغز اور نچوڑ مختصر لفظوں میں سمو دینا۔
- ☆ علم حدیث میں مہارت کے حصول کیلئے بہترین معاون
- ☆ عصر حاضر کے معاشرتی ومذہبی مسائل پر مختصر مگر بصیرت افروز تبصرہ
- ☆ مختصر، جامع، مفید اور معلومات افزا مقدمہ
- ☆ ایک ایسی شرح جو وقت کی ضرورت ہے ایسی شرح جو آپ کی ضرورت ہے،

جو سب کی ضرورت ہے

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر نزد مسلم ماڈل ہائی سکول ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-7246006